اردو شرح

انوار الباری

صحیح البخاری



مجموعۂ افادات

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

و دیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ

مؤلفہ تلمیذ علامہ کشمیری

حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رحمہ اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240)

مُقدّمۃ

انوار الباری

اردو شرح

صحیح البخاری

مقدمہ جلد اول - مقدمہ جلد ثانی

مجموعۂ افادات

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

و دیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ

مؤلفہ تلمیذ علامہ کشمیریؒ

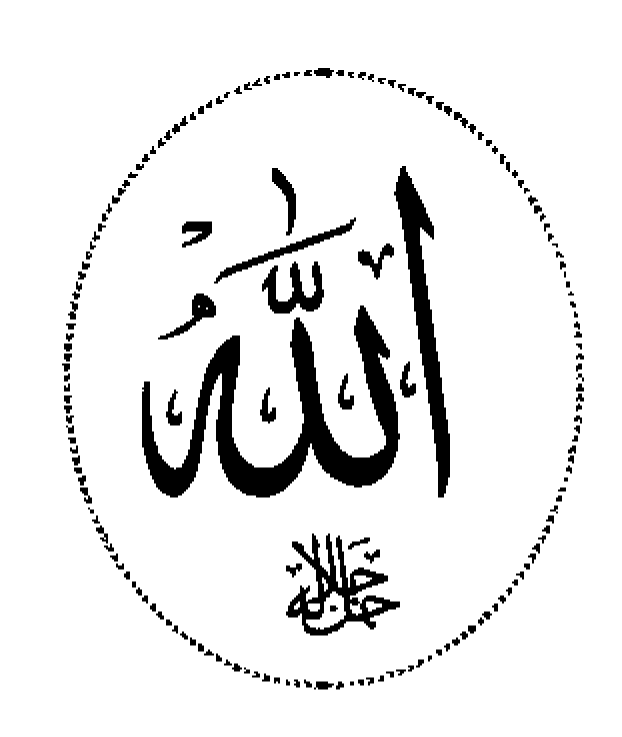
حضرۃ مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رحمہ اللہ



ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

☎ 061-540513-519240



نام کتاب....انوار الباری مقدمہ جلد اول-دوم (کمپیوٹر ایڈیشن)
تاریخ اشاعت.......شعبان ۱۴۲۵ھ
ناشر.......ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.......سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان......ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور......مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ......کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور......دار الاشاعت اردو بازار کراچی
بک لینڈ اردو بازار لاہور
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE (U.K.)

ضروری وضاحت:

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل علماء پر مشتمل شعبہ تصحیح قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔

(ادارہ)

حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری دامت برکاتہم

صاحبزادہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی طرف سے

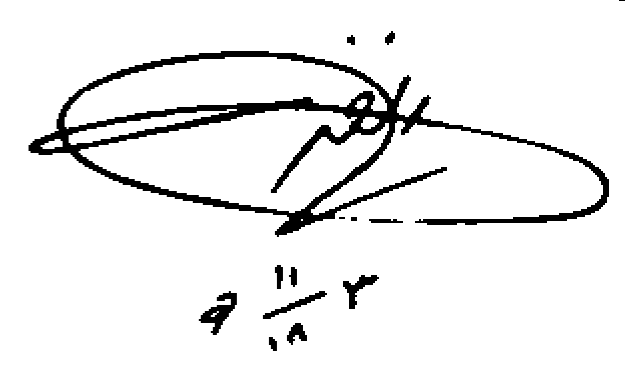
انوار الباری کی خصوصی تحریری اجازت نامہ

وجملہ حقوق بحق ادارہ ''تالیفات اشرفیہ ملتان'' محفوظ ہیں

انظر شاہ مسعودی کشمیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مولانا اسحاق صاحب مدیر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے علمی ذوق، اپنے اکابر سے متعلق نوادرات کی اشاعت کیلئے مخلصانہ جذبات کے پیش نظر "انوار الباری" کی پاکستان میں طباعت کے جملہ حقوق بمسرت تمام موصوف کیلئے مختص کرتا ہوں۔ اب پاکستان میں "انوار الباری" کی طباعت کا کوئی دوسرا ناشر یا ادارہ قانوناً و اخلاقاً مجاز نہ ہوگا



۲ ۱۱/۱۸ ۹

جناب مولانا اسحاق صاحب مدیر ''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' ملتان کے علمی ذوق' اپنے اکابر سے متعلق نوادرات کی اشاعت کیلئے مخلصانہ جذبات کے پیش نظر ''انوار الباری'' کی پاکستان میں طباعت کے جملہ حقوق بمسرت تمام موصوف کیلئے مختص کرتا ہوں اب پاکستان میں انوار الباری کی طباعت کا کوئی دوسرا ناشر یا ادارہ قانوناً اخلاقاً مجاز نہ ہوگا۔

Tel-(01336) 23471

(Maulana) Anzar Shah Kashmiri
Baitul Hikmat Deoband-247554 (U.P.)

انظر شاہ مسعودی کشمیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Dated..............

عرصۂ نیم ہندوستان میں تین دانشور ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی عبقریت اور علمی ذہانت
کے لافانی نقوش تاریخ عالم پر ثبت کئے اول خانوادۂ ولی اللہی کے گوہر شب چراغ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی
قدس سرہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اولین صدر المدرسین دار العلوم دیوبند تیسرے حضرت امام العصر
علامہ انور شاہ الکشمیری قدس سرہ۔ موخر الذکر نے تبحر علمی، وسعت علم، تحقیقات علمیہ میں وہ منفرد مقام
حاصل کیا کہ صدیوں کی علمی تحقیقات ان کی علمی کاوشوں کے سامنے ہیچ نظر آتی ہیں۔ اسی لئے اہل نظر کا بیان
ہے کہ اسلام کی آخری پانچ صدیاں اس بے مثال شخصیت کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

یوں تو خدا تعالیٰ نے آپ کو جملہ علوم و فنون میں دسترس عطا فرمائی تھی لیکن حدیث اور متعلقات حدیث
میں آپ کی شان ایسی ارفع و اعلیٰ ہے جس کی مثال نایاب ہے۔ بے نظیر حفظ حدیث، متعارض احادیث میں دلکش تطبیق،
حدیث و قرآن کی مطابقت، احادیث کا صحیح محل، حدیث سے ان فتنوں کا سد باب جو اسلامی تعلیمات پر حملہ آور ہیں
فقہ حنفی کے ترجیحی دلائل، حدیث کے فصاحت و بلاغت کے گوشوں کا انکشاف، مستشرقین کے بے بنیاد دلائل کی حدیث
کی روشنی میں پامالی، [illegible] رجال احناف کی تنقیح، جا بجا نحو و صرف کے رموز و نکات لغت میں پیشگاہ،
طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سراغ [illegible]، [illegible] فقہ مذاہب پر تفوق، اصول حدیث و اصول فقہ کے جواہر،
حدیث کے انسانی پہلوؤں کی اجاگری، اور عصری فتنوں خصوصاً تردید قادیانیت کیلئے ذخیرۂ حدیث سے استنباط یہ وہ
حضرت ممدوحؒ کے وہ جلیل کارنامے ہیں جس کے بعد ان کا علم وفن ان کی عظمت علمیہ کی جامعیت، ایک واقعہ بنکر ہمارے سامنے
آجاتی ہے [illegible] جناب مولانا سید احمد رضا بجنوری [illegible] نے حضرت ممدوحؒ کے افادات کا جس
سلیقہ و قرینہ سے جمع کیا کہ "انوار الباری" تمام شروحات حدیث میں اپنا منفرد مقام رکھتی ہے

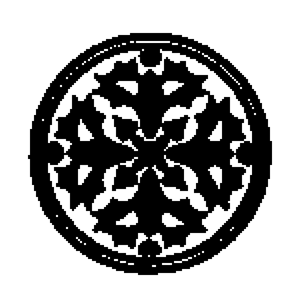
[illegible] رجال علم [illegible] وقت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

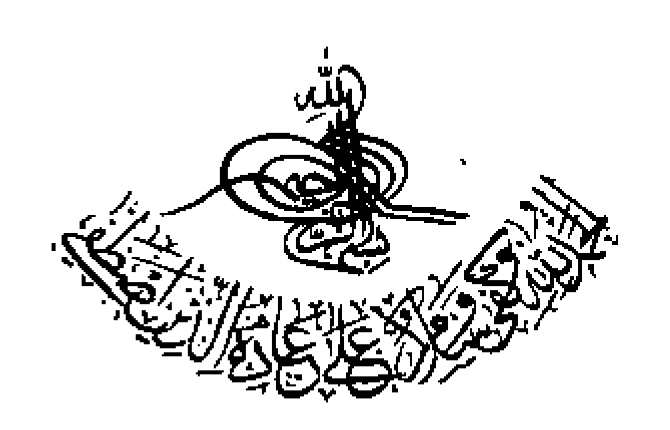
مقام مسرت ہے کہ ملتان میں ادارہ تالیفات اشرفیہ اس عظیم و ثمین شرح کی طباعت کا انتظام کر رہا ہے جو کہ کتابت
کے اعلیٰ معیار کتابت و طباعت کا آئینہ دار ہوگی، اور علمی حلقوں کی اس تشنگی کو دور کرنے کا ذریعہ [illegible]
[illegible] ان شاء اللہ

[signature]

۳۰ / ۱۸

فہرست عنوانات





پیش لفظ

مقصد تالیف انوارالباری

''انوارالباری شرح اردو صحیح البخاری کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ اردو میں اپنے اکابر سلف کے حدیثی افادات شرح وبسط کے ساتھ پیش کردیئے جائیں، صحاح میں سے جامع صحیح بخاری کی اہمیت سب پر ظاہر ہے اسی لئے اس کا انتخاب ہوا مگر شرح حدیث کے وقت دوسری صحاح، مصنفات ومسانید بھی پیش نظر رہیں گی خصوصاً احادیث احکام کے ذیل میں چونکہ آثار صحابہ، فتاویٰ تابعین اوراقوال اکابر محدثین پر بھی نظر ضروری ہے اس لئے ان کو بھی زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کی سعی ہوگی۔

اکابر دارالعلوم کی درسی خصوصیت

ہمارے حضرات اساتذہ واکابر درالعلوم کی درسی خصوصیات میں یہ بھی نمایاں خصوصیت تھی کہ احادیث احکام کے ذیل میں شرح حدیث کے ساتھ بیان مذاہب اور ہر مذہب کی مؤیدات ومرجحات کا ذکر فرماتے تھے، حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ نے قدیم محدثانہ رنگ کی تجدید فرماتے ہوئے اس طرز تحقیق کو اور زیادہ مستحکم کیا، علامہ رشید رضا مصری جس وقت دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے تھے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی عربی تقریر میں اسی طرز تحقیق کی صراحت ووضاحت بھی فرمائی تھی جس پر علامہ مصری نے غیر معمولی تاثرات کا اظہار فرمایا تھا، اس کی تفصیل مقدمہ ہذا کے حصہ دوم میں حضرت شاہ صاحب کے حالات میں پیش ہوگی، ان شاء اللہ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا درس حدیث

یہاں صرف اتنی بات کہنی ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا درس حدیث قدیم محدثین کے طرز سے ملتا جلتا تھا ان کی نظر زمانہ رسالت، صحابہ وتابعین سے گذر کر ائمہ، مجتہدین واکابر محدثین سے ہوتی ہوئی اپنے زمانہ تک کے تمام اکابر محققین کے فیصلوں پر ہوتی تھی جس کا صحیح اندازہ آپ کی تالیفات فصل الخطاب، نیل الفرقدین، بسط الیدین، کشف الستر وغیرہ سے ہوسکتا ہے، افسوس ہے کہ آپ کی مطبوعہ تقاریر درس ترمذی وبخاری آپ کی تحقیقات عالیہ کے بہت ہی ناقص نقوش ہیں جن میں جامعین کے اخذ وضبط واداء کے بھی نقائص واغلاط ہیں اور مطبعی تصحیفات واخطاء بھی۔

حضرت شاہ صاحب کا حافظہ بے نظیر اور مطالعہ بہت وسیع تھا، متقدمین و متاخرین کی تمام تصانیف قلمی و مطبوعہ بنظر غور مطالعہ فرماتے تھے، فتح الباری کا مطالعہ خصوصیت سے متعدد بار فرمایا تھا اور اس کی ایک ایک جزئی آپ کے حافظہ و نظر میں تھی، حافظ ابن حجرؒ نے جن چیزوں کا ذکر مقابل کی نظر سے بچانے کیلئے یا کسی دوسری مصلحت سے غیر محل میں کیا ہے ان پر بھی حضرت شاہ کی نظر حاوی تھی اور اس سے جوابدہی میں استفادہ فرماتے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات کسی قدر تفصیل سے حصہ دوم میں ذکر ہوں گے ان شاء اللہ۔

راقم الحروف کے استفادات

راقم الحروف نے بزمانہ قیام مجلس علمی ڈابھیل دو سال درس بخاری شریف میں حاضر رہ کر حضرت کی تقریر درس قلمبند کی تھی، اس کے علاوہ علامہ نیمویؒ کی ''آثار السنن'' دو جلد پر حضرت نے جو بے نظیر حدیثی تحقیقات خود اپنے قلم مبارک سے لکھی تھیں اس کے بھی کچھ نسخے فوٹو کے ذریعہ مجلس علمی کراچی نے محفوظ کر دیئے ہیں، جس کا ایک نسخہ سرپرست مجلس مذکور محترم و مخلص مولانا محمد میاں صاحب سورتی دام فیضہم نے احقر کو مرحمت فرمایا، ان سب کو پیش نظر رکھ کر اور فتح الباری، عمدۃ القاری، لامع الدراری، امانی الاحبار، الکوکب الدری، اعلاء السنن وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایک مجموعہ افادات اردو زبان میں مرتب کرنے کا خیال ہوا اور بالاقساط شائع کرنیکی قابل عمل تجویز بھی سامنے آئی اس لئے خدا کے بھروسہ پر کام کی ابتداء کر دی گئی۔ **وهو الميسر و المتمم و الموفق للصواب والسداد۔**

مقدمہ کی ضرورت

شرح بخاری مذکور سے قبل یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ حدیث کی ضرورت و تاریخ مختصر لکھ کر محدثین کا تذکرہ بھی ہو جائے جس سے ہر دور کے اکابر محدثین کا ضروری تعارف ہو۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ اثناء درس میں جا بجا اکابر ائمہ و محدثین و فقہا کا تعارف کراتے تھے اس لئے موزوں ہوا کہ ابتداء ہی میں ان سب حضرات کا یکجائی تعارف ہو، اگرچہ اثناء شرح میں بھی رجال پر کلام حسب ضرورت ہوتا رہے، دوسری ضرورت یہ بھی ہوئی کہ دوسری صدی کے بعد کے اکثر محدثین نے محدثین احناف کے ذکر اذکار کو نظر انداز کیا اور کچھ حضرات نے ان کی برائیاں بے سند یا جھوٹی اسناد سے بیان کیں۔

ائمہ احناف سے تعصب

ظاہر ہے کہ یہ بات نہ تاریخی اعتبار سے محمود تھی نہ حدیثی تعلق کے تحت گوارا اور سب سے بڑا دینی و علمی نقصان اس کا یہ تھا کہ حدیث کی پر رونق بھری مجلس سے ایک ایسی عظیم موقر جماعت کو باہر کر دیا گیا جن کی حدیثی گرانقدر خدمات کسی طرح بھی نظر انداز کئے جانیکی مستحق نہ تھیں، جیسا کہ آگے آئے گا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بعض مقلین اکابر صحابہ کو بھی ان کے فتاویٰ و احکام فقہیہ کی کثرت کے باعث مکثرین صحابہ میں شامل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے فتاویٰ و مسائل فقہیہ بھی احادیث و آثار موقوفہ کے حکم میں ہیں تو امام اعظمؒ آپ کے اصحاب اور سینکڑوں تلامذہ محدثین جنہوں نے امام صاحب کی سرپرستی میں ساڑھے بارہ لاکھ فقہی مسائل کی تدوین کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ ﷺ آثار صحابہ و فتاوی تابعین کی روشنی میں کی، پھر ان میں بہت بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو ارباب صحاح کے شیوخ اور شیوخ الشیوخ ہیں، ان سب کو محض حسد و عصبیت کی وجہ سے نظر انداز کر دینا کسی طرح بھی موزوں نہ تھا۔

اس شرح کی تالیف کے وقت ہماری قطعی رائے ہے کہ تمام محدثین اولین و آخرین کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے اور اس میں کچھ بھی فرق کرنا حدیث کے مقدس علم پر ظلم کرنا ہے۔

معتدل شاہراہ

تفسیر کتاب اللہ کی طرح شرح معانی حدیث میں جزوی اختلافات ہوئے ہیں، ہو سکتے ہیں لیکن اس اجارہ داری کے زعم باطل کو کسی طرح گوارا نہیں کیا جاسکتا کہ ایک نقطۂ نظر تو سراسر حدیث رسول اللہ علیہ کے مطابق ہے اور فلاں دوسرا طریق سراسر خلاف ہے، پھر اس غلط طرز فکر میں جو کچھ ترقیات ہوئیں وہ اور بھی زیادہ قابل اعتراض ہیں، پورا مقدمہ تذکرہ محدثین ہر دو حصہ پڑھ کر آپ اندازہ کریں گے کہ ہم نے افراط وتفریط سے ہٹ کر ایک معتدل شاہ راہ سامنے کرنے کی سعی کی ہے۔

صحیح تنقید اور حافظ ابن ابی شیبہؒ

صحیح تنقید کوئی بری چیز نہیں بلکہ ایک مفید علمی مقبول طریقہ ہے مگر اس کو تعصب، تنگ نظری اور غلط کلام سے خالی ہونا چاہئے، حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) نے بہترین حدیثی تالیف "مصنف ابن ابی شیبہ" آٹھ ضخیم جلدوں میں ابواب فقہیہ پر مرتب کی جس کا مفصل ذکر اسی حصہ مقدمہ میں آپ پڑھیں گے، آپ نے ایک فصل میں امام اعظمؒ کے ۱۲۵ مسائل پر تنقید کی اس میں آپ نے امام صاحب کے خلاف جو احادیث و آثار نقل کئے ہیں، ان کی اسناد میں انقطاع بھی ہے اور ضعیف ومتکلم فیہ رجال بھی ہیں، مگر ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ جتنا کچھ بھی خلاف میں کہا گیا یا کہا جاسکتا ہے سب کو نقل کر دیں اسی لئے انہوں نے کتاب مذکور کے دوسرے ابواب میں بہ کثرت امام صاحب کی تائید میں ایسی احادیث وآثار نقل فرمائے جو مذکورہ بالا احادث وآثار سے زیادہ قوی اور بہتر پوزیشن میں ہیں، اس سے ان کی نیک نیتی اور پرخلوص تنقید کا رنگ نمایاں ہے۔

امام بخاریؒ: مشہور اختلافی مسائل پر بھی انہوں نے کوئی تنقید امام صاحب کے خلاف نہیں کی جس سے ظاہر ہے کہ ان کا مقصد جارحانہ تنقید متعصبانہ نوک جھونک نہ تھی مگر ان کے تلامذہ میں سے امام بخاری آئے تو ان کا تنقیدی رنگ دوسرا ہوا بقول حضرت شاہ صاحب بخاری شریف میں تو کچھ رعایت ومسامحت کا معاملہ بھی ہے، اگرچہ مذہب حنفی کی پوری واقفیت نہ ہونے کیوجہ سے غلط انتساب اور بے ضرورت تشدد کا وجود ہے، مگر دوسرے رسائل میں تو امام صاحب وغیرہ کے بارے میں سخت کلامی تک پہنچ گئے ہیں۔ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو اہل علم کا درجہ دینے کو بھی تیار نہیں، حالانکہ امام صاحب کے تلامذہ ابن مبارک وغیرہ کی انتہائی تعریف کی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ: اختلاف صرف افضلیت کا تھا جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ کی تصریحات بھی ہم نے اس مقدمہ کے ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲ پر نقل کی ہیں اس کی مزید تفصیل امام بخاری کی تالیفات پر تبصرہ کے ضمن میں آئے گی، ان شاءاللہ۔

امام ترمذیؒ وابوداؤدؒ: پھر کچھ ردعمل ہوا، امام ترمذی آئے تو انہوں نے اہل کوفہ کو نہ صرف اہل علم کے لقب سے نوازا، بلکہ ان کو معانی حدیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا طبقہ قرار دیا، امام صاحبؒ کا قول بھی جرح وتعدیل میں نقل کیا اور اپنے استاذ حدیث امام بخاریؒ کا فقہی مذہب بھی نقل نہیں کیا، جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے شیخ کو اس درجہ سے نازل سمجھتے تھے کہ ان کا مذہب نقل ہو، امام ابوداؤد نے امام اعظم کو "امام" کے لقب سے یاد کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ: بقول حضرت شاہ صاحبؒ حافظ ابن حجرؒ سے رجال حنفیہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا اس جملہ کی شرح بھی آپ کو اس مقدمہ میں ملے گی، ہم نے محدثین احناف کی طرف بھی زیادہ توجہ کی ہے تاکہ ان کے صحیح حالات روشنی میں آجائیں، حصہ اول میں ۱۵۱ محدثین کے حالات آسکے حصہ دوم میں امام بخاریؒ سے شروع ہو کر دور حاضر تک تقریباً دوسو محدثین کے حالات آئیں گے، ان شاءاللہ۔

محدثین احناف: محدثین احناف کے تذکروں میں یہ بات اکثر نظر آئے گی کہ ان کے طرز فکر میں احادیث کے ساتھ آثار صحابہ، فتاوی تابعین اور اقوال اکابر امت کا پورا لحاظ تھا تعصب وتنگ نظری بھی ان میں نہیں تھی، حدیث کے ساتھ فقہ کو بھی لازم رکھتے تھے، وغیرہ۔

حضرت شاہ صاحب

حضرت شاہ صاحب بھی ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے اور آپ کا درس متقدمین محدثین احناف کے درس کا نمونہ تھا۔

حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ

اسی طرز و طریق کو خدا کا شکر ہے کہ آپ کے خصوصی تلامذۂ حدیث نے بھی اپنایا جو اس وقت ہندوستان و پاکستان وغیرہ کے بڑے بڑے علمی مراکز میں درس حدیث محققانہ ومحدثانہ طرز سے دے رہے ہیں، ان حضرات کا ذکر خیر حصہ دوم میں ضمن حالات حضرت شاہ صاحب قدس سرہ آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری دام ظلہم

اس موقعہ پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب (صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور، دام ظلہم العالی) کا ذکر بھی ضروری ہے جن کی حدیثی تالیفات قیمہ سے احقر نے اس مقدمہ میں بھی استفادہ کیا اور انوار لباری میں بھی استفادہ کیا جائے گا، تاکہ اردو جاننے والے باذوق ناظرین بھی آپ کی گرانقدر علمی وحدیثی کوششوں کے نتائج سے بہرہ یاب ہوں۔

آپ نے نہ صرف حضرت گنگوہی قدس سرہ کے علمی حدیثی مآثر کو بہترین طرز سے تالیف وترتیب دے کر محفوظ فرمادیا بلکہ اپنے علمی تبحر، وسعت مطالعہ اور کثرت مراجعت کتب سے محدثانہ محققانہ طرز تحریر کے بے شمار کمالات ظاہر کئے ہیں جو اس سے دور کے "علمی مغتنمات" ہیں۔ نفعنا الله بعلومه الممتعة. آمین.

امام اعظمؒ: مقدمہ کے اس حصہ اول میں امام اعظمؒ کے حالات ومناقب ہم نے زیادہ تفصیل سے لئے ہیں، اس لئے تدوین حدیث وفقہ کے ابتدائی دور میں جو گراں قدر خدمات آپ نے کی ہیں وہ بنیادی واصولی حیثیت رکھتی ہیں اسی لئے، ائمہ متبوعین امام مالک، امام شافعی وامام احمد اور دوسرے اکابر امت سب ہی نے آپ کے عظیم احسانات کا اعتراف کیا ہے اور آپ کی جلالت قدر وعظمت شان کے سامنے سب ہی کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔

محدث شہیر حماد نے محدث کبیر تابعی ایوب سختیانی سے نقل کیا کہ آپ کے سامنے جب کوئی شخص امام صاحب کا ذکر کسی برائی سے کرتا تو فرماتے تھے "لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھادیں مگر اللہ اس سے انکار کرتا ہے، ہم نے ان لوگوں کے مذہب کو دیکھا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ پر تنقید کی ہے کہ وہ مذہب دنیا سے ناپید ہوگئے ہیں[1] اور امام صاحب کا مذہب ترقی پر ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ (عقود الجواہر المنیفہ)

یہ محدث تابعی تھے اور ارباب صحاح ستہ کے شیوخ ہیں، انہوں نے حضرت امام حسنؓ کو دیکھا ہے اور وہ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے

---

[1] یہ اشارہ غالباً امام اوزاعی، سفیان ثوری وغیرہ کی طرف ہوگا اور یہ تنقید کی بات ان کے ابتدائی دور کی ہے، آخر میں ان کی غلط فہمیاں امام صاحب کے متعلق باقی نہ رہی تھیں بلکہ وہ امام صاحب کے علم وفضل اور تفوق کے بہت زیادہ قائل ہوگئے تھے، جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی، مگر محدث جلیل شیخ ایوب کو کیا خبر تھی کہ ان کے بعد ایک دور امام بخاری وغیرہ کا بھی آئے گا جو امام صاحبؒ کے تلامذہ میں ہوتے ہوئے اور امام صاحب کے علمی وعملی کمالات وفضائل سے مکمل واقفیت کے اسباب مہیا ہوتے ہوئے بھی امام صاحب کو ہدف طعن وتنقید بنائیں گے، پھر امام اوزاعی وغیرہ کا مذہب تو کچھ مدت تک رائج بھی ہوا امام بخاریؒ کا مذہب تو ان کے تلمیذ خاص امام ترمذی نے دوسرے مذاہب کے ساتھ ذکر بھی نہ کیا اور دوسرے تلمیذ رشید امام مسلمؒ نے بعض شرائط پر سخت الفاظ میں تنقید بھی کی، امام بخاری کے شیخ اعظمؒ امام حمیدی (صاحب مسند) جو امام اعظم کی تنقید میں بھی امام بخاریؒ کے مقلد تھے وہ تفقہ میں امام بخاریؒ کے درجہ پر بھی نہ پہونچ سکے اور اسی کمی کے باعث امام شافعیؒ کی جانشینی سے محروم ہوئے اور نعیم بن حماد خزاعی بن عرعرہ تو امام حمیدیؒ کے مرتبہ تک بھی نہ پہنچ سکے۔

یہ دونوں بھی امام اعظمؒ کی برائیوں میں پیش پیش تھے، ہر انسان خطا ونسیان سے مرکب ہے، بڑے بڑے جلیل القدر انسانوں سے غلطی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی لغزشوں سے درگذر کرے اور ان کو اپنی بے پایاں نعمتوں ورحمتوں سے نوازے، آمین۔

کہ ایوب اہل بصرہ کے نوجوانوں کے سردار ہیں، امام شعبہ نے آپ کو سید الفقہاء کا لقب دیا، سب محدثین و ناقدین فن رجال نے آپ کو ثقہ، ثبت فی الحدیث، جامع العلوم، کثیر العلم، حجت اللہ علی الارض کہا، امام مالک نے آپ کو عالمین، عاملین، خاشعین، عباد و خیار سے بتلایا، ابو حاتمؒ نے کہا کہ وہ تو ایسے مسلم ثقہ ہیں کہ ان جیسوں کے بارے میں سوال بھی فضول ہے، آپ کی پیدائش ۶۸ھ میں اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی۔

غرض امام صاحب کا فضل و تفوق ظاہر و باہر ہے اور اکابر امت کے اقوال آپ کے مناقب و فضائل میں اس قدر ہیں کہ کم از کم مجھ جیسا نااہل تو ان کو اس تطویل کے باوجود بھی جمع کرنے سے قاصر رہا، جتنا مطالعہ کرتا گیا ایک سے ایک شہادت بڑھ چڑھ کر ہی ملتی گئی، کاش امام صاحب کے مناقب پر کوئی جامع کتاب اردو میں تالیف ہو کر شائع ہو جاتی، بعض اہل علم احباب نے اس کا ارادہ بھی کیا ہے اور راقم الحروف نے اپنے پاس سے اس کا مواد اور کتابیں بھی ان کو دے دی ہیں، خدا کرے جلد ایک کامل و مکمل سیرۃ الامام نور نظر بنے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

امام اعظم کے کسی قدر تفصیلی تذکرہ کی طرح ہم نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے تذکروں میں بھی زیادہ جگہ لی ہے جن کی اہمیت مطالعہ کے بعد محسوس ہوگی، نیز امام اعظم کے دوسرے شرکاء تدوین فقہ کے حالات بھی کسی قدر مکمل کرنے کی سعی کی ہے۔

اسی طرح حصہ دوم میں امام بخاری کا تذکرہ بھی تفصیلی ہے، پھر دوسرے ارباب صحاح اور صاحب مشکوٰۃ، امام طحاوی، حافظ ابن حجر، حافظ عینی وغیرہ کے تذکرے بھی حسب ضرورت مفصل ہوں گے۔

ائمہ احناف اور مخالفین

حضرت الاستاذ المعظم شاہ صاحب قدس سرہ اس امر سے بہت دلگیر تھے کہ ائمہ حنفیہ اور محدثین احناف کو گرانے کی سعی ہر زمانہ میں کی گئی اور مذہب حنفی کے خلاف ناروا حملے مسلسل ہوتے رہے۔

اس سلسلہ میں درس بخاری کے وقت اکثر حافظ ابن حجر کے تعصب و بے انصافی کا شکوہ فرمایا کرتے تھے امام بخاری کے بارے میں محتاط تھے لیکن آخری سالوں کے درس میں امام بخاری کی زیادتیوں پر بھی تنقید فرمائی اور فرمایا کہ اب ضعف کا وقت ہے صبر کم ہو گیا اور ادب کا دامن چھوٹ گیا، مجھے کہنا پڑا کہ امام بخاری نے اکابر حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور ان کی جرح غیر معتبر ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ امام بخاری کو مذہب حنفی کی پوری واقفیت نہ تھی جس کی وجہ سے باب الحیل وغیرہ میں آئمہ حنفی کی طرف مسائل کا انتساب غلط کیا ہے۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ امام ترمذی میں تعصب کم ہے اور انہوں نے جو بیان مذہب کے وقت امام صاحب کا نام نہیں لیا وہ تعصب یا امام صاحب سے کسی کشیدگی کے باعث نہیں ہے (جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ وغیرہ نے سمجھا ہے) بلکہ اس لیے ہے کہ امام ترمذی کو امام صاحب کا مذہب صحیح سند سے نہیں پہنچا۔ دوسرے ائمہ کے مذاہب ان کو سندوں سے مل گئے تھے جن کو اپنی کتاب العلل میں ذکر بھی کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ اور دفاع عن الحنفیہ

حضرت شاہ صاحبؒ کے درسی خصوصیات میں سے یہ بات بہت نمایاں تھی کہ وہ نہ صرف مذہب حنفی کی طرف سے بہترین دفاع کرتے تھے بلکہ تائید مذہب حنفی کے لیے محدثانہ محققانہ طرز سے اونچی سطح کے کافی دلائل و براہین جمع فرما دیتے تھے۔ بعض اوقات خود فرمایا کہ میں نے مذہب حنفی کی بنیادوں کو اس قدر مضبوط و مستحکم کر دیا ہے کہ مخالفانہ و معاندانہ ریشہ دوانیاں بیکار ہو گئی ہیں۔ میرے نزدیک ایک دو مسئلوں کے سوا فقہ حنفی کے تمام مسائل کے دلائل و حجج دوسرے مذاہب سے زیادہ قوی ہیں۔

امام صاحبؒ کی کتاب الآثار اور مسانید

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے موطا امام مالک کو مرتبہ کے اعتبار سے صحاح میں سے اول قرار دیا ہے اور ان کی اصل کہا ہے جب کہ

موطاامام مالک امام اعظمؒ کی وفات کے بعد مدون ہوا ہے اور اس سے پہلے امام صاحب کی کتاب الآثار امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام زفر کی روایت سے الگ الگ مدون ہو چکی تھیں اسی طرح امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام حماد بن الامام الاعظم نے امام صاحب سے مسانید کو بھی روایت کیا اور یہ سب بلا واسطہ امام صاحب کے تلامذہ بلکہ آپ کے اخص اصحاب میں سے ہیں اور بظاہر ان سب کی کتب آثار و مسانید امام صاحبؒ کی زندگی میں تیار ہو گئی تھیں اور ان ہی کتابوں اور دوسری کتب مدونہ فقہیہ کے بارے میں یہ نقل ہوا ہے کہ امام مالکؒ امام صاحبؒ کی کتابوں کی تلاش کرتے اور ان میں نظر کرتے تھے، امام مالکؒ کا امام صاحب سے حدیث میں تلمذ اور روایت بھی ثابت شدہ ہے۔ (ملاحظہ ہو اقوم المسالک للکوثریؒ)

یہ بھی صحیح طور سے نقل ہے کہ امام مالکؒ نے ۶۰ ہزار مسائل امام اعظمؒ کے مدونہ حاصل کئے تھے۔ ان سب امور پر نظر کی جائے تو موطا امام مالکؒ کی اصل امام صاحبؒ کی کتب آثار اور مسانید کو قرار دینا چاہئے۔

مسانید امام کی عظمت

آگے مقدمہ ہی میں یہ امر بھی ذکر ہوگا کہ امام صاحبؒ کی مسانید بڑے بڑے محدثین بڑی عظمت و وقعت کے ساتھ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امام شعرانیؒ نے بڑے فخر و مسرت کے ساتھ بیان کیا کہ میں امام اعظمؒ کے چند مسانید کی زیارت سے مشرف ہوا جن پر بہت سے حفاظ حدیث کے تصدیقی دستخط تھے اور ان کی اسناد بہت قوی ہیں، ان کے رجال سب ثقہ ہیں کوئی شخص بھی ان میں سے متہم بالکذب نہیں ہوا اور وہ اسناد رسول اکرم ﷺ سے بہت قریب ہیں۔ وغیرہ[1]

امام صاحب سے وجہ حسد

درحقیقت امام صاحب اور آپ کے اصحاب و تلامذہ کے یہ امتیازات و تفوقات ہی ان سے حسد کا بڑا باعث بن گئے اور حاسدین و معاندین کی نظر میں ایک یہی سلوک ان سب حضرات کے حق میں موزوں و مزین ہو گیا کہ ان کی وقعت و شان کو پوری کوشش سے گرا دیا جائے اور پھر جو کچھ ناروا سلوک بعد کے بعض کوتاہ اندیش لوگوں کی طرف سے ان کے ساتھ کئے گئے ان کا ذکر جابجا ''تذکرۂ محدثین'' حصہ اول و دوم میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

''اہل الرائے'' کا پروپیگنڈا

امام صاحبؒ اور آپ کے جلیل القدر اصحاب و تلامذہ کے بارے میں ایک بہت ہی سخت مخالفانہ پروپیگنڈا یہ کیا گیا کہ وہ اصحاب الرائے ہیں اور اس کا مطلب یہ باور کرایا گیا کہ انہوں نے احادیث و آثار کے مقابلہ میں قیاس و رائے کا استعمال کیا ہے حالانکہ یہ بھی ایک حربہ تھا جس کا مقصد اس مقدس جماعت خادم حدیث و سنت کے خلاف نفرت و عداوت پیدا کرنی تھی۔ اس زہر کا تریاق بھی ''تذکرہ محدثین'' میں جابجا ملے گا اور واقعات و حالات سے اسکی غلطی نمایاں کی جائے گی۔

محدث خوارزمی کا جواب

محدث خوارزمیؒ نے مقدمۂ جامع المسانید میں بھی خطیب کا رد کرتے ہوئے مختصر علمی پیرایہ میں چند اچھے جوابات پیش کئے ہیں۔ مثلاً۔

فرمایا کہ حدیث کے مقابلہ میں عمل بالرائی کا طعن امام صاحب کو وہی شخص دے سکتا ہے جو فقہ سے نابلد ہو، اور جس کو فقہ سے کچھ بھی

---

[1] امام شعرانی کا ہر جملہ قابل توجہ ہے خصوصاً امام صاحبؒ کے مسانید کا حفاظ حدیث کی توجہات کا مرکز بننا اور ان پر ان کے توثیقی دستخطوں کا ہونا، ان جملوں کی تائید مادحین امام اعظمؒ کے ان بیانات سے بھی ہوگی جو اس مقدمہ کے ص ۹۳ سے ص ۱۱۲ تک مذکور ہیں اور ص ۵۷ تا ص ۶۱ امام صاحب کے تفوق حدیث پر جو اکابر محدثین کے اقوال نقل ہوئے ہیں وہ بھی پیش نظر رکھے جائیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

مناسبت ہوگی اور ساتھ ہی انصاف کرنا چاہے گا تو اس کو اس امر کے اعتراف سے ہرگز چارہ نہیں کہ امام صاحبؒ سب سے زیادہ احادیث کے عالم اور ان کا اتباع کرنے والے تھے اور ان لوگوں کے زعم باطل پر چند دلائل حسب ذیل ہیں۔

ا۔امام صاحبؒ احادیث مرسلہ کو حجت قرار دیتے ہیں اور ان کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں جب کہ امام شافعیؒ کا عمل اس کے برعکس ہے۔(پھر بھی بدنام حنفیہ کو کیا جاتا ہے)

۲۔قیاس کی چار قسمیں ہیں۔قیاس مؤثر، قیاس مناسب، قیاس شبہ، قیاس طرد۔

امام اعظمؒ اور آپ کے اصحاب نے قیاس شبہ و مناسبت دونوں کو باطل قرار دیا۔قیاس طرد میں امام صاحب اور آپ کے بعض اصحاب کا اختلاف ہے کہ بعض اصحاب نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔اب صرف ایک قسم قیاس مؤثر کی رہی جس کو سب نے حجت کہا۔حالانکہ امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ قیاس کی چاروں اقسام مذکورہ حجت ہیں اور قیاس شبہ کا استعمال تو وہ بکثرت کرتے ہیں (پھر بھی بدنام و معطون حنفیہ ہیں)۔

۳۔امام اعظمؒ احادیث ضعیفہ کو بھی قیاس کے مقابلہ میں حجت سمجھتے ہیں جیسے نماز میں قہقہ کو انہوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے ناقض وضوء کہا حالانکہ خلاف قیاس ہے اور امام شافعیؒ اس کے برعکس قیاس پر عمل کرتے ہیں (پھر بھی خطیب وغیرہ نے استعمال قیاس کا طعنہ امام صاحب وغیرہ کو دیا)۔

۴۔بہت سے مسائل میں مخالفین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے قیاس کی وجہ سے احادیث کو ترک کر دیا۔حالانکہ یہ بھی ایک مغالطہ ہے کیونکہ وہاں امام صاحبؒ نے قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسری راجح احادیث کی وجہ سے مرجوح احادیث پر عمل ترک کیا ہے اس کی بہت سی مثالیں بھی محدث خوارزمی نے لکھی ہیں۔

پھر آخر میں لکھا کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب پر ''حدیث کو ترک کر کے عمل بالقیاس والرائے کا الزام'' سراسر بہتان و افتراء ہے۔یہ حضرات اس الزام سے قطعاً بری ہیں اور یہ حضرات قیاس پر عمل صرف اس وقت کرتے ہیں جب کسی مسئلہ میں فیصلہ کے لیے حدیث رسول اکرم ﷺ بالکل موجود نہ ہو۔(جامع المسانید ص ۱/۴۱ تا ص ۱/۵۳)

امام اعظم اور تدوین قانون اسلامی کا بے نظیر کارنامہ

افسوس ہے کہ امام اعظمؒ اور آپ کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ، اکابر محدثین نے جو فقہ اسلامی کی تدوین کا بینظیر تاریخی کارنامہ سرانجام دیا تھا اس کو بے وقعت بنانے کے لیے غلط کوششیں کی گئیں اور اس کی وجہ سے دور خیر القرون کی حدیث و فقہ کی ایک بے مثال عظیم الشان خدمت اپنے صحیح تعارف سے محروم ہوگئی جس کی کچھ تلافی ہم نے اس مقدمہ میں کی ہے۔

امام بخاری کا شکوہ اور جواب شکوہ

امام بخاری نے اپنے رسائل میں شکوہ کیا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ بعد کے لوگوں کی تقلید کرنے لگے حالانکہ پہلے زمانہ میں لوگ الاول فالاول کا اتباع کرتے تھے جس کا اشارہ بظاہر امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف ہے لیکن انصاف کیا جائے کہ امام صاحب سے پہلے کا دور صحابۂ کرام کا تھا جو سب ہی بتصریح حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیات و تسلیمات عدول اور متبوع تھے لیکن ان کے زمانہ میں کسی فقہ اسلامی کی تدوین نہ ہوسکی تھی بلکہ احادیث کی تدوین بھی پوری طرح بعد ہی میں ہوئی۔تدوین حدیث کے ساتھ ہی امام اعظم نے سینکڑوں ہزاروں ائمہ حدیث کی موجودگی میں اپنے تلامذہ و اصحاب مجتہدین و کبار محدثین کی مدد سے فقہ اسلامی کو مدون کیا جس پر اسی وقت سے ساری اسلامی دنیا نے عمل بھی شروع کر دیا اور عباسی خلفاء نے باوجود ذاتی مخالفت امام اعظمؒ وغیرہ کے بھی اسی کو اسلامی قانون کی پوزیشن دی اور اگر کبھی کوئی آواز خلاف میں اٹھی تو اس کا دفاع بھی خود ہی کیا۔

ان واقعات کی تفصیل اوراس وقت کی اسلامی دنیا کتنی وسیع تھی یہ سب امور بھی مقدمہ میں آئیں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ امام صاحبؒ کی حیثیت دورتابعین میں سرتاج فقہاءومحدثین کی تھی پھراس پران کا تدوین فقہ کا کارنامہ عظیم سونے پرسہاگہ ہوگیا۔

ایسے حالات میں اگرآپ کی تقلید واتباع لوگوں نے کی تو کیا برا کیا۔ مقلد ہونے کے لیے جس جامعیت کاملہ کی ضرورت تھی وہ شخصیت سب سے پہلے آپ ہی کی سامنے آئی اس لیے اول سے اول بھی آپ ہوئے، آپ کے بعدآپ کے اصحاب وخصوصی تلامذہ دوسرے درجہ میں قابل اتباع تھے، تیسرے درجہ میں آپ کے تلامذہ امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ وغیرہ ہوئے۔

اس لیے اگرلوگوں نے امام صاحبؒ وغیرہ کوالاول فالاول سمجھ کرتقلید کی اور بعد کے حضرات کی نہ کی تو امام بخاریؒ ہی کے اصول سے صحیح کام کیا امام صاحبؒ سے پہلے صحابۂ کرام اوررسول اکرم سرورکائنات ﷺ تھے جن کا اتباع امام صاحبؒ اورآپ کے اصحاب نے جزئی جزئی میں پوری طرح کیا ہےاس لئے امام صاحبؒ کا اتباع بعینہ ان کا اتباع ہے۔ یہ طعن کسی طرح بھی درست نہیں کہ آپ کا اتباع کرنے والوں نے آپ کے پیشرووں کوچھوڑدیا۔

تذکرۂ محدثین کا مقصد

غرض اس مقدمہ انوارالباری موسومہ ''تذکرہ محدثین'' میں جہاں یہ مقصود ہے کہ کبارمحدثین کے صحیح حالات سے روشناس کرایا جائے وہاں یہ بھی خیال ہے کہ بہت سی غلط فہمیاں بھی رفع بھی کردی جائیں جوحدیث، فقہ اورخصوصیت سے فقہ حنفی وغیرہ سے متعلق پیدا کردی گئی ہیں۔ واللہ المستعان۔

اس سلسلہ میں راقم الحروف کونہایت افسوس ہے کہ بعض اپنے اکابر کے کچھ ناپسندیدہ واقعات وحالات بھی لکھنے پڑے، جن کی کسی مسئلہ کی تنقیح یا دوسرے اکابر سے دفاع کے لئے ضرورت پیش آئی، اگرچہ اس میں بھی اپنے اکابر ہی کا اتباع کیا گیا ہےاورالحمدللہ علی قدرمراتب سب ہی کے علمی وعملی کارناموں کی زیادہ سے زیادہ قدرومنزلت دل میں ہے مگرخطاولغزش سے کون پاک ہے۔ الا من عصمه الله ويغفر الله لي وسائر المؤمنين۔

جن کتابوں سے تذکرہ محدثین میں مدد لی گئی ہےان میں سے کچھ اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

۱-مناقب امام اعظمؒ، علامہ موفقؒ
۲-ایضاً، علامہ کردریؒ
۳-جامع مسانیدالامام اعظمؒ للخوارزمیؒ
۴-الجواہرالمضیہ، للعلامۃ القرشیؒ
۵-تہذیب التہذیب، للحافظ ابن حجرؒ
۶-تقریب التہذیب، ایضاً
۷-تعجیل المنفعۃ، ایضاً
۸-مقدمہ فتح الباری، ایضاً
۹-مقدمہ فتح الملہم، للشیخ العثمانیؒ
۱۰-مقدمہ لامع الدراری، للشیخ المحدث السہارنپوری عم فیضہم
۱۱-مقدمہ اوجزالمسالک للشیخ المحدث السہارنپوری عم فیضہم
۱۲-مقدمہ ابن ماجہ، علامہ عبدالرشید نعمانی عم فیضہم
۱۳-مناقب الائمہ، للذہبیؒ
۱۴-تذکرۃ الحفاظ، للذہبیؒ
۱۵-تبییض الصحیفہ، للسیوطیؒ
۱۶-الخیرات الحسان، للعلامہ ابن حجرمکیؒ
۱۷-بستان المحدثین، حضرت شاہ عبدالعزیزصاحبؒ
۱۸-حدائق الحنفیہ، للعلامہ فقیرمحمدصاحب جہلمیؒ
۱۹-تانیب الخطیب، للعلامہ کوثریؒ
۲۰-بلوغ الامانی، للعلامہ کوثریؒ
۲۱-حسن التقاضی، للعلامہ کوثریؒ
۲۲-الامتاع، للعلامہ کوثریؒ
۲۳-لفت النظر، للعلامہ کوثریؒ
۲۴-الحاوی، للعلامہ کوثریؒ
۲۵-النکت الطریفہ، للعلامہ کوثریؒ
۲۶-ابوحنیفہؒ، ابوزہرہ مصری
۲۷-الانتقاء، علامہ ابن عبدالبرمالکیؒ
۲۸-جامع بیان العلم وفضلہ علامہ ابن عبدالبرمالکیؒ
۲۹-فوائد بہیہ، حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ
۳۰-طبقات الشافعیہ الکبریٰ، للسبکی
۳۱-تاریخ ابن خلکان
۳۲-نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحی الحسنیؒ۔

جو کتابیں شرح بخاری شریف کے وقت پیش نظر ہیں انہیں میں سے چند اہم یہ ہیں

۱-عمدۃ القاری شرح البخاری، للحافظ بدرالدین عینیؒ (قاضی القضاۃ) ۲-فتح الباری شرح البخاری، للحافظ ابن حجر عسقلانیؒ ۳-تیسیر القاری شرح البخاری، للشیخ نورالحق بن الشیخ عبدالحق المحدث الدہلویؒ ۴-شرح البخاری، شیخ الاسلام سبط الشیخ عبدالحق المحدث دہلویؒ ۵-ارشاد الساری شرح البخاری، للقسطلانیؒ ۶-بہجۃ النفوس شرح البخاری، للحافظ ابن ابی جمرہ ۷-روح التوشیخ علی صحیح البخاری، للشیخ علی بن سلیمان الدمنتی البجمعویؒ ۸-شروح البخاری، للنوویؒ وغیرہ ۹-فتح الملہم شرح صحیح المسلم، للشیخ المحدث العلامہ شبیر احمد العثمانیؒ ۱۰-عقود الجواہر المنیفہ، للسید المحدث مرتضیٰ الحسینیؒ ۱۱-الحواشی علی جامع الصحیح، للشیخ العلامہ احمد علی السہارنپوریؒ و حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ ۱۲-العرف الشذی علیٰ جامع الترمذی، امالی درس حافظ حدیث علامہ محمد انورشاہ الکشمیریؒ ۱۳-فیض الباری علیٰ صحیح البخاری، امالی درس حافظ حدیث علامہ محمد انورشاہ الکشمیریؒ ۱۴-انوار المحمود علی سنن ابی داؤد، امالی حضرت شیخ الہندؒ و علامہ کشمیریؒ ۱۵-انوار السنن للشیخ النیمویؒ مع تعلیقات غیر مطبوعہ علامہ کشمیریؒ ۱۶-امالی درس بخاری شریف علامہ کشمیریؒ، ضبط کردہ مرتب انوارلباری شرح اردو صحیح البخاری ۱۷-بذل المجہود شرح ابی داؤد، للشیخ الحافظ الحجہ مولانا خلیل احمد السہارنپوریؒ ۱۸-لامع الدراری علیٰ جامع البخاری، امالی درس الحافظ الحجہ الشیخ الگنگوہیؒ مع تعلیقات نفیسہ حضرت شیخ الحدیث السہارنپوری ۱۹-الکوکب الدری علیٰ جامع الترمذی، امالی درس الحافظ الحجہ الشیخ الگنگوہیؒ مع تعلیقات نفیسہ حضرت شیخ الحدیث السہارنپوری ۲۰-اوجز المسالک شرح الموطا للامام مالک، مؤلفہ حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا السہارنپوری عم فیضہم ۲۱-امانی الاحبار شرح معانی الآثار، مؤلفہ حضرت الشیخ محمد یوسف امیر المبلغین السہارنپوری عم فیضہم ۲۲-الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی، للحافظ الحجہ الشیخ علاؤالدین ماردینی (ابن الترکمانیؒ) ۲۳-جامع مسانید الامام الاعظمؒ للمحدث الخوارزمیؒ ۲۴-کتاب الآثار، للامام ابی یوسفؒ ۲۵-کتاب الآثار، للامام محمد بن الحسنؒ۔

آخری گذارش اور شکریہ

امید ہے کہ "پیش لفظ" کے اشارات مذکورہ سے آنے والے مقدمہ "تذکرۂ محدثین کی نوعیت واہمیت واضح ہوگئی ہوگی، مقدمہ کا دوسرا حصہ شائع ہوکر جلد ہی شرح بخاری شریف کا پہلا پارہ پیش ہوگا جسکا محترم ناظرین کو بڑا اشتیاق ہے، مقدمۂ انوارلباری کی تاخیر اشاعت سے جس کا واحد سبب کاتب صاحب کے اعذار ہوئے، راقم الحروف کو غیر معمولی ندامت وملال ہے۔

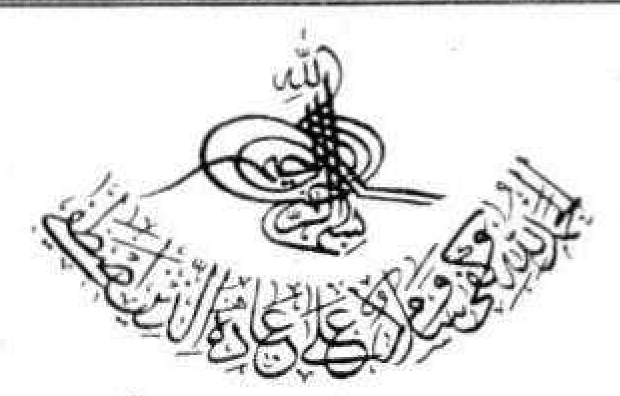
لیکن یوں بھی کسی تحقیقی کام میں وقت صرف ہوتا ہے، دوسری رکاوٹیں بھی پیش آتی ہیں، اس لئے محترم ناظرین خصوصاً ان اکابر و احباب سے جنہوں نے اس کام میں میری ہمت افزائی کی ہے گذارش ہے کہ وہ میری طرف سے پوری طرح اطمینان کریں کہ میں اس کی تکمیل تک پوری کوشش وصرف ہمت سے دریغ نہ کروں گا اور اشاعت کا سلسلہ بھی ان شاءاللہ العزیز بہت جلد باقاعدہ ہوجائے گا۔

اس سلسلہ میں اپنے مخلص احباب اور بزرگوں سے خصوصی دعاؤں کا بھی متمنی ہوں اور انکی توجہات خاصہ کا بدل ممنون رہوں گا۔

والسلام علی من اتبع الهدیٰ۔

احقر سید احمد رضا عفا اللہ عنہ

دیوبند-۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ تقریباً ۱۹۶۱ء



احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت
اور دوسرے تمہیدی مباحث

کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید حق تعالیٰ کا ایک منضبط و جامع قانون ہدایت ہے جس کی تمام تصریحات و اشارات واجب العمل ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کا کلام بھی ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، اس کو زیادہ سمجھنے والے مقربین بارگاہ سلطانی ہوتے ہیں، پھر درجہ بدرجہ دوسرے طبقوں کے لوگ سمجھتے ہیں، اسی پر اس کلام مقدس و معظم کو قیاس کر لیجئے جو سارے جہانوں کے بادشاہوں کے شہنشاہ اعظم کا کلام بلاغت نظام ہے، اسی لئے اس کا تخاطب اولیں اس ذات بابرکات سے ہوا جو اولین و آخرین کا سردار اور تمام علمی و عملی کمالات کا مظہر اتم تھا جو سارے انبیاء سے پہلے نبی تھا اور سب کے مدارج و احکام کا خاتم و ناسخ بھی وہی ہوا، جو دنیا والوں کی اصطلاح سے ''امی'' تھا مگر علام الغیوب نے اپنی شان کریمی سے اس کو وہ علوم عطا فرمائے تھے جو اس سے پہلے کسی کو القاء نہیں کئے گئے اور جس پر اس کا فضل سب سے زیادہ تھا۔

یہی وہ علوم نبوت تھے جن کی بناء پر قرآن مجید جیسی جامع کتاب اللہ کی تبلیغ و تفہیم کا فرض آپ کو سونپا گیا اور ارشاد ہوا **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم** (ترجمہ) آپ کی طرف خدا کے ذکر و تذکیر کی یہ عظیم الشان کتاب اسی لئے بھیجی گئی ہے تا کہ آپ لوگوں کو اس کے ارشادات اچھی طرح وضاحت کر کے سمجھائیں۔

خیال کیجئے کہ ایک نبی امی کو اپنی افضل ترین اور عظیم ترین جلیل القدر کتاب کی تبیین و وضاحت کی خدمت سپرد کی گئی پھر بھی اگر کوئی کہے کہ حضور اکرم ﷺ قرآن مجید کو امت تک پہنچانے کے لئے صرف واسطۂ محض تھے اور اس کو سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت نہیں تو اس کو عقلی فساد کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں، اسی قرآن مجید میں آپ کو معلم کتاب و حکمت بھی فرمایا گیا، کیا معلم کی حیثیت صرف قاری و قاصد کے درجہ میں ہوتی ہے؟ درحقیقت معلم کے لفظ سے آپ کی خصوصی شان رسالت نمایاں ہے۔

عملی طور سے آپکی شان رفیع کو اتنا اونچا کیا گیا کہ آپ کے اسوۂ حسنہ کو کامل و مکمل اتباع و اطاعت خداوندی کا معیار بنایا، تحلیل طیبات اور تحریم خبائث کی نسبت آپ کی طرف فرما کر آپ کے خصوصی منصب رسالت اور اعلیٰ مقام نیابت و خلافت خداوندی کی طرف اشارہ ہوا۔

تمام اختلافات میں آپ ہی کو آخری حکم اور قاضی القضاۃ کا درجہ پوری وسعت قلب و انشراح صدر کے ساتھ تسلیم کرنا ہر امتی کا فرض قرار دیا گیا۔

حق تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے حکم کے ساتھ آپ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا اور اپنی اطاعت کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کا حکم فرمایا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے مرادف قرار دیا۔

تدوین حدیث قرن اول میں؟

مذکورہ بالا بیان سے حدیث رسول اللہ کی حجیت اور اس کا تشریعی مرتبہ واضح ہوا، حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں چونکہ قرآن مجید کی جمع و کتابت کا اہتمام زیادہ ضروری تھا، اس لئے اسی کو لکھا گیا اور ابتداء میں حدیث کی کتابت سے بھی روکا گیا، تاکہ قرآن و حدیث میں اختلاط نہ ہو جائے، دوسرے اس لئے بھی اس کی ضرورت نہ تھی کہ صحابہ کے حافظے قوی تھے، جو احادیث انہوں نے سنی تھیں ان کے سینوں میں محفوظ تھیں، ان کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں تھا، اس لئے صرف لکھنے کی ممانعت کی تھی، زبانی طور سے ایک دوسرے کو حدیث روایت کرنے کی ممانعت نہ تھی، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کہ مجھ سے سنی ہوئی چیزوں میں سے سواء قرآن کے کچھ مت لکھو اور جو کچھ کسی نے لکھ لیا ہو اس کو مٹا دے، البتہ مجھ سے حدیث کی روایت زبانی کر سکتے ہو اس میں کچھ حرج نہیں اور جو شخص میری طرف جھوٹ بنا کر حدیث منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا''۔

قرون ثلاثہ

واضح ہو کہ قرون ثلاثہ سے وہ قرون مراد ہوتے ہیں جن کی بابت سرور کائنات علیہ الصلوٰت والتسلیمات نے سب زمانوں سے بہتر و برتر ہونے کی شہادت دی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ان تین قرن کے بعد جھوٹ کی کثرت ہوگی، قرن اول سے مراد زمانہ بعث مبارکہ سے ۱۱۰ھ تک کا زمانہ ہے جو عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے، قرن دوم ۱۱۱ھ سے ۱۷۰ھ تک ہے جو عہد تابعین ہے، قرن سوم ۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک ہے بعض حضرات مثلاً شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ وغیرہ نے قرن سوم کی مدت ۲۶۰ھ تک قرار دی ہے۔

اجازت کتابت حدیث

اس کے بعد جب قرآن مجید کے حفاظ صحابہ میں کثرت سے ہو گئے اور قرآن کے ساتھ غیر قرآن کے اختلاط کا اندیشہ باقی نہ رہا تو معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے کتابت حدیث کی بھی اجازت فرما دی تھی، چنانچہ حضور ﷺ کے زمانہ میں حدیث کے نوشتوں کا بھی وجود ملتا ہے۔

بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں اور بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک روز طویل خطبہ دیا جس میں حرم مکہ کا بھی بیان تھا، راوی حدیث مذکور ابو ہریرہؓ نے بتلایا کہ ایک یمنی شخص نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ یہ میرے لئے لکھوا دیجئے، آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس کے لئے لکھ دو۔

ابو ہریرہؓ ہی بخاری کتاب العلم میں راوی ہیں کہ مجھ سے زیادہ کسی کو صحابہؓ میں سے احادیث یاد نہ تھیں سواء عبد اللہ بن عمروؓ کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

اور ان ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام سے جو کچھ بھی سنتا تھا سب لکھ لیا کرتا تھا تو ایک دفعہ قریش نے مجھے روکا کہ تم حضور ﷺ کی ہر خبر سن کر لکھ لیتے ہو حالانکہ حضورؐ بشر ہیں، کبھی آپ حالت غضب میں بھی کلام کرتے ہیں جیسا کہ حالت رضا میں، مطلب یہ تھا کہ حالت غضب کا کلام نہ لکھنا چاہئے، میں نے اس کے بعد لکھنا چھوڑ دیا اور حضور ﷺ سے یہ بات عرض کی، اس پر آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم لکھا کرو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ سے کوئی بات سوائے حق کے صادر نہیں ہوتی۔

ایک روایت علامہ ابن عبد البر نے بھی جامع بیان العلم میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا "علم کو لکھ کر محفوظ کرو" اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث وارد ہیں، جو سنن دارمی اور جامع بیان العلم میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

نشر و اشاعت حدیث

اوپر کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ گو کتابت حدیث کا سلسلہ عہد رسالت میں شروع ضرور ہو گیا تھا مگر عام طور سے اس کا رواج نہیں ہوا اور نہ تدوین حدیث اس دور میں ہو سکی بلکہ خلفائے راشدین کے عہد میں بھی نہیں ہوئی البتہ موافق فرمان رسالت تحدیث و روایت کے ذریعہ احادیث کی نشر و اشاعت کا اہتمام برابر صحابہ میں رہا، کیونکہ حضور علیہ السلام ترویج سنت و اشاعت کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار جب وفد عبدالقیس حاضر خدمت ہوا اور آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم فرمایا اور چار باتوں سے منع فرمایا تو یہ بھی فرمایا کہ ان باتوں کو یاد کر لو اور دوسرے لوگوں کو بھی پہنچا دو۔ (بخاری باب اداء الخمس حق الایمان)

ایک مرتبہ فرمایا "خدا اس بندے کو خوش عیش کرے جو میری بات سن کر یاد کرلے اور دوسروں تک پہنچائے کیونکہ بہت سی دین کی سمجھ کی باتیں کم سمجھ والے کے پاس ہوتی ہیں وہ دوسرے زیادہ سمجھ والے کے پاس پہنچ جائیں تو اس کو زیادہ نفع ہو سکتا ہے (مشکوٰۃ کتاب العلم)

صحابہؓ میں مکثرین و مقلین

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کثرت سے روایت حدیث کرنے والے بھی تھے اور کم روایت کرنے والے بھی، مگر کبار صحابہ میں اکثریت ان ہی حضرات کی ہے جو روایت حدیث کی اہم ترین ذمہ داریوں کے شدید احساس کی وجہ سے اس سے احتراز کرتے تھے۔

قلت روایت

(حضرت عثمانؓ) ابن سعد اور ابن عسا کر نے عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت کی کہ صحابہ میں سے حضرت عثمان غنیؓ سے زیادہ بہتر طریقہ پر حدیث بیان کرنے والا کوئی نہ تھا اور وہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو پوری پوری نقل کیا کرتے تھے مگر وہ بہت کم روایت کرتے تھے، کیونکہ ڈرتے تھے۔

حضرت زبیر بن العوام

بخاری میں ہے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ سے پوچھا گیا کہ آپ دوسروں کی طرح کثرت سے روایت حدیث کیوں نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ "میں حضور اکرم علیہ السلام کی خدمت سے جدا نہیں رہا (یعنی اوروں سے زیادہ یا ان کے برابر حدیث روایت کر سکتا ہوں، مگر میں نے حضور علیہ السلام سے حدیث من كذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار سنی ہے" یعنی اس کی وجہ سے ڈرتا ہوں اور کم روایت کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ

آپ سے لوگوں نے درخواست کی کہ حدیث بیان کیجئے، فرمایا اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ حدیث میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو میں تم سے ضرور حدیث بیان کرتا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابن مسعودؓ

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ہے کہ وہ الفاظ کی کمی بیشی کے ڈر سے روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے اور بہت کم روایت کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی روایت حدیث میں بہت زیادہ احتیاط کی تاکید فرمایا کرتے تھے ابو عمرو شیبانی سے نقل ہے کہ میں ایک سال تک حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر رہا، دیکھا کہ شاذ و نادر کبھی حضور اکرم علیہ السلام کی طرف نسبت کرکے حدیث

بیان کرتے تھے تو ان پر خوف وخشیت کے باعث کپکپی طاری ہوجاتی تھی اور فرماتے کہ ایسا ہی یا اسی جیسا یا اسی کے قریب حضور نے ارشاد فرمایا تھا، خوف کا سبب یہ تھا کہ مبادا حضور کی طرف کسی جھوٹ یا غلط بات کی نسبت ہوجائے اور وہ جھوٹ پھیل جائے۔

حضرت امام اعظمؒ

تقریباً یہی حال امام اعظمؒ کا بھی تھا کہ وہ بھی ان اکابر صحابہ کی طرح غلبۂ خشیت اور غایت ورع کی وجہ سے روایت حدیث سے بہت احتراز کرتے تھے اور روایت حدیث کی سخت سخت شرائط رکھتے تھے جو دوسرے ائمہ اور بعد کے محدثین کے یہاں نہیں تھیں، اس کی تفصیل ہم امام صاحب کے حالات میں کریں گے۔

صحابہ میں کثرت روایت

دوسری طرف حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ صحابہ بھی تھے جو بڑی کثرت سے روایت حدیث کرتے تھے اور حضرت ابوہریرہؓ کی کثرت روایت پر تو کچھ کو اعتراض بھی ہوا، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ نے بڑی کثرت سے احادیث روایت کردی ہیں، اگر قرآن مجید میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی روایت نہ کرتا، پھر وہ آیات تلاوت کرتے جن میں حق تعالیٰ نے کتمان حق وہدایت پر وعید فرمائی ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے بھائی مہاجرین تو بازاروں میں کاروبار کرتے تھے اور انصار بھائی اپنے دھندوں میں پھنسے رہتے تھے ایک ابوہریرہؓ تھا جس کو اپنے پیٹ کے لئے کچھ کھانے کو مل گیا تو غنیمت ورنہ اس سے زیادہ کی فکر بھی نہ تھی، بس اس کا بڑا کام یہی تھا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں ہروقت حاضر رہا جائے، اس کے سامنے وہ باتیں آتی تھیں جو دوسروں کے سامنے نہ آتی تھیں اور اسی لئے وہ ان چیزوں کو حضور اکرم سے یاد کرلیا کرتا تھا جو دوسرے نہیں کرسکتے تھے۔

صحابہ میں فقہاء ومحدثین

صحابہ میں دو قسم کے حضرات تھے، ایک وہ جو ہمہ وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں لگے رہتے تھے اور دوسرے وہ تھے جو نصوص میں تدبر اور غور وفکر کرکے ان سے احکام جزئیہ نکالتے تھے اور استنباط وتفقہ پر ہی پوری طرح صرف ہمت کرتے تھے اور یہ لوگ احادیث کو پورے تثبت وتحقیق اور مسلمہ قواعد شریعت پر جانچنے کے بعد معمول بہا بناتے تھے۔

فقہاء کی افضلیت

چنانچہ علامہ ابن قیم نے ''ابوابل الصیب فی الکلم الطیب'' میں حدیث صحیح بخاری **مثل ما بعثنی اللہ تعالیٰ بہ من الھدی و العلم کمثل غیث اصاب ارضا مثل من فقہ فی دین اللہ تعالیٰ** الحدیث نقل کی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے اپنے علوم نبوت وہدایت کی مثال بارش سے دی ہے جو بہترین قابل زراعت وزرخیز زمین پر برسے، کہ باران رحمت سے پوری طرح سیراب ہوکر خوب گھاس دانہ اور پھل پھول اگائے اور سب کو اس سے نفع پہنچے۔

ایسے ہی میری امت کے وہ لوگ ہیں جو علوم نبوت سے سیراب ہوکر دوسروں کو اپنی علمی صلاحیتوں، اجتہادی واستنباطی مسائل نصوص شرعیہ سے اخذ کرکے دوسروں کو تعلیم دیں، یہ لوگ زمین مذکور کی طرح خود بھی منتفع ہوئے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچایا، دوسری قسم زمین کی وہ ہے کہ بارش کا پانی اس میں جذب نہ ہوسکا نہ وہ زمین قابل کاشت ہوئی البتہ اس میں وہ پانی رکا رہا اور اس جمع شدہ پانی سے دوسروں نے نفع اٹھایا۔

ایسے ہی میری امت کے وہ لوگ جنہوں نے علم کی باتیں حاصل کیں اور دوسروں کو پہنچادیں جنہوں نے دینی فہم وسمجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔

تیسری قسم زمین کی وہ بنجر زمین ہے جو نہ قابل کاشت ہی ہے اور نہ وہاں پانی ٹھہر سکتا ہے کہ دوسروں کے کام آئے، ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے خود بھی علوم نبوت و ہدایت سے فائدہ حاصل نہ کیا اور نہ دوسروں کو نفع پہنچا سکے، ان کے پاس نہ نقل ہے نہ اجتہاد۔ (بخاری شریف، باب فضل من علم وعلم)۔

فقہاء علامہ ابن قیم کی نظر میں

علامہ ابن قیم نے اس حدیث کی پوری وضاحت و شرح کے بعد دوسری حدیث رب حامل فقه الى من هو افقه منه بیان کر کے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس کو دیکھئے! یہ پوری امت محمدیہ کے عالم ربانی اور ترجمان القرآن ہیں، انہوں نے اگرچہ صحابہ سے بہت سی احادیث سنیں مگر رسول اکرم ﷺ سے براہ راست روایت حدیث کی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچتی۔

خدا تعالیٰ نے ان کو ایسی دینی سمجھ اور قوت استنباط عطا فرمائی تھی کہ ساری دنیا کو اپنے علم وفقہ سے بھر پور کر دیا، ان کے فتاویٰ سات مجلدات کبیرہ میں جمع کئے گئے تھے اور یہ بھی جمع کرنے والوں کی کوتاہی تھی ورنہ وہ علم کے بحر وسمندر تھے، فقہ، استنباط اور فہم قرآن میں سب پر فائق تھے۔

انہوں نے بھی احادیث سنی تھیں، جیسے دوسروں نے سنیں اور قرآن مجید کو یاد کیا تھا، جیسے اوروں نے یاد کیا تھا لیکن ان کے دل ودماغ کی زمین بہترین وقابل کاشت تھی جس میں انہوں نے ان نصوص شریعت کی تخم ریزی کی اور اس سے بہترین پھل پھول اگائے و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم۔

حضرت ابو ہریرہؓ ان سے زیادہ حافظ حدیث ہیں بلکہ ان کو حافظ امت کہا جائے تو بجا ہے، جس طرح حدیث سنتے تھے، اس کو بعینہ روایت کیا کرتے تھے اور راتوں کو بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے، لیکن کہاں ان کے فتاویٰ اور تفسیر اور کہاں حضرت ابن عباس کے فتاویٰ، تفسیر اور فقہی استنباطات!

وجہ ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی پوری کوشش حفظ حدیث اور اس کی بے کم وکاست تبلیغ و روایت پر مصروف تھی اور حضرت ابن عباس کی پوری توجہ و صرف ہمت تفقہ، استنباط اور نصوص کتاب وسنت کے دریائے صافی سے مسائل و جزئیات احکام کے حوض و نہریں نکالنے کی طرف تھی تاکہ دین قیم کے مخفی خزانے بروئے کار آجائیں۔

مکثرین صحابہ پر فقہاء صحابہ کی تنقید

عہد صحابہ میں ایسے واقعات بھی بکثرت ملتے ہیں کہ فقہاء صحابہ نے کثرت سے روایت کرنے والے صحابہ کی روایات پر تنقید کیں، خصوصاً ان احادیث پر جو اصولی قواعد شرع کے خلاف کسی مضمون کی حامل تھیں اور اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی مشہور روایت بطور مثال پیش ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد انہوں نے نقل کیا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو جاتا رہتا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اعتراض کیا کہ گرم پانی سے وضو کرنے کے بعد پھر سے وضو کرنا پڑے گا، یہ ایک اصولی اعتراض تھا کہ حضور ﷺ کا فرمان اصول وقواعد شرعیہ کے خلاف نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کا جواب اصول وقواعد شرعیہ سے تو ممکن نہ تھا اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ بولے، "اے میرے بھتیجے! جب تم کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ کی سنا کرو تو اس کے خلاف معارضہ کرنے کو مثالیں مت نکالا کرو"۔

اسی طرح سیدہ فقہاء امت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے استدراکات حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کی حدیثی روایات پر مشہور ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر علامہ سیوطی نے عین الاصابه فیما استدرکته السیدة عائشة علی الصحابه میں کیا ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ قرن اول میں اعتراض اگر ہوا تو فقہاء صحابہ کی طرف سے بغیر فقہ روایت حدیث کرنے والوں پر ہوتا تھا اور یہی صحیح مذاق تھا، اس کے بعد مذاق بگڑا تو دوسری صدی کے بعد الٹا اعتراض محدثین کی طرف سے فقہا پر ہونے لگا اور اس میں اس

قدر ترقی ہوئی کہ قرن ثانی کے اکابر فقہاء محدثین پر حدیث نہ جاننے، یا کم جاننے یا رائے وقیاس سے ترک حدیث کے الزامات لگائے گئے، اگر یہ مذاق صحیح ہوتا تو ضرور محدثین صحابہ بھی فقہاء صحابہ کو اسی طرح مطعون کر سکتے تھے۔

اس کے برعکس اس دور علم وصلاح میں فوقیت فقہاء صحابہ ہی کے لئے مسلم تھی، چنانچہ علامہ ابن قیم نے بھی حدیث مذکور کی وضاحت کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کو حضرت ابو ہریرہؓ پر فضیلت دی۔

عہد رسالت میں کتابت حدیث

عرض کیا جارہا تھا کہ قرن اول میں حدیث کی جمع وتدوین، کتابت وغیرہ قرآن مجید کی طرح باضابطہ عمل میں نہیں آئی اگرچہ روایت و حفظ حدیث کا اہتمام بہت کافی رہا اور کچھ صحابہ کے پاس نوشتہ احادیث بھی ضرور موجود تھیں۔ مثلاً۔

۱- حضرت علی کے پاس کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (ابوداؤد)

۲- حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے پاس ایک ہزار احادیث کا مجموعہ تھا جس کا نام صادقہ تھا۔ (بخاری، ابوداؤد وغیرہ)

۳- حضرت انسؓ کے پاس بھی کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (بخاری)

۴- قبائل کے نام حضور اکرم ﷺ کے فرامین، تحریری احکام اور معاہدات حدیبیہ وغیرہ۔ (طبقات ابن سعد)

۵- مکاتیب مبارکہ بنام سلاطین وامراء دنیا۔ (بخاری)

۶- صحیفہ احکام وصدقات وزکوٰۃ جو رسول کریم ﷺ نے ابوبکر بن حزم والی بحرین کو لکھایا تھا، اس صحیفہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں آل ابن حزم سے حاصل کیا تھا۔ (دارقطنی)

۷- عمرو بن حزم والی یمن کو بھی ایک تحریر احکام صلوٰۃ، صدقات وطلاق وعتاق وغیرہ کی دی تھی۔ (کنز العمال)

۸- حضرت معاذ بن جبل کو ایک تحریر مبارک یمن بھیجی گئی تھی جس میں سبزی ترکاری پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا۔ (دارقطنی)

۹- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہ کے پاس بھی احادیث کے مجموعہ تھے۔ (جامع بیان العلم، فتح الباری، مسند احمد وغیرہ)

۱۰- وائل بن حجر صحابی کو حضور اکرم ﷺ نے نماز، روزہ، سود، شراب وغیرہ کے احکام لکھوائے تھے۔ (معجم صغیر)

ضرورت تدوین حدیث

اسی طرح قرن اول گذر گیا، لیکن ظاہر ہے کہ تدوین حدیث کی ضروت بلکہ شدید ضرورت سامنے آ کر رہی، کیونکہ اول تو بغیر اس کے ضیاع حدیث کا خطرہ تھا، صحابہ کرام جن کے حافظوں پر اعتماد تھا، فتوحات کی کثرت کے ساتھ دور دراز ملکوں میں منتشر ہو گئے تھے، وہ اکثر وفات پا گئے تابعین میں وہ قوت حفظ وضبط نہ تھی کہ عام طور سے اسی پر بھروسہ کیا جا سکے، دوسرے حافظہ کی چیزیں یوں بھی ایک وقت ذہن سے نکل جاتی یا کم وبیش ہو جاتی ہیں لکھی ہوئی چیزوں کے برابر محفوظ نہیں ہو سکتیں۔

تدوین حدیث کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سعی

اس لئے علماء وقت نے تدوین حدیث اور کتابت کی منظم طور پر ضرورت محسوس کی، سب سے پہلے اس ضرورت کا احساس خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ہوا جو امت کے سب سے پہلے مجدد تھے اور ان کی امامت، اجتہاد، معرفت احادیث وآثار مسلم تھی، چنانچہ آپ نے اپنے نائب والی مدینہ ابوبکر حزمی کو فرمان بھیجا کہ "رسول اکرم ﷺ کی احادیث اور حضرت عمرؓ کے آثار جمع کر کے لکھو"۔ (تنویر الحوالک للسیوطی)

موطا امام محمد میں اس طرح ہے ''احادیث رسول اور سنن یا حدیث عمر یا مثل اس کے (دوسرے صحابہؓ کے آثار) سب جمع کر کے لکھو، کیونکہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علماء کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے''۔

تقریباً یہی الفاظ دارمی نے بھی اپنی سنن میں روایت کئے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے تمہید میں امام مالکؒ سے بطریق ابن وہب روایت کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تعلیم حدیث وفقہ کے لئے تمام شہروں کو احکام بھیجا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے لوگوں کو عمل بالسنۃ کی تلقین فرماتے اور گذشتہ واقعات ان سے پوچھتے تھے اور ابوبکر حزمی کو حکم دیا تھا کہ احادیث جمع کر کے لکھوائیں اور ان کے پاس ارسال کریں۔

ابوبکر حزمی نے بہت سی کتابیں لکھوائی تھیں مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی میں ان کو نہ بھیج سکے، حافظ ابن عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں نقل کیا ہے کہ ابن شہاب زہری کو بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جمع حدیث کا حکم کیا تھا اور انہوں نے دفتر کے دفتر جمع کئے جن کی نقول حضرت عمرؒ نے اپنی قلمرو میں بھجوائیں۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ امام شعبی نے بھی احادیث جمع کی تھیں اور غالباً ان سب میں وہی متقدم تھے پھر زہری متوفی ۱۲۰ھ اور پھر ابوبکر حزمی متوفی ۱۲۴ھ نے۔

ایک اہم مغالطہ

یہاں ایک مغالطہ کا ازالہ ضروری ہے، امام بخاری نے باب **کیف یقبض العلم** میں بطور تعلیق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے فرمان مذکور کو ذکر کیا ہے اور اس کے بعد یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھایا کہ (سوائے حدیث رسول ﷺ اور کوئی چیز نہ لی جائے الخ، بعض لوگوں نے سمجھا کہ یہ جملہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ہی ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو کتاب ابوبکر حزمی نے جمع کی ہوگی اس میں سوائے حدیث رسول ﷺ کے اور کچھ نہ تھا کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے فرمان میں ان کو غیر حدیث لکھوانے سے قطعاً روک دیا تھا، حالانکہ یہ ظن فاسد ہے، جس کا منشاء موطا امام محمد اور سنن دارمی کی روایات مذکورہ سے ناواقفیت ہے کیونکہ ان میں صراحت سے حضرت عمر وغیرہ کے آثار واقوال جمع کرنے کا بھی حکم تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ ابوبکر حزمی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کی تعمیل کرتے اور حضرت عمر وبقیہ خلفاء کے آثار واقوال نہ لکھتے۔

اس کے بعد قدرتی طور پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ جملہ کیوں بڑھایا اور اس کی بناء کیا ہے؟ شاید کسی کسی روایت میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے فرمان مذکور کی عبارت ناقص نقل ہوئی اسی لئے غیر حدیث لکھنے کی ممانعت سمجھ لی گئی، یا اتنا ٹکڑا روایت کا امام بخاری کی شرط پر صحیح نہ تھا، لیکن اس صورت میں بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہ ''غیر حدیث'' کا قبول وعدم قبول دونوں بدرجہ مساوی ہی رہتے ہیں، یا دوسری صدی کے بعد جو آثار صحابہ اور تعامل کی حجیت کو گرایا گیا اسی کی یہ تمہید ہو کہ ایسی روایات پر پہلے ہی سے کڑی نظر رکھی جائے۔ **واللہ اعلم بما فی الصدور**۔ امام بخاری نے ''لایقبل'' کا اضافہ شاید اس لئے کیا ہو کہ وہ آثار صحابہ کو حجت نہ سمجھتے تھے۔

آثار صحابہ قرن ثانی میں

واضح ہو کہ تمام کتب حدیث مدونہ قرن ثانی میں احادیث اور اقوال صحابہ وتابعین ساتھ ساتھ ذکر ہوتے تھے جیسا کہ امام اعظم کی کتاب الآثار اور امام مالک کی موطاء سے ظاہر ہے لیکن قرون مشہود لہا بالخیر کے بعد عدم قبول اقوال صحابہ کا نظریہ پیدا ہوا، بہت سے محدثین نے فقہاء امت کے طرز وطریق سے اعراض کیا، توارث سلف کو نظر انداز کیا اور صحت وضعف حدیث کو صرف اسناد پر موقوف کر دیا گیا، یعنی حدیث کو جو قوت آثار واقوال صحابہ یا تعامل سلف سے مل سکتی تھی اس کے دروازے بند کر دیئے گئے۔

قرون مشہود لہا بالخیر سے جدا طریقہ

قرون مشہود لہا بالخیر کے طور وطریق سے جدا طریقہ اپنالیا گیا، پھر اس کے جو مضار و مفاسد سامنے آئے وہ اہل علم سے مخفی نہیں اور آئندہ کسی موقع پر ہم بھی بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

اس موقع پر راقم الحروف کو یہ بات بھی کھٹکی کہ امام بخاریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعلیق ترجمۃ الباب میں ذکر کی اور اس کے ساتھ وہ جملہ بھی بڑھایا جس کا اوپر ذکر کیا گیا مگر آگے اس کی تائید میں کوئی چیز ذکر نہیں کی، نہ اس کا ماخذ بتلایا۔

یہ بحث **ما تمس الیہ الحاجۃ** میں بھی ہے، ہم نے کچھ اضافہ وتشریح سے اس کو یہاں لیا ہے۔

تین بڑے فقہاء

تین بڑے بڑے فقہاء وحفاظ حدیث اور اپنے وقت کے امام ومقتداء جنہوں نے قرن ثانی میں احادیث رسول وآثار واقوال صحابہ کو جمع کیا اور ان کو کتابی شکل میں مدون کیں، شعبی، مکحول اور زہری ہیں۔

ان میں سے امام شعبیؒ بہ تصریح امام ذہبیؒ، امام اعظم کے شیوخ میں سے ہیں جنہوں نے پانچ سو اصحاب رسول اللہ ﷺ کو پایا ہے، ان کے بعد سراج الامت، فقیہ الملت، حافظ حدیث، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور شروع ہوجاتا ہے، جو حسب تصریح اقران ومعاصرین امام اس زمانہ کے تمام فقہاء ومحدثین پر اپنے غیر معمولی حفظ، تفقہ اور کمال زہد وورع کی وجہ سے فائق تھے۔

امام مسعر کی مدح امام اعظمؒ

چنانچہ مشہور حافظ حدیث مسعر بن کدامؒ (جن کے بارے میں رامہرمزی نے "المحدث الفاصل" میں لکھا ہے کہ جب کبھی امام شعبہؒ اور امام سفیانؒ میں کسی امر میں اختلاف ہوتا تھا تو دونوں کہتے تھے کہ چلو میزان عدل مسعر کے پاس چل کر ان سے فیصلہ کرائیں حالانکہ ان دونوں اماموں کو بھی امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا تھا یہ مسعر کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ حدیث کو طلب کیا تو وہ ہم پر غالب آگئے اور زہد وتقویٰ میں چلے تو اس میں بھی ہم سے فوقیت لے گئے اور فقہ میں بھی ان کے ساتھ ہوئے تو اس کا حال تم خود دیکھ رہے ہو (کہ اس میں ان کی فوقیت سب پر روشن ہے)۔

امام اعظمؒ شاہان شاہ حدیث

اور اسی جلالت قدر کے باعث شیخ الاسلام امام الحدیث عبداللہؒ بن یزید کوفی جب امام صاحبؒ سے روایت حدیث کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے حدیث بیان کی شاہان شاہ نے، جس کو خطیب وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ سمعانیؒ نے اپنی کتاب "الانساب" میں کہا۔ "امام صاحب طلب علم کی راہ میں چلے تو اتنے آگے بڑھے کہ انہوں نے علم کے وہ مدارج حاصل کئے جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوسکے"۔

امام یحییٰ بن سعید القطانؒ کی رائے

امام جرح وتعدیل یحییٰؒ بن سعید القطانؒ نے فرمایا۔ "واللہ ابوحنیفہؒ اس امت میں علوم قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے"۔

اس کو محدث شہیر مسعود بن شیبہ سندی نے مقدمہ کتاب التعلیم میں امام طحاوی کی کتاب سے نقل کیا جس میں انہوں نے اصحاب حنیفہ کے مناقب جمع کئے ہیں، اس کتاب کا قلمی نسخہ "مجلس علمی کراچی" میں موجود ہے خدا کرے اس کی طبع واشاعت جلد ہوسکے۔

ان ہی یحییٰ القطانؒ سے علی بن المدینی (شیخ اعظمؒ بخاری، امام احمدؒ اور یحییٰ بن معینؒ دست بستہ حاضر خدمت رہ کر استفادہ علوم کیا کرتے تھے۔

امام اعظمؒ اور تدوین حدیث

امام اعظم نے باوجود اس قدر علم وفضل وتفوق کے برسوں کی چھان بین اور تحقیق وتفحص کے بعد ''کتاب الآثار'' تالیف کی جس کو امام صاحب نے بہ تصریح امام موفق مکیؒ چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا تھا اور آپ سے آپ کے تلامذہ کبار امام زفرؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام حسنؒ بن زیاد وغیرہ محدثین وفقہا نے اس کو روایت کیا۔

مناقب امام اعظمؒ للموفق ہی میں ہے کہ امام صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ''میرے پاس ذخیرۂ حدیث کے بہت سے صندوق ہیں جن میں سے بہت تھوڑا حصہ انتفاع کے لئے نکالا ہے''۔

امام صاحب نے حسب تصریح مورخین چار ہزار ائمہ حدیث سے احادیث کا ذخیرہ جمع کیا تھا اور یحییٰ بن نصر کا بیان ہے کہ میں ایک بار امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو گھر میں پایا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا، میں نے عرض کیا'' یہ کیا ہے؟'' فرمایا'' یہ احادیث ہیں جن کی تحدیث میں نے نہیں کی بجز ان تھوڑی حدیثوں کے جن سے لوگوں کو نفع ہو''۔ (مقدمہ کتاب الآثار)

امام شعرانیؒ نے ''میزان'' میں یہ بھی بتلایا کہ امام ابوحنیفہؒ احادیث رسول پر عمل سے قبل یہ ضروری سمجھتے تھے کہ صحابہؓ سے ان کو روایت کرنے والے بھی متقی وپرہیزگار حضرات ہوں۔

امام سفیان ثوریؒ کی شہادت

امام سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہؒ علم حدیث کے اخذ میں غیر معمولی طور پر محتاط تھے، وہی احادیث لیتے تھے جن کو روایت کرنے والے ثقہ ہوتے تھے اور حضور اکرم ﷺ کے آخری فعل کو لیتے تھے، باوجود اس کے کچھ لوگوں نے ان پر تشنیع کی، خدا ہمیں اور ان کو بخش دے۔

امام وکیع کی شہادت

امام حدیث وکیعؒ نے کہا- امام ابوحنیفہؒ سے حدیث کے بارے میں اس درجہ کی احتیاط وورع پائی گئی جو کسی سے نہیں ہوئی، امام وکیعؒ وغیرہ سے امام اعظمؒ کی مدح وتوصیف کے تفصیلی بیانات امام صاحبؒ کے مستقل تذکرہ میں آئیں گے اور امام صاحب کے بارے میں جو ترمذی میں وکیعؒ کا قول نقل ہوا ہے اس پر بھی ہم مفصل بحث کریں گے، ان شاءاللہ تعالیٰ یہ وکیع وہ ہیں جن کے بارے میں امام احمدؒ نے فرمایا کہ وکیعؒ سے زیادہ علم جمع کرنے والا اور حدیثیں یاد کرنے والا میں نے نہیں دیکھا، اصحاب صحاح ستہ امام شافعیؒ وامام احمدؒ وغیرہ کے شیوخ کبار میں ہیں۔

امام علی بن الجعد

امام بخاریؒ کے شیخ مشہور محدث علی بن الجعد کہتے تھے کہ جب کبھی امام ابوحنیفہؒ کوئی حدیث لاتے تو موتی کی طرح صاف لاتے ہیں۔

غرض یہ امام صاحب کی کتاب الآثار علم حدیث کی سب سے پہلی تصنیف ہے جس میں امام صاحبؒ نے احادیث صحاح اور اقوال صحابہ وتابعین ترتیب فقہی پر جمع کئے پھر آپ امام مالک کی موطا اور امام سفیان ثوری کی جامع مرتب ہوئی اور ان تینوں کے نقش پر بعد کے محدثین نے کتب حدیث تالیف کیں۔

علامہ سیوطیؒ نے **تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة** میں بھی یہی تحقیق مذکور ذکر کی ہے اور کہا کہ امام صاحب کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ علم شریعت کو سب سے پہلے امام صاحبؒ نے ہی مدون کیا اور ترتیب ابواب سے مرتب کیا، پھر ان کی اتباع میں

امام مالکؒ نے موطا ترتیب دی اور امام صاحبؒ سے اس بارے میں کوئی سابق نہیں ہوا۔

امام مسعود بن شیبہ نے امام طحاوی کے حوالہ سے نقل کیا کہ امام سفیان ثوریؒ نے علی بن مسعر کے ذریعہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ حاصل کی اور ان کے ساتھ مذاکرات کرتے تھے اور ان ہی علوم کی مدد سے انہوں نے ''جامع'' تالیف کی۔ (ماتمس الیہ الحاجۃ ص۱۲)

امام علی بن مسہر

یہ علی بن مسہر وہی ہیں جن کے بارے میں امام ضمیری نے فرمایا کہ ان سے امام سفیان نے امام صاحب کے علوم حاصل کئے اور ان کے پاس سے امام صاحبؒ کی کتابیں لکھیں، اور علامہ قرشی نے جواہر مضیئہ میں کہا کہ وہ امام وقت و حافظ حدیث تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے فقہ و حدیث کو جمع کیا اور اسی طرح تذکرۃ الحفاظ میں ہے۔

یہ تصریح امام ذہبی و علامہ سیوطی تذکرۃ الحفاظ اور تاریخ الخلفاء میں ہے کہ اسی زمانہ میں بڑے بڑے فقہا محدثین نے تدوین حدیث و آثار کا کام کیا اور کثرت سے تصانیف ہوئیں۔

دوسری صدی کے نصف آخر میں امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے بڑے بڑے اصحاب و تلامذہ نے حدیث و فقہ میں بہت کثرت سے چھوٹی بڑی تصانیف کیں چنانچہ امام ابو یوسفؒ کی تالیفات تو غیر معمولی کثرت سے بتائی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر فہرست ابن ندیم میں ہے اور امالی ابی یوسف کا تذکرہ کشف الظنون میں ہے کہ وہ تین سو مجلد میں تھیں، حافظ قرشی نے جواہر مضیئہ میں کہا کہ جن لوگوں نے امام ابو یوسف کے امالی روایت کئے ہیں ان کی شمار نہیں ہوسکتی۔

امام اعظم کی کتاب الآثار

ان کی ہی تالیفات میں سے ''کتاب الآثار'' بھی ہے جس کو امام اعظمؒ نے روایت کیا ہے اور ''اختلاف ابی حنیفہ'' و ''ابن ابی لیلیؒ'' اور ''کتاب الرد علی سیر الاوزاعی'' یہ تینوں کتابیں ''ادارۂ احیاء المعارف النعمانیہ'' حیدر آباد دکن سے شائع ہوئیں جن کی تصحیح تحشیہ اور مقدمہ کی گراں قدر خدمات حضرت مولانا ابو الوفا افغانی دامت فیوضہم نے انجام دیں اور کتاب الخراج (طبع مصر) وغیرہ ہیں۔

یہ وہی کتاب الآثار ہے جس کو ہم نے لکھا کہ سلسلہ تدوین حدیث کی سب سے پہلی خدمت ہے جو امام اعظمؒ کے مناقب جلیلہ اولیہ میں شمار کی گئی ہے اور موطا امام مالک وغیرہ سب اس کے بعد کی ہیں، اسی طرح امام محمدؒ کی تالیفات قیمہ ظہور میں آئیں جن کا تفصیلی ذکر ان کے حالات میں مستقل طور سے آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غرض یہ کہ قرن ثانی ہی میں امام اعظمؒ، امام مالکؒ اور ان دونوں کے اصحاب کے ذریعہ حدیث و فقہ کی خدمت تصانیف کثیرہ سے اور تدوین فقہ حنفی و مالکی احادیث اور آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں ہوچکی تھی اور ان حضرات نے پوری دنیا کو علم و فقہ و حدیث کی روشنی میں سے منور اس وقت کر دیا تھا کہ ابھی امام بخاریؒ و مسلمؒ اور دوسرے محدثین اصحاب صحاح اس دنیا میں تشریف بھی نہ لائے تھے۔

وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

قرن ثانی میں اسلامی دنیا

شائد کوئی خیال کرے کہ اس وقت ''اسلامی دنیا'' کا رقبہ بہت مختصر ہوگا اس لئے ذرا اس کی سیر بھی علامہ ذہبی کے بیان کی روشنی میں کرتے چلئے! تذکرۃ الحفاظ میں طبقۂ خامسہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

''اس طبقہ کے زمانہ میں اسلام اور اہل اسلام کی بہت بڑی عزت وشوکت تھی، علم کے دریا بہہ رہے تھے، جہاد کے جھنڈے ساری دنیا پر لہرا رہے تھے، سرور کائنات علیہ السلام کی سنتوں کا ہر جگہ پوری طرح رواج تھا اور بدعتوں کے سرنگوں تھے، حق کی آواز بلند کرنے والے بکثرت موجود تھے، عباد وزہاد سے دنیا بھری ہوئی تھی، سب لوگ عیش وآرام اور سکون وامن کی زندگی گذار رہے تھے، امت محمدیہ کے عساکر قاہرہ ممالک عربیہ کے علاوہ اقصائے مغرب اور جزیرۂ اندلس سے لے کر ایشیا کے ملک چین کے قریب تک اور ہند کے کچھ حصوں تک نیز ملک حبشہ تک پھیلے ہوئے تھے''۔

''اس زمانہ کے خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی تھے، جس کے ظلم سے اگر قطع نظر کرلیں تو اس کی شجاعت، تدبر، کمال عقل فہم علم وادب اور رعب و جلال بے مثال تھے، پھر اس کا بیٹا مہدی، سخاوت، کثرت محاسن اور زنادقہ، ملاحدہ وغیرہ فرق باطلہ کے استیصال میں مشہور ہوا، پھر اس کا بیٹا ہارون رشید اگر اس کے لہو ولعب سے غض بصر کرلیں تو اس کے جہاد وغزا کے کارنامے، تعظیم حرمات دین، علمی وادبی اعلیٰ قابلیت، اصابت رائے، احیاء سنت، حج وزیارت حرمین کا اہتمام شوکت ودبدبہ بے نظیر تھے، اس دور کے صالحین وعباد میں ابراہیم بن ادہم، داؤد طائی، سفیان ثوری جیسے تھے، علماء نحاۃ میں عیسیٰ بن عمرو، خلیل بن احمد، حماد بن سلمہ جیسے تھے، قراء میں حمزہ، ابوعمر بن العلاء، نافع، شبل وسلام جیسے بہت تھے، شعراء میں مروان بن ابی حفصہ، بشار بن برد ایسے مسلم شعراء بڑی کثرت سے تھے، فقہاء میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعی جیسے ائمہ وکاملین تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ''۔

تدوین حدیث کے تین دور

تدوین حدیث کے سلسلہ میں مذکورہ بالا تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ سب سے پہلا اقدام تدوین حدیث وکتابت سنن وآثار کے لئے وہ تھا جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے کیا انہوں نے مجموعہ حدیث تالیف کیا جس کا نام ''صادقہ'' رکھا تھا اور ان کی طرح دوسرے حضرات صحابہؓ نے بھی انفرادی طور سے اس خدمت کو انجام دیا۔

دوسرا اقدام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں ہوا اور امام شعبیؒ، زہری وابوبکر حزمی نے احادیث وآثار کو جمع کیا اگرچہ ترتیب و تبویب اس دور میں بظاہر نہ تھی۔

تیسرا اقدام امام اعظمؒ نے کتاب الآثار کی تالیف سے اٹھایا جس میں احادیث ماثورہ اور فتاویٰ صحابہ وتابعین کو جمع کیا اور ترتیب وتبویب فقہی کی طرح ڈالی جس کی متابعت میں بعد کو امام مالک اور دوسرے معاصرین محدثین وفقہا نے تالیفات کیں۔

حدیث مرسل وحسن کا انکار

دوسری صدی کے بعد حدیث مرسل وحسن سے استدلال واحتجاج کے خلاف نظریہ پیدا ہوا حالانکہ سلف ومتقدمین ان سے برابر حجت پکڑتے تھے۔

خصوصیت سے امام بخاریؒ نے حدیث حسن سے استدلال واحتجاج کا بڑی شد ومد سے انکار کیا، جس پر امام وسرتاج غیر مقلدین شوکانی بھی ساکت وخاموش نہ رہ سکے اور نیل الاوطار میں امام بخاریؒ کے خلاف لکھا کہ۔

''اسی طرح اس حدیث سے بھی استدلال واحتجاج درست ہے جس کے حسن ہونے کی تصریح ائمہ معتبرین نے کی ہو کیونکہ حدیث حسن پر عمل جمہور کے نزدیک صحیح ہے اور اس کے خلاف عدم جواز کا فیصلہ صرف بخاری اور ابن عربی نے کیا ہے لیکن حق وہی ہے جو جمہور علماء امت کا فیصلہ ہے۔

قرن ثالث میں حدیث شاذ پر عمل

اس دور میں زیادہ اعتناء طرق حدیث کی طرف ہوا حتیٰ کہ وہ احادیث جو عہد صحابہ وتابعین میں شاذ کے درجہ میں سمجھی جاتی تھیں اور

فقہاء صحابہ وتابعین نے ان کو معمول بہا بھی نہیں بنایا تھا مگر طرق حدیث کی زیادتی کے باعث وہ قرن ثالث میں معمول بہا بن گئیں۔

مثلاً حدیث قلتین کہ وہ شاذ تھی اور حسب تصریح ابن قیم وغیرہ سلف میں اس پر عمل بھی نہیں ہوا اس کی ہر طرح حمایت کی گئی اور اس کے خلاف آراء کو گرانے کی سعی کی گئی۔

اس طرح قرن ثالث کے محدثین نے ان تمام احادیث کو جن پر صحابہ وتابعین کے جلیل القدر ارباب فتویٰ نے عمل نہیں کیا تھا معمول بہا بنالیا اور اس طریقہ سے ان لوگوں نے سلف کے خلاف کافی اقدامات کئے اور صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ واقوال کو اپنی مرویات پر اعتماد کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا، حتیٰ کہ یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں، ان کو کوئی ترجیح نہیں ہے۔

عمل متوارث کی حجیت

عمل متوارث عند الفقہاء ہمارے لئے بہت بڑی اہم دستاویز ہے اور اسی سے بہت سی احادیث کی صحت کی جانچ ہوسکتی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا کہ اتفاق سلف اور ان کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن کے باب "**لحم صید المحرم**" میں فرمایا کہ:- "جب دو حدیثیں متضاد ہمارے سامنے آئیں تو دیکھا جائے گا کہ صحابہ نے کس پر عمل کیا ہے"۔

امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا کہ جب نبی کریم ﷺ سے دو مختلف حدیثیں آجائیں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ نے کسی ایک پر عمل کیا اور دوسری کو چھوڑا ہے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حق ان ہی کے عمل کے ساتھ ہے۔ (التعلیق الممجد)

امام بیہقی نے دارمی سے نقل کیا کہ جب ایک باب میں دو متضاد حدیث مروی ہوں تو اگر سلف کا عمل کسی ایک پر معلوم ہو تو وہی برقرار رکھی جائے گی۔

شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا کہ جن چیزوں سے حدیث کی صحت معلوم کی جاتی ہے ان میں سے اس کے موافق علماء کا عمل ہونا بھی ہے، علامہ محدث مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ کا عمل متوارث کی حجیت پر مستقل رسالہ قابل دید ہے (ماتمس الیہ الحاجۃ)

سلف میں باہمی اختلاف رحمت تھا

حدیث صحیح ہے کہ "میری امت کا اختلاف رحمت ہے" اس سے معلوم ہوا کہ فروعی مسائل میں اختلاف امت کے لئے رحمت وسہولت کا باعث چنانچہ قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ اختلاف ایسا ہی تھا مگر بعد کے لوگوں نے اس اختلاف رحمت کو اختلاف زحمت بنادیا اور معمولی معمولی اختلاف پر دوسروں کو ہدف ملام بنایا، طعن وتشنیع پر کمر باندھی، بہتان وافتراء تک بھی نوبت پہنچائی، ایک دوسرے کے خلاف کتابیں تصنیف ہوئیں اور بے تحقیق دوسروں پر غلط مسائل ونظریات تھوپے گئے، ایسے ہی وہ اختلاف ہے جو امام اعظم اور آپ کے اصحاب وتلامذہ کے ساتھ پیش آیا۔

امام صاحبؒ نے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے فتنوں کا بے جگری سے مقابلہ کیا، فرق باطلہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ اور دہریہ وغیرہ سے مناظرے کئے، ان کو دلائل وبراہین قویہ سے لاجواب کیا، اس سلسلہ میں چونکہ امام صاحبؒ نے بہت سے ضروری عقائد ومسائل کو پوری صراحت ووضاحت سے بیان فرمایا تو ان کو بھی موجب فتنہ بنالیا گیا۔

امام اعظمؒ اور فرقہ مرجئہ

مثلاً امام صاحبؒ نے فرمایا کہ (۱) عمل کا درجہ ایمان سے مؤخر ہے اور (۲) گنہ گار مومن بندوں کی عاقبت امر الٰہی پر محمول ہے، چاہے تو عذاب دے اور چاہے بخش دے اور (۳) معاصی کی وجہ سے کوئی مومن بندہ ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا، یہ سب اصول چونکہ معتزلہ کے خلاف

تھے اور صدر اول میں جو بھی ان کی مخالفت کرتا تھا اس کو وہ مرجی کا لقب دیدیا کرتے تھے، اسی لئے وہ تمام اہل سنت کو ہی فرقہ مرجۂ کہتے تھے۔

اس سے بہت سے اہل ظاہر محدثین نے یہی سمجھ لیا کہ امام صاحب اور مرجۂ کا نظریہ متحد ہے، حالانکہ دونوں کے نظریات میں بہت بڑا فرق ہے اور خود امام صاحب جس طرح معتزلہ کا رد کرتے تھے، انہوں نے فقہ اکبر وغیرہ میں فرقہ مرجۂ کا بھی رد کیا ہے۔

فرقۂ مرجۂ کا مذہب

فرقۂ مرجۂ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان وعمل دو مختلف چیزیں ہیں اور ایمان وتصدیق کامل ہو تو عمل کا نہ ہونا کچھ ضرر نہیں کرتا، یعنی ایک شخص اگر دل سے توحید ونبوت کا معترف اور فرائض ادا نہیں کرتا تو وہ مواخذہ سے بری ہے، اس کو کوئی عذاب نہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ اس کا پہلا جز ودرست ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے تعلق رکھتا ہے اور فرائض واعمال جوارح سے متعلق ہیں اسی لئے دونوں ضرور مختلف ہیں مگر آگے جو نظریہ امام صاحبؒ کا ہے وہ فرقۂ مرجۂ مذکورہ سے بالکل الگ ہے، وہ تارک فرائض اور مرتکب محرمات کو مستحق عذاب سمجھتے ہیں، پھر خواہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے یا بخش دے اور یہ فرقہ مستحق عذاب ہی نہیں سمجھتا۔

اس معنی سے اگر امام صاحب کو مرجی کہا جائے تو دوسرے بڑے بڑے محدثین بھی مرجی کہلائیں گے جن سے بخاری ومسلم میں سینکڑوں روایتیں موجود ہیں۔

امام صاحبؒ اور امام بخاریؒ

مگر سب سے زیادہ حیرت امام بخاریؒ کے رویہ پر ہے کہ امام صاحبؒ کو مرجیؒ کہہ کر مطعون کرتے ہیں اور دوسرے ایسا ہی عقیدہ رکھنے والوں سے روایات بھی لائے ہیں، اسی کے ساتھ یہ کہ غسان کوفی مرجیؒ بھی اپنے مذہب کی ترویج کے لئے امام صاحبؒ کو مرجی مشہور کیا کرتا تھا، اسی سے بہت سے لوگوں کو امام صاحب کے بارے میں مغالطہ ہوا۔

امام صاحبؒ کو مطعون وبدنام کرنے کی ایک وجہ اس کے علاوہ یہ ہوئی کہ مامون کے زمانہ میں جن محدثین ورواۃ حدیث کو خلق قرآن کے مسئلہ میں قضاۃ خلافت نے تکالیف پہنچائیں وہ قاضی اکثر حنفی تھے، لہذا اس کے انتقام میں ان محدثین ورواۃ نے ان کے مقتداء یعنی امام صاحبؒ پر الزامات لگائے اور امام صاحبؒ سے تکدر رکھنے کی وجہ سے ہی یہ لوگ امام صاحب کے علوم فاضلہ، ان کے بہترین طریق نقد، روایات کو عموم قرآن مجید اور اصول مسلمہ مجمع علیہا پر پیش کرنے کے زریں اصول کے منتفع نہ ہوسکے اور اپنے طور پر اصول شریعت وضع کئے جو امام صاحبؒ کے اصول وطریق کار سے بہت کم درجہ کے ہیں، اسی لئے بیشتر اکابر فقہاء ومجتہدین کا فیصلہ ہے کہ جو شخص امام صاحبؒ کے علوم سے انتفاع کے بغیر فقہ حاصل کرے گا وہ ناقص رہے گا۔

واضح ہو کہ زمانہ قدیم سے ہی حاملین دین مبین کی دو قسمیں رہی ہیں جیسا کہ علامہ ابن قیم نے بھی ''الوابل الصیب'' ص ۸۴۳ وص ۸۴۴ میں لکھا ہے کہ ایک قسم حفاظ کی تھی جو احادیث کے حفظ وضبط اور سنے ہوئے الفاظ کو بعینہا روایت کرنے پر پوری سعی کرتے تھے، لیکن یہ لوگ ان احادیث یا الفاظ نصوص سے اصول احکام ومسائل کا استنباط واستخراج نہیں کرسکتے تھے، جیسے ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن وارہ یا ان سے پہلے بندار محمد بن بشار، عمرو الناقد، عبدالرزاق تھے یا ان سے بھی پہلے محمد بن جعفر غندر، سعید بن ابی عروبہ وغیرہ تھے۔

دوسری قسم علماء فقہا کی تھی جو روایت حدیث کے ساتھ استنباط وفقہ کو جمع کرتے تھے جیسے ائمہ مجتہدین تھے۔

پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ بعض محدثین نے ائمہ مجتہدین متبوعین کے خلاف محاذ بنالیا اور ہر طرح سے ان کی عزت ووقعت گرانے کی کوشش کی، چنانچہ احمد بن عبداللہ العجلی نے امام شافعی کے بارے میں لکھا کہ ''وہ ثقہ، صاحب رائے اور متکلم تھے، لیکن ان کے پاس حدیث نہیں تھی''۔ (الدیباج المذہب ص ۲۲۹)

ابوحاتم رازی نے کہا کہ شافعی فقیہ ضرور تھے لیکن حدیث میں ان کی معرفت نہیں تھی"۔ (طبقات حنابلہ ص ۲۰۴)

حالانکہ یہ باتیں غلط تھیں اور بقول حافظ ابن قیم مذکورہ بالا حدیث وفقہ کے حامل ہوتے تھے کیونکہ تفقہ بغیر حدیث کے ممکن ہی نہیں، البتہ روایت وحفظ حدیث بغیر تفقہ کے بھی ہوتا ہے۔

اسی طرح امام اعظمؒ کی بارے میں زیادتی ہوئی ہے اور جیسا ان کا مقام ومرتبہ بلند وبالا تھا، ان پر حسد کرنے والے یا نقد وجرح کرنے والے بھی بڑے ہی لوگ تھے جنہوں نے چھوٹوں اور جھوٹوں کی روایات موضوعہ کی آڑ لے کر امام صاحبؒ کو ہدف ملامت بنایا۔

آپ حیرت کریں گے کہ امام بخاریؒ نے جن کے غیر معمولی علم وفضل کا امتیاز امام وکیعؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہ، مکی بن ابراہیم اور علی بن مدینی وغیرہ کا رہین منت ہے اور یہ سب امام اعظمؒ کے بالواسطہ یا بے واسطہ خوشہ چین ہیں (جس کی تفصیل آگے آئے گی، ان شاءاللہ) امام اعظمؒ کے خلاف نہایت غیر محتاط روش اختیار کی ہے۔

پھر اس سے قطع نظر خود امام بخاریؒ طلب علم کے سلسلہ میں لاتعداد مرتبہ کوفہ آئے گئے ہیں جو امام صاحبؒ کا وطن تھا اور سینکڑوں ہزاروں لوگوں سے امام صاحبؒ کے حالات وسوانح سنے ہوں گے لیکن ان کی مشہور زمانہ حافظہ میں جو چیز قابل ذکر باقی رہی اور جس کو وہ اپنے سارے اساتذہ کو چھوڑ کر صرف حمیدی کے واسطے سے نقل کر سکے وہ بھی سن لیجئے۔

تاریخ صغیر میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے حمیدی سے سنا، کہتے تھے کہ ابوحنیفہ نے بیان کیا میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو ایک حجام سے تین سنتیں پیارے رسول اللہ ﷺ کی حاصل ہوئیں، جب میں اس کے سامنے حجامت بنوانے کے لئے بیٹھا تو اس نے مجھ سے کہا (۱) آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھئے! (۲) پھر اس نے میرے سر کے داہنے حصے سے شروع کیا (۳) اور اس نے حجامت دونوں ہڈیوں تک بنائی"۔

اس کو نقل کر کے حمیدی نے کہا- ایک شخص کہ نہ اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کی سنتیں مناسک وغیرہ میں تھی اور نہ اس کے اصحاب کے پاس تھیں، بڑی حیرت کے لوگوں نے اس کو خدا کے احکام وراثت، فرائض، زکوٰۃ، صلوٰۃ اور دوسرے امور اسلام میں اپنا پیشوا ومقتداء بنالیا ہے۔ (التاریخ الصغیر ص ۱۵۸)

واقعی بڑی حیرت ہی کی بات بھی تھی کہ دو ثلث دنیا کے علماء، صوفیہ وعباد نے تو امام صاحب ایسے کم علم اور حدیث رسول ﷺ سے ناواقف شخص کی تقلید کرلی اور باقی ایک ثلث نے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا اتباع کرلیا اور حمیدی وامام بخاری جیسے ارباب علم وفضل کی کسی نے بھی تقلید نہ کی۔

ایسے ہی کچھ لوگوں نے امام صاحبؒ کی طرف ان کو بدنام کرنے کے لئے بہت سی جھوٹی باتیں منسوب کیں حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا کہ امام صاحبؒ خنزیر بری کو حلال کہتے تھے، کچھ حد ہے اس عداوت وحسد کی؟

اس کے رد میں علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ ص ۳۵۹ ج ۱ میں لکھا کہ-

"امام ابوحنیفہؒ سے اگرچہ کچھ لوگوں کو مسائل میں اختلاف رہا ہے لیکن ان کے فقہ، فہم اور علم میں کوئی ایک آدمی بھی شک وشبہ نہیں کرسکتا، کچھ لوگوں نے ان کی تذلیل وتحقیر کیلئے ان کی طرف ایسی باتیں بھی منسوب کی ہیں جو قطعاً جھوٹ ہیں جیسے خنزیر بری کا مسئلہ اور اس جیسے دوسرے مسائل"

امام بخاری نے تاریخ صغیر میں ایک دوسری جھوٹی روایت نعیم بن حماد سے امام صاحبؒ کی تنقیص میں نقل کی ہے حالانکہ نسائیؒ نے ان کو ضعیف کہا اور ابوالفتح ازدی وغیرہ نے کہا کہ نعیم بن حماد ابوحنیفہؒ کی تنقیص کے لئے جھوٹی روایات گھڑا کرتے تھے، اور تقویت سنت کے خیال سے حدیثیں بھی بنالیا کرتے تھے۔

امام بخاریؒ نے باوجود جلالت قدر چونکہ امام صاحبؒ کے بارے میں بہت ہی غیر محتاط رویہ اختیار کیا ہے اس لئے کبار محدثین نے اس

بارے میں ان کی اتباع کرنے سے بھی روکا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی شافعی نے اپنی کتاب ''الاعلان بالتوبیخ'' میں ص ۶۵ پر تحریر کیا۔

''جو کچھ (۱) حافظ ابوالشیخ بن حبان نے اپنی کتاب السنہ میں بعض مقتداء ائمہ کے بارے میں نقل کیا ہے (۲) یا حافظ ابواحمد بن عدی نے اپنی کامل میں یا حافظ ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں یا ان سے پہلے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور بخاری ونسائی نے لکھا ہے اور ایسی چیزیں لکھی ہیں کہ ان کی شان علم واتقان سے بعید ہیں، ان امور میں ان کے اتباع وپیروی سے اجتناب واحتراز کرنا ضروری ہے''۔

راقم الحروف نے اس سلسلہ میں کافی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور بہت کم لوگوں نے امام بخاریؒ کا نام لے کر اس طرح ان کی اس غلط روش پر نقد کیا ہے، اکثر حضرات اجمالی طور سے ضرور ان لوگوں کی غلطی کی طرف اشارہ کرتے آئے ہیں، جنھوں نے امام صاحبؒ، امام شافعیؒ یا امام احمد وغیرہ کی شان میں تنقیص کا پہلو اختیار کیا ہے۔

پھر ایک زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ خطیب نے کئی سو برس کے بعد حالات لکھے ہیں اتنے عرصہ میں جھوٹ کا شیوع بہت کافی ہو چکا تھا، خطیب کو جیسے اچھے برے ملے سب نقل کر دیئے اور راویوں کی چھان بین نہ کر سکے یا نہ کی اگر چہ یہ ان کی محدثانہ ومؤرخانہ منصب کے خلاف بات تھی، اور خطیب کی عادت تھی کہ وہ دوسرے اکابر امت کے خلاف بھی کچھ نہ کچھ اسی طرح گرے پڑے راویوں سے نقل کرتے ہیں۔

مگر حیرت تو سب سے زیادہ امام بخاری پر ہے کہ ان کا دور امام صاحبؒ سے بہت ہی قریب ہے اور امام صاحب کے زمانہ کے تقریباً سب ہی بڑے بڑے حضرات نے امام صاحبؒ کی بے حد مدح وتوصیف کی ہے جس کی تفصیل ہم ذکر کریں گے، پھر امام بخاریؒ کے بڑے بڑے شیوخ امام صاحب کے خاص خاص شاگرد ہیں اور ان سب ہی سے امام صاحب کے بے شمار مناقب منقول ہیں۔

پھر بھی امام بخاریؒ نے کوئی اچھا اثر نہ لیا، نہ ان کی کوئی منقبت اپنی تاریخ میں نقل کرنے کو ملی اور ملیں تو امام حمیدی جیسے متعصب مغلوب الغضب متشددوں یا نعیم جیسے وضاع لوگوں سے امام صاحبؒ کی تنقیص کی روایات ملیں اور ان کو نمایاں کر کے نقل کرنا ضروری سمجھا۔

بہر حال امام صاحبؒ کے مراتب عالیہ ان باتوں سے کم نہیں ہو سکتے، بلکہ ان زیادتیوں کے باعث دوسرے مذاہب کے آئمہ کبار ابن عبدالبر، ابن حجر مکی، علامہ سیوطی، یافعی، سخاوی، ذہبی جیسے متوجہ ہوئے اور ان محققین نے امام صاحب کی طرف سے حق دفاع ادا کیا۔ جزاهم الله خير الجزاء۔

تفصیل کا موقعہ تو ہر ایک کے مفصل تذکرہ میں آئے گا مگر جب بات یہاں تک آ گئی تو اتنا اور بھی عرض کر دوں کہ حافظ ابن حجر جیسے علامہ فہامہ محقق ومدقق بھی اس سلسلہ میں کافی عصبیت کا شکار ہو گئے یعنی رجال حنفیہ سے تعصب یا حنفی شافعی کا تعصب تو الگ رہا اس کے تو وہ مسلم امام ہیں، بعض ہمارے بزرگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ کم از کم امام صاحبؒ کے بارے میں ان کا ذہن صاف ہے اور انہوں نے امام صاحب کی ہر جگہ مدح وتوصیف ہی کی ہے، مگر مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑا کہ پوری بات اس طرح نہیں جس طرح سمجھ لی گئی ہے، درحقیقت حسد، عداوت، عصبیت کی عروق اس قدر باریک ومخفی ہوتی ہیں کہ ان کا پتہ لگانا بڑے بڑے آپریشن کے ماہروں کے لئے بھی سخت دشوار ہوتا ہے۔

بیشک میں بھی مانتا ہوں کہ امام صاحبؒ کے تذکروں کو اگر چہ انہوں نے ان کے شاگردوں کے تذکروں سے بھی مختصر در مختصر کیا ہے مگر کوئی بات خلاف نہیں لکھی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی دیکھئے کہ جہاں وہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ کے حالات بیان کرتے ہیں تو جہاں ان حضرات پر کسی غلط تہمت کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی یہ جملہ بھی چھوٹا سا بڑھا دیتے ہیں کہ ان کے شیخ کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے۔ اب آپ نے دیکھا کہ خطیب اور حافظ ابن حجرؒ میں کتنے قدم کا فاصلہ رہ گیا؟۔

مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی نور اللہ مرقدہ نے تذکرہ امام اعظم میں بڑے اطمینان ومسرت کا اظہار کیا ہے کہ خطیب کے بعد اس روش کو دوسروں نے نہیں اپنایا بلکہ اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے، ان ہی لوگوں میں حافظ ابن حجرؒ کا نام بھی لیا ہے، اس لئے مجھے یہ تنبیہ کرنی پڑی، واللہ اعلم بمافی صدور عبادہ۔

یہاں کچھ مختصر حال علم وعلماء کی فضیلت کا ذکر کر کے حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانہ خیر و برکت کے علمی حالات بیان ہوں گے اور آگے محدثین کے تذکرے ہوں گے، واللہ الموفق۔

علم اور علماء کی فضیلت

قال الله تعالى

۱- من يوت الحكمة فقد اوتى خيراً كثيراً. جس کو علم وحکمت عطا ہوئی اس کو خیر کثیر دے دی گئی۔

۲-هل يستوى الذين يعلمون و الذين لا يعلمون. کیا اہل علم اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔

۳-يرفع الله الذين امنو منكم والذين اوتوا العلم درجات۔ تم میں سے جن کو دولت ایمان عطا ہوئی ان کا درجہ خدا کے یہاں بلند ہے اور جن کو علم بھی عطا ہوا ان کے درجات و مراتب تو بہت ہی زیادہ ہیں۔

قال النبی صلی الله عليه وسلم

۱-من يرد الله به خير يفقهه فى الدين وانما انا قاسم والله يعطى (متفق عليه) جن کے واسطے اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتے ہیں ان کو دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں، علوم نبوت عطا خداوندی ہیں جن کو میں پہنچاتا ہوں۔

۲- فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد. ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

۳-فضل العالم على العابد كفضلى على ادناكم، ان الله و ملائكته واهل السموات والارض حتى النملة فى حجره و حتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير (ترمذى) ایک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر، اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور زمین و آسمان کے رہنے والے حتیٰ کے چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں بھی ان عالموں کے حق میں دعاء خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دیتے ہیں۔

عہد نبوی میں تعلیمی انتظامات

علم وحکمت وقرآن وحدیث اور فقہی مسائل کی تعلیم وترویج کے لئے حضور اکرم ﷺ نے اپنے زمانہ ہی میں معلمین، مدرسین و مبلغین کا تقرر فرمایا تھا جس کا اجمالی خاکہ ذیل کے مختصر اشارات سے ہوگا۔

۱- انصار مدینہ کے ہمراہ ابن ام مکتومؓ اور مصعبؓ کو روانہ فرمایا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور مسلمانوں کو قرآن مجید اور احکام اسلام سکھائیں۔ (بخاری کتاب التفسیر، کامل ابن اثیر و ابن خلدون)

۲- نجران والوں کے لئے عمرو بن حزم کو مقرر فرمایا کہ ان کو قرآن مجید پڑھائیں اور احکام شریعت بتائیں۔ (استیعاب)

۳- یمن اور حضر موت کے لئے حضرت معاذ بن جبل کو معلم بنا کر بھیجا۔ (ابن خلدون)

۴- قارہ وعضل دو قبائل اسلام لائے، قرآن کی تعلیم کے لئے یہ چھ اساتذہ مقرر فرمائے، مرثد بن ابی مرثد، عاصم بن ثابت، خبیب ابن عدی، خالد بن البکیر، زید بن دثنہ، عبداللہ بن طارق۔

۵- مدینہ طیبہ تمام علمی وتبلیغی جدوجہد مساعی کا مرکز تھا جہاں چار بڑے معلم اور ایک خوشنویس کاتب تعلیم کے لئے مقرر تھے اور خود

سرورکائنات علیہ السلام اس کے مدیر اعلیٰ اور سرپرست تھے، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا "قرآن مجید کی تعلیم ان چار بزرگوں سے حاصل کرو ا-عبداللہ بن مسعود ۲-سالم مولی حذیفہ ۳-ابی بن کعب ۴-معاذ بن جبل اور معلم کتاب عبداللہ بن سعید ابن العاص تھے۔(استیعاب)

چنانچہ ماہ رمضان ۱۰ھ ہجری میں قبیلہ عامر کے دس نفر ایمان لائے اور مدینہ طیبہ کے مرکزی دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی، حضرت ابی بن کعب ان کے استاذ تھے۔

اور اس سال قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک وفد اسلام لایا جنہوں نے دوسرے طلباء کے ساتھ موصوف ہی کے حلقہ درس میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کی۔(ابن خلدون)

پھر قبیلہ تمیم کے ستر ۷۰، اسی ۸۰ آدمی اسلام لاکر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی اسی مرکزی دارالعلوم میں پڑھا۔(استیعاب)

اور قبیلہ بنی سلاماں کے سات طلباء علم مدینہ طیبہ پہنچے جن کے سردار حضرت خبیب تھے، انہوں نے بھی اسی مرکز علم سے خوشہ چینی کی۔(ابن خلدون)

اس کے علاوہ بہت سے خوش نصیب عالی مرتبت صحابہ ایسے بھی تھے جن کی تعلیم وتربیت سرورکائنات علیہ السلام خود بنفس نفیس فرماتے تھے جن کے سرفہرست حضرت خلفاء راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوذر، حضرت انس وغیرہ تھے اور حضرت ابوالدرداء نے تمام قرآن مجید حضور علیہ السلام ہی سے یاد کیا۔(تذکرۃ ذہبی)

یہ سب حضور اکرم علیہ السلام کی شان انما بعثت معلما کا فیض تھا کہ خود حضور علیہ السلام کا امتیاز خصوصی علم وتعلیم کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت تھا، یہی وجہ تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں سرزمین عرب کا جہالت کدہ علوم وفنون کا گہوارہ بن گیا اور ان ہی عربوں کی شاگردی ایشیا، افریقہ اور یورپ تک نے اختیار کی۔

اس عہد نبوی ہی کے علمی شوق کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ بخاری کتاب المغازی میں ہے کہ عمر بن سلمہ نے بیان کیا۔

"میں ۶-۷ سال کا تھا اور میرے والدین اور قبیلہ کے لوگ بھی مسلمان نہ ہوئے تھے، ہمارا گاؤں مدینہ طیبہ کے راستے پر تھا، میں ہر روز راستہ پر آکر بیٹھ جاتا تھا اور مدینہ طیبہ آنے والوں سے پوچھ پوچھ کر قرآن مجید یاد کیا کرتا تھا، کچھ دن کے بعد جب میرے قبیلہ کے لوگ اسلام لائے اور میں بھی مسلمان ہوا تو وہ لوگ مجھ ہی کو نماز میں امام بناتے تھے، کیونکہ میں نے پہلے ہی سے راستہ پر گزرنے والوں سے قرآن مجید کا بہت سا حصہ یاد کر لیا تھا اور مجھ سے زیادہ کسی کو یاد نہ تھا"۔

معجم البلدان میں کوفہ کے بیان میں امام احمد سے سفیان ثوریؒ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے۔"احکام حج کے لئے مکہ، قرأت کے لئے مدینہ اور حرام وحلال کے لئے کوفہ مرکز ہے"۔

مرکز علم کوفہ کے دارالعلوم سے فارغ شدہ علماء

ابن قیم نے امام صاحبؒ کے زمانہ تک ایسے محدثین، فقہا، مفتیین وقضاۃ کے پانچ طبقے گنائے ہیں۔

۱-طبقہ اول میں-علامہ شعبی کوفی، علقمہ بن قیس کوفی، اسود بن یزید کوفی، مسروق الاجدع (متبنّیٰ حضرت عائشہؓ) عمرو بن میمون کوفی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبیدہ بن عمر کوفی، قاضی شریح کوفی، قاضی سلیمان بن ربیعہ کوفی، عبدالرحمٰن بن یزید کوفی، ابووائل کوفی وغیرہ، یہ اکابر محدثین اکابر تابعین سے ہیں جو ابن مسعودؓ اور علیؓ کے خاص شاگرد تھے۔

۲-طبقہ دوم میں-ابراہیم نخعی، قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ابوبکر بن موسیٰ، محارب بن وثار، حکم بن عتبہ، جبلہ بن سہیم وغیرہ۔

۳-طبقہ سوم میں-حماد بن ابی سلیمان، سلیمان اصغر، سلیمان اعمش، مسعر بن کدام وغیرہ۔

۴-طبقہ چہارم میں-محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ،عبداللہ بن شبرمہ،قاسم بن معن،سفیان ثوری،امام ابوحنیفہ،حسن بن صالح وغیرہ۔

۵-طبقہ پنجم میں-اصحاب ابی حنیفہ،حفص بن غیاث،وکیع بن الجراح،زفر بن ہذیل،حماد بن ابی حنیفہ،حسن بن زیاد،محمد بن الحسن، عافیۃ القاضی،اسد بن عمرو،نوح بن دراج،القاضی،یحیٰ بن آدم اور اصحاب سفیان ثوری وغیرہ۔

تہذیب التہذیب میں ہے کہ جب حماد فقیہ العراق حج سے واپس آئے تو فرمایا-''اے اہل کوفہ! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کوفہ کے کمسن لڑکے عطاء،طاؤس،مجاہد محدثین مکہ سے افقہ ہیں''۔

صحیح حاکم میں شعبی سے روایت ہے کہ صحابہ میں ۶ قاضی تھے،جن میں سے تین مدینہ میں تھے،عمر،ابی بن کعب،زید اور تین کوفہ میں علی،ابن مسعود،ابوموسیٰ۔

علامہ عبد بن رجب سے نقل ہے کہ آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا،جواب دیا تو سائل نے کہا کہ اہل شام تو آپ کی اس بات کے خلاف بتلاتے ہیں،آپ نے فرمایا''اہل شام کو ایسا مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا؟ یہ مرتبہ تو صرف اہل مدینہ واہل کوفہ کا ہے(کہ ان کے اقوال سے حجت پکڑی جائے)(عقود الجواہر المنیفہ)

امام بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں میں گیا ہوں لیکن کوفہ وبغداد میں تو اتنی بار گیا ہوں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔

شیوخ امام اعظمؒ

۱-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضور علیہ السلام کے زمانہ خیر القرون کے مشاہیر اصحاب فضل وکمال میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے،آپ حضرت عمرؓ سے پہلے ایمان لائے تھے اور ایمان لانے کا واقعہ استیعاب میں اس طرح ہے۔ایک روز وہ عقبہ کی بکریاں چرا رہے تھے کہ حضور اکرم علیہ السلام کا اس طرف سے گذر ہوا،حضور علیہ السلام نے ایک بانجھ بکری کو پکڑ کر اس کا دودھ دوہا،خود بھی نوش فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا،اس وقت عبداللہ ایمان لائے اور عرض کیا کہ مجھے قرآن تعلیم فرمائیے! آپ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا **یرحمک الله فانک علیم معلم** (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تو دنیا میں علم پھیلانے والا لڑکا ہے) پھر حضور علیہ السلام نے ان کو اپنے پاس ہی رکھ لیا تا کہ کسی وقت علیحدہ نہ ہوں اور فرمایا کہ تمہارے اندر آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں جب چاہو پردہ اٹھا کر بلا روک ٹوک چلے آیا کرو اور ہماری ہر قسم کی باتیں سنو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسی وقت سے دنیا کے اس مربی اعظم اور سردار اولین وآخرین کی خدمت عالی کو لازم پکڑ لیا،ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر رہتے اور علوم نبوت سے دامن مراد بھرتے۔(استیعاب)

پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ اختصاص اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ صحابہ ان کو خاندان نبوت ہی کا ایک فرد سمجھنے لگے تھے اور حضور اکرم علیہ السلام کی توجہ خاص اور خود موصوف کے طلب وشوق علم نے ان کو اس درجہ پر پہنچایا کہ جب عبدالرحمٰن بن یزید نے حضرت حذیفہ صحابی سے دریافت کیا کہ صحابہ میں سے رسول اکرم علیہ السلام کے ساتھ اخلاق،اعمال وسیرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اشبہ کون ہیں؟ تا کہ ہم ان سے استفادہ کریں،تو حذیفہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابن مسعودؓ کے سوا کوئی صحابی ان باتوں میں آپ کے ساتھ اشبہ نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی تکمیل علوم کے بعد حضور علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ میں ہی ان کو درس وتعلیم کی اجازت عطا فرمادی تھی اور قرآن وحدیث وتعلیم مسائل ہر ایک کے لئے صراحت سے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ ابن مسعود سے حاصل کرو،استیعاب میں ہے کہ ابن مسعود قرآن مجید کے سب سے بڑے عالم اس لئے بھی تھے کہ حضرت جبریل کا معمول تھا کہ رمضان میں رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ ایک بار قرآن مجید کا دور

کرتے تھے لیکن وفات کے سال اسی ماہ میں دو بار دور کیا اور ان دونوں دوروں میں حضرت ابن مسعودؓ بھی موجود تھے۔

اور پھر ایک بار یہ بھی فرمایا کہ ابن مسعودؓ جن امور کو پسند کریں میں ان کو اپنی ساری امت کے لئے پسند کرتا ہوں اور جن امور کو وہ ناپسند کریں میں بھی انہیں ناپسند کرتا ہوں۔ (کنز العمال، اکمال خطیب)

اور علم وفضل، سیرت وکردار کی ان عالی اسناد کے ساتھ حضور علیہ السلام نے ان کو کمال فہم وفراست، اعلیٰ قابلیت، انتظام ملکی، علم سیاست و تدبیر منزل اور معاملہ فہمی کی سند بھی اس طرح عطا فرمائی۔

''اگر میں کسی کو بلا مشورہ امیر المؤمنین بناتا تو بے شک ابن مسعود اس کے مستحق تھے''۔

کوفہ والوں نے ایک دفعہ فاروق اعظمؓ سے شکایت کی کہ اہل شام کے وظائف میں ترقی کردی گئی اور ہم محروم رہے، تو انہوں نے فرمایا ''اہل شام کے تو وظائف میں ترقی کی گئی لیکن تمہارے علوم میں ترقی کی گئی ہے، کیونکہ تمہاری تعلیم کے لئے ابن مسعود کو بھیج دیا گیا ہے جن کے فضل وکمال کا اندازہ اس سے کرو کہ وہ آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں اس وقت بھی حاضر رہتے تھے، جب ہم لوگ اپنے کاروبار میں ہوتے تھے اور جب ہم لوگ پردہ کی وجہ سے اندر نہیں جا سکتے تھے اور وہ اندر ہوتے تھے''۔

یہ ابن مسعود کے لئے فاروق اعظمؓ کی طرف سے علوم قرآن وحدیث سے واقفیت تامہ کی بڑی سند ہے، ظاہر ہے کہ جو ہمہ وقت حضور اکرم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر باش رہا، اس نے علوم نبوت سے کتنا بڑا استفادہ کیا ہوگا۔

اور ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ ''ابن مسعود مجسم علم ہیں''۔

حضرت علیؓ سے جب حضرت عبداللہ بن مسعود کے علم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا۔

''ابن مسعودؓ نے تمام قرآن کو پڑھا اور احادیث رسول علیہ السلام کو جانا، یہی کافی ہے''۔

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں امام مسروق (جلیل القدر تابعی) سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام کے اصحاب کو دیکھا تو ان سب کے علوم کا سرچشمہ چھ صحابہ کو پایا، علی، ابن مسعود، عمر، زید، ابوالدرداء، اور ابی اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ حضرات علی اور ابن مسعود کو پایا، ان دونوں کا ابر علم یثرب کی پہاڑیوں سے اٹھا اور کوفہ کی وادیوں میں برسا ان دونوں آفتاب وماہتاب نے ریگستان کوفہ کے ذرہ ذرہ کو چمکا دیا تھا۔

پھر اس آفتاب خیر وسعادت اور نیر علم وفضل سے علمی دنیا نے کس قدر استفادہ کیا اس کا اندازہ اسرار الانوار کے اس اقتباس سے کیا جائے کہ۔

''کوفہ میں ابن مسعود کے حلقہ درس میں بیک وقت چار چار ہزار طلباء شریک ہوتے تھے، جس وقت حضرت علیؓ کوفہ پہنچے تو ابن مسعود اپنے شاگردوں کو لے کر استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے، تمام میدان طلباء سے بھر گیا تھا، حضرت علیؓ نے ان کو دیکھ کر فرط مسرت سے فرمایا ''ابن مسعود! تم نے تو کوفہ کو علم وفقہ سے مالا مال کر دیا اور یہ شہر تمہاری وجہ سے علم کا مرکز ہو گیا''۔ یہ واقعہ مبسوط سرخسی وغیرہ میں بھی نقل ہوا ہے، مگر خلاف تحقیق ہے، علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لکھا کہ۔ ''فن تاریخ کے امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اسلام میں کوئی شخص ابن مسعود کے سوا ایسا نہیں ہوا جس کے درس سے نامور علماء نکلے ہوں اور اس کے مذہب وفتاویٰ کے ساتھ یہ اعتنا کیا گیا ہو کہ ان کو حرف بحرف لکھا ہو''۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء ص ۱۸۵ میں لکھا ہے کہ۔

''ابن مسعودؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں جن کو رسول اللہ علیہ السلام نے بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور اپنی امت کے لئے اپنے بعد، قراءۃ قرآن اور فقہ وتذکیر میں انہیں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اور تمام اصحاب میں سے حضور علیہ السلام کی خدمت وصحبت کا شرف ان کو زیادہ تھا''۔

انبیاء کے بعد انسانی ترقی کا یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے کہ ایک شخص علوم انبیاء کا جانشین ہو اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام اعظمؒ کے علمی خاندان کے مورث اعلیٰ ہوئے۔

۲-حضرت علقمہ بن قیس (فقیہ عراق)

جلیل القدر تابعی تھے ۶۲ھ میں وفات پائی، حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، سعدؓ، حذیفہؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کی زیارت سے مشرف اور ان کے علوم سے فیضیاب ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کامل و مکمل استفادہ علوم و کمالات کیا اور ان کے بعد ان کی جگہ تعلیم و رشد و ہدایت کی مسند پر بٹھائے گئے، علامہ ذہبیؒ نے ان کے تذکرہ میں لکھا۔

''انہوں نے ابن مسعودؓ سے قرآن پڑھا، تجوید سیکھی اور تفقہ حاصل کیا اور ان کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں''۔

جس طرح حضرت ابن مسعودؓ رسول اکرم ﷺ کے علوم، اعمال، اخلاق و عادات کا نمونہ تھے اسی طرح ان امور میں علقمہؒ ابن مسعودؓ کا نمونہ تھے، تہذیب التہذیب میں اعمش سے نقل ہے کہ۔

''عمارہ سے ابومعمر نے کہا، مجھے ایسے شخص کے پاس لے چلو جو اخلاق، عادات و اعمال میں ابن مسعودؓ کا نمونہ ہو، تو عمارہؒ اٹھے اور ان کو لے کر علقمہ کی مجلس میں جا بیٹھے۔

ابوالمثنی نے فرمایا کہ۔

''جس نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نہ دیکھا ہو وہ علقمہ کو دیکھ لے، ان دونوں میں کچھ فرق نہیں''۔

علقمہ فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سند فضیلت عطا کی۔

''میں نے جو کچھ پڑھا اور مجھے آتا ہے وہ سب علقمہ پڑھ چکے اور ان کو آ گیا ہے''۔

پہلے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعودؓ صحابہ میں سب سے زیادہ قرآن و حدیث کے عالم تھے اور انہوں نے اپنے تمام علوم علقمہ کو ودیعت فرمائے تو ظاہر ہے کہ تابعین میں علقمہ سے زیادہ قرآن و حدیث کا عالم نہ تھا، علقمہؒ سے کتب احادیث میں ہزاروں احادیث مروی ہیں۔

۳-حضرت ابراہیم نخعی (فقیہ عراق)

ولادت ۵۰ھ وفات ۹۶ھ چند صحابہ کرامؓ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے، فن حدیث کے امام ہیں اور اس قدر کمال و تبحر حاصل تھا کہ ''صیر فی الحدیث'' کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ ان کی علمی عظمت و جلال کا رعب سلاطین جیسا تھا، حالانکہ وہ شہرت سے بہت بچتے تھے، درس میں بھی ممتاز جگہ نہ بیٹھتے تھے، خلاصۃ التہذیب کے حاشیہ میں ابن شعیب سے نقل ہے کہ بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں ابراہیم سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا، ابن سیرین اور حسن بصری بھی علم میں ان سے زیادہ نہ تھے۔

ان کے انتقال پر علامہ شعبی نے فرمایا تھا کہ ''انہوں نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ عالم نہیں چھوڑا''۔ کوفہ میں بعہدہ افتاء ممتاز تھے اور حضرت علقمہ کے افضل ترین شاگرد تھے، ان کی جگہ یہی مسند علم پر بیٹھے۔

تہذیب التہذیب میں ابوالمثنی سے نقل ہے کہ ''علقمہ ابن مسعود کے فضل و کمال اور اعمال کا نمونہ ہیں اور ابراہیم نخعی تمام علوم میں علقمہ کا نمونہ ہیں، ان کی وفات کے وقت امام اعظمؒ کی عمر ۲۶ سال تھی، امام صاحب نے ان سے بھی روایت کی ہے، امام صاحب کے سال ولادت میں اختلاف ہے، علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے۔

۴-حماد بن ابی سلیمان (فقیہ عراق)

خادم خاص رسول اکرم ﷺ حضرت انسؓ اور کبار محدثین زید بن وہب، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، عکرمہ، ابو وائل، حسن

بصری، عبدالرحمٰن بن بریدہ، عبدالرحمٰن بن سعید اور علامہ شعبی سے روایت کی اور ان کے بھی بڑے بڑے محدثین عاصم، شعبہ، ثوری، حماد بن سلمہ، مسعر بن کدام اور ہشام جیسے ائمہ فن شاگرد ہیں۔

امام بخاری ومسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے اور سنن اربعہ میں تو بکثرت ان کی روایات ہیں، حضرت ابراہیم نخعی کے تمام شاگردوں سے افقہ ہیں۔ (بخ، تہذیب، ونیل الفرقدین ص۸۰)

تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ابراہیم کی حدیثوں کا حماد سے زیادہ کوئی واقف نہ تھا، چنانچ ابراہیم کے بعد ان کی مسند تعلیم پر بھی وہی بٹھائے گئے اور فقیہ العراق مشہور ہوئے (وفات ۱۲۰ھ)

۵-عامر بن شراحیل الشعبی (علامہ التابعین)

ولادت ۱۷ھ وفات ۱۰۳ھ ان کو پانچ سو صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے، عاصم کہتے ہیں کہ کوفہ، بصرہ، حجاز میں شعبی سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا خود فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال سے آج تک کوئی وایت کسی محدث سے ایسی نہیں سنی کا مجھے علم نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی نے ایک بار شعبی کو مغازی کا درس دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تمام محدثین سے اور مجھ سے بھی زیادہ یہ مغازی کو جانتے ہیں، یہ صحابہؓ کے سامنے درس دیتے تھے اور صحابہ بھی شریک درس ہوتے تھے۔

ابومجاز نے کہا کہ "حضرت سعید بن المسیب مفتی مدینہ، عطاء محدث مکہ، حسن بصری وابن سیرین محدث بصرہ سب کو میں نے دیکھا مگر شعبی کو ان سب سے زیادہ افقہ پایا۔

ابن عیینہ محدث کہا کرتے تھے کہ ابن عباس، شعبی، سفیان ثوری اپنے وقت میں بے مثل ہوئے ہیں، ابواسحاق کہا کرتے تھے کہ شعبی تمام علوم میں بے نظیر ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو قاضی مقرر کیا تھا۔

سب سے پہلے علامہ شعبیؒ نے ہی امام اعظمؒ کی غیر معمولی صلاحیتوں کو انداز کر کے ان کو علم حاصل کرنے کا شوق دلایا تھا اور امام صاحبؒ برسوں کے ان کے حلقہ درس میں شریک رہے، اسی لئے امام صاحبؒ کے بڑے شیوخ میں ان کا شمار ہے۔

امام صاحبؒ نے دس سال حضرت حماد کی خدمت میں رہ کر فقہ کی تحصیل کی اور دوسرے بزرگوں سے بھی استفادہ کیا اس کے بعد حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے احادیث نہ سنی ہوں، ابوالمحاسن شافعی نے امام صاحب کے شیوخ حدیث کے نام گنائے ہیں جن میں سے ۹۳ کوفہ کے ساکن یا نزیل کوفہ تھے، جن میں سے امام شعبی کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور چند دوسرے حسب ذیل ہیں۔

۶-سلمہ بن کہیل

مشہور محدث وتابعی تھے، سفیان (استاد امام شافعیؒ) نے فرمایا کہ سلمہ ایک رکن ہیں ارکان میں سے، ابن مہدی کا قول ہے کہ کوفہ میں چار شخص سب سے زیادہ صحیح الروایۃ تھے، منصور، سلمہ، عمرو بن مرہ، ابوحصین۔

۷-سلیمان بن مہران ابومحمد الاعمش الکوفی

کوفہ کے جلیل القدر محدث وفقیہ تابعی تھے، باوجودیکہ امام صاحب کے اساتذہ کے طبقہ میں تھے اور امام صاحب نے ان سے روایات بھی کی ہیں مگر امام صاحبؒ کے تفقہ واجتہاد کے بڑے مداح تھے۔

ایک بار امام صاحب بھی آپ کی مجلس میں تھے، کسی نے سوال کیا تو آپ نے امام صاحبؒ ہی کو جواب کے لئے ارشاد فرمایا، امام صاحب نے جواب دیا تو اس کو بہت پسند فرمایا اور پوچھا کہ یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ فلاں حدیث سے جو آپ ہی سے میں نے سنی ہے، امام اعمش اس پر بہت متحیر ہوئے اور فرمایا کہ "اے گروہ فقہا! واقعی ہم لوگ تو صرف دوافروش ہیں اور تم طبیب ہو"۔ (عقود الجواہر المنیفہ)

اسی طرح کا واقعہ امام اعمشؒ ہی کا امام ابو یوسفؒ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ امام اعمشؒ نے فرمایا تھا کہ یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے کہ تمہاری پیدائش کے آثار بھی نہ تھے لیکن اس کے معانی پر آج متنبہ ہوا، بیشک ہم لوگ دوافروش ہیں اور آپ لوگ اطباء ہیں۔

یعنی دوافروش تو دواؤں کے نام اور ان کے اچھے برے اقسام وغیرہ سب جانتا پہچانتا ہے لیکن طبیب نہ صرف ان چیزوں کا عالم ہوتا ہے بلکہ وہ ان کے خواص تاثرات اور طریق استعمال وغیرہ کو بھی جانتا ہے۔

امام اعمش کی ولادت باختلاف روایت ۵۹ھ یا ۶۱ھ میں ہوئی اور وفات میں بھی تین قول ہیں ۱۴۵ھ، ۱۴۷ھ اور ۱۴۸ھ واللہ اعلم۔

ان ہی اعمش سے منقول ہے کہ ابراہیم نخعی (استاذ استاذ الامام الاعظمؒ) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابراہیم کے سامنے جب بھی حدیث پیش کی تو اس کا علم ضرور ان کے پاس پایا اور اعمش ان کو حدیث کا صیرفی (کھرا کھوٹا پہچاننے والے) کہا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اسی لئے میں جب کسی سے حدیث سنتا ہوں تو ابراہیم پر ضرور پیش کرتا ہوں (تاکہ ان کی صحت کے بارے میں اطمینان کرلوں، نیز اعمشؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو حدیث فقہاء میں دائر وسائر ہو وہ اس سے بہتر ہے جو شیوخ (محدثین رواۃ) میں دائر وسائر ہو۔

حسب تصریح ابن عبدالبر فی التمہید اہل نقد ابراہیم نخعیؒ کے مراسیل کو صحیح احادیث کے درجہ میں سمجھتے تھے بلکہ ان کے مراسیل کو اپنے مسانید پر بھی ترجیح دیتے تھے۔

ایسے ہی اسمٰعیل بن ابی خالد کا قول ہے کہ امام شعبی، ابوالضحیٰ، ابراہیم اور ہمارے دوسرے شیوخ مسجد میں جمع ہو کر حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے جب ان کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آجاتا تھا جس کو وہ حل نہ کر سکتے تھے تو ابراہیم نخعی کی طرف محول کر دیا کرتے تھے کہ ان سے معلوم کرو اور امام شعبی نے فرمایا کہ ابراہیم نے فقہی گھرانہ میں تعلیم وتربیت پائی ہے، اس لئے فقہ تو ان کے گھر کی چیز تھی، پھر ہمارے پاس پہنچے تو ہمارے پاس کی تمام اعلیٰ درجہ کی احادیث لے کر اپنے حاصل کردہ فقہ کے ساتھ ملالیں۔

حضرت سعید بن جبیر علمی حدیثی سوال کرنے والوں سے فرمایا کرتے تھے کہ حیرت کی بات ہے کہ تم مجھ سے سوالات کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس ابراہیم نخعی موجود ہیں، امام اعمش یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ ابراہیم کبھی کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہتے تھے، معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی سے جتنے فقہی اقوال نقل کئے جاتے ہیں، خواہ وہ امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار میں ہوں یا امام محمدؒ کی کتاب الآثار میں یا ابن ابی شیبہ کی مصنف میں وہ سب آثار مرفوعہ کے حکم میں ہیں۔

روایت ودرایت

حق یہ ہے کہ ابراہیم نخعی روایت بھی کرتے تھے اور درایت سے بھی کام لیتے تھے جب وہ روایت کرتے تھے تو علم حدیث کے امام بلکہ حجت تھے اور جب اجتہاد واستنباط کرتے تھے تو وہ ایسے دریائے صافی تھے کہ اس میں شائبہ تکدر نہ تھا کیونکہ تمام اسباب وشرائط اجتہاد ان میں موجود تھے۔ اسی لئے حسب روایت ابی نعیم وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "نہ کوئی رائے بغیر حدیث کے مستقیم ہے اور نہ کوئی حدیث بغیر رائے کے"۔

اور یہی بہترین طریقہ ہے حدیث ورائے کو جمع کرنے کا، خطیب نے بھی الفقیہ والمتفقہ میں ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا ہے کہ جب حدیث صریح مل جاتی ہے تو اس سے مسائل کا جواب دیتا ہوں اور جب حدیث نہیں ملتی تو میں دوسری احادیث کی روشنی میں قیاس کر کے

جواب دیتا ہوں، غرض یہی شیخ فقہ ہے۔

شیخ حماد: یہی امام جلیل ابراہیم نخعی تھے جن سے حدیث وفقہ حماد بن ابی سلیمان نے حاصل کیا اور ان کے جانشین ہوئے۔

امام اعظمؒ: امام اعظمؒ ان حماد سے حدیث وفقہ کا علم حاصل کر کے ان کے جانشین ہوئے، خود شیخ حماد کی موجودگی میں امام صاحبؒ کا طرز یہ تھا کہ جب کوئی آ کر سوال کرتا تو جواب دیتے پھر فرماتے کہ ٹھیرو! میں آتا ہو، حماد کی خدمت میں جاتے اور فرماتے کہ میں نے ایک شخص کو اس طرح جواب دیا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ شیخ حماد فرماتے کہ ہمیں اس بارے میں حدیث اس طرح پہنچی ہے، ہمارے اصحاب کا قول اس طرح ہے، ابراہیم کا قول یہ ہے، امام صاحب دریافت کرتے کہ کیا میں آپ سے اس حدیث کی روایت کردوں؟ حماد فرماتے کہ ہاں۔

اللہ اکبر! یہ تھا امام اعظمؒ کا ورع وتقویٰ اور احتیاط کس کس طرح ایک ایک مسئلہ کی تحقیق اپنے شیخ سے کرتے تھے اور حدیث کو روایت کرنے کی اجازت لیتے تھے، حدیث کی عظمت وقدر ان کے اور ان کے شیوخ کے دلوں میں کس قدر تھی! کہنے والوں نے امام اعظم کو کیا کچھ نہیں کہا مگر واقعات وحقائق پر پوری طرح نظر رکھنے والے کبھی وہ جھوٹی باتیں امام صاحبؒ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے جو امام صاحب کے دشمنوں اور حاسدوں نے کہی ہیں۔

امام صاحب اس طرح مسئلہ کی تحقیق کرنے کے بعد باہر آ کر پھر اس سائل کا مزید اطمینان کر دیا کرتے تھے، پھر اس طرح سے حاصل کئے ہوئے علم میں جو خیر وبرکت تھی وہ بھی سب نے دیکھ لی۔

تفقہ وتحدیث

ابن عدی نے کامل میں بطریق یحییٰ بن معین نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ شیخ حماد نے فرمایا ''میں قتادہ، طاؤس اور مجاہد سے ملا ہوں، تمہارے بچے ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں، بلکہ بچوں کے بچے بھی زیادہ علم والے ہیں، اور یہ انہوں نے کسی شیخی یا بڑائی سے نہیں کہا، بلکہ بطور تحدیث نعمت کہا اور اس وجہ سے کہا کہ اس زمانہ کے بعض اہل حدیث جن کو فقہ سے مناسبت نہ تھی فقہ پر بے جا تنقید کرتے تھے، مسجد کوفہ میں بیٹھ کر غلط فتویٰ دیتے تھے اور ساتھ ہی بطور تعلی یہ بھی کہا کرتے تھے کہ شائد یہاں کے کچھ بچے ان مسائل میں ہماری مخالفت کریں گے، بچوں سے ان کی مراد وہ طلباء وتلامذہ ہوتے تھے جو ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں، بہ تصریح ابن عدی منقول ہے کہ ابراہیم سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے تحقیق مسائل کریں؟ تو فرمایا حماد سے۔

شیخ حماد کی جانشینی

عقیلی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ابراہیم کی وفات کے بعد پانچ اشخاص نے مل کر چالیس ہزار روپے جمع کئے، ان میں ایک امام ابو حنیفہؒ بھی تھے اور یہ رقم لے کر حکم بن عقبہ کے پاس گئے کہ آپ ہماری جماعت کی سرپرستی کریں اور یہ رقم اپنے پاس رکھیں (غالباً اس رقم سے جماعت اہل علم کی ضروریات کا تکفل پیش نظر ہوگا، انہوں نے انکار کیا تو شیخ حماد کی خدمت میں پہنچے انہوں نے اس خدمت کو قبول فرمالیا۔

کوفہ کے محدثین وفقہاء

علامہ محدث رامہرمزی نے ''الفاصل'' میں حضرت انس بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں کوفہ پہنچا تو دیکھا کہ ہاں چار ہزار طلباء تحصیل علم حدیث کر رہے تھے اور چار سو فقہا تھے، سواء کوفہ کے کون سا شہر بلاد اسلامیہ کے شہروں میں سے ایسا تھا جس میں اتنی بڑی تعداد محدثین وفقہا کی بیک وقت موجود رہی ہو۔

رامہرمزی نے یہ بھی فرمایا کہ حافظ عفان محدث نے بتلایا کہ دوسری جگہوں پر روایت حدیث کا طریقہ ایسا تھا کہ ایک محدث کے پاس سے جو احادیث ملتی تھیں وہ دوسرے کے پاس نہیں ملتی تھیں مگر کوفہ پہنچ کر ہم نے چار ماہ رہ کر پچاس ہزار احادیث لکھیں اور ہم چاہتے تو ایک لاکھ بھی لکھ سکتے تھے مگر ہم نے ہر محدث سے وہی حدیثیں لیں جن کی تلقی بالقبول عام طور سے امت میں ہو چکی تھی بجز شریک کے کہ انہوں نے ہماری اس خواہش کی رعایت نہیں کی۔

خیال کیجئے کہ اتنی سخت شرط کے ساتھ اتنی بڑی مقدار میں مسند احمد میں کہ اتنی زیادہ نہیں ہیں، صرف چار ماہ کے اندر احادیث مشہورہ متلقاۃ بالقبول کا بہ آسانی جمع کر لینا مرکز علم کوفہ کی کتنی بڑی فضیلت وخصوصیت ہے۔

امام بخاری اور کوفہ

غالباً اسی وجہ سے امام بخاری نے فرمایا تھا کہ میں تحصیل علم حدیث کے لئے کوفہ میں اتنی مرتبہ آیا گیا ہوں کہ ان کا شمار نہیں کر سکتا۔

یہ عفان بن مسلم الانصاری البصری، امام بخاری اور امام احمد وغیرہ کے استاذ ہیں، یہ روایت حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ ابن المدینی فرمایا کرتے تھے کہ کسی حدیث کے ایک حرف میں بھی ان کو شک ہو جاتا تو اس کی روایت نہیں کرتے تھے (تقدمہ نصب الرایہ للکوثریؒ)

جس مرکز علمی سے ایسی سخت شرطوں کے ساتھ محتاط محدثین نے احادیث جمع کی ہوں اور امام بخاری ایسے جلیل القدر امام حدیث نے بھی سب سے زیادہ اسی شہر سے علمی استفادہ کیا ہو، اس شہر میں امام اعظمؒ اور ان کے اصحاب وتلامذہ کے پاس کیسے کیسے بیش قیمت حدیثی ذخیرہ ہوں گے جن کی ساری عمریں اسی مرکز میں بسر ہوئیں۔

امام صاحب اور محدثین کی مالی سرپرستی

امام صاحب کو جماعت اہل علم کی مالی سرپرستی کا بھی ابتداء سے ہی کس قدر خیال تھا کہ بڑی بڑی رقوم جمع کرتے تا کہ محدثین وفقہاء پورے فراغ واطمینان سے صرف تحصیل حدیث وفقہ کی طرف متوجہ رہیں، یہ ابتداء حال کا حوالہ میں نے اس لئے دیا کہ بعد کو جب امام صاحب خود ایک امام بلکہ امام الائمہ اور سید الفقہاء بنے تو اس وقت تو انہوں نے اہل علم کی وہ مالی خدمات کی ہیں کہ اس کی نظیر بھی مشکل سے ملے گی، امام صاحب کے حالات میں شائد ان کے ذکر کا موقع بھی آئے گا۔

کثرت محدثین وقلت فقہاء

ایک اہم چیز قابل لحاظ یہاں یہ بھی ہے کہ سب جانتے ہیں کہ صحابہؓ کے دور میں صرف محدثین تو ہزاراں ہزار تھے لیکن فقہا صحابہ صرف چند ہی تھے جن کو آپ چاہیں تو انگلیوں پر گن لیں۔

اسی طرح آپ نے ابھی پڑھا کہ مرکز علمی کوفہ میں بھی تعداد فقہاء کی بہ نسبت محدثین کے بہت کم ہے حالانکہ حضرت علیؓ وعبداللہ ابن مسعودؓ کی وجہ سے وہ خاص طور سے فقہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقیہ کی مہم بہت شاق اور فقہ کا علم سب سے زیادہ دشوار ہے اور جن حضرات نے فقہ کو سہل وآسان قرار دیا وہ درست نہیں، پھر جن حضرات نے فقہ وحدیث دونوں میں کمال حاصل کیا ان کا مرتبہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

واقعہ امام احمد رحمہ اللہ

علامہ سیوطی نے ''تدریب'' میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے امام احمدؒ کو ملامت کی کہ آپ سفیان بن عیینہ کو چھوڑ کر امام شافعی کی مجلس

میں کیوں جاتے ہیں؟ امام احمدؒ نے اس کو کیا اچھا جواب دیا، سنئے! فرمایا۔

''خاموش رہو! تم نہیں سمجھتے کہ اگر تمہیں کوئی حدیث اونچی سند سے کسی بڑے محدث کے پاس بیٹھ کر نہ ملی تو وہی حدیث کسی قدر نزول کے ساتھ دوسرے محدث سے مل جائے گی، اس سے کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا! لیکن اگر تم اس جوان (امام شافعیؒ) کی عقل وفہم سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو اس کا تدارک کسی دوسری جگہ سے ہرگز نہ ہو سکے گا''۔

واقعہ والد شیخ قابوس

رامہرمزی نے ''الفاصل'' میں قابوس سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نبی کریم علیہ کے صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس کیوں جایا کرتے ہیں؟ فرمایا ''بات یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ خود رسول اکرم علیہ کے صحابہ ان کے پاس مسائل کی تحقیق کے لئے آتے ہیں''۔

ان کے علاوہ کوفہ میں ۳۲ حضرات فقہا تابعین اور بھی ایسے موجود تھے جو صحابہ کی موجودگی میں ''ارباب فتوی'' سمجھے جاتے تھے، قاضی شریح کو خود حضرت علی علیہ نے ''اقضی العرب'' کا خطاب مرحمت فرمایا تھا، یہ بات اور ہے کہ آگے چل کر امام اعظمؒ کے تفقہ کے سامنے ان کے تفقہ کا رنگ بھی پھیکا پڑ گیا تھا اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ قاضی شریح کی توثیق وتوصیف اگر حضرت علیؓ نے فرمائی تھی تو امام اعظمؒ کے تفقہ یا علمی ودینی بصیرت کی شہادت بطور بشارت وپیشگوئی سید الانبیاء رحمت دوعالم علیہ نے دی تھی۔

دین ورائے

درحقیقت دین ورائے کو جمع کرنا ہی سب سے بڑا فقہا محدثین کا کمال تھا لیکن اس کمال کے لئے بہت بڑی عقل وسمجھ کی ضرورت ہے من یرد اللہ بہ خیر ایفقھہ فی الدین سے اسی دین ورائے کے جمع کرنے کی استعداد وصلاحیت کی طرف اشارہ ہے۔

واقعہ سفر شام حضرت عمرؓ

حضرت عمرؓ کے سفر شام کے مشہور واقعہ کو یاد کیجئے، شام کے قریب پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں وباء پھیلی ہوئی ہے، رک جاتے ہیں، آگے قدم نہیں بڑھاتے، اپنے رفقاء سے شہر میں داخل ہونے نہ ہونے کے بارے میں مشورہ کرتے ہیں اور پھر قطعی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اسی جگہ سے مدینہ طیبہ کو واپس ہو جائیں۔

گورنر شام حضرت ابوعبیدہ (جلیل القدر صحابی) متحیر ہو کر حضرت عمرؓ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ جواب میں فرماتے ہیں کہ ہاں! ہم خدا کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں، پھر مثال سے سمجھایا کہ اگر ایک زمین خشک ہو اور دوسری سرسبز تو چرواہا اپنے جانور اگر بجائے خشک زمین کے سرسبز زمین میں چرائے گا تو کیا تم اس کے اس عمل کو خدا کی تقدیر سے بھاگنا کہو گے؟ جس طرح وہ تقدیر سے بھاگنا نہیں، یہ بھی نہیں۔

فقیہ کا منصب

یہ حضرت عمرؓ کی اپنی فراست وفقاہت تھی، جس میں ان کا مرتبہ حضرت ابوعبیدہ جیسے ہزاروں صحابیوں سے بڑھا ہوا تھا، ایسے فیصلوں کو کسی ایک حدیث واثر کے خلاف بظاہر سمجھا جاتا ہے یا باور کرایا جا سکتا ہے مگر درحقیقت ان فیصلوں کے پیچھے کتاب وسنت کی دوسری تصریحات واشارات ہوتے ہیں، جن پر ہر ایک کی نظر نہیں جاتی، یہ صرف فقیہ ہی کا کام ہے کہ وہ تمام جوانب کو مستحضر رکھتا ہے اور حقائق ومعانی سے اس کی نظر کسی وقت نہیں ہٹتی۔

ایسے ہی مواقع میں جب کبھی امام اعظمؒ کے کسی فیصلہ پر اس زمانہ کے اہل حدیث تنقید کرتے تھے تو حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ (جو امام بخاری کے کبار شیوخ میں ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ "اس جگہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تشریح کہو" یعنی جس کو تم امام کی ذاتی رائے سمجھ کر اعتراض کر رہے ہو وہ درحقیقت ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ حدیث کے معنی، مراد اور شرح ہی ہے۔

۸-ابواسحاق سبیعی

کبار تابعین سے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور بہت سے صحابہ سے جن کے نام علامہ نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھے ہیں) احادیث سنیں، عجلی نے کہا کہ ۳۰ صحابہ سے بالمشافہ روایت کرتے تھے، علی بن المدینی (استاد بخاریؒ) کا قول ہے کہ ابواسحاق کے شیوخ الحدیث کم وبیش تین سو تھے۔

۹-سماک بن حرب

بڑے محدث اور تابعی تھے، حضرت سفیان ثوری نے کہا کہ سماک نے حدیث میں کبھی غلطی نہیں کی، خود سماک نے فرمایا کہ میں ۸۰ صحابہ سے ملا ہوں۔

۱۰-ہشام بن عروہ

مشہور تابعی تھے، بہت سے صحابہ سے روایت کرتے تھے، بڑے بڑے ائمہ حدیث مثل سفیان ثوری، امام مالک، سفیان بن عیینہ ان کے شاگرد تھے، ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث کہا، ابوحاتم نے امام حدیث۔

بصرہ

کوفہ کے بعد امام صاحب نے بصرہ کا رخ کیا اور قتادہ سے حدیث حاصل کی جو بہت بڑے محدث اور مشہور تابعی تھے، عقود الجمان میں ہے کہ امام صاحبؒ نے شعبہ سے روایت کی اور انہوں نے اپنے سامنے ہی امام صاحب کو فتویٰ و روایت کی اجازت بھی دیدی تھی۔

۱۱-قتادہ

حضرت قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ، عبداللہ بن سرجسؓ، ابوالطفیل وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی۔

۱۲-شعبہ (متوفی ۱۶۰ھ)

بڑے مرتبہ کے محدث تھے، سفیان ثوری نے ان کو فن حدیث میں امیر المومنین مانا ہے، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا، حضرت شعبہ امام صاحبؒ کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور غائبانہ تعریف وتوصیف کیا کرتے تھے۔

ایک روز فرمایا- جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے، اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہؒ ہم نشین ہیں، یحییٰ بن معین سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا ابوحنیفہ کے بارے میں کیا خیال ہے، فرمایا کہ اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے ان کو حدیث و روایت کی اجازت دی، اور شعبہ آخر شعبہ ہی ہیں۔ (عقود الجمان)

بصرہ کے دوسرے شیوخ عبدالکریم، ابوامیہ اور عاصم بن سلیمان الاحول وغیرہ سے بھی امام صاحب نے احادیث سنیں۔

مکہ معظمہ

بصرہ کے بعد امام صاحبؒ نے تکمیل علم حدیث کے لئے مکہ معظمہ کے شیوخ حدیث سے استفادہ کیا۔

۱۳-عطاء بن ابی رباح

مشہور تابعی اور مکہ معظمہ کے ممتاز ترین محدث تھے، اکابر صحابہ نے استفادۂ علوم کیا اور درجہ اجتہاد کو پہنچے خود فرمایا کرتے تھے کہ میں دو سو اصحاب رسول اللہ ﷺ سے ملا ہو، عطاء ۱۱۵ھ تک زندہ رہے اور امام صاحب جب بھی مکہ معظمہ حاضر ہوتے تھے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ فرماتے تھے۔

۱۴-عکرمہ

عطاء کے علاوہ امام صاحبؒ نے مکہ معظمہ کے دوسرے محدثین سے بھی حدیث حاصل کی جن میں سے حضرت عکرمہ (شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جنہوں نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو غیرہ صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا تھا اور کم وبیش ستر مشہور تابعین تفسیر وحدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔

مدینۃ الرسول ﷺ

مکہ معظمہ کے بعد امام صاحبؒ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا اور وہاں کے شیوخ سے استفادہ فرمایا مختصر حالات ان شیوخ کے ملاحظہ کیجئے۔

۱۵-سلیمان

امام صاحبؒ نے تحصیل حدیث میں علماء ومحدثین مدینہ طیبہ سے بھی استفادہ کیا جن میں سے ایک حضرت سلیمان تھے جو ام المومنین حضرت میمونہؓ کے غلام تھے اور مدینہ طیبہ کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے تھے۔

۱۶-سالم

دوسرے حضرت سالم امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے تھے، یہ بھی وہاں اس وقت علم فقہ حدیث اور مسائل شرعیہ میں مرجع عام وخاص تھے۔

شام

ملک شام کے مشہور ومعروف امام حدیث وفقہ اوزاعی سے بھی امام صاحب مکہ معظمہ میں ملے ہیں اور دنوں میں علمی مذاکرات جاری رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن مبارک (تلمیذ خاص امام اعظمؒ) کا بیان ہے کہ میں امام اوزاعی کی خدمت میں شام حاضر ہوا تو انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں دریافت کیا کہ کوفہ میں ابوحنیفہؒ کون ہیں جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے، اس پر میں خاموش رہا اور امام اوزاعی کو امام صاحب کے خاص خاص مشکل استنباطی مسائل سناتا رہا اور جب پوچھتے کہ یہ کس کی تحقیق ہے تو کہتا کہ عراق کے ایک عالم ہیں وہ کہتے کہ وہ تو بڑے فقیہ معلوم ہوتے ہیں۔

ایک روز کچھ لکھے ہوئے اجزاء لے گیا جن میں امام صاحب کے ملفوظات قیمہ تھے اور سرنامہ پر ہی قال نعمان بن ثابت تحریر تھا، غور سے پڑھا، پھر پوچھا کہ یہ نعمان کون بزرگ ہیں؟

میں نے کہا کہ عراق کے ایک شیخ ہیں جن کی صحبت میں میں رہا ہوں، فرمایا کہ یہ بڑے پایہ کا شخص ہے، میں نے کہا کہ یہ وہی ابوحنیفہ ہیں جن کو آپ مبتدع بتلاتے تھے، امام اوزاعی کو اپنی غلطی پر افسوس ہوا اور جب حج کے لئے گئے تو امام صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان ہی مسائل مبہمہ کا ذکر آیا اور امام صاحب نے اس خوبی سے تقریر فرمائی کہ امام اوزاعی حیران رہ گئے اور امام صاحب کے جانے کے بعد مجھ سے کہا کہ- "اس شخص کے کمال نے اس کو لوگوں کی نظر میں محسود بنا دیا ہے، بے شبہ میری بدگمانی غلط تھی جس کا مجھے افسوس ہے"۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام

اوزاعی اورامام صاحب کے درمیان مذاکراتی افادہ کا تعلق رہا ہے۔

یہاں چند شیوخ کے اسماء گرامی ہم نے ذکر کردیئے ہیں ورنہ امام صاحبؒ کے شیوخ حدیث کثیر تھے، امام ابوحفظ کبیر (تلمیذ امام محمدؒ وشیخ امام بخاری نے تو دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے کم سے کم چار ہزار اشخاص سے احادیث روایت کی ہیں صرف شیخ حماد ہی سے دو ہزار حدیث کی روایت منقول ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں شیوخ کے نام گنا کرآخر میں ''وخلق کثیر'' لکھا ہےاور حافظ ابوالمحاسن شافعی نے عقود الجمان میں کئی سوحضرات شیوخ کے نام بقید نسب لکھے ہیں۔

خاص بات قابل ذکر یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے اساتذہ اکثر تابعین ہیں اور رسول اکرم ﷺ تک صرف ایک واسطہ ہے، یا وہ لوگ ہیں جو مدت تک بڑے بڑے تابعین کی صحبت میں رہے تھے اور علم وفضل، دیانت و پرہیز گاری کے اعلیٰ نمونہ خیال کئے جاتے تھے، ان دوقسموں کے سوا بہت کم ہیں۔

امام اعظمؒ کے پاس ذخیرہ حدیث

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''شرح سفر السعادت'' میں لکھا ہے کہ علماء سے منقول ہے کہ امام صاحب کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں احادیث مسموعہ کا ذخیرہ محفوظ تھا اور آپ نے تین سو تابعین سے علم حاصل کیا اور کل اساتذہ حدیث آپ کے چار ہزار تھے، جن کو کچھ لوگوں نے بحروف تہجی جمع کیا ہے، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر وغیرہ ائمہ شافعیہ نے بھی اسی تعداد کو ذکر کیا ہے، مسند خوارزمی میں بھی سیف الائمہ سائلی سے یہی تعداد نقل کی گئی ہے۔

خاص کوفہ ہی جو امام اعظم کا مولد و مسکن تھا، اس میں ایک ہزار سے زیادہ صحابہ تو طبقات ابن سعد وغیرہ میں بھی مذکور ہیں لیکن ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہ درس بخاری شریف میں فرمایا کرتے تھے کہ وہاں کئی ہزار صحابہ پہنچے ہیں۔

اسی لئے عفان بن مسلم نے کوفہ میں صرف چار ماہ اقامت کرکے پچاس ہزار حدیثیں لکھ لیں اور وہ بھی ایسی جو جمہور کے نزدیک مسلم و مقبول تھیں، یہ بات کوفہ کے سواء دوسری کسی جگہ کو خود ان ہی کے قول سے حاصل نہیں تھی، جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہی اور یہی وجہ ہے کہ تمام اکابر ائمہ وحفاظ حدیث کو طلب حدیث کے لئے کوفہ کا سفر کرنا ناگزیر ہوگیا تھا۔

رجال کی کتابیں دیکھئے تو ہزاروں راوی کوفہ ہی کے ملیں گے جن کی روایت سے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتب صحاح بھری ہوئی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اپنی کتب صحاح میں تعامل سلف کے ساتھ اہل کوفہ کا تعامل بھی بڑی اہمیت سے نقل کیا ہے یہاں تک کہ امام ترمذی نے احکام فقہی کا کوئی باب کم چھوڑا ہے، جہاں اعتناء کے ساتھ اہل کوفہ کا مذہب نقل نہ کیا ہو اور اہل کوفہ کو ''اعلم بمعانی الحدیث'' اور ''اہل علم'' کے خطابات سے بھی نوازا ہے۔

یہ بات اس لئے اور زیادہ اہم ہوجاتی ہے کہ امام ترمذی، امام بخاری کے شاگرد رشید ہیں، ان سے ترمذی میں نقل حدیث بھی کرتے ہیں، باوجود اس کے جب مسائل واحکام میں دوسرے ائمہ کے مذاہب نقل کرتے ہیں تو امام بخاری کا مذہب نقل نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو مجتہد مطلق ماننے کو وہ بھی تیار نہ تھے، حالانکہ آجکل کے اہل حدیث امام بخاری کو مجتہد منوانے پر بڑا زور صرف کرتے ہیں، ہم بھی امام بخاری کو مجتہد مانتے ہیں مگر مجتہدین کے مدارج و مراتب ہیں، امام اوزاعی بھی مجتہد تھے بلکہ ان کا مذہب بھی تیسری صدی کے وسط تک معمول بہ رہا، اسی طرح اور بھی ہوئے ہیں، مگر جو اجتہاد کا مرتبہ عالیہ ائمہ اربعہ کو حاصل ہوا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہوسکا اور ان میں سے

بھی جومنصب عالی امام اعظمؒ کونصیب ہوا، دوسروں کی رسائی وہاں تک نہ ہوسکی، امام صاحبؒ کا یہ تفوق اپنوں اور غیروں سب ہی میں تسلیم شدہ ہے اوراسکا انکارروز روشن میں آفتاب عالم تاب کا انکار ہے جن لوگوں نے ایسا کیا ہے اس کا سبب محض حسد وعداوت یا امام صاحبؒ کے مدارک اجتہاد سے ناواقفیت ہے۔

علامہ شعرانی شافعی نے ''میزان کبریٰ'' میں حضرت سیدنا علی الخواص شافعیؒ سے نقل کیا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مدارک اجتہاد اس قدر دقیق ہیں کہ ان کو اولیاء اللہ میں سے بھی صرف اہل کشف ومشاہدہ اچھی طرح جان سکتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ وضو کے مستعمل پانی میں گناہوں کا مشاہدہ کرتے تھے اور وضو کرنے والے کو تنبیہ فرمادیا کرتے تھے زنا، غیبت یا شرب وغیرہ سے توبہ کرے جس میں ہو مبتلا ہوتا تھا۔

نیز فرمایا کہ اہل کشف وضوء کے مستعمل پانی میں گناہوں کے اثرات اس طرح مشاہدہ کرتے ہیں جس طرح تھوڑے پانی میں نجاست غلیظہ پڑی ہو یا کتا مرا ہوا سڑرہا ہو جس کو سب لوگ ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، اسی لئے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسف ماء مستعمل کو مکروہ فرماتے تھے اور انہوں نے اس کی تین قسمیں کردی ہیں، ایک مثل نجاست غلیظہ کے جب کہ مکلف نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو، دوسری مثل نجاست متوسطہ جب کہ ارتکاب صغیرہ کیا ہو، تیسری طاہر غیر مطہر اس احتمال پر کہ اس نے کسی مکروہ کا ارتکاب کیا ہو۔

علامہ شعرانی نے فرمایا کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسف اہل کشف وشہود میں سے تھے، انہوں نے فرمایا، ہاں یہی بات ہے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحب امام ابویوسف اکابر اہل کشف میں سے تھے اور اسی لئے وہ ماء مستعمل میں کبائر، صغائر اور مکروہات کو الگ الگ ممتاز حالت میں مشاہدہ کرتے تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ تامۃ۔

غرض یہ تھا امام اعظمؒ کا مولد ومسکن اور علمی گہوارہ جس کی آغوش میں رہ کر انہوں نے تربیت پائی اور مذکور الصدر قسم کے اکابر کے علوم نبوت سے سیراب ہو کر انہوں نے اپنی ساری عمر خدمت حدیث وفقہ میں بسر کی۔

ظاہر ہے کہ ایسی علمی وحدیثی سرزمین کا محدث اعظم اور فقیہ معظم بھی اگر کتاب وسنت کا پورا پورا متبع نہیں ہوا تو اور کون ہوسکتا ہے، اس کے بعد امام احب کے کسی قدر تفصیلی تعارف کے لئے ہم ان کے علمی وعملی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ ''انوارالباری'' میں زیر بحث آنے والے فقہی مسائل میں آپ کی عظمت وسیادت کی تصدیق ہو۔

وما توفیقنا الا باللہ علیہ توکلنا والیہ انیب

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من ھؤلاء (ابناء فارس)



یعنی

امام الائمہ، سراج الامہ، حافظ حدیث، الحجۃ الثبت سید الفقہاء و المجتہدین شیخ المحدثین

فقیہ الملت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

کے علمی و عملی کمالات کا مرقع جمیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات امام اعظمؒ

تاریخ ولادت وغیرہ

تاریخ خطیب اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں سند صحیح سے نقل ہے کہ امام صاحب کے پوتے اسماعیل نے کہا کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان فارس کے ابناء احرار میں سے ہوں اور خدا کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، آپ کے آباء واجداد رؤساء میں سے تھے، ان کے والد ثابت بڑے تاجر تھے، حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ان کے خاندان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ (تاریخ بغداد لابن جزلہ)

۸۰ھ ہجری[1] میں پیدا ہوئے، سنہ ولادت میں اختلاف ہے علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو قرائن ودلائل سے ترجیح دی ہے۔

۸۷ھ ہجری میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث صحابی سے ملے اور حدیث سنی۔

۹۶ھ ہجری میں پھر حج کو گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے۔

درمختار میں ہے کہ آپ نے بیس ۲۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔

خلاصہ واکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ چھبیس ۲۶ صحابہ کو دیکھا ہے۔

سکونت: امام صاحبؒ کا وطن کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہ مقیم رہے، طبقات ابن سعد میں ایک ہزار سے زیادہ فقہاء کوفہ کا ذکر ہے جن میں ڈیڑھ سو صحابہ ہیں، کوفہ میں تین سو صحابہؓ تو بیعت الرضوان میں شریک ہونے والے ہی تھے اور ستر بدری تھے۔ (طبقات ابن سعد)

امام احمد نے سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے کہ احکام حج کے لئے مکہ، قراءت کے لئے مدینہ اور حلال وحرام کے مسائل کے لئے کوفہ مرکز ہیں۔ (معجم البلدان)

رسول اکرم ﷺ کے بعد علوم نبوت کے تین مرکز تھے، مکہ، مدینہ وکوفہ، مکہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباس تھے، مدینہ کے حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ (اعلام الموقعین)

عبدالجبار بن عباس نے بیان کیا کہ میرے والد نے عطاء بن ابی رباح محدث مکہ معظمہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا کہ تمہارا مکان کہاں ہے؟ کہا کوفہ! عطاء نے فرمایا تعجب ہے تم مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو، مکہ والوں نے تو علم کوفہ والوں سے حاصل کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

کوفہ میں چار ہزار سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اور آٹھ سو سے زیادہ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد تھے، غرض امام صاحبؒ

---

[1] تاریخ ابن خلکان ص ۶۶ ج ۲ میں ۶۱ھ اور ۸۰ھ دو قول نقل کئے ہیں، مسند خوارزمی ص ۲۱ ج ۱ اور معجم المصنفین ص ۹ ج ۲ میں بھی ۶۱ھ کی روایت نقل ہے جو حافظ حدیث حسن الخلال م ۴۳۹ھ سے ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۱۰ ج ۳ میں ان کا مفصل تذکرہ ہے)

نے اتنے بڑے علمی مرکز میں تربیت وتعلیم حاصل کی اور علماء حرمین شریفین سے بھی برابر استفادہ فرماتے رہے، اسی لئے امام صاحبؒ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تک آئی ہے۔ (شرح سفرالسعادت شیخ محدث ملوی ومسند خوارزمی)

حافظ ابن حجر وغیرہ محدثین سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

امام صاحبؒ کے اساتذہ میں صحابہ کے بعد اعلیٰ درجہ کے اہل علم وفضل تابعین تھے۔

امام صاحب کے بارے میں حدیثی بشارت

محدث کبیر علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ نے تبلیض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة میں تحریر کیا ہے کہ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بشارت دی ہے جس حدیث میں آپ نے فرمایا کہ "اگر علم ثریا پر بھی ہوگا تو کچھ لوگ ابناء فارس کے اس کو ضرور حاصل کرلیں گے"۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ہریرہؓ)

شیرازی نے "القاب" میں قیس بن سعد بن عبادہ سے ان الفاظ میں روایت کیا کہ "اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اس کو ابناء فارس کی ایک قوم ضرور حاصل کرلے گی"۔

حدیث ابی ہریرہؓ مذکور کی اصل صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ان الفاظ سے ہے کہ "اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی حاصل کرلیں گے"۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابناء فارس میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے بھی حاصل کرلے گا"۔

قیس بن سعد سے معجم طبرانی کبیر میں اس طرح ہے کہ "اگر ایمان ثریا پر بھی معلق ہوگا کہ عرب اس کو نہ پہنچ سکیں تب بھی رجال فارس اس کو حاصل کرلیں گے"۔

حضرت ابن مسعودؓ سے معجم طبرانی میں اس طرح ہے کہ "اگر دین ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اس کو کچھ لوگ ابناء فارس میں سے ضرور حاصل کرلیں گے"۔

یہ سب تفصیل علامہ سیوطیؒ نے ذکر کرکے تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث اصل کے اعتبار سے صحیح ہے، بشارت وفضیلت کے باب میں معتمد ہے اور اس کے ہوتے ہوئے امام صاحب کی منقبت میں کسی غیر معتمد حدیث کی ضرورت نہیں، جس طرح امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے بارے میں بھی دو حدیثیں بشارت وفضیلت کے طور پر ائمہ نے ذکر کی ہیں اور کافی ہیں۔

امام صاحب تابعی تھے

علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ نے شرح مشکوٰۃ شریف میں تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے آٹھ صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالکؓ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تہذیب التہذیب ص ۴۴۹ ج ۱۰ میں تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحافظ میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ کو جب وہ کوفہ میں تشریف لائے تو امام صاحبؒ نے ان کو کئی بار دیکھا ہے نواب صدیق حسن خان صاحب پیشوائے غیر مقلدین نے باوجود تعصب ومخالفت کے "التاج المکلل" میں رؤیت حضرت انسؓ کا اقرار کیا ہے اور خطیب کی تاریخ بغداد سے اس کو نقل کیا۔

غرض حافظ ذہبی، امام نووی، ابن سعد، خطیب بغدادی، دارقطنی، حافظ ابن حجر، ابن الجوزی، حافظ جلال الدین سیوطی، حافظ ابن حجر مکی، حافظ زین عراقی، حافظ سخاوی، ابن مقری شافعی، امام یافعی، امام جزری، ابونعیم اصفہانی، ابن عبدالبر، سمعانی، عبدالغنی مقدسی، سبط ابن

الجوزی، فضل اللہ تورپشتی، ولی عراقی، ابن الوزیر، حافظ بدرالدین عینی، قسطلانی وغیرہ محدثین کبار نے رؤیت انسؓ کو تسلیم کیا ہے۔
جو حدیث صحیح کے مطابق اور محققین محدثین کے اصول پر بھی تابعی ہونے کے لئے کافی ہے۔
اسی لئے حافظ ذہبی نے امام صاحبؒ کو تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے اور تقریب میں طبقہ سادسہ میں ذکر کرنے کو لغزش قلم قرار دیا گیا ہے۔
تاریخ خطیب ص ۳۰۸ ج ۴ میں ایک قول دارقطنی کی طرف بروایت حمزہ سہمی یہ بھی منسوب کیا گیا کہ جب دارقطنی سے دریافت کیا گیا کہ امام صاحب کا سماع حضرت انسؓ سے صحیح ہے یا نہیں؟ تو کہا کہ "نہیں اور نہ رؤیت ہی صحیح ہے" حالانکہ دارقطنی نے کہا یہ تھا کہ "نہیں مگر رؤیت صحیح ہے"۔
شاطر مصحح نے لا الا رؤیۃ کو لا و لا رؤیۃ بنا دیا، چنانچہ امام سیوطی کی "تبییض الصحیفہ" میں حمزہ سہمی سے ہی دارقطنی کا جواب تفصیل سے نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو یقیناً اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر روایت نہیں سنی۔
علامہ ابوالقاسم بن ابی العوام نے اپنی کتاب "فضائل ابی حنیفہ واصحابہ" میں بڑی تفصیل سے امام صاحب کے معاصرین صحابہ کا تذکرہ کیا ہے، مکتبہ ظاہری دمشق میں یہ کتاب موجود ہے (ذکرہ العلامۃ الکوثری فی تانیب الخطیب ص ۱۵)
اس کے علاوہ مسند حصکفی میں ایک روایت بھی امام صاحب کی حضرت انسؓ سے روایت کی گئی ہے یعنی "الدال علی الخیر کفاعلہ" اور یہ حدیث مسند بزار میں بھی حضرت ابن مسعودؓ و انسؓ سے مروی ہے اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔
نیز حافظ موفق نے مناقب الامام میں اپنی مسند سے بھی امام ابو یوسف کے واسطہ سے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا کہ "رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، الدال علی الخیر کفاعلہ واللہ یحب اغاثۃ اللھفان (یعنی جو شخص نیکی کا راستہ بتلائے وہ بھی نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب کا مستحق ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم و مصیبت زدہ کی فریاد رسی کو پسند فرماتے ہیں)"،
جامع بیان العلم لابن عبدالبر، فتح المغیث للسخاوی سے بھی امام صاحب کی روایت میں وحدان[1] کا ثبوت ملتا ہے۔
اسی طرح امام موفق نے کئی روایات امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے واسطے سے حضرت انسؓ سے امام صاحب کی زبانی نقل کی ہیں اس سے مخالفین معاندین کی یہ بات بھی رد ہوگئی کہ اگر امام صاحبؒ کی روایت کسی صحابی سے ثابت ہوتی تو آپ کے اصحاب ضرور اس کو روایت کرتے، ملاحظہ کر لیجئے کہ ایک امام ابو یوسف ہی سے کتنی روایات منقول ہیں۔ (مسانید امام اعظمؒ میں چھ وحدان ملتی ہیں)۔
واضح ہو کہ حدیث میں طوبیٰ لمن رانی و آمن بی وطوبی لمن رای من رانی وارد ہے جس سے ایمان کے ساتھ محض رؤیت پر صحابیت اور اسی طرح محض رویت پر طابعیت کا ثبوت واضح ہے، اسی لئے جمہور محدثین نے رویت کے ساتھ روایت وغیرہ کی شرط نہیں لگائی ہے، امام بزازی نے مقدمہ مناقب الامام میں اس پر بحث کی ہے وہ دیکھ لی جائے۔
اور ہدیۃ المہدی جلد دوم میں مولانا وحید الزماں صاحب حیدر آبادی پیشوائے غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ "تابعی وہ ہے جو کسی صحابی سے حالت ایمان میں ملا ہو" لہذا ابوحنیفہ بھی اس لحاظ سے تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت انس صحابی کو دیکھا ہے، جس کو ابن سعد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔
اسی طرح فتاویٰ حافظ ابن حجر میں بھی تصریح ہے کہ "امام صاحب نے ایک جماعت صحابہ کو پایا جو کوفہ میں تھے لہٰذا وہ طبقہ تابعین میں سے تھے اور یہ فضیلت کسی کو آپ کے معاصر ائمہ امصار میں سے حاصل نہ ہوئی، مثلاً امام شام اوزاعی، امام بصرہ ہر دو حماد، امام کوفہ سفیان ثوری، امام مدینہ امام مالک اور امام مصر لیث بن سعد" (یعنی ان سب جلیل القدر ائمہ امصار کو شرف تابعیت حاصل نہ ہوا جو امام صاحبؒ کو حاصل ہوا)۔

---

[1] یعنی ایسی احادیث جن میں امام صاحب نے براہ راست صحابہ سے سنا اور روایۃ کیا ہے نیز ملاحظہ ہوں جامع المسانید، مناقب مکی، تبییض الصحیفہ للسیوطیؒ۔

حافظ ابن حجر شافعی کا یہ نقل کر کے علامہ ابن حجر مکی شافعی نے ''الخیرات الحسان'' میں لکھا کہ امام صاحبؒ اجلۂ تابعین میں سے تھے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

والذین اتبعو هم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه و اعدلهم جنات تجری تحتها الانهٰر خالدین فیها ابدا، ذالک الفوز العظیم.

یہاں اس امر کی صراحت بھی غالباً بے محل نہ ہوگی کہ امام اعظمؒ امام مالک سے کم از کم پندرہ سال بڑے تھے کیونکہ امام صاحب ۸۰ھ میں پیدا ہوئے (اگر چہ اقوال اس سے قبل پیدائش کے بھی ہیں، اور امام مالکؒ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔

گویا امام صاحبؒ کا زمانہ امام مالکؒ سے بہت مقدم ہے پھر بھی صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین خطیب نے ''اکمال فی اسماء الرجال'' کے باب ثانی میں ائمہ متبوعین کا تذکرہ کیا تو امام مالکؒ کو سب سے پہلے ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ ہم نے امام مالکؒ کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا ہے کہ وہ زمانہ اور مرتبہ کے اعتبار سے مقدم ہیں۔

ملاحظہ کیجئے کہ امام اعظمؒ کو صاحب مشکوٰۃ نے امام مالکؒ سے عمر اور مرتبہ دونوں میں کم قرار دیا، یہ ایسے ایسے جلیل القدر محدثین کا امام صاحبؒ کے ساتھ انصاف ہے۔

زمانہ کے تقدم و تاخر کو تو ناظرین خود ہی دیکھ لیں کہ پیدائش میں بھی امام صاحب مقدم ہیں اور پھر وفات میں بھی کہ امام صاحبؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہو جاتی ہے اور امام مالک کی ۱۹۹ھ میں ہوئی۔

اس کے بعد مرتبہ کو دیکھئے کہ حافظ ابن حجر شافعی کی تصریح ابھی آپ پڑھ چکے کہ امام صاحبؒ تابعی تھے اور آپ کے معاصرین حتیٰ کہ امام مالک بھی تابعی نہیں تھے تو مرتبہ تابعی کا بڑا ہے یا تبع تابعین کا۔

پھر امام مالکؒ کو علامہ ابن حجر مکی شافعی نے امام اعظمؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے، ملاحظہ ہو الخیرات الحسان ص ۶ تو مرتبہ استاد کا زیادہ ہے یا شاگرد کا، امام صاحبؒ امام مالک کی روایت حدیث پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور امام صاحب کی روایت امام مالک سے مشکوک ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں ہے اور دار قطنی نے جو روایتیں ذکر کی ہیں ان میں کلام ہے کیونکہ وہ بطور مذاکرہ تھیں، بطور تحدیث یا بقصد روایت نہ تھیں۔

علامہ کوثریؒ نے اپنی بے نظیر محققانہ تصنیف ''احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق'' (جو امام الحرمین شافعی کے رد میں لکھی) کے آخر میں ۶ صفحہ کا ایک رسالہ بنام ''اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک'' ملحق کیا ہے جس میں اپنی حسب عادت تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

اس سے بھی امام مالک کا تلمذ ثابت ہے، امام صاحب جب کبھی مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے تو امام مالک ان سے علمی مذاکرات کرتے تھے، بعض اوقات پوری پوری رات مذاکرے میں گذر جاتی تھی، ایک دفعہ طویل مذاکرہ کے بعد اٹھ کر اپنے حلقۂ تلامذہ میں امام مالکؒ آئے تو پسینہ میں تر تھے، کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ بحث کرتے کرتے مجھ کو اس قدر پسینہ آ گیا ہے (اور اس سے تعجب کیا ہے؟ بے شک وہ بہت بڑے فقیہ ہیں (یعنی ان کے قوی دلائل سے مجھ کو اس قدر متاثر ہونا چاہئے)۔

ایک بار کسی نے امام صاحب کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ ''سبحان اللہ! ان کا کیا کہنا وہ اگر لکڑی کے ستون کے بارے میں دعویٰ کر بیٹھتے کہ یہ سونے کا ہے تو اس کو بھی دلائل کی قوت سے ثابت کر دیتے''۔

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک امام اعظم کی کتابوں کی کھوج میں رہتے تھے اور بڑی کوشش سے حاصل کر کے مطالعہ کرتے اور

مستفید ہوتے تھے، یہ بھی منقول ہے کہ ساٹھ ہزار مسائل امام صاحب کے ان کو پہنچے اور خود امام مالک کا تالیفی دور امام صاحب کی وفات کے بعد شروع ہوا ہے، اس لئے ان سے امام صاحب کے مستفید ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شاید صاحب مشکوٰۃ کے نظریۂ مذکورہ بالا کے تتبع میں ہی بعض غیر مقلدین نے مزید ترقی کرے یہ بھی دعویٰ کر دیا کہ امام اعظمؒ نہ صرف امام مالک کے شاگرد تھے بلکہ تلمیذ التلمیذ تھے، یعنی ایک مرتبہ اور نیچے گرا دیا اور اس کا ثبوت بھی فراہم کیا جس کی پوری سرگزشت مولانا امیر علی صاحب (تلمیذ خاص مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ) محشی تقریب التہذیب نے تذنیب کے ص ۵ پر لکھی ہے، مزید بصیرت کے لئے دیدۂ عبرت کشا سے اس کو بھی پڑھتے چلئے!

''بعض اہل حدیث نے جن کے پاس حدیث کا صرف اتنا علم ہوتا ہے کہ اس سے اپنی متعصبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کر سکیں لکھ دیا ہے کہ ''امام ابو حنیفہ نے ابوالولید طیالسی سے اور انہوں نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے لہذا امام صاحب امام مالکؒ کے شاگرد کے شاگرد ہوئے لیکن حنفیہ کو تعصب نے اندھا کر دیا ہے اس لئے وہ ان کے تلمذ کو تسلیم نہیں کرتے'' حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے کیونکہ یہ ابوالولید طیالسی سے روایت کرنے والے ابوحنیفہ نہیں ہے بلکہ ابوالخلیفہؒ ہیں، لہذا تعصب سے اندھا ہونے کی بات ایسے کم علم اہل حدیث پر ہی الٹی پڑتی ہے، نعوذ باللہ من شر العصبیۃ''۔

راقم الحروف کے سامنے اس وقت صاحب مشکوٰۃ کی ''اکمال'' مذکور کھلی ہوئی ہے، حاشا وکلا ان کی جلالت قدر سے یا ان کی بیش بہا اور گرانقدر کتاب مستطاب ''مشکوٰۃ شریف'' کی عظمت وافادیت سے سرمو انحراف وانکار نہیں مگر چونکہ یہ ہمارے درسی سلسلہ کی اہم کتاب ہے اس لئے بنظر افادۂ طلبہ علم دو تین باتیں اور بھی لکھتا ہوں۔

ص ۶۲۴ پر امام مالکؒ کا ذکر مبارک دو کالم میں کرنے کے بعد امام صاحبؒ کا ذکر خیر بھی ایک کالم میں کیا ہے، تحریر فرمایا کہ ''امام صاحب نے چار صحابہ کا زمانہ پایا، حضرت انسؓ وغیرہ کا مگر نہ کسی صحابی سے ملے اور نہ کسی سے روایت کی'' پھر امام صاحبؒ سے روایت کرنے والوں میں امام مالکؒ کا کچھ ذکر نہیں، خلیفہ منصور نے ان کو کوفہ سے بغداد منتقل کر دیا تھا جہاں وہ مقیم ہوئے اور وفات پائی۔

ابن ہبیرہ نے کوفہ کی قضا قبول نہ کرنے پر کوڑوں کی سزا دی، پھر کچھ حضرات کے اقوال امام صاحب کی منقبت میں ذکر کئے ہیں، امام صاحب کی درسی، افتائی اور بے نظیر علمی کارنامہ تدوین فقہ وغیرہ مہمات کا کوئی ذکر فکر نہیں، اور بس۔

ان کے بعد امام شافعیؒ کا ذکر مبارک تقریباً چار کالم میں ہے، اس میں امام محمدؒ کی خدمت میں رہنا، تلمذ، ان سے غیر معمولی استفادہ اور اس سلسلہ کی چیزیں جن کو امام شافعیؒ نے خود بڑی اہمت سے بیان کیا ہے وہ سب ان کے تذکرہ میں سے حذف ہو گئیں، البتہ امام مالکؒ کے تلمذ کا ذکر اچھی تفصیل سے فرمایا ہے۔

پھر لکھا ہے کہ ان کے فضائل کا شمار نہیں ہوسکتا وہ دنیا کے امام تھے، مشرق ومغرب کے عالم تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ علوم ومفاخر عطا کئے تھے جو ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی امام کے لئے جمع نہیں کئے اور ان کا ذکر دنیا میں اس قدر پھیلا کہ کسی کا ذکر اتنا نہیں پھیلا وغیرہ اس کے بعد امام احمدؒ، امام بخاریؒ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ کے تذکرے ہیں۔

علم: حضرت حماد کے حلقہ درس میں ان کے سوا کوئی اور استاد کے سامنے نہ بیٹھتا تھا، دس برس ان کی خدمت میں رہے تھے کہ ایک دفعہ اپنی جگہ بٹھا کر حماد باہر گئے، امام صاحبؒ لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے رہے، جن میں وہ مسائل بھی آئے جو استاد سے نہ سنے تھے۔

استاد کی واپسی پر وہ سب مسائل ان کی خدمت میں پیش کئے جن کی تعداد ساٹھ ۶۰ تھی، استاد نے چالیس ۴۰ سے اتفاق کیا، بیس ۲۰ سے خلاف، امام صاحبؒ نے قسم کھائی کہ ساری عمر حاضر رہوں گا، چنانچہ استاد کی وفات تک ساتھ رہے، کل زمانہ رفاقت اٹھارہ سال ہوا۔

حضرت حماد کے صاحبزادے اسماعیل نے بیان کیا کہ ایک بار والد سفر میں گئے اور کچھ دن باہر رہے واپسی پر میں نے پوچھا، ابا جان آپ کو

سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا؟ فرمایا ابوحنیفہؒ کے دیکھنے کا اگر یہ ہوسکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرے سے نہ اٹھاؤں تو یہی کرتا۔

عبادت وورع: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر پوچھا کہ کوفہ والوں میں سب سے زیادہ پارسا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابوحنیفہؒ، ان ہی کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ کوئی پارسا نہیں دیکھا حالانکہ دروں سے، مال ودولت سے ان کی آزمائش کی گئی۔

سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ ہمارے وقت میں کوئی آدمی مکہ میں ابوحنیفہؒ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔

ابومطیع کا قول ہے کہ میں قیام مکہ کے زمانہ میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا، ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کو طواف میں مصروف پایا۔

ابوعاصم کا قول ہے کہ کثرت نماز کی وجہ سے ابوحنیفہ کو لوگ ''میخ'' کہنے لگے تھے۔

شب بیداری وقرآن خوانی

یحییٰ بن ایوب الزاہد کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہؒ رات کو نہیں سوتے تھے۔

اسد بن عمرو کا قول ہے کہ ابوحنیفہؒ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کردیتے تھے اور یہ بھی کہا کہ جس مقام پر وفات ہوئی ہے وہاں امام صاحبؒ نے سات ہزار قرآن مجید ختم کئے تھے۔

ابوالجویریہ کا قول ہے کہ میں حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دثار، علقمہ بن مرثد، عون بن عبداللہ اور امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہا ہوں میں نے ان سب میں کسی کو ابوحنیفہؒ سے بہتر شب گذار نہیں پایا، مہینوں ان کی صحبت میں رہا لیکن ایک رات بھی ان کو پہلو لگاتے نہیں دیکھا۔

مسعر بن کدام نے بیان کیا کہ میں ایک رات مسجد میں گیا تو کسی کے قرآن مجید پڑھنے کی دلکش آواز سنی جو دل میں اتر گئی، وہ پڑھتے ہی رہے یہاں تک کہ پورا کلام مجید ایک رکعت میں ختم کردیا میں نے دیکھا تو وہ ابوحنیفہؒ تھے۔

خارجہ بن مصعب کا قول ہے کہ خانہ کعبہ میں چار اماموں نے پورا قرآن پڑھا ہے، حضرت عثمانؓ، تمیم داریؓ، سعید بن جبیرؒ اور امام ابوحنیفہؒ۔

قاسم بن معن کا بیان ہے کہ ایک رات امام ابوحنیفہؒ نے نماز میں یہ آیت پڑھی بل الساعة موعدهم والساعة ادهى و امر تمام رات اس کو دہراتے رہے اور شکستہ دلی سے روتے رہے۔

جود وسخاوت اور امداد مستحقین

ہر شخص کی التجا وآرزو پوری کرتے تھے سب کے ساتھ احسان کرتے، مال تجارت بغداد بھیجتے اس کی قیمت کا مال کوفہ منگواتے، سالانہ منافع جمع کرکے شیوخ محدثین کے لئے ضرورت کی اشیاء خریدتے، خوراک، لباس وغیرہ جملہ ضروریات کا انتظام کرتے اور نقد بھی دیتے۔

امام ابویوسف کا قول ہے کہ امام صاحب ہر سائل کی حاجت پوری کرتے تھے، دربار کے عطیوں سے ہمیشہ بچتے رہے، خلیفہ منصور نے ان کو ایک مرتبہ تیس ہزار روپے بھیجے انہوں نے خلاف مصلحت سمجھ کر کہا کہ میں بغداد میں غریب الوطن ہوں اجازت دیجئے کہ یہ رقم خزانہ شاہی میں ہی میرے نام سے جمع ہوتی رہے، منصور نے منظور کیا۔ بعد وفات منصور نے سنا کہ اس حیلہ سے احتراز کیا ہے اور یہ بھی سنا کہ امام صاحب کے پاس لوگوں کی امانتیں پچاس ہزار روپے کی تھیں جو بعد وفات بجنسہ واپس کردی گئیں، تو کہا کہ ابوحنیفہؒ میرے ساتھ چال چل گئے، امانت داری مسلم تھی، وکیع کا قول ہے کہ ''واللہ ابوحنیفہؒ بڑے امین تھے، اللہ کی جلالت وکبریائی ان کے دل میں بھری ہوئی تھی'' اور کہا کہ امام صاحب جب اپنے بال بچوں کے لئے کپڑے بناتے تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ کردیتے اور جب خود نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے برابر شیوخ علماء کے لئے لباس تیار کراتے، جب کھانا سامنے آتا تو اول اپنی خوراک کے مقدار سے دگنا نکال کر کسی محتاج کو دے دیتے۔

وفور عقل وزیر کی اور باریک نظری

یہ عنوان خطیب نے مستقل قائم کیا ہے اور ہم اس سلسلے میں مادحین امام اعظم کے اقوال کے ضمن میں ثبوت پیش کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

امام صاحب کے اساتذہ محدثین

حافظ ابن حجر مکی شافعیؒ نے الخیرات الحسان میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے چار ہزار اساتذہ سے حدیث حاصل کی، امام سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں اور امام موفق اور امام کردری نے مناقب میں امام صاحبؒ کے بہت سے شیوخ واساتذہ کے نام لکھے ہیں، واضح ہو کہ امام صاحب کے اساتذہ میں سے اکثر تابعین اور صحابہ کے شاگرد ہیں جن کی روایتیں کثرت سے صحاح ستہ میں موجود ہیں اور جن کی روایات بعض محدثین نے نہیں لیں وہ یا تو بعد زمانہ کے سبب ان کی عدم معرفت کی وجہ سے ہوا، یا مخالفوں، حاسدوں کی افتراء پردازیوں کے باعث کسی غلط فہمی کی وجہ سے۔

اور چونکہ تحقیق حال کی سعی نہیں کی اس لئے ان کو اپنے اساتذہ کے سلسلہ میں نہیں لیا مثلاً امام بخاریؒ کے بعض اساتذہ ایسے بھی ہیں کہ امام مسلمؒ وغیرہ نے ان میں کلام کر کے ان کی روایات کو داخل صحاح نہیں کیا اور بخاری کے نزدیک وہ سچے تھے، اس لئے ان کو استاد بنالیا، امام صاحب نے بھی اپنے سب اساتذہ کو ذاتی تحقیق حال کے بعد استاد بنایا تھا اس لئے ان میں کسی کلام کی گنجائش نہیں۔

الحاصل امام صاحبؒ کو جتنی روایات ان کے شیوخ سے پہنچیں، ان کی صحت میں کلام نہیں اور اگر کسی روایت میں متاخرین کو کلام ہو تو بمقابلہ تقدم زمان وقلت وسائط وجلالت شان امام صاحب ودیگر قرائن قابل اعتبار نہیں۔

امام صاحبؒ کا تفوق حدیث دوسرے اکابر علماء کی نظر میں

یزید بن ہارون: میں نے علماء سے سنا ہے کہ ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں ان کا نظیر تلاش کیا گیا مگر نہ ملا اور کہا کرتے تھے کہ امام صاحبؒ اعظم الناس ہیں، حفظاً للحدیث۔ (مناقب موفق وذب الذبابات ص ۲۷ ج ۱)

ابوبکر بن عیاش: ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے لوگوں میں افضل تھے۔

ابو یحییٰ حمانی: میں نے ابوحنیفہؒ سے بہتر شخص کبھی نہیں دیکھا، (مناقب موفق) ایک روز شریک اپنی میں بیٹھے تھے کہ قریش کی ایک قوم آئی اور ابوحنیفہؒ کا ذکر کر کے کہ پوچھا کہ آپ کا کیا حال تھا؟ کہا وہ ایک اجنبی شخص تھے مگر ہم سب پر غالب آگئے۔ (کردری، موفق، انتصار)

خارجہ بن مصعب: میں ایک ہزار سے زیادہ علماء سے ملا ہوں مگر علم وعقل میں میں نے کسی کو ابوحنیفہؒ کا نظیر نہیں پایا (علم سے مراد اس دور میں اکثر علم حدیث ہی ہوتا تھا) ان کے روبرو آتے ہی ان کے علم، زہد، ورع اور تقویٰ کی وجہ سے آدمی کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ اپنے نفس کو حقیر سمجھ کر متواضع ہو جاتا تھا۔ (موفق، کردری وانتصار)

عبداللہ بن مبارک: کسی نے امام صاحبؒ کا ذکر بے ادبی سے کیا تو فرمایا "تمام علماء میں سے ایک تو ابوحنیفہؒ کا مثل پیش کرو، ورنہ ہمارا پیچھا چھوڑ دو اور ہم کو عذاب میں مت ڈالو، میں ان کی مجلس میں اکابر کو دیکھتا کہ صغیر معلوم ہوتے، ان کی مجلس میں اپنے آپ کو جس قدر ذلیل پاتا تھا اور کسی مجلس میں نہیں پایا تھا، اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ افراط کی نسبت میری طرف کی جائے گی تو امام ابوحنیفہ پر کسی کو مقدم نہ کرتا۔ (موفق انتصار)

سفیان ثوری: ابوحنیفہؒ کی مخالفت ایسا شخص کر سکتا ہے جو ان سے قدر اور علم میں بڑا ہو اور ایسا شخص کون ہے (افسوس ہے کہ بعد کے دور میں ان سے کم مرتبہ لوگوں نے مخالفت کی)

سفیان بن عیینہ: عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانہ کے عالم تھے ان کے بعد شعبی اپنے زمانہ کے عالم ہوئے ان کے بعد ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے عالم

ہوئے، یعنی ان قرون ثلاثہ میں ہر ایک اپنے دور میں بے مثل تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ کا مثل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ (خیرات حسان)

مسیّب بن شریک: اگر تمام شہروں کے لوگ اپنے اپنے علماء کو لائیں اور ہم ابو حنیفہؒ کو پیش کریں تو وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ (کردری)

خلف بن ایوب: امام صاحبؒ کے زمانہ میں ان سے بڑھا ہوا علم میں کوئی نہ تھا۔ (کردری)

ابو معاذ خالد بن سلیمان بلخی: ابو حنیفہؒ سے افضل شخص میں نے نہیں دیکھا۔ (موفق و کردری)

عبدالرحمٰن بن مہدی: ابو حنیفہ علماء کے قاضی القضاۃ ہیں (یعنی ان کے فیصلہ کو کوئی توڑ نہیں سکتا)۔ موفق، انتصار، کردری)

مکی بن ابراہیم: امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانے کے علماء میں اعلم تھے یعنی علم میں سب سے زیادہ تھے، حالانکہ امام صاحبؒ کے زمانہ کے علماء میں امام مالکؒ، اوزاعیؒ، سفیان ثوری، مسعر اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ صدہا محدثین تھے جن کے شاگردوں میں اصحاب صحاح ستہ کے معتمد اساتذہ تھے۔ (تبییض الصحیفہ و خیرات حسان)

یہ مکی بن ابراہیم حدیث و فقہ میں امام صاحب کے شاگرد اور امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ) امام بخاری ان کی شاگردی پر جس قدر ناز کریں کم ہے کہ صحیح بخاری کو جو ۲۲ ثلاثیات کا فخر حاصل ہے ان میں سے ۱۱ حدیث ان ہی کے طفیل سے ملیں اور باقی میں سے بھی 9 ثلاثیات حنفی رواۃ سے ہیں اور ۲ غیر حنفی رواۃ سے ہیں۔

شداد بن حکیم: امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ علم والا ہم نے نہیں دیکھا، (تبییض الصحیفہ) فرمایا کہ نوح بن مریم جب کوئی روایت سلف سے بیان کرتے تو اس کے آخر میں امام صاحب کا قول ضرور بیان کرتے اور کہتے کہ جس طرح امام صاحبؒ نے اس کی تفسیر و تشریح کی ہے کسی نے نہیں کی۔ (کردری)

امام مالک: امام شافعی نے امام مالکؒ سے کئی محدثین کا حال دریافت کر کے امام ابو حنیفہ کا حال دریافت کیا تو فرمایا "سبحان اللہ! وہ عجیب شخص تھے، ان کا مثل میں نے نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان)

معروف بن حسان: میں نے جن علماء کو دیکھا اور برتا ان میں ابو حنیفہؒ کا مثل علم، فقہ، ورع اور صیانت نفس میں نہیں دیکھا۔ (موفق، انتصار، کردری)

یوسف بن خالد السمتی: امام ابو حنیفہؒ دریائے بے پایاں تھے، ان کی عجیب شان تھی میں نے ان کا مثل دیکھا نہ سنا۔ (موفق، انتصار، کردری)

قاضی ابن ابی لیلیٰ: امام ابو یوسف سے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کو مت چھوڑنا فقہ اور علم میں ان کا مثل نہیں ہے۔ (موفق و انتصار)

سعید بن ابی عروبہ: کئی مسائل میں امام صاحب سے گفتگو کی، آخر میں کہا ہم نے جو متفرق اور مختلف مقامات سے حاصل کیا تھا وہ سب آپ کے پاس مجتمع ہے (یعنی جو حدیثیں انہوں نے خلق کثیر سے بہ تصریح ذہبی حاصل کی تھیں وہ سب امام صاحب کے پاس جمع تھیں)۔ انتصار و کردری)

خلف بن ایوب: امام ابو حنیفہ ایک نادر الوجود شخص ہیں۔ (موفق، انتصار) علم خدا کی طرف سے محمد ﷺ کے پاس آیا پھر صحابہ میں تقسیم ہوا، پھر تابعین میں، ان کے بعد ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب میں آیا۔ (تبییض الصحیفہ)

بحر سقا: میں امام ابو حنیفہؒ سے علمی مسائل میں بحث کیا کرتا تھا، ایک روز انہوں نے کہا کہ تم اپنے نام کی طرح بحر ہو، میں نے کہا کہ اگر میں بحر ہوں تو آپ بحور ہیں۔ (موفق، انتصار، کردری)

حسن بن زیاد لولوی: امام ابو حنیفہؒ ایک دریائے بے پایاں تھے ان کے علم کی انتہاء ہمیں معلوم نہ ہو سکی۔ (موفق، انتصار)

اسرائیل بن یونس: اس زمانہ میں لوگ جن چیزوں کے محتاج ہیں امام صاحب ان کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ (کردری) جس حدیث میں فقہ کا کوئی مسئلہ ہو اس کو امام ابو حنیفہؒ خوب یاد رکھتے تھے۔ (تبییض الصحیفہ)

یہ اسرائیل وہ ہیں کہ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ خلق کثیر سے حدیث سنی اور ان کے حافظہ پر امام احمد تعجب کیا کرتے تھے، ظاہر ہے لوگوں کو فقہ و حدیث دونوں ہی کی شدید ضرورت تھی تو گویا امام صاحبؒ کو دونوں میں امام تسلیم کیا، چنانچہ یہی بات اعمش کہا

کرتے تھے کہ آپ فقہ وحدیث دونوں کو خوب جانتے ہیں۔

حفص بن غیاث: امام ابوحنیفہؒ جیسا عالم ان احادیث کا میں نے نہیں دیکھا جو احکام میں مفید وصحیح ہوں۔ (کردری)

ابوعلقمہ: میں نے بہت سی حدیثیں جو اساتذہ سے سنی تھیں امام ابوحنیفہ پر پیش کیں انہوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کر دیا کہ فلاں لینے کے قابل ہے اور فلاں نہیں، اب مجھے افسوس آتا ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہ سنائیں۔ (موفق، کردری وانتصار) معلوم ہوا کہ امام صاحب حدیث میں بھی امام تھے اور اسی لئے محدثین ابوداؤد وغیرہ نے آپ کو امام ہی کے لفظ سے سراہا ہے۔

ابراہیم بن طہمان: امام ابوحنیفہ ہر بات کے امام ہیں۔ (کردری)

ابوامیہ: ان سے پوچھا گیا کہ عراق سے جو علماء آپ کے پاس آئے ان میں افقہ کون ہے؟ کہا ابوحنیفہ اور وہی امام ہیں۔ (کردری)

ابن مبارک: فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ امام اعظم کی نسبت یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے۔ (کردری)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ کا لقب بھی امام صاحب کو "امیر المومنین فی الحدیث" ابن مبارک نے ہی دیا تھا جس کی اتباع سب محدثین کو کرنی چاہئے، چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے ترجمہ کی ابتداء الامام الاعظم ہی کے لفظ سے کی ہے۔

امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری: اپنی کتاب مناقب "ابی حنیفہ" میں یحییٰ بن نصر بن حاجب سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس کئی صندوق حدیثوں کے ہیں ان میں سے بوقت ضرورت انتفاع کے لئے نکالتا ہوں۔ (موفق، انتصار، کردری)

اور کشف بزدوی میں بھی روایت موجود ہے، آپ نے روایت حدیث کا کام تو رعا اور بوجہ اشتغال فقہ نہیں کیا لیکن تدوین فقہ کی مجلس میں آپ سب سے فرمادیا کرتے تھے کہ اپنے اپنے پاس جو آثار واحادیث ہوں بیان کرو، وہ سب پیش کرتے تو آپ آخر میں اپنی صدارتی تقریر میں اپنے پاس کی احادیث پیش کرتے تھے، جس طرح صدیق اکبرؓ نے روایت سے اجتناب کیا مگر ضرورت کے خاص مواقع میں جب دوسروں کے پاس روایت نہ ہوتی تو آپ پیش کر دیا کرتے تھے۔

غرض بلا شدید ضرورت یہ دونوں روایت نہ کرتے تھے، اسی لئے صدیق اکبرؓ کی مرویات بھی بہت کم ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ سب صحابہ سے زیادہ آپ ہی کو حاصل تھی اور سب سے زیادہ روایت بھی کر سکتے تھے، کیا کوئی کمی روایت کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ ان کے پاس احادیث کم تھیں، امام صاحبؒ نے بھی چار ہزار تابعین وتبع تابعین محدثین کبار سے حدیثیں حاصل کیں، پھر آپ کے مخصوص وممتاز کمالات کی وجہ سے سینکڑوں بڑے بڑے محدثین آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے اور جب کوئی نیا عالم کوفہ آتا تو اپنے تلامذہ کو بھیجتے تھے کہ کوئی نئی حدیث ان کے پاس ہو تو لاؤ، پھر امام صاحب کے پاس احادیث رسول میں سے ناسخ ومنسوخ کا علم بہت بڑا تھا، جس کا تفحص امام صاحب خاص طور سے ہمیشہ رکھتے تھے اور احادیث کے معانی ومطالب کا فہم بھی غیر معمولی تھا یہ اور اسی قسم کے دوسرے کمالات کی طرف اشارات وتصریحات علماء ومحدثین سے بہ کثرت وارد ہیں۔

حافظ محمد بن میمون: بہ حلف فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے افادات سننے میں جس قدر خوشی مجھے حاصل ہوتی ہے، لاکھ اشرفی ملنے میں بھی نہیں حاصل ہو سکتی۔ (موفق، انتصار، خیرات، کردری)

معروف بن عبداللہ: نے فرمایا کہ میں ایک روز علی بن عاصم کی مجلس میں تھا انہوں نے سب سے فرمایا کہ تم لوگ علم سیکھو، ہم نے کہا کیا آپ سے جو کچھ ہم سیکھتے ہیں وہ علم نہیں ہے؟ فرمایا علم وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ جانتے ہیں اگر امام صاحب کا علم ان کے زمانہ کے تمام علماء کے ساتھ وزن کیا جاتا تو ان کا ہی علم غالب ہوتا۔ (موفق، انتصار، کردری)

ابوسفیان حمیری: امام ابوحنیفہؒ امت کے بہترین اشخاص میں سے ہیں، سخت مشکل مسائل کا کشف اور احادیث مبہمہ کی تفسیر جو انہوں

نے کی کسی سے نہ ہو سکی۔ (موفق، انتصار، کردری)

مقاتل بن سلیمان: میں نے امام ابوحنیفہؒ کو علم کی تفسیر کرتے دیکھا، وہ ایسی تفسیر و تشریح کرتے تھے کہ اس سے تسکین ہو جاتی تھی۔ (موفق، انتصار، کردری)

فضل بن موسیٰ سینانی: ہم حجاز و عراق کے علماء کی مجلسوں میں پھرا کرتے تھے مگر جو برکت و نفع امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں تھا وہ کہیں نہ تھا۔ (مناقب موفق)

وکیع: مشہور محدث کبیر امام بخاری وغیرہ کے شیوخ کبار میں تھے، ان کی مجلس میں ایک حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا وہ کھڑے ہو گئے اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا، اب ندامت سے کیا فائدہ؟ وہ شیخ یعنی ابوحنیفہؒ اب کہاں ہے جن سے یہ اشکال حل ہوتا؟ (کردری)

ابن مبارکؒ: فرمایا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحبؒ کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا ابراہیم نخعی اور حماد نے مرتے وقت اپنا خلیفہ چھوڑا تھا، خدا آپ پر رحم کرے کہ آپ نے اپنا خلف نہیں چھوڑا، یہ کہہ کر دیر تک زار زار روتے رہے۔ (خیرات)

یہ ہیں تمام محدثین کے شیخ اعظم جن کی تعریف میں محدثین نے دفتر لکھے ہیں لیکن آپ نے دیکھا کہ وہ خود کس جوہر قابل کی یاد میں مرمٹ رہے تھے، کچھ لوگوں نے ایسی باتیں بھی گھڑی ہیں کہ ابن مبارک نے کہا کہ ہم شروع زمانہ میں امام صاحب کے پاس غلط فہمی میں گئے، مگر پھر ترک کر دیا، کیا ایسے دروغ بے فروغ چند قدم بھی چل سکتے تھے۔

بالاتفاق سب مورخین نے لکھا ہے کہ یہ شیخ اعظم جس نے دنیائے حدیث کے گوشہ گوشہ میں جا کر لاکھوں روپے اسفار پر صرف کر کے اس دور خیر القرون کے ایک ایک محدث سے حدیثیں حاصل کی تھیں اور اپنے سینہ سے لاکھوں احادیث لگائے پھرتے تھے وہ جب امام صاحب کے پاس آئے تو آخر تک آپ سے جدا نہ ہوئے اور انتقال کے بعد بھی ان کی قبر مبارک پر کھڑے ہو کر کیا فرما رہے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ جھوٹی باتیں چلتی کرنے میں فرقہ روافض کے بعد امام صاحب کے معاندین و حاسدین اہل حدیث کا نمبر معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات حد درجہ افسوس ناک ہے، اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

بعد محدثین نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مبارک امام صاحب سے علم میں بڑھے ہوئے تھے، اسی پر ابوسعید بن معاذ مشہور محدث نے کہا تھا کہ ان لوگوں کی مثال رافضیوں کی سی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امام بنالیا لیکن خود حضرت علیؓ نے جس کو اپنا امام بنایا تھا، یعنی ابوبکرؓ وعمرؓ ان کو امام نہیں سمجھتے اور طرح طرح سے ان میں عیب نکالتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی ابن مبارک کو اپنا امام قرار دیتے ہیں اور خود انہوں نے جن امام اعظمؒ کو اپنا امام و پیشوا بنایا تھا ان کو کوئی درجہ دینے کو تیار نہیں۔

حالانکہ امام صاحب کے فضل و علم کا اعتراف ان کے معاصرین تک نے بھی کیا ہے، مشہور امام سفیان ثوری کے بھائی کا انتقال ہوا، امام صاحب تعزیت کو گئے تو حضرت سفیان ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے، معانقہ کر کے اپنی جگہ بٹھایا اور خود روبرو بیٹھ گئے اور امام صاحب کے جانے کے بعد ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ آپ کے طرز عمل سے ہم سب اہل مجلس کو تکلیف ہوئی، فرمایا کیا بات ہے؟ کہا کہ آپ ابوحنیفہ کے لئے اٹھے اور ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خود سامنے شاگردوں کی طرح بیٹھ گئے۔

فرمایا اعتراض کی کیا بات ہے؟ میں ایسے شخص کے لئے اٹھا جو علم میں اعلیٰ درجہ پر ہے اور اگر فرض کرو کہ علم کی وجہ سے نہ بھی اٹھتا تو عمر کے لحاظ سے اٹھنا تھا، اگر عمر کی وجہ سے نہ اٹھتا تو ان کے فقہ کی وجہ سے اٹھنے کی ضرورت تھی، ابوبکر کہتے ہیں کہ اس کا جواب مجھ سے نہ ہو سکا۔

ایسے واقعات ایک دو نہیں بیسیوں ہیں، مگر غیر مقلدین زمانہ نے رافضیوں کی طرح امام صاحب کی برائیاں تلاش کر کے پروپیگنڈا کیا ہے اور ہمارے صوفی صافی بزرگ حنفیوں نے اس کے مقابلہ میں امام صاحب کی خوبیوں کا پروپیگنڈا کچھ بھی نہیں کیا جس سے سادہ لوح ناواقف لوگ غیر مقلدوں کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔

امام صاحب کے خلاف جس قدر مواد جمع ہوسکتا تھا، خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کو یک جا جمع کیا ہے، جس کو ہر جگہ کے غیر مقلدوں نے بڑی مسرت کے ساتھ شائع کیا مگر علامہ کوثری کے درجات خدا بلند کرے، تانیب الخطیب میں ہر واقعہ کی سند پر کلام کر کر کے اس کی قلعی کھولی ہے اور امام صاحب واصحاب امام کے بارے میں جس قدر جھوٹی حکایات گھڑی گئی تھیں اور شائع کی گئیں سب کا جھوٹ نمایاں کر کے امت مرحومہ پر احسان عظیم کیا ہے۔

علامہ محدث ابن حجر مکی شافعی نے ''الخیرات الحسان من مناقب النعمان'' میں لکھا ہے کہ ایک بار امام صاحب اور سفیان ثوری کا سفر حج میں ساتھ ہوگیا تو سفیان ثوری نے یہ بات لازم کرلی تھی کہ ہر جگہ امام صاحب کو آگے بڑھاتے اور خود پیچھے رہتے تھے اور جب کوئی مسئلہ ان سے پوچھا جاتا تو خاموش ہوجاتے تا کہ امام صاحب ہی جواب دینے پر مجبور ہوں۔

کیا سفیان ثوری بھی تقیہ کیا کرتے تھے کہ ہمیشہ تعریفیں کرتے رہے اور انتقال کی خبر پہنچی تو بروایت نعیم خزاعی امام صاحب کی وفات پر خوشی کا اظہار کیا کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا اچھا ہوا چلا گیا۔

کچھ ٹھکانہ ہے اس جھوٹ کا اور اس کے پیر لگانے والے امام بخاری جیسے محتاط محدث، کسی طرح عقل باور نہیں کرتی کہ امام بخاری جیسا بال کی کھال نکالنے والا شخص اور وہ جس نے سب سے پہلے وکیع اور ابن مبارک کی کتابیں یاد کیں اور تحصیل علم کے لئے ہر ہر شہر پہنچے بار بار گئے اور کوفہ و بغداد تو اتنی دفعہ گئے کہ خود کہتے ہیں کہ ان کا شمار میں نہیں کرسکتا، کیا امام صاحب اور آپ کے اخص اصحاب کے صحیح حالات سے ان کو ایسی بے خبری ہو اور وکیع، ابن مبارک، مکی بن ابراہیم اور دوسرے اپنے بیسیوں شیوخ سے جو امام صاحب اور صاحبین کے شاگرد تھے، ان حضرات کے بارے میں اچھی باتیں نہ پہنچی ہوں؟ ہاں پہنچیں تو نعیم سے اوپر جیسی خبریں، حالانکہ سب اکابر رجال لکھتے ہیں نعیم ترویج سنت کے لئے جھوٹی روایتیں کیا کرتے تھے اور امام صاحب پر طعن کرنے کے لئے جھوٹی حکایات گھڑا کرتے تھے۔

یا اپنی تاریخ ہی میں نقل کیا تو اپنے شیخ حمیدی کا قول کہ امام صاحب نے حج کے موقعہ پر ایک حجام سے تین مسئلے سیکھے، بس اتنا علم تھا جس پر لوگوں نے ان کو قابل تقلید سمجھ لیا۔ ع بسوخت جان زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

امام صاحب کے معاندین وحاسدین یا جن لوگوں نے کسی غلط فہمی سے ان پر طعن کیا سب پر بحث دوسری جگہ مستقل آئے گی اس لئے یہاں ترک کرتا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ اس بارے میں امام بخاری کا رویہ قابل حیرت ہے اور کبھی کبھی تو دل کا میلان اس طرف بھی ہوجاتا ہے کہ کہیں یہ سب عبارتیں بھی امام بخاری کی تاریخ میں بعد کے لوگوں نے نہ داخل کردی ہوں۔ واللہ اعلم۔

ابن مبارک اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ آثار واحادیث کو لازم سمجھو مگر ان کے معانی کیلئے ''ابوحنیفہؒ'' کی ضرورت ہے کیونکہ وہ حدیث کے معنی جانتے ہیں۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام ابو یوسف: امام صاحبؒ کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ کاش! امام صاحبؒ کی ایک مجلس مجھے نصیب ہوتی اور میں آدھا مال اس کے لئے صرف کردوں، لکھا ہے کہ اس زمانہ میں ان کی ملکیت میں بیس لاکھ روپے تھے، اصمعی نے اس آرزو کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ''بعض مسائل میں شبہات ہیں جن کو امام صاحب ہی حل فرما سکتے تھے''۔ (کردری)

زہیر بن معاویہؒ: ''خدا کی قسم امام ابوحنیفہ کے پاس ایک روز بیٹھنا میرے پاس ایک مہینہ بیٹھنے سے زیادہ نفع بخش ہے''۔ (موفق وانتصار)

یہ تھے اس خیر القرون کے معاصرین، کیسے نیک نفس تھے، اس قول سے معاصرت کی چشمک کی کہیں بو بھی آرہی ہے؟ اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ اپنے شیوخ کا احترام کرنے والے بھی کم رہ گئے، صرف اپنے اپنے خیال وعقیدہ کے مطابق دھڑے بندیاں ہونے لگیں۔

وکیع: محدثین سے کہا کرتے تھے کہ اے قوم! تم حدیثیں طلب کرتے ہو اور ان کے معانی طلب نہیں کرتے اس میں تمہاری عمر اور دین

ضائع ہو جائے گا، کاش! مجھے امام ابوحنیفہ کی فقہ کا دسواں حصہ ہی نصیب ہوتا، ایک روز فرمایا، لوگو! حدیث سننا بغیر فقہ کے تمہیں کچھ نفع نہ دیگا اور نہ تم میں دین کی سمجھ پیدا ہوگی جب تک اصحاب ابوحنیفہ کے پاس نہ بیٹھو گے اور وہ ان کے اقوال کی تفسیر نہ بیان کریں گے۔ (کردری)

یوسف بن خالد سمتی: میں عثمان بتی کی خدمت میں بصرہ جایا کرتا تھا اور سمجھا کہ مجھے کافی علم آگیا ہے مگر جب امام ابوحنیفہ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت میری آنکھیں کھلیں اور یہ معلوم ہوا کہ علم کچھ بھی مجھے نہیں آیا پھر جو کچھ حاصل ہوا وہ امام صاحب کے پاس رہ کر ہوا۔ (موفق انتصار)

شداد بن حکیم: اگر خدا ہم پر احسان نہ فرماتا اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے وجود سے جنہوں نے علم کو ظاہر کیا اور اس کی شرح کی تو ہم نہ جان سکتے کہ کس چیز کو اختیار کریں اور کس کو نہیں۔ (موفق، انصار، کردری)

علی بن ہاشم: امام ابوحنیفہ علم کے خزانہ تھے، جو مسائل اعلیٰ درجہ کے عالم پر سخت ہو وہ ان پر آسان تھے۔ (موفق، انتصار، کردری)

وقیع بن مسقلہ: امام ابوحنیفہ نے علم میں ایسا خوض کیا تھا کہ کسی نے اتنا نہیں کیا تھا اس لئے جو وہ چاہتے تھے ان کو حاصل ہوگیا۔ (موفق، انتصار، کردری)

یحییٰ بن آدم: امام ابوحنیفہ نے فقہ میں ایسی کوشش کی کہ ان سے پیشتر کسی نے نہیں کی، اس لئے خدا نے ان کو راہ بتلادی اور اس کو آسان کردیا اور خاص و عام نے ان کے علم سے نفع اٹھایا۔ (موفق، انتصار کردری)

نضر بن محمد: میرا ظن غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ کو رحمت پیدا کیا ہے اگر وہ نہ ہوتے تو بہت سا علم گم ہو جاتا (کردری)

ابوعمرو بن علا: علم اگر پوچھو تو امام ابوحنیفہ کا ہے اور ہم لوگ جس علم میں مصروف ہیں وہ بہت آسان ہے۔ (موفق انتصار)

امام صاحب کیلئے ائمہ حدیث کی توثیق

(۱) محمد بن سعد العوفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ''امام حدیث ابوحنیفہ ثقہ تھے، کوئی حدیث اس وقت تک بیان نہ فرماتے تھے جب تک کہ ان کو پوری طرح یاد نہ ہوا اور جو یاد نہ ہوتی اس کو بیان نہ فرماتے تھے (تہذیب التہذیب ص ۴۵۰ ج ۱۰)

(۲) صالح بن محمد اسدی نے بیان کیا کہ امام ابن معین نے فرمایا، امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۵۰ ج ۱۰)

(۳) احمد بن محمد بن قاسم بن محرز، امام یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ میں اصول جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں تھا اور نہ وہ کبھی برائی کے ساتھ متہم ہوئے۔ (تذکرہ الحفاظ ص ۱۵۲ ج ۱)

(۴) امام ابوداؤد سجستانی (صاحب سنن) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ امام شریعت تھے (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۵۲ ج ۱)

(۵) حافظ ابن حجر مکی، ہیثمی شافعی نے حضرت سفیان ثوری کا یہ قول نقل کیا ہے ''امام ابوحنیفہ حدیث و فقہ دونوں میں ثقہ صدوق ہیں''۔ (خیرات الحسان ص ۳۰)

حافظ ابن حجر مکی نے نقل کیا کہ ابن مدینی نے فرمایا ''امام ابوحنیفہؒ سے ثوری، ابن المبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت کی ہے یعنی یہ سب ائمہ حدیث میں امام صاحب کے شاگرد ہیں اور فرمایا کہ امام صاحب ثقہ ہیں ان میں کوئی عیب نہیں اور امام شعبہ بھی ان کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے ہیں اور حضرت یحییٰ بن معین فرماتے تھے کہ ہمارے کچھ لوگ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے متعلق تفریط میں مبتلا ہیں اور ان کی تنقیص کرتے ہیں۔

پھر کسی نے سوال کیا کہ کیا امام صاحب کی طرف بیان حدیث و مسائل میں کسی مسامحت یا کذب و غلط بیانی کی نسبت صحیح ہے تو فرمایا ''ہرگز نہیں''۔ (خیرات الحسان فصل نمبر ۳۸)

خیرات حسان ہی میں ہے کہ خطیب نے اسرائیل بن یوسف سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا ''امام ابوحنیفہ بہت ہی اچھے شخص تھے اور حدیث کو پوری طرح یاد رکھنے والا ان کے برابر کوئی شخص نہیں ہوا''۔

(۶) حافظ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین سے امام صاحب کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا'' ثقہ ہیں، میں نے سنا ہی نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو کسی نے ضعیف کہا ہو (معلوم ہوا کہ اس دور کے اکابر واصاغر میں سے کسی نے بھی آپ پر جرح نہیں کی)

اور شعبہ بن الحجاج امام صاحب کو لکھا کرتے تھے کہ احادیث کی روایت ہمارے لئے کریں اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ تھے اور سچے لوگوں میں سے تھے کہ کبھی ان کو جھوٹ کی تہمت نہیں لگی اور اللہ کے دین میں مامون ومعتمد تھے احادیث صحیحہ بیان فرماتے تھے۔

حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت سفیان بن عیینہؒ، حضرت اعمشؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبدالرزاقؒ، حضرت حماد بن زید وغیرہ بڑے بڑے ائمہ وحفاظ نے امام صاحب کی تعریف کی ہے اور حضرت وکیع مدح کرتے تھے اور امام صاحب کی رائے کے موافق فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین)

ان جلیل القدر ائمہ کے مذکورہ بالا اشارات سے چند نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) نمبرا اور نمبر۲ سے یہ بات خاص طور سے واضح ہوتی ہے کہ امام صاحب نہ صرف جلیل القدر حافظ حدیث تھے جن کو لاکھوں احادیث یاد تھیں، بلکہ یہ بھی کہ وہ ہر حدیث کے ایک ایک لفظ، اس کے معنیٰ وروح کی حفاظت کرتے تھے، جس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا کوئی گوشہ کوئی نکتہ بھی ان کے منور دل ودماغ سے اوجھل نہ ہوتا ہوگا اور شاید اسی وجہ سے حفاظ حدیث وائمہ مجتہدین میں آپ کو سب سے اونچا منصب ومقام حاصل ہوا اور امام شافعیؒ جیسے مجتہد عالی مقام کو بھی کہنا پڑا کہ **الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة** یعنی تمام لوگ فقہ میں امام صاحب کے عیال ہیں اور دست نگر ہیں اور بڑے بڑے حفاظ حدیث کو کہنا پڑا کہ **نحن الصیادلة وانتم الاطباء** یعنی ہم لوگ صرف دوا فروش ہیں اور آپ لوگ طبیب ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کی رہنمائی میں فقہ حنفی کی ترتیب وتدوین اس شان سے عمل میں آئی کہ دوسرے فقہ اس امتیاز کے حامل نہ ہوسکے۔

(۷) فن حدیث میں امام صاحبؒ کو نقادان حدیث کا پیشوا مانا جاتا ہے اور امام صاحبؒ کے قول کو رواۃ کی تنقید میں استدلالاً ائمہ حدیث نے پیش کیا ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ نے امام صاحب کے قول کو جابر جعفی کی جرح میں پیش کیا ہے۔

صاحب خلاصہ رواۃ کی جرح وتعدیل میں امام صاحبؒ کے قول کو پیش کرتے ہیں۔

حاکم نے مستدرک میں ایک مقام پر امام صاحب کے قول کو پیش کیا ہے اس سے حضرت الامام کی مہارت وکمال فن حدیث میں معلوم ہوتا ہے۔

(۸) حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو طبقہ خامسہ کے حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے، اصطلاح محدثین میں حافظ حدیث وہ ہوتا ہے جس کو کم ازکم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں اور تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کی سند سے دو روایتیں بھی موجود ہیں۔

مثلاً امام بخاریؒ کہ ان کے اساتذہ ایک ہزار سے کچھ اوپر ہیں اور ان کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں اور وہ حضرت امام صاحب کے بھی شاگردوں کے شاگرد ہیں، اسی سے قیاس ہوسکتا ہے کہ امام صاحبؒ کو کتنی لاکھ احادیث یاد ہوں گی۔

(۱۰) حافظ ابن عبدالبر نے انتقاء میں نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ نے ایک دفعہ امام مالکؒ کے تلامذہ واصحاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ '' تمہارے شیخ پر ضروری نہیں کہ کچھ فرمائیں اور ہمارے استاد (امام ابوحنیفہ) کے لئے خاموش رہنا درست نہیں تھا، مطلب یہ کہ امام مالکؒ حدیث کے امام ہیں مگر فقہ وافتاء میں کمی ہے، اس لئے اگر کچھ نہ فرمائیں تو بہتر ہے، دوسرے اس فن میں ان سے بہتر موجود ہیں وہ جواب دے سکیں گے اور امام ابوحنیفہؒ چونکہ فقہ کے بھی امام تھے اس لئے ان کو ہر سوال کا جواب دینا چاہئے تھا، کیونکہ ان سے اونچا مقام ان کے زمانہ میں کسی کو حاصل نہ تھا اور ان کے سکوت وخاموشی سے علمی استفادہ رک جاتا۔

امام صاحب تمام اصحاب کتب حدیث کے استاد ہیں

(۱۱) روایات حدیث میں تقریباً تمام اصحاب کتب حدیث امام صاحب کے بواسطہ شاگرد ہیں۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں امام صاحب کے ترجمہ میں نسائی وترمذی کی علامت لگائی ہے کہ امام ترمذی ونسائی نے امام صاحب کی روایت کی تخریج کی ہے اور تہذیب التہذیب میں ہے ان روایوں کو ذکر بھی کیا ہے۔

صاحب مجمع البحار نے بھی ترمذی ونسائی کا حوالہ دیا ہے۔

صاحب خلاصہ نے امام کے ترجمہ میں شمائل ترمذی، نسائی اور جزو البخاری کی علامت لگائی ہے۔

مسند ابی داؤد طیالسی میں امام صاحب کی ایک روایت موجود ہے۔

معجم صغیر طبرانی میں دو روایتیں موجود ہیں۔

مستدرک حاکم جلد دوم میں امام صاحب کی ایک حدیث شہادت میں پیش کی ہے اور جلد سوم میں بھی ایک روایت موجود ہے۔

امام دارقطنی نے اپنی سنن میں ۳۳ جگہ امام صاحب کے طرق سے احادیث روایت کیں (حالانکہ وہ امام صاحب سے تعصب بھی رکھتے تھے)۔

مشہور محدث کبیر ابوحمزہ سکری نے بیان کیا کہ میں نے امام صاحبؒ سے سنا فرماتے تھے "ہمیں جب کوئی حدیث صحیح الاسناد مل جاتی ہے تو اسی کو لیتے ہیں اور جب صحابہ کے اقوال وآثار ملتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک قول کو منتخب کر لیتے ہیں اور ان کے دائرہ سے نہیں نکلتے، البتہ جب کوئی قول تابعین کا آتا ہے (اور وہ ہمارے فیصلہ کے خلاف ہوتا ہے تو) اس سے مزاحمت کرتے ہیں۔

خالد بن صبیح نے بیان کیا کہ میں نے ابوحمزہ سکری سے بارہا سنا کہ جو کچھ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا ہے وہ مجھ کو ایک لاکھ درہم ودنانیر سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے۔

ابوالعلاء صاعد بن محمد نے ابوحمزہ سکری سے نقل کیا کہ "میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب سے بہتر وانسب طریقہ پر کلام کرنے والا امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا، وہ ہر ایک صاحب فضل وکمال کے حق کو پورا پورا ادا کرتے تھے، پھر اس سے بڑی بات یہ کہ وفات کے وقت تک کبھی کسی صاحب فضل کا (خواہ صحابہ میں سے ہوں یا غیر صحابہ سے) تنقیص وبرائی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ (الجواہر المضیۃ ص ۴۵۰ ج ۲)

امام صاحب اور قلت روایت

حضرت عمرؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور آخر تک خدمت نبوی میں باریاب رہے مگر ان سے صرف ۵۴۵ حدیث مروی ہیں۔

حضرت علیؓ پہلے مشرف باسلام ہونے والوں میں ہیں آپکو حضور اکرم ﷺ نے اپنی پرورش میں لے لیا تھا تقریباً ۲۴ سال خلوت وجلوت میں حضورؐ کے ساتھ رہے مگر کل ۵۸۶ حدیث روایت کیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسلام لانے کے بعد تقریباً ۲۲ سال برابر خدمت مبارکہ میں حاضر رہے اندر، باہر اور ہر موقعہ پر ساتھ رہے لیکن کل ۸۴۸ حدیث روایت کیں۔

یہ سب دوسرے مکثرین صحابہ حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے کہیں زیادہ روایات کر سکتے تھے مگر روایت حدیث خصوصاً براہ راست حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے روایت کرنا خلاف احتیاط خیال فرماتے تھے کہ مبادا بیان میں کوئی فرق ہو جائے اور وعید کے مستحق ہوں اس لئے بہت کم روایتیں ان سے مروی ہیں لیکن ان حضرات نے اپنی حدیثی وافر معلومات کو مسائل وفتاویٰ کی صورت میں بیان کیا چنانچہ وہ اس کثرت سے ہیں کہ ہر ایک کے لئے بڑی بڑی کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔

اصابہ میں ہے کہ تمام صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فتاویٰ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک ایک موٹی ضخیم جلد تیار ہو۔

بعینہ یہی صورت امام اعظمؒ کے طریق روایت حدیث کی ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسائل وفتاویٰ کی تدوین ان کی راہنمائی میں کی گئی اور یہی طریق روایت امام صاحب کے اتباع میں کثرت کے ساتھ تعامل وآثار صحابہ اور خصوصیت سے ان حضرات مذکورہ بالا کے تعامل، وآثار و فتاویٰ کی تحقیق وجستجو کرتے تھے۔

پھر معانی حدیث کی تعیین میں بھی ان سے مدد لیتے تھے، وغیرہ ذٰلک، یہی وہ طریق انیق تھا جس کو خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اختیار کیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے تدوین حدیث کی مہم شروع فرماتے ہوئے جابجا احکام بھیجے تھے کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آثار واقوال صحابہ بھی جمع کرو جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ کا یہ طریقہ بہت ہی مستحکم، جامع اور محتاط تھا، اس کے برخلاف دوسری صدی کے بعد کے اس طریقہ کو دیکھئے جو نرے محدثین یا اصحاب ظاہر اہل حدیث نے اختیار کیا کہ آثار واقوال صحابہ سے صرف نظر، معانی حدیث کی جگہ ظاہر الفاظ کا تتبع، حضور ﷺ کے آخری عمل اور ناسخ ومنسوخ کی تحقیق کی بجائے صرف روایتی اعتبار سے حدیث کی قوت وضعف پر مدار، زمانہ خیر القرون میں جو احادیث اصح تھیں لیکن یفشوا الکذب کے دور میں داخل ہو کر اگر ان میں کوئی راوی مہتم آگیا تو وہ احادیث تو روایتی بنیاد پر گر گئیں اور ان کی جگہ ان کم درجہ کی احادیث نے لے لی جن کو اتفاق وقت سے اچھے راوی مل گئے، مثلاً حدیث قلتین وغیرہ۔

غرض امام صاحبؒ نے جس اچھے وقت میں تدوین فقہ کی مہم کو سر کیا اور جن اصولوں پر کام کیا اور جیسے بلند پایہ محدثین وفقہا ان کے رفیق و معاون ہوئے (کہ بعد کے سارے محدثین ان ہی کے خوشہ چین ہیں) اس کی خوبی وبرتری کا مقابلہ زمانہ مابعد میں نہ ہوسکتا تھا اور نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ فقہ حنفی کا یہ کھلا ہوا فضل وتفوق ہی حاسدین ومعاندین کے تنگ دلوں اور متعصب ذہنوں کے لئے سب سے بڑی وجہ عداوت بن گئی اور پھر انہوں نے اپنے ان اساتذہ وبزرگوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھے ان کے جواز وعدم جواز کا فیصلہ ناظرین خود کریں گے، اس کار خیر کی تقسیم اس طرح ہوئی۔

(۱) کچھ محدثین نے تو اپنی حدیثی تالیفات میں امام صاحب اور اصحاب امام کی روایت اور ذکر خیر سے بھی احتراز کیا، موافق احناف احادیث کی روایت کم سے کم کی، نقل مذہب کی ضرورت سمجھی گئی تو وہ بھی غیر وقیع الفاظ سے کی گئی، مذہب سے پوری طرح واقفیت حاصل کئے بغیر، بے تحقیق بھی مسائل کی نسبت غلط کر دی گئی (جس کی نشاندہی شرح بخاری میں جابجا ہم کرتے رہیں گے (ان شاءاللہ)

(۲) کچھ محدثین نے حق شاگردی ادا کرنے کو ایک دو روایات لیں اور نقل مذہب بھی کسی قدر وقیع الفاظ سے کیا اگرچہ مذہب سے پوری واقفیت حاصل نہ کی۔

(۳) شراح حدیث نے موافق احناف احادیث کو روائتی طریقہ سے گرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، اگر کسی حدیث کے ایک لفظ میں بھی فرق پایا تو ''لم اجدہ'' کہہ کر اس کو ختم کیا، ملاحظہ ہو فتح الباری اور ضمیمۃ منیۃ الالمعی وغیرہ۔

(۴) تاریخ ورجال کے مؤلفین اور جرح وتعدیل کے مصنفین نے حتی الامکان رجال احناف کو مسخ شدہ بنا کر پیش کیا بڑے بڑوں پر گری پڑی جھوٹی روایات کی آڑ لے کر طعن کر گئے۔

(۵) کچھ لوگوں نے کتابوں کی طباعت کے وقت حذف والحاق یا تصحیف کے ذریعہ رجال حنفیہ کے حالات میں تلبیس کی۔

(۶) کچھ حضرات نے کتب تاریخ وغیرہ میں حکایت مکذوبہ روایت کر کے کبار حنفیہ کی پاک وپاکیزہ زندگی کو داغدار بنانے کی سعی کی وغیرہ۔

امام صاحب کی طرف قلت روایت کا طعن کرنے والوں کے لئے ایک جواب اوپر نقل ہوا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ احادیث دو قسم کی ہیں، ایک وہ جو احکام سے متعلق ہیں، دوسری وہ جن کا تعلق احکام سے نہیں۔

اس دوسری قسم کی احادیث کی روایت سے فقہا صحابہ اور خلفاء راشدین نے خود بھی اجتناب کیا اور دوسروں کو بھی روکا تھا، تاکہ اس ابتدائی دور میں قرآن مجید اور حدیث کا اختلاط نہ ہو جائے، باقی احادیث احکام کا روایت کرنا اور جاننا تو دین پر عمل کرنے کے لئے ضروری تھا، اس لئے ان کی روایت سے نہیں روکا گیا تھا، چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جب حضرت عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو صحابہ سے فرمایا کہ "رسول اکرم ﷺ کی احادیث کی روایت کم کرو بجز ان احادیث کے جن کی عمل کیلئے ضرورت ہے"۔

مسلم شریف میں ہے کہ عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا کہ "جن احادیث میں تم لوگوں کا دینی فائدہ تھا وہ سب میں نے تم سے بیان کر دی ہیں"۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں قاضی عیاض سے اس کی تشریح بھی نقل کی ہے کہ عبادہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ انہوں نے وہ حدیثیں بیان نہیں کیں جن سے مسلمانوں کے کسی ضرر یا فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا یا جن کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا تھا اور یہ وہ احادیث تھیں جن کا تعلق احکام سے یا کسی حد سے حدود شرعیہ میں سے نہ تھا، ایسی احادیث کا روایت نہ کرنا کچھ عبادہ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ایسا کرنا دوسرے صحابہ سے بھی بہت زیادہ ثابت ہے۔

امام صاحب نے خلفاء راشدین اور فقہاء کی رائے مذکور کا بھی اتباع کیا اور صرف وہی احادیث روایت کیں جن کا تعلق احکم سے تھا، ان کی تعداد کا اندازہ تین ہزار کیا گیا ہے، امام صاحب سے روایت شدہ احادیث بھی علاوہ ان صریح مرفوع احادیث کے جو ان کی مسانید وغیرہ میں ہیں اور ان کا کافی ذخیرہ اس وقت ہمارے سامنے مطبوعہ شکل میں بھی آ گیا ہے، احادیث موقوفہ اور مسائل و احکام کی صورت میں ہزاراں ہزار کی تعداد میں موجود ہیں اور جس طرح حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو جمہور محدثین کے خلاف صحابہ کے مکثرین میں داخل کیا ہے اور اسی وجہ سے کیا جو ہم نے اوپر ابھی بیان کی ہے، اسی طرح امام صاحبؒ کو بھی تابعین کے مکثرین میں داخل کرنا مناسب ہے اور قلت روایت کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف درست نہ ہوگی، حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیق ازالۃ الخفاء ص ۲۱۴ مقصد دوم میں اس طرح ہے۔

"جمہور محدثین نے مکثرین صحابہ آٹھ صحابہ کو قرار دیا ہے، ۱ حضرت ابو ہریرہ، ۲ حضرت عائشہ، ۳ حضرت عبداللہ بن عمر، ۴ حضرت عبداللہ بن عباس، ۵ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، ۶ حضرت انس، ۷ حضرت جابر اور حضرت ابو سعید خدری اور متوسطین میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کو شمار کیا ہے (جن سے ۵سو سے ایک ہزار سے کم تک احادیث مروی ہیں) لیکن اس فقیر کے نزدیک ان حضرات سے احادیث بڑی کثرت سے موجود ہیں، کیونکہ جو احادیث بظاہر موقوف ہوئی ہیں وہ بھی حکماً وحقیقۃً مرفوع ہیں اور ان حضرات سے باب فقہ، باب احسان اور باب حکمت میں جس قدر ارشادات مروی ہیں وہ بہت سی وجوہ سے مرفوع کے حکم میں ہیں، لہٰذا ان حضرات کو مکثرین میں داخل کرنا زیادہ موزوں ہے"۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ان حضرات کو مکثرین کے طبقہ میں اس بناء پر داخل کیا کہ ان کے بہت سے مسائل و فتاویٰ احادیث ہیں اور ان کو احادیث قرار دینا بہت سے دلائل و وجوہ سے ہے، پھر آگے حضرت شاہ صاحبؒ نے ان دلائل میں سے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ ان احکام و مسائل کو اگر متداولہ کتب حدیث کی احادیث مرفوعہ سے موازنہ کیا جائے گا تو ان کی باہم موافقت و مطابقت ہی ملے گی، لہٰذا ان حضرات نے ان ہی احادیث کو احکام و مسائل و فتاویٰ کی صورتوں میں روایت کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی یہ تحقیق و تدقیق چونکہ سطحی افہام اور ظاہر پر اکتفاء کرنے والی عقول سے بلند تھی اس لئے خود ہی آپ نے یہ بھی

فرمایا کہ "قصہ کوتاہ! حضرت عمر، حضرت علی وحضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کردہ بہت سی احادیث دفتروں میں موجود ہیں مگر ان حضرات کی جانب بحیثیت حدیث ان کا انتساب کم سمجھ اور غیر دانشمند لوگ نہیں کر سکیں گے (کہ ان کی افہام ودسترس سے باہر ہے)۔

اس موقع پر مجھے اس حقیقت کے اظہار کا بھی موقع دیجئے کہ یہ دفاتر وہی ہیں جن کی روشنی میں امام اعظم قدس سرہٗ اور آپ کے چالیس رفقاء ومحدثین وفقہاء مجتہدین نے "فقہ حنفی" کو مرتب کیا ہے۔

خلیفہ منصور نے امام صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ تو امام صاحب نے جواب دیا تھا کہ اصحاب عمر سے عمر کا، اصحاب علیؓ سے علی کا اور اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ سے عبداللہؓ کا جس پر منصور نے کہا تھا کہ خوب خوب! ابوحنیفہؒ تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا وہ سب طیبین طاہرین تھے، سب پر خدا کی رحمت ہو۔

اور شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لمبی بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے استاذ الاستاذ حضرت ابراہیم نخعی نے اپنے مذہب کی بنیاد حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے مسائل وفتاویٰ پر قائم کی، ابراہیم تمام علماء کوفہ کے علوم کا مخزن تھے، ابن المسیب اور ابراہیم کے فقہ کے اکثر مسائل اصل میں سلف یعنی صحابہ سے مروی ہیں۔

ابراہیم کے فضل وکمال اور تفقہ وجلالت قدر پر تمام فقہاء کوفہ متفق ہو گئے تھے اور سب نے ان کی شاگردی کا فخر حاصل کیا، ابراہیم نے وہی مسائل جمع کئے تھے جن کو مشہور احادیث اور قوی دلائل کی صحیح کسوٹی پر کس لیا تھا۔ (حجۃ اللہ ص ۱۴۹)

پھر آگے چل کر شاہ صاحب نے یہ بھی واضح کیا کہ ان مسائل کو ابراہیم سے امام صاحبؒ نے اخذ کیا اور امام صاحبؒ قوانین کلیہ سے جزئیات کا حکم دریافت کرنے میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے، فن تخریج مسائل کی باریکیوں پر اپنی دقیقہ رسی سے پوری طرح حاوی ہو جاتے تھے۔ فروع کی تخریج پر کامل طور پر توجہ فرماتے تھے اور ابراہیم اور ان کے اقران کے اقوال ومسائل کو اگر مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور کتاب الآثار امام محمد کی مرویات سے موازنہ کر کے دیکھو گے تو چند مسائل کے سوا سب میں اتفاق واتحاد پاؤ گے۔ (حجۃ اللہ ص ۱۵۱)

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں نقل کیا کہ مسروق (جلیل القدر تابعی) نے بیان کیا کہ "میں نے رسول اللہ کے اصحاب کو گہری نظر سے دیکھا تو سب کے علوم کا سرچشمہ حضرت عمر، ۲ حضرت علی، ۳ حضرت ابن مسعود، ۴ حضرت زید، ۵ حضرت ابوالدرداء اور ۶ حضرت ابی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پایا اور اس کے بعد پھر گہری نظر سے دیکھا تو ان چھ حضرات کے علوم کا خزانہ حضرت علیؓ وحضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پایا"۔

غرض اس تمام بحث سے یہ امر واضح ہے کہ امام صاحبؒ کو مقلین سے زیادہ مکثرین کے طبقہ میں شمار کرنا چاہئے، واللہ اعلم۔

علامہ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب عقود الجمان میں (جو امام صاحب کے مناقب میں ہے) ایک مستقل باب ۲۳ واں امام صاحب کی روایت حدیث کی کثرت اور آپ کے اعیان واکابر حفاظ حدیث ہونے پر قائم کیا ہے، مناقب موفق ص ۳۸ ج ۱ میں امام ابوعبداللہ بن ابی حفظ الکبیر بخاری سے امام صاحبؒ کی چار ہزار شیوخ حدیث کا ذکر نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ یہ امام صاحب کے ادنیٰ فضائل میں سے ایک ہے۔

کبراء محدثین کا امام صاحب سے استفادہ

امام زفر نے بیان کیا کہ بڑے بڑے محدثین وقت مثل زکریا بن ابی زائدہ، عبدالملک، ابن سلیمان، لیث بن سلیم، مطرف بن طریف، حصین بن عبدالرحمٰن وغیرہم امام صاحبؒ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان مشکل مسائل کے بارے میں جن کا حاصل کرنا ان کو دشوار ہوتا تھا اور ان احادیث کے بارے میں بھی جو ان پر مشتبہ ہوتی تھیں، امام صاحب سے تشفی حاصل کرتے تھے۔ (مناقب کردری ص ۱۰۱ ج ۲)

امام صاحب محدثین وفقہا کے ماویٰ وملجا تھے

ابن سماک: کوفہ کے استاد چار ہیں، سفیان ثوری، مالک بن مغول، داؤد طائی، ابوبکر نہشلی اور یہ سب ابوحنیفہؒ کے حلقہ میں بیٹھے ہیں (موفق، انتصار، کردری)

حارث بن عمر: جب امام ابوحنیفہؒ مکہ معظمہ جاتے تو ابن جریج اور عبدالعزیز بن ابی رداد ان کے ساتھ بیٹھتے اور ابن جریج ان کی مدح کرتے عبدالعزیز سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو امام صاحب سے مل کر معلوم کر کے بتاتے (کردری، انتصار)

توبہ ابن سعد: اہل مرو کے امام تھے، بقول ابن مبارک مومن قوی القلب تھے اور امام مالک کہا کرتے تھے کہ کاش! ان جیسا ایک شخص ہمارے یہاں ہوتا، یہ توبہ مذکور امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھتے تھے، استفادہ کرتے تھے اور قضاء میں امام صاحب کے قول پر فیصلہ کرتے اور کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ میرے اور میرے رب کے درمیان ہیں (کردری)

نوح بن مریم: میں امام ابوحنیفہؒ کی صحبت وحلقہ میں رہا ہوں ان کے بعد ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (کردری)

ابن مبارک: فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابوحنیفہؒ تابعین کے زمانہ میں امام ہو جاتے تو تابعین بھی ان کی طرف محتاج ہوتے۔ (موفق ص ۵۱ ج ۲ انتصار، کردری)

یٰسین بن معاذ زیات: نے مکہ معظمہ میں ایک کثیر جماعت میں بلند آواز سے جس طرح اذان دی جاتی ہے پکار کر کہا کہ لوگو! ابوحنیفہؒ کو غنیمت سمجھو، ان سے علم حاصل کرو، ان سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والا تمہیں کوئی نہیں ملے گا، (موفق، انتصار، کردری) یٰسین مذکور کو ذہبی نے کبار فقہاء کوفہ میں سے لکھا ہے مفتی کوفہ بھی تھے۔

ابراہیم بن فیروز: اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ مسجد میں بیٹھے ہیں اور اہل مشرق ومغرب کا ہجوم ہے وہ مسائل پوچھتے ہیں اور آپ جواب دیتے ہیں، وہ پوچھنے والے بھی فقہاء وخیار الناس تھے۔ (موفق، انتصار، کردری)

ابونعیم: لوگ طوعاً وکرہاً امام صاحب کے منقاد ہوتے جاتے تھے، آپ کے یہاں جو ہجوم رہتا تھا وہ دن ورات کے کسی حصہ میں منقطع نہیں ہوتا تھا خواہ آپ مسجد میں ہوں یا مکان میں۔ (کردری)

خالد بن صبیح: امام صاحب ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر جا رہے تھے کہ امام زفر نے کوئی مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے جواب دیا، اس میں دوسری بحث اور تیسری بحث نکلی اور صبح تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور صبح کے بعد بھی یہ گفتگو رہی حتیٰ کہ زفر کو شرح صدر ہو گیا، معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے رات کے اوقات عبادت ونماز وغیرہ میں جب ہی گذرتے ہوں گے کہ آپ کے پاس طالبین علوم کا ہجوم نہ ہو ورنہ درس وافادہ ہی مقدم رکھتے ہوں گے جیسا کہ واقعۂ مذکورہ سے معلوم ہوا۔

بعض ائمہ حدیث نے لکھا ہے کہ جس قدر امام صاحب کے اصحاب وتلامذہ تھے کسی امام کو نصیب نہیں ہوئے، حافظ ابوالمحاسن شافعی نے نوسو اٹھارہ علمائے کبار کے نام بقید نسب لکھے ہیں جو امام صاحب کے حلقۂ درس سے مستفید ہوئے، غالباً یہ تعداد مشہور محدثین کی ہوگی یا ان محدثین وفقہاء کی جو اکثر ملازم حلقہ رہا کرتے تھے اور اس کا ثبوت ردالمختار سے بھی ملتا ہے، چنانچہ اس میں بحوالہ طحطاوی لکھا ہے کہ فقہ کے جمع کرتے وقت ایک ہزار عالم امام صاحب کے ساتھ تھے جن میں چالیس شخص درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔

اتنے علماء میں ہر مسئلہ کی تحقیق ہوتی تھی اور سب کے اتفاق سے جب طے ہوتا تو اس وقت کتاب میں لکھا جاتا تھا، ہم امام صاحب کے خاص خاص تلامذہ واصحاب کے مختصر مختصر حالات بھی لکھیں گے اور ابتداء میں ان چالیس محدثین کے حالات لکھیں گے جو تدوین فقہ کے شریک تھے۔

امام صاحبؒ کی امامت فقہ اکابر علم کی نظر میں

پہلے علم فقہ کی اہمیت اقوال اکابر سے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت عمرؓ: نے عبدالرحمٰن بن غنم کو صرف فقہ سکھانے کے لئے شام بھیجا تھا۔

(۲) امام مالکؒ: نے اپنے بھانجے ابو بکر اور اسمٰعیل سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں حدیث کا بہت شوق ہے اور اس کو طلب کرتے ہو کہا ہاں! فرمایا اگر تم دوست رکھتے ہو کہ خدا تعالیٰ اس کا نفع تمہیں دے تو حدیث کی روایت کم کرو اور فقہ زیادہ حاصل کرو۔ (مختصر کتاب النصیحہ مولفہ خطیب بغدادی)

(۳) امام شافعیؒ: جو شخص صرف حدیثوں کو جمع کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی رات کو لکڑیاں جمع کرے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ سانپ کو لکڑی سمجھ کر اٹھائے گا اور تکلیف اٹھائے گا (مختصر کتاب النصیحہ مولفہ خطیب بغدادی)

(۴) اعمش:

کہتے ہیں کہ جب میں تحصیل حدیث سے فارغ ہوا تو فتویٰ دینے کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا پہلا ہی سوال ہوا تو اس کا جواب مجھ سے نہ بن سکا۔

(۵) امام احمد:

سے کسی نے مسئلہ پوچھا، فرمایا فقہاء سے پوچھو، ابوثور سے پوچھو (جو مشہور فقیہ تھے)۔ (توالی التاسیس)

(۶) علی بن المدینی:

بخاری نے نقل کیا کہ ابن مدینی کہتے تھے کہ تفقہ معانی حدیث یعنی فہم معنی حدیث نصف علم ہے اور معرفت رجال نصف علم ہے۔

(۷) امام ترمذی:

فقہاء نے اس طرح تشریح کی ہے اور وہ معانی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں (جامع ترمذی)

عبداللہ بن مبارک:

ابوحنیفہ افقہ الناس تھے میں نے فقہ میں ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (مناقب، موفق والانتصار بسط ابن الجوزی)

اعمش:

ابوحنیفہؒ وہ مسائل جانتے ہیں کہ نہ حسن بصری جانتے ہیں نہ ابن سیرین، نہ قتادہ، نہ بتی، نہ ان کے سوا کوئی اور (انتصار و مناقب کردری) کسی نے اعمش سے مسئلہ پوچھا، کہا کہ اس کا جواب ابوحنیفہؒ خوب جانتے ہیں، میرا ظن غالب یہ ہے کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے (خیرات حسان)

سعید بن ابی عروبہ:

سفیان بن سے فرمایا کہ تمہارے بلاد سے ابوحنیفہؒ کی جو خبریں آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے زیادہ افقہ کوئی نہیں ہے، مجھے آرزو ہے کہ جو علم خدائے تعالیٰ نے ان کو دیا ہے وہ تمام مسلمانوں کے دلوں میں ڈالا جائے، ان کو خدا نے فقہ میں فتحیاب کیا ہے گویا وہ اسی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ (موفق، انتصار، کردری)

یحییٰ بن سعید القطان: کہا کرتے تھے کہ جو واقعات لوگوں پر وقتاً فوقتاً پیش آتے ہیں ان میں حکم شرعی بیان کرنے والا سواء ابوحنیفہؒ کے کوئی نہیں۔ (موفق، انتصار)

عثمان المدینی: حماد، ابراہیم، علقمہ اور ابن اسود سے ابوحنیفہ زیادہ فقیہ تھے۔ (موفق، انتصار)

جریر بن عبداللہ: نے کہا کہ مجھ سے مغیرہ نے کہا کہ ابوحنیفہؒ کے حلقہ میں رہا کرو گے تو فقیہ ہو جاؤ گے، اگر ابراہیم نخعی ہوتے تو وہ بھی ان کے حلقہ میں بیٹھتے۔ (موفق، کردری)

مسعر: کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقیہ میں نے نہیں دیکھا، ان کی فقاہت پر مجھے رشک آتا ہے (موفق، انتصار)

مقاتل: میں نے تابعین اور تبع تابعین کو دیکھا مگر ان میں ابوحنیفہؒ جیسا نکتہ رس اور بصیرت والا شخص نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن آدم: تمام اہل فقہ اور اہل بینش کا اتفاق ہے کہ ابوحنیفہ سے افقہ کوئی نہیں، اس امر میں انہوں نے ایسی کوشش کی کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کی تھی اسی لئے خدائے تعالیٰ نے ان کو راستہ دکھا دیا۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام شافعیؒ: جس کو فقہ کی معرفت منظور ہو وہ ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو لازم پکڑے، کیونکہ فقہ میں سب ان کے عیال ہیں۔ (موفق، انتصار)

وکیع: میں کسی عالم سے نہیں ملا جو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقیہ ہو۔ (موفق، انتصار، کردری)

حالانکہ امام وکیع بڑے بڑے محدثین سے ملے تھے، مثلاً ہشام بن عروہ، اعمش، اسماعیل بن ابی خالد، ابن عون، ابن جریج، سفیان اور اودی، اور امام احمد کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے وکیع جیسا عالم نہیں دیکھا حدیث وفقہ میں وہ بہت بڑے پایہ کے تھے امام احمد نے فرمایا کہ وہ فقہ کا مذاکرہ بڑی عمدگی سے کرتے تھے، یہ فقہ حنفی کی ہی طرف اشارہ ہے کیونکہ بتصریح ذہبی وہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

واضح ہو کہ امام وکیع بھی اعمش اور اوزاعی کی طرح ابتداء میں امام صاحب کے مخالف تھے پھر صحیح حالات معلوم ہونے پر معتقد و مقلد ہو گئے تھے۔

سفیان ثوری: اگر سفیان ثوری کے پاس کوئی جاتا اور کہتا کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں، تو فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ روئے زمین پر اس جیسا فقیہ عالم نہیں۔ (الخیرات الحسان)

امام جعفر صادق: ابوحنیفہؒ کل فقہاء کوفہ سے افقہ ہیں۔ (موفق، انتصار)

حسن بن عمارہ: یہ سفیان ثوری کے استاد ہیں، عبداللہ بن مبارک نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے تم سے بڑا فقیہ، بلیغ و حاضر جواب نہیں دیکھا اور آپ تمام فقہاء کے سردار ہیں جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ صرف حسد کرتے ہیں۔ (تبییض الصحیفہ و خیرات الحسان)

اسحاق بن راہویہ: امام بخاری کے اجلہ شیوخ میں تھے کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو احکام اور قضایا کو امام ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں ہر چند قبول قضاء پر زبردستی اور سختی کی گئی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ خالصاً لوجہ اللہ تعلیم اور ارشاد کیا کرتے تھے۔ (موفق، انتصار)

عیسیٰ بن یونس: نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کوئی بدگوئی کرے تو ہرگز اس کا یقین مت کرنا میں خدا کی قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں نے ان سے افضل اور افقہ نہیں دیکھا۔ (خیرات)

آئے ہو کہ روئے زمین پر اس جیسا فقیہ عالم نہیں۔ (الخیرات الحسان)

امام جعفر صادق: ابوحنیفہؒ کل فقہاء کوفہ سے افقہ ہیں۔ (موفق، انتصار)

حسن بن عمارہ: یہ سفیان ثوری کے استاد ہیں، عبداللہ بن مبارک نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے تم سے بڑا فقیہ، بلیغ وحاضر جواب نہیں دیکھا اور آپ تمام فقہاء کے سردار ہیں جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ صرف حسد کرتے ہیں۔ (تبییض الصحیفہ وخیرات الحسان)

اسحاق بن راہویہ: امام بخاری کے اجلہ شیوخ میں تھے کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو احکام اور قضایا کو امام ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں ہر چند قبول قضاء پر زبردستی اور سختی کی گئی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ خالصاً لوجہ اللہ تعلیم اور ارشاد کیا کرتے تھے۔ (موفق، انتصار)

عیسیٰ بن یونس: نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کوئی بدگوئی کرے تو ہرگز اس کا یقین مت کرنا میں خدا کی قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں نے ان سے افضل اور افقہ نہیں دیکھا۔ (خیرات)

امام شعبہ: اعمش اور سفیان ثوری کے استاد ہیں ان کو جب امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو انا للہ پڑھ کر کہا کہ اب اہل کوفہ کی روشنی علم جاتی رہی، یاد رکھو کہ ان جیسا شخص وہ کبھی نہ دیکھیں گے۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحب ورع وتقویٰ میں یکتا تھے

یحییٰ بن معین: کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا ابوحنیفہ ثقہ تھے؟ کہاں ہاں ثقہ تھے، ثقہ تھے، پھر کہا خدا کی قسم ان کا رتبہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا کہ جھوٹ کہتے، ورع میں وہ سب سے زیادہ تھے اور کہا کہ جس کو ابن مبارک ووکیع نے عدل کہا اس کو تم کیا کہتے ہو۔ (موفق، انتصار، کردری)

عبداللہ بن مبارک: جب میں کوفہ پہنچا، لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کے علماء میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ سب نے کہا ابوحنیفہؒ! پھر پوچھا کہ زہد میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا ابوحنیفہؒ، پوچھا ورع وپارسائی میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا ابوحنیفہؒ! (موفق، انتصار، کردری وتبییض)

مکی بن ابراہیم: میں کوفہ کے تمام علماء کے ساتھ بیٹھا مگر ابوحنیفہ سے زیادہ اورع کسی کو نہیں دیکھا، تہذیب الکمال میں بھی یہ روایت موجود ہے مگر اس کا جو خلاصہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کیا ہے، اس میں شوافع کے مناقب زیادہ نقل کئے اور حنفیہ کے کم کر دیئے، اسی طرح تہذیب الکمال میں مزی نے سینکڑوں محدثین کے متعلق لکھا تھا کہ وہ امام صاحب کے یا ان کے اصحاب کے شاگرد ہیں مگر حافظ نے خلاصہ کیا کہ اس امر کا ذکر کم سے کم کر دیا۔

ابو شیخ: نو سال اور کئی ماہ میں ابوحنیفہؒ کے ساتھ بیٹھا، اس مدت میں کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جو قابل انکار ہو، وہ صاحب ورع وصلوٰۃ وصدقہ مواساۃ تھے۔ (موفق، انتصار کردری)

بکیر بن معروف: جس نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا اس کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور صاحب معرفت اور پرہیزگار کیسے ہوا کرتے ہیں، اور ان کو دیکھنے والے پر یہ ثابت ہو جاتا تھا کہ وہ خیر ہی کے لئے مخلوق ہیں۔

ابن جریج: مجھے نعمان فقیہ اہل کوفہ کے حالات معلوم ہوئے ہیں کہ وہ ورع میں کامل اور دین وعلم کی حفاظت کرنے والے تھے، اہل آخرت کے مقابلہ میں اہل دنیا کو اختیار نہیں کرتے تھے، میں گمان کرتا ہوں کہ قریب میں ان کے علم کی عجیب شان ہوگی۔ (موفق، انتصار، کردری)

عبدالوہاب بن ہمام: جتنے مشائخ عدن طلب حدیث کے لئے کوفہ گئے تھے وہ بالاتفاق کہتے تھے کہ ابوحنیفہ کے زمانہ میں ان سے بڑا فقیہ اور اورع کوفہ میں ہم نے نہیں دیکھا۔ (موفق، انتصار)

وکیع: حدیث کے باب میں ابوحنیفہؒ کو جس قدر ورع تھا کسی میں نہیں پایا گیا۔(موفق،انتصار)

یزید بن ہارون: میں نے ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا مگر خدا کی قسم ابوحنیفہ سے اورع کسی کو نہیں پایا۔(موفق،انتصار)

مناقب موفق وکردری اور الانتصار میں سفیان بن عیینہ،ہشیم،عبدالرزاق بن ہمام صاحب مصنف مشہور،ابراہیم بن عکرمہ،عمر بن ذر، ابوغسان مالک،حفص بن عبدالرحمٰن،عطاء بن جبلہ،شداد بن حکیم،عمرو بن صالح عیسیٰ بن یونس اور دوسرے بڑے بڑے محدثین سے بہ سند متصل نقل کیا کہ امام صاحب سب سے زیادہ متقی،پرہیزگار عابد وزاہد تھے۔

امام صاحب کی تقریر اور قوت استدلال

قوت تقریر کا مدار کثرت معلومات،استحضار مضامین اور طبیعت نکتہ رس پر ہے اور امام صاحب اپنے زمانہ کے علماء میں سے سب سے علم وفضل میں فائق،قوت حافظہ میں ممتاز تھے اور طبیعت دقیقہ رس،نکتہ آفریں تھی اسی لئے آپ کی تقریر بھی غیرمعمولی طور سے مؤثر ہوتی تھی،اس کے بارے میں معاصرین امام اور اکابر علماء کے اقوال پڑھئے۔

یزید بن ہارون: جب امام ابوحنیفہ کلام کرتے تو کل حاضرین کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔(موفق،کردری)

شیخ کنانہ: امام ابوحنیفہ کا کل علم مفہوم وکارآمد ہے اور دوسروں کے علم میں حشو وزوائد بہت ہیں،میں ان کی صحبت میں ایک مدت تک رہا مگر ایک بات بھی ان سے ایسی نہیں سنی جو قابل مواخذہ ہو،یا اس پر عیب لگایا جاسکے۔(موفق،انتصار،کردری)

ابومعاویہ ضریر: شریک،جہل وحسد کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے ساتھ دشمنی تو رکھتے تھے مگر جب ان کا کلام سنتے تو بیچارے سر نہ اٹھا سکتے میں نے امام صاحب سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا،کوئی شخص تقریر میں ان پر غالب نہیں آسکتا تھا،کبھی ان کو مغلوب ہوتے نہیں دیکھا۔(موفق،کردری)

یحییٰ بن آدم: امام ابوحنیفہؒ کا کلام خالصۃً اللہ تھا اگر اس میں دنیوی امور کی آمیزش ہوتی تو ان کا کلام آفاق میں ہرگز نافذ نہ ہوسکتا کیونکہ ان کے حاسد اور کسر شان کرنے والے لوگ بہت تھے۔(موفق،انتصار،کردری)

جس مجلس میں امام صاحب ہوتے تو کلام کا مدار ان پر ہی ہوتا اور جب تک وہ وہاں رہتے کوئی دوسرا بات نہ کرسکتا(خیرات،کردری)

مسعر بن کدام: کسی نے ان سے کہا کہ ابوحنیفہؒ کے دشمن کس قدر کثرت سے ہیں؟ یہ سن کر مسعر سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور کہا دور ہو! میں نے جب کسی کو ان کے ساتھ مباحثہ کرتے دیکھا تو امام کو ہی غالب دیکھا۔(موفق،انتصار،کردری)

مطلب بن زیاد: جب کبھی امام ابوحنیفہؒ نے کسی مسئلہ میں کسی کے ساتھ گفتگو کی تو وہ شخص ان کا مطیع ومنقاد ہوگیا۔(موفق)

امام مالکؒ: پوچھا گیا کہ اہل عراق میں سے جو آپ کے یہاں آئے ان میں افقہ کون ہیں؟ فرمایا-کون آئے ہیں؟ کہا گیا ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ،سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہؒ،امام مالک نے فرمایا کہ تم نے ابوحنیفہؒ کا نام آخر میں لیا،میں نے ان کو دیکھا کہ ہمارے یہاں کے کسی فقیہ سے ان کا مناظرہ ہوا اور تین بار اس کو اپنی رائے کی طرف رجوع کرا کے امام صاحب نے آخر میں کہہ دیا کہ یہ بھی خطا ہے۔(موفق)

اور امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ امام مالکؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا سبحان اللہ! وہ تو ایسے شخص تھے کہ اگر تم سے کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو پھر اس کو دلیل وحجت سے ثابت بھی کردکھاتے۔(کردری،خیرات،تبییض)

حافظ ابوحمزہ محمد بن میمون: نے قسم کھا کر کہا کہ ابوحنیفہؒ کی تقریر سن کر مجھے جس قدر خوشی ہوتی وہ لاکھ اشرفی کے ملنے سے بھی نہیں ہوسکتی۔(موفق،انتصار،کردری)

یوسف بن خالد سمتی: جب میں علم حاصل کر کے امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھا اور ان کی تقریریں سنیں تو معلوم ہوا کہ علم کے چہرہ پر

امام ابوحنیفہؒ طبیب امت تھے

سعدان بن سعید حلمی: امام ابوحنیفہؒ اس امت کے طبیب ہیں اس لئے کہ جہل سے زیادہ کوئی بیماری نہیں اور علم ایسی دوا ہے کہ اس کی نظیر نہیں اور امام صاحبؒ نے علم کی ایسی شافی تفسیر کی کہ جہل جاتا رہا۔

امام اوزاعی: امام صاحبؒ کو طبیب امت کہا کرتے تھے اور محدثین کو عطاروں میں داخل کرتے تھے۔

عفان بن سیار: امام ابوحنیفہؒ کی مثال طبیب حاذق کی سی ہے جو ہر بیماری کی دوا جانتا ہے۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحبؒ محسود تھے

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے آیت و من شر حاسد اذا حسد کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تمام شرور کا مبدأ حسد ہے، آسمان و زمین میں جو پہلا گناہ ہوا وہ حسد ہی تھا، وہاں ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کیا تھا، یہاں قابیل نے ہابیل پر۔

سفیان ثوری: آپ سے جب کوئی دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے کہ اس مسئلہ میں کوئی عمدہ تقریر نہیں کر سکتا سواء اس شخص کے جس پر ہم لوگ حسد کرتے ہیں (یعنی ابوحنیفہؒ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے پوچھتے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد کا کیا قول ہے؟ اور جو وہ جواب دیتے اسی کو یاد کر کے اسی کے موافق فتویٰ دیتے تھے۔ (موفق، کردری)

عبید بن اسحٰق: امام ابوحنیفہ سید الفقہاء ہیں اور جو ان پر تہمت لگاتا ہے وہ حاسد ہے یا شریر شخص ہے۔ (موفق، انتصار، کردری)

ابن مبارک: اگر میں سفہاء کی بات سنتا (جو حسد و عداوت کی وجہ سے امام صاحب کے پاس آنے سے روکتے تھے) تو ابوحنیفہؒ کی ملاقات فوت ہو جاتی، جس سے میری مشقت اور خرچ جو تحصیل علم میں ہوا تھا سب ضائع ہو جاتا، اگر میں ان سے ملاقات نہ کرتا اور ان کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو میں علم میں مفلس رہ جاتا اور فرمایا کرتے تھے کہ آثار و احادیث کو لازم پکڑو مگر اس کے لئے ابوحنیفہ کی ضرورت ہے۔ (موفق، انتصار، کردری)

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں بہت سے شہروں میں رہا، علم حاصل کیا مگر جب تک امام صاحبؒ سے ملاقات نہ ہوئی حلال و حرام کے اصول مجھے معلوم نہ ہوئے۔ (موفق و کردری)

حضرت عبداللہ بن مبارک امام صاحب پر نقد و جرح کرنے والوں کے بارے میں ایک مشہور شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب کسی شخص کے علم و فضل کے غیر معمولی مرتبہ پر لوگوں کو پہنچنا دشوار ہوتا ہے تو اس پر حسد کرنے لگا کرتے ہیں اور حسد کی وجہ سے جرح پر اتر آتے ہیں، خود امام صاحب سے بھی چند اشعار ایسے منقول ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے پاکیزہ قلب پر بھی حاسدین کے حسد کا صدمہ تھا۔

قیس بن ربیع: ابوحنیفہؒ پرہیزگار، فقیہ اور محسود خلائق تھے۔

حسن بن عمارہ: لوگ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت جو کلام کرتے ہیں، اس کا منشاء حسد ہے، تفقہ میں ان کی فضیلت مسلم تھی۔

امام صاحب مؤید من اللہ تھے

عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعودی: امام ابوحنیفہؒ فقہ اور فتویٰ میں موید من اللہ تھے، ابوعبدالغفار نے کہا کہ امام صاحب ہمارے زمانہ کے فقیہ ہیں، قیس بن الربیع نے کہا کہ مسعودی نے سچ کہا ہے۔ (کردری)

سوید بن سعید: اگر امام ابوحنیفہؒ اور خدائے تعالیٰ کے درمیان کوئی امر محکم نہ ہوتا تو ان کو اس قدر توفیق نہ ہوتی۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام مالک: امام ابوحنیفہؒ کو فقہ کی توفیق دی گئی ہے جس سے ان پر اس کی مشقت نہ رہی۔ (خیرات)

اعمش: نے امام صاحب سے کہا تھا کہ اگر طلب سے فضیلت حاصل ہوتی تو میں تم سے افقہ ہوجاتا مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے (کردری)

امام صاحب خدا تعالیٰ کی رحمت تھے

ابوبکر بن عیاش: میں نے محمد بن السائب الکلبی سے بارہا سنا ہے کہ "ابوحنیفہ خدا کی رحمت ہیں"۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے

محدث شفیق بلخی: عبدالوہاب مروزی نے نقل کیا کہ جب شفیق مکہ معظمہ آئے تو ہم ان کی مجلس میں اکثر جایا کرتے تھے ان کی عادت تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کی تعریفیں کثرت سے کیا کرتے تھے، ایک بار ہم نے کہا حضرت! کب تک آپ ان کی تعریف وتوصیف کریں گے، ایسی باتیں بیان کیجئے جن سے ہمیں کچھ نفع ہو، فرمایا افسوس ہے کہ تم لوگ ابوحنیفہ کے ذکر کو اوران کے مناقب کو افضل الاعمال نہیں سمجھتے اگر ان کو دیکھتے اور ان کے ساتھ بیٹھتے تو یہ بات بھی نہ کہتے۔ (موفق، انتصار، کردری)

حضرت شعبہ: یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ شعبہ کے روبرو جب امام صاحب کا ذکر ہوتا تو ان کی تعریف وتوصیف میں بہت اطناب کرتے تھے حالانکہ وہ امام صاحب کے اقران میں سے تھے۔ (حوالہ بالا)

شیخ یٰسین زیات: محمد بن قاسم کا بیان ہے کہ یٰسین زیات امام صاحب کی تعریف حد سے زیادہ کرتے تھے، جب بھی ذکر آجاتا دیر تک ذکر کرتے اور خاموش رہنا نہیں چاہتے تھے۔ (موفق، انتصار)

تلامذۂ امام اعظمؒ

حاشیہ نسائی میں حافظ ابن حجر کے حوالہ سے بعض ائمہ کا قول نقل ہے کہ اسلام کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے اتنے اصحاب وشاگرد ظاہر نہیں ہوئے جتنے امام ابوحنیفہ کے تھے اور جس قدر علماء نے آپ سے اور آپ کے اصحاب سے تفسیر آیات مشکلہ، حل احادیث مشتبہ، تحقیق مسائل مستنبطہ، نوازل، قضایا اور احکام وغیرہ میں استفادہ کیا ہے اور کسی سے نہیں کیا۔

بعد محدثین نے آپ کے خصوصی تلامذہ میں سے آٹھ سو تلامذہ کا تذکرہ مع ذکر نسب ومقام وغیرہ تفصیل سے کیا ہے اور جنہوں نے آپ کی مسند کو روایت کیا ان کی تعداد پانچ سو لکھی ہے۔

حافظ ذہبی نے امام صاحب کو حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام صاحب سے تحصیل علم کرنے والے دو قسم پر تھے، ایک وہ جو حدیث آپ سے اخذ کرتے تھے، دوسرے وہ جو تفقہ کے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔

حافظ محمد بن یوسف الصالحی شافعی مؤلف "السیرۃ الکبریٰ الشامیہ" نے عقود الجمان میں لکھا ہے کہ "امام ابوحنیفہؒ اعیان وکبار حفاظ حدیث میں سے تھے اور اگر ان کی غیر معمولی توجہ وشغف حدیث کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ استنباط مسائل فقہ نہیں کرسکتے تھے اور اسی کثرت اعتناء بالحدیث کی وجہ سے ان کو حافظ ذہبی نے "طبقات الحفاظ" میں ذکر کیا ہے اور ان کا یہ فعل نہ صرف درست وصواب ہے بلکہ قابل تحسین ہے"۔

پھر ۲۳ ویں باب میں لکھا کہ "باوجود امام صاحب کے وسعت حافظہ کے جوان سے روایت حدیث کم ہوئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استنباط مسائل میں زیادہ مشغول رہے اور اسی طرح امام مالک وامام شافعی سے بھی روایت حدیث بہ نسبت ان کے کثیر الحدیث ہونے کے کم ہوئی ہے۔

جس طرح حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ سے بہ نسبت ان کے کثرت علم حدیث کے روایت کم ہوئی ہے، پھر علامہ موصوف نے امام صاحب کی کثرت علم حدیث کے بھی کچھ واقعات پیش کئے ہیں اور اس کے بعد امام صاحب کی ۱۷ اسانید کی اسانید کو پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

علامہ کوثریؒ نے نقل مذکور کے بعد تحریر فرمایا کہ امام صاحب کی یہ مسانید بطریق خیر ملی بھی امام صاحب سے مروی ہیں اور حافظ حدیث شمس ابن طولون نے بھی ان کی اسانید ''فہرست اوسط'' میں ذکر کی ہیں اور ہماری سند امام صاحب تک ''التحریر الوجیز'' میں ہے۔

خطیب بغدادی نے جس وقت دمشق کا سفر کیا تو اپنے ساتھ مسند نمبر ۱۸ امام اعظم للدارقطنی، اور مسند نمبر ۱۹ امام لابن شاہین اور ایک مسند نمبر ۲۰ خود اپنا لے گئے تھے۔

حافظ بدرالدین عینی حنفی نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے مسند نمبر ۲۱ ابن عقدہ میں ایک ہزار حدیث سے زیادہ ہیں، علامہ حافظ سیوطی شافعی نے تعقبات میں لکھا کہ ابن عقد کبار حفاظ حدیث میں سے تھے جن کی سب نے توثیق کی ہے، بجز کسی متعصب کے۔

ان کے علاوہ امام زفر نے بھی کتاب نمبر ۲۲ کتاب الآثار تالیف کی تھی جس میں امام صاحب سے بہ کثرت احادیث مروی ہیں، اس نسخہ کا ذکر حاکم نے ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں کیا ہے۔ (تانیب الخطیب ص ۱۵۶)

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب جس وقت اپنے استاد امام حماد کی جگہ جامع مسجد کوفہ میں مسند درس پر رونق افروز ہوئے تو ایک ہزار شاگرد آپ کے پاس جمع ہو گئے جن میں چالیس ایسے محدثین و فقہاء تھے جن کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا، ان پر آپ کو فخر تھا اور ان کو دیکھ کر اکثر یہ جملہ فرمایا کرتے تھے۔

''تم سب میرے راز دار غم گسار ہو، میں نے اس فقہ کے اسپ تازی کو زین و لگام کے ساتھ بنا سنوار کر تیار کر دیا ہے اس پر تم اپنا دینی، علمی سفر طے کرو) تم میری مدد کرو کیونکہ لوگوں نے مجھ کو جہنم کا پل بنایا ہے، وہ سب اس پر سے گذر کر پار ہوتے ہیں اور سب بار بوجھ میری پیٹھ پر ہے، یعنی وہ لوگ تو تقلید سے نجات پالیں گے لیکن اگر اجتہاد و استنباط احکام میں ذرا سا بھی تساہل رونما ہوا تو اس کا مواخذہ مجھ سے ہوگا''۔

چنانچہ امام صاحب نے تدوین فقہ کی ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی جس میں علاوہ چالیس فقہاء مذکورین کے دوسرے سینکڑوں محدثین و فقہا بھی وقتاً فوقتاً شرکت کیا کرتے تھے جو امام صاحب کی خدمت میں دور دراز ملکوں سے تحصیل حدیث و فقہ کیلئے حاضر ہوتے رہتے تھے، کیونکہ تدوین فقہ کا یہ عظیم الشان کام تقریباً ۲۵-۳۰ سال تک جاری رہا ہے۔

یہاں ہم امام صاحب کے تلامذۂ محدثین کے کچھ نام لکھتے ہیں۔

تلامذۂ محدثین امام اعظمؒ

۱- عبداللہ بن مبارک: خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ امام ہیں، نسائی کہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے بزرگ اور صاحب اخلاق حمیدہ ہیں، نووی کہ امامت و جلالت پر اجماع ہے، امام احمد کہ امام وقت و افضل المحدثین تھے اور کل احادیث از بر تھیں، باوجود اس کے کہا کرتے تھے کہ امام صاحب کے علوم کی طرف ہر محدث محتاج ہے اور بعد تکمیل حدیث امام صاحب کے ساتھ آخری عمر تک رہے۔

۲- مسعر بن کدام: تذکرہ میں ہے الامام الحافظ، احد الاعلام، باوجودیکہ امام صاحب نے بھی ان سے روایت کی ہے مگر حلقۂ درس امام میں روبرو بیٹھتے اور شاگردوں کی طرح سوال کرتے، امام صاحب کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے۔

۳- وکیع بن الجراح: تذکرہ امام حافظ محدث العراق، تہذیب الکمال و تبییض الصحیفہ و خیرات الحسان میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے۔

۴- مقری: محدثین میں شیخ الاسلام اور امام سمجھے جاتے تھے، امام صاحب کے شاگرد تھے اور ان کو شاہ مرداں کہا کرتے تھے۔

۵- ابراہیم بن طہمان: تذکرہ میں ہے کہ الامام الحافظ کہے جاتے تھے، امام احمد کی مجلس میں ذکر آتا تو سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تھے، تذکرہ، تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶-یزید بن ہارون: تذکرہ میں الامام القدوہ شیخ الاسلام ۴۰ سال عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا کی، تلامذہ کا شمار نہیں ستر ہزار ایک وقت میں ہوتے تھے تذکرہ و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے اور سب اساتذہ پر ترجیح دیتے تھے کہ ان کا مثل بہت تلاش کیا مگر نہ ملا۔

۷-حفص بن غیاث: کردری نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام صاحب سے ان کی کتابیں اور آثار سنے ہیں، خطیب کا بیان ہے کہ امام صاحب کے مشہور شاگردوں میں ہیں۔

۸-ابوعاصم الضحاک النبیل: تذکرہ میں ہے کہ الحافظ اور شیخ الاسلام کہے جاتے تھے تہذیب الکمال اور تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۹-یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ: تذکرۃ الحفاظ میں صاحب ابی حنیفہؒ کا لقب دیا ہے، مدت تک ساتھ رہے اور لکھنے کا کام سپرد تھا۔

۱۰-یحییٰ بن سعید القطان: حلقہ درس میں شرکت کرتے، اکثر اقوال لئے، امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے حالانکہ سید الحفاظ تھے۔

۱۱-عبدالرزاق بن ہمام: تذکرہ میں الحافظ الکبیر، امام بخاری نے ان کی کتاب سے استفادہ کیا، ذہبی نے اس کتاب کو علم کا خزانہ کہا، تہذیب الکمال و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۲-اسحٰق بن یوسف ازرق-تہذیب الکمال و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۳-جعفر بن عون-خیرات حسان و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۴-حارث بن نبہان-تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۵-حیات بن علی العنزی-تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۶-حماد بن دلیل-تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ابوداؤد میں ان سے روایات ہیں۔

۱۷-حفص بن عبدالرحمٰن البلخی-تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں نسائی میں ان سے روایات ہیں۔

۱۸-حکام بن مسلم الرازی-تہذیب التہذیب و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۹-حمزہ بن حبیب الزیات قاری-تہذیب الکمال و تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۰-خارجہ بن مصعب الضبعی-تہذیب الکمال میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۱-داؤد بن نصیر الطائی-نفحات الانس جامی میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں نسائی وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۲-زید بن حباب عکلی-تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۳-شعیب بن اسحٰق بن عبدالرحمٰن الدمشقی-تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں بخاری و مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۴-صباح بن محارب-تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۵-صلت بن الحجاج الکوفی-تہذیب الکمال میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں بخاری میں ان سے روایات ہیں۔

۲۶-عائذ بن حبیب العبسی-نسائی وابن ماجہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۲۷-عباد بن العوام-صحاح ستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض و خیرات میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۲۸-عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی- بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۲۹-عبدالعزیز بن خالد بن زیاد ترمذی- نسائی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۰-عبدالکریم بن محمد الجرجانی-ترمذی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۱-عبدالعزیز بن ابی رواد- بخاری وغیرہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۲-عبیداللہ بن عمرو الرقی-صحاح ستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۳-عبیداللہ بن موسیٰ-صحاح ستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۴-علی بن ظبیان الکوفی-ابن ماجہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض، خلاصہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۵-علی بن عاصم الواسطی-ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۶-علی بن مسہر-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۷-ابونعیم الفضل بن دکین-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۸-الفضل بن موسیٰ السینانی-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں اسحٰق بن راہویہ نے فرمایا کہ میرے اساتذہ میں کوئی ان سے اوثق نہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۳۹-عبدالوارث بن سعید-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۰-القاسم بن الحکم العرنی-ترمذی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض الصحیفہ تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۱-القاسم بن معن المسعودی-نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۲-قیس بن الربیع-ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۳-محمد بن بشر العبدی-صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۴-محمد بن الحسن بن آتش الصنعانی-امام احمد میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۵-محمد بن خالد الوہبی-ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۶-محمد بن عبدالوہاب العبدی-ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۷-محمد بن یزید الواسطی-ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۸-مروان بن سالم-نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۴۹-مصعب بن مقدام-مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۰-المعافی بن عمران الموصلی- بخاری، ابوداؤ دونسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۱-مکی بن ابراہیم البلخی - صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۲-النعمان بن عبدالسلام الاصبہانی- ابوداؤ د،نسائی میں روایات ہیں تہذیب الکمال تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۳-نوح بن دراج القاضی- تہذیب الکمال، تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۴-نوح بن ابی مریم- تہذیب الکمال تبییض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۵- ہریم بن سفیان- صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۶- ہودہ بن خلیفہ- ابوداؤ د میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۷- ہیاج بن بسطام البرجمی- ابن ماجہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۸- یحییٰ بن یمان- بخاری ومسلم میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۹- یزید بن زریع- صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۰- یزید بن ہارون (م ۲۰۶ھ) من رواۃ الصحاح (تہذیب وجواہر)۔

۶۱- یونس بن بکیر- مسلم، ابوداؤ دوغیرہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۲- ابواسحٰق الفزاری- صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۳- موسیٰ بن ابن نافع ابوشہاب الاکبر الحناط- بخاری ومسلم وغیرہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تبییض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۴- حماد بن زید- صحاح ستہ، بخاری ومسلم وغیرہ میں روایات ہیں سفیان ثوری ان کے سامنے دوزانو ہوتے تھے۔ خیرات میں بحوالہ ابن مدینی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۵- ہشام بن عروہ- صحاح ستہ، بخاری ومسلم وغیرہ میں روایات ہیں حدیث میں امام تھے۔ خیرات میں بحوالہ ابن مدینی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۶- یحییٰ بن القطان- سیدالحفاظ تھے، صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، امام احمد، امام یحییٰ بن معین، ابن المدینی وغیرہ اکابر محدثین کے شیخ ہیں۔ ابن المدینی (شیخ کبیر امام بخاری) کا قول ہے کہ یحییٰ القطان سے بڑا رجال کا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ یہ بھی امام صاحب کے شاگرد اور ان کے مذہب کے متبع تھے۔

تلامذۂ محدثین واصحاب امام اعظمؒ

جامع مسانید امام اعظمؒ جلد دوم (مطبوعہ حیدرآباد) میں ص ۳۵۲ سے ص ۵۷۴ تک امام صاحب کے ان تلامذہ کے اسماء گرامی چھپے ہوئے ہیں کہ جن کو صاحب جامع نے اصحاب الامام، لکھ کر ممتاز حیثیت دی ہے اور ساتھ ہی ان کے جلالت قدر کی طرف بھی اشارات کئے ہیں کہ مثلاً وہ شیوخ اصحاب صحاح ستہ یا شیوخ بخاری ومسلم میں سے ہیں، ساتھ ہی امام صاحب کے اصحاب میں سے اور امام صاحب کی اسانید کے رواۃ میں سے بھی ہیں۔ کچھ نام ان میں سے یہاں بھی درج کرتے ہیں۔

۶۷- محمد بن ربیع - ابوعبداللہ الکلابی الکوفی یروی عن الامام فی ہذہ المسانید

۶۸-محمد بن خازم ابو معاویہ الضریر- (راوی صحاح ستہ) ولادت ۱۱۳ھ وفات ۱۹۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۶۹-محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی- وفات ۱۹۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۰-محمد بن عمرو الواقدی مدنی قاضی بغداد- (ابن ماجہ) وفات ۲۰۷ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۱-محمد بن جابر الیمامی- (ابوداؤد و ابن ماجہ) یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۲-محمد بن حفص بن عائشہ- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۳-محمد بن ابان ابو عمر- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۴-محمد بن خالد الوہبی الحمصی الکندی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید کثیراً
۷۵-محمد بن یزید بن مذحج الکوفی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۶-محمد بن صبیح بن السماک الکوفی- ابوالعباس یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۷-محمد بن سلیمان ابن حبیب ابوجعفر البغدادی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۸-محمد بن سلمۃ الحرانی ابوعبداللہ- وفات ۱۹۱ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۷۹-محمد بن عبید ابوعبیداللہ الطنافی الکوفی الاحدب- وفات ۲۰۳ھ سمع الامام وروی فی ہذہ المسانید
۸۰-محمد بن جعفر ابوعبداللہ البصری (غندر) شیخ مشائخ البخاری و مسلم و شیخ احمد روی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۱-محمد بن یعلی السلمی الکوفی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۲-محمد بن الزرقان ابوہمام الاہوازی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۳-محمد بن الحسن الواسطی- کتب عنہ البخاری اول سنۃ انحدر الی البصرۃ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۴-محمد بن بشر ابوعبداللہ الکوفی- وفات ۲۰۳ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۵-محمد بن الفضل بن عطیۃ المروزی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۶-محمد بن یزید الواسطی ابوسعید الکلاعی- وفات ۱۸۸ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۷-محمد بن الحسن المدنی- یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۸-محمد بن عبدالرحمٰن- ابوعمرو القرشی الکوفی القاضی- روی عنہ الثوری و مع جلالۃ قدرہ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۸۹-محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار المدنی- (صاحب المغازی) طول الخطیب فے الاطراء علیہ ثم حکی فیہ طعنا کما فعل باجلۃ العلماء
۹۰-محمد بن میسر ابوسعد الجعفی الصاغانی- یروی عن الامام کثیراً فی ہذہ المسانید
۹۱-ابراہیم بن محمد ابواسحاق الفزاری- ولادت ـــ وفات ۱۸۶ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
من شیوخ شیوخ البخاری و مسلم و من شیوخ الامام الشافعی روی عنہ فی سندہ الکثیر
۹۲-ابراہیم بن میمون ابواسحاق الخراسانی- من شیوخ شیوخ البخاری و مسلم و من شیوخ الامام الشافعی و یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۹۳-ابراہیم بن طہمان الخراسانی- مع جلالۃ قدرہ و یروی عن الامام فی ہذہ کثیراً
۹۴-ابراہیم بن ایوب الطبری- و یروی عن الامام فی ہذہ

۹۵-ابراہیم الجراح-قاضی مصر-اخو وکیع بن الجراح۔روی کثیراً عن ابی یوسف ویروی عن الامام فی ہذہ کثیراً
۹۶-ابراہیم بن المختار-ویروی عن الامام فی ہذہ
۹۷-اسمٰعیل بن عیاش بن عتیبۃ الحمصی العنسی-وفات ۱۸۱ھ ویروی وھو من کبار محدثی تابعی التابعین۔
۹۸-ابراہیم بن سعید بن ابراہیم القرشی المدنی-وفات ۱۸۳ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۹۹-ابراہیم بن عبدالرحمٰن الخوارزمی-یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۱۰۰-اسماعیل بن ابی زیاد-من اصحاب الامام ویروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۱۰۱-اسماعیل بن موسیٰ-الکوفی الفزاری وفات ۱۴۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۱۰۲-اسماعیل بن یحییٰ بن عبداللہ بن طلحۃ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ(کوفی)-یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
۱۰۳-اسحٰق بن یوسف الواسطی-مع جلالۃ قدرہ وھو کونہ من شیوخ احمد ویحییٰ بن معین وھو شیخ بعض شیوخ البخاری ومسلم وفات ۱۹۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ الاحادیث الکثیرۃ
۱۰۴-اسحٰق بن حاجب بن ثابت العدل-وفات ۱۹۹ھ ویروی عن الامام
۱۰۵-اسحٰق بن بشر البخاری-من فقہاء بخاری یروی عن الامام
۱۰۶-اسباط بن محمد بن عبدالرحمٰن القرشی وفات ۱۸۶ھ یروی مع کونہ من شیوخ شیوخ البخاری ومسلم ومن شیوخ الامام احمد ویحییٰ بن معین
۱۰۷-اسد بن عمرو البجلی-وفات ۱۹۰ھ-یروی عن الامام الخ کثیراً مع کونہ من شیوخ احمد وامثالہٗ من صغار اصحاب الامام
۱۰۸-ابوبکر بن عیاش-نام سے مشہور نہیں اور نام متعین بھی نہیں۔وفات ۱۹۳ھ امام عظیم مخرج عنہ کثیراً فی البخاری ومسلم ویروی عن الامام الخ
۱۰۹-اسرائیل بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی-ولادت ۱۰۰ھ وفات ۶۲،۶۱، ۱۶۰ھ مع جلالۃ قدرہ وکونہ من اعلام ائمۃ الحدیث ومن شیوخ شیوخ الشیخین یروی عن الامام الخ وھو من شیوخ احمد ایضا
۱۱۰-ابان بن ابی عیاش البصری-من کبار اصحاب الحسن البصری یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۱-ایوب بن ہانی-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۲-احمد بن ابی ظبیہ-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۳-اسماعیل بن ملحان-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۴-اسماعیل بن النسوی-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۵-اسماعیل بن بیاع السابری-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۶-اسماعیل بن علیان-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۷-اخضر بن حکیم-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۸-الیسع بن طلحۃ-یروی عن الامام فی المسانید
۱۱۹-ابراہیم بن سعید-یروی عن الامام فی المسانید
۱۲۰-ابیض بن الاغر-یروی عن الامام فی المسانید

۱۲۱-اسحاق بن بشر البخاری-وفات ۲۰۶ھ یروی عن الامام فی المسانید قال الخطیب روی عنہ جماعۃ من الخراسانین وقال اقدمہ ہارون الرشید بغداد فحدث بہا

۱۲۲-بکر بن خنیس-یروی عن الامام فی المسانید

۱۲۳-بشر بن المفضل البصری-وفات ۱۸۷ھ یروی عن الامام فی المسانید

۱۲۴-بکیر بن معروف الاسدی الدمشقی، قاضی نیشاپور-وفات ۱۶۳ھ یروی عن الامام فی المسانید

۱۲۵-بلال بن ابی بلال مرداس الفزاری-یروی عن الامام مع انہ شیخ شیخ البخاری

۱۲۶-بشر بن زیاد- یروی عن الامام

۱۲۷-بشار بن قیراط- یروی عن الامام

۱۲۸-بقیہ بن الولید الکلاعی الحضرمی- وفات ۱۷۷ھ یروی عن الامام

۱۲۹-جنادہ بن مسلم العامری الکوفی-یروی عن الامام فی المسانید

۱۳۰-جارود بن یزید ابوعلی العامری النیشاپوری-یروی عن الامام فی المسانید

۱۳۱-جریر بن عبدالحمید الکوفی الرازی-وفات ۱۸۷ھ یروی عن الامام فی المسانید

۱۳۲-جعفر بن عون المخزومی الکوفی-وفات ۲۰۷ھ یروی عن الامام فی المسانید

۱۳۳-جریر بن حازم البصری-وفات ۱۷۰ھ یروی عن الامام مع جلالۃ قدرہ

۱۳۴-حماد بن زید ابواسمٰعیل الازرق-وفات ۱۷۹ھ یروی عن الامام کثیراً

۱۳۵-حماد بن اسامۃ الکوفی-یروی عن الامام

۱۳۶-حماد بن زید النصیبی-یروی عن الامام

۱۳۷-حماد بن یحیٰ ابوبکر الابح-یروی عن الامام

۱۳۸-حسن بن صالح بن حی الکوفی-ولادت ۱۰۰ھ وفات ۱۶۷ھ یروی عن الامام

۱۳۹-الحسن بن عمارہ (خت، ت، ق)- وفات ۱۵۳ھ یروی عن الامام کثیراً

۱۴۰-حفص بن غیاث النخعی الکوفی-من کبار اصحاب الامام وفات ۱۹۶ھ یروی عن الامام (من رجال الستہ)

۱۴۱-حاتم بن اسماعیل الکوفی سکن المدینۃ-وفات ۱۸۷ھ یروی عن الامام (من رجال الستہ)

۱۴۲-حسان بن ابراہیم الکرمانی-یروی عن الامام

۱۴۳-حمزۃ بن حبیب المقری الکوفی-وفات ۱۵۶، ۱۵۸ھ یروی عن الامام فی المسانید کثیراً

۱۴۴-حمید بن عبدالرحمٰن الکوفی- یروی عن الامام

۱۴۵-الحسن بن الحسن بن عطیۃ العوفی الکوفی-وفات ۲۱۱ھ یروی عن الامام

۱۴۶-حکیم بن زید قاضی مرد-ومن اصحاب الامام یروی عن الامام

۱۴۷-الحسن بن فرات التیمی - ومن اصحاب الامام یروی عن الامام فی المسانید کثیراً

۱۴۸-حبان بن سلیمان الجعفی الکوفی--یروی عن الامام فی......المسانید

۱۴۹-حسین بن ولید النیشاپوری القرشی-وفات ۲۰۳ھ یروی عن الامام فی......المسانید
۱۵۰-حسن بن الحر الکوفی-یروی عن الامام فی......المسانید
۱۵۱-حریث بن نبھان-یروی عن الامام فی......المسانید
۱۵۲-حسن بن بشر الکوفی-وفات ۲۲۱ھ یروی عن الامام فی المسانید
۱۵۳-حسین بن علوان الکلبی-یروی عن الامام عن الامام فی...المسانید
۱۵۴-الحسن بن المسیب-وھو معروف عند اصحاب الحدیث، یروی عن الامام فی المسانید
ص ۴۴۳ جلد نمبر ۲......................................
۱۵۵-خالد بن عبداللہ الواسطی-وفات ۱۸۲ھ ممن یروی الکثیر اً عن الامام فی......المسانید وھو من شیوخ الامام احمد
۱۵۶-خالد بن خداش المہلبی-وفات ۲۲۳ھ ممن یروی قلیلا عن الامام فی وکثیراً عن اصحاب الامام واحمد
۱۵۷-خالد بن سلیمان الانصاری-من یروی عن الامام وشیخ شیخ البخاری
۱۵۸-خلف بن خلیفۃ بن صاعد الاشجعی-یروی عن الامام وھو من شیوخ شیوخ البخاری ومسلم
۱۵۹-خارجۃ بن مصعب ابوالحجاج الخراسانی الضبعی- یروی عن الامام
۱۶۰-خارجۃ بن عبداللہ بن سعد بن ابی الوقاص- من اہل المدینۃ یروی عن الامام فی......المسانید
۱۶۱-خاقان بن الحجاج-من کبار العلماء یروی عن الامام فی......المسانید
۱۶۲-خلف بن یٰسین بن معاذ الزیات-من اصحاب الامام یروی عن الامام فی...المسانید
۱۶۳-خویل الصقار (وقیل خویلد الصفار)-وقال البخاری وھو خلاد الصفار الکوفی یروی عن الامام فی......المسانید
۱۶۴-خالد بن عبدالرحمٰن السلمی- یروی عن الامام فی......المسانید
ص ۴۴۷ جلد ۲......................................
۱۶۵-داؤد الطائی-(زاہد ہذہ الامۃ) انہ من اجلاء اصحاب الامام ۲ وروی عنہ ۲ فی....المسانید کثیراً وفات ۱۶۰ھ
۱۶۶-داؤد بن عبدالرحمٰن المکی-وروی عنہ ۲ فی......المسانید وروی عنہ الامام ایضاً
۱۶۷-داؤد بن الزبرقان-مع جلالۃ قدرہ وتقدمہ وروی عنہ ۲ فی......المسانید
۱۶۸-داؤد بن المجر الطائی المصری-المسانید وفات ۲۰۶ھ
ص ۴۵۸ جلد ....
۱۶۹-زکریا بن ابی زائدۃ الہمدانی الکوفی-وروی عنہ کثیراً مع جلالۃ قدرہ وتقدمہ وکونہ من شیوخ شیوخ الشیخین
۱۷۰-زہیر بن معاویۃ الحدیج الکوفی-کثیراً مع جلالۃ قدرہ وتقدمہ وکونہ من شیوخ شیوخ الشیخین
۱۷۱-زائدۃ بن قدامۃ الثقفی الکوفی-کثیراً مع تبحرہ فی علوم الحدیث
۱۷۲-زافر بن ابی سلیمان الایادی القوہستانی قاضی سجستان-روی عن الامام فی......المسانید
۱۷۳-زید بن الحباب بن الحسن التیمی الکوفی-روی عن الامام کثیراً مع جلالۃ وکونہ شیخ احمد وامثالہ

۱۷۴-زبیر بن سعید الہاشمی القرشی- روی عن الامام کثیراً
۱۷۵-زکریا بن ابی العتیک- روی عن الامام
ص۵۶۳ جلد ....
۱۷۶-نافع بن المقری المدنی-روی عن الامام
۱۷۷-نعیم بن عمر المدنی-روی عن الامام
۱۷۸-نوح بن دراج الکوفی (قاضی الکوفۃ) وفات ۱۸۲ھ) روی عن الامام
۱۷۹-نوح بن ابی مریم الکوفی-روی عن الامام
۱۸۰-نصر بن عبدالکریم البلخی-وفات ۱۹۹ھ روی عن الامام صاحب مجلس الامام
۱۸۱-نعمان بن عبدالسلام ابوالمنذر-روی عن الامام
۱۸۲-یزید بن ہارون ۲۰۶ھ روی عن الامام فی المسانید وہو شیخ الامام احمدؒ۔ (جامع المسانید ص ۵۷۷، ج ۲)

ضروری اشارات

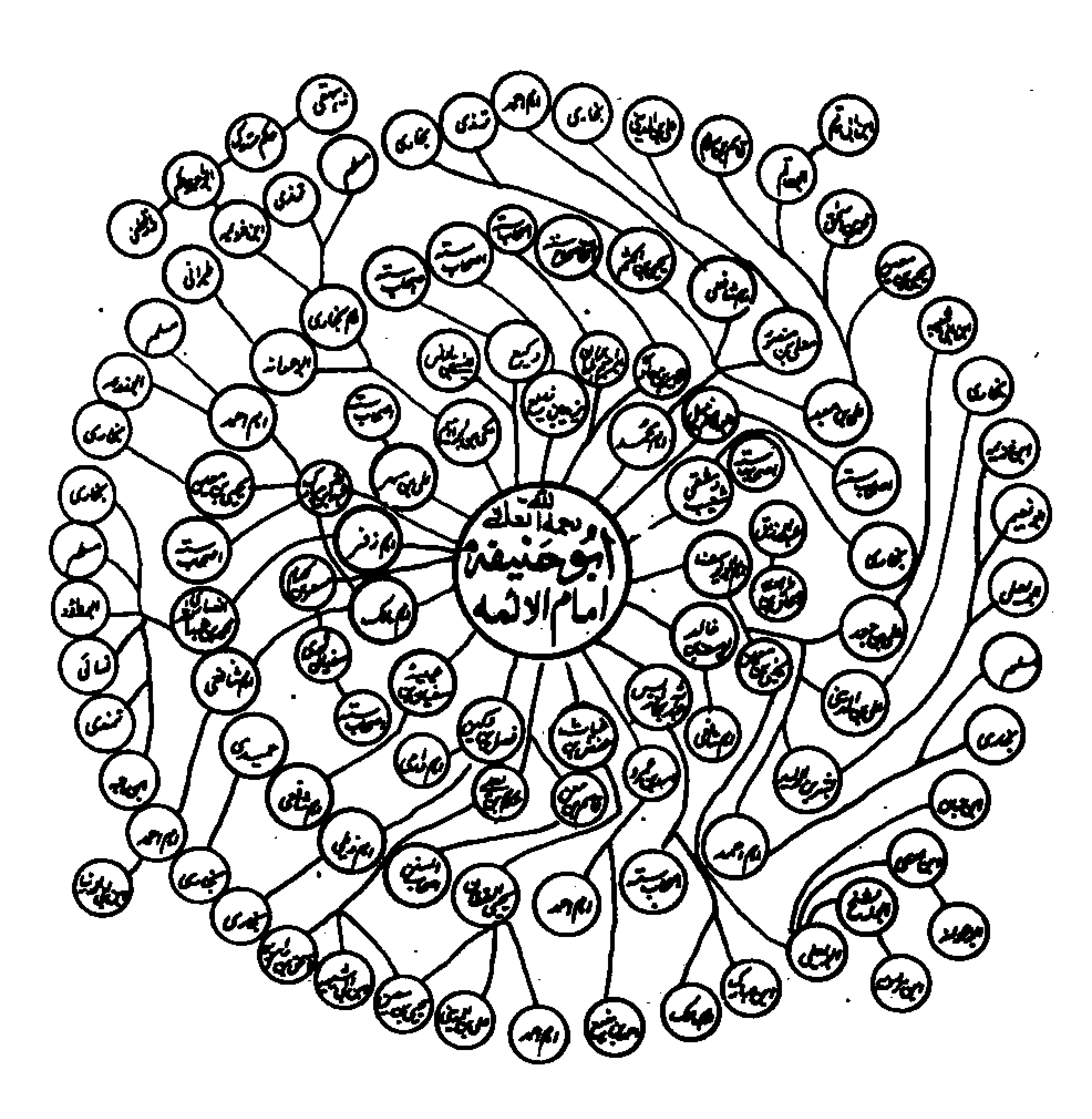
۱-علامہ موفق نے لکھا کہ مشائخ اسلام میں سے مختلف اطراف واکناف کے سات سو مشائخ نے امام صاحب سے روایت حدیث کی یعنی چھوٹوں کا ذکر نہیں کیا وہ تو ہزاراں ہزار ہوں گے حالانکہ اس زمانہ کے چھوٹے بھی بعد کے محدثین کے کبار شیوخ ہوئے ہیں۔

۲-علامہ مزی نے تہذیب الکمال میں ۹۷ شیوخ حدیث کے نام گنائے جو امام صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے۔اور غالباً وہ وہی ہیں جن کے اسماء گرامی علامہ سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ، مناقب الامام ابی حنیفہ میں لکھے ہیں۔علامہ مزی نے ۷۲ نام ان اکابر تابعین کے لکھے ہیں جن سے امام صاحب نے روایت کی ہے (تہذیب المزی قلمی ص ۱۷۱ ج ۵ تا ص ۲۸۴ ج ۵ ترجمہ امام اعظمؒ، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

۳- حافظ ابن حجر نے اپنی روایتی عصبیت کو کام میں لاکر ان شیوخ کی تعداد صرف ۲۳ دکھلائی اور بڑے بڑے محدثین جیسے ابن مبارک، داؤد طائی وغیرہ کے نام حذف کر دیئے (۴) حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بطور مثال ۸ فقہاء اور ۸ کبار محدثین حفاظ حدیث کا ذکر کیا اور بشر کثیر سے اشارہ کیا کہ ان کے علاوہ ان جیسے بہت ہیں (۵) علی بن المدینی (شیخ کبیر امام بخاری) نے فرمایا کہ امام صاحب سے ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت حدیث کی۔

۶-امام بخاری نے مزید اختصار کر کے لکھا کہ امام ابوحنیفہؒ سے عباد بن العوام، ہشیم، وکیع، مسلم بن خالد، ابو معاویہ ضریر نے روایت حدیث کی اور تاریخ میں یہ بھی لکھ گئے کہ امام صاحب کی حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا، حالانکہ چند بڑوں کے نام تو انہوں نے خود بھی لکھے جنہوں نے بقول امام بخاری ہی امام صاحب کی حدیث روایت کی، پھر سکوت کا دعویٰ کیسے صحیح ہوا، دوسرے ابن مبارک اور ثوری جیسے ائمہ حدیث کی روایت حدیث کی شہادت ان کے شیخ اعظم علی بن المدینی نے پیش کر دی، امام بخاری کو کیا خبر تھی کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو حدیث کے میدان سے نکال کر دور پھینکنے کی مہم جو ان سے بلکہ ان کے شیخ حمیدی وغیرہ سے شروع ہو کر حافظ ابن حجر وغیرہ سے پاس ہو کر اس دور کے متعصب غیر مقلدین تک پہنچی وہ نہ صرف ناکام ہوگی بلکہ اس سے حدیث کو بھی نقصان پہنچے گا، جس کی تلافی ناممکن ہوگی۔ واللہ المستعان

حضرت امام اعظمؒ کے تلامذہ کے کسی قدر تفصیلی نقشہ کے بعد ایک اجمالی خاکہ بھی بصورت دائرہ پیش ہے جس سے ایک نظر میں امام صاحب کے تلامذہ محدثین پیش نظر ہو جاتے ہیں



حضرت امام الائمہ امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی

اس موضوع پر مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانیؒ کی مستقل تصنیف نفیس اکیڈیمی کراچی نمبرا سے شائع ہوئی ہے جو قابل دید ہے، مولانا نے امام صاحب کی سیاسی زندگی کے سارے گوشے تاریخ کی روشنی میں نمایاں کئے ہیں اور ایسے دلچسپ انداز میں بیان کیا کہ پوری چارسو صفحہ کی کتاب مسلسل بے تکان پڑھی جاسکتی ہے، پھر مولانا نے جو موشگافیاں اور نکتہ آفرینیاں جگہ جگہ کی ہیں وہ تو ان کا خاص امتیاز تھا۔

مذکورہ بالا کتاب اور دوسری کتب تواریخ ومناقب کے مطالعہ کا حاصل وخلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

امام اعظمؒ پہلی صدی میں پیدا ہوئے، دور رسالت اور عہد صحابہ کے سارے حالات جن معتمد ذرائع سے ان کو پہنچے تھے وہ ذرائع بعد کے لوگوں کو حاصل نہ ہو سکے، اسی لئے ان کی روشنی میں امام صاحب نے اپنی محیر العقول دانشمندی سے جو سیاسی مسلک اختیار کیا تھا وہ ظاہر ہے کس قدر پختہ کارانہ ہوگا۔

دور بنی امیہ کے غیر اسلامی رجحانات اور دینی ابتری کے حالات سے وہ بہت زیادہ متاثر تھے وہ دیکھ چکے تھے کہ خلفاء بنی امیہ کی بے راہ روی کے اثر سے بتدریج عام مسلمان شریعت حقہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی نعمت سے محروم ہوتے جارہے تھے، ان خرابیوں پر نظر کر کے امام صاحب کا سیاسی رجحان یہ رہا کہ کوئی انقلاب ہو کر پھر خلافت راشدہ کے طرز پر کوئی حکومت برسر اقتدار آجائے اور اسی تمنا میں انہوں نے اہل بیت نبوت میں خلافت کی واپسی کے لئے کوششیں کیں اور جب بنو العباس میں خلافت آئی تو وہ کچھ مطمئن سے ہوئے مگر ان کے حالات بھی جب ان کی توقعات کو پورا کرنے والے ثابت نہ ہوئے تو وہ پھر در پردہ اہل بیت کے افراد کو حصول خلافت کے لئے آمادہ کرتے رہے حتیٰ کہ اسی کی وجہ سے خلیفہ ابوجعفر منصور کی نظروں میں مشتبہ بھی ہوئے بلکہ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو امام صاحب کی ان درپردہ کوششوں اور رجحانات کا یقین ہو گیا تھا اور اسی لئے اس نے امام صاحب کو بڑے بڑے ہدایا پیش کر کے اور وزارت وقاضی القضاۃ وغیرہ کے عہدے پیش کر کے اپنے ساتھ ملانا چاہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ امام صاحب کا حلقۂ اثر دور دراز ممالک تک پھیلا ہوا ہے، لیکن امام صاحبؒ نے نہ سلطانی تحفے قبول کیے اور نہ کوئی عہدہ، خلیفہ نے ہزار سمجھایا، کوششیں کیں، ڈرایا دھمکایا مگر امام صاحب کو آمادہ نہ کر سکا۔

اس کی بڑی وجہ امام صاحب کا غیر معمولی ورع، تقویٰ اور پرہیز گاری تھی، دوسرے آپ کے سامنے ایک ایسا اہم ترین پروگرام تھا جو دنیا کی تاریخ میں بے مثال اثرات کا حامل تھا اور وہ اسلامی قانون کی مکمل تدوین تھی، وہ سمجھتے تھے کہ حکومت کے زیر اثر رہ کر وہ کوئی ایسا عظیم الشان بے لاگ کارنامہ انجام نہیں دے سکتے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے ہزاروں اصحاب وتلامذہ میں سے چالیس اصحاب کا انتخاب کر کے اپنی سرپرستی میں اس جماعت کی تشکیل کی، وہ سب مجتہد کا درجہ رکھتے تھے ان میں بڑے بڑے، محدث مفسر، لغوی، عالم تاریخ ومغازی اور ان علوم میں دوسرے مشائخ بلاد کے خصوصی تربیت یافتہ بھی تھے کہ ایک ایک مسئلہ پر گھنٹوں اور بعض مرتبہ ہفتوں بحثیں ہوتی تھیں، ہر شخص کو احادیث، آثار اور اجماع وقیاس کی روشنی میں آزادی گفتگو وبحث کرنے کا موقعہ دیا جاتا تھا، نقل ہے کہ امام صاحب کے سامنے ہی سب لوگ اپنے اپنے دلائل پیش کرتے تھے اور بحث میں بسا اوقات ان کی آواز بھی بلند ہو جاتی تھی، عام بحث کے دوران میں خود امام صاحب سے بھی جو سب کے مسلم استاد وشیخ تھے کوئی صاحب جھگڑ پڑتے تھے اور یہاں تک بھی کہہ گذرتے تھے کہ آپ نے فلاں دلیل میں خطا کی ہے۔

بعض اوقات اجنبی لوگوں نے اعتراض بھی کیا اور امام صاحب کے دوسرے اہل مجلس تلامذہ کو متوجہ کیا کہ تم لوگ ایسی گستاخی اور بیبا کی سے بات کرنے والوں کو روکتے کیوں نہیں؟ تو امام صاحب خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خود ان لوگوں کو آزادی دی ہے اور اس امر کا

عادی بنایا ہے کہ یہ ہر ایک حتیٰ کہ میرے دلائل پر بھی نکتہ چینی کریں۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ اس مجلس کی پوری بحث کے بعد آخر میں امام صاحب جب بحیثیت صدر مجلس تقریر فرماتے تھے تو پھر سب دم بخود ہو کر ہمہ تن متوجہ ہو کر امام صاحب کے فرمودات سنتے تھے اور ان کو نوٹ کرتے تھے، ان کو یاد کرنے کی فکر میں لگ جاتے تھے اور امام صاحب جس طرح فرماتے تھے اس تنقیح شدہ مسئلہ کو تحریر میں باضابطہ محفوظ کر لیا جاتا تھا۔

حنفی چیف جسٹسوں کے بے لاگ فیصلے

دور بنی امیہ میں محکمہ عدلیہ (قضا) پر ایسا وقت گذر چکا تھا کہ قاضی کے لئے معمولی پڑھا لکھا ہونا بھی ضروری نہ تھا، مشائخ وقت عدالت میں جا کر شریعت کی رو سے شہادت دیا کرتے تھے کہ خلفا و سلاطین کی ذات قانونی دار و گیر سے بالاتر ہے۔

پھر دور عباسی میں بھی ابتداء میں حالات بہتر نہ تھے، قاضی شریک نے جب عہدہ قضا منظور کیا تو انہوں نے شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ فیصلہ مقدمات میں رو رعایت نہ کریں گے، مگر عمل کا حال یہ کہ خلیفہ کی ڈیوڑھی کی ایک لونڈی کی شکایت پر قاضی صاحب برطرف کر دیئے گئے۔

امام صاحب نے تمام حالات کا جائزہ لے کر یہ منصوبہ بنایا کہ تدوین فقہ کے ساتھ ہی ایسے قضاۃ تیار کریں جو ہر حالت میں قانون اسلام کی برتری کو برقرار رکھ سکیں، اور وہ اپنے علم و فضل، تقویٰ و طہارت، جرأت ایمانی اور معاملہ فہمی میں خصوصی کردار کے حامل ہوں، چنانچہ امام صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے اصحاب میں نہ صرف محدثین، فقہا و قضاۃ ہیں بلکہ ایسے بھی کچھ ہیں کہ وہ محکمہ افتاء و عدلیہ کی سرپرستی کے بھی اہل ہیں اور ایسے ہی اصحاب کو دیکھ کر آپ خوش ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ "تم میرے دل کا سرور اور میرے غم و فکر کا مداوا ہو" گویا امام صاحب نے اپنے ان تلامذہ و اصحاب سے بڑی اچھی اچھی امیدیں وابستہ کی تھیں اور خدا کا فضل ہے کہ وہ امیدیں حسب مراد پوری بھی ہوئیں۔

ایک طرف تو امام صاحب کے درس و تدریس کے مشغلہ نے دور دراز ملکوں تک صحیح علم و عمل کے محکم و استوار نمونے پھیلا دیئے تھے، دوسری طرف فصل خصومات کے لئے ایسے بلند کردار کے قضاۃ و چیف جسٹس پیدا ہو گئے تھے کہ قانون اسلام کی سربلندی کے امکانات پوری طرح روشن ہو گئے تھے اور اسی مقصد کو پورا ہوتے دیکھ کر امام عالی مقام مندرجہ بالا فقرے فرمایا کرتے تھے، پھر امام صاحب کو اپنے اس پاکیزہ مقصد میں کتنی کامیابی ہوئی اور آپ کے تلامذہ نے قاضی ہونے کے بعد کس قسم کے تجربات خلفاء کو دیئے اور ان کے دلوں میں کس قدر احترام شریعت کا پیدا کرایا، اس کی چند مثالیں بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱- ابو جعفر منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا، بخارا میں قاضی ابو یوسف کے شاگرد مجاہد بن عمرو قاضی تھے مہدی نے اپنا ایک قاصد کسی خاص غرض سے بھیجا، قاضی صاحب نے اس کا جواب خلیفہ کی منشاء کے خلاف دیا، قاصد نے اپنی طرف سے کوئی دوسری بات جھوٹی بنا کر خلیفہ سے بیان کر دی وہ قاصد بخارا ہی کا ساکن تھا واپس آیا تو قاضی صاحب نے اس پر افتراء کا مقدمہ کر کے اسی ۸۰ کوڑے لگوا دیئے، مجاہد کے شاگردوں کو تشویش ہوئی کہ مہدی کو اس کے خاص قاصد کو تازیانے لگانے کی خبر ہو گی تو شاید کوئی ناگوار صورت پیش آئے لیکن خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے قاضی صاحب کے اس فعل کو تحسین کی نظروں سے دیکھا اور خوش ہو کر انعام و اکرام سے نوازا۔

قاضی صاحب مذکور وہ سب انعام و اکرام کا مال لے کر اپنی مسجد پہنچے کچھ اس کی ضروریات پر صرف کیا، باقی شہر کے فقراء کو تقسیم کر دیا اور خلعت کو بھی فروخت کر کے مساکین اور قیدیوں پر صرف کر دیا۔

یہ قاضی صاحب بہت زاہد و عابد تھے، عہدہ قضاء بہت مجبور ہو کر جس و قید اور ایذائیں اٹھا کر قبول کیا تھا پھر وہ کس سے دبنے ڈرنے والے تھے۔ (مناقب کردری ص ۲۳۹ ج ۲)

۲-مہدی کے بعد ہادی خلیفہ ہوا، اس وقت بغداد کے قاضی ابو یوسف تھے، ایک باغ کی ملکیت کے بارے میں رعیت کے آدمی نے خود خلیفہ کے خلاف دعویٰ دائر کردیا اور گواہ بھی خلیفہ کی طرف سے ثبوت کے گذر گئے، مگر قاضی صاحب نے کسی طرح معلوم کرلیا کہ حق اسی غریب کا ہے اس لئے فیصلۂ مقدمہ ملتوی کیا اور تدبیر یہ کی کہ جب خلیفہ سے ملے اور اس نے دریافت کیا کہ ہمارے مقدمہ میں آپ نے کیا کیا؟ تو کہا کہ فریق ثانی کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ عدالت میں اس امر پر حلف اٹھائیں کہ آپ کے گواہوں نے جو بیان دیا ہے وہ صحیح ہے۔

خلیفہ نے کہا کہ کیا اس کو ایسے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے، کہا قاضی ابن ابی لیلیٰ کے سابقہ فیصلوں کی رو سے اس کو اس مطالبہ کا حق ہے، یہ سنتے ہی خلیفہ نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو وہ باغ اسی کو دیدو۔

۳-ہادی کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہوا، امام اعظمؒ کے شاگرد حفظ بن غیاث مشرقی بغداد کے قاضی تھے، ہارون کی شاہ بیگم زبیدہ خاتون کا ایک کارندہ پارسی تھا اور اس پر ایک خراسانی نے تیس ہزار درہم اونٹوں کی قیمت کا دعویٰ دائر کردیا، پارسی نے رقم کا اقرار کرلیا مگر ادائیگی نہ کی، قاضی صاحب نے مدعی کے مطالبہ پر اس کو قید کردیا۔

شاہ بیگم کو معلوم ہوا تو بہت غضبناک ہوئی کہ میرا آدمی جانتے ہوئے بھی قاضی صاحب نے اس کو جیل بھیج دیا اپنے غلام کو کہا کہ میرے آدمی کو فوراً جیل سے چھڑا کر لاؤ، شاہی محل کا غلام گیا تو جیل والوں نے پارسی کو چھوڑ دیا، قاضی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ اس کو کس طرح برداشت کرسکتے تھے، امام صاحب کے تربیت یافتہ تھے، بولے-یا تو زبیدہ کا وکیل پارسی واپس جیل آئے ورنہ میں عہدۂ قضا سے مستعفی ہوں۔

اس سندھی غلام کو خبر ہوئی تو وہ روتا ہوا زبیدہ کے پاس گیا کہ یہ قاضی حفظ کا معاملہ ہے اگر خلیفہ نے مجھ سے باز پرس کی کہ قاضی کے جیل بھیجے ہوئے آدمی کو تمہیں چھڑانے کا کیا حق تھا تو میں کیا جواب دونگا، اور کہا کہ اس وقت اس پارسی کو جیل واپس کرنے کی اجازت دیدیجئے، پھر میں قاضی صاحب کو راضی کرکے رہا کرادوں گا، زبیدہ نے غلام پر رحم کھا کر اجازت دیدی اور وہ پھر جیل پہنچ گیا۔

کچھ دیر بعد خلیفہ محل میں آئے تو ان سے زبیدہ نے شکایت کی کہ قاضی صاحب نے میرے آدمی کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے، جس سے میری سخت توہین ہوئی ہے، ایسے قاضی کو معزول کرنا چاہئے، ہارون بہت متفکر ہوا کہ کیا کرے، کیونکہ زبیدہ کی کبیدگی خاطر بھی اسے بڑی شاق تھی آخر اس نے کچھ سوچ کر قاضی صاحب کو حکم لکھا کہ اس پارسی کے معاملہ کو رفع دفع کردو۔

ادھر خلیفہ یہ لکھوا رہا تھا اور ادھر قاضی صاحب کے لوگوں نے ان کو اس کی خبر پہنچائی کہ ایسا حکم آنیوالا ہے، قاضی صاحب نے فوراً خراسانی کے گواہوں کو بلا کر ان کے بیانات قلمبند کرائے اور تحریری فیصلہ مرتب کرکے عدالت کی مہر لگانے کا حکم دیا تاکہ خلیفہ کے حکم سے پہلے تمام کارروائی مکمل ہوجائے، اتفاق سے اس کام میں دیر لگی اور اس کارروائی کے دوران ہی میں خلیفہ کا حکم آگیا مگر قاضی صاحب نے کہا کہ میں پہلے اپنے ہاتھ کا کام پورا کردوں پھر فرمان پڑھوں گا، خلیفہ کے آدمی نے بار بار حکم دینا چاہا اور کہا کہ امیر المومنین کا فرمان ہے مگر قاضی صاحب نے نہ لیا حتیٰ کہ تمام کارروائی باضابطہ پوری کردی۔

اس کے بعد فرمان پڑھا اور جواب دیدیا کہ فرمان پڑھنے سے پہلے میں فیصلہ کرچکا ہوں، فرمان لانے والے نے کہا کہ آپ نے جان بوجھ کر فرمان نہیں لیا، اور میرے سامنے سب کارروائی کی ہے، میں یہ بات بھی خلیفہ سے کہوں گا، قاضی صاحب نے کہا کہ تم ضرور کہہ دینا مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اس نے سب حال خلیفہ سے جا کر کہا مگر خلیفہ بجائے اس پر ناراض ہونے کے قاضی صاحب کی جرأت اور موافق حق فیصلہ سے خوش ہوئے اور حاجب سے کہا کہ قاضی صاحب کی خدمت میں ۳۰ ہزار درہم روانہ کرو۔

اس صورت حال سے زبیدہ کو خبر دی گئی تو وہ اور بھی مشتعل ہوگئی اور خلیفہ سے کہا کہ جب تک تم قاضی حفظ کو برطرف نہیں کرتے ہو میرا تم سے کوئی علاقہ نہیں۔

ہارون رشید نے یہ سب کچھ دیکھا مگر چونکہ وہ حق کو حق سمجھنے پر مجبور ہو چکا تھا اس لئے انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا اور جس طرح اسی قسم کے ایک واقعہ میں جہانگیر نے نور جہاں سے کہہ دیا تھا کہ اے جان جہاں میں نے تجھ کو اپنی جان کا مالک بنایا ہے ایمان کا نہیں، ہارون نے بھی زبیدہ خاتون کو ایسی ہی بات صفائی سے کہی جس سے زبیدہ کا سارا نشہ ہرن ہو گیا اور اس نے اپنی خفت مٹانے کیلئے دوسرا طریقہ اختیار کیا، یعنی نیازمندانہ خوشامد درآمد کر کے ہارون کو اس پر راضی کر لیا کہ قاضی صاحب کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کو کر دیا جائے، چنانچہ خلیفہ نے ان کا تبادلہ ان کے وطن کوفہ کی طرف کر دیا۔ (خطیب ج ۸ص ۱۹۲)

۴-اسی ہارون رشید کے دور خلافت میں ایک بار قاضی ابو یوسف نے جواب قاضی القضاۃ بھی ہو گئے تھے خلیفہ کے ایک وزیر علی بن عیسیٰ کی شہادت رد کر دی تھی اس کی سخت ذلت ہوئی خلیفہ سے جا کر کہا، خلیفہ نے قاضی صاحب سے دریافت کیا کہ اس بیچارے کو آپ نے کیوں مردود الشہادۃ قرار دیدیا؟

قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا ہے کہ "میں خلیفہ کا غلام ہوں" اور غلام کی شہادت مقبول نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ شخص نماز جماعت کا تارک ہے، خلیفہ یہ سن کر خاموش ہو گیا اور یہ بھی نقل ہے کہ پھر اس وزیر نے اپنے محل کے صحن میں مسجد تعمیر کرائی اور جماعت کی نماز کا التزام کیا۔ (موفق ص ۲۲۷ ج ۲)

یہ بھی موفق ہی میں ہے کہ قاضی ابو یوسف نے اسی طرح ایک فوجی افسر کی شہادت بھی اس کے عبدالخلیفہ کہنے کی وجہ سے مسترد کر دی تھی۔ (مناقب موفق ۲۴۰ ج ۲)

۵-ایک باغ پر ہارون رشید کا قبضہ تھا اس پر ایک بوڑھے کسان نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور خلیفہ کا قبضہ غاصبانہ ہے، قاضی ابو یوسف نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس نے کہا کہ امیر المومنین سے حلف لیا جائے، قاضی صاحب نے خلیفہ سے کہا کہ آپ کو حلف اٹھانا چاہئے، ہارون نے بحلف کہا کہ یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھ کو عطا کیا تھا اور میں اس کا مالک ہوں اور اسی لئے قابض ہوں قاضی صاحب نے فیصلہ کر دیا مگر اپنی اس کوتاہی پر رنج وافسوس کیا کرتے تھے کہ عدالت کے وقت خلیفہ کرسی پر بیٹھے تھے اور میں اتنا نہ کہہ سکا کہ جیسے آپ کا فریق زمین پر کھڑا ہے آپ بھی کرسی سے اتر کر زمین پر کھڑے ہو جائیے یا اس کے لئے بھی کرسی منگوایئے! (موفق ص ۲۴۳ ج ۲)

۶-ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید اور ایک یہودی کا مقدمہ امام ابو یوسف کی عدالت میں پیش ہوا تو یہودی خلیفہ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھا آپ نے یہودی سے کہا کہ خلیفہ کے برابر بیٹھو، عدالت میں کسی کو تقدم نہیں، یہاں امیر وغریب سب برابر ہیں۔ (سیر الاحناف ص ۵۹)

۷-قاضی عافیہ اودی (امام صاحب کے خاص اصحاب میں سے ہیں اور مجلس تدوین فقہ کے رکن رکین) بغداد کے قاضی تھے، ایک مرتبہ کسی حاسد نے خلیفہ کے یہاں ان کی فصل مقدمات میں بیجا پاسداری کی شکایت پہنچائی، خلیفہ کو یہ امر ناگوار ہوا اور عافیہ کو طلب کیا ابھی اصل معاملہ کے متعلق کوئی بات نہ ہوئی تھی کہ خلیفہ کو چھینک آئی اور ہر طرف سے یرحمک اللہ کی صدا بلند ہوئی، عافیہ نے کچھ نہ کہا، ہارون نے پوچھا کہ سب نے مجھے موافق سنت یرحمک اللہ کہا لیکن آپ خاموش رہے اس کی کیا وجہ ہے؟ عافیہ نے جواب دیا سنت اسی طرح ہے جس طرح میں نے کیا، حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی مجلس میں دو شخصوں کو چھینک آئی ایک نے الحمد للہ کہا اس پر آپ نے یرحمک اللہ فرمایا دوسرا خاموش رہا تو آپ بھی خاموش رہے، اسی طرح تم نے بھی خود الحمد للہ نہیں کہا اس لئے میں نے بھی حضور ﷺ کی خاموشی کی سنت پر عمل کیا۔

ہارون نے پورا جواب سن کر کہا۔ "جایئے آپ اپنا کام قضا کا کیجئے! بھلا جو شخص میری چھینک کے ساتھ رو رعایت پر آمادہ نہ ہو سکا وہ کسی دوسرے کی پاسداری اپنے فیصلہ میں کیا کرے گا" پھر جھوٹی شکایت کرنے والوں کو سرزنش کی۔ (تاریخ بغداد ص ۳۰۹ ج ۸)

امام صاحب نے گویا یہ بات طے شدہ سمجھ کر کہ حکومت معیاری لوگوں کے ہاتھ میں آنا دشوار ہے مگر اسلامی قانون کو اس طرح اونچے معیار

پر مدون کردیا جاسکتا ہے کہ ارباب حکومت اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوجائیں اور اس طرح ایک ایسی عظیم خدمت امام صاحب کر گئے کہ رہتی دنیا تک اسلامی قانون سر بلند ہوگیا اور اسی تدوین فقہ کے ذیل میں سینکڑوں محدثین، فقہا متقنین اور قضاۃ معیاری درجہ کے بنائے گئے جن کی شاگردی اور شاگردوں کی شاگردی کا فخر امام شافعی، امام احمد اور بڑے بڑے محدثین امام بخاری و مسلم اصحاب صحاح ستہ وغیرہ نے حاصل کیا۔

ابو جعفر منصور نے چاہا بھی کہ امام صاحب سے بے نیاز ہوکر دوسرے علماء وقت سے مدد لیکر امور خلافت و سلطنت کو قوت پہنچائے مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی اور غیر حنفی علماء حجاج بن ارطاۃ، وہب بن وہب وغیرہ کے ناکام تجربات خلفاء عباسیہ کو ہوتے رہے اس لئے علماء حنیفہ اور فقہ حنفی سے وابستگی ہی لابدی نظر آئی بلکہ فقہ حنفی میں سے بھی امام صاحب کے اقوال کی اہمیت زیادہ تھی۔

قاضی خالد مرو کے قاضی تھے، کہتے ہیں کہ ایک مقدمہ میں بجائے امام صاحب کے میں نے قاضی ابو یوسف کے قول کے مطابق فیصلہ کردیا، اس کی خبر مامون کو ہوئی تو مجھے ہدایت بھیجی کہ مسئلہ میں جب تک امام ابوحنیفہ کا قول موجود ہو فیصلہ اسی کے مطابق کیا کرو اور اس سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔ (مناقب موفق ص ۱۵۹ ج ۲)

ہارون رشید نے مامون رشید کو فقہ حنفی کی اعلیٰ پیمانہ پر تعلیم دلائی تھی اور مامون کو خود بھی فقہ حنفی سے بڑی مناسبت تھی حتیٰ کہ امام اعظمؒ کی طرف سے مدافعت میں وہ بڑے بڑے محدثین کو لاجواب کردیتا تھا۔

اس موقعہ پر ایک واقعہ بطور مثال سنئے!

نضر بن شمیل حدیث و عربیت میں اہل مرو کے امام تھے مگر فقہ میں کمزور تھے چنانچہ جب کبھی خلیفہ کی مجالس میں اصحاب امام اعظمؒ سے ان کا مناظرہ ہوتا تو ان کو شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی، اپنے لوگوں کو وہ سمجھایا بھی کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کا ذکر برائی سے مت کرو اور کہا کرتے تھے کہ میں تو بصرہ میں تھا، امام صاحب کوفہ میں، لیکن میں یہی سنتا تھا کہ وہ صالح بزرگ ہیں، ایک دفعہ کہا کہ لوگ سو رہے تھے ان کو ابوحنیفہ نے بیدار کیا، پھر پوچھا گیا تو اہل حدیث کے ڈر سے خاموش ہوگئے اور اس قسم کے تعریفی کلمات سے اجتناب کرنے لگے۔

ایک بار کچھ اہل حدیث معاندین امام اعظمؒ نے امام صاحب کی کتابیں ضائع کرنے کے لئے دریا برد کرنے کی سکیم بنائی، خالد بن صبیح قاضی مرو کو خبر ہوئی وہ فضل بن سہل کو لے کر مامون کے پاس گئے جو خلیفہ ہارون رشید کی طرف سے اس وقت مرو کے گورنر تھے، ان کو خبر دی تو پوچھا کہ ادھر کون لوگ ہیں اور ادھر کون ہیں، کہا وہ لوگ نئی عمر کے اسحاق بن راہویہ اور احمد بن زہیر وغیرہ ہیں البتہ نضر بن شمیل بھی ان میں ہیں اور یہ لوگ خالد بن صبیح، سہل بن مزاحم، ابراہیم بن رستم ہیں۔

مامون نے کہا اچھا! کل میں ان سب کو بلاؤں گا اور ان کے دلائل سن کر میں خود فیصلہ کروں گا کہ کون حق پر ہے اسحٰق وغیرہ کو خبر پہنچی کہ مامون نے اس طرح کہا ہے تو فکر ہوئی کہ ان کی طرف سے کون بات کرے گا، چونکہ نضر بن شمیل مباحث کلام و حدیث میں مامون سے مات کھائے ہوئے تھے اس لئے سب نے احمد بن زہیر کو بات کرنے کے لئے منتخب کیا۔

صبح کو سب مامون کے پاس جمع ہوئے، مامون نے نضر بن شمیل کی طرف دیکھتے ہوئے خطاب کیا کہ تم لوگوں نے ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو دریا پر لیجا کر کیوں ضائع کیا؟ نضر تو خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا، احمد بن زہیر بولے امیر المؤمنین! مجھے اجازت ہو تو بات کروں؟ مامون نے کہا اگر تم اچھی طرح وکالت کرسکتے ہو تو تم ہی بولو!

کہا اے امیر المؤمنین! ہم نے ان کتابوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مخالف پایا، مامون نے کہا کس چیز میں مخالفت دیکھی، پھر خالد بن صبیح سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھا کہ اس میں ابوحنیفہؒ نے کیا کہا ہے؟ خالد نے امام صاحب کے قول کے موافق فتویٰ دیدیا، احمد بن زہیر نے اس کے خلاف ایک حدیث سنائی اس پر مامون نے خود جواب دینا شروع کیا اور امام صاحب کے قول کے موافق

ایسی احادیث سنائیں جس سے وہ لوگ واقف نہ تھے۔

اوراسی طرح برابر وہ لوگ مسائل حنفی کے خلاف احادیث پڑھتے رہے اور مامون امام صاحب کی طرف سے احادیث سناتے رہے اور جب اس طرح کافی بحث ہو چکی تو مامون نے کہا۔

''اگر ہم امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کو کتاب اور سنت رسول ﷺ کے مخالف پاتے تو ہم خود ہی ان کو معمول بہ نہ بناتے، آئندہ ہرگز ایسی حرکت کا اعادہ نہ ہو، پھر کہا کہ یہ شیخ (نضر بن شمیل) تمہارے ساتھ نہ ہوتے تو تمہیں ایسی سزا دیتا کہ یاد کرتے''۔

مناقب موفق میں یہ واقعہ نقل کر کے یہ بھی اضافہ کیا کہ مامون جب خود بغداد میں تخت خلافت پر بیٹھا تو اپنے پاس دوسو فقہاء کو بٹھلاتا تھا اور ان میں سے کوئی وفات پاتا تو اس کی جگہ دوسرا متعین کر دیتا تھا کہ تعداد مذکور کم نہ ہو اور مامون خود ان سب سے زیادہ اعلم وافقہ تھا۔

مادحین امام الائمہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب کی سیرت لکھنے والوں نے ایک مستقل عنوان امام صاحب کی مدح وثناء کرنے والوں کا بھی رکھا ہے اسی لئے راقم الحروف نے بھی اس سلسلہ کی کچھ چیزیں انتخاب واختصار کر کے یک جا کر دی ہیں اور اس میں اس امر کی رعایت کی ہے کہ ان ہی حضرات کے اقوال جمع کئے ہیں جن کی بلند پایہ شخصیات تمام محدثین کے یہاں مسلم ہیں اور ان کا احصاء نہیں کر سکا نہ یہاں اتنی گنجائش تھی اس لئے سینکڑوں اکابر کے اقوال اب بھی نقل نہیں ہو سکے، پھر جن کے اقوال لئے ہیں ان کے بھی اختصار کی وجہ سے بیشتر اقوال چھوڑ دینے پڑے۔

تاہم بطور نمونہ اور بقدر ضرورت شاید یہ بھی کافی ہو، پھر ہم نے ان اقوال کی اسناد بھی ترک کر دی ہیں، ورنہ موفق وغیرہ میں ان کی پوری پوری سندیں درج کی گئی ہیں۔

۱-امام یحیٰی بن سعید القطان: بڑے محدث ہیں فن رجال کے سب سے اول لکھنے والے ہیں، امام احمد، علی بن المدینی وغیرہ مؤدب کھڑے ہو کر ان سے حدیث کی تحقیق کیا کرتے تھے اور نماز عصر سے مغرب تک (جو ان کے درس کا وقت تھا، برابر کھڑے رہتے تھے، امام صاحب کے حلقۂ درس میں شرکت کرتے تھے اور امام صاحب کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے، تمام کتب صحاح میں ان سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں'' خدا گواہ ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بول سکتے، ہم نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو صائب الرائے نہیں پایا اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اخذ کئے ہیں''۔

''واللہ ہم امام ابوحنیفہ کی مجالس میں بیٹھے ہیں اور ان سے استفادہ کیا ہے اور واللہ جب بھی میں ان کے چہرۂ مبارک کی طرف نظر کرتا تھا تو مجھے یقین ہوتا تھا کہ وہ اللہ عزوجل کے خوف وخشیت سے پوری طرح متصف ہیں''۔ (موفق ص ۱۹۱ ج ۱)

''لوگوں کو جو مسائل پیش آتے ہیں ان کو حل کرنے کے واسطے امام ابوحنیفہ کے سوا دوسرا نہیں ہے، پہلے پہلے امام صاحب کے علمی کمالات زیادہ نمایاں نہ تھے پھر یکدم بڑی تیزی سے ان کی قدر ومنزلت اور عظمت ترقی کرتی گئی''۔ (موفق ص ۴۵ ج ۲)

''خدائے برتر کی قسم کہ امام ابوحنیفہ اس امت میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے''۔ (مقدمہ کتاب التعلیم)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک: ائمہ کبار سے اور فن حدیث کے رکن اعظم ہیں، صحیح بخاری ومسلم میں ان کی روایت سے سینکڑوں احادیث موجود ہیں امام صاحب کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں، امام بخاری نے اپنے رسالہ رفع یدین میں فرمایا کہ'' ابن مبارکؒ'' اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور لوگ اگر دوسرے کم علم لوگوں کے اتباع کی بجائے ان کا اتباع کرتے تو بہتر ہوتا'' اس کے بعد مطالعہ کیجئے کہ یہی امام بخاری کے شیوخ الشیوخ امام اعظمؒ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

ا-فرمایا کہ ''ابوحنیفہ فقہ میں سب علماء سے زیادہ تھے میں نے ان جیسا فقہ میں نہیں دیکھا''۔

۲-ایک دفعہ فرمایا'' خدا کی قسم ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے، محارم سے دور رہتے تھے، وہی کہتے تھے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، ناسخ و منسوخ حدیث کے بڑے ماہر تھے اور معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو فعل رسول اللہ ﷺ سے تلاش کیا کرتے تھے۔

۳-''میں نے مسعر بن کدام کو امام ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں مستفید ہوتے دیکھا ہے، اگر خدا تعالیٰ ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے سبب سے میری فریادرسی نہ کرتا تو میں بھی اور عام آدمیوں کی طرح ایک آدمی ہوتا''۔

''علامہ کردری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن مبارک امام صاحب کی طرف سے مدافعت کرتے تھے، ان کے مذہب کی تائید کیا کرتے تھے اور یہ بات مشہور و معروف تھی، اسی طرح امام صاحب کی طرف اپنی نسبت اور شاگردی پر بھی فخر کیا کرتے تھے''۔(ص ۱۰۸ ج ا)

۴-''یہ بھی بیان کیا کہ جب میں کوفہ پہنچا تو وہاں کے علماء سے سوال کیا کہ تمہارے شہر میں کون سب سے بڑا عالم ہے، سب نے کہا امام ابوحنیفہؒ، پھر میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ پرہیزگار کون ہے تو سب نے کہا امام ابوحنیفہ، پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ زاہد کون ہے سب نے کہا کہ امام ابوحنیفہ، پھر پوچھا کہ سب سے زیاد عابد اور علم کا شغل رکھنے والا کون ہے تو سب نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ غرض میں نے اخلاق محمودہ وحسنہ میں سے جس وصف کا بھی سوال کیا سب نے امام صاحب کو ہی افضل و برتر بتلایا''۔(حدائق ص ۷۶)

۵-حموی نے شرح اشباہ میں صحیفہ ذہبی سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ مبارک نے فرمایا'' حدیث تو مشہور و معروف ہوگئی اب اگر اجتہاد کی ضرورت پڑے تو اجتہاد مالک، سفیان وابوحنیفہ کا ہے لیکن ان میں سے ابوحنیفہ اجتہاد کے لحاظ سے احسن اور رسائی کی حیثیت سے ادق اور دونوں سے افقہ ہیں''۔

یہ سب کے نزدیک مسلم امیر المومنین فی الحدیث کا فیصلہ خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ'' حدیث تو مشہور و معروف ہوگئی''، یعنی جس قدر ذخیرہ احادیث صحاح کا موجود تھا وہ سب نہ صرف اس وقت سامنے آگیا تھا بلکہ بدرجہ شہرت پہنچ گیا تھا، اس زمانہ کی احادیث بھی اکثر ثنائیات، ثلاثیات تھیں، زمانہ خیر القرون کا تھا، جھوٹ کا شیوع بھی نہ ہوا تھا، راۃ عدل وثقہ تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے تو ہزاروں لاکھوں روپے صرف کرکے حدیث حاصل کرنے کے لئے دنیائے اسلام کا کونہ کونہ چھانا تھا، پھر آخر میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہنچے تو ان کے تبحر علوم حدیث وفقہ کے ایسے گرویدہ ہوگئے کہ امام صاحب ہی کے ہو رہے۔

ظاہر ہے کہ جس قدر ذخیرہ احادیث صحاح کا اس وقت مدون ہوگیا تھا وہ بعد کو مدون ہونے والی کتب حدیث کے لئے بطور اصول و امہات تھا اور اصحیت کے لحاظ سے بھی ان ہی کا نمبر اول تھا، اسی لئے ہم نے امام بخاری کے حالات میں، بہت سی کتب حدیث کے نام بھی لکھے ہیں جو پہلے سے موجود تھیں، افسوس ہے کہ کچھ لوگوں کی غلط رہنمائی سے اکابر شیوخ محدثین (جن میں سے اکثر شیوخ اصحاب صحاح ستہ تھے) کی مساعی جمع حدیث نمایاں مقام حاصل نہ کرسکیں اور جو بھی تعارف کرایا گیا صحاح ستہ اور ان کے بعد کی کتابوں کا کرایا گیا، ان کے اصول وامہات اور دوسرے ذخیر ثانوی درجہ میں سمجھے گئے، حالانکہ صحت روایت وعلو سند کے اعتبار سے وہ اول فالاول تھے، اس سے ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ بعد کے ذخیرۂ حدیث میں جو کچھ ضعفِ رواۃ کی وجہ سے پیدا ہوا وہ غلطی سے پورے ذخیرہ حدیث کی طرف منسوب ہوگیا، عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں۔

۶-میں تمام شہروں وبستیوں میں علم کی طلب کے لئے گیا، لیکن امام ابوحنیفہ کی ملاقات سے قبل تک حلال وحرام کے اصول سے واقف نہ ہوسکا(کیونکہ فقہ واصول فقہ کے امام وہی تھے)

۷-اگر امام صاحب تابعین میں ہوتے تو وہ بھی ان کی طرف محتاج ہوتے (یہ اس لئے کہا کہ امام صاحب تابعین کے آخری دور میں پیدا ہوئے اور امام صاحب کے علم وفضل کے ظہور کا زمانہ تابعین کے گذر جانے کے بعد کا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ امام صاحب خود بھی تابعی تھے)

۸-اکثر فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کا لفظ مت کہو، بلکہ تفسیر حدیث کہو (جو حقیقت ہے)

۹-اگر مجھے افراط کا الزام دیئے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں امام صاحب پر کسی کو بھی ترجیح نہ دیتا۔

۱۰-فرمایا امام صاحب مجید الغور تھے یعنی مسائل کی گہرائیوں تک جاتے تھے۔

۱۱-فرمایا کہ علماء امام صاحب سے مستغنی نہیں ہوسکتے کم سے کم تفسیر حدیث کے لئے تو ان کی احتیاج ظاہر و باہر ہے۔

۱۲-اگر میں بعض بے وقوفوں کی باتوں پر رہتا تو امام صاحب سے محروم رہتا اور ان سے محروم ہوتا تو یوں کہنا چاہئے کہ طلب علم کی راہ میں میری ساری مشقت و تعب اور ہزاروں لاکھوں روپے کا صرف رائیگاں چلا جاتا۔

۱۳-اگر میں امام صاحب سے نہ ملتا تو علم کے لحاظ سے دیوالیہ ہوتا، ایک روایت ہے کہ میں بھی دوسرے حدیث کے نقالوں کی طرح ہوتا۔

۱۴-ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی مجلس میں امام صاحب کا ذکر ہوا اور کچھ موافق کچھ مخالف باتیں ہوئیں تو ابن مبارک نے فرمایا کہ علماء میں سے کسی کو امام صاحب جیسا پیش کرو ورنہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو اور ہمیں عذاب مت دو۔ (معلوم ہوا کہ امام صاحب سے عناد و حسد و مخالفت کا بیج اس وقت بھی موجود تھا اور ایسے لوگ بڑے بڑے حضرات کو اپنی غیر ذمہ دارانہ روش سے تکلیف پہنچایا کرتے تھے)۔

۱۵-فرمایا کہ میں نے بڑے بڑوں کو دیکھا ہے کہ امام صاحب کی مجلس میں ان کی کوئی علمی حیثیت نہ تھی اور میں نے خود کو کسی مجلس میں پہنچ کر حقیر نہیں پایا سواء امام صاحب کی مجلس کے اور میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا کہ اس نے امام صاحب سے کسی مسئلہ پر بحث کی ہو اور اس کی علمی بے بضاعتی پر مجھے رحم نہ آیا ہو۔

۱۶-فرمایا کہ وہ شخص محروم ہے جس کو امام صاحب کے علم سے حصہ نہیں ملا۔

۱۷-فرماتے تھے کہ خدا اس کا برا کرے جو ہمارے شیخ کا ذکر برائی کے ساتھ کرے، یعنی امام صاحب کا۔

۱۸-ایک دفعہ ایک شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا ابن مبارک نے طاؤس کا قول بھی نقل کر دیا اور امام صاحب کا بھی جو اس کے خلاف تھا۔ اس شخص نے کہا کہ ہم تو طاؤس کے قول پر عمل کریں گے اور ابوحنیفہ کے قول کو دیوار پر پھینک ماریں گے، ابن مبارک نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا تو نے امام صاحب کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا- واللہ! اگر تو ان کو دیکھ لیتا تو ایسی بات نہ کہتا اور وہ تیرے خلاف اتنے قوی دلائل لاتے کہ جو ان کے ہوتے ہوئے امام صاحب کے قول کو دیوار پر نہ مار سکتا۔

۱۹-ایک دفعہ ابن مبارک نے حدیث امام صاحب سے روایت کر کے سنائی ایک شخص نے اس میں کچھ کلام کیا تو ابن مبارک نے غصہ سے فرمایا کہ تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے، تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے، جس کو خدا نے بلند مرتبہ بنایا ہے وہ ہی بلند ہوگا اور جس کو خدا نے برگزیدہ کر لیا ہے وہی برگزیدہ ہوگا۔ (موفق ۵۱، ۵۲، ۵۳ ج ۲)

۲۰-فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو مسجد حرام مکہ معظمہ میں دیکھا ہے کہ مشرق و مغرب کے لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے اور لوگ اس زمانہ کے جیسے تھے ظاہر ہے یعنی بڑے بڑے فقہا تھے اور بہترین علم کے لوگ حاضر رہتے تھے۔ (موفق ص ۵۷ ج ۲)

راقم الحروف نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے اقوال اس لئے زیادہ نقل کئے ہیں کہ امام بخاری نے اپنے رسائل میں ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کو بے علم تک کہہ دیا ہے اور غالباً پہلے اور محدثین بھی ایسے تھے جو ابن مبارک کو امیر المومنین فی الحدیث وغیرہ وغیرہ سب کچھ مانتے تھے مگر خود ابن مبارک جن کو اپنا بڑا اور سب کچھ سمجھتے تھے وہ ان کی نظر میں کچھ نہ تھے اس لئے محدث ابوعصمہ سعد بن معاذ جب محدثین سے یہ سنتے تھے کہ عبداللہ بن مبارک اعلم ہیں امام ابوحنیفہ سے، تو فرمایا کرتے تھے کہ "جو لوگ عبداللہ ابن مبارک کو امام سمجھتے ہیں اور خود عبداللہ نے جس کو امام مانا تھا اس کو امام نہیں مانتے ان کی مثال شیعہ حضرات کی ہے کہ حضرت علیؓ کو تو امام مانتے ہیں

لیکن جن کو حضرت علیؓ نے اپنے لئے امام تسلیم کیا تھا ان کو امام ماننے کے لئے تیار نہیں یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم (موفق ۵۴ ج ۲)

۳- محدث ابن داؤد: ا- امام ابوحنیفہؒ پر طعن دو قسم کے لوگوں نے کیا ہے ایک ان لوگوں نے جو ان سے ناواقف تھے اور دوسرے وہ جن کو ان سے حسد ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں، حافظ کی کتاب البیان والتبیین کتاب الحیوان، سیبویہ کی کتاب اور خلیل کی کتاب العین، لیکن ہمارا فخر حلال وحرام کے ستائیس ہزار مسائل پر ہے جو ایک کوفی محمد بن حسن کے نتیجہ عمل ہیں وہ ایسے قیاسی وعقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نہ جاننا روا نہیں۔

۲- جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو اس کے لئے سفیان ہیں اور جب آثار یا حدیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو ابوحنیفہؒ ہیں۔

۳- اہل اسلام پر نماز میں امام ابوحنیفہؒ کے لئے دعا کرنی ضروری ہے کیوں کہ انہوں نے دوسروں کے واسطے سنن وآثار و محفوظ کر دیا ہے یعنی بصورت احادیث وآثار مرویہ وبصورت احکام ومسائل)۔ (حدائق الحنفیہ)

۴- مکی بن ابراہیمؒ: بلخ کے امام اور امام بخاری وغیرہ کے استاد تھے (۱) فرماتے تھے کہ ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم زاہد، راغب فی الآخرت اور احفظ اہل زمانہ تھے اور عالم کی اصطلاح محدثین کے یہاں یہ ہے کہ اس کو احادیث کے متون واسناد دونوں حفظ ہوں۔

۲- موفق کردری میں ہے کہ اسماعیل بن بشر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مکی کی مجلس میں تھے، انہوں نے فرمانا شروع کیا "یہ حدیث روایت کی ہم سے ابوحنیفہؒ نے" اتنا ہی کہا تھا کہ ایک مسافر اجنبی شخص چیخ پڑا کہ ہم سے ابن جریج کی حدیث روایت کرو، ابوحنیفہؒ سے روایت مت کرو، مکی نے جواب دیا کہ ہم بیوقوفوں کو حدیث سنانا نہیں چاہتے، میں ہدایت کرتا ہوں کہ تم میری حدیث مت لکھو اور میری مجلس سے نکل جاؤ، چنانچہ جب تک وہ اٹھ کر نہ چلا گیا انہوں نے حدیث روایت نہ کی، اس کے جانے کے بعد پھر امام ابوحنیفہؒ سے ہی حدیث روایت کی۔

۳- فرمایا میں علماء کوفہ کی مجالس میں بیٹھا ہوں میں نے ان میں کسی کو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ متورع نہیں پایا۔ (موفق ۱۹۳ ج ۱)

۵- محدث خلف بن ایوبؒ: ا- میں اکثر علماء کی مجالس میں جایا کرتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ بعض باتوں کے معنی نہ سمجھ سکتا تھا، پھر امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں جاتا، ان سے دریافت کرتا، وہ مجھ سے ان کی تفسیر فرماتے اور اس تقریر وتفسیر سے میرے قلب میں ایک نور داخل ہو جاتا تھا۔

۲- فرمایا کہ خدا سے علم محمد ﷺ کو پہنچا، ان سے اصحاب کو، اصحاب سے تابعین کو اور تابعین سے ابوحنیفہؒ کو اس بات سے خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض ہو۔ (حدائق ص ۷۵)

۶- امام شعرانیؒ: ا- میں نے امام ابوحنیفہ کے مسانید ثلاثہ کے صحیح نسخوں کو مطالعہ کیا جن پر حفاظ کی تصدیق تھی، میں نے دیکھا کہ ہر حدیث بہترین عدول وثقات تابعین سے مروی ومنقول ہے مثلاً، اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری وغیرہ وغیرہ سے، پس امام صاحب اور جناب رسالت مآب ﷺ کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ، عالم اور بہترین بزرگ ہیں جن میں کوئی کذاب یا متہم بالکذب نہیں۔ ۲- ہمارے لئے کسی طرح موزوں نہیں کہ ایسے امام عظیم پر اعتراض کریں جس کی جلالت قدر علم وروع پر اجماع واتفاق ہو چکا ہے۔

۳- امام صاحب پر اعتراض مناسب نہیں کیونکہ وہ ائمہ متبوعین میں سے سب سے بڑے مرتبہ کے تھے اور ان کا مذہب سب سے پہلے مدون ہوا اور ان کی سند حدیث بھی دوسرے ائمہ کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کی طرف زیادہ قریب ہے، وغیرہ (میزان کبریٰ)۔ ۴- امام اعظم ابو حنیفہ کے کثرت علم، پرہیز گاری، عبادت، استنباط وسمجھ کی دقت وگہرائی پر سلف وخلف کا اتفاق واجماع ہے (حدائق ص ۷۶)

۷- محدث حسن بن زیاد: امام ابوحنیفہؒ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے، دو ہزار حماد سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔

۸- امام احمد: امام احمد سے ابن حجر نے نقل کیا کہ ابوحنیفہ علم وتقویٰ، زہد واختیار آخرت میں اس جگہ تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا۔ (شامی وخیرات حسان ص ۳۲)

۹- عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ): کبار تابعین سے ہیں، ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں، امام صاحب جب ان کے پاس آتے تو

سب سے آگے اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ (موفق ۷۶ ج ۲)

۱۰-فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ): اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، بڑے عابد، زاہد اور صاحب کرامات بزرگ تھے انہوں نے فرمایا کہ "امام ابوحنیفہ بڑے فقیہ تھے، ورع وتقویٰ میں مشہور تھے، لوگوں پر جود وشفقت کرنے میں بڑے حریص تھے، رات و دن تعلیمی کاموں میں منہمک رہتے تھے، بہت خاموش اور کم گو تھے البتہ جب کوئی مسئلہ ان سے دریافت کیا جاتا تو خوب بولتے تھے۔ (تبییض الصحیفہ وغیرہ)

۱۱-حفظ بن عبدالرحمن بلخی (م ۱۹۹ھ): نسائی وابوداؤد کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں، فرمایا کہ میں نے ہر قسم کے علماء وفقہا، زہاد اور اہل ورع کی خدمت میں حاضری دی لیکن ان سب اوصاف کا جامع سوائے امام ابوحنیفہؒ کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ (موفق ص ۲۰۰ ج ۱)

۱۲-حسن بن صالح کوفی (م ۱۶۹ھ): ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں، کہا کہ امام ابوحنیفہؒ ناسخ ومنسوخ حدیث کی سخت تلاش میں مصروف رہتے تھے اور اسی حدیث پر عمل کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ان کو ثابت ہوتی تھی اور حدیث وفقہ اہل کوفہ کے صرف عارف ہی نہ تھے بلکہ اپنے شہر کے لوگوں کی معمول بہا احادیث کا سختی سے اتباع کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح کتاب اللہ میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں اسی طرح احادیث میں بھی ناسخ ومنسوخ ہیں اور رسول خدا ﷺ کی اخیر زندگی کے اعمال کے حافظ تھے (موفق ص ۸۹ ج ۱)

۱۳-محدث شہیر ابن جریج (م ۱۵۰ھ): ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں، ابن عیینہ نے بیان کیا کہ ابن جریج کو جب امام حنیفہؒ کے علم وروع اور استقامت دین کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ عنقریب اس شخص کے علمی کمالات کا حیرت انگیز چرچا ہوگا۔

۲-ایک روز کسی نے ان کے سامنے امام صاحب کا کسی قدر برائی سے ذکر کیا تو فرمایا، خاموش رہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں، بہت بڑے فقیہ ہیں، بہت بڑے فقیہ ہیں۔ (خیرات حسان ص ۳۳)

۳-خطیب نے روح بن عبادہ سے روایت کی کہ میں ابن جریج کے پاس تھا جب امام اعظمؒ کی خبر وفات ان کو دی گئی تو سن کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور افسوس سے فرمایا کہ کیسا علم جاتا رہا۔ (تبییض الصحیفہ ص ۱۱۳ امام سیوطی)

شعبۃ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ): ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں سفیان ثوری ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے۔

۱-جب ان سے امام ابوحنیفہ کا حال دریافت کیا جاتا تو وہ بہت تعریف ان کی کیا کرتے تھے اور ہر سال نیا تحفہ امام صاحب کو بھیجا کرتے تھے۔ (موفق ص ۴۶ ج ۲)

۲-امام صاحب کو حسن الفہم جید الحفظ فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں نے ان پر تشنیع کی ہے واللہ وہ خدا کے یہاں اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے کیونکہ خدا ان چیزوں سے پوری طرح واقف ہے۔ (خیرات ص ۳۴)

۳-جب وفات پہنچی تو انا للہ پڑھا اور کہا کہ آج کوفہ کا چراغ علم گل ہو گیا اور اب اہل کوفہ کو قیامت تک اس کی نظیر نہ ملے گی۔ (خیرات ص ۶۹)

محمد بن میمون (م ۱۶۷ھ): ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ میں سے ہیں امام اعظمؒ کے بارے میں فرمایا کہ امام صاحب کے زمانہ میں علم و ورع اور زہد میں کوئی شخص ان سے بڑھ کر نہ تھا اور نہ کوئی شخص علم وفطانت میں ان کا مساوی تھا بخدا مجھے ان سے ایک حدیث سن لینے کی خوشی ایک لاکھ اشرفی کے مل جانے سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

محدث اسمٰعیل بن حماد بن ابی سلیمان

یہ حضرت حماد استاذ امام اعظمؒ کے صاحبزادے تھے ان کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ میرے والد ماجد کے خصوصی رازداروں میں سے تھے اور والد ماجد امام صاحب پر اپنی وہ خاص علمی چیزیں ظاہر کرتے تھے اس لئے میں بھی اپنے والد سے بہت سی علمی باتیں نہ سن سکا اور ان

سے محروم رہا، اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ ہی کے واسطے سے مجھے اپنے والد ماجد کی خاص خاص چیزیں پہنچیں جو صرف ان کے پاس تھیں۔

اس خبر کے راوی یحییٰ بن آدم نے یہ بھی کہا کہ اسماعیل بن حماد بڑی عمر کے تھے، سب لوگوں کا زمانہ پایا تھا لیکن اپنے اور والد کے امام صاحب سے خصوصی تعلق کے باعث امام صاحب ہی سے سماع حدیث کیا اس واقعہ سے بھی حضرت مغیرہ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت حماد کے خصوصی علوم کے قابل امام صاحب ہی تھے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حصول علم کے لئے خاص تعلق و مناسبت بھی استاد سے ضروری ہے، نیز معلوم ہوا کہ امام صاحب بذل علم کے اعتبار سے بھی بڑے سخی تھے وغیرہ۔

محدث محمد بن طلحہ

محدث ابوغیلہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم دونوں آپس میں امام ابوحنیفہؒ کی باتیں کر رہے تھے تو محمد بن طلحہ نے کہا کہ اابوغیلہ! اگر تمہیں امام صاحب کا کوئی قول معتبر ذریعہ سے مل جائے تو اس کو مضبوط پکڑ لینا، اس کی قدر کرنا، کیونکہ امام صاحب سے جو بات آتی ہے وہ چھنی چھنائی صاف ہوتی ہے (یعنی کھرے سونے کی طرح بے کھوٹ ہوتی ہے۔ (موفق ۴۰ ج ۲)

محدث فضل بن موسیٰ سینائی

امام صاحب کے زمانہ میں بڑے مشہور و معروف حفاظ حدیث میں سے تھے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کی ہے، امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے اور مخالف علماء سے جھگڑتے تھے لوگوں کو امام صاحب کے مذہب کی طرف ترغیب دیا کرتے تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہم حجاز و عراق کے مشائخ علم کی مجالس میں آیا جایا کرتے تھے لیکن کسی مجلس کو امام صاحب کی مجلس سے زیادہ عظیم البرکت اور کثیر المنفعت نہیں پایا۔ (موفق ۵۰ ج ۲)

امام شمس الدین شافعی

عقود الجواہر المنیفہ میں امینی کی خلاصۃ الاثر سے نقل کیا ہے کہ امام شمس الدین محمد بن علاء البابلی شافعی فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم سے افضل الائمہ کے بارے میں سوال ہوتا تھا تو ہم ابوحنیفہؒ ہی کو بتلایا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ

تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور آپ کا تذکرہ امام الاعظم فقیہ العراق سے شروع کیا اور لکھا کہ حضرت انسؓ صحابی کوفہ میں تشریف لائے تو امام صاحب نے ان کو متعدد بار دیکھا اور امام صاحب نے عطار، نافع، سلمہ بن کہیل، عمرو بن دینار اور خلق کثیر سے روایت حدیث کی اور امام صاحب سے فقہ حاصل کرنے والے بھی تھے، جیسے زفر، داؤد طائی، قاضی ابویوسف، محمد بن الحسن وغیرہ اور حدیث حاصل کرنے والے بھی تھے جیسے وکیع، یزید بن ہارون، سعد بن الصلت، ابوعاصم، عبدالرزاق (صاحب مصنف) عبداللہ بن موسیٰ، ابونعیم، ابو عبدالرحمٰن المقری اور ان کے علاوہ بہت سے لوگ تھے۔

امام صاحب عالم باعمل، عابد و زاہد اور بڑے عالی مرتبت انسان تھے، بادشاہوں کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود تجارت کر کے کسب کرتے تھے، بنی نوع انسان میں امام صاحب نہایت زکی تھے۔

اس کے بعد علامہ ذہبی نے حضرت عبداللہ بن مبارک وغیرہ کبار محدثین کے اقوال امام صاحب کے مناقب میں نقل کئے ہیں جو ہم نے دوسری جگہ نقل کئے ہیں، علامہ ذہبی نے امام صاحب اور صاحبین کے مناقب میں مستقل کتاب بھی لکھی۔

محدث عمر بن ذرؒ

ہم جب بھی کہیں امام ابوحنیفہ کے ساتھ سفر میں جاتے تھے، دیکھتے تھے کہ امام صاحب وہاں کے تمام اہل علم پر فقہ، علم و ورع میں غالب رہتے تھے۔ (موفق ص ۱۹۵ ج۱)

سیدنا علی الخواص شافعیؒ

اولیاء کاملین میں سے اور امام شعرانی شافعی کے شیخ اعظم تھے، فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مدارک اجتہاد اس قدر دقیق ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے بھی صرف اہل کشف و مشاہدہ ہی ان کو اچھی طرح جان سکتے ہیں، اسی لئے انہوں نے اور امام ابویوسف نے ماء مستعمل کو نجس قرار دیا ہے، امام صاحب وضوء کے مستعمل پانی میں صاحب وضو کے گناہوں کی نجاست ملاحظہ فرماتے تھے اور ہر ایک کے گناہ کو ممتاز دیکھتے اور تنبیہ کرتے تھے، توبہ کی تلقین فرماتے تھے۔ (میزان کبریٰ)

علامہ ابن الاثیر جزری

اگر ہم امام ابوحنیفہؒ کے فضائل و کمالات بیان کرنا چاہیں تو وہ اتنے ہیں کہ ہم سب کو بیان نہیں کرسکتے بات بہت لمبی ہو جائے گی اور غرض پھر بھی پوری نہ ہوگی، مختصر یہ کہ وہ عالم باعمل، زاہد، عابد متقی پرہیزگار اور علوم شریعت کے مسلم و پسندیدہ امام تھے۔ (جامع الاصول)

ابن ندیم

اپنی مشہور و معروف کتاب ''الفہرست'' میں امام اعظم کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھا کہ ''مشرق سے مغرب تک زمین کے تمام خشکی و تری کے حصوں میں دور و نزدیک جو کچھ علم کی روشنی پھیلی وہ امام صاحب ہی کی تدوین کا صدقہ ہے رضی اللہ عنہ''۔

امام مالکؒ

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا امام صاحب کا ہاتھ تھامے جارہے تھے جب مسجد نبوی میں پہنچے تو امام صاحب کو آگے بڑھایا میں نے سنا کہ امام صاحب نے مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھی بسم اللہ ھذا موضع الامان فآمنی من عذابک و نجنی من النار یعنی خدا کے نام کے ساتھ داخل ہوتا ہوں، یہ امان کی جگہ ہے یا اللہ! مجھ کو اپنے عذاب سے مامون کر اور عذاب جہنم سے نجات دے۔ (موفق ۳۴ ج۲)

امام شافعی نے فرمایا کہ میرے سامنے ایک شخص نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا ہے؟ تو فرمایا ہاں! میں نے ایسا شخص دیکھا ہے کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے تو اس پر بھی دلیل قائم کرسکتا ہے۔ (مناقب ذہبی ص ۱۹)

امام مالک اکثر اقوال امام صاحب کے اختیار کرتے تھے اور آپ کی آراء و اقوال کی تلاش میں رہتے تھے اکثر مسائل میں امام صاحب کے اقوال کو معتبر جانتے تھے، موسم حج و زیارت میں امام صاحب کا انتظار کیا کرتے تھے جب امام صاحب مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو کافی وقت امام صاحب کے ساتھ علمی مذاکرات میں گذارتے تھے۔

ایک دفعہ کوئی لمبی بحث چلی اور امام مالک امام صاحب کی مجلس سے اٹھے تو پسینہ پسینہ ہو رہے تھے، تلامذہ نے عرض کیا کہ آپ کو بہت پسینہ آیا! امام مالک نے فرمایا کہ ہاں! ابوحنیفہؒ کے ساتھ بحث میں ایسا ہوا اور تم ان کو کیا سمجھتے ہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں۔

امام ابو یوسفؒ

۱-اصمعی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم چند احباب بیٹھے ہوئے اپنی اپنی آرزوؤں کا ذکر کرنے لگے تو میں نے امام ابو یوسفؒ سے کہا کہ اب تو آپ بڑے سے بڑے مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں (کیونکہ قاضی القضاۃ تھے اور وہ بھی اس شان سے کہ خلفاء ان کے فیصلوں کے سامنے سر جھکاتے تھے) تو کیا اس سے زیادہ کی بھی کوئی تمنا آپ کو ہے؟ تو فرمایا کہ "ہاں میری تمنا ہے کہ کاش مجھے ابن ابی لیلیٰ کا جمال مسعر بن کدام کا زہد اور امام ابوحنیفہ کا فقہ حاصل ہوتا"۔ اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا ذکر امیر المومنین یعنی خلیفہ وقت سے کیا تو انہوں نے کہا کہ امام ابو یوسف نے جو تمنا کی ہے وہ خلافت سے بھی اونچی چیز کی ہے۔

۲-ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا، کاش مجھے امام ابوحنیفہؒ کی ایک مجلس میری آدھی دولت کے عوض نصیب ہو جاتی، اصمعی کہتے ہیں کہ اس وقت ان کی دولت بیس لاکھ روپیہ سے زیادہ تھی، میں نے کہا کہ یہ تمنا آپ کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کچھ مسائل کی تحقیق کے لئے دل میں خلش ہے امام صاحب ہی سے تسلی ہو سکتی ہے، ان سے دریافت کر لیتا۔

۳-عصام بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے کہا علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث وفقہ میں کوئی نہیں ہے تو فرمایا میرا علم امام صاحبؒ کے علم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے، ایسا سمجھو جیسے ایک چھوٹا راجبہا یا نالہ بڑی نہر فرات کے مقابلہ میں۔

۴-ایک روز فرمایا کہ امام ابوحنیفہ بڑے عظیم البرکت تھے ان کی وجہ سے ہم پر دنیا وآخرت کے راستے کھل گئے۔

۵-فرمایا کہ میں نے امام صاحب سے زیادہ تفسیر حدیث کا عالم نہیں دیکھا، ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو امام صاحب کے پاس حاضر ہوتے اور امام صاحب اس کا فوراً ہی حل پیش کر کے ہماری تشفی کر دیتے تھے۔ (موفق ص ۴۳ ج ۲)

امام ابو یوسف علم حدیث میں امام احمد، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین وغیرہ اکابر محدثین کے استاذ تھے جو امام بخاری وغیرہ محدثین کے شیوخ میں ہیں، ان کا تذکرہ مفصل آگے آئے گا، باوجود اس جلالت قدر کے امام ابوحنیفہ کے کس قدر مداح وقدر دان ہیں، امام صاحب کے مرتبۂ عالی کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ

مشہور محدث ہیں امام اعظمؒ کے تلمیذ اور راوی مسانید الامام ہیں، حمیدی (استاذ بخاری) کے استاذ ہیں حمیدی راوی ہیں کہ امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ- دو چیزیں ایسی تھیں کہ ہم ابتداء میں یہ تصور بھی نہ کرتے تھے کہ وہ کوفہ کے پل سے آگے بڑھیں گی، حمزہ کی قرأت اور امام ابوحنیفہ کی رائے لیکن وہ دونوں تمام آفاق میں پہنچ گئیں (مناقب ذہبی ص ۲۰) محدث عمرو بن دینار کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے، کوفہ آئے تو امام صاحب نے ان کے علم وفضل کی تعریف کی جس سے ان کا حلقہ درس بھر گیا فرماتے تھے کہ کوفہ میں امام صاحب سے زیادہ افقہ، افضل، اورع نہیں تھا۔ (موفق ص ۱۹۵ ج ۱)

امام شافعیؒ

علی بن میمون (شاگرد امام شافعیؒ) نے روایت کی کہ مجھ سے امام شافعی نے کہا- میں ابوحنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آجاتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، دعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی، خیرات حسان میں یہ قول بھی نقل ہے کہ امام ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی عقیل آدمی پیدا نہیں ہوا۔

شامی میں ابن حجر مکی سے بحوالہ ربیع روایت ہے کہ امام شافعی نے فرمایا، لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں کیونکہ میں نے ان سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا، یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں تبحر ہوگا اور نہ فقیہ بنے گا۔ (حدائق ص ۷۷)
یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ فقہ کے مربی و مورث اعلیٰ ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام مزنی

مزنی سے کسی نے پوچھا کہ ابوحنیفہ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ کہا سید ھم، ان کے سردار ہیں، کہا اور ابو یوسف؟ کہا اتبعہم للحدیث ان میں حدیث کا سب سے زیادہ اتباع کرنے والے، کہا اور محمد بن حسن؟ کہا اکثرہم تعریفا، سب سے زیادہ مسائل نکالنے والے، کہا زفر! کہا احسنہم قیاسا، قیاس میں سب سے بہتر۔

خلیفہ منصور عباسی

محمد بن فضیل عابد بلخی نے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بیان کیا کہ میں خلیفہ منصور کے پاس گیا تو مجھ سے پوچھا کہ تم نے علم کس سے حاصل کیا؟ میں نے کہا حماد سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے، منصور نے سن کر کہا! خوب خوب، ابوحنیفہ تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا، وہ سب کے سب طیبین و طاہرین تھے، سب پر اللہ کی رحمت ہو۔
دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ خلیفہ منصور سے عیسیٰ بن منصور نے کہا کہ یہ (ابوحنیفہ) آج دنیا کے عالم ہیں، پوچھا نعمان! تم نے علم کس سے حاصل کیا جواب دیا اصحاب عمرؓ سے عمر کا، اصحاب علیؓ سے علی کا، اصحاب عبداللہؓ سے عبداللہ کا، اور ابن عباسؓ کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر عالم روئے زمین پر نہ تھا۔

محدث حفص بن غیاثؒ

امام صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور محدثین کے شیوخ کبار میں تھے، فرماتے تھے کہ امام صاحبؒ سے میں نے ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کے آثار مرویہ سنے میں نے ان سے پاک باطن اور باب احکام میں فاسد و صحیح کا علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔
ایک دفعہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ یکتائے روزگار تھے، ان کی جیسی فہم و نظر کا کوئی شخص میں نے نہیں سنا۔ (موفق ص ۱۴۱ ج ۲)

محدث عیسیٰ بن یونس

مشہور محدث تھے، امام صاحبؒ کے حدیث و فقہ میں شاگرد تھے، علماء کوفہ میں سے امام صاحب ہی کا قول اختیار کرتے تھے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے، اپنے شاگرد سلیمان بن شاذ کونی کو یہ نصیحت فرمائی کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں ہرگز کوئی کلمہ برائی کا نہ کہنا اور نہ کبھی کسی برائی بیان کرنے والے کی تصدیق کرنا، اس لئے کہ واللہ میں نے کسی کو ان سے افضل اور اورع نہیں دیکھا۔
محمد بن داؤد کا بیان ہے کہ ہم محدث عیسیٰ بن یونس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کی کتاب نکالی تا کہ ہمیں اس میں سے سنائیں، کسی نے مجلس میں کہا کہ آپ ابوحنیفہ سے روایت حدیث کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کی زندگی میں ان کو اور ان کے علم و فضل کو پسند کیا تو کیا اب ان کی وفات کے بعد ان کو پسند نہ کرونگا۔

محدث یحییٰ بن آدم

امام علی بن المدینی (استاذ امام بخاری) فرمایا کرتے تھے کہ یحییٰ بن آدم علماء اوران کے اقاویل کے بڑے واقف تھے۔ حدیث وفقہ کے بڑے عالم تھے اور امام ابوحنیفہ کی طرف میلان شدید رکھتے تھے معلوم ہوا کہ امام صاحب سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے مسلم حدثین تھے۔

اب سنئے! یہ محدث کبیر یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے فقہ میں وہ اجتہاد کیا جس کی سابق میں نظیر نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی خصوصی رہنمائی فرمائی اور اجتہاد فقہ کے دشوار راستے ان کے لئے سہل بنادیئے، ان کے علم سے خواص وعوام دونوں طبقوں نے فائدہ اٹھایا۔

یہ بھی فرمایا کہ کوفہ فقہ کا مرکز تھا اس میں بڑی کثرت سے اکابر فقہاء موجود تھے جیسے ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح، شریک وغیرہ لیکن امام صاحب کے اقاویل کے مقابلہ میں ان سب کے اقاویل بے قیمت ہوکررہ گئے، امام صاحب کا علم ایک ایک شہر وبستی میں پہنچ گیا، خلفاء ائمہ اور حکام نے اس کے مطابق فیصلے کئے اور عملی دنیا کے لئے وہی مدار عمل ٹھہر گیا۔ (موفق ۱۴۱ ج ۲)

امام زفرؒ

فرمایا کہ بڑے بڑے محدثین امام صاحبؒ کے پاس آتے جاتے تھے اور آپ سے مسائل مشکلہ میں حل طلب کرتے تھے اور جو احادیث ان پر مشتبہ المراد ہوتی تھیں ان کی تفسیر آپ سے کراتے تھے۔ (موفق ص ۱۴۹ ج ۲)

وکیع بن الجراح

اصحاب ستہ کے کبار شیوخ میں تھے، فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو جو امام ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ اور ان سے بہتر طور پر نماز پڑھنے والا ہو نہیں دیکھا۔ (حدائق ص ۷۸)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ وکیع امام صاحب کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور ورع وصحت دین کے اعتبار سے ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ (موفق ص ۱۹۷ ج ۱)

سلیمان بن مہران ابومحمد الاعمش الکوفی

محدثین کے مشہور ومعروف شیخ الشیوخ ہیں، مسند خوارزمی میں امام اعمش کا قول منقول ہے کہ۔

۱- ابوحنیفہ مواضع فقہ دقیقہ اور غوامض علم خفیہ کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کو تاریک مقام میں بھی اپنے چراغ قلب کی وسیع نورانی روشنی سے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں، اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ میری امت کے چراغ ہیں۔

۲- فرماتے کہ اس مسئلہ کا بہتر جواب ابوحنیفہ ہی دے سکتے تھے اور میرے خیال میں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت بخشی ہے۔ (خیرات ص ۳۴)

۳- ایک بار امام صاحب سے چند مسائل میں گفتگو کی، آپ نے جواب دیئے، پوچھا کہاں سے، امام صاحب نے احادیث بیان کرنی شروع کردیں جو اعمش ہی سے سنی تھیں، اعمش نے کہا کہ بس کافی ہے، آپ نے تو حد کردی میں نے جو احادیث ۱۰۰ سو دن میں بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ساعت میں سنادیں، مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کررہے ہیں، اے جماعت فقہاء! آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم دوا فروش اور آپ نے دونوں طرف (فقہ وحدیث) سے حظ وافر حاصل کیا۔ (خیرات ص ۶۷) خطیب عن الامام ابی یوسف)

۴- حضرت اعمش نے ایک بار امام ابویوسف سے پوچھا کہ تمہارے رفیق ابوحنیفہ نے عبداللہ کے قول عتق الامة طلاقها کو کیوں ترک کردیا؟ جواب دیا کہ اس حدیث کی وجہ سے جو آپ نے بواسطہ ابراہیم واسود حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بریرہ جب آزاد ہوگئیں تو

ان کو اختیار دیا گیا، اعمش نے یہ سن کر بڑا تعجب کیا اور کہا کہ ابوحنیفہ بہت زیرک ہیں''۔

امام اسحٰق بن راہویہ

میں نے کسی کو احکام وقضایا کا امام صاحب سے زیادہ جاننے والا نہیں پایا، قضا کے لئے مجبور کیا گیا اور مارا بھی گیا مگر قبول نہ کی، آپ کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ حبۃً للہ تعلیم وارشاد کرتے رہیں۔ (مناقب موفق ۵۸ ج ۲)

یزید بن ہارون

اپنے زمانہ کے امام کبیر او محدث ثقہ تھے، امام اعظم، امام مالک اور سفیان ثوری کے شاگرد اور یحییٰ بن معین وابن مدینی وغیرہ کے شیوخ صحاح ستہ کے استاد تھے فرمایا۱- میں نے سترہ شیوخ سے علم حاصل کیا لیکن خدا کی قسم میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو ورع، حافظہ اور عقل میں نہیں پایا۔ (حدائق ص ۷۹)

۲- کسی نے پوچھا کہ ایک عالم فتویٰ دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب وہ امام ابوحنیفہ جیسا ہو جائے، ان سے کہا گیا کہ آپ ایسی بات کہتے ہیں؟ فرمایا ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے کہنا چاہئے میں نے ان سے زیادہ کسی عالم کو فقیہ ومتورع نہیں دیکھا ایک روز میں نے ان کو دیکھا کہ ایک شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ سایہ میں ہو جاتے! فرمایا میرے اس گھر والے پر کچھ روپے قرض ہیں اس لئے اس کے گھر کے سایہ میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا، محدث یزید نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا بتلاؤ! اس سے بڑا درجہ بھی ورع کا ہوسکتا ہے!

۳- ایک روز یزید بن ہارون کی مجلس میں یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام احمد وغیرہ موجود تھے کہ ایک شخص نے آکر ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جا کر معلوم کرلو، ابن المدینی بولے کہ آپ اہل علم نہیں ہے حالانکہ حدیث کے عالم ہیں، فرمایا نہیں اہل علم اصحاب ابی حنیفہ ہیں، تم تو عطار ہو۔ (موفق ۴۷ ج ۲)

محدث ابوعاصم النبیل

امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے اور امام بخاری وغیرہ کے شیوخ کبار میں سے تھے، کہا کرتے تھے'' مجھے امید ہے کہ امام ابوحنیفہ کے لئے ہر روز ایک صدیق کے برابر اعمال خدا کی بارگاہ عالی میں پہنچتے ہیں''، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کیوں؟ تو کہا اس لئے کے لوگ برابر ان کے علم واقوال سے متفع ہوتے رہتے ہیں (لہذا ان سب کے صحیح علم وعمل کا سبب امام صاحب ہوئے)۔ (موفق ص ۴۵ ج ۲)

ابونعیم فضل بن دکین

صاحب تصانیف امام بخاری کے استاد ہیں، امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۱- فرمایا، امام ابوحنیفہ مسائل کی تہ اور حقیقت تک پہنچنے والے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

۲- امام صاحب بڑے خدا ترس تھے اور بغیر جواب کے کلام نہ کرتے تھے اور نہ لایعنی باتوں میں پڑتے تھے۔ (حدائق ص ۸۰)

بحر السقاء

بصرہ کے اکابر ائمہ حدیث میں سے تھے فرماتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ سے علمی مذاکرات کیا کرتا تھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے بحر! تم

تو واقعی اسم بامسمی یعنی علم کا سمندر ہو، تو میں عرض کرتا تھا حضرت! میں تو صرف ایک بحر ہوں لیکن آپ تو بحور ہیں (موفق ص۴۴ ج۲) خیال کیجئے امام صاحب کا یہ بھی کتنا بڑا کمال تھا کہ چھوٹوں کے فضل و کمال کا بھی برملا اعتراف کرتے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، یہ امام صاحب کی علمی تربیت کی خصوصی شان تھی۔

محدث عبدالرحمٰن بن مہدی

بصرہ کے قابل فخر فقہاء و حفاظ حدیث میں سے تھے، امام صاحب کے معاصر تھے کہتے ہیں کہ میں حدیثیں نقل کرتا تھا، میری رائے علی وجہ البصیرۃ یہ ہے کہ سفیان ثوری علماء کے امیر المومنین تھے، سفیان بن عیینہ امیر العلماء تھے، شعبہ حدیث کی کسوٹی تھے، عبداللہ بن مبارک صراف حدیث تھے، یحییٰ بن سعید قطان قاضی العلماء تھے، اور ابوحنیفہؒ قاضی قضاۃ العلماء تھے جو شخص تم سے اس کے سوا کوئی بات کہے اس کو بنی سلیم کی کوڑی پر پھینک دو۔ (موفق ص۴۵ ج۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی

(تہذیب التہذیب میں) نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ نے حضرت انسؓ صحابی کی زیارت کی ہے اور عطاء، عاصم، علقمہ، حماد، حکم، سلمہ، ابوجعفر، علی، زیاد، سعید حدی، عطیہ، ابوسفیان، عبدالکریم، یحییٰ اور ہشام سے حدیث پڑھی اور روایت کی ہے اور امام صاحب سے حماد، ابراہیم، حمزہ، زفر، قاضی ابویوسف، ابویحییٰ، عیسیٰ، وکیع، یزید، اسد حکام، خارجہ، عبدالمجید، علی، محمد، عبدالرزاق، محمد بن حسن، یحییٰ بن یمان، ابوعصمہ، نوح، ابوعبدالرحمٰن، ابونعیم، ابوعاصم اور دوسروں نے روایت کی ہے۔ (ص۴۴۹ ج۱۰)

علامہ صفی الدین

خلاصۃ التہذیب میں۔ ہے کہ "ابوحنیفہ امام العراق، فقیہ الامت نے عطاء، نافع، اعرج اور ایک جماعت محدثین سے حدیث پڑھی اور روایت کی ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن مبارک نے فرمایا کہ میں ن ابوحنیفہ کے مثل کسی کو فقیہ نہیں پایا، مکی فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔

محدث یٰسین الزیات

ایک روز مکہ معظمہ میں ان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے (غالباً مستفیدین و تلامذہ) سب کو باآواز بلند خطاب کیا کہ تم لوگوں کو چاہئے امام ابوحنیفہؒ کے پاس کثرت سے آؤ جاؤ اور ان کی علمی مجالس کو غنیمت سمجھو، ان کے علم سے استفادہ کرو کیونکہ تم ان جیسے پھر نہ پاؤ گے اور نہ کسی کو ان سے زیادہ حلال و حرام کا عالم پاؤ گے، اگر تم ان سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے تو علم کثیر سے محروم رہو گے۔

اس سال امام صاحب بھی حج کے لئے پہنچے تھے، غالباً اسی لئے یہ ترغیبی تعارف کرایا ہوگا یہ بھی منقول ہے کہ حضرت یٰسین زیات امام صاحب کے بہت بڑے مداح تھے اور جب امام صاحب کا ذکر شروع کردیتے تو خاموش ہوتا اور ان کا ذکر خیر ختم کرنا پسند نہ کرتے تھے (موفق ص۳۸ ج۲)

محدث عثمان المدنی

فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ اپنے استاد حماد سے افقہ تھے بلکہ ابراہیم، علقمہ و اسود سے بھی زیادہ افقہ تھے۔ (موفق ص۳۷ ج۲)

محدث محمد انصاری

فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں بھی دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔ (محدث اعظم)

محدث علی بن عاصم

علم حدیث، فقہ ودیگر انواع علوم میں علی بن عاصم امام اہل واسط تھے، امام صاحب سے حدیث وفقہ کی روایت بہ کثرت کی ہے، جب آپ کے اصحاب وتلامذہ چاہتے کہ آپ سے زیادہ احادیث سنیں تو امام ابوحنیفہؒ اور مغیرہ کا ذکر چھیڑ دیتے تھے۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

۱- آدھی دنیا کی عقل ترازو کے ایک پلہ میں اور ابوحنیفہ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی تو ابوحنیفہ کا پلہ بھاری رہتا، (قلائد العصیان)۔

۲- اگر امام ابوحنیفہ کے علم کو ان کے زمانہ کے علماء کے ساتھ تولا جائے تو امام صاحب ہی کا علم بڑھ جائے گا۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

۳- معروف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ علی بن عاصم کی مجلس میں تھا، فرمانے لگے کہ تمہیں علم حاصل کرنا چاہئے، فقہ حاصل کرنا چاہئے، ہم نے کہا جو کچھ ہم آپ سے حاصل کرتے ہیں کیا وہ علم نہیں ہے، کہا نہیں علم تو درحقیقت امام ابوحنیفہ کا ہی ہے۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

۴- فرمایا کہ امام صاحب کے اقوال علم صحیح کی تفسیر ہیں، جو شخص ان کے اقوال پر مطلع نہیں ہوگا وہ اپنے جہل کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھ لے گا اور سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

محدث خارجہ بن مصعب

کہا کرتے تھے کہ میں کم وبیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں جن میں صاحب عقل صرف تین چار دیکھے اور ان میں سے سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کا نام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ امام صاحب کی طرف جو بھی دیکھتا تھا وہ اپنے علم کو حقیر سمجھنے لگتا تھا اور ان کے سامنے جھک جاتا تھا، ان کے فقہ، صیانت نفس، زہد اور ورع کے باعث۔

یہ خارجہ بن مصعب سرخس کے بڑے امام حدیث وفقہ تھے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کرتے تھے اور امام صاحب کا علم خراسان میں پھیلایا، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک لاکھ روپے اپنی طلب علم پر صرف کئے اور ایک لاکھ لوگوں کی امداد پر صرف کئے اپنے والد سے بھی بکثرت حدیث سنی تھی، ان کے والد حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ جمل وصفین میں شریک ہوئے تھے، حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ واصحاب بدر سے احادیث سنی تھیں اور خارجہ نے امام صاحب کے مشائخ سے بھی حدیث سنی ہیں۔ (موفق ص ۴۹ ج ۲)

عمرو بن دینار المکی

کبار تابعین سے ہیں، صحاح ستہ کے راوی، امام صاحب کی ابتدائی حالت کا بیان حماد بن زید نے کیا ہے ہم عمرو بن دینار کے پاس آتے جاتے تھے، پس امام صاحب آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ہمیں چھوڑ دیتے کہ امام صاحب سے ہم مسائل پوچھیں، ہم ان سے مسائل پوچھتے اور امام صاحب جواب دیتے اور احادیث بیان کرتے تھے۔ (خیرات حسان ص ۳۵)

مسعر بن کدام

ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور اہل حدیث کے پیشوا جن کی جلالت قدر پر شاہد شیخ المحدثین ابن مبارک جیسے ہیں امام اعظمؒ کے خاص شاگرد تھے، سفیان ثوری، اور سفیان بن عیینہ کے استاد تھے۔

۱-ایک روز امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی مجلس میں آئے دیکھا کہ مسائل فقہ کے مذاکرے کر رہے ہیں اور خوب بلند آواز سے بحث ہو رہی ہے، کچھ دیر ٹھہر کر سنتے رہے پھر فرمایا کہ "یہ لوگ شہیدوں، عابدوں، تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں یہ لوگ سنت رسول اکرم ﷺ کو زندہ کر رہے ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔ (موفق ص ۲۴۹ ج ۱)

۲-فرمایا کہ ہم نے امام صاحب کے ساتھ تحصیل علم حدیث کی سعی کی مگر وہ ہم پر غالب ہو گئے، زہد میں سعی کی تو اس میں بھی وہ ہم سے بڑھ گئے، فقہ میں کوشش کی تو تم سب جانتے ہو کہ کیا کچھ ان کے کارنامے ہیں۔ (مناقب الامام للذہبی)

۳-ایک روز فرمایا کہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہ کو وسیلہ بنائے گا اور ان کے مذہب پر چلے گا میں امید کرتا ہوں کہ اس کا کچھ خوف نہ ہوگا، پھر یہ اشعار پڑھے

حسبی من الخیرات ما اعددتہ　　یوم القیامۃ فی رضی الرحمان
دین النبی محمد خیر الوریٰ　　ثم اعتقادی مذہب النعمان
(حدائق ص ۷۹)

معمر بن راشد

جو اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور رئیس اصحاب حدیث تھے، کہا کہ جن لوگوں نے فقہ میں کلام و کوشش کی ہے ان میں سے کسی کو امام ابوحنیفہ سے بہتر نہیں جانتا۔ (حدائق ص ۷۸)

سہیل بن عبداللہ تستری

درمختار میں ہے کہ جرجانی نے مناقب نعمانیہ میں سہل تستری سے روایت کی کہ "اگر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی امتوں میں امام ابوحنیفہ جیسا کوئی شخص غزیر العلم، ثاقب الفہم، قائم بالصدق اور عارف بالحق ہوتا تو وہ یہودی یا نصرانی نہ ہوتے"۔ اس آخری جملہ کی وضاحت علامہ شامی نے یہ کی ہے کہ اپنے اپنے مذہب صحیح کی تعلیمات میں تحریف کر کے جو یہودیت و نصرانیت بنائی تھی اگر امام صاحب ایسے مجتہد ان میں ہوتے وہ دین کے اصول و فروع کو ایسی طرح منضبط کر دیتے کہ تحریف نہ ہو سکتی۔

یہ قول بھی منقول ہے کہ اگر بنی اسرائیل میں ابوحنیفہ جیسا کوئی عالم ہوتا تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔ (حدائق ص ۷۹)

محدث ابن السماک

کوفہ کے کبار اہل علم و واعظین سے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ کوفہ کے استاد چار ہیں، سفیان ثوری، مالک ابن مغول، داؤد طائی (صاحب ابی حنیفہ) اور ابوبکر نہشلی اور یہ سب امام صاحب کی مجلس علمی کے بیٹھنے والے تھے اور سب نے امام صاحب سے حدیث کی روایت کی ہے۔ (موفق ص ۳۹ ج ۲)

حضرت ابن السماک بڑا پر اثر وعظ کہا کرتے تھے جس سے تمام سامعین روتے تھے اور رقت قلب و خوف و خشیت الٰہی کے اثرات لے کر ان کی مجلس وعظ سے اٹھا کرتے تھے، اور ان کا طریقہ تھا کہ وعظ کے بعد امام صاحب کیلئے دعا کرتے تھے اور سب حاضرین سے آمین کہلاتے تھے اور ان کو امام صاحب کی مجالست کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے، یہ ہارون رشید کے زمانہ تک زندہ رہے ہیں، ایک دفعہ خلیفہ مذکور کو بھی نصیحت اور تذکیر آخرت کی وہ بہت متاثر ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ (موفق ص ۳۹ ج ۲)

علامہ ابن سیرین

مشہور معروف عابد وزاہداور علم تعبیر خواب کے بڑے عالم تھے، تاریخ ابن خلکان میں خطیب کی تاریخ سے نقل کیا کہ جب امام ابوحنیفہ نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کھودنے کا خواب دیکھ کر ایک شخص کو ابن سیرین کے پاس تعبیر پوچھنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کا دیکھنے والا اس حد تک علم نبوت کو روشن وواضح کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے سبقت نہ کی ہوگی۔ (حدائق الحنفیہ ص ۷۶)

محدث شہیر شفیق بلخی

امام ابوحنیفہ اعلم الناس، اعبدالناس، اکرم الناس اور دین میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔ (حدائق ص ۷۶)

سفیان ثوری

کردری ص ۱۰ جلد ۲ بروایت عبداللہ بن مبارک۔

۱- بخدا امام ابوحنیفہ علم کے اخذ وتحصیل میں سخت مستعد اور منہیات کی روک تھام کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو حضور ﷺ سے پایہ صحت کو پہنچ چکی ہو، ناسخ ومنسوخ کی پہچان میں قوی ملکہ رکھتے تھے، ثقہ اصحاب کی احادیث اور آخری فعل رسول ﷺ کی تحقیق وتلاش میں رہتے تھے، حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علماء، کوفہ کو متفق پاتے تھے اس سے تمسک کرتے تھے اور اسی کو اپنا دین و مذہب قرار دیتے تھے۔

کچھ لوگوں نے آپ پر بے جا طعن وتشنیع کی اور ہم نے بھی ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں، بلکہ ہم سے بھی پہلے آپ کے حق میں کچھ الفاظ بیجا نکلے ہیں، ابن مبارک نے کہا مجھے امید ہے کہ خدا آپ کی اس خطا کو بخش دے گا۔ (کردری ص ۱۰ ج ۲ وخیرات ص ۳۲)

۲- ہم ابوحنیفہ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے چڑیاں ہوتی ہیں اور امام ابوحنیفہ سید العلماء ہیں۔ (قلائد العقیان)

۳- امام نووی نے تہذیب الاسماء میں ابوبکر بن عیاش سے روایت کی کہ جب امام سفیان ثوری کے والد کا انتقال ہوا تو لوگ تعزیت کے لئے جمع ہوئے، جب امام ابوحنیفہ آئے تو امام سفیان ثوری اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے، جب لوگ چلے گئے تو امام سفیان کے اصحاب نے عرض کیا کہ آج ہم نے آپ کو عجیب بات کرتے دیکھا، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اہل علم میں سے ایک شخص آیا، اگر میں اس کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو اس کی عمر کے لئے اٹھتا، اگر اس کی عمر کے لئے بھی نہ اٹھتا تو اس کی فقاہت کے لئے اٹھتا اور اگر اس کی فقاہت کے لئے بھی نہ اٹھتا تو اس کی پرہیزگاری کے لئے اٹھتا۔ (حدائق ص ۷۷)

۴- خطیب بغدادی نے محمد بن بشر سے نقل کیا کہ میں ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس جایا کرتا تھا، پس جب ابوحنیفہ کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ سفیان کے پاس سے وہ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر علقمہ واسود بھی موجود ہوتے تو اس کے محتاج ہوتے اور جب میں سفیان کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ ابوحنیفہ کے پاس سے وہ فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو ساری دنیا کے فقہاء سے فقہ میں بڑھ کر ہے۔ (حدائق ص ۷۸)

۵- عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز امام سفیان ثوری سے کہا کہ امام ابوحنیفہ غیبت سے کس قدر محتاط ہیں؟ کہ میں نے کبھی کسی دشمن کی غیبت کرتے ہوئے ان کو نہیں سنا، امام سفیان نے فرمایا واللہ وہ تو بہت بڑے عاقل ہیں، وہ کس طرح ایسی بات کر سکتے

ہیں جس سے ان کی نیکیاں دوسرے کے حوالہ ہو جائیں۔ (مناقب موفق ص ۱۹۰ ج ۱)

محدث ابوضمرہ

امام صاحب کا ذکر اچھائیوں کے ساتھ کرتے تھے اور فرماتے کہ بڑا تعجب اس سے ہے کہ اس قدر علمی مشاغل کے باوجود اتنی زیادہ عبادت کس طرح کرتے ہیں۔ (موفق ص ۳۴ ج ۲)

محدث عبدالعزیز بن ابی سلمۃ الماجشون

مدینہ طیبہ کے فقہاء و محدثین کبار میں سے تھے، امام زہری کے تلامذہ میں تھے اور ان کے تلامذہ لیث، ابن مہدی وغیرہ تھے، ابن سعد و ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے، ان کا ارشاد ہے کہ امام ابوحنیفہؒ مدینہ طیبہ آئے تو ہم نے ان کے مسائل میں ان سے لمبی مذاکرات کئے اچھے دلائل سے استدلال کرتے تھے اور ان کی رائے پر ہم عیب نہیں لگا سکتے کیونکہ ہم سب بھی تو رائے سے استفادہ و استدلال کرتے ہیں۔ (موفق ص ۳۴ ج ۲)

محدث کبیر و شہیر حضرت مغیرہؒ

محدث جریر کا بیان ہے کہ حضرت مغیرہ مجھے تاکید کیا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کی مجلسوں میں بیٹھا کرو، اگر ابراہیم نخعی (امام صاحب کے استاد) بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی ان کی مجلس میں بیٹھتے، ایک دفعہ فرمایا کہ امام صاحب کے حلقۂ درس میں ضرور جایا کرو فقیہ بن جاؤ گے۔

ایک بار حضرت مغیرہ نے کوئی فتویٰ دیا، اس پر عمل کرنے میں لوگوں کو تامل ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہی ابوحنیفہ بھی فرماتے تھے، دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت مغیرہ سے جب لوگ کوئی مسئلہ معلوم کرتے اور ان کے جواب پر معترض ہوتے تو حضرت مغیرہ فرمادیا کرتے تھے کہ یہی جواب تو ابوحنیفہ کا بھی ہے، معلوم ہوا کہ امام صاحب کا قول اس زمانہ میں بڑے بڑوں کے لئے سند ہوتا تھا۔

حضرت جریر ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اگر میں کبھی امام صاحب کی مجلس میں نہ جاتا تو حضرت مغیرہ مجھے ملامت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام صاحب کے ساتھ ہر وقت رہو اور ان کی مجلس سے کبھی غائب مت ہو کیونکہ ہم حضرت حماد کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو ہم ان کے علوم سے اس قدر استفادہ نہ کر سکتے تھے، جس قدر امام صاحب کر لیتے تھے۔ (موفق ص ۳۵ ج ۲)

یہ وہی حماد ہیں جن کے اقوال سے امام بخاری استشہاد کرتے ہیں اور ان کی علمی عظمت و رفعت کے معترف ہیں، مگر آپ نے دیکھا کہ حضرت مغیرہ جیسے عالی حوصلہ اور بے نفس عالم بھی اسی دنیا میں ہوگذرے ہیں، اتنے بڑے محدث و مفتی اور اپنے وقت کے مرجع امام و مقتدا ہو کر بھی امام صاحب کے علم و فضل کا کس کس طرح اعتراف کر رہے ہیں نہ معاصرت کی چشمک ہے نہ حسد و عناد اور یہاں تک بھی کہہ دیا کہ امام حماد کے سب سے بڑے اور صحیح جانشین امام صاحب ہی تھے کہ ہمارے اور دوسرے شاگردوں کے لئے ان کے علوم کے وہ دروازے نہ کھل سکے جو ان کے لئے کھلے تھے۔

اس قسم کے اعتراف کی مثالیں خیر القرون کے علماء میں بہ کثرت ملتی ہیں، دور مابعد میں بہت کم ملتی ہیں۔

محمد بن سعدان

یزید بن ہارون کی مجلس میں یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، زہیر بن حرب اور ایک جماعت بیٹھی تھی کہ کسی شخص نے ایک مسئلہ دریافت کیا، یزید بن ہارون نے کہا کہ "اہل علم کے پاس جاؤ" اس پر ابن مدینی نے کہا کہ کیا اہل علم اور اہل حدیث آپ کے پاس نہیں بیٹھے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ اہل علم اصحاب ابوحنیفہؒ ہیں اور تم تو عطار ہو۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی

یہ وہم بھی نہ کرنا چاہئے کہ امام ابوحنیفہ علم فقہ کے سوا اور علوم نہیں جانتے تھے، حاشاللہ! وہ علوم شرعیہ تفسیر حدیث اور علوم عالیہ، ادبیہ، قیاس و علوم وحکمیہ کا ایک سمندر تھے، ان کے بعض مخالفوں کا قول اس کے خلاف ہے ان کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے، ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت کرتے اور مزار امام کو وسیلۂ قضاء حاجات گردانتے تھے جن میں امام شافعی بھی تھے الخ (خیرات حسان ص ۶۹)

علامہ موصوف کی کتاب ''الخیرات الحسان فی مناقب النعمان'' باوجود اختصار کے اعلیٰ ترین معلومات کا خزینہ ہے، امام صاحب کے علمی وعملی کمالات کے ہر قسم کے نمونے اس میں یک جا مل جاتے ہیں تھوڑے وقت میں امام صاحب کے تعارف کے لئے یہ مختصر کتاب بے نظیر ولا جواب ہے جس طرح مطولات میں مناقب امام اعظم للموفق وعلامہ کردری مطبوعہ حیدرآباد، نہایت معتبر مفید و نایاب تحفہ ہے، ضرورت ہے ان دونوں کتابوں کے اردو ترجمے مع وضاحتی نوٹس شائع کئے جائیں۔ واللہ الموفق۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی

جو شخص فضائل صحابہ کرام وفضائل تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے فضائل ومناقب کا مطالعہ غور وفکر سے کرے گا اور ان کی بہترین سیرت وکردار سے واقف ہوگا تو وہ اس کو اپنا برگزیدہ عمل پائے گا، خدا ہم سب کو ان نفوس قدسیہ کی محبت سے نفع اندوز کرے۔

امام ثوری فرمایا کرتے تھے کہ ذکر صالحین کے وقت رحمت الٰہیہ متوجہ ہوتی ہے (اور جس شخص نے ان حضرات کے حالات میں سے صرف ان باتوں کو یاد کیا جو حسد، غصہ، خواہشات نفسانی یا کسی غلطی یا غلط فہمی سے ایک دوسرے کو کہی گئی ہیں اور ان کے فضائل ومناقب کو نظر انداز کیا وہ شخص توفیق الٰہی سے محروم ہوا، غیبت میں داخل ہوا اور صحیح راستہ سے بھٹک گیا، خدا ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے کرے جو باتیں سب کی سنتے ہیں مگر اتباع صرف اچھی باتوں کا کرتے ہیں، ہم نے اس باب کو حدیث صحیح **دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء** سے شروع کیا تھا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اندر بھی پہلی امتوں کی بیماری ضرور گھس کر رہے گی جو حسد وبغض ہے۔

ہم نے اپنی کتاب تمہید میں حدیث **لاتحاسد ولولا تقاطعو** (نہ آپس میں ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ آپس کے تعلقات کو قطع کرو) کے تحت اس حدیث کی بھی اچھی طرح تشریح کی ہے اور بہت سے لوگوں نے نظم ونثر میں حسد کی برائی بیان کی ہے۔

امام یحییٰ بن معین

مشہور ومعروف محدث اور رجال کے بڑے عالم تھے، امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں اور النجوم الزاہرہ کی روایت سے یہ بھی نقل ہے کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو سوائے یحییٰ بن معین کے کسی کے سامنے حقیر نہیں سمجھا، کسی نے ان سے پوچھا کہ کسی شخص کے پاس حدیث لکھی ہوئی ہے مگر اب وہ اس کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہی کیا اس تحریر پر بھروسہ کرکے اس کی روایت کرسکتا ہے؟

فرمایا، امام ابوحنیفہ تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ صرف وہی حدیث تم بیان کرسکتے ہو جس کو اچھی طرح پہچانتے ہو اور وہ تمہارے حافظہ میں بھی اول سے آخر تک محفوظ رہے۔ (موفق ص ۱۹۳ ج ۱) (یعنی اگر درمیانی مدت میں کسی وقت میں حافظہ سے نکل گئی اور ذہول ہوگیا تو اس کو روایت کرنے کا حق نہیں رہا)۔

روایت حدیث میں امام صاحب کا یہ خاص ورع وتشدد تھا جو دوسرے محدثین کے یہاں نہیں تھا، پھر بھی امام یحییٰ امام صاحب ہی کے

قول سے استناد کر رہے ہیں، کیونکہ امام صاحب کے علم اور فضل وکمال سے غیر معمولی طور پر متاثر ہیں۔
فرمایا کہ میں نے وکیع سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا اور وکیع امام ابوحنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام صاحب سے بہت سا علم حاصل کیا تھا۔ (عینی ص ۵۶۳ ج ۱)

محدث حسن بن عمارہ

۱- ایک دفعہ امیر کوفہ نے علماء کوفہ کو جمع کیا اور ایک مسئلہ میں سب سے سوال کیا سب نے جوابات دیئے اور سب نے بالاتفاق مان لیا کہ امام ابوحنیفہ کا جواب زیادہ صحیح ہے امیر نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور حکم دیا کہ اسی کو لکھ لیا جائے، لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ ہم سب کے جوابات وآراء میں کچھ نہ کچھ غلطی ہے اور میرے نزدیک سب سے بہتر اور صحیح تر جواب حسن بن عمارہ کا ہے۔
حسن بن عمارہ نے کہا کہ مجھے امام صاحب کے اس فرمانے سے بڑا تعجب ہوا کیونکہ وہ مجلس حاکم وقت کی اور مجلس فاخرت تھی ہر شخص چاہتا تھا کہ میری بات اونچی ہو اور امام صاحب اگر چاہتے تو اپنی قوت استدلال سے بھی میری بات کو گرا کر اپنی بات اونچی کر سکتے تھے مگر انہوں نے کسی چیز کی پروا نہیں کی اور میری بات کو ایسے موقعہ پر حق بتلایا، اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ ان سب میں وہی سب سے زیادہ باورع ہیں۔
اس سے پہلے حسن بن عمارہ بھی امام صاحب سے کچھ بدظن تھے اور کسی موقعہ سے کچھ برائی بھی کر دیا کرتے تھے، مگر اس واقعہ کے بعد ہمیشہ امام صاحب کی غیر معمولی مدح وثنا کرتے تھے۔
محمد بن خزیمہ نے کہا کہ اسی وجہ سے اصحاب حدیث حسن بن عمارہ کی تضعیف کرنے لگے کیونکہ وہ امام صاحب کی طرف مائل ہو گئے تھے اس واقعہ کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ نہ صرف حسن بن عمارہ کے دل میں امام صاحب کی عزت بڑھی بلکہ دوسرے لوگوں کا رجحان بھی ان کی طرف بڑھ گیا۔ (موفق ص ۱۹۶ ج ۱)
۲- حماد بن الامام کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے والد (امام صاحب) اور حسن بن عمارہ کہیں ساتھ جا رہے تھے پل پر پہنچے تو میرے والد نے ان سے کہا کہ آپ آگے بڑھیئے! انہوں نے کہا کہ میں آگے نہیں بڑھوں گا، آپ ہی بڑھیں کیونکہ آپ ہم سب سے زیادہ افقہ، اعلم و افضل ہیں۔ (موفق ص ۳۷ ج ۲)

علی بن المدینی م ۲۳۴ھ

امام بخاری کے استاد کہا کہ ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے (جو سب کے سب پیشوائے محدثین اور ائمہ صحاح ستہ کے رواۃ ہیں) روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ ہیں، کوئی عیب ان میں نہیں۔ (خیرات ص ۷۴)

عبید بن اسباط م ۲۵۰ھ

ترمذی وابن ماجہ کے شیوخ میں ہیں، کہا کہ امام ابوحنیفہ سید الفقہاء تھے اور ان کے دین میں جو نکتہ چینی کرے وہ حاسد یا شریر ہوگا۔ (موفق ص ۴۱ ج ۲)

عبدالعزیز بن ابی روادم ۱۵۹ھ

امام بخاری اور سنن اربعہ کے اعلیٰ شیوخ میں ہیں، کہا کہ جو شخص امام ابوحنیفہ سے محبت رکھتا ہو وہ سنی ہے اور جو بغض رکھتا ہو وہ مبتدع ہے، ایک دفعہ کہا کہ امام ابوحنیفہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان ہیں جو ان سے محبت کرے گا ہم اس کو اہل سنت سمجھتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہے ہم اس کو اہل بدعت قرار دیں گے۔

محدث سعید بن ابی عروبہ

بصرہ کے امام جلیل، حفظ وفقہ، دیانت وزہد کے لحاظ سے وہاں کے مفاخر میں سے تھے، امام صاحب سے بہت محبت کرتے تھے اور امام صاحب ان کے پاس کوفہ سے ہدایا بھیجا کرتے تھے جن پر وہ فخر کیا کرتے تھے۔

کوفہ آتے تو امام ابو یوسف کہتے ہیں میں بھی ان سے ملتا تھا، ایک روز کہنے لگے کہ میں امام صاحب کے پاس آتا جاتا ہوں، علمی مذاکرات کرتا ہوں، ابو یعقوب! تم جو علمی وتحقیقی لحاظ سے ٹھوس پختہ باتیں کرتے ہو شاید یہ سب امام صاحب ہی سے استفادہ کے باعث ہیں؟ میں نے کہا ہاں! ایسا ہی ہے کہنے لگے کہ ان کا طرز تحقیق کتنا اچھا ہے؟

پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ امام صاحب سے بہت سے اہم مسائل میں گفتگو کرتے رہے اور امام صاحب سے کہا کہ جو کچھ علمی تحقیقات ہم نے بہت سے لوگوں سے الگ الگ حاصل کی تھیں ان سب کو آپ کے پاس یک جا پایا۔ (موفق ص ۴۴ ج ۲)

محدث عمرو بن حماد بن طلحہ

جس مجلس میں امام ابوحنیفہ ہوتے تھے بات کرنے کا حق ان ہی کا سمجھا جاتا تھا اس لئے جب تک آپ موجود رہتے تھے کوئی دوسرا بات نہ کرتا تھا۔ (موفق ۴۲ ج ۲)

محدث عبید بن اسحٰق

امام ابوحنیفہ سید الفقہاء تھے، ان کے دین ودیانت پر صرف گیری کرنے والے یا حاسد تھے یا شر پسند۔ (موفق ص ۴۱ ج ۲)

محدث یوسف بن خالد سمتی

کبار مشائخ حدیث میں سے تھے، امام اعظم کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہ اکابر ائمہ ومحدثین کے استاد تھے ان کا بیان ہے کہ میں بصرہ میں تھا عثمان بتی کی خدمت میں جایا کرتا تھا اپنے دل میں خیال کیا کرتا تھا کہ میں اب کمال کی انتہا تک پہنچ گیا اور علم سے حظ وافر حاصل کر لیا ہے، امام ابوحنیفہ کے علم وفقہ کا شہرہ تھا، میں نے بھی سفر کیا اور ان کی خدمت میں پہنچا کہ آپ کے اصحاب وتلامذہ بھی حاضر تھے، ان کی علمی موشگافیاں سنیں، ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میرے چہرہ پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا وہ اٹھ گیا اور گویا ان سے پہلے میں نے علمی باتیں سنی ہی نہ تھیں، پھر تو میں نے اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھا اور اپنے علم کا سابق غرور ختم ہو گیا یہ بھی فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ایک سمندر تھے جس کا پانی ختم نہیں کیا جا سکتا اور ان کی عجیب شان تھی میں نے تو ان جیسا نہ سنا نہ دیکھا۔

ہیاج بن بسطام

امام اہل ہرات، امام صاحب کی خدمت میں ۱۲ سال رہے، ان کا قول ہے کہ میں نے کوئی عالم فقیہ امام صاحب سے زیادہ عبادت گذار نہیں دیکھا۔

کہا کہ میں نے خواب دیکھا گویا قیامت قائم ہو گئی اور امام صاحب کو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک جھنڈا ہے جس کو وہ اٹھائے ہوئے کھڑے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں کھڑے ہیں، فرمایا اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہا ہوں، ان کے ساتھ جاؤں گا، میں بھی کھڑا ہو گیا پھر دیکھا کہ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی آپ کے پاس جمع ہو گئی اور آپ چلے گئے ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لیے۔

کہتے ہیں کہ یہ خواب میں نے امام صاحب کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ رو پڑے اور دعا کی کہ بار الٰہا! ہماری سب کی عاقبت بخیر کیجیو! (مناقب کردری ص۱۱۴ ج ۲)

علامہ تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہؒ

اپنی تالیفات میں امام اعظم ابوحنیفہ کا نام اہمیت وعظمت کے ساتھ لیتے ہیں اور جب کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو ائمہ متبوعین کے مذاہب ذکر کرتے ہیں اور اکثر وبیشتر امام اعظم کا مذہب اول ذکر کرتے ہیں ان کے بعد امام مالک وشافعی واحمد کا بہت سی جگہ امام صاحب کے مذہب کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ترجیح بھی دیتے ہیں۔

نہ صرف امام صاحبؒ کے اقوال نقل کرتے ہیں بلکہ امام ابو یوسف، امام محمد وسفیان بن عیینہ وغیرہ اصحاب وتلامذۂ امام اعظمؒ کے اقوال وآراء بھی بطور استناد واستشہاد پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو مجموعہ رسائل کبریٰ مطبوعہ عادہ شرقیہ مصر ص ۴۲۵ وص ۴۳۶ اور ص ۴۳۷ ج ۱ پر یہ بھی بتلایا کہ امام محمد نے ان عقائد کو امام ابوحنیفہ وامام مالک اور ان کے طبقہ کے دوسرے علماء سے اخذ کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے کتاب مذکور کے پہلے رسالہ ''الفرقان بین الحق والباطل'' میں فرق باطلہ خوارج، شیعہ، معتزلہ، قدریہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے پھر مرجئہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اس فرقہ کے لوگ اکثر اہل کوفہ تھے لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابراہیم نخعی وغیرہ کے اصحاب وتلامذہ کا اس فرقہ مرجئہ سے کوئی تعلق نہیں تھا البتہ معتزلہ وخوارج کے مقابلہ میں ان حضرات نے اعمال کو جزو ایمان قرار دینے کے خلاف پر زور دیا، کیونکہ خوارج مرتکب کبائر اہل اسلام کی تکفیر کرتے تھے اور ان کو مخلد فی النار کہتے تھے، معتزلہ نے ایک مرتبہ درمیانی نکالا کہ ایسے لوگ نہ مومن ہیں نہ کافر، اس لئے خوارج کی طرح وہ اسے مسلمانوں کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

غرض ان دونوں باطل فرقوں کے مقابلہ میں مرجئہ اہل سنت نے کہا کہ اہل کبائر کو آخرت میں عذاب ہوگا لیکن وہ مخلد فی النار نہ ہوں گے بلکہ وہ شفاعت سے دوزخ سے نجات حاصل کرلیں گے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس جگہ پر بھی تصریح کی کہ ان فرقہ باطلہ کی وجہ سے اس نظریہ کو کسی قدر نئے قالب میں پیش کیا گیا، لہذا یہ بہت ہلکی بدعت تھی بلکہ اس کے خلاف جن لوگوں نے کہا کہ ان دونوں میں اختلاف اسمی ولفظی تھا حکمی وحقیقی نہ تھا کیونکہ جن فقہاء کی طرف قول مذکور منسوب ہے مثلاً امام حماد بن ابی سلیمان (استاد امام اعظمؒ) اور امام ابوحنیفہ وغیرہ سب اہل سنت کے عقائد کے ساتھ پوری طرح متفق ہیں ان کی رائے درحقیقت الگ نہیں ہے وہ حضرات بھی دوسرے تمام اہل حق کی طرح یہ کہتے ہیں کہ اہل کبائر کو عذاب غیر مخلد ہوگا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہے، وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ ایمان صرف فعل قلبی نہیں بلکہ زبان سے بھی اقرار ضروری ہے، یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اعمال مفروضہ کی ادائیگی واجب ولازم ہے اور ان کا ترک کرنے والا دنیا میں ملامت اور آخرت میں عذاب کا مستحق بنتا ہے۔

غرض اعمال جز وایمان ہیں یا نہیں یا استثناء وغیرہ کے مسائل میں جو کچھ بھی اختلاف ہے وہ نزاعی لفظی ہے، پھر ایک صفحہ کے بعد علامہ نے فرمایا کہ خلاصہ بحث یہ ہے کہ جن اکابر پر ارجاء کی تہمت لگی ہے ان کا ارجاء اسی نوع کا ہے (مجموعہ رسائل کبریٰ ص ۲۷، ۲۸، ۲۹ ج ۱)

البتہ ایک فرقہ مرجئہ اہل بدعت کا بھی تھا جو اس امر کا قائل تھا کہ اعمال مفروضہ کے ترک سے ایمان کو ضرر لاحق نہیں ہوتا، ان کا قول غیر مقبول ہے نہ وہ لوگ اہل سنت تھے۔

ص ۳۵ پر فرمایا کہ ''اوپر جو نزاع ذکر ہوا وہ اہل علم ودین میں اسی قسم کا ہے جیسے بہت سے احکام میں ہوا ہے حالانکہ وہ سب ہی اہل ایمان واہل قرآن میں ہیں''۔

یہاں ہم نے علامہ ابن تیمیہ کی عبارات اس لئے پیش کی ہیں تا کہ معلوم ہو کہ بعض محدثین امام بخاری وغیرہ نے جو امام صاحب وغیرہ کو مرجئہ کہہ کر تضعیف کی یا امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب میں ایسے رواۃ سے روایت نہیں کی جو اعمال کو جزو ایمان نہیں کہتے تھے، یہ ان کا محض تشدد یا تعصب تھا یا بقول علامہ ابن تیمیہ ایک اسی لفظی نزاع کو حقیقی و حکمی نزاع بنا دیا تھا جس سے اہل سنت، اہل ایمان وقرآن ہی بے وجہ دو ٹولی بن گئے، اسی طرح امام بخاری نے امام محمد کو جہنمی کہدیا اور علامہ ابن تیمیہ نے اسی مجموعہ رسائل کے ص ۴۳۶ ج ۱ میں امام محمد سے ہی روایت پیش کی ہے وہ جہمی عقائد والے کو خارج ملت قرار دیتے تھے۔

افسوس آج علامہ ابن تیمیہؒ کے خاص متبعین اہل حدیث حضرات امام بخاری وغیرہ کے اقوال کو شائع کر کے امام صاحب وغیرہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

علامہ ابن تیمیہ نے مجموعہ رسائل مذکورہ کے ص ۳۱۷ و ۳۱۷ ج ۲ میں یہ بحث بھی صاف کر دی ہے کہ مشہور اختلافی مسائل میں اختلاف صرف افضلیت واستحباب یا راجح مرجوح کا ہے، مثال کے طور پر بتلایا کہ۔

۱- قرأت فاتحہ نماز جنازہ میں بہت سے سلف سے ماثور نہیں ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ و مالک کا بھی ہے، پھر قائلین میں سے بعض وجوب کے قائل ہوئے اور بعض صرف استحباب کے اور یہی استحباب کا قول اعدل اقوال ہے کیونکہ سلف سے پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں ہی منقول ہیں۔

۲- پھر بسم اللہ بھی اسی طرح ہے کہ سلف میں نماز جہر بسم اللہ کے ساتھ بھی تھی اور بغیر جہر کے بھی۔

۳- رفع یدین بھی بعض سلف۔ سے منقول ہے اور بغیر رفع کے بھی سلف میں نماز پڑھتے تھے۔

۴- امام کے پیچھے قرأت کرتے بھی تھے اور نہیں بھی کرتے تھے۔

۵- نماز جنازہ میں کبھی تکبیر کہتے تھے کبھی پانچ اور چار بھی ثابت ہیں۔

۶- اذان میں بھی ترجیع اور غیر ترجیع دونوں ثابت ہیں جس طرح اقامت میں شفیع وایتار دونوں ثابت ہیں یہ سب امور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ماثور ہیں اور ان میں سے ہر امر کو مصلحت راجحہ کی وجہ سے راجح اور خلاف کو مرجوح کہہ سکتے ہیں اور جس پر بھی کوئی عمل کرے گا اس کو بلانکیر درست کہا جائے گا۔

آگے امام بخاری کے حالات میں تالیفات امام بخاری کے ضمن میں معلوم ہوگا کہ رسائل رفع یدین وقرأت خلف الامام میں غیر قائلین رفع وقرأت کے لئے انہوں نے کیسے کیسے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، یہاں آپ نے دیکھا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اس قسم کے تمام مسائل میں اختلاف کو معمولی اختلاف فضیلت واستحباب کا قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے جیسا کہ ہمارا اکابر واسلاف نے تصریحات کی ہیں، اور حضرت الاستاذ الامام شاہ صاحب قدس سرہ کا رسالہ فصل الخطاب اور نیل الفرقدین پڑھ کر بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے مگر غیر مقلدین ایسے مسائل میں امام بخاری وغیرہ کی آڑ لے کر اپنی عدم تقلید کے لئے فضا ہموار کرتے رہتے ہیں ان کو اس سے کچھ بحث نہیں کہ حقائق کیا ہیں یا خود ان کے مسلم اکابر علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ نے کیا تحقیق کی ہے۔

ص ۲۳۰ ج ۲ میں استحالہ سے طہارت نجاست کے مسئلہ میں علامہ نے فرمایا کہ اس میں اختلاف مشہور ہے امام مالک و امام احمد سے دو قول ہیں طہارت بھی اور عدم طہارت بھی، امام شافعی عدم طہارت کے قائل ہیں، امام ابوحنیفہ طہارت کے قائل ہیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ نجاست جب نمک یا راکھ بن گئی تو اس کی حقیقت، نام، صفت وغیرہ سب چیزیں بدل گئیں پھر حکم کیوں نہ بدلے گا الخ آگے اس کی مزید وضاحت کی ہے۔ ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے اعلم تھے، یہاں تک کہ امام شافعی نے کہا کہ "سب لوگ فقہ میں ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں"۔ (عقد الجید)
جس طرح امام سیوطی شافعی اور علامہ ابن حجر مکی شافعی وغیرہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث **لو کان العلم بالثریا لتنا ولہ اناس من ابناء فارس** (مسند احمد ص ۲۹۶ ج ۲) کا اولین مصداق ابوحنیفہ ہی کی ذات گرامی ہے اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس حدیث کا مصداق امام صاحب ہی کو قرار دیا ہے، چنانچہ ان کے مکتوبات میں ہے کہ۔
"ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں کا ایک شخص اس کو ضرور حاصل کر لیتا، فقیر (شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اس حکم میں داخل ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ذریعہ کرائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے ذریعہ مہذب کیا، خصوصاً اس اخیر دور میں کہ دولت دین کا سرمایہ یہی مذہب، سارے ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں، قاضی حنفی ہیں، اکثر درس علوم دینے والے علماء اور اکثر عوام بھی حنفی ہیں"۔ (کلمات طیبات یعنی مجموعہ مکاتیب شاہ صاحب وغیرہ مجتبائی ص ۱۶۸)

مجد الدین فیروز آبادی

قاموس کے باب الفاظ میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ بیس ۲۰ فقہا کی کنیت ہے لیکن ان میں سے بہت زیادہ مشہور امام الفقہاء نعمان ہیں۔ (حدائق ص ۷۸)

نقد و جرح

امام اعظم کے حالات و سوانح حیات، کچھ مادحین کے اقوال بیان ہو چکے، بڑے لوگوں کے جہاں مدح و ثناء کرنے والے اور متبعین و حلقہ بگوش ہوتے ہیں، کچھ حاسدین، معاندین یا غلط فہمی کی بناء پر مخالفت کرنے والے بھی ہوتے ہی، بڑوں کے مرتبے جہاں ان کے ذاتی کمالات و خصوصی فضائل و مناقب سے بلند ہوتے ہیں، غیروں کی بدگوئی اور دل آزاریوں پر صبر کرنے سے بھی ترقی پاتے ہیں، پھر صبر کے بھی بقدر مراتب درجات ہیں، حضرت عبداللہ بن مبارک نے ایک دفعہ اپنے شفیق استاد سفیان ثوری سے عرض کیا کہ امام صاحب کس قدر محتاط ہیں کہ کبھی کسی دشمن کی بھی غیبت نہیں کرتے تو سفیان نے فرمایا! "بھائی! ان کا درجہ اس سے بہت بلند ہے"۔
آپ نے دیکھا کہ امیر المومنین فی الحدیث بڑوں کے بھی بڑے امام جلیل القدر نے اظہار تعجب کیسے کیا، ظاہر ہے کہ وہ خود اپنے وقت کے ولی کامل تھے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ پانی سر سے اتر گیا ہے، کہنے والوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن امام اعظم اس سے ذرا بھر بھی متاثر نہیں ہوئے، نہ کسی کا جواب دیتے ہیں، نہ کبھی کسی دشمن و بدخواہ کی برائی کرتے ہیں، اتنا بڑا ظرف عالی یقیناً قابل تعجب ہے، مگر جواب دینے والے کا کمال اور بھی زیادہ ہے جس نے اپنے چہار حرفی جواب "ھو ابل من ذلک" سے بتلایا کہ امام صاحب جس مرتبہ پر ہیں اسکی رو سے تعجب میں پڑنے کی ضرورت نہیں، یہ گویا اس طرف اشارہ تھا کہ امام صاحب اعلیٰ علیین کے رجال میں سے ہیں ایسے لوگوں کا حال ایسا ہی ہوا کرتا ہے، غرض! بات دونوں ہی اماموں کی بہت اونچی ہے۔

---

[1] جعفر بن الحسن کا بیان ہے کہ میں نے ابوحنیفہ کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ بخش دیا، میں نے کہا کہ علم و فضل کے طفیل میں؟ فرمایا نہیں، فتویٰ تو بڑی ذمہ داری کی چیز ہے، میں نے کہا پھر؟ فرمایا لوگوں کی ناحق نکتہ چینیوں کے طفیل جو لوگ مجھ پر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا تھا کہ وہ مجھ میں نہ تھیں (جامع بیان العلم)

حضرت امام محمدؒ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا، پوچھا کیا معاملہ ہوا، فرمایا خدا نے بخش دیا اور فرمایا کہ ''اگر مجھے تم کو عذاب دینا ہوتا تو اپنا علم تمہارے سینہ میں نہ رکھتا، پوچھا امام ابو یوسف کس حاصل میں ہیں فرمایا کہ وہ مجھ سے ایک دو درجہ اوپر ہیں۔ پوچھا امام اعظم ابو حنیفہ کہاں ہیں؟ فرمایا ان کا تو کہنا ہی کیا وہ (ہم سے بہت اوپر) اعلیٰ علیین میں ہیں۔

اسی لئے امام ناقدین رجال حضرت یحییٰ بن معین فرمایا کرتے تھے کہ ''ہم لوگ آج ان حضرات پر نقد و جرح کر رہے ہیں جو ہم سے برسہا برس پہلے جنت میں ڈیرے خیمے نصب کر چکے ہیں''۔

امام صاحب پر نقد و جرح بھی اسی قبیل سے ہے اس لئے اس کا مستقل تذکرہ اور جواب دہی بھی چنداں ضروری معلوم نہیں ہوتی مگر چند ضروری باتیں بطور تکمیل تذکرہ لکھی جاتی ہیں۔ وبیدہ التوفیق و منه السداد۔

۱-قلت حدیث

امام صاحب کے حق میں یہ طعنہ بہت پرانا ہے، امام بخاری نے اپنے استاد حمیدی سے نقل کر دیا کہ امام صاحب نے چار سنتیں ایک حجام سے حاصل کی تھیں اور صرف اتنے مبلغ علم حدیث پر ان کو لوگوں نے امام و مقلد بنا لیا خود امام بخاری نے اپنی تاریخ میں تحریر فرمادیا کہ ''سکتوا عن رأیہ وحدیثہ امام صاحبؒ کی رائے اور حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا ہے (یعنی رائے بے وزن اور حدیث بوجہ قلت یا ضعف نا قابل ذکر پائی)

لیکن انصاف کی دہائی!!! امام صاحب کو مجتہد بلکہ امام المجتہدین سب ہی نے تسلیم کیا ہے تو کیا کوئی مجتہد بغیر پوری مہارت علوم قرآن و حدیث کے مجتہد ہو سکتا ہے؟ بلکہ آئمہ اصول حدیث نے تو لکھا ہے کہ مجتہد کا آثار، تاریخ، لغت اور قیاس میں بھی ماہر و کامل ہونا ضروری ہے، ہم امام صاحب کے مناقب کے ذیل میں امام صاحب کے علم حدیث پر کافی لکھ آئے ہیں اور دراسات اللبیب میں شیخ معین سندھی نے فرمایا۔

''میں حیرت میں ہوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف جو خدائے عظیم کی طرف سے علوم عقلیہ و نقلیہ کے اونچے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ تھے امام بخاری جیسے کی طرف سے ارجاء کی تہمت مان لوں جب کہ ارجاء کا بطلان اور خلاف کتاب و سنت و اجماع ہونا بلکہ اس کا بطلان ضروریات دین میں سے ہونا اور اس کے قائل کی حماقت و بے عقلی مثل سوفطائیوں کی حماقت و بے عقلی کے ظاہر و باہر ہے، لیکن خدا کی تقدیر اسی طرح تھی، چار و ناچار اس کا ظہور رہتا، ہم خدا کی تقدیر و قضاء پر راضی ہیں، لیکن بات وہی قابل اتباع ہے جو حق و صواب ہے، باقی رہا امام بخاری کا امام صاحب کے حق میں سکتوا عن رایہ و حدیثہ کہنا تو اتنا اعتراف ان کا بھی ہے کہ کبار سلف[1] میں سے عباد بن العوام، ابن مبارک، ہشیم، وکیع، مسلم بن خالد، ابو معاویہ مقری وغیرہ شیوخ بخاری جیسے ائمہ حدیث نے امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے اور دوسرے حضرات نے تو سینکڑوں کی تعداد میں امام صاحب سے سماع حدیث کرنے والے گنائے ہیں اور امام صاحب کی رائے کو اخذ کرنے والوں سے تو دنیا بھری ہوئی ہے، حتیٰ کہ کچھ ملک تو ایسے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب کے سوا دوسرا مذہب ہی وہاں رائج نہ ہوا، پھر میں نہیں سمجھتا کہ امام صاحب کی رائے سے سکوت کرنے والے ان کی رائے پر عمل کرنے والوں کے مقابلہ میں کتنے نفر ہیں؟ بہت ہوئے تو ایک قطرہ کے برابر بہ نسبت سمندر کے جو شخص عقد الجمان فی مناقب النعمان میں ان کا شمار پڑھے گا وہ ہمارے اس بیان کی تصدیق کرے گا''۔ (دراسات طبع جدید کراچی ص ۲۵۲)

---

[1] مسعر بن کدام (تلمیذ امام اعظم) طبقہ کبار تبع تابعین میں سے بڑے پایہ کے حافظ حدیث تھے، سفیان ثوری جیسے حفاظ حدیث ان کے تلامذہ میں ہیں، جب حافظ حدیث امام شعبہ اور سفیان ثوری میں کوئی اختلاف ہوتا تھا تو کہتے تھے کہ چلو! مسعر کی خدمت میں جا کر فیصلہ کرائیں، امام نووی شارح مسلم نے لکھا کہ آپ سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے جو مجتہد اور استاد المحدثین تھے، استاد ہیں، آپ کی جلالت قدر، حفظ و اتقان متفق علیہ ہے، اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ کبار میں ہیں احد الاعلام اور مرجع ائمہ محدثین تھے، حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہی امام مسعر کہتے تھے کہ ہم نے حدیث فقہ اور زہد میں امام صاحب سے آگے بڑھنے کی سعی کی مگر وہ ان سب چیزوں میں ہم سے آگے بڑھ گئے، کیا اس سے بڑھ کر بھی امام صاحب کیلئے حدیث دانی کی کسی اور شہادت کی ضرورت ہے۔

۲-ارجاء

ابھی اوپر صاحب دراسات نے واضح کیا کہ امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت قطعاً غلط ہے البتہ ارجاء سنت کی نسبت صحیح ہوسکتی ہے، لیکن وہ عیب نہیں بلکہ خوارج ومعتزلہ کے مقابلہ میں ارجاء سنت ہی تمام اہل حق کا مسلک ہے اور وہ قرآن وسنت سے ثابت ہے، تمہید ابو الشکور میں ہے کہ مرجئہ کی دو قسم ہیں ایک مرجئہ مرحومہ جو صحابہ کرام کی جماعت ہے اور دوسری قسم مرجئہ ملعونہ کی ہے جو کہتے ہیں کہ معصیت سے کوئی ضرر نہیں اور گنہ گار کو عذاب نہ ہوگا، یہی تفصیل عقائد میں ملتی ہے، جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں، اور مزید شرح بخاری میں آئے گی، ان شاءاللہ۔

۳-قلت حفظ

امام دارقطنی کی طرف منسوب ہے کہ امام صاحب کو سیی ءالحفظ کہا[1] اس کا مفصل جواب تو علامہ عینی وغیرہ نے دیا ہے، مختصر یہ ہے کہ اول تو امام دارقطنی خود بھی اپنی سنن میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں جو ان کے حافظہ پر اعتماد کی بڑی دلیل ہے، دوسرے یہ کہ امام صاحب کا حافظہ تو ضرب المثل تھا، ان کو سیی ءالحفظ کہنا ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کا مصداق ہے، حافظ ذہبی نے امام صاحب کا شمار حفاظ حدیث میں کیا ہے اور امام صاحب کی شرط روایت حدیث سب سے زیادہ سخت تھی کہ جس وقت سے حدیث سنی ہو وقت روایت تک کسی وقت میں بھی وہ ذہن سے نہ نکلی ہو، اتنی کڑی شرط امام بخاری وغیرہ کے یہاں بھی نہیں ہے، پھر امام صاحب کے حافظہ کی تعریف کرنے والے امیر المومنین فی الحدیث شعبہ جیسے ہیں جو اصحاب ستہ کے شیوخ کبار میں تھے، امام احمد ان کو رجال وحدیث کا امام بتلاتے تھے اور سفیان پر بھی ترجیح دیتے تھے، امام حماد بن زید فرمایا کرتے تھے کہ جب امام شعبہ میری موافقت میں ہوں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پروانہیں، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا فروغ نہ ہوتا، امام سفیان کو شعبہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ ان کے ساتھ علم حدیث رخصت ہوا۔

صالح جزرہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے رجال حدیث پر امام شعبہ نے کلام کیا پھر امام قطان نے پھر امام احمد اور امام یحیٰی بن معین نے غرض یہ امام شعبہ امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ-''واللہ! امام ابوحنیفہؒ اچھی سمجھ اور جید حفظ والے تھے، لوگوں نے ان پر تہمتیں لگائیں کہ خدا ہی ان کو خوب جانتا ہے، واللہ وہ لوگ اس کے نتائج خدا کے یہاں دیکھ لیں گے''۔

امام صاحب بڑے جید حافظ قرآن تھے، تیس سال تک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا ہے، بیت اللہ میں ایک دفعہ داخل ہوئے تو ایک پیر پر دوسرا پیر رکھ کر کھڑے ہوئے اور نصف قرآن مجید ایک رکعت میں پڑھا پھر اسی طرح دوسرے پیر پر باقی نصف کو ختم کیا اور فرمایا کہ ''بارالہا! نہ میں تجھ کو پہچان سکا جیسا کہ پہچاننا چاہئے، نہ تیری عبادت ہی کا حق ادا ہوسکا، بیت اللہ کے گوشہ سے جواب ملا کہ تم نے اچھی معرفت حاصل کی اور عبادت بھی اخلاص سے کی، ہم نے تمہیں بخش دیا اور ان کو بھی جو قیامت تک تمہارے مذہب پر چلیں گے۔(کردری ص ۵۵ ج ۱)

جس جگہ آپ کی وفات ہوئی صرف اسی جگہ سات ہزار قرآن مجید ختم کئے، ہر روز ایک ختم کے عادی تھے اور ماہ رمضان میں عید کی رات اور عید کا دن ملا کر ۶۳ ختم کیا کرتے تھے۔(مناقب کردری ص ۲۳۵ ج ۱) کیا سیی ءالحفظ ایسے ہی ہوتے ہیں؟

۴-استحسان

امام صاحب کی قدر ومنزلت گھٹانے کی سعی کرنے والوں نے امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے ترک قیاس واخذ استحسان کو بھی نشانہ

[1] اس طعن کا مفصل و مدلل جواب انوارالباری ص ۹۸ تا ص ۱۰۸ ج ۸ میں قابل مطالعہ ہے، جس میں صاحب تحفۃ الاحوذی اور صاحب مرعاۃ کے پیدا کردہ مغالطوں کو بھی رفع کر دیا گیا ہے۔

ملامت بنایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ امام صاحب اپنی بینظیر علمی و دینی بصیرت کی وجہ سے استحسان کی غیر معمولی صلاحیت و مہارت رکھتے تھے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے اصحاب جب تک قیاسوں میں بحث علمی چلتی تھی ان سے خوب جھگڑ لیتے تھے لیکن جوں ہی امام صاحب کہتے کہ اب میں استحسان سے یہ بات کہتا ہوں تو پھر سب دم بخود رہ جاتے کیونکہ اس درجہ تک ان میں سے کسی کی رسائی نہ تھی، جب امام محمد کا یہ اعتراف ہے جن کی کتابوں کے مطالعہ سے امام احمد جیسے مجتہد مسلم امام دقیق النظر بنے اور امام شافعی نے ان سے تفقہ حاصل کیا، تو اگر دوسرے لوگ یا امام شافعی بھی امام صاحب کے استحسان پر اعتراض کریں تو کیا تعجب ہے۔

امام مالک نہ صرف استحسان کے قائل تھے بلکہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے استحسان بتلاتے تھے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب سے براہ راست استفادہ کرنے والے استحسان کی حقیقت و حیثیت سے واقف ہو گئے تھے اور بعد والے اس کے سمجھنے سے عاجز رہے، امام مالک بھی امام صاحب سے بہت مستفید ہوئے ہیں بلکہ علامہ ابن حجر مکی نے تو ان کو امام صاحب کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور علامہ کوثریؒ نے روایت حدیث کا بھی ثبوت دیا ہے۔

استحسان در حقیقت قیاس خفی ہے اور کسی قوی وجہ سے قیاس جلی کو ترک کر کے اس کو اختیار کیا جاتا ہے اسی لئے امام صاحب نے استحسان کو ترجیح دی ہے اور جن لوگوں نے ایسے موقعہ پر بھی قیاس کو لیا انہوں نے راجح کی موجودگی میں مرجوح کو لیا ہے جو خالص فقہی نقطۂ نظر سے غیر مستحسن ہے، ہم استحسان کی مفصل بحث کسی موقعہ پر آئندہ مع مثالوں کے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

۵-حیلہ

امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف غیر شرعی حیلوں کو بھی منسوب کیا گیا ہے مگر وہ نسبتیں سب غلط ہیں، حتیٰ کہ امام بخاری نے بھی کتاب الحیل میں احناف کے خلاف سخت جارحانہ پہلو اختیار کیا ہے، لیکن ہم ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اس کو امام بخاری کی حنفی مذہب سے ناواقفیت کا نتیجہ قرار دیتے تھے وغیرہ، حافظ ذہبی نے بھی امام محمد کے تذکرہ میں ان اور دوسرے اصحاب امام کی طرف کتاب الحیل کی نسبت کو غلط کہا ہے۔

۶-قلت عربیت

عراق نحو کا مرکز رہا ہے بڑے بڑے سب نحوی وہیں ہوئے، ہزارہا صحابہ وہاں پہنچے ہیں جو فصاحت و بلاغت کے امام تھے امام صاحب کی نشو و نما تربیت و تعلیم سب اسی ماحول میں ہوئی، بڑے بڑے نحو و لغت کے امام خود امام صاحب کے تلامذہ میں تھے لیکن نہ معلوم کس طرح امام صاحب کی طرف قلت عربیت کو منسوب کر دیا گیا۔

در حقیقت امام صاحب عربیت کے بھی بڑے امام تھے، اسی لئے ابو سعید سیرافی، ابو علی قاری اور ابن جنی جیسے ارکان عربیت نے باب الایمان میں امام صاحب کے الفاظ کی شرح کے لئے کتابیں تالیف کی ہیں اور آپ کی وسعت اطلاع لغت عربیہ پر متعجب ہوئے ہیں، البتہ مخالفین نے امام صاحب کی طرف ایک کلمہ لا ولو رماہ باباقبیس منسوب کیا ہے جو کسی کتاب میں معتمد سند سے نہیں ہے اور بالفرض صحیح بھی ہو تو بعض قبائل عرب کی وجہ سے کوفیوں کی لغت میں اب کا استعمال جب غیر ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہو تو تمام احوال میں الف کے ساتھ ہی آیا ہے اور اسی سے یہ مشہور شعر ہے۔

ان اباها وابابا ها قد بلغا فی المجد غایتا ها

ظاہر ہے کہ امام صاحب بھی کوفی تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کی لغت بھی یہی ہے، چنانچہ بخاری میں ہے کہ انہوں نے انت ابا

جھل فرمایا، دوسرے ابا قبیس اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے، اور ابوسعید سیرافی نے کہا کہ امام صاحب کی مراد یہی ہوسکتی ہے نہ جبل ابی قبیس جیسا کہ معترضین نے سمجھا ہے۔ (تانیب الخطیب ص ۲۳)

امام ابوبکر رازی نے لکھا ہے کہ امام اعظم کے اشعار زیادہ لطیف اور فصیح ہیں امام شافعی کے اشعار سے اور ظاہر ہے کہ جودۃ شعر بغیر کمال بلاغت ممکن نہیں۔ (مناقب کردری ص ۵۹ ج ۱)

غرض اس قسم کے اعتراضات مخالفین وحاسدین کی طرف سے ہوئے ہیں اور ایسی باتیں امام صاحب کی طرف منسوب کی ہیں جن سے وہ بری ہیں، البتہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کسی غلط فہمی سے خلاف کرتے تھے اور پھر صحیح حالات معلوم ہونے پر انہوں نے اظہار افسوس و ندامت کیا جیسے امام اوزاعی وسفیان ثوری وغیرہ۔

امام ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا کہ امام صاحب پر حسد کیا جاتا تھا، اس لئے ان کی طرف وہ چیزیں منسوب کی گئیں جو ان میں نہیں تھیں اور ایسی باتیں گھڑی گئیں جو ان کی شان کے لائق نہ تھیں۔

یہ بھی لکھا ہے کہ جن لوگوں نے امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے جنہوں نے ان کی توثیق کی ہے اور جنہوں نے ان کی مدح وثنا کی ہے وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے اعتراض کیا ہے اور اہل حدیث کی طرف سے زیادہ عیب رائے وقیاس کے استعمال کا لگایا گیا حالانکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ کوئی عیب نہیں ہے، اہل فقہ امام صاحب پر طعن کرنے والوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ان برائیوں کی تصدیق کرتے ہیں۔

امام وکیع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو رنجیدہ وافسردہ پایا، غالباً قاضی شریک کی طرف سے کچھ باتیں ان کو پہنچی تھیں۔

محدث عیسیٰ بن یونس (شیخ اصحاب صحاح ستہ) کا قول ہے کہ تم اس شخص کو ہرگز سچا مت سمجھنا جو امام صاحب کا ذکر برائی سے کرتا ہو کیونکہ واللہ! میں نے ان سے بڑھ کر افقہ وافضل کسی کو نہیں دیکھا۔

امام اعمش شیخ اصحاب ستہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا فرمایا اس کا اچھا جواب تو نعمان ہی دے سکتے ہیں جن پر تم حسد کرتے ہو۔

محدث یحییٰ بن آدم شیخ اصحاب ستہ سے کہا گیا کہ آپ امام صاحب کی برائی کرنے والوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ امام صاحب کی کچھ علمی باتیں سمجھ سکے اور کچھ نہ سمجھ سکے اس لئے حسد کرنے لگے اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کا کلام فقہ میں خدا کے لئے تھا اگر اس میں کچھ شائبہ بھی دنیوی غرض کا ہوتا تو ان کا کلام ایسے اثر ونفوذ کے ساتھ باوجود حاسدوں اور منتقدوں کی کثرت کے سارے آفاق میں نہ پھیل سکتا۔

اسد بن حکیم نے فرمایا کہ امام صاحب کی برائی کرنے والا یا تو جاہل ہے یا مبتدع ہے۔

ابوسلیمان نے فرمایا کہ امام صاحب کی شخصیت عجیب وغریب تھی اور ان کی باتوں سے اعراض کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ان کو نہیں سمجھ سکے، امام فن تنقید رجال کا قول ہے کہ ہمارے اصحاب (اہل حدیث) امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے بارے میں تفریط کا معاملہ کرتے ہیں، کسی نے کہا کیا وہ خلاف واقعہ کہتے تھے فرمایا وہ اس سے بہت بلند تھے۔

علامہ تاج سبکی نے طبقات میں لکھا کہ خبردار! کہیں ایسا نہ سمجھ لینا کہ اہل نقد وجرح نے جو قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر وہ علی الاطلاق ہر جگہ ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت وامامت ثابت ہوچکی ہو اور اس کے جرح کرنے والے بہ نسبت مدح کرنے والوں کے کم ہوں اور وہاں کوئی ایسا قرینہ بھی ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح کسی مذہبی تعصب وغیرہ کے باعث ہے تو اس جرح کا کوئی اعتبار نہ کریں گے۔

پھر طویل بحث کے بعد لکھا کہ ہم تمہیں بتلا چکے ہیں کہ جرح اگرچہ مفسر بھی ہو اس شخص کے حق میں قبول نہ ہوگی جس کی طاعات معصیت پر غالب ہوں اور مدح کرنے والوں مذمت کرنے والوں سے زیادہ ہوں، تزکیہ کرنے والے جارحین سے بیش ہوں، پھر جب کوئی قرینہ بھی اس

امر کا موجود ہو کہ وہ تنقید و جرح کسی مذہبی تعصب یا دنیوی منافست کی وجہ سے ہوئی ہے جیسا کے معاصرین واقران میں باہم ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ میں حدیثیں نقل کیا کرتا تھا میں نے ثوری کو امیر المومنین فی العلماء پایا، سفیان بن عیینہ کو امیر العلماء، عبداللہ بن مبارک کو صراف الحدیث، یحییٰ بن سعید کو قاضی العلماء، امام ابوحنیفہ کو قاضی قضاۃ العلماء پایا اور جو شخص اس کے سوا کچھ کہے تو اس کو بنی سلیم کی کوڑی پر پھینک دو۔

یہاں جن اکابر کی تعریف کی گئی ہے ان میں ثوری امام صاحب کے خاص مداحین میں ہیں، ابن عیینہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسانید میں امام صاحب سے بہ کثرت روایت کرتے ہیں، ابن مبارک امام صاحب کے تلمیذ خاص اور بڑے مداحین میں ہیں، یحییٰ بن سعید امام صاحب کے تلمیذ اور حنفی ہیں امام صاحب کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام ابو یوسف سے جامع صغیر پڑھی ہے۔ (عقود الجواہر ص ۱۱ ج ۱)

سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں لکھا کہ خطیب پر تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ علماء کی ایک جماعت پر انہوں نے طعن کیا ہے، زیادہ تعجب تو نانا جان (ابن الجوزی) کی روش سے ہے کہ انہوں نے کیوں خطیب کا شیوہ اختیار کیا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی بعض کتابوں میں کچھ ایسی باتیں آ گئی تھیں جن سے تقلید و حنفیت کے خلاف لوگوں نے فائدہ اٹھایا مگر آخر میں "فیوض الحرمین" میں انہوں نے صاف لور سے فرمادیا کہ "مجھ کو آں حضور ﷺ نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ہی وہ طریقہ انیقہ ہے جو دوسرے سب طریقوں سے زیادہ اس سنت نبویہ معروفہ کے موافق ہے جو بخاری و دیگر اصحاب صحاح کے دور میں مرتب و منقح ہو کر مدون ہوگئی ہے۔ (فیوض الحرمین)

حضرت شاہ صاحب کو جو شرح صدر "مذہب حنفی" کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی توجہ خاص کے ذریعہ حاصل ہوا وہ بڑی اہم دستاویز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بخاری اور اس دور کی دوسری کتب صحاح مدونہ کے مجموعہ سے تقویت مذہب حنفی ہی کو ہوتی ہے ان اشارات سے احناف کو مستفید ہونا چاہئے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی اس آخری تحقیق و شرح صدر ہی کی روشنی میں اپنے کو صاف طور سے "حنفی" لکھا ہے اور اس تحریر کی نقل راقم الحروف نے "مقدمہ خیر کثیر" میں درج کر دی تھی جو عرصہ ہوا مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہو چکی ہے۔

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۶۷ ج ۳ اور بنایہ شرح ہدایہ میں دار قطنی کی جرح کا مفصل جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ (جن کی توثیق و مدح اکابر ائمہ محدثین نے کی ہے اور ان کے علوم سے دنیا کا ہر گوشہ آباد ہے) ایسے عالم جلیل کی تضعیف کا حق دار قطنی کو کیا ہے، جس کہ وہ خود تضعیف کے مستحق ہیں کہ اپنی سنن میں منکر، معلول، سقیم اور موضوع احادیث روایت کی ہیں اور جہر بسم اللہ کی احادیث روایت کر دیں پھر حلف دیا گیا کہ تو کہا کہ واقعی اس میں کوئی حدیث صحیح قوی نہیں ہے اور بنایہ میں ابن القطان کی جرح پر کہا کہ یہ ابن قطان کی بے ادبی اور بے حیائی ہے کہ امام صاحب کی طرف ضعف کو منسوب کیا جن کی توثیق امام ثوری اور ابن مبارک جیسے حضرات نے کی ہے، ان اعلام کے مقابلہ میں ابن قطان وغیرہ کی کیا وقعت ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب نے التعلیق الممجد میں فرمایا کہ بعض جروح متاخرین متعصبین سے صادر ہوئیں جیسے دار قطنی، ابن عدی وغیرہ، جن پر کھلے قرائن شاہد ہیں کہ انہوں نے تعسف و تعصب سے کام لیا ہے اور متعصب کی جرح مردود ہے بلکہ ایسی جرح خود ان کے حق میں موجب جرح ہے۔

علامہ شعرانی نے میزان کبریٰ میں فرمایا کہ "امام ابوحنیفہؒ" کے بارے میں بعض متعصبین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ان کے اس قول کی کوئی قیمت ہے کہ وہ اہل رائے میں سے تھے بلکہ جو لوگ امام صاحب پر طعن کرتے ہیں محققین کے نزدیک ان کے اقوال ہذیانات سے مشابہ سمجھے جاتے ہیں، نیز فرمایا کہ "امام اعظم ابوحنیفہؒ کی کثرت علم وورع وعبادت ودقت مدارک واستنباط پر سلف وخلف نے اجماع کیا ہے"، یہ اجماع دوسرے مذاہب والے نقل کر رہے ہیں، کوئی حنفی نہیں کہ عقیدت پر محمول کر لیا جائے۔

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ بعض متعصبین نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بعض ائمہ میں سے حدیث میں کم پونجی والے تھے حالانکہ ایسا خیال کبار ائمہ کے بارے میں کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ شریعت وفقہ کا مدار قرآن وحدیث پر ہے بغیر قرآن وحدیث کے کس طرح فقہ کی تدوین ہوسکتی تھی۔

باقی قلت روایت کی وجہ غایت ورع اور شروط تحمل روایت ونقل میں سختی ہے یہ نہیں کہ بے وجہ عمداً روایت حدیث ترک کردی ہو اور ان کے کبار مجتہدین ومحدثین میں سے ہونے پر یہ دلیل ہے کہ علماء میں ان کا مذہب ہمیشہ معتمد اور رداً وقبولاً مذکور ہوتا رہا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے ریاض المرتاض ص ۲۱ پر لکھا ہے کہ "حضرت مجدد صاحبؒ سرہندی کے کشف کبھی بھی شریعت کے خلاف نہیں ہوئے بلکہ اکثر کی شریعت نے تائید کی ہے اس لئے ان کے کشف کے مراتب بہت بلند وبرتر ہیں"۔ وہی مجدد صاحب امام اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔

بے شائبہ تکلف وتعصب کہا جاتا ہے کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح معلوم ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی نہروں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ظاہر نظر سے بھی دیکھا جائے تو سواد اعظم اہل اسلام امام اعظم کا متبع ہے۔ (مکتوبات جلد ثانی مکتوب ص ۵۵)

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے حضرت زبدۃ العارفین خواجہ فرید گنج شکر قدس سرہ کا قول نقل فرمایا کہ۔

امام اعظم کی شان کا تو کہنا ہی کیا ہے، ان کے ایک شاگرد امام محمدؒ کا وہ درجہ تھا کہ وہ جب سوار ہوکر کہیں جاتے تو امام شافعیؒ ان کے گھوڑے کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے (راحۃ القلوب) اور یہ بھی فرمایا کہ اسی سے دونوں مذاہب کا فرق بھی معلوم ہوسکتا ہے۔

مشہور امام حدیث اسحٰق بن راہویہ نے (جو حضرت عبداللہ بن مبارک (تلمیذ امام اعظم) کے خاص اور پہلے حنفی تھے پھر بعض دوسرے اساتذہ کے اثر سے ان میں ظاہریت آگئی تھی اور امام بخاری کے بڑے شیوخ میں تھے) امام اعظم کے بارے میں فرمایا کہ میں نے کسی کو ان سے زیادہ احکام وقضایا کا عالم نہیں پایا، قبول قضا کے لئے ان کو مجبور کیا گیا اور مارا بھی گیا مگر انہوں نے کسی طرح قبول نہ کیا اور تعلیم وارشاد محض خدا کے لئے کرتے تھے۔ (کردری ص ۵۸ ج ۲)

امام اہل بلخ حضرت مقاتل بن حیان جلیل القدر عالم حدیث جنہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری، نافع اور ایک جماعت کبار تابعین کا زمانہ پایا اور ان سے روایت حدیث بھی کی، امام اعظم کی خدمت میں پہنچے اور استفادہ کیا، فرماتے تھے کہ میں نے تابعین کے دور پایا لیکن امام ابوحنیفہ سے اجتہادی مسائل میں بالغ نظر، جس کا ظاہر باطن سے مطابق ومشابہ اور باطن ظاہر سے مشابہ ہو کسی کو نہیں دیکھا، فتویٰ دیتے تو فرمادیتے کہ یہی قول کوفہ کے شیخ امام ابوحنیفہ کا ہے۔ (کردری ص ۵۹ ج ۲)

بعض کتب منزلہ سابقہ میں امت محمدیہ کے تین شخصوں کے اوصاف مذکور ہوئے ہیں جو اپنے زمانہ کے سب لوگوں پر فقہ وعلم میں فائق ہوں گے، نعمان بن ثابت، مقاتل بن سلیمان، وہب بن منبہ اور بعض روایات میں وہب کی جگہ کعب احبار کا نام ہے۔ (موفق ص ۶۰ ج ۲)

حضرت مقاتل بن سلیمان علم تفسیر کے مشہور امام جو امام اعظم کے شریک درس بھی رہے اور تابعین حضرت عطاء، نافع، محمد بن منکدر، ابوالزبیر اور ابن سیرین وغیرہ سے دونوں نے ساتھ ہی سماع حدیث کیا ہے، وہ اکثر امام صاحب کی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ۱۵ منقبتیں وہ ہیں جن میں ان کا کوئی ہم عصر شریک وسہیم نہیں ہوا۔ (موفق ص ۵۹ ج ۲)

حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا کہ اسی لئے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہ کے بارے میں مقبول نہیں جنہوں نے امام صاحب کو کثرت قیاس، قلت عربیت، یا قلت روایت حدیث وغیرہ سے مطعون کیا کیونکہ یہ سب جروح ایسی ہیں کہ ان سے کسی راوی کو مجروح نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح علامہ سخاوی وغیرہ کی مدافعت ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں جنہوں نے امام بخاری کی روش سے بھی محترز رہنے کی

ہدایت کی ہے، اب کچھ میزان الاعتدال کی الحاقی جرح کے بارے میں لکھ کر اس بحث کو مختصر کرتا ہوں۔

امام صاحب کے مخالفوں کے کارنامے

کچھ لوگوں کو امام صاحب سے بغض وعداوت یا حسد ہے، کہتے ہیں کہ حافظ ذہبی نے میزان میں ان کی تضعیف کی ہے لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ بات نئے دشمنوں کا دھوکہ ہے اور پرانے دشمنوں کے خاص کارنامہ سے متعلق ہے کہ انہوں نے میزان میں ایسی عبارت داخل کر دی چنانچہ امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ اور تہذیب التہذیب شاہد ہے کہ ان کتابوں میں انہوں نے بجز تعریف کے ایک لفظ بھی جرح کا نہیں لکھا اور نہ نقل کیا، دوسرے اس بات کے غلط و بے اصل ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ خود حافظ ذہبیؒ نے میزان کے مقدمہ میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ اس کتاب میں ائمہ متبوعین ابوحنیفہ، امام شافعی وغیرہ کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ ان حضرات کی جلالت قدر اسلام میں بڑائی وبرتری لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہے (اور ذکر سے مستغنی ہے) (میزان ص ۲ ج ۱)

علامہ سخاوی شرح الفیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ذہبیؒ نے ابن عدی کی ہر ایسے شخص کے ذکر کرنے میں تقلید کی ہے جس میں ثقہ ہونے کے باوجود بھی کچھ کلام کیا گیا ہے، لیکن پھر بھی اس امر کا التزام کیا ہے کہ نہ تو کسی صحابی کو ذکر کیا اور نہ ائمہ متبوعین کو۔

حافظ سیوطیؒ تدریب الراوی میں بیان کرتے ہیں کہ امام ذہبیؒ نے نہ تو کسی صحابی کا ذکر کیا اور نہ کسی امام کا ائمہ متبوعین میں سے۔

حافظ عراقی نے شرح الفیہ میں تصریح کی ہے کہ ابن عدی نے کتاب الکامل میں ہر ایسے شخص کو ذکر کیا ہے جس میں کلام کیا گیا ہے گو وہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو اور ان ہی کی اتباع امام ذہبیؒ نے میزان میں کی ہے لیکن انہوں نے کسی صحابی یا کسی امام کو ائمہ متبوعین میں سے ذکر نہیں کیا ہے۔

ان سب ائمہ کبار کی شہادتوں کے بعد یہ امر واضح ہے کہ امام صاحب کا ترجمہ میزان میں الحاقی ہے، دوسرے یہ کہ حافظ ذہبی نے میزان میں یہ بھی التزام کیا ہے جن لوگوں کا اسماء کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ان کا ذکر کنیت سے باب الکنی میں بھی ضرور کرتے ہیں اور تدلیس و تلبیس کرنے والوں سے یہ چوک ہوگئی کہ باب الکنی میں یہ الحاق نہیں کیا، یہ بھی الحاقی ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔

واضح ہو کہ کتابوں میں الحاق اور ضروری اجزاء کے حذف کا باقاعدہ منظم فن استعمال ہوتا رہا ہے جس کے حیرت انگیز کمالات شاطر دشمنوں اور حاسدوں نے بڑی بڑی جلیل القدر تالیفات کی کتابت وطباعت کے وقت دکھائے ہیں اور اسی کا ایک نمونہ اوپر پیش کیا گیا ہے اور دوسرے نمونے بھی پیش کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ فن پروپیگنڈہ کا ایک بڑا جزو ہے، جس سے کسی سفید چیز کو سیاہ اور سیاہ کو سفید تک ثابت کر دینے کے جوہر دکھائے جاتے ہیں یورپ کے عقلاء نے اس فن کو بڑی ترقی دی ہے مگر اسلامی دور کی تاریخ میں بھی اس نوع کے کارنامے بڑی کثرت سے ملتے ہیں، کیونکہ مسلمانوں میں بد قسمتی سے ایک فرقہ ابتداء ہی سے ایسا پیدا ہو گیا تھا جو جھوٹ کو کار خیر وثواب سمجھ کر پھیلاتا رہا اور ان کے اثرات دوسرے سادہ لوح مسلمانوں پر بھی پڑتے رہے، حالانکہ ایسے ہی جھوٹ کی روک تھام کے لئے صادق ومصدق سرور انبیاء علیہم السلام نے ارشاد فرمایا تھا **کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع** یعنی ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بے تحقیق آگے چلتا کر دے۔

اس قسم کی بے سند باتوں کے ذکر سے پہلے زمانہ میں تو امام صاحب کے دشمنوں اور حاسدوں نے فائدہ اٹھایا تا کہ امام صاحبؒ کی جلالت قدر کو کم کر کے دکھایا جائے یا خوبیوں کے ساتھ برائیاں بھی کہیں کہیں سے لے کر سامنے کی گئیں تا کہ ان کمالات وخوبیوں کا کوئی اثر نہ رہے یا لوگ شک وتردد میں پڑ جائیں یا ان کی فقہ کی عالمگیر مقبولیت کو کم کیا جائے، اکثر اسلامی حکومتوں کا مذہب بھی فقہ حنفی رہا اور عہدۂ قضا وغیرہ حنفی علماء کے پاس رہے یہ بات بھی حسد وعداوت کا بڑا سبب بنی رہی، پھر نئے دور میں غیر مقلدین رونما ہوئے اور انہوں نے تو امام

صاحبؒ کے ساتھ حسد وعداوت کا وہ معاملہ کیا کہ ریکارڈ ہی مات کر دیا، ان کی نظر میں ''ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست'' والی بات پوری پوری صادق ہوگئی، اسی لئے ان حضرات نے تو امام صاحب قدس سرہ کی علوقدر عظمت شان اور علمی رفعت کو گرانے اور چھپانے میں کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کیا اور اس کار ثواب میں دن رات ایک کر دیا۔

ان قدیم وجدید تلبیسات کا پردہ چاک کرنے کے لئے خدا کا شکر ہے کہ ہمارے شیوخ واکابر نے بروقت توجہ کی اور برابر اپنی تالیفات ودرسی افادات میں احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ ادا کیا۔

قریبی دور میں مصر میں علامہ کوثریؒ کی جلیل القدر شخصیت گذری ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں گرانقدر تالیفات کیں اور مصری رسائل میں لاتعداد تحقیقی مضامین شائع کئے جن کے مطالعہ سے اہل علم کبھی مستغنی نہیں ہو سکتے، ان کتابوں سے معاندین کے حوصلے پسند ہوگئے ہیں اور جب تک ان کی اشاعت ہوتی رہے گی ان کے مطالعہ واستفادہ کی وجہ سے علماء حق، معاندین مذہب حنفی پر غالب رہیں گے ان شاءاللہ۔

اسی طرح ہمارے اکابر حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (صاحب بذل المجہود) حضرت علامہ کشمیری، حضرت علامہ عثمانی، حضرت مولانا مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی تالیفات ودرسی افادات میں اس فتنہ قدیم وجدید کی طرف پوری توجہ فرما کر حنفی مسلک کی تائید اور معاندین کے اعتراضات وشبہات کے مدلل ومکمل جوابات دیے ہیں جو موقع بہ موقع اسی شرح بخاری میں پیش کئے جائیں گے۔

پھر اس دور میں اس فتنۂ جدید کے خلاف قابل ذکر خدمات مخدوم ومحترم حضرت مولانا العلامہ مفتی سید مہدی حسن صاحب صدر المفتیین دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم وعم فیضہم کی ہیں جنہوں نے غیر مقلدین کے رد میں بیشتر علمی مضامین لکھے، فیصلہ کن کتابیں تالیف کیں اور طبع کرا کر شائع کیں، **جزاھم اللہ خیر الجزاء**۔

آپ جامعیت علوم وفنون، وسعت مطالعہ، کثرت معلومات اور خصوصیت سے فن حدیث وفقہ میں بلند پایہ عالم ربانی اور اپنے اکابر کا نمونہ ہیں، احقر کو ''مجلس علمی'' ڈابھیل ہی کے زمانہ سے حضرت موصوف کے ساتھ تعلق ارادت وعقیدت رہا ہے اور مجلس ومجلسی افراد آپ کے علوم وفیوض سے مستفید ہوتے رہے اور اب بھی برابر آپ کے افادات علمی سے متمتع ہوتا رہتا ہوں۔

اس مختصر مقدمہ کی جمع وترتیب میں بھی مستند کتب مناقب اور حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ کے ارشادات کے علاوہ آپ کی تالیفات وخصوصی ارشادات سے استفادہ کیا ہے اور توقع ہے کہ شرح بخاری کے اثناء میں بھی حضرت موصوف دام ظلہم کی تحقیقات عالیہ پیش کرسکوں گا۔

ہمیں احساس ہے کہ امام اعظمؒ کا تذکرہ باوجود سعی اختصار جزو مقدمہ ہونے کی حیثیت سے طویل ہوگیا ہے لیکن چونکہ تمام محدثین کے مسلم امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک کا ارشاد ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ تفسیر حدیث کہو، پھر امام بخاری نے خاص طور سے ابن مبارک کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم حدیث اور قابل تقلید فرمایا ہے۔

ان ظروف میں امام صاحب نے جو اپنے ۴۰ فقہاء ومجتہدین کے ساتھ تدوین فقہ کی جس کے ایک رکن رکین خود ابن مبارک بھی تھے اور ساڑھے بارے لاکھ مسائل کی کی تدوین اسی مجلس سے عمل میں آئی جو بمنزلہ احادیث موقوفہ ہیں، کہ قرآن وحدیث سے بہ صراحت یا بطریق استنباط ماخوذ ہیں، دوسری طرف امام بخاری کی جامع صحیح احادیث مجردہ مرفوعہ کا بہترین شاہکار مجموعہ، اس لئے امام اعظم کی شخصیت کا جس قدر تعارف بھی کرایا جائے وہ کم ہے، پھر دوسرے درجہ پر بڑا تعارف خود امام بخاری کا کرایا گیا ہے، اگر بنظر تامل وتدقیق دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ مقدمہ نہ صرف تذکرۂ محدثین ہے بلکہ شرح حدیث کا ایک لازمی وضروری اور اہم جز و بھی ہے۔

ان سب اکابر کی علمی شخصیات سے صحیح تعارف کے بعد ان کی حدیثی تشریحات، استنباطات، آراء واقوال کی قدر وقیمت صحیح ترین اندازوں میں سامنے آئے گی، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

تالیفات امام اعظمؒ

امام صاحب کی طرف بہت سی تصنیفات منسوب ہیں اور امام مالک وغیرہ کے حالات میں بہ سند صحیح منقول ہے کہ وہ امام صاحب کی کتابوں میں نظر کرتے تھے اور ان کی تلاش و جستجو رکھتے تھے، ایک مجموعہ فقہ بھی ضرور امام صاحب نے مرتب کرا دیا تھا جس کا ذکر عقود الجمان میں جا بجا ملتا ہے، اسی طرح علامہ کوثری نے بلوغ الامانی کے حاشیہ میں ص ۱۸ پر تحریر فرمایا کہ مؤلفات اقدمین میں امام صاحب کی مندرجہ ذیل کتب کا ذکر ملتا ہے۔ ۱- کتاب الرأی (ذکرہ ابن العوام) ۲- کتاب اختلاف الصحابہ (ذکرہ ابو عاصم العامری و مسعود بن شیبۃ) ۳- کتاب الجامع (ذکرہ العباس بن مصعب فی تاریخ مرو) ۴- کتاب السیر ۵- الکتاب الاوسط ۶- الفقہ الاکبر ۷- الفقہ الابسط ۸- کتاب العالم والمتعلم ۹- کتاب الرد علی القدریہ ۱۰- رسالۃ الامام الی عثمان البتی فی الارجاء ۱۱- چند مکاتیب بطور وصایا جو آپ نے اپنے چند احباب کو لکھے اور یہ سب کتب مشہور ہیں۔

لیکن اس وقت تک ہمارے سامنے صرف العالم والمتعلم، الفقہ الاکبر اور مکاتیب وصایا آسکے ہیں اور غالب یہ ہے کہ باقی کتب اس وقت کہیں موجود نہیں، اس زمانہ کی ہزاروں کتابوں کے نام کتب تراجم میں ملتے ہیں جو اس وقت کہیں موجود نہیں۔

امام صاحب کے معاصرین میں سے بھی امام اوزاعی، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ہشیم، معمر، جریر بن عبدالحمید اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ نے حدیث و فقہ میں بڑی بڑی کتابیں لکھیں لیکن آج ان کا کہیں پتہ نہیں ملتا، اسی لئے امام رازی نے مناقب الشافعی میں لکھا کہ امام ابو حنیفہ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی، غالباً اس وقت فقہ اکبر وغیرہ بھی نمایاں نہ ہوئی ہوں گی اور ممکن ہے کہ کچھ مخفی علمی خزانے امام صاحب وغیرہ کے اور بھی کسی وقت ظاہر ہوں۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بعض ممتاز اہل علم نے امام محمد کی کتاب الآثار کو بھی امام اعظم کی تصنیف قرار دیا ہے اور شاید امام ابو یوسف کی کتاب الآثار کے بارے میں بھی یہی خیال ہو مگر ہمارے ناقص خیال میں ابھی تک اس کی صحیح توجیہ نہیں آئی کیونکہ اول تو متقدمین علماء نے ان کو امام صاحب کی تصنیفات میں شمار نہیں کیا دوسرے یہ کہ ان میں روایت کرنے والے امام محمد اور امام ابو یوسف ہیں امام صاحب سے جس سے ظاہر ہے کہ مؤلف و مصنف بھی یہی ہیں۔ واللہ اعلم۔

البتہ امام صاحب کے تذکروں میں جہاں امام صاحب کی وسعت اطلاع حدیث زیر بحث آتی ہے تو آپ کے مسانید کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے چنانچہ کوثری صاحب نے تانیب کے ص ۱۵۶ پر امام صاحب کی طرف منسوب مسانید کی تعداد ۲۱ گنائی ہے اور چونکہ کتاب الآثار کے نام سے بھی امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر تینوں نے کتابیں تالیف کی ہیں اور ان میں بھی بہ کثرت احادیث امام صاحبؒ سے ہی مروی ہیں، ان کو ملا کر یہ سب ۲۴ مجموعے احادیث کے آپ کی ذات مبارک سے منسوب ہو جاتے ہیں جن میں ہزار ہا احادیث اور ہزار ہا آثار آپ سے بسند صحیح مروی ہیں۔ و کفی بها مزیة و فخراء۔

کتب مناقب الامام اعظمؒ

آخر میں تکمیل تذکرہ امام کے لئے مناسب ہے کہ آپ کے مناقب میں جو مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں وہ بھی ذکر کر دی جائیں، ضمناً جن کتابوں میں امام صاحب کے مناقب ذکر ہوئے ہیں ان کو ہم بخوف مزید طوالت ترک کرتے ہیں۔

۱- عقود المرجان ۲- قلائد عقود الدرر والعقیان

۳- البستان فی مناقب النعمان، علامہ محی الدین عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی (صاحب جواہر مضیہ) کی تصنیف ہے۔

۴- شقائق النعمان فی مناقب النعمان، علامہ جاراللہ زمخشری کی تصنیف ہے۔

۵-کشف الاسرار، علامہ عبداللہ بن محمد حارثی نے لکھی۔
۶-الانتصار لامام ائمۃ الامصار، علامہ یوسف سبط ابن الجوزی نے تالیف کی۔
۷-تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، امام جلال الدین سیوطی شافعی نے لکھا۔
۸-تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان، علامہ ابن کاس نے تصنیف کیا۔
۹-عقود الجمان فی مناقب النعمان، علامہ محمد یوسف دمشقی شافعی نے تالیف کی۔
۱۰-الابانہ فیرد المشنعین علی ابی عنیفہ، علامہ احمد بن عبداللہ شیر آبادی نے لکھی۔
۱۱-تنویر الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ، علامہ یوسف بن عبدالہادی کی تصنیف ہے۔
۱۲-الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، شارح مشکوٰۃ علامہ حافظ ابن حجر مکی شافعی کی تالیف لطیف ہے۔
۱۳-قلائد العقیان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، یہ بھی علامہ موصوف ہی کی تصنیف ہے۔
۱۴-الفوائد المہمہ، علامہ عمر بن عبدالوہاب عرضی شافعی نے لکھی۔
۱۵-مرآۃ الجنان فی معرفۃ حوادث الزمانی، علامہ یافعی شافعی کی تاریخی کتاب ہے جس میں امام صاحب کا ذکر ضمناً ہوا ہے۔
۱۶-مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ابی یوسف ومحمد بن الحسن، حافظ ذہبی شافعی (صاحب تذکرۃ الحفاظ ومیزان الاعتدال وغیرہ) کی تصنیف ہے۔
۱۷-جامع الانوار، علامہ محمد بن عبدالرحمٰن غزنوی کی تالیف ہے۔
۱۸-الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، الامام الحافظ یوسف بن عبدالبر مالکی کی تصنیف ہے۔
۱۹-مناقب الامام الاعظم، علامہ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی کی تالیف قیم ہے۔ ۲ جلد مطبوعہ حیدرآباد۔
۲۰-مناقب الامام اعظم، تالیف علامہ امام حافظ الدین محمد بن محمد شہاب کردریؒ۔ ۲ جلد مطبوعہ حیدرآباد۔
۲۱-فتح المنان فی تائید مذہب النعمان، تالیف علامہ شیخ محدث دہلوی قدس سرہ۔
۲۲-اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، تالیف ابی عبداللہ حسین بن علی صیمری (متوفی ۴۳۶ھ)
۲۳-مناقب الامام اعظم، تالیف ابی القاسم عبداللہ بن محمد بن احمد السعدی معروف بابن العوام۔
۲۴-کشف الغمہ عن سراج الامہ (اردو)، تالیف علامہ مولانا السید مفتی محمد حسن شاہجہانپوری دام فیضہم۔
۲۵-سیرۃ النعمان (اردو)، علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ۔
۲۶-''ابوحنیفہ''، تالیف محمد ابوزہرہ مصری تقریباً ۵ سو صفحات کی جدید الطبع تحقیقی کتاب ہے۔

ان کے علاوہ جن کتابوں میں امام صاحب کا تذکرہ ہوا ہے وہ ۶۰ سے اوپر تو راقم الحروف کے پاس یادداشت میں درج ہیں اور مستقل کتابیں بھی دوسری بہت ہیں یہاں احصاء مقصود نہیں تھا۔ ولہ محل آخر ان شاء اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

آخر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں دو باتیں ہمیں اور لکھنی ہیں ایک تو جرح وتعدیل میں ان کے اقوال کی حجیت جس کا ضمناً کچھ ذکر ہوا بھی ہے، دوسرے جامع المسانید کے بارے میں۔ واللہ الموفق والہادی الیٰ الصواب۔

امام اعظمؒ اور فن جرح وتعدیل

امام صاحب کے اقوال جرح وتعدیل کی اس فن کے علماء نے اسی طرح تلقی بالقبول کی ہے جس طرح امام احمد، امام بخاری، ابن معین

اور ابن مدینی وغیرہ کے اقوال کی، یہ بھی آپ کی عظمت وسیادت اور وسعت علم پر بڑی شہادت ہے، اس سلسلہ کی چند نقول جواہر مضیئہ ص ۳۰ و ص ۳۱ وص ۳۲ ج ا سے پیش کی جاتی ہیں۔

۱-امام ترمذی نے کتاب العلل جامع ترمذی میں امام صاحب کا قول فضل عطاء بن ابی رباح اور جرح جابر جعفی میں پیش کیا۔

۲-مدخل لمعرفۃ دلائل النبوۃ للبیہقی میں ہے کہ ابوسعد سغانی نے امام صاحب کی خدمت میں کھڑے ہوکر پوچھا کہ امام ثوری سے حدیث لینے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ثقہ ہیں ان کی احادیث لکھو بجز احادیث ابی اسحاق عن الحارث اور احادیث جابر جعفی کے۔

۳-امام صاحب نے فرمایا کہ طلق بن حبیب قدری عقیدہ رکھتے تھے۔ ۴-فرمایا کہ زید بن عیاش ضعیف ہیں۔ ۵-امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میں کوفہ پہنچا تو امام صاحب نے میرا تعارف کرایا اور توثیق کی جس سے سب لوگوں نے میری حدیث سنی۔ ۶-حافظ حماد بن زیاد ایسے محدث جلیل نے فرمایا کہ حافظ عمرو بن دینار کی کنیت ابومحمد سب سے پہلے ہمیں امام صاحب ہی سے معلوم ہوئی ورنہ صرف ان کے نام سے جانتے تھے۔ ۷-امام صاحب نے فرمایا کہ خدا عمرو بن عبید پر لعنت کرے کہ اس نے کلامی مسائل سے فتنوں کے دروازے کھول دیے۔ ۸-فرمایا خدا جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان کو ہلاک کرے ایک نے نفی میں افراط کی، دوسرا تشبیہ میں حد سے بڑھ گیا۔ ۹-فرمایا کہ حدیث کی روایت کسی سے اسی وقت درست ہے کہ جس وقت سے سنی روایت کے وقت تک برابر اس کو یاد رکھا ہو۔ (امام صاحب کی یہ شرط دوسرے محدثین کے مقابلے میں بہت سخت تھی اس لئے نیز دوسری احتیاطوں کے باعث ہی خود امام صاحب نے روایت کم کی ہے۔ ۱۰-امام صاحب سے جب سوال کیا گیا کہ اخبرنا وغیرہ سے روایت کیسی ہے؟ تو فرمایا کہ کچھ حرج نہیں۔ ۱۱-محدث جلیل ابوقطن نے امام صاحب کا قول بطور سند پیش کیا کہ شیخ کو حدیث سنا کر بھی حدثنی سے روایت کر سکتے ہیں۔ ۱۲-امام صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک رسول اکرم ﷺ سے سراویل پہننے کی روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔

جامع المسانید للامام الاعظمؒ

محدث خوارزمی نے اپنے جمع کردہ پندرہ مسانید کے اصحاب مسانید کے حالات و مناقب بیان کئے ہیں اور اپنی سند ان تمام اصحاب مسانید تک بیان کی ہے، علامہ کوثری نے تانیب میں مسانید کی تعداد ۲۱ لکھی ہے، ان سب مسانید کی اسانید متصل ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے "انسان العین فی مشائخ الحرمین" میں اپنے استاذ الاساتذہ محدث عیسیٰ جعفری مغربی م ۱۰۸۰ھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے، جس میں اپنے سے امام صاحب تک اسناد کا سلسلہ متصل کیا ہے"۔ اور اس سے لوگوں کی یہ بات قطعاً غلط ہو جاتی ہے کہ حدیث کا سلسلہ آج تک متصل نہیں رہا ہے"۔ حضرت شاہ صاحب نے سلسلۂ حدیث کی سند کو متصل ثابت کرنے کے لئے دلیل ہی امام صاحب کے سلسلۂ سند کے اتصال کی دی ہے جس پر شاہ صاحب کو بڑا اعتماد تھا، امام ذہبی نے مناقب الامام الاعظم میں لکھا ہے کہ امام صاحب سے محدثین وفقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیث کی روایت کی ہے جن کا شمار نہیں ہو سکتا، حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں ایک سو کے قریب کبار محدثین کے نام گنائے ہیں، مطبوعہ جامع المسانید دو جلد میں سینکڑوں محدثین کی روایات امام صاحب سے موجود ہیں جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث و جبال علم ہیں جو اصحاب صحاح ستہ اور دوسرے بعد کے کبار محدثین کے شیوخ واساتذہ حدیث ہیں۔

مشہور حافظ حدیث محمد بن یوسف صالحی شافعی (صاحب سیرۃ شامیہ کبریٰ) نے "عقود الجمان فی مناقب النعمان" میں ۱۷ مسانید امام کی اسانید اپنے زمانہ سے جامعین مسانید تک بیان کی ہیں، علامہ شعرانی نے بڑے فخر ومسرت کے ساتھ بیان کیا کہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ کے صحیح نسخوں کی زیارت ومطالعہ سے مشرف ہوئے جن پر حفاظ حدیث کے توثیقی دستخط تھے، جن کی اسناد بہت عالی اور رجال سب ثقہ ہیں وغیرہ۔

غرض ان نقول سے ثابت ہوا کہ امام اعظم کی مسانید کی اہمیت تمام دوسری مسانید و تالیفات حدیثہ سے زیادہ رہی ہے اور ان کی اسناد کے اتصال و بیان اتصال کا بھی اکابر امت نے ہمیشہ اہتمام کیا ہے، حسب تصریح علامہ کوثریؒ امام صاحب کے مسانید کو محدثین سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ (تانیب) مسانید امام اعظم میں احادیث احکام کا بہترین ذخیرہ ہے جن کے رواۃ ثقہ اور فقہاء محدثین ہیں، اس تفصیل کے بعد ناظرین حیرت کریں گے کہ علامہ شبلی مرحوم نے "سیرۃ النعمان" میں محدث خوارزمی کی جامع المسانید کو امام صاحب کی طرف مجازاً منسوب کیا ہے حالانکہ عقود الجمان بھی ان کے مطالعہ میں رہی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، غالباً ان کو مغالطہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی حجۃ اللہ البالغہ سے ہوا جس میں طبقہ رابعہ کی کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مسند خوازمی بھی تقریباً اسی طبقہ میں داخل ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہ جملہ الحاقی ہے حضرت شاہ صاحبؒ کا نہیں ہے یا جامع المسانید کے مطالعہ کے بغیر لکھا ہوگا اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے بھی اس کا کچھ ذکر نہیں کیا، اگر اس کتاب کا کچھ تعارف اس وقت ہوا بھی ہوگا تو سنا سنایا معمولی درجہ کا اور ناکافی یا غلط، علامہ شبلی نے اس پر یہ بھی اضافہ کر دیا کہ "بعض مسانید کی نااعتباری پر یہ بھی شہادت ہے کہ ان میں امام صاحب کی روایت براہ راست صحابہ سے درج ہوئی ہیں، حالانکہ امام صاحب کی رویت صحابہ پر اتفاق اور روایت میں اختلاف ہے اور علامہ ابن عبدالبر مالکی جیسے اکابر نے بھی امام صاحب کی روایت عن الصحابی اپنی کتاب "جامع البیان العلم وفضلہ" باب فضل العلم ص ۴۵ ج ۱ میں نقل کی ہے۔ جو اہل علم میں بہترین معتمد و مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ بعمر ۸۶ سال

نام و نسب

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن خثیل۔ (اصابہ)

حارث کا لقب ذواصبح تھا اس لئے امام مالک کو اصبحی بھی کہتے ہیں، آپ تبع تابعین کے طبقہ میں ہیں، امام اعظمؒ سے تقریباً ۲۳ سال چھوٹے تھے، کیونکہ امام صاحب کی ولادت اصح قول میں ۷۰ھ میں ہوئی ہے، کما حققہ الکوثریؒ۔

اس سے معلوم ہوا کہ صاحب مشکوٰۃ نے جو "اکمال" میں امام مالکؒ کو زماناً اور قدراً مقدم کہا اور استاذ الائمہ قرار دیا وہ خلاف واقعہ ہے، امام اعظم ان سے عمر میں بڑے، قدر و مرتبہ میں زیادہ اور وہی استاذ الائمہ اور تابعی ہیں، امام مالک ان سے مستفید بلکہ حسب تحقیق علامہ ابن حجر مکی (شارح مشکوٰۃ) وغیرہ امام اعظم کے تلمیذ ہیں۔

مشائخ و اساتذہ

زرقانی نے لکھا کہ امام مالک نے نو سو سے زائد شیوخ سے اخذ علم کیا ہے اور ابتداء عمر ہی سے حضرت نافع کے پاس جانے لگے تھے اور حدیث سنتے تھے چنانچہ موطأ میں بھی بڑی کثرت سے روایات ان ہی سے ہیں، نیز اصح الاسانید میں سے مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کو قرار دیا گیا ہے، بلکہ اس کو سلسلۃ[1] الذہب بھی کہا گیا ہے۔

ہارون رشید نے امام مالک سے کہا کہ ہم نے آپ کی کتاب میں حضرت علی و عباس کا ذکر نہیں دیکھا؟ فرمایا کہ وہ میرے شہر میں نہیں

---

[1] بعینہ اسی طرح روایت امام ابوحنیفہ کی نافع عن ابن عمر موجود ہیں، ملاحظہ ہو عقود الجواہر المنیفہ جلد اول ص ۱۴۳ و ص ۲۱۷ وغیرہ اور ابوحنیفہ عن عطاء عن ابن عباس ص ۱۴۵ ج ۱ اور مقسم عن ابن عباس ص ۲۱۸ ج ۱ اور عبدالکریم عن انس ص ۱۴۷ ج ۱ اور عن جابر عن علی ص ۱۵۰ ج ۱ وغیرہ بہ کثرت روایات ہیں مگر امام صاحب کے ان سلسلوں کو سلسلۃ الذہب نہیں بتایا جاتا۔ واللہ المستعان والیہ المشتکی۔

تھے اور نہ میں ان کے اصحاب سے مل سکا(یہ فخر امام ابوحنیفہ کو حاصل ہے)

ابن فرحون نے کہا کہ امام مالک سلیمان بن یسار کا قول اختیار کیا کرتے تھے اور سلیمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرتے تھے تہذیب میں ابن معین سے مروی ہے کہ امام مالک جس سے بھی روایت کریں وہ ثقہ ہے سواء عبدالکریم کے۔

اعلام الموقعین میں ہے کہ دین، فقہ اور علم امت میں اصحاب ابن مسعود، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب عبداللہ بن عمر اور اصحاب ابن عباس کے ذریعہ پھیلا ہے، لہٰذا اکثر لوگوں کا علم ان ہی چار اصحاب کے ماخوذ ہے، پھر اہل مدینہ کا علم اصحاب زید بن ثابت اور عبداللہ ابن عمر سے، اہل مکہ کا اصحاب ابن عباس سے اور اہل عراق کا اصحاب ابن مسعود سے۔

امام اعظم شیوخ امام مالک ہیں

بعض روایات غلطی سے اس طرح روایت ہوئیں کہ ان سے کچھ حضرات نے یہ سمجھا کہ امام صاحب نے امام مالک سے روایت کی ہے، مثلاً مسند ابن شاہین میں ایک روایت اسماعیل بن حماد عن حماد عن ابی حنیفہ عن مالک روایت ہوئی جو در حقیقت حماد بن ابی حنیفہ عن مالک تھی، بلکہ حماد کو بھی اکابر میں سے شمار کیا گیا ہے اس خیال سے کہ ان کی وفات امام مالک سے تین سال قبل ہوئی ہے اور غالب یہ ہے کہ ان کی ولادت بھی امام مالک سے قبل ہوئی ہوگی (تانیب الخطیب میں کوثری صاحب نے اس پر بحث کی ہے) ایک روایت ابوحنیفہ عن نافع تھی جس کے درمیان میں مالک کا واسطہ نہیں ہے لیکن اسی کو ابوحنیفہ عن مالک عن نافع سمجھا اور نقل کیا گیا، اسی لئے حافظ ابن حجر شارح بخاری نے فیصلہ کیا کہ امام ابوحنیفہ کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں ہے، اور دار قطنی و خطیب نے جو دو روایتیں نقل کی ہیں ان دونوں کی سند میں کلام ہے اس کے علاوہ ابن ابی حاتم نے تقدمۂ جرح وتعدیل میں جو لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے وہ بھی غلط ہے جس کو ہم آگے لکھیں گے، دوسرے یہ کہ امام مالک نے موطا سے پہلے کوئی تالیف نہیں کی اور یہ تالیف بھی انہوں نے اواخر عہد منصور عباسی میں امام اعظم کی وفات کے بعد کی ہے، پھر یہ کہ امام مالک کے عروج وارتفاع شان کا دوران کے ابتلاء (۱۴۷ھ) کے بعد شروع ہوا ہے اور اس کے بعد ان کا اجتماع امام صاحب کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور امام صاحب وامام مالک کی وفات کے درمیان ۲۹ سال کا فاصلہ ہے۔(اقوام المسالک علامہ کوثریؒ)

یہ تو غلط وغیر ثابت روایات کا تذکرہ تھا، اس کے بعد صحیح واقعات پڑھئے۔

۱- امام شافعیؒ نے کتاب الام ص ۲۴۸ ج ۷ میں فرمایا کہ میں نے دراوردی سے پوچھا کیا مدینہ میں کوئی اس کا قائل تھا کہ مہر ربع دینار سے کم نہ ہونا چاہئے؟ کہا نہیں (واللہ مجھے معلوم نہیں کہ امام مالک سے قبل کوئی اس کا قائل ہوا ہو اور میرا خیال ہے کہ امام مالک نے اس کو امام ابوحنیفہ سے لیا ہوگا۔

۲- علامہ مسعود بن شیبہ نے امام طحاوی کی کتاب اخبار اصحاب الامام سے نقل کیا کہ دراوردی نے امام مالک سے سنا فرمایا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہ کے فقہ سے ستر ہزار مسائل ہیں اور اسی کے مثل ایک روایت موفق ص ۹۶ ج ۱ میں ہے۔

۳- قاضی عیاض نے اوائل مدارک میں نقل کیا کہ لیث بن سعد نے فرمایا میں امام مالک سے مدینہ میں ملا اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! امام ابوحنیفہ کے ساتھ بحث کرنے میں پسینہ آ گیا، اے مصری! وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ ناقل کہتے ہیں کہ پھر میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ شخص (امام مالک) کیسی قدر ومنزلت کے ساتھ آپ کی باتوں کو قبول کرتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا میں نے ان سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا پوری پرکھ والا نہیں دیکھا، امام صاحب نے امام مالک کی سمجھ، تفقہ اور ذکاوت کے ساتھ نقد تام یعنی حدیث کی پوری پرکھ اور پہچان کی بھی داد دی۔

اگر امام صاحب بقول حمیدی وغیرہ کے فن حدیث میں کامل نہیں تھے تو امام مالک جیسے مسلم امام حدیث کے علم حدیث کی داد کیونکر دے سکتے تھے اور امام مالک فقہی و حدیثی مسائل میں گھنٹوں بحث کر کے ان کے تفقہ کی تعریف کیسے کرتے، کیا تفقہ بغیر حدیث ہی کے صاحب کو حاصل ہو گیا تھا؟ اور اگر تفقہ بغیر مطابقت حدیث کے تھا تو اس کی تعریف ایسا امام جلیل کیوں کرتا؟

۴- امام صیمری نے اپنی کتاب مناقب الامام میں ابن دراوردی سے نقل کیا کہ میں نے امام اعظم اور امام مالک کو مسجد رسول اللہ ﷺ میں دیکھا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے مدارسہ و مذاکرہ شروع کیا تو صبح کی نماز تک اس میں مشغول رہے، جب کسی مسئلہ میں ایک شخص ان میں سے دوسرے کے قول سے مطمئن ہو جاتا تھا تو بے تامل اس کو اختیار کر لیتا تھا کسی کو اپنی بات پر بے دلیل جمود نہیں ہوتا تھا نہ دوسرے کی حق بات کو قبول کرنے سے کوئی عار لاحق ہوتی تھی۔

۵- مناقب موفق ص ۳۳ ج ۲ میں بسند صحیح اسماعیل بن اسحق بن محمد سے نقل ہے کہ امام مالک بسا اوقات مسائل میں امام ابوحنیفہ کا قول معتبر سمجھتے تھے۔

۶- موفق ص ۳۳ ج ۲ میں محمد بن عمرو اقدی سے نقل کیا کہ امام مالک اکثر اوقات امام ابوحنیفہ کی رائے پر عمل کرتے تھے۔

۷- علامہ صیمری نے نقل کیا کہ ایک شخص نے امام مالک سے پوچھا جس کے پاس دو کپڑے ہوں جن میں ایک بغیر تعیین کے پاک اور دوسرا ناپاک ہو تو نماز کس میں پڑھے، فرمایا کہ تحری کر کے ایک میں پڑھ لے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے کہا کہ امام ابوحنیفہ کی رائے تو یہ ہے کہ ہر ایک میں نماز پڑھے تو امام مالک نے فوراً اس سائل کو واپس بلایا اور پھر مسئلہ وہی بتلایا جو امام صاحب کی رائے تھی۔

۸- ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام نے جو اضافات اپنے دادا کی کتاب اخبار ابی حنیفہ پر کئے ہیں، امام شافعی عن الدراوردی نے نقل کیا کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے، یہ کتاب مع اضافات مذکور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں نمبر ۶۳ میں موجود ہے۔ (اقوم المسالک للکوثریؒ)

امام مالک کے تلامذہ واصحاب

بقول امام ذہبی و زرقانی بڑی کثرت امام مالک کے تلامذہ واصحاب کی ہے اور رواۃ احادیث بھی بہت بڑی مقدار میں ہیں، بلکہ امام مالکؒ سے ان کے بعض شیوخ نے بھی روایت کی ہے، مثلاً زہری، ابوالاسود، ایوب انصاری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، محمد بن ابی ذئب، ابن جریج، اعمش وغیرہ۔

امام احمد اور اصحاب صحاح نے امام مالک سے روایت کے لئے اپنی اپنی صوابدید سے الگ الگ رواۃ اختیار کئے ہیں، مشہور اہل علم و فضل تلامذہ میں سے امام محمد، امام شافعی، عبداللہ بن مبارک اور لیث بن سعد، شعبہ، سفیان ثوری، ابن جریج، ابن عیینہ، یحییٰ القطان ابن مہدی وغیر ہیں۔ (مقدمہ اوجز ص ۱۸)

فضل وشرف، عادات ومعمولات

امام مالک مدینہ منورہ میں جس مکان میں ر　　، وہ مکان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تھا، کرایہ پر لے کر ہمیشہ اسی میں رہے، اپنا ذاتی مکان نہیں بنا اور مسجد نبوی میں نشست اس جگہ　　تھے جہاں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نشست کرتے تھے اور وہ وہی جگہ تھی جہاں حضور اکرم ﷺ کا اعتکاف کے وقت بستر مبارک بچھایا جاتا تھا، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ میں مدت العمر کبھی کسی بے وقوف یا کوتاہ عقل والے کی صحبت میں نہیں بیٹھا، امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ امام مالک کی ایسی فضیلت ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی، علماء کے لئے یہ بہت بڑی نعمت ہے

کیونکہ کم عقل لوگوں کی صحبت نورعلم کوتاریک کردیتی ہے اورتحقیق کی بلند چوٹی سے گرا کرتقلید کی پستی میں گرا دیتی ہے جس کی وجہ سے علم کی نفاست میں خرابی ونقصان آجاتا ہے۔(بستان المحدثین)

امام مالک میں طلب علم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے، ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھا، اس لئے مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کوفروخت کر کے کتب وغیرہ خریدتے تھے، اسکے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا اور کثرت سے مال ودولت خود بخود آنی شروع ہوگئی (غالبًا یہ جدی مکان ہوگا) حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا، فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کرلیا اس کو پھر کبھی نہیں بھولا علامہ زرقانی نے لکھا کہ امام مالکؒ نے ۱۷سال کی عمر میں درس دینا شروع کردیا اور آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک لاکھ احادیث لکھیں، جب آپ دفن ہوئے تو آپ کے گھر سے بہت سے صندوق احادیث کے برآمد ہوئے، جن میں سے سات صرف ابن شہاب کی حدیث کے تھے اور آپ کا حلقۂ درس آپ کے مشائخ کے حلقوں سے بھی بڑا ہوا گیا تھا، لوگ ان کے دروازہ پر حدیث وفقہ حاصل کرنے کے واسطے اسی طرح جمع ہوتے تھے جیسے بادشاہوں کے محلات پر جمع ہوتے ہیں، آپ ایک دربان بھی رکھتے تھے جو پہلے خواص کو اندر جانے دیتا تھا پھر عوام کو۔

ایک روایت ہے کہ اندر سے ایک جاریہ (باندی) آکر دریافت کرتی کہ آپ لوگ حدیث کے لئے آئے ہیں یا مسائل کے لئے؟ اگر کہتے کہ مسائل کے لئے تو فوراً باہر آتے اور فتویٰ دیتے تھے، اگر کہتے حدیث کے لئے تو کہلا دیتے کہ توقف کریں اور غسل کر کے نئے کپڑے پہنتے، عمامہ باندھتے، یا لمبی ٹوپی اوڑھتے، خوشبو لگاتے، پھر ادب سے بیٹھ کر حدیث سناتے اور تعظیم حدیث کے لئے پوری مجلس عود سے مہکتی رہتی تھی، تین دن میں ایک بار بیت الخلاء جاتے اور فرماتے کہ مجھے بار بار جاتے شرم آتی ہے، تمام عمر قضاء حاجت کے لئے مدینہ طیبہ کے حرم سے باہر تشریف لے جاتے تھے بجز بیماری وغیرہ کے، سر پر بڑا رومال ڈالتے تھے کہ نہ کوئی ان کو دیکھے نہ وہ دوسروں کو دیکھیں (ہمارے حضرت شاہ صاحب کے بارے میں لوگوں نے بیان کیا کہ دہلی میں قیام مدرسہ امینیہ کے زمانہ میں جب بازار میں نکلتے تھے تو سر پر رومال ڈالتے تھے کہ چہرہ پر بھی اس کا کچھ حصہ بطور نقاب آجاتا تھا، غالبًا اسی مصلحت مذکورہ سے ہوگا)

امام مالک ایسی جگہ کھانے پینے سے بھی احتراز کرتے تھے جہاں لوگوں کی نظریں پڑیں، کسی نے پوچھا، کیسی صبح آپ نے کی؟ فرمایا ایسی عمر میں جو کم ہورہی ہے اور ایسے گناہوں میں جو زیادہ ہورہے ہیں۔

باوجود ضعف وکبرسنی بھی مدینہ طیبہ میں کبھی سوار ہوکر نہیں چلتے تھے کہ جس ارض مقدس کے اندر جسم مبارک رسول اللہ ﷺ ہو اس کے اوپر سوار ہوکر چلنا خلاف ادب جانتے تھے۔

مادحین امام مالک

ابن مہدی کا قول ہے کہ سفیان ثوری امام حدیث تھے، امام سنت نہ تھے، امام اوزاعی امام سنت تھے، امام حدیث نہ تھے، لیکن امام مالک دونوں کے امام ہیں، ابن صلاح نے اس کی وضاحت کی کہ سنت سے یہاں ضد بدعت مراد ہے کیونکہ بعد لوگ عالم بالحدیث تو ہوتے ہیں مگر عالم بالسنۃ نہیں ہوتے۔

امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے امام مالک سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والا نہیں دیکھا، امام شافعی نے فرمایا کہ امام مالک بعد تابعین کے خدا کی حجت تھے اس کی مخلوق پر۔ (تہذیب ص۸ ج۱۰)

امام بخاری سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ صحیح سند کونسی ہے تو فرمایا مالک عن نافع عن ابن عمر (تہذیب ص۶ ج۱۰) پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ امام اعظم سے بھی یہ اصح الاسانید مروی ہے اگرچہ امام بخاری وغیرہ نے اس کو نہیں بتلایا۔

امام یحییٰ القطان اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ امام مالک امیر المومنین فی الحدیث ہیں، اسحٰق بن ابراہیم کہتے تھے کہ جب ثوری، مالک اور اوزاعی ایک امر پر متفق ہو جائیں تو وہی سنت ہے اگر چہ اس میں نص صریح نہ ہو، امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ امام مالک سے بغض رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ بدعتی ہے، مصعب الزبیری کا قول ہے کہ امام مالک ثقہ، مامون، ثبت، عالم فقیہ حجت ورع ہیں، ابن عیینہ اور عبدالرزاق کا قول ہے کہ حدیث ابو ہریرہ کے مصداق اپنے زمانہ میں امام مالک ہیں۔

تالیفات: امام مالک کی مشہور ومقبول ترین کتاب تو موطا ہی ہے، لیکن اس کے سوا ان کے بہت سے رسائل ہیں جن کی تفصیل مقدمہ اوجز المسالک میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے کی ہے، ابن الھباب نے ذکر کیا کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی تھیں، ان میں سے دس ہزار منتخب کر کے موطأ میں درج کیں پھر برابر ان کو کتاب وسنت اور آثار واخبار صحابہ پر پیش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ کم ہو کر پانچسو ۵۰۰ رہ گئیں، علامہ کیاالھراسی نے اپنی تعلیق اصول میں کہا موطا مالک میں ۹ ہزار احادیث تھیں پھر کم ہوتے ہوتے سات سو ۷۰۰ رہ گئیں، علامہ ابوبکر ابہری نے کہا کہ موطا میں کل آثار نبی اکرم ﷺ اور صحابہ وتابعین کے ایک ہزار سات سو بیس ۱۷۲۰ ہیں جن میں مسند ۶ سو ہیں، محدث ابونعیم نے حلیہ میں لکھا کہ ابوخلید نے کہا میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا، موطأ چار روز میں پڑھا امام مالک نے فرمایا وہ علم جس کو ایک شیخ نے ساٹھ سال میں جمع کیا تھا تم نے اس کو چار دن میں حاصل کر لیا، تم لوگ کبھی فقیہ نہ بن سکو گے امام مالک سے ان کے زمانہ میں ہی تقریباً ایک ہزار لوگوں نے موطا کو سن کر جمع کیا تھا اور فقہاء، محدثین، صوفیا، امراء اور خلفاء نے تبرکاً بھی آپ سے موطأ کی سند حاصل کی، موطأ کا سب سے مشہور نسخہ مصمودی اندلسی کا ہے اور فقہ وحدیث وآثار کی جمع وترتیب کے اعتبار سے امام محمد کا موطأ سب سے زیادہ اہم واعظم ہے، موطأ امام مالک کی شروح بڑی کثرت سے لکھی گئیں، ان کی تفصیل شیخ الحدیث نے مقدمہ اوجز میں کی ہے۔

بعض اقوال وکلمات امام مالک

امام مالکؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے جو علم وحکمت سے پر اور ایک حدیث نبوی کا مضمون ادا کرتا ہے۔

(وخیر امور الدین ما کان سنۃ وشر الامور المحدثات البدائع

یعنی دین کا بہتر کام وہ ہے جو طریقہ رسول اکرم ﷺ کے مطابق ہو اور بدترین وہ ہے جو سنت کے خلاف اور نئی نئی بدعتیں تراش لی جائیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ڈال دیتا ہے، امام اعظم پر قلت روایت کا طعن کرنے والے ذرا اسی مقولہ امام مالک پر غور کریں۔

ایک دفعہ کسی نے طلب علم کے بارے میں کچھ پوچھا، فرمایا طلب علم اچھی چیز ہے مگر انسان کو زیادہ اس امر کا خیال کرنا چاہئے کہ صبح سے شام تک جو امور واجبہ ہیں، ان پر مضبوطی سے اور استقلال کے ساتھ عمل کتنا کیا ہے، ایک مرتبہ فرمایا کہ عالم کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ علمی مسائل کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرے جو ان کو سمجھنے سے قاصر ہوں کیونکہ اس سے علم کی اہانت وذلت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص ۶ ماہ کی مسافت طے کر کے امام مالک کی خدمت میں پہنچا اور ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے بے تکلف فرمادیا کہ مجھے اسکا جواب اچھی طرح معلوم نہیں وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ اچھا! میں اپنے شہر والوں سے کیا کہوں؟ فرمایا! کہہ دینا کے مالک نے اپنی لاعلمی کا اقرار کیا ہے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ بے کار اور غلط باتوں کے پاس پھٹکنا بربادی ہے، غلط بات زبان پر لانا سچائی سے دوری کی بنیاد ہے، اگر انسان کا دین بگڑنے لگے تو دنیا کتنی بھی زیادہ ہو بیکار ہے، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ علم ائندہ اور گھٹے گا بڑھے گا نہیں اور ہمیشہ نزول کتب سماویہ اور بعثت انبیاء علیہم السلام کے بعد گھٹا ہی کرتا ہے

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو وزیر جعفر برمکی کو آپ کے پاس بھیجا کہ سلام پہنچائے اور خواہش کی کہ موطا لاکر مجھے سنادیں آپ نے فرمایا کہ خلیفہ سے بعد سلام کہدینا کہ علم کسی کے پاس نہیں جاتا بلکہ لوگ اسی کے پاس آتے ہیں، جعفر نے پیغام پہنچادیا پھر امام مالکؒ بھی خلیفہ سے ملے تو خلیفہ نے شکایت کی کہ آپ نے میرا حکم رد کردیا، امام مالک نے اول تو سند کے ساتھ روایت سنائی کے زید فرماتے ہیں نزول وحی کے وقت سرکار دوعالم ﷺ کا زانوئے مبارک میرے زانو پر تھا، صرف کلمۃ غیر اولی الضرر نازل ہوا تاکہ اس کے وزن سے میرا زانو چورچور ہوجانے کے قریب ہوگیا تھا، پھر فرمایا کہ علوم نبوت پچاس ہزار سال کی مسافت سے ہم تک پہنچے ہیں ہمیں بھی ان کی تعظیم وتوقیر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت وبادشاہت دی ہے، اگر آپ ہی ان علوم کی قدر نہ کریں گے تو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت برباد نہ کردے، یہ سن کر خلیفہ اٹھا اور موطاً سننے کے لئے امام کے ساتھ ہوگیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ اس موقعہ پر خلیفہ نے اپنے صاحبزادوں کو بھی ساتھ لیا تاکہ وہ بھی موطا سنیں، امام مالک نے اس کو اپنی مسند پر بٹھایا لیکن جس وقت موطأ پڑھنے کا وقت آیا تو خلیفہ نے کہا کہ آپ ہی مجھے پڑھ کر سنایئے، امام نے فرمایا کہ میں خود پڑھ کر سنانا چھوڑ چکا ہوں، دوسرے پڑھتے ہیں اور میں سنتا ہوں خلیفہ نے کہا اچھا! میں خود سنتا ہوں مگر اور سب لوگوں کو آپ باہر کردیجئے! فرمایا کہ علم کی خاصیت یہ ہے کہ اگر خاص لوگوں کی رعایت سے عام لوگوں کو محروم کیا جائے تو پھر خواص کو بھی اس سے نفع نہیں ہوتا، اس کے بعد آپ نے معن بن عیسیٰ کو حکم دیا کہ وہ قرأت کریں اور جب قرأت شروع ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا کے اے امیر المومنین! اس شہر میں اہل علم کا یہ دستور ہے کہ وہ علم کے لئے تواضع کرنا پسند کرتے ہیں، خلیفہ ہارون رشید یہ سن کر مسند سے اتر کر سامنے آبیٹھا اور موطأ سننے لگا۔

امام مالک کا ابتلاء ۱۴۶ھ

والی مدینہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کردی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے تو اس پر جعفر کو سخت غصہ آیا اور امام مالک کو بلوا کر کوڑے لگوائے، ان کو کھینچا گیا اور دونوں ہاتھ کھنچوا کر مونڈھے اتروادیئے، ان سب باتوں سے امام صاحب کی عزت و وقعت بہت بڑھ گئی اور شہرت دور دراز تک پہنچ گئی، بعض کہتے ہیں کہ تقدیم عثمان، علی پر وجہ ابتلا ہوئی، بعض نے طلاق مکرہ کا مسئلہ بیان کیا کہ امام صاحب اس کو درست نہ کہتے تھے۔

یہ ابتلاء غالباً ۱۴۶ھ کا ہے اس کے بعد جب خلیفہ منصور حج کے لئے حرمین حاضر ہوا تو امام مالکؒ کا قصاص جعفر بن سلیمان سے لینا چاہا، یعنی سزا دینی چاہی مگر امام مالکؒ نے روک دیا اور فرمایا خدا کی پناہ! ایسا نہیں ہوسکتا، واللہ! جب بھی مجھ پر کوڑا پڑتا تو میں اس کو اسی وقت حلال و جائز کردیتا تھا بسبب جعفر کی قرابت رسول اکرم ﷺ کے، دراوردی کہتے ہیں کہ میں اس وقت موجود تھا جب کوڑے مارے جاتے تھے تو امام صاحب فرماتے تھے، اے اللہ! ان کو بخش دے وہ مجھے نہیں جانتے، یہ بھی نقل ہے کہ جب آپ کوڑوں کی ضرب سے بیہوش ہوگئے اور گھر پر لائے گئے تو ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ تم سب گواہ رہو کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کردیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ الی الابد۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت ۱۵۰ھ، وفات ۲۰۴ھ عمر ۵۴ سال

اسم ونسب

ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع، قریشی، آں حضرت ﷺ کے جد اعلیٰ عبد مناف میں آپ کا نسب مل جاتا ہے، بیت المقدس سے دو مرحلہ پر ایک مقام غزہ یا عسقلان میں آپ کی ولادت ہوئی، دو سال کی عمر میں آپ کے والدین آپ کے ساتھ مکہ معظمہ

آ گئے تھے نہایت تنگدستی میں آپ کی پرورش ہوئی یہاں تک کہ علمی یاداشتوں کے لئے کاغذ میسر نہ ہوتا تو ہڈیوں پر لکھ لیتے تھے۔

تحصیل علم

آپ کی ابتدائی عمر ادب، تاریخ وشعر وغیرہ کی تحصیل میں گذری، ایک مرتبہ منیٰ میں تھے کہ پشت کی طرف سے آواز سنی علیک بالفقہ یعنی فقہ سیکھو، اس کے علاوہ مسلم بن خالد زنجی نے بھی آپ کی فہم وذکاوت اور حسن استعداد کا اندازہ کر کے ترغیب دی کہ علم فقہ حاصل کریں چنانچہ اولاً ان ہی کی شاگردی اختیار کی، پھر امام مالک کی خدمت میں پہنچے اس وقت موطاً حفظ کر چکے تھے اور عمر صرف ۱۳ سال تھی، امام مالک کے سامنے موطاً کی قرأت زبانی کی، امام مالک کو تعجب ہوا اور قرأت پسند کی اور فرمایا، تم تقویٰ کو اپنا شعار بنانا، ایک زمانہ آئیگا کہ تم بڑے شخص ہوگے، یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں ایک نور ودیعت کیا ہے، معصیت سے اس کو ضائع نہ کرنا، امام شافعی امام مالک کے پاس صرف آٹھ ماہ رہے جیسا کہ تانیب ص ۱۸۲ میں ہے۔

امام محمد و امام شافعی کا تلمذ امام مالک سے

امام محمد (استاد امام شافعی) امام مالک کی خدمت میں تین سال سے زیادہ رہے، اسی لئے قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری نے اپنی مبسوط میں (جو مبسوط سرخسی کی طرح تیس جلدوں میں ہے، یہ عامری شیوخ سرخسی کے طبقہ میں تھے) لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی نے امام محمد سے سوال کیا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک میں سے آپ کے نزدیک کون زیادہ اعلم ہے؟ فرمایا امام محمد نے کہا کس اعتبار سے؟ کہا علم کتاب اللہ کے اعتبار سے فرمایا، ابو حنیفہ، پھر پوچھا علم سنت کے اعتبار سے؟ فرمایا امام ابو حنیفہ معانی حدیث کے زیادہ عالم تھے اور امام مالک الفاظ حدیث کی بصیرت زیادہ رکھتے تھے، پوچھا اقوال صحابہ کا علم کس کے پاس زیادہ تھا؟ تو اس پر امام محمد نے دکھلانے کے لئے امام اعظم کی کتاب "اختلاف الصحابہ" طلب کی الخ (پورا واقعہ حسب روایت عامری)، واقعہ بظاہر صحیح یہی ہے کہ جس کو الٹ پلٹ کر اور مسخ وتحریف کر کے جھوٹے رواۃ کی روایت سے خطیب وغیرہ نے کچھ سے کچھ کر دیا جو روایت ودرایت کی رو سے مغالطہ آمیزی کا اعلیٰ شاہکار ہے، علامہ کوثری نے تانیب، بلوغ الامانی اور احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق میں ان غلط روایات کی پوری طرح تردید کردی ہے، امام محمد رحمہ اللہ کے حالات میں ہم بھی کچھ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام شافعی کا پہلا سفر عراق

امام شافعی مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں محدث شہیر سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم فی الحدیث) سے حدیث حاصل کی، اس کے بعد یمن چلے گئے اور وہاں فکر معاش کی وجہ سے علمی مشاغل سے ہٹ کر بعض ولاۃ وحکام کے یہاں کچھ کام انجام دے کر روزی حاصل کرتے رہے، علامہ ابن عماد حنبلی حافظ ابن عبدالبر سے امام شافعی کے تذکرہ میں نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی وہاں سے علوی خاندان کے نو اشخاص کے ساتھ گرفتار ہو کر بغداد آئے، ہارون رشید اس وقت رقہ میں تھا، اس لئے یہ لوگ بغداد سے رقہ آئے اور خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے، وہاں رقہ کے قاضی امام محمد موجود تھے جو امام شافعی کے محب تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ امام شافعی ہارون رشید کی خلافت پر طعن کرنے کے الزام میں گرفتار ہو کر آئے ہیں تو وہ بہت بے چین ہوئے اور امام شافعی کو بچانے کی فکر میں لگے رہے، پیشی کے بعد اور لوگ تو قتل کر دیئے گئے ایک علوی نوجوان اور امام شافعی بچ گئے، اس نوجوان نے الزام سے برأت ظاہر کی مگر مسموع نہ ہوئی وہ بھی قتل کر دیا گیا، پھر خلیفہ نے امام شافعی سے سوالات کئے اور اس وقت امام محمد بھی دربار میں پہنچ گئے تھے، امام شافعی نے کہا میں تو علوی ہی نہیں ہوں زبردستی ان لوگوں کے

ساتھ گرفتار کر کے لایا گیا ہوں، میں بنی عبدالمطلب سے ہوں اور اسی کے ساتھ کچھ علم سے بھی تعلق ہے، آپ کے یہ قاضی صاحب بھی ان سب باتوں سے واقف ہیں، ہارون رشید نے کہا اچھا آپ محمد بن ادریس ہیں؟ امام نے کہا جی ہاں؟ پھر خلیفہ نے امام محمد سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا واقعی اسی طرح ہے جس طرح یہ کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا بیشک ایسا ہی ہے اور علم میں ان کا پایہ بہت بلند ہے جو شکایت ان کی کی گئی ہے وہ ان کی شان سے بعید ہے، خلیفہ نے کہا اچھا تو آپ ان کو اپنے ساتھ لے جایئے! میں ان کے معاملہ میں غور کروں گا۔

''خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام محمد مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے اور اس طرح وہی میری گلوخلاصی کا سبب ہوئے، گویا امام محمد کا یہ سب سے پہلا اور بڑا احسان نہ صرف امام شافعی پر بلکہ ان کے سارے متبعین الیٰ یوم القیامۃ پر ہے کہ امام شافعی کی جان بچائی۔

رحلت مکذوبہ امام شافعی

مگر افسوس ہے کہ متبعین میں آبری اور محدث بیہقی وغیرہ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اس احسان عظیم کی مکافات میں ایک رحلۃ مکذوبہ اپنی کتابوں میں نقل کی پھر امام رازی نے بھی مناقب شافعی میں اس کو نقل کر کے اور آگے چلتا کیا اور آج تک اس کو نقل کرنے والے اور بہت سے غیر محقق مزاج ہو گئے ہیں۔

تحقیق حافظ ابن حجر

چنانچہ حافظ ابن حجر نے توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس ص ۷۱ میں لکھا کہ اس رحلۃ مکذوبہ کو آبری اور بیہقی وغیرہ نے مطول و مختصر نقل کیا اور امام رازی نے بھی اسی کو چلتا کر دیا، حالانکہ اس کی کوئی معتمد سند نہیں ہے اور وہ جھوٹی ہے اکثر حصہ اس کا موضوع اور کچھ حصے دوسری روایات کے ٹکڑے جمع کر کے جوڑ دیئے گئے ہیں، اور سب سے زیادہ واضح جھوٹ اس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے ہارون رشید کو امام شافعی کے قتل پر آمادہ کیا اور اس کا بطلان دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ امام شافعی جس وقت بغداد آئے تو اس وقت امام ابو یوسف موجود ہی نہ تھے کیونکہ ان کا انتقال ۱۸۲ھ میں ہو چکا تھا، اور امام شافعی پہلی بار ۱۸۴ھ میں اس سے دو سال بعد وہاں پہنچے ہیں، دوسرے یہ کہ وہ دونوں اس امر سے بہت برگزیدہ تھے کہ کسی بے گناہ مسلمان کے قتل کے لئے سعی کریں، ان کا منصب عالی اور جلالت قدر اور جو کچھ ان کے دین و تقویٰ کے بارے میں مشہور ہے وہ ایسے امور کے قطعاً منافی ہے۔

امام شافعی کا امام محمد سے تعلق و تلمذ

امام شافعی کی ملاقات اس موقع پر امام محمد سے ضرور ہوئی ہے اور وہ ان کو پہلے سے بھی حجاز سے جانتے تھے اور انہوں نے امام محمد سے علم حاصل کیا بلکہ ان کی خدمت میں رہ پڑے تھے، نیز حافظ ابن حجر نے ساجی کی ایک دوسری روایت کی بھی تردید کی اور کہا کہ یہ بھی بے سند بات ہے کیونکہ امام محمد نے امام شافعی کے ساتھ ہمیشہ لطف و محبت اور مساعدت کا معاملہ کیا ہے اور اسی لئے امام شافعی سے بھی ائمہ میں سے کسی امام کے حق میں اتنی ثناء و مدح منقول نہیں ہے جس قدر امام محمد کے بارے میں ہے (واقعی وہ ایسی تعریف کے مستحق بھی تھے) اور یہ خود بڑی تکذیب جھوٹ گھڑنے والوں کیلئے ہے جس تردید نہیں کی جا سکتی۔

معذرت

راقم الحروف معذرت خواہ ہے کہ ایسے امور کے بیان میں خاص طور سے اطناب و طویل کو ترجیح دی ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اردو میں ان بزرگوں کے حالات لکھنے والے ہمارے حنفی علماء نے بھی ضرورت سے زیادہ اختصار سے کام لیا ہے اور ایسے اہم واقعات کا

ذکر تک نہیں کیا، ان کی تنقیح، تصحیح وغیرہ تو کیا کرتے اسی لئے ہمارے اکابر کا صحیح اور کامل تعارف بہت کم سامنے آیا اور دوسری طرف حاسدین و معاندین برابر ایسی ہی بے سند جھوٹی باتوں کا پروپیگنڈا کر کے عوام وخواص کو اکابر احناف سے بدظن کرتے رہے، ہمارا مطمح نظر یہ ہے کہ صحیح واقعات وحالات کے تمام گوشے یک جا ہو کر ضرور سامنے ہو جائیں، وبیدہ التوفیق۔ خدا تعالیٰ جزائے خیر دے، علامہ کوثری کو کہ ان کی وجہ سے ہمیں ایسے تاریخی حقائق کے بیان میں بڑی مدد مل جاتی ہے۔

حاسدین ومعاندین کے کارنامے

رحلۃ مکذوبہ مذکورہ بالا کے ساتھ دونوں مذہب کے بدخواہوں نے اختلاف وتعصب کو ہوا دینے کے لئے دوسری حاشیہ آرائیاں بھی کیں، مثلاً کہا گیا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد امام شافعی پر حسد کرتے تھے حالانکہ امام شافعی اس زمانہ میں طالب علم کی حیثیت میں تھے اس وقت ان میں کوئی خاص فضل وامتیاز قابل حسد نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ امام شافعی نے جو موطا امام مالک سے روایت کیا تھا اس کا تداول بھی اور موطاؤں کی طرح نہ ہوا، کیونکہ وہ ان کی ابتدائی دور کی چیز تھی اور وہ مدینہ سے مکہ ہو کر یمن چلے گئے تھے، جہاں عرصہ تک وہ علمی زندگی سے الگ رہے۔

دوسرے اگر امام شافعی اس وقت بھی محسود ہو گئے تھے تو وہ اپنے حاسد امام محمد ہی کا کیوں دامن پکڑتے ان سے ہی علم حاصل کرتے باقاعدہ تلمیذ بنتے اور اپنی کتابوں میں بھی ان سے روایت کرتے اور ہمیشہ بقول حافظ ابن حجر کی ان کی تعریف بھی سب سے زیادہ کرتے، امام محمد کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں امام شافعی اس طرح رہتے تھے کہ راحۃ القلوب میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء نے حضرت زبدۃ العافرین خواجہ فرید الدین گنج کا قول ذکر کیا ہے کہ امام اعظم کی تو شان ہی بہت بلند ہے ان کے شاگرد امام محمد کا وہ درجہ تھا کہ جب وہ سوار ہو کر کہیں جاتے تھے تو امام شافعی ان کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے اور فرمایا کہ اسی سے دونوں مذاہب میں فرق کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے، انتہی ملخصا۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۰۴)

پھر یہ بھی ہر دوست دشمن امام محمد کے حالات پڑھ کر جانتا ہے کہ اہل علم میں سے وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والے تھے چنانچہ طالبی کے امان کا مشہور واقعہ اس کے لئے کافی ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کے وفور جذبات غیظ وغضب کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام محمد نے اس کے امان کی آخر تک تائید کی جب کہ دوسرے علماء نے مداہنت کی، یہ واقعہ امام محمد کے حالات میں لکھا جائے گا، علامہ کوثری نے اس موقعہ پر لکھا ہے کہ محدث بیہقی کا تعصب تو معرفۃ السنن سے بھی معلوم تھا کہ امام طحاوی پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے بلکہ اپنے معائب ان کی طرف منسوب کئے مگر یہ خیال نہ تھا کہ وہ جھوٹے واقعات بلوی ایسے کذاب راویوں سے امام ابو یوسف وامام محمد ایسے جلیل القدر ائمہ پر بھی نقل کر دینگے، اور اس امر کی بھی پرواہ نہ کریں گے کہ صحیح تاریخ کی روشنی میں اس قسم کا جھوٹ پیروں پر نہ چل سکے گا تو کتنی فضیحت ہوگی، چنانچہ بیہقی پر اعتماد کر کے امام الحرمین جوینی، ابو حامد طوسی اور فخر الدین رازی جیسے حضرات بھی دھوکہ میں پڑ گئے جو خود تنقیح وتمحیص روایات نہ کر سکتے تھے اور ان واقعات کو صحیح سمجھ کر نہ صرف ان حضرات نے ان کو نقل کیا بلکہ دوسرے معاملات میں بھی جذبات غضب سے مجبور ہو کر بے انصافی پر اتر آئے جو ان کی شان کے مناسب نہ تھی، ملاحظہ ہو امام الحرمین کی مشہور کتاب "مغیث الخلق" جس کا جواب علامہ کوثری نے "احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق" لکھا اور سبط ابن الجوزی نے الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح" لکھی۔ ارادہ ہے کہ ان مفید ونادر کتابوں کے تراجم "ادارہ ناشر العلوم" سے شائع کئے جائیں گے۔ وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم.

غرض امام شافعی کی طرف منسوب ایک رحلۃ مکذوبہ تو یہ تھی جس کی تردید حافظ ابن حجر سے آپ پڑھ چکے ہیں اور ان سے پہلے علامہ ابن تیمیہ نے منہاج میں اور ان سے پہلے مسعود بن شیبہ نے کتاب التعلیم میں بھی تردید کی تھی کیونکہ بلوی مشہور کذاب تھا۔

دوسری رحلت مکذوبہ

دوسری رحلۃ مکذوبہ ہندومصر میں حاسدین ومعاندین احناف کی سعی سے مسند شافعی کے ساتھ شائع کی گئی بلکہ اس کو دلچسپ قصہ کے طور پر مرتب کر کے الگ بھی خوب شائع کیا گیا اور بلاوجہ علامہ سیوطی وشعرانی کی طرف بھی اس کو منسوب کر دیا گیا تا کہ زیادہ رواج ہو اور طبع مصر میں تو یہ بھی کہہ دیا گیا کہ امام شافعی کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی یہ رحلت دستیاب ہوئی ہے، بعض لوگوں نے یہ بھی دعوی کر دیا کہ امام شافعی ۱۶۴ھ میں مدینہ سے عراق چلے گئے تھے تا کہ امام ابو یوسف وامام محمد دونوں سے ملاقات ثابت ہو جائے اور پہلی سب اکذوبات صحیح سمجھی جائیں، یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس ;تت امام شافعی نے ان دونوں سے مناظرے کئے اور امام محمد کی چوری سے ان کے خاص کتب خانہ سے امام اعظم کی کتاب الاوسط لے کر ایک رات میں ساری حفظ کر لی اور پھر امام محمد اس سے کوئی چیز نقل کرتے تو اس کی تغلیط بھی کرنے لگے اور امام محمد اپنی کتابیں امام شافعی کو دینے میں بھی بخل کرنے لگے، پھر امام شافعی بلاد فارس گئے، بعض لوگوں نے لکھا کہ امام شافعی ۱۷۱ھ میں وہاں سے واپس ہو کر پھر بغداد آئے اور کتاب الزعفرانی تالیف کی، حالانکہ اس وقت زعفرانی کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی، چہ جائیکہ اس کے نام پر امام شافعی کتاب لکھتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ سب واقعات بے بنیاد اور خود حافظ ابن حجر کی تصریح سے کہ امام شافعی ۱۸۴ھ سے پہلے بغداد پہنچے ہی نہیں، یہ سارے اکذوبات حرف غلط کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ (بلوغ الامانی ص ۲۸ تا ص ۳۵)

افسوس ہے کہ ہمارے بعض محترم معاصرین نے بھی امام شافعی کے تذکرہ میں مدینہ طیبہ کے بعد عراق کے سفر کا ذکر بے تحقیق کر دیا ہے اور پھر اس چیز کا بھی ذکر تک نہیں کیا کہ عراق پہنچ کر امام شافعی نے امام محمد کے پاس برسوں رہ کر وہ علوم حاصل کئے جن سے وہ امام مجتہد بنے کیونکہ ان کی ساری ممتاز علمی زندگی کا دور امام محمد کی خدمت میں رہنے کے بعد ہی سے شروع ہوتا ہے ۱۸۴ھ سے قبل کی زندگی علمی اعتبار سے قابل ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی امام محمد کی خدمت میں

غرض امام شافعی اس الزام سے بری ہو کر جس میں گرفتار ہو کر یمن سے بغداد آئے تھے، امام محمد ہی کی خدمت میں رہ کر علم فقہ وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے، تقریبا ساٹھ دینار صرف کر کے امام محمد کی تصنیفات نقل کرائیں اور خود بھی نقل کی ہوں گی، امام محمد سے ایک بختی اونٹ کی بوجھ کے برابر کتابوں کا علم حاصل کیا جو امام شافعی نے ان سے تنہا پڑھیں یعنی دوسرے تلامذہ کے ساتھ جو کچھ علم حاصل کیا وہ اس کے سوا ہے اور اس کے بعد ان کی قدر ومنزلت بڑھنی شروع ہوگئی۔

امام محمد کی خصوصی توجہات

امام شافعی نے ابتداء میں جب کتابیں نقل کرا رہے تھے اور ایک دفعہ کتابیں دینے میں امام محمد صاحبؒ نے کچھ دیر کی تو امام محمد کو چار شعر لکھ کر بھیجے، جن کا مفہوم یہ تھا کہ اس شخص کو جس کو دیکھنے والوں نے اس کا مثل نہیں دیکھا اور جس نے اس کو دیکھا اس نے گویا اس سے پہلے کے (استاذ وامام) کو بھی دیکھ لیا، میرا پیغام پہنچاؤ کہ علم اہل علم کو اس امر سے روکتا ہے کہ وہ مستحقین علم سے روکا جائے کیونکہ امید بھی ہے کہ وہ مستحق علم بھی آگے کے مستحق علم ہی کو مستفید کرے گا۔

ابن جوزی نے منتظم میں نقل کیا کہ امام محمد ان اشعار کو پڑھ کر اتنے مسرور ومتاثر ہوئے کہ مطلوبہ کتابیں عاریتاً نہیں بلکہ فوراً ہی بطور ہدیہ امام شافعی کے پاس بھیج دیں، اس واقعہ کو مع ابیات کے ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں اور صیمری وغیرہ نے بھی مع سند کے نقل کیا ہے اس سے اندازہ کیا جائے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر امام بطور خوشامد جھوٹی تعریف تو نہیں کر سکتے تھے اور وہ امام محمد سے پہلے امام مالک، امام وکیع،

سفیان بن عیینہ جیسے جبال علم حدیث وفقہ کو دیکھ چکے تھے پھر بھی اعتراف کیا کہ انہوں نے امام محمد جیسا نہیں دیکھا اور امام محمد ہی کے علم وفضل سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے فضل وامتیاز کا بھی اندازہ لگالیا اور برملا اس کا اعتراف بھی کرلیا، یہ خود ان کی بڑائی وبرتری کی بھی بڑی شہادت ہے **وھکذا یکون شان اھل العلم والتقی، یرحمھم اللہ جمیعا و جعلنا معھم یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔**

یہ امام شافعی کا قلب سلیم ہی تھا جس کی ہم نوائی ان کی زبان وقلم نے بھی کی پھر ان کے ہی متبعین میں وہ لوگ ہوئے جنہوں نے اپنے امام کے اساتذہ واماموں کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ جائز رکھا، یوں بھی امام شافعی کی عملی زندگی اس کی گواہ ہے کہ ان کے دل میں امام اعظم کی بے حد قدر ومنزلت تھی خود فرمایا کرتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر روزانہ حاضر ہوتا ہوں اور جب بھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو نفل پڑھ کر امام صاحب کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں خدا سے اپنی حاجت مانگتا ہوں جس سے بہت جلد میری ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ (موفق ص ۱۹۹ ج ۲)

مالی امداد

حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابوعبید سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمدؒ نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے اور دے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہیں تو میرے ساتھ رہئے؟ یہ بھی فرمایا کہ اس رقم کو لینے میں آپ کو کوئی تکلف وتامل نہ کریں جس پر امام شافعی نے کہا اگر آپ میرے نزدیک ان لوگوں میں سے ہوتے جن سے مجھے تکلف برتنا چاہیے تو یقیناً آپ کی امداد قبول نہ کرتا، اس سے امام شافعی نے اپنے خاص تعلق ویگانگت کا بھی اظہار فرمادیا۔

امام شافعی کا حسن اعتراف

امام شافعی نے یہ بھی فرمایا کہ علم اور اسباب دنیوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں ہے جس قدر امام محمد کا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ امام محمد اکثر اوقات ان کا خیال رکھتے تھے، ابن سماعہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے امام شافعی کے لئے کئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کردیئے۔

امام مزنی سے منقول ہے کہ امام شافعی فرماتے تھے، ایک دفعہ عراق میں قرضہ کی وجہ سے میں محبوس ہوگیا امام محمد کو معلوم ہوا تو مجھے چھڑا لیا، اسی لئے میں ان کا سب سے زیادہ شکر گذار ہوں۔ (کردری ص ۱۵۰ ج ۲)

امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے، امام محمد سے زیادہ کسی کو کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان پر ہی اتری ہے ایک دفعہ فرمایا کہ امام محمد کی کتابیں نقل کرانے پر میں نے ساٹھ اشرفیاں صرف کیں پھر غور وتدبر کیا تو ان کے لکھے ہوئے ہر مسئلہ کے ساتھ ایک ایک حدیث رکھی یعنی اقوال ومسائل کو مطابق احادیث نبویہ پایا۔

امام محمد کی مزید توجہات

ابن ابی حاتم نے یہ بھی نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں امام محمد کی خدمت میں رہ پڑا ان کی کتابیں نقل کیں اور ان حضرات کے اقوال ونظریات پر مطلع ہوا اور جب امام محمد مجلس سے چلے جاتے تھے تو میں ان کے اصحاب سے بحث ومباحثہ بھی کرتا تھا............امام محمد نے ایک روز فرمایا کہ میں نے سنا تم میرے اصحاب سے بحث مباحثہ کرتے ہو آؤ آج میرے ساتھ بھی شاہد یمین کے مسئلہ پر بحث کرو، مجھے ادب مانع ہوا، انکار کیا تو بڑے اصرار سے مجھے مجبور کیا اور میری بحث سن کر اس کو پسند کیا، مجھے داد دی اور اس کا ذکر ہارون رشید سے بھی کیا

خلیفہ نے بھی اس کو پسند کیا اور مجھے اپنے پاس آنے جانے کا موقعہ دیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد امام شافعی پر کس قدر شفقت فرماتے تھے اور مناظرہ ومباحثہ میں بھی ان کی رہنمائی وحوصلہ افزائی فرماتے تھے اور خلیفہ کے یہاں بھی ان کی قدر افزائی کی سعی فرمائی، ادھر امام شافعی کا فرط ادب سے بحث سے رکنا وغیرہ امور سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جو قصے دوسرے طرز کے گھڑے گئے وہ درایت وروایت کے اعتبار سے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتے، واللہ المستعان۔

علامہ صیمری نے ربیع سے یہ بھی روایت کی کہ امام شافعی نے فرمایا کہ بجز امام محمد کے جس سے بھی میں نے مسائل پوچھے اس نے جواب میں کچھ نہ کچھ ناگواری کے آثار ظاہر کئے، صرف امام محمد کو ہر موقعہ پر پوری طرح ہشاش بشاش پایا (انتقاء میں بھی اسی طرح ہے ص ۶۹)

خطیب نے امام شافعی کے ترجمہ میں (ص ۱۶ ج ۲) ایک روایت امام محمد وامام شافعی کے مناظرہ اور امام محمد کو ساکت کردینا اور ہارون رشید کی طرف سے بھی تائید امام شافعی کی ابن جارود سے نقل کی ہے حالانکہ خود خطیب نے بھی ابن جارود کو ص ۳۴۷ ج ۲ میں کذاب کہا ہے۔

خطیب وحافظ کا ذکر خیر

لیکن خطیب کی عادت ہے کہ جب کوئی بات ان کے زعم کے موافق ہو تو اس کے جھوٹ ہونے پر تنبیہ کئے بغیر نقل کردیا کرتے ہیں اس سے کچھ تعجب نہیں، تعجب تو قاضی ابوالطیب طبری سے ہے کہ انہوں نے بھی امام شافعی کی جلالت قدر بتلانے کے لئے خطیب جیسی روش اپنائی اور ان سے بھی زیادہ حیرت حافظ ابن حجر پر ہے کہ انہوں نے بھی مناقب شافعی میں اس حکایت مکذوبہ کو نقل کیا حالانکہ وہ یقیناً جانتے ہوں گے کہ یہ حکایت جھوٹی ہے اور بیہقی میں بھی خطیب کی طرح اپنی تائید کے لئے روایۃ اکاذیب سے احتراز نہیں کرتے، اس لئے یہ عذر بھی نہیں ہوسکتا کہ حافظ نے بیہقی کا اس معاملہ میں اتباع کیا ہو۔ (بلوغ الامانی ص ۲۶)

امام شافعی اور اصول فقہ

امام شافعی نے ابن مہدی کی فرمائش پر اصول فقہ "الرسالہ" کے نام سے تصنیف کی جس کی وجہ سے ان کو اصول فقہ کا موسس وبانی بھی کہا جاتا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ان سے پہلے امام ابو یوسف اصول فقہ پر تصنیف کرچکے تھے اس لئے اصل موسس وبانی تو وہ تھے البتہ امام شافعی نے اصول فقہ شافعی پر سب سے پہلی تصنیف کی ہے۔

فقہ شافعی

فقہ میں امام شافعی کا خاص طریقہ یہ تھا کہ آپ صحیح احادیث کو لیتے اور حجت سمجھتے تھے ضعیف احادیث کو ترک کردیتے تھے کسی اور مذہب وفقہ میں ایسا نہیں ہے چنانچہ فقہ حنفی میں بھی حدیث ضعیف قیاس کے مقابلہ میں حجت ہے لیکن دنیا کو پروپیگنڈے کے زور سے باور بھی کرایا گیا کہ احناف اہل رائے وقیاس ہیں حدیث مرسل بھی فقہ حنفی میں قیاس کے مقابلہ میں راجح ومقبول ہے جبکہ بعض دوسرے محدثین اس کو حجت نہیں مانتے، غرض احناف کی مظلومیت کی داستان اس قدر طویل ہے کہ شاید بخاری شریف کے آخری پارہ تک ہم اس پر کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہیں گے۔ (واللہ الموفق)

دوسرا سفر بغداد

امام شافعی دوسری بار امام محمد کی وفات سے ۶ سال بعد ۱۹۵ھ میں بھی بغداد آئے اور دو سال رہ کر پھر مکہ معظمہ واپس گئے، پھر تیسری بار ۱۹۸ھ میں بغداد آئے اور صرف ایک ماہ قیام کرکے مصر تشریف لے گئے اور وہیں ۲۰۴ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ الی ابد الآباد۔

صاحب مشکوٰۃ کا تعصب

صاحب مشکوٰۃ نے امام شافعی کے اساتذہ میں امام محمد کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ پہلی مرتبہ ۱۸۴ھ میں ان کے بغداد آنے کا کوئی تذکرہ کیا شاید اس لئے کہ اس کے ساتھ امام محمد کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کے زمانہ کے حالات کا تذکرہ کرنا پڑتا حالانکہ حافظ ابن حجر وغیرہ سب ہی نے ان باتوں کو پوری فراخدلی کے ساتھ تسلیم کیا ہے، دوسری طرف وہ لوگ ہیں کہ امام ابو یوسف و امام محمد سے مناظرے اور عناد و عداوت ثابت کرنے کے لئے انہوں نے ۱۶۴ھ میں پھر ۱۷۱ھ میں بھی امام شافعی کا بغداد پہنچنا ثابت کرنے کی سعی کی ہمارے بعض معاصرین نے بھی غالباً صاحب مشکوٰۃ وغیرہ کی اتباع میں صرف ۱۹۵ھ اور ۱۹۸ھ کے سفر بغداد کا ذکر کر کے اپنا فرض سوانح نگاری پورا کر دیا اور صحیح حالات کی تحقیق و جستجو کی تکلیف نہ فرمائی۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم　　کہ بامن آنچہ کرد آں آشنا کرد

صاحب مشکوٰۃ نے امام شافعی کی منقبت میں ایک جملہ یہ بھی فرمایا کہ ان کے علوم و مفاخر اس قدر جمع ہو گئے تھے جو نہ ان سے پہلے کسی امام کے لئے جمع ہوئے نہ ان کے بعد ہوئے اور ان کا ذکر بھی اتنا پھیلا کہ کسی کا نہیں پھیلا تھا، عام طور سے تعریف کے موقعہ پر کچھ افراط ہو جاتی ہے لیکن بڑے لوگوں کی شان یہ نہیں کہ وہ بھی افراط و تفریط کے راستہ پر چل پڑیں، ان کی شان کے مناسب تو زیادہ سے زیادہ احتیاط ہے۔

امام شافعی کا امام محمد سے خصوصی استفادہ

حفص بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار امام شافعی کو امام محمد کی مجلس میں دور بیٹھے ہوئے دیکھا کہ غور سے امام محمد کی باتیں سن رہے تھے، یحییٰ بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد سے بعض مسائل دقیقہ کی شرح کرنے کے لئے عاجزانہ التماس کرتے تھے، اسحٰق بن ابراہیم نے کہا امام شافعی پہلے اصحاب حدیث کے مذہب پر تھے پھر جب امام محمد اور ان کے اصحاب کی صحبت میں آئے تو ان سے فقہی مذہب اختیار کیا۔

علی بن حسن رازی کا بیان ہے کہ ایک تقریب نکاح پر چند اصحاب اہل علم جمع ہوئے ان میں امام شافعی بھی تھے فقہ کے کچھ دقیق مسائل میں بحث ہونے لگی، سفیان بن سحبان نے امام شافعی کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ سمجھ سکے تو اور زیادہ ادق مسائل میں مذاکرہ شروع کر دیا جس سے وہ اور زیادہ متحیر و پریشان ہوئے، امام محمد کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے اصحاب سے فرمایا- ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو اور آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا کہ وہ پریشان ہوں وہ ہمارے شریک مجلس و مصاحب ہیں، پھر بھی سفیان کہا کرتے تھے کہ اگر امام محمد امام شافعی سے خوش عقیدہ نہ ہوتے تو ہم ان سے اچھی طرح بحث و مباحثہ کرتے، یہ سفیان امام محمد کے اصحاب میں سے بہت ذکی، ذہین اور طباع تھے اور مزاج میں غالباً شوخی بھی تھی اس لئے امام شافعی کو معاصرانہ چشمک کے باعث ستاتے ہوں گے جس سے امام محمدؒ نے روکا۔

محمد بن شجاع نے کہا کہ ایک دن امام شافعی نے ایک مسئلہ کی تقریر بہت ہی اچھے دلنشیں انداز میں کی، پھر فرمایا کہ یہی طرز ہمارے شیخ و استاذ امام محمد کا ہے۔ (کردری ص ۱۵۱ ج ۲)

امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے امام محمد سے ایک بار شتر کی برابر کتابیں لکھیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو مجھے علم سے کوئی مناسبت پیدا نہ ہوتی سب لوگ علم میں اہل عراق کے دست نگر ہیں اہل عراق اہل کوفہ کے دست نگر ہیں اور اہل کوفہ امام ابوحنیفہ کے۔ (کردری ص ۱۵۴)

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے دس سال امام محمد کی مجالست کی اور ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ان کے افادات علمیہ لکھے وہ اگر اپنی عقل و فہم کے اندازہ سے ہمیں افادہ کرتے تو ہم ان کے علوم کو سمجھ بھی نہ سکتے تھے لیکن چونکہ وہ ہماری عقول و افہام کی رعایت سے سمجھاتے تھے اسی لئے ہم نے فائدہ اٹھایا (کردری ص ۱۵۵ ج ۲)

ایک دفعہ فرمایا کہ حلال وحرام کے مسائل اور ناسخ ومنسوخ احادیث کا سب سے بڑا عالم میں نے امام محمد کو پایا۔ (کردری ص ۱۵۷ ج ۲) اسی قسم کے کلمات امام اعظم واستاد امام محمد) کے بارے میں امام صاحب کو دیکھنے جاننے والے کبار محدثین نے بھی فرمائے ہیں۔

ایک دفعہ امام محمد اور امام شافعی نے ایک ہی مکان میں رات گذاری، امام شافعی تو رات بھر نفل پڑھتے رہے لیکن امام محمد ساری رات لیٹے رہے، امام شافعی کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی، صبح کی نماز کے لئے اپنے استاذ کے وضو کے واسطے پانی رکھا، امام محمد نے بغیر جدید وضو کے صبح کی نماز پڑھی تو اور بھی تعجب ہوا، پوچھا تو امام محمد نے فرمایا کہ تم نے تو اپنی ذات کے فائدے کے لئے ساری رات نفلیں پڑھیں مگر میں نے امت محمد یہ کے لئے ساری رات جاگ کر کتاب اللہ سے، ایک ہزار سے زیادہ مسائل نکالے ہیں، امام شافعی نے فرمایا یہ سن کر میں اپنی ساری رات کی عبادت و بیداری کو بھول گیا کیونکہ عبادت کرتے ہوئے جاگنا آسان ہے اور امام محمد کے لیٹ کر جاگنے پر تعجب کرنے لگا۔ (کردری ص ۱۵۹ ج ۲)

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ساری رات لیٹتے ہوئے جاگتے رہنا بہت مشکل ہے اور وہ بھی امام محمد جیسے لحیم شحیم کے لئے مگر ان حضرات کی زندگیوں کے سارے حالات عجیب ہی ہیں، اسی لئے امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی موٹے آدمی کو ذہین وذکی نہیں پایا، سواء امام محمد کے ایک شخص نے امام شافعی سے کوئی مسئلہ پوچھا، جواب سن کر وہ کہنے لگا کہ اس کے خلاف تو دوسرے فقہاء کہتے ہیں، امام شافعی نے فرمایا کیا تم نے بھی کبھی کسی فقیہ کو دیکھا ہے؟ ہاں! امام محمد کو دیکھا ہو تو وہ تو واقعی فقیہ تھے اور ایسے فقیہ کو ان کو دیکھ کر بھی اور باتیں سن کر بھی آنکھیں سیر ہوتی تھیں اور دل نورانیت سے معمور ہو جاتا تھا۔ (کردری ص ۱۵۷ ج ۲)

حمیدی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی اور امام محمد مکہ معظمہ میں تھے اور شدت گرمی کے وقت عادت تھی کہ دونوں ایک ساتھ ابطح کی طرف چلے جایا کرتے تھے، ایک روز ایک شخص سامنے سے گذرا تو دونوں نے ذکاوت سے معلوم کیا کہ یہ شخص کیا پیشہ کرتا ہے، امام محمد نے تین بار تاکید سے کہا کہ یہ درزی ہے، امام شافعی نے کہا بڑھئی ہے، میں نے جا کر اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں پہلے درزی تھا مگر اب بڑھئی بن گیا ہوں۔ (کردری ص ۱۵۷ ج ۲)

محدث محمد بن عبدالسلام کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے ایک مسئلہ پوچھا، جواب دیا، پھر امام محمد سے وہی مسئلہ پوچھا تو دوسرا جواب دیا اور دلائل سے سمجھایا، میں نے کہا امام ابو یوسف نے تو آپ کے خلاف جواب دیا ہے اگر آپ دونوں مل کر فیصلہ کر دیں تو اچھا ہے وہ مسجد میں جمع ہوئے اور دونوں میں بحث ہونے لگی ابتداء میں میں نے کچھ باتیں سمجھیں مگر پھر ایسی باریک باتیں ہونے لگیں کہ میں کچھ نہ سمجھ سکا (کردری ص ۱۵۷ ج ۲) یہاں سے چند باتیں معلوم ہوئیں امام صاحب۔ یا امام ابو یوسف وامام محمد کے مدارک اجتہاد واستنباط بہت بلند تھے ان کو پوری طرح سمجھنا بڑوں بڑوں کے لئے بھی آسان نہ تھا، بقول علامہ کوثری رحمہ اللہ، ان کے باہم تعلقات نہایت خوشگوار تھے جس طرح ایک کنبہ کے افراد آپس میں ہوتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعی کا تعلق تلمذ امام محمد سے دس سال تک رہا ہے جس کی ابتداء مکہ معظمہ سے ہوئی اور پھر ۱۸۴ھ میں امام شافعی بغداد پہنچے تو غالباً امام محمد کی آخر عمر تک ان کی خدمت میں رہے، امام مزنی امام شافعی کے تلمیذ خاص بھی امام محمد کی بہت زیادہ تعریف کیا کرتے تھے اور اگر کوئی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میں تو کم بیان کرتا ہوں امام شافعی کو تو میں نے اس سے بہت زیادہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ (ملاحظہ ہو کردری ص ۱۵۴ ج ۲)

یہ اس لئے لکھا گیا کہ بعد کو امام مزنی میں بھی دوسروں کے اثر سے کچھ فرق ہو گیا تھا جس طرح نضر بن شمیل، اسحٰق بن راہویہ اور نعیم بن حماد خزاعی وغیرہ چند حضرات میں بھی کچھ فرق پڑ گیا تھا، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بعد وفات امام شافعیؒ کو ربیع بن سلیمان مرادی نے خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا، فرمایا "مجھے ایک سنہری کرسی پر بٹھا کر میرے اوپر تازہ بتازہ موتیوں کی بکھیر کی"۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ الیٰ ابد الآباد)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۶۴ھ، وفات ۲۴۱ھ، عمر ۷۷ سال

اسم ونسب

الامام الحافظ ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی المروزی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی، اول بغداد کے علماء و شیوخ سے علم حاصل کیا، پھر کوفہ، بصرہ، یمن، شام وغیرہ اور حرمین شریفین کا بھی سفر کیا، شیخ تاج الدین سبکی نے امام ابویوسف، امام شافعی، امام وکیع، یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہم کو آپ کے اساتذہ میں اور امام بخاری ومسلم وابوداؤد وغیرہ کو تلامذہ میں شمار کیا ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے اکمال میں اساتذہ یزید بن ہارون، یحییٰ القطان، سفیان بن عیینہ، امام شافعی، عبدالرزاق بن الہمام کے نام لکھ کر وخلق کثیر سواہم لکھ دیا اور امام ابویوسف کا نام ذکر نہیں کیا، امام بخاری کو تلامذہ میں لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا کہ انہوں نے اپنی صحیح میں امام احمد سے بجز ایک حدیث کے کوئی روایت نہیں کی جو آخری کتاب العقوبات میں تعلیقاً لی ہے۔

امام ابویوسف سے تلمذ

امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ سب سے پہلے مجھے حدیث کا علم امام ابویوسف ہی کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا پھر اسی میں ترقی کی، ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سوال کیا کہ یہ دقیق مسائل آپ نے کہاں سے حاصل کئے؟ تو فرمایا امام محمد کی کتابوں سے۔ (موفق ۱۶۰ ج ۲)

حافظ ابن سید الناس نے شرح السیرۃ وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ابتدا میں امام ابویوسف کے پاس فقہ وحدیث کا علم حاصل کیا، تین سال تک ان سے پڑھتے رہے اور ان سے بقدر تین الماریوں کے کتابیں لکھیں اور امام محمد کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا، حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ نے التعلیق الممجد میں انساب سمعانی سے یہ بھی نقل کیا کہ امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی مسئلہ میں تین حضرات کی رائے جمع ہو جائے تو پھر کسی کی بھی مخالفت کی پرواہ نہ کی جائے، پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ تو فرمایا۔ ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد بن الحسن، کیونکہ ابوحنیفہ قیاس کی بصیرت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں، ابویوسف کا علم آثار سے متعلق بہت وسیع ہے اور محمد عربیت کے امام ہیں۔

اسی طرح وکیع، یحییٰ بن ابی زائدہ، یحییٰ القطان، سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق اور یزید بن ہارون بھی امام اعظم کے فن حدیث کے تلامذہ میں سے تھے، لیکن تحریر حالات کے وقت بڑے بڑے حضرات بھی حقائق سے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔

امام یحییٰ القطان امام اعظم سے خاص مستفیدین میں تھے اور امام صاحب ہی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، ان کی خدمت میں امام احمد، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین تینوں ایک ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے ان کے درس کا وقت عصر سے مغرب تک تھا اور یہ تینوں ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑے ہو کر احادیث سنتے تھے اور رجال کا علم حاصل کرتے تھے، ان کے رعب وجلال کا یہ عالم تھا کہ نہ ان کو خود بیٹھنے کی جرأت تھی نہ وہ فرماتے تھے، یہ تینوں بھی اپنے وقت کے حدیث ورجال کے بلند پایہ عالم ہوئے ہیں، اور تینوں حضرات کی شاگردی کا فخر امام بخاری کو حاصل ہے بلکہ علی بن مدینی اور ابن معین کے بارے میں تو فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو صرف ان ہی کی سامنے علمی اعتبار سے حقیر وکمتر پایا ہے یزید بن ہارون کو علامہ ذہبی نے امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں شمار کیا ہے، یہ ایک مدت تک امام صاحب کی خدمت میں رہے اور امام صاحب سے روایت حدیث بھی کرتے ہیں سفیان بن عیینہ بھی فن حدیث میں امام صاحب کے شاگرد ہیں اور جامع مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت حدیث بھی کرتے ہیں اسی طرح دوسرے مذکورہ حضرات ہیں۔

امام شافعی سے بھی امام احمد کو خصوصی تلمذ کا فخر حاصل تھا اور جب تک امام شافعی بغداد میں رہے وہ ان سے جدا نہیں ہوئے۔

امام شافعی بھی امام احمد سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اوران کے ورع وتقویٰ کی تعریف فرمایا کرتے تھے، امام شافعی نے قیام مصر کے زمانہ میں خواب دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے امام احمد کوسلام کہلایا اور خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی امام شافعی نے اس خواب کولکھ کر امام احمد کے پاس بھیج دیا، امام احمد اس کو پڑھ کر بے حد مسرور ہوئے اور اپنے نیچے کا کرتہ اتار کر قاصد کوبطور انعام بخشا وہ شخص واپس مصر پہنچا تو امام شافعی نے فرمایا کہ یہ تکلیف تو میں تمہیں نہیں دیتا کہ وہ کرتا ہی مجھے دے دو، البتہ یہ چاہتا ہوں کہ اس کو پانی میں بھگو کر نچوڑ کر اس کا پانی مجھے دیدو تا کہ میں اس کوبطور تبرک اپنے پاس رکھ لوں۔(طبقات)

اس واقعہ ابتلا کی تفصیل طبقات شافعیہ وغیرہ میں مذکور ہے جس کو بطور اختصار یہاں ذکر کیا جاتا ہے، خلق قرآن کے مسئلہ کی وجہ سے لوگوں پر ظلم وستم کا آغاز خلیفہ مامون۔کے عہد میں ہوا پھر معتصم باللہ اور واثق باللہ کے عہد میں مامون کی وصیت کے باعث اس کی تکمیل ہوئی سب سے پہلے جس شخص نے یہ کہا کہ "قرآن مخلوق ہے" وہ جعد بن درہم تھا جو عہد اموی کا ایک فرد تھا جس کو خالد بن عبداللہ القسری نے قتل کر دیا تھا، پھر جہم بن صفوان نے بھی صفت کلام کی خدا سے کھلم کھلا نفی کا اظہار کیا اور "قرآن قدیم نہیں مخلوق ہے" کا نعرہ لگایا، پھر معتزلہ کا دور شروع ہوا جنہوں نے پہلے صفات باری کا انکار کیا پھر خدا کے کلام سے انکار کیا و کلم اللہ موسیٰ تکلیما کی تاویل کی کہ خدا نے صفت کلام پیدا کی اور کہا کہ خدا نے جس طرح اور تمام چیزیں پیدا کی ہیں اسی طرح صفت کلام بھی پیدا کی ہے لہذا قرآن مخلوق ہے معتزلہ نے مامون پر اس سلسلہ میں کافی اثر ڈال دیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات بھی اتار دی تھی کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ کہہ کر ہی خدا کا شریک قرار دیا تھا لہٰذا قرآن کو کلام اللہ غیر مخلوق کہنے سے بھی لوگ خدائی میں شریک کرنے لگیں گے، مصری علماء میں سے بشر بن غیاث بھی ان کی طرف مائل ہو گئے تھے جو امام ابو یوسف کے شاگرد تھے اور امام ابو یوسف نے ان کو سمجھانے کی سعی کی جب وہ نہ مانے تو اپنی مجلس سے نکلوا دیا تھا۔

معتزلہ کی تحریک اگر چہ ہارون رشید ہی کے زمانہ میں شروع ہوگئی تھی مگر وہ ان سے متاثر نہ ہوا تھا بلکہ بشر کے بارے میں شکایت پہنچی تو اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ اس کے دور میں وہ روپوش ہو گیا تھا۔

علماء میں سے احمد بن ابی داؤد معتزلی پر بھی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نے ہی مامون کو خلق قرآن کے مسئلہ میں زیادہ تشدد پسند بنا دیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ سب احکام بھی اسی کے اشارے پر دیئے جاتے تھے اسی کو مامون نے اپنا وزیر ومشیر بھی بنا لیا تھا، مامون نے تمام علماء محدثین پر دار وگیر کا سلسلہ اپنے نائب اسحٰق بن ابراہیم کے ذریعہ قائم کیا تھا جو بغداد میں رہتا تھا، اس نے امام احمد کو بلا کر پوچھا کہ قرآن کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد نے کہا قرآن کلام الٰہی ہے، اسحٰق نے کہا کیا وہ مخلوق ہے؟ امام احمد نے کہا وہ کلام الٰہی ہے اور میں اس سے زیادہ کچھ کہنے کو تیار نہیں ہوں، اسحٰق نے کہا کہ خدا کے مشابہ تو کوئی نہیں ہو سکتا، امام احمد نے کہا کہ میں بھی **لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر** مانتا ہوں، اسحٰق نے کہا کہ خدا کے سمیع وبصیر ہونے کے کیا معنی ہیں امام احمد نے کہا اس نے جیسا اپنا وصف بیان کیا ہے ویسا ہی ہے، اسحٰق نے کہا اس کے کیا معنی ہوئے؟ امام احمد نے کہا میں نہیں جانتا بس وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے اپنا وصف بیان کیا۔

اسحٰق نے اور لوگوں کے جوابات کے ساتھ امام احمد کا بیان بھی قلمبند کر کے مامون کے پاس بھیج دیا جس کے جواب میں مامون نے لکھا کہ احمد کو بتا دو کہ امیر المومنین اس کے مفہوم ومنشاء سے پوری طرح واقف ہیں، اس مسئلہ میں وہ اس کے جاہلانہ عقیدہ سے مطلع ہوئے اس کا خمیازہ بہر حال اسے اٹھانا پڑے گا اور اسی طرح دوسرے علماء کو بھی تخویف وتہدید کی جنہوں نے خلق قرآن کا عقیدہ تسلیم نہیں کیا تھا، ان کے لئے تعذیب کا حکم بھیج دیا چنانچہ ایسے سب حضرات پر خوب ظلم وستم کئے اور جو لوگ ضعیف جسم کے تھے وہ ان کی مظالم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے، امام احمد باقی رہے جو برابر کوڑے کھاتے رہے اور محبوس رہے، مامون کے بعد معتصم باللہ کا دور آیا جو علم سے بھی کورا تھا اس نے تمام اختیارات احمد بن ابی داؤد کے سپرد کر دیئے، معتصم نے دربار میں بلا کر امام احمد کو سمجھانے کی سعی کی مگر لا حاصل سختیاں بھی کیں، جب دیکھا کہ امام احمد کسی

طرح نہیں مانتے تو جیل سے رہا کر کے بھیج دیا گیا، معتصم کے بعد واثق باللہ کا دور آیا تو امام احمد کے پاس لوگوں کے آنے جانے کی ممانعت کردی گئی اور وہ گھر میں ہی بطور نظر بند رہنے لگے، حتیٰ کے نماز وغیرہ کے لئے بھی گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔

واثق کا بعد امام احمد کا ابتلائی دور ختم ہوگیا جو تقریباً پانچ سال یعنی ۲۳۲ھ تک جاری تھا اور وہ درس وتحدیث کی مسند پر رونق افروز ہوئے، پہلے بھی اشارہ ہوا کہ اس ابتلاء میں نہ صرف امام احمد ہی ماخوذ تھے، بلکہ دوسرے علماء حق بھی تھے، متعدد شہروں سے فقہاء ومحدثین گرفتار ہوکر آتے اور سختیاں جھیلتے تھے، چنانچہ فقیہ مصر بویطی تلمیذ امام شافعی بھی انکار خلق قرآن کے باعث قید ہوئے اور حالت قید ہی میں وفات پائی، نعیم بن حماد بھی قید ہوئے اور جیل خانہ میں وفات پائی اور بہت سے ابتدائی دور میں امام احمد کے ساتھ ہی جو گرفتار ہوئے تھے مظالم کی تاب نہ لا کر شہید ہو چکے تھے، بہر حال امام احمد نے بھی صبر واستقلال وعزیمت کا جو کردار ادا کیا وہ قابل تقلید شاہکار ہے۔

تصانیف

امام احمدؒ کی مشہور ومقبول ترین تالیف آپ کی مسند ہے، جس میں کچھ زیادات آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے اور کچھ راوی مسند مذکور ابوبکر قطیعی نے کئے ہیں، مسند مذکور ۱۸ مسندوں پر مشتمل ہے، مسند مذکور کو امام صاحب نے بطور بیاض جمع کیا تھا، ترتیب نہیں دی تھی، یہ خدمت شیخ عبداللہ مذکور نے انجام دی جس میں بہت سی اغلاط بھی ہوگئیں، اصفہان کے بعد ث محدثین نے اس کو ترتیب ابواب پر بھی مرتب کیا تھا مگر وہ شائع نہ ہوسکا، البتہ اب مصر سے ''الفتح الربانی'' کے نام سے فقہی ابواب کی ترتیب سے مع حواشی کے تقریباً ۲۳-۲۴ سال سے زیر طبع ہے ۲۳ حصے طبع ہو چکے ہیں اور ۲-۳ حصے مزید طبع ہوکر کتاب مکمل ہو جائیگی ان شاء اللہ، امام احمد نے اس مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب کر کے تالیف کیا ہے، جس میں مکررات کے ساتھ چالیس ہزار ورنہ تیس ہزار احادیث ہیں، امام محمد نے یہ بھی فرمایا کہ اس کتاب کو معیار و مرجع بنایا جائے کہ جو حدیث اس میں نہ ہو اس کو غیر معتبر سمجھا جائے گا مگر شاہ عبدالعزیز نے بستان میں فرمایا کہ اس سے مراد وہی احادیث ہوسکتی ہیں جو درجہ شہرت یا تواتر معنی کو نہیں پہنچیں ورنہ ایسی احادیث مشہورہ صحیحہ بہت ہیں جو مسند میں نہیں ہیں، ابوزرعہ کا بیان ہے کہ امام احمد کو دس لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں، امام احمد کی دوسری تصانیف یہ ہیں۔

ایک مبسوط تفسیر، کتاب الزہد، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب المنسک الکبیر، کتاب المنسک الصغیر، کتاب حدیث شعبہ، کتاب فضائل صحابہ، کتاب مناقب صدیق اکبر وحسنین، رضی اللہ عنہم، ایک کتاب تاریخ میں، کتاب الاشربہ۔

ثناءِ اماثل

اسحٰق بن راہویہ کا قول ہے کہ امام احمد اس زمین پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان بطور حجت ہیں، امام شافعی نے فرمایا کہ میں بغداد سے نکلا تو اس میں امام احمد سے زیادہ اورع، اتقی، افقہ واعلم نہیں چھوڑا، ابوداؤد سجستانی نے فرمایا کہ امام احمد کی مجلس آخرت کی مجلس تھی اس میں کوئی بات دنیا کی نہیں ہوتی تھی۔

حسن بن العزیز کے پاس ورثہ میں ایک لاکھ اشرفی مصر سے آئیں، انہوں نے تین تھیلیاں ایک ایک ہزار کی امام احمد کی خدمت میں بھیجیں اور کہا کہ یہ حلال وطیب مال ہے اس سے اپنی ضرورتوں میں مدد لیجئے، امام احمد نے ان کو واپس کر دیا کہ میرے پاس بقدر ضرورت کافی ہے، عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کو اکثر یہ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا کہ یا اللہ! جس طرح آپ نے میری پیشانی کو اپنے غیر کے سجدہ سے بچایا، اسی طرح اپنے غیر کے سوال سے بھی اس کو بچایئے۔

فقہ حنبلی کے پانچ اصول

۱-کسی مسئلہ کے متعلق نص صریح موجود ہو تو کسی کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر اس نص پر عمل کرنا، چنانچہ متبوتہ کے لئے امام احمد کے نزدیک فاطمہ بنت قیس کی حدیث کی وجہ سے نفقہ وسکنی دونوں واجب نہیں امام مالک وامام شافعی کے نزدیک سکنی ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نفقہ وسکنی دونوں واجب ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ کی مرویہ حدیث کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی مخالفت کی وجہ سے رد کردیا تھا، معلوم ہوا کہ ایسی جگہ خبر واحد پر عمل درست نہ ہوگا، جہاں اس کی وجہ سے کتاب اللہ وسنت مشہورہ کا ترک لازم آئے اور یہی اصول حنفیہ کا ہے جس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول مذکور سے بھی ہو رہی ہے۔

۲-فتاویٰ صحابہ کی حجیت حتیٰ کہ حافظ ابن قیم نے تصریح کی کہ امام احمد کے نزدیک فتاویٰ صحابہ کی اہمیت حدیث مرسل سے بھی زیادہ تھی اسحاق بن ابراہیم نے امام احمد سے دریافت کیا کہ آپ کو صحیح مرسل حدیث زیادہ محبوب ہے یا صحابی کا اثر؟ فرمایا صحابی کا صحیح اثر۔

۳-جس مسئلہ میں صحابہ کو اختلاف ہوا اس میں جس کا قول کتاب وسنت سے قریب ہو اسی کو اختیار کرنا، یہی مسلک امام ابوحنیفہ کا ہے۔

۴-ضعیف ومرسل حدیث کو قیاس پر مقدم رکھنا، یہی اصول احناف کا بھی ہے۔

۵-قیاس کا استعمال صرف اس وقت کرنا جب کسی مسئلہ میں کوئی منصوص حکم نہ ملے، یہی اصول احناف کا بھی ہے۔

امام احمد اور ائمہ احناف

جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہوا امام احمد ائمہ احناف کی طرف میلان رکھتے تھے اور ان کی شاگردی کی ہے مگر پھر جب وہ فقہ واستنباط احکام سے کچھ زیادہ خوش نہ رہے اور اپنے مسائل سے بھی رجوع کیا بلکہ روایت حدیث سے بھی تورع اختیار کرلیا تھا، نیز ابتلاء کے دور میں حنفی قضاۃ کے رویہ کی وجہ سے بددلی پیدا ہوئی ہوگی اس لئے اس دور میں ائمہ احناف کے بارے میں بھی کچھ باتیں ایسی فرمائیں جو ابتدائی دور کے اقوال سے مختلف تھیں مگر پھر آخر میں بھی امام ابوحنیفہ وغیرہ کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار فرماتے تھے، جیسا کہ ائمہ حنابلہ میں سے ابوالورد نے اپنی کتاب اصول الدین میں ذکر کیا اور اسی کو علامہ سلیمان بن عبدالقوی الطوفی حنبلی نے بھی شرح مختصر الروضہ میں نقل کیا یہ کتاب مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ (بلوغ الامانی ص ۵۲)

ترجمہ کتاب استاد محمد ابوزہرہؒ "امام احمد بن حنبل" (شائع کردہ مکتبہ سلفیہ لاہور) پر جو یہ لکھا گیا ہے کہ "امام احمد باوجود غیر معمولی فقہی شغف کے فقہاء عراق مثلاً امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے نتائج فکر سے متفق نہیں تھے" اس سے ہمیں اتفاق نہیں کیونکہ امام احمد فرماتے تھے کہ جس قول پر امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف وامام محمد متفق ہوجائیں تو پھر کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔

اسی طرح کتاب مذکور میں امام محمد کے اساتذہ میں امام ابویوسف کو کوئی خاص مقام نہیں دیا گیا حالانکہ سب سے پہلے امام احمد ان ہی کی خدمت میں رہ کر تین سال حدیث وفقہ حاصل کرتے رہے اور بقدر تین الماریوں کے ان کے پاس سے کتابیں لکھیں اور امام ابویوسف کو آثار و حدیث کا سب سے بڑا عالم بھی کہتے تھے، ص ۳۴۸ میں امام حنیفہ کی طرف خبر واحد پر قیاس کو ترجیح دینے کی نسبت بھی صحیح نہیں ہے، اسی طرح اور بھی قابل تنقید امور ہیں۔ والذکر محل آخر ان شاء اللہ۔

فقہ حنبلی کے تفردات

بطور نمونہ بعض تفردات بھی ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو بصیرت ہو۔

۱- جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات مرتبہ دھوکر آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجھا جائے، دوسرے ائمہ اس کے قائل ہیں ۲- دوسری نجاستوں کو پاک کرنے میں بھی امام احمد کا راجح قول یہی ہے کہ سات مرتبہ دھونا ضروری ہے، دوسرے ائمہ تین بار کافی سمجھتے ہیں ۳- اگر کسی شخص کے پاس ایک برتن میں پاک پانی ہو اور دوسرے میں نجس پھر اس میں شک ہو جائے کہ کون سا پاک ہے تو دونوں پانی پھینک کر تیمم کرنا چاہئے، امام ابوحنیفہ وشافعی تحری کراتے ہیں، مالکی کہتے ہیں کہ دونوں سے وضو کر کے نماز پڑھے ۴- مشرکوں کے برتن نجس ہیں بغیر پاک کئے ان کا استعمال جائز نہیں، دوسرے ائمہ نجس نہیں سمجھتے ۵- نیند سے اٹھ کر ہاتھ دھونا واجب ہے دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں ۶- وضو میں مضمضہ واستنشاق فرض ہے، دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں ۷- اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، خواہ کچا کھائے یا پکا ہوا، دوسرے ائمہ اس کو کسی حال میں بھی ناقض وضو نہیں کہتے۔

ائمہ اربعہ کے ابتلاؤں پر ایک نظر

امام اعظم ابوحنیفہ نے سب سے پہلے ابتلائی میدان میں قدم رکھا اور ہم ان کے حالات بتلا چکے ہیں کہ جو کچھ سختیاں اور مصائب ان پر عباسی حکومت نے نازل کئے وہ سیاسی نظریہ کے اختلاف ہی کا نتیجہ تھا اول امام صاحب کا فطری میلان حضرت علی اور آل بیت رسول اکرم ﷺ کی طرف تھا، پھر عباسی دور حکومت کی بعض غلط کاریوں کے باعث آل بیت کی درپردہ امداد واعانت وغیرہ اسباب تھے کہ امام صاحب ان کی نظروں میں کھٹکتے تھے، لیکن امام صاحب کا بلند علمی ودینی منصب اور علماء وعوام میں غیر معمولی مقبولیت بھی ایسی نہ تھی کہ آسانی سے ان پر ہاتھ ڈالا جا سکتا، اس لئے قضاء کے مسئلہ کو بہانہ بنایا گیا، امام صاحب نے کوڑے کھائے، قید وبند کی مصیبت سہی، تکالیف اٹھائیں مگر اس دنیوی منصب کو اختیار نہ کیا۔

موفق ص ۲۱۵ ج ۱ میں ہے کہ منصور نے قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا اور کہا کہ قاضیوں کو آپ کے علم کی ضرورت ہے، امام صاحب نے فرمایا اس عہدہ کے لئے وہ شخص موزوں ہو سکتا ہے جس کا اتنا بڑا قلب وحوصلہ ہو کہ آپ پر، شہزادوں پر اور فوج کے سرداروں پر بھی بے تامل شرعی احکام نافذ کر سکے اور میں ایسا نہیں کر سکتا، خلیفہ نے کہا کہ اگر یہی بات ہے تو آپ میرے عطایا کیوں قبول نہیں کرتے؟ مطلب یہ تھا کہ اس بات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے زیادہ جری اور باحوصلہ کوئی بھی نہیں، کیونکہ کوئی دوسرا ایسا نہیں کر سکتا تو امام صاحب نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بیت المال سے دیتے ہیں جس کا میں کسی اعتبار سے بھی مستحق نہیں ہوں، اس پر خلیفہ لاجواب ہو کر غضبناک ہو گیا اور امام صاحب کے کپڑے اتروا کر سر دربار کوڑے لگوائے گئے جس کی وجہ سے آپ کے بدن سے خون بہا اور پیروں کی ایڑیوں تک پہنچا لیکن امام صاحب نے پھر یہی فرمایا کہ میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں، خلیفہ کو اور غصہ آیا کہنے لگا کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا کہ اب تو آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ میں اہل نہیں ہوں کیونکہ جھوٹے کو ایسا اہم شرعی منصب سپرد کر دینا جائز نہیں، اس پر خلیفہ نے حلف اٹھایا کہ آپ کو یہ عہدہ ضرور قبول کرنا پڑے گا، امام صاحب نے فوراً ہی جوابی حلف اٹھایا کہ میں ہرگز قبول نہیں کروں گا، وزیر دربار نے امام صاحب کو توجہ دلائی کہ آپ امیر المومنین کے مقابلہ میں ان کے حلف پر حلف اٹھا رہے ہیں، ایسا تو نہ کیجئے، امام صاحب نے بڑے اطمینان قلب کے ساتھ فرمایا کہ میں نے غلطی نہیں کی، اگر امیر المومنین چاہیں تو وہ مجھ سے زیادہ سہولت سے کفارۂ حنث ادا کرنے پر قادر ہیں، گویا سر دربار ہی یہ بھی کہہ ڈالا کہ اگر خلیفہ چاہے تو حلف کے خلاف کرے، میں اپنے حلف کے خلاف کرنے والا نہیں ہوں۔

اللہ اکبر! یہ تھی جرأت ایمان اور قوت قلب جس کی نظیر مشکل سے ملے گی، کتب تاریخ میں ہے کہ امام صاحب کی اس جرأت وبیباکی پر تمام درباری حیرت زدہ تھے، چنانچہ اسی مجلس میں اسی وقت خلیفہ کے چچا عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خلیفہ کو آگے قدم بڑھانے سے

روکا اور کہا کہ یہ آپ کیا غضب کرر ہے ہیں؟ ابھی آپ کے مقابلہ پر ایک لاکھ تلواریں میانوں سے نکل کر آ جائیں گی، یہ معمولی شخص نہیں ہے، یہ فقیہ عراق ہے یہ تمام اہل مشرق کا پیشوا ہے، اس پر خلیفہ نے بھی معاملہ کی نزاکت کا احساس کیا، اس کی تلافی کے لئے ہر کوڑے کے مقابلہ میں ایک ہزار درہم کا حساب کر کے تیس ہزار درہم امام صاحب کی خدمت میں بطور معذرت و اظہار افسوس پیش کئے، عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اس وقت روپیہ بہت کم تھا اور گویا اس وقت کا ایک روپیہ آج کے ایک سو روپیہ کے برابر تھا یعنی تیس ہزار تیس لاکھ کے برابر تھے مگر جس وقت یہ عظیم القدر رقم امام صاحب کے سامنے لائی گئی تو اس کو ٹھکرا دیا، کسی نے عرض کیا کہ لیکر صدقہ کر دیجئے گا تو ناراض ہو کر فرمایا کیا ان لوگوں کے پاس حلال کی کمائی ہے، کیا ان کے پاس کچھ حلال طیب مال ہے کہ میں اس کو لیکر فقراء کو دیدوں یعنی ایسے مال کا صدقہ بھی درست نہیں۔

ملوک و امراء کے ہدایا و تحائف ہمیشہ اسی جرأت سے رد کر دیتے تھے اور اسی طرح عہدہ قضاء کو بھی بار بار ٹھکرایا ہے اور بالآخر قید و بند کو بھی گوارا کیا جیل میں حکم تھا کہ ہر روز دس کوڑے آپ کے مارے جائیں مگر آپ نے انکار کیا، پھر ایک سو کوڑوں کا حکم ہوا، اس پر بھی وہی انکار رہا، دس روز تک کھانے پینے سے روکا گیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ زہر کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے پہچان کر پینے سے انکار کیا کہ خودکشی کا شائبہ ارتکاب نہ ہو مگر اس کے پینے پر مجبور کیا گیا اور منہ میں ڈال دیا گیا، جب وفات کا وقت قریب ہوا تو سجدہ میں گر گئے اور تقریباً تین سال کی قید کے بعد اسی جیل کی چار دیواری میں واصل بحق ہوئے۔

قاضی حسن بن عمارہ نے (جو آپ کے عاشق و محب صادق تھے، آپ کو غسل دیا اور انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی، خطیب نے نقل کیا ہے کہ لوگ بیس روز تک آتے اور نماز پڑھتے رہے، خلیفہ بھی نماز جنازہ میں حاضر ہوا اور اپنے کئے پر سخت افسوس کرنے لگا، پہلی بار نمازیوں کی تعداد پچاس ہزار تھی، لیکن لوگ آتے رہے، یہاں تک کہ چھ بار نماز ہوئی۔

درحقیقت انہوں نے حکومت سے باہر رہ کر بادشاہوں سے زیادہ بادشاہی کی، پھر ان کی آنکھیں دیکھنے والے تربیت یافتہ حضرات نے بھی اسی طرح بادشاہی کی جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے واقعات اس پر شاہد ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ وہ دور تھا کہ منصب قضاء وغیرہ کے لئے بہت سے لوگ دل و جان سے آرزو کرتے تھے ایک تنہا امام صاحب ہیں جو بار بار مناصب خلافت کو ٹھکرا کر مصیبتوں کا پہاڑ سر پر اٹھاتے ہیں، امراء و ملوک کے ہدایا و تحائف کو بھی قبول نہیں کرتے تھے اور اگر کبھی کسی مصلحت یا اصحاب کے زور دینے پر قبول کیا تو بدستور امانت رکھوا دیئے کہ مرنے کے بعد واپس کر دیئے جائیں، اور واپس کئے گئے۔

کہا گیا ہے کہ امام صاحب مال دار تھے اس لئے ان کے ہدایا قبول نہ کرتے تھے اور امام احمد نادار ہونے کے باوجود قبول نہ کرتے تھے لیکن اس طرح موازنہ کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا کہ امام صاحب نے قید و بند کے زمانہ میں بھی اپنی خورد و نوش کے لئے ایک پیسہ حکومت یا کسی مالدار سے نہیں لیا بلکہ اس ناداری کے وقت بھی کوفہ سے خرچ کے لئے اپنے گھر سے منگواتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ روپیہ پہنچنے میں دیر ہوئی تو اپنے صاحبزادہ کو شکایت کہلائی کہ میرا خرچ معمولی ستو وغیرہ کا ہے اور اس کے بھیجنے میں بھی تم بخل کرتے ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام صاحب بہت کم خوراک اور معمولی خوراک کے عادی تھے۔

غرض امام صاحب نے گھر کی راحت و عیش اور عزت کی زندگی چھوڑ کر مناصب حکومت کو ٹھکرایا اور مصائب و ذلتیں برداشت کیں مال و دولت کو چھوڑ کر اولاد کے چند دراہم بھیجنے پر زندگی بسر کی جس پر امام احمد خود فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے وہ مقام حاصل کیا جس کو حاصل کرنے کی دوسرے ہوس نہیں کر سکتے، امام احمد کا ابتلاء یقیناً بہت بڑا ہے اور ان کی ثابت قدمی بھی بے نظیر ہیں مگر ان کے ساتھ اور بہت سے علماء و مشائخ شریک ابتلا تھے اور نہ صرف امام احمد اس وقت مصائب کا شکار ہوئے تھے بلکہ دوسرے بعض وہ بھی تھے جو کہ مصائب کی تاب نہ لا کر شہید ہوئے اور کچھ جیل میں فوت ہوئے۔

دوسرے خلق قرآن کا مسئلہ تھا بھی اسی قدر اہم کے معتزلہ کے غلط نظریہ کے مقابلہ پر تمام اہل حق کو ایک صف میں کھڑا ہونا ہی چاہئے تھا، اس لئے امام احمد اور دوسرے حضرات نے جو کچھ قربانیاں دیں وہ وقت کے اہم فریضہ کی ادائیگی کے مترادف ہیں، البتہ امام صاحب نے جن نظریات کے ماتحت ایک جائز امر سے قبول اباء کرکے بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں اور پھر جیل ہی کی زندگی میں وفات پائی اور تنہا میدان میں آئے اس لئے ان کی قربانی نمبر اول پر آجاتی ہے دوسرے درجہ میں امام احمد اور ان کے ساتھ دوسرے شریک ابتلاء ہیں تیسرے نمبر پر امام مالک ہیں کہ انہوں نے بھی حکومت وقت کی ناراضی کی پرواہ کئے بغیر کلمۂ حق کہا اور تکالیف برداشت کیں، چوتھے نمبر پر امام شافعی کا ابتلاء ہے کہ یمن سے گرفتار ہوکر بغداد لائے گئے مگر امام محمد وغیرہ کی سعی سے بری ہوگئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام احمد کے واقعۂ ابتلاء کو بعض اہل قلم نے بہت بڑھا چڑھا کر اور وقائع نگاری کا مرقع بنا کر نہایت دلکش و موثر انداز میں پیش کیا ہے، اس طرز سے امام صاحب کے واقعہ ابتلا کو آج تک کسی نے پیش کرنے کا حوصلہ نہیں کیا اور ہم نے بھی یہی بات زیادہ پسند کی کہ سادے مختصر انداز میں دونوں بزرگوں کے حالات لکھنے پر اکتفا کریں، موازنہ ومحاکمہ کی ذمہ داریاں ناظرین کی طبائع سنبھالیں گی تو زیادہ اچھا ہے۔ واللہ المستعان

تدوین فقہ حنفی

امام اعمش سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو فرماتے کہ ابوحنیفہ کے حلقہ میں جاؤ، وہاں جو مسئلہ پیش ہوتا ہے اس پر وہ لوگ یہاں تک غور کرتے ہیں کہ وہ روشن ہوجاتا ہے، اس موقعہ پر اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ جتنی حدیثیں ممالک اسلامیہ میں پہنچی تھیں وہ سب امام صاحب کے اجتہاد کے وقت موجود تھیں تو بے موقع نہیں بلکہ بعض محدثین نے تو صاف کہہ دیا کہ صحابہ کا کل علم امام صاحب اور ان کے اصحاب میں موجود تھا جس سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی سے کوئی حدیث خارج نہیں رہی۔

حضرت شاہ صاحب کی رائے گرامی

حضرت علامہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''حنفیہ کی اکثر جزئیات احادیث کے ماتحت نکلیں گی بخلاف دیگر مذاہب کے کہ ان کے یہاں تخصیصات زیادہ ہیں اسی لئے حنفیہ کا مذہب زیادہ اسعر ہے''۔ اسی وجہ سے اکابر محدثین نے ان کے اقوال پر فتاویٰ دیئے ہیں اور ان کے فقہ کی توثیق کی، علامہ کردری نے مناقب میں ابن جریج کا قول نقل کیا ہے کہ **ما افتی الامام الامن اصل محکم** امام صاحب کا ہر فتویٰ ایک اصل محکم پر مبنی ہے یعنی قرآن وحدیث پر۔

امام صاحب کے شیوخ

امام اعظم نے چار ہزار شیوخ سے احادیث حاصل کیں اور عبداللہ بن مبارک نے بھی چار ہزار شیوخ سے حاصل کیں جو امام صاحب کی مجلس کے بڑے رکن تھے اور آخر تک امام صاحب ہی کے پاس حاضر باش رہے، پھر اصحاب امام میں سے جو حضرات تدوین فقہ کی مجلس کے ارکان خصوصی تھے، ان میں سے بقول امام وکیع، حفص بن غیاث، یحییٰ بن ابی زائدہ، حبان بن علی، اور مندل تو خاص طور پر حدیث میں ممتاز تھے، پھر صدہا محدثین ہر ملک سے حدیث کے ذخائر حاصل کرکے آتے تھے اور امام صاحب کی خدمت میں حدیث وفقہ وغیرہ کی تحصیل کے لئے موجود رہتے تھے۔

امام صاحب کے دور میں حدیث

اس طرح خیال کیجئے کہ امام صاحب کے پاس تدوین فقہ کے طویل زمانہ میں لاکھوں احادیث رسول وآثار صحابہ وتابعین کا ذخیرہ بہترین اسناد سے ہر وقت موجود رہتا تھا، یہ بھی واضح ہو کہ جتنا زمانہ گذرتا گیا اور عہد رسالت سے بعد ہوتا گیا علم میں کمی آگئی، صحابہ کے زمانہ

میں جس قدر علم تھا وہ تابعین کے عہد میں نہ رہا اور اسی طرح انحطاط ہوا۔

امام صاحب کے زمانہ کا علم

امام صاحب کے زمانہ میں جس درجہ کا علم تھا اور جیسے جیسے جلیل القدر محدثین وفقہاء تھے وہ بعد کو نہیں ہوئے دیکھئے! امام احمد کو محدثین نے آٹھویں طبقہ میں لکھا ہے ان کو ساڑھے دس لاکھ احادیث پہنچی تھیں، امام بخاری نویں طبقے میں ہیں اور ان کو صرف چھ لاکھ پہنچیں صرف ایک طبقہ کی ہے تقدم وتاخر سے اتنا فرق ہوگیا ہو کہ چار لاکھ احادیث کم ہوگئیں، یہ اس کے باوجود ہے کہ امام بخاری امام احمد کے شاگرد ہیں جنہوں نے ساڑھے سات لاکھ احادیث سے مسند احمد کو مرتب کیا ہے اور امام احمد کے علاوہ ایک ہزار شیوخ امام بخاری کے اور تھے تو گویا ان سب سے حاصل شدہ احادیث امام بخاری کے پاس صرف چھ لاکھ تھیں، اس سے قیاس کر لیجئے کہ امام صاحب پانچویں طبقہ میں تھے ان کو خود کتنی احادیث چار ہزار اساتذہ سے پہنچی ہوں گی، جبکہ امام بخاری کو ایک ہزار اسی اساتذہ سے ۶ لاکھ پہنچیں۔

تعصب سے قطع نظر

اب تعصب سے دور ہو کر امام صاحب اور امام بخاری کے علم کا موازنہ کیا جائے تو صاف واضح ہوگا کہ خود امام صاحب کے پاس اپنی ذاتی سعی سے احادیث کا ذخیرہ اور وہ بھی بدر جہا زیادہ صحت وقوت کے ساتھ امام احمد اور امام بخاری وغیرہ سے بہت زیادہ تھا اور جو ان کے پاس محدثین کبار کے اجتماع عظیم کے باعث جمع ہوگیا تھا اس کو بھی ملا لیا جائے تو کتنی عظیم القدر چیز بن جاتی ہے پھر جب کہ یہ بھی دیکھا جائے کہ وہ حضرات جو امام صاحب کے گرد جمع ہوئے تھے وہ مابعد کے تمام محدثین، امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ وغیرہ کے شیوخ حدیث بھی تھے۔

حضرت ابن مبارک

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے جن کو سب ہی محدثین نے بالاتفاق امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا امام صاحب کو امام اعظم کا لقب حدیث دانی کی وجہ سے دیا تھا۔

امام صاحب کے مناظرے

امام صاحب نے اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین سے مناظرے کئے اور غالب آئے یہ بھی ان کی غیر معمولی طور پر حدیث دانی پر دلیل ہے، اسی طرح دور، دور سے بڑی بڑی تعداد میں محدثین کرام آکر امام صاحب کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے اس سے بھی ان کا محدث اعظم ہونا عیاں ہے، اس زمانہ میں بڑی اہمیت علم حدیث ہی کی تھی اور جو اس میں ناقص ہوتا وہ محدثین کا مرجع نہیں بن سکتا تھا۔

مجلس تدوین فقہ کا طریقہ کار

تدوین فقہ کی مجلس میں جب مسائل پر بحث ہوتی تھی تو سب شرکاء حصہ لیتے تھے جن میں بڑے بڑے محدثین بھی تھے اور سب سے آخر میں امام صاحب ہی محاکمہ کر کے قول فیصل ارشاد فرماتے تھے یہ بات بھی آپ کے ہر علم میں اور خصوصاً حدیث میں امتیاز خاص بتلاتی ہے۔

پھر امام صاحب اپنے وقت کے مفتی اعظم تھے اور مشکلات نوازل میں ان ہی کا قول آخر تھا، بغیر عظیم الشان سرمایۂ حدیث کے فتویٰ دینا اور وہ بھی اس دور میں کہ قدم قدم پر جلیل القدر محدثین بیٹھے ہوئے تھے، ناممکن تھا۔

افتاء کا حق

امام احمد سے کسی نے سوال کیا تھا کہ فتویٰ دینے کے لئے ایک ایک لاکھ حدیثیں کافی ہیں؟ فرمایا نہیں! وہ شخص بڑھاتا گیا، یہاں تک کہ اس نے پانچ لاکھ کہا تو فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اتنی حدیثیں کافی ہو جائیں گی، اس اعتبار سے امام صاحب کے فتویٰ کیلئے بھی کم سے کم پانچ لاکھ احادیث تو بقول امام احمد ضرور ہوں گی جبکہ ان کے اقوال وفتاویٰ اس بہترین زمانہ کے محدثین میں بھی مقبول ومتداول تھے۔

اہم نقطۂ فکر

ایک بہت ضروری واہم بات یہاں یہ بھی کہنی ہے کہ یہ پانچ لاکھ یا سات لاکھ کی تعداد امام احمد کے وقت میں حدیث کے تعدد وطرق وکثرت اسناد کے باعث ہوگئی تھی کہ حسب تصریح حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ان کے وقت میں ایک ایک حدیث کے سو سو طریقے متن و سند کے اختلاف سے ہو گئے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز امام صاحب وغیرہ کے سابق ادوار میں نہ تھی جتنا زمانہ بڑھتا گیا طرق حدیث بھی بڑھتے گئے یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا دور چونکہ عہد رسالت سے قریب تھا وہ جمع حدیث کو پسند نہ کرتے تھے کہ مبادا پہلی امتوں کی طرح اصل کتاب کی اہمیت کم ہو جائے، پھر حضرت عمر کا دور آیا اور اسلام دور، دور تک پھیلا تو ضرورت قانون اسلام کی بڑی شدت کے ساتھ سامنے آنی شروع ہوئی اور اس کی تکمیل بغیر احادیث وآثار ناممکن تھی اس لئے حضرت عمر نے ضرورت حدیث کا احساس کیا تاہم اس خیال سے کہ لوگ روایت میں بے احتیاطی نہ کریں اس پر سختی کی کہ کوئی شخص بغیر پورے اطمینان ویقین کے کوئی روایت بیان نہ کرے، اسی لئے بعض اوقات گواہ تک طلب کرتے تھے۔

اس روک تھام کے ساتھ اور اس لئے بھی کہ وہ دور اخیار واتقیاء کا تھا، روایات کا سلسلہ محتاط اور کم رہا، پھر تابعین کا دور آیا اور اسلامی فقہ کی ضرورت کا احساس بڑھا تو روایات میں اور اضافہ ہوا اور لوگوں میں اخذ ونقل روایات کا رجحان ترقی پذیر ہوا تاہم یہ دور بھی خیر القرون میں تھا اور لوگ صدق ودیانت کے شیدائی تھے اس لئے روایات کا دائرہ عدول وثقات تک ہی رہا۔

لہٰذا امام احمد کے زمانہ کی پانچ لاکھ احادیث کو امام صاحب کے زمانہ کی پانچ ہزار کے برابر سمجھنا چاہئے اس سے اس زمانہ کے بعض جاہل عالموں کی اس بات کا جواب ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ متاخرین کو لاکھوں احادیث پہنچی ہیں جو مجتہدین کو نصیب نہیں ہوئیں اس لئے کہ لاکھوں حدیثیں پہنچنا تو مسلم ہے مگر وہ حدیثیں وہی تھیں جو مجتہدین کے پاس بھی تھیں، وہی اسنادوں کی کثرت اور متون کے اختلاف سے لاکھوں بنگئیں ورنہ ان کو موضوعات کہنا پڑے گا کہ پہلوں کے پاس نہ تھیں اور بعد کو وضع کر لی گئیں۔

اصح ترین متون حدیث

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ جس قدر صحیح متون احادیث کے قدماء کو ملے تھے وہ سب متاخرین کو قوی وصحیح طریقوں سے نہ پہنچ سکے اور برابر ان میں کمی ہوتی گئی اور کمی ہوتی رہے گی، اندازہ کیجئے کہ امام احمد کو ساڑھے سات لاکھ حدیثیں پہنچیں مگر ان کے ارشد تلامذہ امام بخاری کو صرف ۶ لاکھ پہنچیں جب کہ ان کا حافظہ بے نظیر اور سعی حصول حدیث بھی غیر معمولی تھی، اسی طرح پانچویں طبقہ سے نویں طبقہ تک سوچئے!

اسی سے یہ بھی کہنا بجا ہے کہ جو ذخیرہ صحیح حدیثوں کا امام صاحب کے پاس تھا وہ امام بخاری تک نہیں پہنچا۔

اور جو ذخیرہ امام بخاری وغیرہ محدثین مابعد کے پاس پہنچا ہے اس سے کہیں زیادہ امام صاحب کے پاس تھا۔

تدوین فقہ کے شرکاء کی تعداد

اسی دور میں امام اعظم کے گرد دنیائے اسلام کے بہترین محدثین جمع ہوگئے اور امام صاحب نے اپنی غیر معمولی قابلیت وصلاحیت سے کام لے کر تدوین فقہ کی مجلس ترتیب دی جس کے متعین اراکین تو چالیس ہی تھے مگر دوسرے صدہا محدثین بھی اس سلسلہ میں برابر اعانت کرتے رہتے تھے جس کو میں نے دوسری جگہ نقل کیا ہے اس کے بعد حسب تصریح حدیث صحیح وہ دور آیا جس میں جھوٹ کو فروغ ہونا شروع ہوا لوگوں نے احادیث تک وضع کرنی شروع کردیں اور اسی لئے جرح وتعدیل کے فن کی ضرورت ہوئی، صحیح روایات بیان کرنے والوں میں بھی کثرت روایات کا رجحان بڑھا اور یہی چیز رفتہ رفتہ ترقی کر کے اس حد تک پہنچی کہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب امام احمد کے وقت میں ایک ایک حدیث کی روایت سوسو طریقوں سے ہونے لگی اور محدثین کی اصطلاح میں ایک ہی حدیث الفاظ حدیث کے اختلاف اور روایت کرنے والوں کی کثرت سے بڑھ جاتی ہے............................ مثلاً ایک حدیث کے ایک سو راوی ہوں تو ان کو ایک سو احادیث گنا جائے گا اور اسی طرح ایک حدیث کا متن والفاظ دس راوی الگ الگ بیان کریں تو وہ ایک نہیں دس حدیث گنی جائیں گی، اسی سے بعد کے محدثین کے پاس یہ کہا جانے لگا کہ مثلاً امام احمد کے پاس دس لاکھ احادیث تھیں امام بخاری کے پاس چھ لاکھ احادیث تھیں حالانکہ یہ تعداد حدیث کے ابتدائی طبقات کے لحاظ سے بہت کم تھی کیونکہ وہاں نہ تو اتنے زیادہ ایک ایک حدیث کے روایت کرنے والے تھے اور نہ متون کا اس قدر اختلاف تھا۔

اسی لئے جو احادیث مجتہدین امت کو پہنچی تھیں وہ بہ نسبت دور مابعد کے زیادہ قوی اور باوثوق تھیں اور کیا عجب ہے کہ اسی لئے حق تعالیٰ نے تقدم وقوت ہی کے لحاظ سے مذاہب اربعہ کو رواج وقبول بخشا ہو اور ان کے بعد کے جو مذاہب ہوئے وہ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ختم ہوگئے، یہاں سے مذہب حنفی کی برتری بھی مفہوم ہوتی ہے کہ حسب اعتراف امام سیوطی شافعی وغیرہ امت محمدیہ کا نصف یا دو تہائی حصہ ہر دور میں اسی کا متبع رہا ہے، اس کے بعد درجہ بدرجہ باقی تینوں مذاہب حقہ کا رواج وقبول ہوا۔

امام اعظم کی جامع المسانید دائرۃ المعارف حیدرآباد سے دو ضخیم جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اس کے رواۃ بیشتر وہ کبار محدثین ہیں جو اصحاب صحاح ستہ کے بھی شیوخ ہیں، جامع مسانید میں علامہ خوارزمیؒ نے آخر میں رجال کے تذکرہ میں جابجا اس پر تنبیہ کی ہے۔

امام اعظم اور رجال حدیث

پھر امام اعظم نہ صرف محدث اعظم تھے بلکہ ان کے اقوال رجال حدیث کی جرح وتعدیل میں بھی بطور سند مانے جاتے تھے چنانچہ امام ترمذی وحافظ ابن حجر وغیرہ نے کتب حدیث ورجال میں ان کے اقوال پیش کئے ہیں۔

غرض تدوین فقہ کے بانی اعظم امام صاحب کا خود بھی علم حدیث میں نہایت بلند مرتبہ تھا اور فقہی مسائل کے استنباط میں بھی انہوں نے حدیث کی رعایت سب سے زیادہ کی ہے، چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے لکھا ہے کہ "امام صاحب اور آپ کے اصحاب (شرکاء تدوین فقہ) حدیث سے بھی بہت زیادہ قریب ہیں کیونکہ انہوں نے اولاً نسخ کتاب سنت سے جائز رکھا، ثانیاً مراسیل پر عمل کیا اور ان کو رائے وقیاس پر مقدم کیا، ثالثاً روایت مجہول کو بھی قیاس پر مقدم کیا، رابعاً قول صحابی کو بھی قیاس پر مقدم کیا (یہ سمجھ کر قول صحابی بھی غیر مدرک بالقیاس میں حدیث ہی کے قریب درجہ رکھتا ہے)

امام محمد نے کتاب ادب القاضی میں فرمایا کہ "حدیث بغیر استعمال رائے کے مستقیم نہیں ہوسکتی اور نہ رائے بغیر حدیث کی مطابقت کے مستقیم ہوسکتی ہے اسی لئے امام محمدؒ نے اپنی کتابوں کو احادیث وآثار سے بھر دیا ہے، ہاں جن لوگوں نے سہولت اور راحت پسندی سے کام لیا اور صرف ظاہر احادیث پر کفایت کی معانی کا کھوج نہ لگایا ترتیب فروع علی الاصول اور استنباط وغیرہ کی تکلیف برداشت نہ کی وہ ظاہر حدیث کی

طرف منسوب ہو گئے اور احناب اصحاب رائے کہلائے کیونکہ وہ حلال و حرام کی معرفت میں حاذق اور متقن تھے، استخراج مسائل نصوص سے کرنے میں اور دقت نظر و کثرت تفریع میں ممتاز تھے اور ان سب امور سے اکثر اہل زمانہ عاجز تھے"۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۲۷)

اجتہاد کی اجازت شارع علیہ السلام سے

واضح ہو کہ اجتہاد کرنے کا حکم خود شارع علیہ السلام نے دیا ہے اور خود بھی اس پر عمل کیا چنانچہ ترمذی، ابوداؤد اور دارمی میں حدیث موجود ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ کو قاضی یمن بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملے تو کیا کرو گے؟ کہا سنت رسول خدا کی روشنی میں اس کا حکم دیکھوں گا فرمایا کہ اگر اس میں بھی نہ ملے تو کیا کرو گے، کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس حکم کو نکالنے کی پوری سعی کروں گا، حضرت معاذ ہی کا بیان ہے کہ اس کو سن کر رسول اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مار کر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے رسول کے رسول کو اس امر کی توفیق دی جس سے خدا کا رسول راضی ہوا۔

اسی طرح کی دوسری احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں امام اعظم اور آپ کے شرکاء تدوین فقہ نے تدوین فقہ کی ضرورت محسوس کر کے وہ کارنامہ انجام دیا جس کا مثل دوسرے مذاہب پیش نہیں کر سکتے۔

نقشہ تدوین فقہ

شامی میں لکھا ہے کہ فقہائے نے فقہ کی تدوین کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ فقہ کا کھیت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے بویا، علقمہ نے اس کو سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا، حماد نے اس کو مانڈا یعنی اناج کو بھوسی سے الگ کیا، ابوحنیفہ نے اس کو پیسا، ابویوسف نے اس کو گوندھا، محمد بن الحسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

تشریح: یعنی اجتہاد و استنباط کا طریقہ حضرت ابن مسعود سے شروع ہوا، سراج الامۃ امام الائمہ امام اعظم نے اس کو کمال پر پہنچا کر تدوین فقہ کی مہم سر کرائی، تقریباً ساڑھے بارہ لاکھ مسائل و جزئیات کو جمع کرا کر ان کو ابواب پر مرتب کرایا جن سے کتاب الفرائض، کتاب الشروط وغیرہ تصنیف ہوئیں، پھر آپ ہی کے نقش قدم پر چل کر امام مالک، امام محمد، امام ابویوسف، امام زفر، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کبار ائمہ مجتہدین نے اصول تفقیہ و تفریع وغیرہ مرتب کر کے ترقیات کیں اور فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث و رجال وغیرہ پر بہترین کتابیں وجود میں آئیں۔

بانی علم اصول فقہ

موفق ص ۲۲۵ ج ۲ میں تصریح ہے کہ سب سے پہلے علم اصول فقہ میں امام ابویوسف نے امام اعظم کے مذہب پر کتابیں لکھیں اس لئے امام شافعی کے بارے میں جو کسی نے لکھا ہے کہ اصول فقہ پر سب سے پہلے کتاب لکھی وہ خود امام شافعی کے اصول فقہ سے متعلق سمجھنا چاہئے۔

سب سے پہلے تدوین شریعت

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا کیونکہ صحابہ و تابعین نے علم شریعت میں ابواب فقہیہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں کی، ان کو اپنی یاد پر اطمینان تھا لیکن امام صاحب نے صحابہ و تابعین کے بلاد اسلامیہ میں منتشر ہونے کی وجہ سے علم شریعت کو منتشر پایا اور متاخرین کے سوء حفظ کا خیال کر کے تدوین شریعت کی ضرورت محسوس کی روایت ہے کہ آپ کے مذہب کو چار ہزار شخصوں نے نقل کیا ہے اور پھر ہر ایک کے اصحاب و تلامذہ کی تعداد ملا کر لاکھوں تک پہنچتی ہے، ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں جو قفال مروزی کے جواب میں

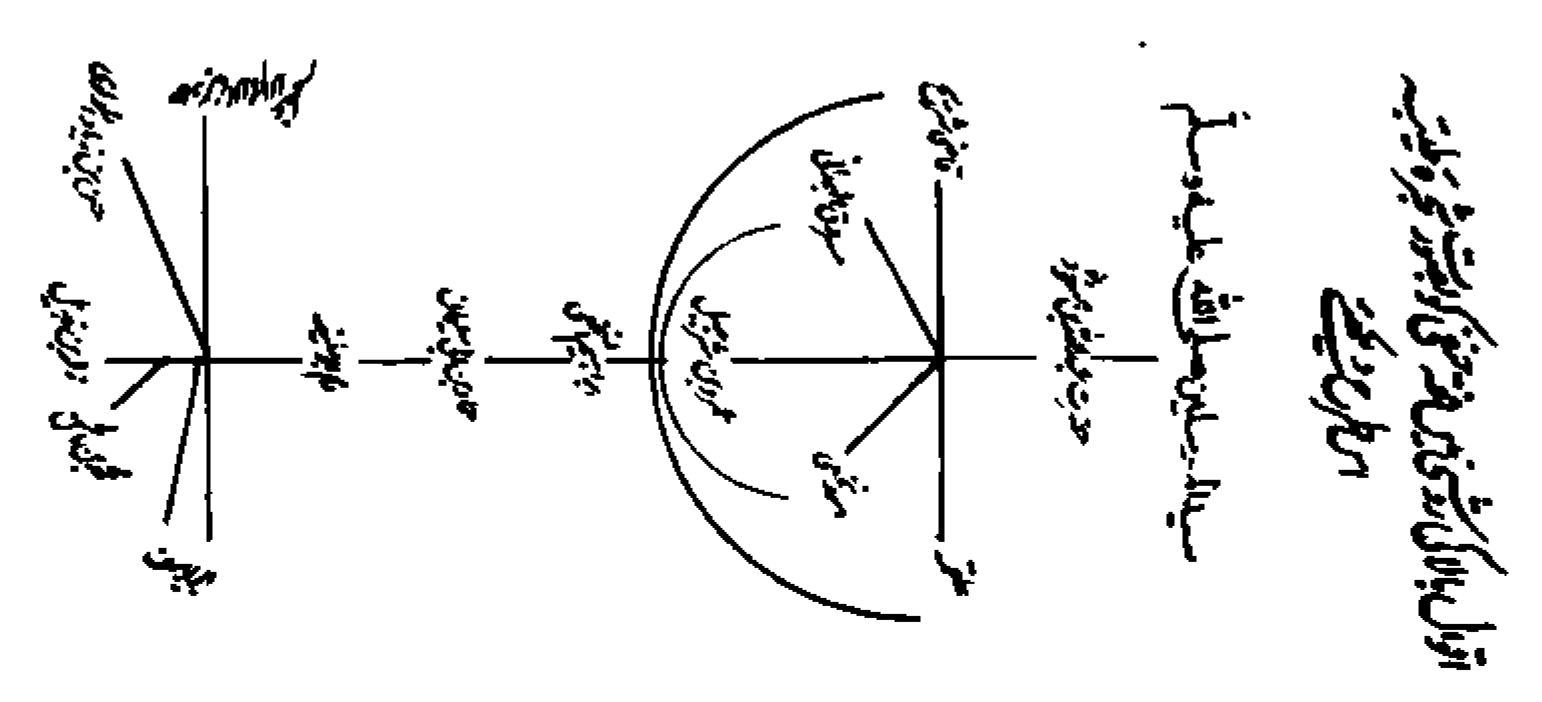
لکھاہے، تصریح کی کہ امام صاحب کے مقلدین بلاشبہ ہر دور میں دو تہائی رہے ہیں جن میں بڑے بڑے اہل علم، اتقیاء اور سلاطین، ہوئے ہیں۔

فقہ حنفی کی تاریخی حیثیت

خلف بن ایوب کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم سرور انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو پہنچا حضور اکرم ﷺ سے صحابہ کرام کو، صحابہ کرام سے تابعین کو اور تابعین سے امام ابوحنیفہ کو حافظ ابن قیم نے بھی علام الموقعین میں اس موضوع پر پوری بحث کی ہے، صحابہ کا ذکر کیا پھر محدثین و فقہاء کے فرائض، ان کے مناقب وفضائل لکھے اور اسی سلسلہ میں امام صاحب اور ان کے اصحاب کا بھی وقیع طور پر ذکر کیا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ میں یہ بحث لکھی ہے اور حافظ ابن قیم اور شاہ صاحب کی بحث میں صرف تفصیل واجمال کا فرق ہے، دونوں جگہوں کو دیکھ لیا جائے، ہم نے بخوف طوالت ان کو یہاں نقل نہیں کیا۔

امام اعظم اور آپ کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ

موفق ص ۳۹ میں ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار اساتذہ سے علم فقہ وحدیث حاصل کیا اور تکمیل کے بعد مسند درس پر بیٹھے تو ایک ہزار شاگرد جمع ہو گئے ان میں سے ۴۰ کو منتخب کیا، تدوین فقہ کے لئے جو سب مجتہد تھے، یہ چالیس حضرات تو وہ تھے جو باقاعدہ تدوین فقہ کے کام میں ذمہ دارانہ حصہ لیتے تھے، ان کے علاوہ دوسرے محدثین وفقہاء بھی اکثر اوقات حدیثی وفقہی بحثوں کو سنتے اور ان میں اپنے اپنے علم و صوابدید کے موافق کہنے سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔



امام صاحب کا مقام مجلس تدوین میں

ابو ہاشم الکوفی الہمدانی (جنہوں نے امام صاحب اور دوسرے مشائخ کوفہ کی صحبت پائی ہے) نے روایت کی کہ امام صاحب جب مسند علم پر بیٹھتے تھے تو ان کے ارد گرد آپ کے اصحاب قاسم بن معن، عافیہ ابن یزید، داؤد طائی، زفر بن ہذیل جیسے خصوصی ارکان مجلس بیٹھ جاتے تھے اور کسی مسئلہ پر بحث شروع ہو جاتی تھی اور اثناء بحث میں آوازیں بھی بلند ہو جاتی تھیں لیکن جب امام صاحب تقریر فرماتے تھے تو سب خاموش ہو جاتے تھے اور امام صاحب پوری تحقیق فرما لیتے تو سب مل کر اس کو منضبط کر لیتے تھے پھر اس کو مکمل کرنے کے بعد دوسرے مسئلے کو شروع کرتے تھے۔

یہ بھی انہوں نے بیان کیا کہ جب امام صاحب کے اصحاب آپ کی خدمت میں جمع ہوتے تھے تو پوری طرح مستعد ہو کر شاگردوں کے طریق پر بیٹھتے تھے اور جب امام صاحب تقریر فرماتے تھے تو ان کی تقریر صرف قوی استعداد کے لوگ سمجھ سکتے تھے۔ (مناقب کردری ص ۱۰۳ ج ۱)

مجلس وضع قوانین کی تاسیس

حرمین شریفین میں تقریباً ۶ سال گذارنے کے بعد جب امام صاحب کوفہ واپس آئے تو مجلس مذکورہ قائم کرنے کا منصوبہ ذہن میں تھا اور یہ ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ تھا جس کی نظیر اسلام تو اسلام، غیر اسلامی تاریخوں میں بھی نظر نہیں آتی، امام صاحب جن کی دو خصوصیتیں اس وقت زیادہ نمایاں ہو چکی تھیں، ایک تو احادیث و آثار کی تاریخی جستجو کی اہمیت ان کے ناسخ و منسوخ، تقدم و تاخر کی معلومات میں غیر معمولی امتیاز حاصل کر لیا تھا اور ان کے حالات میں بڑے بڑے لوگوں نے امام صاحب کے اس امتیاز کو نمایاں کیا ہے کہ ناسخ و منسوخ احادیث و آثار کے آپ بہت بڑے عالم تھے، دوسری خصوصیت مسائل و نوازل کے وقوع سے پہلے ان کے احکام کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی غیر موجودگی میں قیاس و رائے سے متعین کرنا، ان دونوں وصف کے وہ شہرت یافتہ امام تھے۔

قیس بن ربیع حفاظ حدیث میں تھے ان سے جب کوئی امام صاحب کی خصوصیت دریافت کرتا تو جواب میں فرماتے "اعلم الناس بما لم یکن" یعنی جو حوادث ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے، ان کے متعلقہ احکام کے وہ سب سے بڑے عالم تھے۔ (مناقب موفق ص ۴۰ ج ۲)

تدوین فقہ کا طرز خاص

امام صاحب نے جس طرز پر تدوین فقہ کا کام کیا در حقیقت وہ رسول اکرم ﷺ کے فرمان کی تعمیل تھی جو طبرانی نے اوسط میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ قال قلت یا رسول اللہ ان ینزل بنا امر لیس فیہ بیان امر و لا نہی فما تامرنی؟ قال تشاور و الفقہاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رای خاصۃ[۱] اس لئے یہ مذہب حنفی جو دراصل ایک جماعت شوریٰ کا مذہب تھا اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد ید اللہ علی الجماعۃ سے مؤید تھا ہر زمانہ میں مقبول خواص و عوام رہا اور اسی لئے امام مالک جیسے امام و مجتہد ان کی جماعت کے تدوین کردہ مذہب سے مستفید ہوتے تھے، موفق میں ہے کہ امام مالک اکثر امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور ان کے فیصلوں کو تلاش کرتے تھے خواہ ظاہر نہ کریں۔ (موفق ص ۳۳ ج ۲) یہ روایت اسحٰق بن ابی اسرائیل سے جو شیوخ ابو داؤد و نسائی میں ہیں اور محمد بن عمر واقدی سے ہے جو امام مالک کے شاگرد تھے۔

فقہ حنفی اور امام شافعی

امام اعظم کے بعد ائمہ متبوعین میں سے فقہی نقطہ نظر سے امام شافعی کا درجہ مانا گیا ہے، اس لئے ان کی رائے فقہ حنفی میں یہاں خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ۱۔ فرمایا کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں میں نے کوئی شخص بھی ابو حنیفہ سے افقہ نہیں دیکھا۔ (خیرات حسان ص ۳۱)

۲۔ جس شخص نے ابو حنیفہ کی کتابوں میں نظر نہیں کی وہ علم و فقہ میں تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔ (خیرات ص ۳۱)

۳۔ جو شخص فقہ میں تبحر ہونا چاہے وہ امام ابو حنیفہ کا نمک خوار بنے کیونکہ وہ ان میں سے تھے جن کو فقہ میں کامل توفیق ملی ہے (ایضاً)

۴۔ دیلمی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ میں امام محمد کی خدمت میں دس سال رہا اور ان کی تصانیف اس قدر پڑھیں جس کو ایک اونٹ اٹھا سکے، اگر امام محمد اپنی عقل و فہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کا کلام کبھی نہ سمجھ سکتے لیکن وہ ہم سے ہماری عقل و فہم کے مطابق کلام

---

[۱] کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی ایسا امر پیش آئے جس میں امر و نہی منصوص نہ ملے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ فرمایا "فقہاء و عابدین سے معلوم کرو اور کسی ایک کی رائے پر مت چلو"۔

کرتے تھے (کردری ص ۱۵۵ ج ۲)

۵- فرمایا مجھے خدا نے علم میں دو شخصوں سے امداد دی حدیث میں ابن عیینہ سے اور فقہ میں امام محمد سے (کردری ص ۱۵۰ ج ۲)

۶- جو فقہ حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب و تلامذہ کی صحبت کو لازم سمجھے کیونکہ معانی ان کو ہی میسر ہوئے ہیں، بخدا میں امام احمد کی کتابیں ہی پڑھ کر فقیہ بنا ہوں ۔ (درمختار ص ۳۵)

خصوصیات فقہ حنفی

بے شمار خصوصیات میں سے چند بطور مثال ملاحظہ کیجئے ۔

۱- باقی فقہ حنفی کا نظریہ یہ تھا کہ نہ صرف اپنے وقت کے موجودہ مسائل کو طے کیا جائے بلکہ جو حوادث و نوازل آئندہ بھی تا قیام قیامت پیش آسکتے ہیں، ان سب کا فیصلہ کیا جائے، برخلاف اس کے اس زمانہ کے دوسرے محدثین و اکابرین حتیٰ کے امام مالک وغیرہ کا بھی نظریہ یہ تھا کہ صرف ان مسائل کی تحقیق کی جائے جو پیش آچکے ہیں، وہ فرضی مسائل کے جوابات بھی نہیں دیتے تھے اس لئے یہ فقہ حنفی کی بڑی خصوصیت و فضیلت ہے جو مذکور ہوئی اور اسی سے امام اعظم کی بھی عظیم منقبت نکلتی ہے کیونکہ بنی آدم کے استحقاق خلافت کا بڑا سبب علم ہے اور علمی کمالات کی وجہ سے حضور اکرم علیہ السلام کو سردار اولین و آخرین کہتے ہیں پھر وہ علم جو معاملات متعلقہ بالغیر کے انصرام سے متعلق ہو سب سے زیادہ نافع قرار دیا گیا ہے اور حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کے بعد جن لوگوں کے علم سے امت کو زیادہ فائدہ پہنچا وہ بہ نسبت دوسروں کے افضل ہوں گے، چنانچہ حامل علوم صحابہ و تابعین میں سے امام اعظم کے علم اور علمی خدمات سے جو نفع دوسری صدی سے چودھویں صدی تک پہنچا ہے وہ دوسروں کے علمی افادات سے ہزاروں حصہ زیادہ ہے اور ان شاء اللہ اسی شان سے اس کی افادیت آخر زمانہ تک رہے گی ۔ وما ذلک علی اللہ العزیز.

۲- فقہ حنفی کی تدوین کسی ایک دو فرد نے نہیں کی بلکہ ایک بڑی جماعت نے کی ہے جس کی ابتدائی تشکیل ہی میں کم سے کم چالیس افراد کے نام آتے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہد اور بعد کے اجلۂ محدثین امام احمد، امام بخاری، امام مسلم وغیرہ کے شیوخ کے شیوخ اور استادوں کے استاد تھے اور اسی لئے بعض مصنفین نے تصریح کی ہے کہ اگر صحاح ستہ اور دوسری مشہور کتب حدیث میں سے امام اعظم کے تلامذہ کے سلسلہ کی احادیث و آثار کو الگ کر لیا جائے تو ان میں باقی حصہ بمنزلۂ صفر رہ جائے گا ۔

پھر اس دور کے بعد سے اب تک فقہ حنفی کی خدمت ہر زمانہ میں بڑے بڑے فقہا و محدثین کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ سب بھی امام صاحب ہی کا مذکورہ نظریہ رکھتے ہوں گے اور ہر دور میں لاکھوں لاکھ مسائل کا فیصلہ قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین، اجماع و قیاس سے ہوتا رہا تو اب تک کتنی تعداد ہوئی ہوگی، دوسرے فقہ میں نہ اتنی وسعت تھی اور نہ کام کرنے والوں نے اس وسعت حوصلہ سے کام کیا تو ظاہر ہے کہ فقہ حنفی کے مقابلہ میں ان کی پوزیشن کیا ہے ۔

۳- عامر بن الفرات نسائی امام اعظم کے خاص تلامذۂ اہل نسأ میں سے تھے، محمد بن یزید کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں آتا جاتا تھا، ایک روز فرمانے لگے تم نے امام صاحب کی کتابیں بھی دیکھی ہیں؟ میں نے عرض کیا میں تو حدیث کا طالب ہوں، ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے میں کیا کروں گا؟ فرمایا کہ میں ستر سال سے برابر آثار کا علم حاصل کر رہا ہوں لیکن امام صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے پہلے میں اچھی طرح استنجاء بھی نہیں جانتا تھا ۔ (کردری ص ۲۴۷ ج ۲)

۴- فقہ حنفی سے دوسرے فقہوں نے بھی مدد لی جس کی تفصیل بلوغ الامانی میں ملاحظہ کی جائے اور امام شافعی وغیرہ کے اقوال اس پر گواہ ہیں ۔

۵- فقہ حنفی جس طرح خواص اہل علم و فضل اور سلاطین اسلام کی نظروں میں بوجہ اپنی جامعیت و معقولیت کے مقبول و محبوب ہوا، عوام

میں بھی بوجہ سہولت عمل وتشریح جزئیات میں فروع کثیرہ پسند کیا گیا، نیز مذہب حنفی میں ہر زمانہ کی ضروریات اور جدید سے جدید ترقیات کے ساتھ چلنے کی پوری صلاحیت موجود ہے، اسی لئے ابتداء ہی سے اس کا نفوذ وشیوع دور، دراز بلاد وممالک میں ہوگیا تھا، چنانچہ ذیل کا ایک واقعہ بطور مثال پڑھ لیجئے۔

خیر القرون میں اسلام اور حنفی مذہب کا چین تک پہنچنا

نواب صدیق حسن خان نے کتاب ریاض المرتاض وغیاض الاریاض میں ص ۳۱۶ پر سد سکندری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''کتاب مسالک الممالک میں لکھا ہے کہ واثق باللہ (خلیفہ عباسی) نے چاہا کہ سد سکندری کا حال معلوم کرے چنانچہ اس نے اس کے تفحص کے لئے ۲۲۸ھ میں سلام نامی کو جو چند زبانوں کا واقف تھا پچاس آدمیوں کے ساتھ سامان رسد دیکر روانہ کیا، یہ لوگ بلاد آرمینیہ، سامرہ، ترخان وغیرہ سے گذر کر ایسی سرزمین پر پہنچے جہاں سے سخت بدبو نکلتی تھی، پھر دو روز مزید چل کر ایسی سرزمین پر پہنچے جہاں ان کو ایک پہاڑ نظر آیا وہاں ایک قلعہ بھی تھا اور کچھ لوگ اس میں تھے مگر آس پاس آبادکاری کے نشانات نہ تھے ۲۷ منزل وہاں سے آگے اور طے کیں اور ایک قلعہ پر پہنچے جہاں سے ایک پہاڑ قریب تھا اور اس کی گھاٹیوں میں سد یاجوج ماجوج تھی اگرچہ اس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحرا اور متفرق مکانات بہت تھے، سد مذکور کے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے اور ان کا مذہب حنفی تھا زبان عربی وفارسی بولتے تھے۔

وجہ اختلاف

امام صاحب کی بلند شخصیت اور وسیع حلقہ درس استنباط احکام کے نئے مستحکم اسالیب کی شہرت دور، دور تک پہنچ گئی تھی اور دور سے لوگ صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے تھے، اس لئے خلاف کرتے تھے اور آپ کے وسیع علم، غیر معمولی ورع وتقوی اور جلالت قدر کا اندازہ نہ کر کے نئی بات سن کر منکر سمجھتے تھے چنانچہ جو لوگ واقف ہوجاتے تھے وہ تعظیم کرتے تھے اور موافقت کرتے تھے مثلاً امام اوزاعی نے جو فقیہ شام اور آپ کے معاصر تھے، عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ یہ کون مبتدع کوفہ میں پیدا ہوا ہے ابوحنیفہ؟ انہوں نے جواب نہ دیا بلکہ مشکل مشکل مسائل بیان کئے اور ان کے جوابات فتاوی امام صاحب کے بتائے ہوئے، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ جوابات وفتاوی کس کے ہیں؟ کہا کہ ایک شخص کے ہیں جن سے میں عراق میں ملا تھا، اوزاعی نے کہا کہ یہ تو مشائخ میں بڑی قابل قدر شخصیت معلوم ہوتے ہیں، تم جاؤ اور ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو، اس پر انہوں نے کہا کہ وہی تو ابوحنیفہ ہیں، پھر امام اوزاعی اور امام صاحب مکہ میں جمع بھی ہوئے اور مسائل کا مذاکرہ کیا جن کو حل کیا (ابن المبارک ذکر کرتے ہیں کہ) جب جدا ہوئے تو امام اوزاعی نے ان سے فرمایا'' مجھے تو اس شخص کے کثرت علم اور وفور عقل پر غبطہ ہوا اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں کہ ان کے بارے میں جو کچھ کہا میں تو کھلی غلطی پر تھا، جاؤ ان کی صحبت کو لازم کرلو کسی طرح ساتھ نہ چھوڑو کیونکہ ان کے بارے میں جو چیزیں مجھ کو پہنچی تھیں میں نے ان کو ان کے بالکل خلاف پایا (الخیرات الحسان ص ۳۳)

امام صاحب کی بلند ترین شخصیت علمی کے گہرے اثرات نئے طریق فکر، افتاء وتخریج مسائل کے نئے اسلوب، فہم معانی حدیث و استنباط احکام کے گرانقدر اصول، شورائی طرز کی فقہی مجالس کی دھاک دور دور تک بیٹھی ہوئی تھی اور یہ دنیا کی بے نظیر علمی مہم دو چار دس سال تک بھی نہیں تقریباً تیس سال بلکہ زیادہ تک پورے شدومد سے جاری رہی، اتنے بڑے عظیم الشان کام کو انجام دینے والی عظیم شخصیت کے ایسے غیر معمولی کارنامہ کو دیکھ کر دنیائے علم محو حیرت وتماشہ تھی، قریب سے دیکھنے والوں نے اچھے اثرات لئے دور سے اندازہ کرنے والوں میں صحیح و غلط دونوں ہوئے، کچھ رشک وحسد کا شکار ہوئے کچھ اور آگے بڑھے اور مخالفانہ پروپیگنڈے شروع کئے جیسے نعیم بن حماد کہ امام ذہبی میزان جلد سوم ص ۲۳۹ پر ازدی سے نقل کرتے ہیں کہ نعیم تقویت سنت کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے اور امام ابوحنیفہ کے معائب میں جھوٹی

حکایتیں گھڑا کرتے تھے جو سب کی سب جھوٹ ہوتی تھیں۔

افسوس ہے کہ امام بخاری نے ان نعیم کی بھی ایک غلط روایت اپنی تاریخ صغیر میں نقل کردی ہے جو امام اعظم کے بارے میں حضرت سفیان ثوری کی طرف منسوب کی گئی ہے اور وہ حضرت سفیان پر بھی افتراء ہے کیونکہ شیخ ابن حجر مکی شافعی نے خیرات حسان میں حضرت سے امام اعظم کی توثیق نقل کی ہے۔

امام صاحب اور سفیان ثوری

امام سفیان ثوری ان لوگوں میں سے تھے جن کو امام صاحب سے ہمسری کا دعویٰ تھا پھر بھی وہ امام صاحب کے علوم سے بے نیاز نہ تھے، انہوں نے بڑے لطائف الحیل سے کتاب الرہن کی نقل حاصل کی اور اس کو اکثر پیش نظر رکھتے تھے، زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کررہے تھے ان سے اجازت لے کر میں اس کو دیکھنے لگا تو امام ابوحنیفہ کی کتاب الرہن نکلی، میں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ ابوحنیفہ کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ بولے، کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں۔ (عقود الجمان باب عاشر)

حسن بن مالک کا قول ہے کہ امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے، سفیان ثوری مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہ کا اتباع کرنے والے ہیں، حضرت علامہ عثمانیؒ نے لکھا کہ اس امر کا ثبوت جامع ترمذی کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۶۹)

اس کے علاوہ حضرت ابونعیم اصبہانی نے بھی کچھ روایات امام اعظم کی شان کے خلاف نقل فرمادی ہیں جن کے راوی درجہ اعتبار سے ساقط ہیں، کیا اچھا ہوتا کہ ایسے بڑے لوگ، جو روایت حدیث کے وقت بال کی کھال نکالتے ہیں اور کسی طرح شک وشبہ کے پاس بھی نہیں پھٹکتے ایک ایک لفظ کو جانچ تول کر اور کسوٹی پر کس کر نقل کرتے ہیں امام اعظم ایسی عظیم وجلیل شخصیتوں کے بارے میں بھی اپنی محتاط روش کو بے داغ رکھتے تاکہ جواب دینے والے بضرورت جواب بھی اپنے محبوب ومحترم امام بخاری یا محدث ابونعیم کے متعلق کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شکوۂ بے احتیاطی وغیرہ پر بھی مجبور نہ ہوتے، یہ ظاہر ہے کہ امام اعظمؒ کی جلالت قدر کو وہ حضرات ہم سے بھی زیادہ جانتے پہنچانتے تھے اور ہم سے زیادہ ان کے دلوں میں ان کی قدر ومنزلت تھی یہی وجہ ہے کہ محدث ابونعیم اصبہانی نے امام اعظم کی مسانید کے ۱۷ یا ۲۱ روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں، اور امام بخاری امام اعظمؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں (اس کی تفصیل امام بخاری کے تذکرہ میں آئے گی اور پھر اس شان سے کہ امام بخاری حضرت علی بن المدینی کے شاگرد ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے علمی اعتبار سے اپنے آپ کو کسی سے حقیر وکمتر نہیں سمجھتا بجز علی بن مدینی کے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۷)

اور یہ علی بن مدینی حضرت یحییٰ بن سعید القطان کے شاگرد ہیں اس طرح کے جواہر مضیہ میں ہے، حضرت یحییٰ نماز عصر کے بعد مینارۂ مسجد سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے تھے اور امام احمد، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ان کے سامنے کھڑے ہو کر حدیثی سوالات کیا کرتے تھے اور نماز مغرب تک اسی طرح کھڑے کھڑے جوابات سنتے تھے نہ وہ ان سے بیٹھنے کے لئے فرماتے تھے اور نہ یہ ان کی عظمت وہیبت کی وجہ سے بیٹھتے تھے، یہ حضرت یحییٰ القطان باوجود اس فضل وکمال کے امام اعظم کے حلقہ درس میں اکثر شریک ہوتے تھے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے اور اکثر مسائل میں امام صاحب کی ہی تقلید کی ہے خود کہتے ہیں قد اخذنا باکثر اقواله (تہذیب التہذیب ترجمہ امام ابوحنیفہ) تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے وکیع بن الجراح کے ذکر میں لکھا ہے کہ وہ اور یحییٰ القطان دونوں امام ابوحنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور یحییٰ بن معین نے بھی اسی طرح لکھا ہے پھر امام اعظم کے بعد بواسطہ ابن مبارک بھی امام اعظم کے شاگرد رہے ہیں، نیز علی بن المدینی معلی بن منصور کے بھی شاگرد ہیں اور وہ امام اعظم کے شاگرد ہیں اسی طرح اور بہت سے اساتذہ وشیوخ ہیں کہ ان کے واسطوں سے امام بخاری کو امام اعظم

کے علمی فیوض و برکات پہنچے ہیں اور امام بخاری نے بیسیوں مسائل میں امام اعظم کی موافقت بھی فرمائی ہے۔

اس کے بعد تیسرے نمبر پر خطیب بغدادی کا ذکر بھی مناسب ہے کہ انہوں نے تاریخ بغداد میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر امام اعظم کی شان رفیع کے خلاف بے سروپا روایات کا ایک ڈھیر لگا دیا ہے جن کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو تک پہنچا دی ہے، اس کے جواب میں ملک معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی نے السہم المصیب فی کبد الخطیب لکھا، اور ہمارے استاذ محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کو بڑی تمنا تھی کہ وہ چھپ جائے لیکن جب طبع ہو کر آیا تو اس کو جیسا خیال تھا نہ پایا، اس کے علاوہ سبط ابن الجوزی نے الانتصار لام ائمة الامصار دو جلدوں میں تالیف کی اور خطیب کا پورا رد کیا اور ابو المؤید الخوارزمی نے مقدمہ جامع المسانید میں بھی اچھا رد کیا ہے لیکن آخر میں حضرت الاستاذ المحترم شیخ محمد زاہد الکوثری قدس سرہ نے جو کافی وشافی رد لکھا وہ یقیناً سب پر فائق ہے اس کا نام **"تانیب الخطیب علی ما ساقه فی ترجمة ابی حنیفة من الاکاذیب"** ہے یہ لاجواب کتاب قابل دید ہے جس میں ایک ایک چیز کا روایت و درایت سے جواب لکھا ہے اور تحقیق و تدقیق کی پوری پوری داد دی ہے اور الحمد للہ امت پر جو خطیب کے جواب کا قرض تھا اس کو انہوں نے پورا پورا ادا کر دیا ہے۔ **جزاهم الله عن سائر الامة خير الجزاء۔**

ضروری و اہم گذارش

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات کے ساتھ ہی موزوں ہوتا کہ ان کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ کے حالات بھی متصلاً آ جاتے لیکن ائمہ متبوعین کو ایک جگہ کرنے اور ائمہ ثلاثہ کی جلالت قدر و اہمیت شان کے پیش نظر امام صاحب کے بعد ان تینوں اکابر ائمہ مجتہدین، امام مالک، امام شافعی، امام احمد کے حالات پیش کر دیئے گئے، دوسرے اس لئے بھی یہ ترتیب غیر موزوں نہیں رہی کہ یہ تینوں حضرات بھی امام صاحب کے سلسلۂ تلامیذ میں داخل ہیں۔

اب ان چالیس حضرات اکابر مجتہدین محدثین و فقہاء عظام کے حالات پیش کئے جاتے ہیں جو امام صاحب کے ساتھ تدوین فقہ کی تاریخی مہم میں شریک تھے ان کی تعیین و تلاش اور حالات جمع کرنے میں مجھے کافی صعوبت اس لئے ہوئی کہ اب تک کسی تصنیف میں یکجا ان کے حالات تعیین و تشخیص کے ساتھ نہیں ملے، کتابوں میں بھی تلاش بلیغ کی گئی اور موجودہ اکابر اہل علم سے بھی رجوع کیا گیا مگر کہیں سے رہنمائی نہ ہوئی، علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے سیرۃ النعمان میں لکھا ہے کہ مجھے بڑی تمنا تھی کہ ان چالیس شرکاء تدوین فقہ کے حالات جمع کروں مگر نہ مل سکے اس لئے انہوں نے بھی صرف ۱۲-۱۳ حضرات کی تعیین کی۔

چونکہ اوپر سے ہی برابر نقول میں یہ چیز ملتی ہے کہ امام صاحب نے اپنے بے شمار تلامذہ اصحاب میں سے ۴۰ افراد منتخب کر کے ان کو تدوین فقہ کے کام پر لگا دیا تھا اور وہ تب مجتہدین کے درجہ کے تھے اس کے بعد تفصیل ندارد ہو جاتی تھی، اس لئے راقم الحروف کو بھی بڑی تمنا تھی کہ ان سب کی تعیین ہو کر حالات بھی یک جا ہو جائیں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس میں کامیابی ہوئی۔

پھر جمع حالات کے سلسلے میں یہ بھی وقت ہوئی کہ رجال حدیث کے حالات لکھنے والے قلم غیروں کے ہاتھ میں تھے انہوں نے شروع سے ہی کاٹ چھانٹ اور اپنے پرائے کی تفریق کے نظریہ سے کام لیا تھا، حافظ ابن حجر کا تو کہنا ہی کیا کہ بقول حضرت شاہ صاحبؒ ان سے زیادہ رجال حنفیہ کو کسی اور سے نقصان نہیں پہنچا انہوں تو امام اعظم کے تلامذہ کا ذکر کرتے وقت ہی سب کچھ آئندہ کا نقشہ سوچ لیا ہوگا کہ حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں اگر ایک سو تلامذہ کبار کا ذکر کیا تھا تو انہوں نے تہذیب التہذیب میں ان کو گھٹا کر صرف ۲۳ ذکر کئے اور حضرت عبداللہ بن مبارک، امام حسن بن زیادہ، حضرت داؤد طائی، شیخ الاسلام یزید بن ہارون، امام حدیث سعد بن الصلت، محدث کبیر عبید اللہ بن موسیٰ، محدث و فقیہ جلیل ابو مطیع بلخی جیسے حضرات تلامذہ و اصحاب امام اعظم کا ذکر ہی نہیں کیا، حالانکہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بھی ان

حضرات کوامام صاحب کے تلامذہ میں گنایا ہے۔

پھر حافظ ذہبی نے ان چالیس حضرات میں سے اکثر کو حفاظ میں شامل نہیں کیا کیونکہ تعصب وہاں بھی کم نہیں ہے اگر چہ دوسرے طرز کا اور حافظ سے نسبتاً کم ہے اسی سے اندازہ کرلیجئے کہ امام محمد کو حفاظ میں ذکر نہیں کیا جبکہ علامہ ابن عبدالبر اوران سے پہلے محدث دارقطنی نے بھی امام محمد کو کبار حفاظ وثقات میں تسلیم کیا ہے جس کا ذکر ہم امام محمد کے حالات میں کریں گے۔

غرض حافظ ذہبی نے بھی زیادہ تو یوں نکال دیئے اس کے بعد حافظ کبیر عبدالرزاق (صاحب مصنف) شیخ الاسلام حافظ ابوعاصم ضحاک بن مخلد الامام الحافظ مکی بن ابراہیم، الحافظ الامام فضل بن موسیٰ سینانی، الامام الحافظ حفص بن غیاث، سید الحفاظ یحییٰ القطان، الامام الحافظ الثبت محدث العراق احدالائمۃ الاعلام وکیع بن الجراح، الامام الحافظ احدالاعلام مسعر بن کدام، الاعلام الحافظ ابراہیم بن طہمان، الامام العلام قاضی الکوفہ احدالاعلام قاسم بن معن، الامام القدوہ شیخ الاسلام شیخ الحرم فضیل بن عیاض، الحافظ الحجہ محدث البصرہ یزید بن زریع، الامام الحافظ العلام شیخ الاسلام فخر المجاہدین قدوۃ الزاہدین عبداللہ بن مبارک، الامام القدوۃ الحجہ عبداللہ بن ادریس، الامام الحافظ علی بن مسہر، ان سب کو مذکورہ بالا القاب وآداب کے ساتھ بڑی عظمت سے ذکر کیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ ان کا کچھ تعلق امام اعظم سے بھی تھا یا نہیں صرف امام ابو یوسف کو الامام العلامہ فقیہ العراقین لکھ کر صاحب ابی حنیفہ اور یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو الحافظ المتقن الفقیہ لکھ کر صاحب ابی حنیفہ لکھا۔

یہاں اس تفصیل سے مجھے یہ بھی دکھانا تھا کہ امام صاحب کے تلامذہ واصحاب کتنے بڑے پایہ کے ائمہ وحفاظ تھے جن کے لئے حافظ ذہبی نے مذکورہ بالا القاب لکھے ہیں۔

غرض اپنے سلسلہ کے اکابر کی تصانیف نابود ہیں نہ حافظ عینی کی تاریخ ہے نہ سبط ابن الجوزی کی مرآۃ الزمان نہ امام طحاوی کی تاریخ کبیر نہ کفوی کی طبقات الحنفیہ ملتی ہے نہ قاسم بن قطلو بغا کی تالیفات، فوائد بہیہ دیکھئے تو وہاں بھی نقول غیروں سے ہی ہیں اپنی بہت کم اور بہت سے علمائے کبار حنفیہ کے تذکرہ سے خالی، بستان المحدثین وغیرہ کا مطالعہ کیجئے تو اس میں بھی اپنے حضرات کا تذکرہ بہت کم اور کسی کا ہے تو وہ بھی بغایت اختصار، حد ہے کہ حافظ کا ذکر فتح الباری شرح بخاری کی وجہ سے ہے مگر حافظ عینی کا ذکر باوجود عمدۃ القاری شرح بخاری کے نہ آسکا، اسی طرح علامہ عینی نے معانی الآثار امام طحاوی کی دو شرحیں لکھیں ایک نخب الافکار فی شرح معانی الآثار ۸ ضخیم جلدوں میں دوسری مبانی الاخبار ۶ ضخیم جلدوں میں جس کے ساتھ دو جلدوں میں رجال معانی الآثار کی تاریخ لکھی مغانی الاخبار، باوجود ان سب حدیثی خدمات کے بھی چونکہ وہ حنفی تھے ان کے ذکر کو غیروں نے نظر انداز کیا تو ہم نے بھی ان کی ہی تقلید کرلی۔

امام طحاوی کا ذکر معانی الآثار کی وجہ سے ہوا مگر ان کی مشکل الآثار، سنن الشافعی اور شرح المغنی وغیرہ کا نام تک بھی نہیں آپایا، امام طحاوی کے حالات میں ہم نے ان سب کو لیا ہے، بستان المحدثین میں تاریخ بغداد کے ذکر کے لئے بھی کئی صفحات ہیں مگر ان میں کہیں ایک کلمہ اس بارے میں نہیں کہ اکابر امت کے خلاف اس میں کیا کچھ زہر موجود ہے، حافظ حدیث جمال الدین زیلعی حنفی کی نصب الرایہ جیسی عظیم وجلیل کتاب کا کہیں ذکر نہیں جب کہ دوسری چھوٹی چھوٹی کتابوں کا بھی ذکر موجود ہے۔

مختصر یہ کہ دوسروں نے اگر تعصب وعناد کی وجہ سے ہمارے اکابر کا ذکر مٹایا تھا تو ہم اپنی سادگی یا بے اعتنائی سے اسی راہ پر چل پڑے حتیٰ کے آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ کچھ اہل حدیث یہ کہنے کو بھی تیار ہوگئے کہ حنفیہ کے پاس نہ حدیث ہے نہ محدثین، اور بعض حضرات نے تو حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں یہ بھی کہہ دیا کہ وہ امام اعظم کے فن حدیث میں شاگرد نہ تھے، جس پر علامہ کوثری کو تانیب الخطیب میں لکھنا پڑا کہ جامع المسانید امام اعظم کی مراجعت کی جائے اس سے معلوم ہوجائے گا کہ سفیان بن عیینہ نے کس قدر کثرت سے امام اعظم سے احادیث کی روایت کی ہیں، اسی وجہ سے راقم الحروف نے بھی تلامیذ واصحاب امام اعظم کے تذکروں میں جابجا اس تصریح

کی ہے کہ یہ حضرات نہ صرف فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے بلکہ حدیث میں بھی شاگرد ہیں اور جامع مسانید میں ان کی روایات موجود ہیں ان کی مراجعت کی جاسکتی ہے کیا یہ انصاف ہے کہ جب تک ایک شخص کا ذکر شیوخ بخاری و مسلم میں ہے تو وہ خود محدث ہیں اور اس کے شیوخ و تلامذہ بھی محدثین لیکن اگر وہ شخص امام اعظم یا ان کے اصحاب سے روایت کرے تو نہ اس کے شیوخ محدث کہلائیں نہ اس کے تلامذہ، غرض اس قسم کی تمام ناانصافیوں اور تعصباتی نظریات کی ہم ہر موقع پر نشاندہی کریں گے اور ان کی تردید احقاق حق وابطال باطل کے لئے اپنا فریضہ سمجھیں گے۔ واللہ الموفق ومنہ الہدایہ۔

۲۱-امام زفر رضی اللہ عنہ (ولادت ۱۱۰ھ وفات ۱۵۸ھ عمر ۴۸ سال)

اسم ونسب

امام العصر مجتہد مطلق ابوالہذیل زفر عنبری بصری ابن الہذیل بن (زفر الہذیل بن) قیس بن سلیم بن مکمل بن قیس بن عدنان رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان وغیرہ) آپ کا ترجمہ ابوالشیخ کی ''طبقات المحدثین باصبہان میں ہے جس کا قلمی نسخہ ظاہریہ دمشق میں ہے اور ابونعیم کی تاریخ اصبہان میں بھی ہے جو لیدن سے طبع ہوئی ہے۔

ولادت وتعلیم

۱۱۰ھ میں بمقام اصبہان پیدا ہوئے جہاں ان کے والد حاکم تھے اور شعبان ۱۵۸ھ میں وفات ہوئی، صیمری نے لکھا کہ پہلے امام زفر نے حدیث میں زیادہ اشتغال رکھا پھر رائے کی طرف متوجہ ہوئے۔

محمد بن وہب کا بیان ہے کہ امام زفر اصحاب حدیث میں سے تھے، ایک دفعہ ایک مسئلہ پیش آیا کہ اس کے حل کرنے سے وہ خود اور ان کے دوسرے اصحاب حدیث عاجز ہوئے تو امام زفر امام ابوحنیفہ کی خدمت میں پہنچے امام صاحب نے جواب دیا، پوچھا آپ نے یہ جواب کہاں سے دیا؟ فرمایا فلاں حدیث اور فلاں قیاس واستنباط کی وجہ سے، پھر امام صاحب نے مسئلہ کی نوعیت بدل کر فرمایا کہ تم بتاؤ! اس میں کیا جواب ہوگا؟ امام زفر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو اس کے جواب سے پہلے سے بھی زیادہ عاجز پایا، امام صاحب نے ایک اور مسئلہ بیان کیا اور اس کا جواب مع دلیل بتایا، میں ان کے پاس سے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے بھی وہ مسائل پوچھے تو وہ بھی جواب سے عاجز ہوئے میں نے جوابات دیئے اور دلائل سنائے وہ سب کہنے لگے کہ یہ جوابات ودلائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ میں نے کہا امام ابو حنیفہ سے پھر تو میں ان ہی تین مسائل کی بدولت اپنے حلقۂ اصحاب کا سردار بن گیا۔

اس کے بعد امام زفر مستقل طور سے امام ابوحنیفہ سے وابستہ ہوگئے اور ان دس اکابر میں سے ہوگئے جنہوں نے امام صاحب کے ساتھ تدوین کتب کی ہے، یہی واقعہ مسالک الابصار میں بھی امام طحاوی کے ذریعہ سے نقل ہوا ہے (لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفرؒ الکوثریؒ)

صیمری کی روایت ہے کہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے کہا میں نے اپنے والد عثمان بن ابی شیبہ اور چچا ابوبکر ابن ابی شیبہ (صاحب مصنف مادحین امام زفر مشہور) سے امام زفر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام زفر اپنے زمانہ کے اکابر فقہاء میں سے تھے اور والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ابونعیم (فضل بن دکین شیخ اصحاب ستہ) امام زفر کو فقیہ نبیل کہتے تھے اور ان کی بڑائیاں بیان کرتے تھے، عمرو بن سلیمان عطار کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں تھا اور امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا، امام زفر کی تقریب نکاح منعقد ہوئی تو امام صاحب بھی شریک ہوئے انہوں نے امام صاحب سے عرض کیا کہ آپ نکاح پڑھائیں؟ امام صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا اور اسی میں فرمایا کہ یہ زفر بن ہذیل ائمۃ المسلمین میں سے بڑے امام ہیں اور دین کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں، اپنے حسب وشرف وعلم کے اعتبار سے ممتاز ہیں،

امام زفر کی قوم کے کچھ لوگوں نے تو امام صاحب کے ان مدحیہ کلمات پر اظہار مسرت کیا اور کہا کہ امام صاحب کے سوا کوئی دوسرا خطبہ پڑھتا تو ہمیں اتنی خوشی نہ ہوتی مگر کچھ لوگوں نے اپنی خاندانی تعلّی کا اظہار کرتے ہوئے امام زفر سے کہا کہ آپ کے بنو عم اور شرفاء قوم یہاں جمع تھے ایسے موقع پر کیا مناسب تھا کہ (غیر خاندان کے شخص) ابو حنیفہ سے خطبہ نکاح پڑھنے کو آپ نے کہا؟ امام زفر نے جواب میں فرمایا کہ یہ آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں (امام صاحب کی موجودگی میں) تو اگر میرے والد ماجد بھی موجود ہوتے تو ان پر بھی میں امام صاحب کو مقدم کرتا۔

امام صاحب نے جو تعریفی کلمات امام زفر کے لئے ارشاد فرمائے وہ ان کے فضل و تقدم کے لئے بہت بڑی شہادت ہیں اور امام زفر جو پہلے اصحاب حدیث میں سے تھے اور جن کے مداح ابو بکر ابن ابی شیبہ جیسے محدثین بھی تھے جو امام صاحب پر معترضین میں سے تھے ان کا امام صاحب کی انتہائی تعظیم و توقیر کرنا اور تلمذ اختیار کرنا بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔

امام حسن بن زیادہ فرماتے ہیں کہ امام زفر اور امام داؤد طائی میں حقیقی بھائیوں جیسا تعلق تھا پھر داؤد طائی نے تو فقہ کو چھوڑ کر عبادت گزاری اختیار کی اور امام زفر نے فقہ کے ساتھ عبادت کو جمع کیا اور امام زفر داؤد طائی سے ملاقات کے لئے بصرہ جایا کرتے تھے (لمحات النظر ص ۶، ۷) امام وکیع کا قول ہے کہ امام زفر بڑے متورع، اچھا قیاس کرنے والے، کم لکھنے والے تھے اور جو کچھ لکھتے تھے وہ ان کو یاد رہتا تھا، امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ امام زفر صاحب رائے، ثقہ اور مامون تھے، میں نے فضل بن دکین کو دیکھا کہ جب ان کے سامنے امام زفر کا ذکر ہوتا تو ان کی عظمت و جلالت قدر کے حالات بیان کرتے اور ثقہ، مامون بتلاتے کبھی ان کو خیار ناس میں سے فرماتے تھے، یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ میں نے امام وکیع (شیخ اصحاب ستہ) کو آخر عمر میں دیکھا کہ وہ صبح کو امام زفر اور شام کو امام ابو یوسف کے پاس آتے تھے، مگر پھر انہوں نے دونوں وقت امام زفر کے پاس آنا شروع کر دیا۔

امام وکیع سے کسی نے بطور اعتراض کہا کہ آپ زفر کے پاس آتے جاتے ہیں" فرمایا تم لوگوں نے مغالطہ آمیزیاں کر کے ہمیں امام ابو حنیفہ سے چھڑانا چاہا حتیٰ کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے اب تم اسی طرح امام زفر سے چھڑانے کی سعی کرتے ہو تا کہ ہم ابو اسید اور ان کے اصحاب کے محتاج ہو جائیں۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام وکیع امام اعظم سے آخر وقت تک وابستہ رہے اور کسی مغالطہ آمیزی سے بھی متاثر نہ ہوئے، امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے جیسا کہ انتقاء میں علامہ ابن عبدالبر نے تصریح کی ہے اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کے ص ۳۴۷ ج ۱۴ میں ذکر کیا کہ کسی نے وکیع سے کہا "امام ابو حنیفہ نے خطا کی" تو فرمایا کہ وہ کیسے خطا کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ ابو یوسف و زفر جیسے قیاس کرنے والے یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان، مندل ایسے حفاظ حدیث، قاسم بن معن لغت و عربیہ کے ماہر، داؤد طائی و فضیل بن عیاض جیسے زاہد و متورع ہیں اور جس کے ہم مجلس ایسے لوگ ہوں وہ خطا نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر خطا کرے تب بھی اس کو صواب کی طرف لوٹا دیں گے۔

ایک مشہور روایت ترمذی شریف باب الاشعار میں ہے کہ وکیع کے سامنے امام صاحب کا قول ذکر کیا گیا تو ان کو نہایت غصہ آیا، اس کی نسبت بھی از روئے درایت امام وکیع کی طرف صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وکیع امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے اور امام صاحب کے بہت بڑے مداح تھے اور اس واقعہ کی روایت ابو السائب سلم بن جنادہ سے ہے جو امام صاحب سے منحرف و معاند تھے اور وہی وکیع کی طرف بہت سی غیر صحیح حکایات کی طرف نسبت کرتے ہیں جو تاریخ بغداد وغیرہ میں منقول ہیں اور روایات حدیث میں بھی وہ متقن نہیں تھے ابو احمد حاکم کبیر نے کہا کہ وہ بعض احادیث میں مخالفت کرتے تھے، غرض وکیع سے کوئی ایسا کلمہ امام صاحب کے بارے میں صحیح و قوی سند سے مروی نہیں ہے۔ (حاشیہ دراسات اللبیب ص ۲۰۷)

محدث ابو نعیم فضیل بن دکین نے فرمایا کہ مجھ سے امام زفر نے کہا "میرے پاس اپنی حدیثیں لاؤ تا کہ تمہارے لئے ان کی چھان پھوڑ کر دوں، حافظ ذہبی نے کہا کہ امام زفر فقہاء و زہاد میں سے تھے، صدوق تھے بہت لوگوں نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن معین نے بھی

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ابن حبان نے امام زفر کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ متقن حافظ حدیث تھے، اپنے صاحبین کے طریقہ سے نہیں چلے اور اپنے اصحاب میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے اور حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے، حافظ ابن عبدالبر نے انتقاء میں لکھا کہ امام زفر صاحب عقل و دین و ورع تھے اور روایت حدیث میں ثقہ تھے۔

موازنۂ امام ابو یوسفؒ و زفرؒ

حدیث و فقہ و استنباط میں یہ دونوں امام تقریباً یکساں درجہ کے تھے دونوں کے باہم علمی مناظرے مشہور ہیں خود امام صاحب کی موجودگی میں ہوتے تھے اور امام صاحب فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور بعض مرتبہ امام صاحب نے امام ابو یوسف کو ترجیح بھی دی ہے یہ بھی روایت ہے کہ امام ابو یوسف کثرت روایت میں غالب ہو جاتے تھے اور امام زفر میدان قیاس میں آگے بڑھ جاتے تھے۔

محدث خالد بن صبیح کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سفر کیا تو راستہ میں ہی امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی، جب مسجد کوفہ میں پہنچا تو دیکھا کہ سب لوگ امام زفر کے گرد جمع ہیں اور امام ابو یوسف کے پاس صرف دو چار آدمی ہیں خیال ہے کہ یہ ابتداء زمانہ کی بات ہے ورنہ پھر تو امام ابو یوسف سے حدیث و فقہ حاصل کرنے والے کثرت سے ہو گئے تھے کہ کوئی ان کے مقابل نہ تھا اور درس کے کسی وقت نہ اکتانا اور کمال وسعت صدر تو ان کا بڑا امتیاز شمار ہوا ہے، غرض امام زفر بھی امام ابو یوسف کی طرح مجتہد مطلق کے درجہ میں تھے ایک دفعہ امام صاحب نے فرمایا کہ ۳۶ آدمی ہیں ان میں سے ۲۸ قاضی و جج بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ۶ فتویٰ دینے کے اہل ہیں دو ایسے ہیں جو ارباب قضا و اصحاب فتویٰ کی تربیت و سرپرستی کر سکتے ہیں اور امام ابو یوسف و امام زفر کی طرف اشارہ فرمایا۔

خدا کی شان کے امام ابو یوسف امام صاحب کے اشارہ کے موافق قاضی القضاۃ اور چیف جسٹس ہوئے اور امام زفر کو حکومت نے قضاء کے لئے مجبور کیا مگر انہوں نے امام صاحب کی طرح صاف انکار کر دیا کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے، پھر چھپ گئے اور آپ کا مکان گرا دیا گیا آپ نے آکر مکان بنایا اور پھر قضاء کے لئے مجبور کئے گئے اور آپ چھپ گئے دوبارہ مکان گرایا گیا، حتیٰ کہ آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا اور سمجھ لیا گیا کہ کسی طرح راضی نہ ہوں گے۔

کسی نے حسن بن زیاد سے پوچھا کہ آپ نے امام ابو یوسف اور امام زفر کو امام صاحب کی خدمت میں کیسا دیکھا ہے؟ فرمایا کہ جیسے دو چڑیاں باز کے مقابلہ میں، غرض جاننے والے یہی جانتے تھے کہ یہ دونوں ایک درجہ کے تھے، اگرچہ امام صاحب کے مقابلہ میں کچھ نہ تھے اور نہ کچھ اپنے کو سمجھتے تھے، امام زفر جب بصرہ پہنچے اور علماء نے ملاقاتیں کیں، ان سے مشکل مشکل سوالات کئے اور جوابات سن کر متحیر ہوئے ان کو بصرہ کے قیام پر مجبور کیا اور ہر طرف تعریفیں ہونے لگیں لوگوں نے کہا کہ ہم نے فقہ میں زفر جیسا نہیں دیکھا، وہ سب سے بڑے عالم ہیں وغیرہ! امام زفر کو خبر ہوئی کہ تعریف ہو رہی ہے تو فرمایا تم میری تعریف کرتے ہو اگر ابو یوسف کو دیکھتے تو کیا کہتے! ایک دفعہ فرمایا کہ ابو یوسف سب سے بڑے فقیہ ہیں، باہم معاصرین کی اس قدر بے نفسی اور اقران کے ساتھ ایسی وسعت حوصلہ کے ساتھ مدح و ثناء کی مثالیں خیر القرون کی خیریت کا بڑا ثبوت و امتیاز ہیں اور خصوصیت سے امام صاحب کے اصحاب تلامذہ میں یہ بات خاص طور سے دیکھی گئی کہ ان میں تحاسد و تباغض نہیں تھا اور جو بعض قصے ایسے نقل ہوئے ہیں وہ مخالفین کے چلائے ہوئے بے ثبوت ہیں علامہ کوثری نے جا بجا ایسی چیزوں کی تردید کی ہے، جزاہ اللہ خیرا۔

امام زفر کے اساتذہ

علم فقہ میں امام صاحب کے شاگرد ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں بیس سال سے زیادہ امام صاحب کی خدمت میں رہا میں نے کسی کو ان سے زیادہ خیر خواہ، ناصح و مشفق نہیں دیکھا وہ محض اللہ کے لئے اپنی جان کو صرف کرتے تھے، سارا دن تو مسائل کے حل و تعلیم اور نئے حوادث

کے جوابات دینے میں صرف کرتے، جس وقت مجلس سے اٹھتے تو کسی مریض کی عیادت کے لئے جاتے، جنازہ کی تشییع کرتے، کسی ضرورت مند کی حاجت روائی کرتے، کسی فقیر کی امداد کرتے یا کسی بچھڑے ہوئے سے رشتۂ اخوت تازہ کرتے تھے، رات ہوتی تو خلوت میں تلاوت، عبادت ونماز کا شغل رہتا، وقت وفات تک یہی معمول رہا، تفقہ کے ساتھ ہی امام صاحب سے روایت حدیث بھی بکثرت کرتے ہیں، امام سمعانی وغیرہ نے امام زفر کی کتاب الآثار کا ذکر کیا ہے جس میں امام صاحب کے واسطہ سے احادیث کی روایات ہیں۔

امام صاب کے علاوہ دوسرے شیوخ امام زفر کے یہ ہیں، اعمش، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن اسحٰق (صاحب المغازی) زکریا بن ابی زائدہ، سعید بن ابی عروبہ، ایوب سختیانی، وغیرہ۔

امام زفر کے تلامذہ

امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک (شیخ اصحاب ستہ) شقیق بن ابراہیم، محمد بن الحسن، وکیع ابن الجراح (شیخ اصحاب ستہ) سفیان بن عیینہ (شیخ اصحاب ستہ) ابو عاصم النبیل (شیخ اصحاب ستہ) ابو نعیم فضل بن دکین (شیخ اصحاب ستہ وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ امام زفر فرمایا کرتے تھے "ہم رائے کا استعمال اس وقت تک نہیں کرتے جب تک کہ اثر موجود ہو، اسی طرح جب اثر مل گیا رائے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (کردری)

امام وکیع امام زفر کو خطاب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے آپ کو امام صاحب کا جانشین کیا لیکن امام صاحب کے دنیا سے تشریف لے جانے کا صدمہ دل سے نہیں نکلتا، فضل بن دکین کہتے ہیں کہ جب امام صاحب کی وفات ہوئی تو میں امام زفر کا ہو گیا کیونکہ امام صاحب کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ فقیہ اور متورع وہی تھے۔

امام زفر اور نشر مذہب حنفی

حسین بن ولید کہتے تھے کہ امام صاحب کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ متصلب اور دقیق النظر امام زفر تھے، صیمری نے روایت کی کہ یوسف بن خالد سمتی بصرہ سے کوفہ گئے اور امام صاحب سے تفقہ کیا فارغ ہوئے تو بصرہ کا ارادہ کیا امام صاحب نے فرمایا کہ اب تم بصرہ جاؤ گے تو ایسے لوگوں سے واسطہ ہوگا جو تم سے پہلے مسند علم پر متمکن ہو چکے ہوں گے، لہٰذا تم مسند درس سنبھالنے کی جلدی نہ کرنا کہ بیٹھ کر کہنے لگو، ابو حنیفہ نے ایسا کیا اور یہ کہا، اگر ایسا کرو گے تو تم وہاں جم نہ سکو گے بلکہ نکال دیئے جاؤ گے، یوسف گئے اور چونکہ علم وافر لے کر پہنچے تھے صبر نہ ہو سکا، مسند سنبھال کر لگے کہنے کہ امام ابو حنیفہ نے یہ کہا اور وہ کہا، عثمان بتی بصرہ کے امام اور مشہور فقیہ ومحدث تھے، یوسف نے ان کے اصحاب و تلامذہ سے مسائل میں بحثیں کیں اور امام صاحب کے دلائل سے مغلوب کرنا چاہا جس پر وہ لوگ خلاف وعناد پر اتر آئے، ان کو برداشت نہ کر سکے حتیٰ کہ ان کو مسجد سے اٹھا دیا، یہ خاموش ہو گئے اور پھر امام زفر تک کسی اور کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ امام صاحب کا ذکر وہاں کر سکتا۔

جب امام زفر وہاں پہنچے تو چونکہ سیاسی دماغ رکھتے تھے دوسرا طریقہ اختیار کیا، وہاں کے شیوخ کی مجلس میں جاتے تھے، ان کے مسائل سنتے اور ان کی اصل کے خلاف کچھ فروعی مسائل نکال کر سوال کرتے کہ آپ نے ان مسائل میں اپنی اصل کو کیوں چھوڑ دیا، عثمان بتی اور ان کے اصحاب وتلامذہ جواب سے عاجز ہوتے تو کہتے کہ اس باب میں دوسری اصل اس اصل سے بہتر ہے اور دلائل سے اس کی برتری و جامعیت وغیرہ ان ہی سے منوا لیتے جب وہ پوری طرح تسلیم کر لیتے تو کہتے یہ اصل امام ابو حنیفہ کی قائم کی ہوئی ہے۔

کبھی ایسا کرتے کہ ان ہی مشائخ بصرہ کے اقوال کے اثبات میں ایسے دلائل پیش کرتے جو ان کے دلائل سے زیادہ قوی ہوتے وہ بہت خوش ہوتے پھر کہتے کہ یہاں ایک دوسرا قول بھی ہے جو تمہارے اقوال کے علاوہ ہے اور اس کو بیان کر کے اسکے لئے اور بھی اعلیٰ وقوی

دلائل دیتے جب وہ تسلیم کر لیتے تو بتلاتے کہ یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہے، وہ کہتے کہ یہ قول واقعی بہت ہی اچھا ہے خواہ وہ کسی کا بھی ہو، اسی طرح امام زفر کرتے رہے اور امام صاحب کے اقوال سے مانوس بناتے رہے، کچھ ہی روز میں شیخ عثمان بتی جیسے شیخ وقت تک کے اصحاب بھی ان کو چھوڑ کر امام زفر کے حلقہ درس میں آشامل ہوئے اور شیخ عثمان بتی تنہا رہ گئے۔

معلوم ہوا کہ عالم کی سوء سیاست وتدبیری سے اس کے علوم کی نشر واشاعت پر بھی برا اثر پڑتا ہے، اگر یوسفؒ امام صاحب کی نصیحت پر عمل کرتے تو وہ بھی ضرور کامیاب ہوتے بہت بڑے جلیل القدر عالم تھے، امام شافعی کے شیوخ میں سے ہیں، ابن ماجہ میں ان سے احادیث مروی ہیں اور تاریخ اصبہان لابی نعیم میں بھی ان سے بہ کثرت احادیث روایت کی گئی ہیں کوئی عیب ان میں نہیں تھا مگر لوگوں نے تنافس و تحاسد کی وجہ سے ان کو بری طرح مطعون کیا طرح طرح کے الزامات لگائے یہاں تک کہ ان کے متعلق مشہور کیا کہ وہ قیامت و میزان کے منکر ہیں، دیکھئے تہذیب التہذیب۔

پہلے امام زفر کی توثیق اور وسعت علم حدیث وفقہ کے بارے میں علماء کے اقوال نقل ہو چکے ہیں لیکن کوئی کوئی قول ان کے خلاف بھی نقل ہوا ہے اگر چہ اس کی تاویل ہو سکتی ہے مثلاً ابن سعد کا قول کہ امام زفر حدیث میں کچھ نہیں تھے، اول تو بقول علامہ زماں مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ کے یہ ریمارک فقد ابن سعد کے علم کے اعتبار سے ہے ورنہ ان کو بڑے بڑے علماء نے مجتہد اور حافظ حدیث تسلیم کیا ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اتقان کی بھی شہادت دی ہے۔ (الرفع والتکمیل)

دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابن سعد نے بطور مبالغہ فرمایا ہو کہ جیسے بڑے امام ومجتہد وفقیہ تھے اس کی نسبت سے حدیث میں بہت کم تھے اور یہ کوئی تنقیص نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے مجتہدین ائمہ متبوعین سب ہی استنباط وتخریج مسائل وغیرہ میں زیادہ مشغول رہے اور روایت حدیث کی طرف متوجہ نہ ہو سکے اور چونکہ روایت حدیث کرنے والوں کی بڑی کثرت تھی، اس لئے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی ہوگی تفقہ کی کمی تھی اس لئے پوری توجہ ادھر ہی صرف کی۔ واللہ اعلم۔

یہ پہلے لکھا گیا کہ امام زفر نے قضا قبول نہیں کی اور بصرہ میں ان کا قیام بسلسلہ درس وافادہ تھا کیونکہ بصرہ والوں نے ان کو اصرار کر کے روک لیا تھا علامہ ابن عبدالبر نے انتقاء میں جو لکھا ہے کہ بصرہ کے قاضی بھی رہے یہ ان کو مغالطہ ہوا ہے وہ مغرب میں تھے اور مشرق کے بعض حالات بیان کرنے میں ان سے تسامحات ہو گئے ہیں، انہوں نے اس طرح لکھا ہے۔

امام زفر امام ابوحنیفہ کے کبار اصحاب وفقہاء میں سے تھے، علامہ کوثری نے لمحات النظر فی سیر الامام زفر میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ امام زفر مجتہد مطلق کے درجہ میں تھے اگر چہ انتساب انہوں نے امام اعظم کے برابر قائم رکھا ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کی کسی مسئلہ میں مخالفت نہیں کی جس میں ان کا کوئی نہ کوئی قول اس کے موافق موجود نہ ہو، یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ جرأت نہیں کی امام صاحب کی مخالفت کسی مسئلہ میں ان کی وفات کے بعد بھی کروں کیونکہ اگر میں ان کی زندگی میں مخالفت کرتا اور دلیل اس پر قائم کرتا تو وہ بھی مجھے اسی وقت اپنے حق بات کی طرف دلائل کی قوت سے مجبور کر کے لوٹا دیتے لہذا بعد وفات بھی مخالفت میرے لئے موزوں نہیں ہوئی یہ بات امام زفر کے کمال ادب کی تھی ورنہ کچھ اصول وفروع میں جزوی خلاف بھی ضرور ملتا ہے، جس سے ان کا مجتہد مطلق ہونا ثابت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں سب سے اچھے قیاس کرنے والے تھے، بصرہ کے قاضی ہو کر جب امام صاحب سے رخصت ہو کر جانے لگے تو امام صاحب نے ان سے فرمایا "تم جانتے ہو جو کچھ ہمارے متعلق اہل بصرہ کے دلوں میں جذبات عداوت، حسد ومنافست ہیں مجھے امید نہیں کہ تم بھی ان سے بچ سکو گے" بصرہ پہنچے تو اہل علم ان کے پاس جمع ہوئے مناظرے کئے وغیرہ تفصیل اوپر گذر چکی۔

امام زفر کا زہد وورع

ابراہیم بن سلیمان کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب امام زفر کی مجلس میں ہوتے تھے تو ہم میں سے کوئی بھی ان کے سامنے دنیا کی باتیں نہ

کرسکتا تھا، اور اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو وہ مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے اور ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ ان کی موت اسی لئے جلدی ہوئی کہ خدا کا خوف ان پر سخت غالب تھا، بصرہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۲۲-امام مالک بن مغول البجلی الحنفی (م ۱۵۹ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ حنفی میں سے اور ان حضرات اکابر میں سے تھے جن کو امام صاحب نے خطاب فرما کر ارشاد کیا تھا کہ "تم لوگ میرے قلب کا سرور اور میرے غم کو مٹانے والے ہو" محدث ابواسحٰق سبیعی، امام اعظم، معن بن ابی جحیفہ، سماک ابن حرب اور نافع مولیٰ ابن عمرو غیرہ اس کے اساتذہ شیوخ میں ہیں، حافظ نے تہذیب میں امام صاحب کے تعلق وتملذ وغیرہ کا ذکر خیر حذف کر دیا، امام حدیث وحجت تھے حضرت شعبہ، ابونعیم، قبیصہ، امام محمد، حضرت ابن مبارک، مسعر، ثوری، زائدۃ، ابن عیینہ، اسماعیل بن زکریا، یحییٰ بن سعید القطان، وکیع، عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن آدم وغیرہ ان کے شاگردوں میں ہیں، بخاری ومسلم اور اصحاب سنن کے شیخ ہیں اور سب نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ (جواہر مضیئہ ص ۱۵۰ ج ۲)

امام احمد نے ان کو ثقہ، ثبت فی الحدیث کہا، امام یحییٰ بن معین، ابوحاتم اور نسائی نے ثقہ کہا، ابونعیم نے کہا کہ ہم سے مالک بن مغول نے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے عجلی نے رجل صالح، علم وفضل میں نمایاں مقام ومرتبہ رکھنے والا بتلایا، طبرانی نے خیار مسلمین سے کہا، ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مالک بن مغول سے کہا کہ خدا سے ڈر تو مالک نے فوراً اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا ابن سعد نے کہا کہ مالک ثقہ، مامون، کثیر الحدیث، صاحب خیر وفضل تھے، امام بخاری نے فرمایا کہ عبداللہ بن سعید نے کہا کہ میں نے ابن مہدی سے سنا فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی کوفی کو دیکھو کہ وہ ایسے کوفی کا ذکر کرتا ہے جس کو مالک بن مغول بھلائی سے یاد کرتے ہیں تو تم ضرور اس کا اطمینان کرلو، ابن حبان نے "ثقات" میں لکھا کہ مالک اہل کوفہ کی بڑے عبادت گذاروں اور نقل متثبت اور متقن تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تہذیب التہذیب ص ۲۲ ج ۱)

۲۳-امام داؤد طائی حنفیؒ (م ۱۶۰ھ)

امام ربانی امام حدیث ابوسلیمان داؤد بن نصیر الطائی الکوفی، محدث ثقہ، زاہد اعلم، افضل واورع زمانہ تھا، ضروری علوم حاصل کرنے کے بعد امام اعمش اور ابن ابی لیلیٰ سے حدیث پڑھی پھر امام اعظم کی خدمت میں باریاب ہوئے، بیس برس تک ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے کبار اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے ایک یہ بھی ہیں۔

بعض اوقات صاحبین کے اختلاف کو اپنی رائے صائب سے فیصلہ کر کے ختم کر دیتے تھے، امام ابویوسف سے بوجہ قبول قضا اپنی غایت زہد واستغناء کے باعث کچھ منقبض رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے استاذ امام اعظم نے تازیانے کھا کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کرالیا مگر قضا کو قبول نہ کیا اس لئے ہمیں بھی ان کا اتباع کرنا چاہئے، حضرت سفیان بن عیینہ اور ابن علیہ وغیرہ آپ کے حدیث میں شاگرد ہیں، امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے آپ کی توثیق کی اور نسائی میں آپ سے روایت کی گئی ہے۔

محدث محارب بن دثار فرماتے تھے کہ اگر داؤد طائی پہلی امتوں میں ہوتے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا، محدث ابن حبان نے لکھا کہ داؤد فقہاء میں سے تھے اور امام ابوحنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے پھر رات دن عبادت میں صرف کرنے لگے تھے، آپ کو ورثہ میں بیس اشرفیاں ملیں تھیں جن سے بیس سال گذر کی اور وفات پائی، کبھی کسی بھائی، دوست یا بادشاہ کا عطیہ قبول نہیں کیا، حضرت عبداللہ ابن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ بس دنیا سے اتنا ہی سروکار رکھنا چاہئے جتنا داؤد طائی نے رکھا، روٹی کو پانی میں بھگو دیتے تھے جب وہ گھل جاتی تو اس کو شربت کی طرح پی لیتے اور فرماتے کہ جب تک میں روٹی کو ایک ایک لقمہ کر کے کھاؤں اتنے عرصہ میں پچاس آیات قرآن

مجید کی پڑھ سکتا ہوں لہذا روٹی کھانے میں عمر کو کیوں ضائع کروں؟

نقل ہے کہ ایک روز قبرستان سے گذرے تو ایک عورت رو رو کر ایک صاحب قبر کو یہ شعر پڑھ کر خطاب کر رہی تھی کہ اے یحییٰ، کاش مجھے معلوم ہو جاتا کے تیرے دونوں گلگوں رخساروں میں پہلے کون سا رخسار بوسیدہ ہوا اور کون سی آنکھ پہلے مٹی کی نذر ہوئی؟ اس کو سن کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان کے دل پر ایسا گہرا ہوا کہ بیقرار ہو کر امام اعظم کی خدمت میں دوڑے ہوئے پہنچے امام صاحب نے وجہ پوچھی آپ نے سب حال بتلایا امام صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے منہ پھیر لیں چنانچہ آپ دنیا سے الگ ایک گوشہ میں جا بیٹھے، کچھ مدت کے بعد امام صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا" یہ کام کی بات نہیں ہے جو آپ نے کی ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ آپ ائمہ کے درمیان بیٹھیں اور انکی گفتگو سنیں اور منہ سے کچھ نہ کہیں، چنانچہ آپ نے اپنے استاد اعظم کے ارشاد پر ایک برس تک عمل کیا اور فرمایا کہ اس ایک سال کے صبر نے تین برس کا کام کیا ہے۔

امام محمد کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں گھر حاضر ہو کر کسی مسئلہ میں رجوع کرتا تھا تو اگر ان کے دل میں انشراح ہوا کہ اس مسئلہ کی مجھے اپنے دین کی اصلاح کے لئے ضرورت ہے تو جواب دیتے ورنہ تبسم فرما کر مجھے ٹال دیتے تھے کہ ہمیں کام ہے ہمیں کام ہے (جواہر مضیئہ و حدائق حنفیہ) رحمه الله رحمة واسعة كما يحب ربنا و يرضى۔

۲۴-امام مندل بن علی عزی کوفی حنفیؒ ولادت ۱۰۲ھ، وفات ۱۶۸ھ

محدث، صدوق، فیقہ فاضل طبقہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں، امام اعظم کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے ایک ہیں محمد ث معاذ ابن معاذ عنبری کا قول ہے کہ میں کوفہ پہنچا تو کسی کو آپ سے زیادہ اورع نہیں پایا، محدث عثمان دارمی نے امام یحییٰ بن معین سے ان کے بارے میں لابأس بہ نقل کیا، لابأس بہ لفظ ثقہ کے قائم مقام ہے، امام اعمش، ہشام بن عروہ، لیث، عاصم احول اور ابن ابی یعلی وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں اور آپ سے یحییٰ بن آدم، ابوالولید طیالسی، فضل بن دکین، یحییٰ الحمانی اور ابوداؤد دابن ماجہ نے حدیث روایت کی، سمعانی نے ذکر کیا کہ مندل اور ان کے بھائی حبان دونوں سب لوگوں سے زیادہ امام اعظم کی مجلس میں حاضر رہا کرتے تھے (کردری ص ۲۱۵ ج ۲) اور علامہ کردری نے ہی یہ بھی نقل کیا کہ مندل نے امام اعظم کی خدمت میں رہ کر فقہ کی تکمیل کی اور امام صاحب دونوں کے ساتھ نہایت تلطف اور محبت وتقرب کا معاملہ فرماتے تھے۔ علامہ صیمری نے بھی دونوں بھائیوں کو امام صاحب کے تلامذہ واصحاب میں لکھا ہے۔

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام وکیع سے کسی نے کہا امام صاحب نے فلاں مسئلہ میں خطا کی ہے، فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کیسے خطا کر سکتے تھے حالانکہ ان کے پاس قیاس واجتہاد میں امام ابو یوسف امام محمد، امام زفر جیسے معرفت وحفظ حدیث میں یحییٰ بن ذکریا، حفص بن غیاث، حبان ومندل جیسے لغت وعربیت میں قاسم بن معن جیسے اور زہد وورع میں داؤد طائی وفضیل جیسے تھے جس کے اصحاب وشاگرد اس قسم کے ہوں وہ ہرگز خطا نہیں کرسکتا جو شخص امام صاحب کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے وہ چوپایہ بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہے اور جو یہ گمان کرے کہ حق بات امام صاحب کی مخالفت میں ہے اس نے تنہا ایک مذہب اور نکالا اور میں اس کے حق میں وہ شعر کہتا ہوں جو فرزدق نے جریر سے کہا تھا۔

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم ...... اذا جمعتنا یا جریر المجامع (حدائق)

جامع المسانید میں امام اعظم صاحب سے ان کی روایات موجود ہیں، (جامع ص ۵۵۶ ج ۲) لیکن حافظ نے حسب عادت تہذیب میں امام صاحب سے تلمذ وغیرہ کا ذکر حذف کر دیا، رحمۃ اللہ علیہ

۲۵-امام نصر بن عبدالکریم (وفات ۱۶۹ھ)

محدث، فقیہ تھے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ پڑھی اور ان کی مجلس تدوین فقہ کے شریک تھے امام صاحب سے احادیث واحکام

بکثرت روایت کئے، امام صاحب کے بعد امام ابو یوسف کی خدمت میں رہے اوران ہی کے پاس وفات ہوئی، ان سے سفیان ثوری اور موسیٰ بن عبید وغیرہ نے روایت کی (جواہر مضیہ) رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۲۶-امام عمرو بن میمون بلخی حنفیؒ (م ۱۷۱ھ)

محدث فقیہ، صاحب علم وفہم وورع تھے، بغداد آکر امام اعظم کی خدمت میں رہے، فقہ وحدیث ان سے حاصل کی، امام یحییٰ بن معین نے توثیق کی، بیس سال تک بلخ کے قاضی رہے، آپ سے آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرو قاضی نیشاپور نے روایت حدیث کی، امام ترمذی کے شیوخ میں ہیں، جامع ترمذی میں روایت موجود ہے، علامہ مزی نے تہذیب الکمال میں آپ کا ذکر کیا، شریک مجلس تدوین تھے، رحمہ اللہ

۲۷-امام حبان بن علی (م ۱۷۲ھ)

اپنے بڑے بھائی مندل کی طرح محدث، فقیہ فاضل تھے امام اعظم سے فقہ وحدیث میں تلمذ کیا اور تدوین فقہ کے شرکاء مجتہدین میں سے، امام اعمش سے بھی روایت حدیث کی، حجر بن عبدالجبار کا قول ہے کہ میں نے کوفہ میں حبان سے بہتر فقیہ نہیں دیکھا، ابن معین نے فرمایا کہ حدیث میں مندل سے زیادہ قوی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ دونوں بھائیوں کی روایت حدیث میں کوئی مضائقہ نہیں، حبان کا قول ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی دین یا دنیا کے معاملہ میں امام ابوحنیفہ کی طرف رجوع کیا گیا ہو اوران سے بہتری کی بات نہ ملی ہو حافظ ذہبی نے میزان، الاعتدال میں حبان کا ذکر کیا اور مدح وتضعیف کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں فیصلہ کیا کہ وہ متروک الحدیث نہیں تھے، ابن ماجہ میں ان سے روایت کی گئی خطیب نے صالح متدین کہا، تہذیب الکمال اور تبییض الصحیفہ میں امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جواہر مضیہ)

۲۸-امام ابوعصمہ نوح بن ابی مریم "جامع" حنفی (م ۱۷۳ھ)

مشہور محدث وفقیہ تھے امام اعظم، ابن ابی لیلی، حجاج بن ارطاۃ، زہری، محمد بن اسحٰق وغیرہ کے شاگرد تھے جامع علوم تھے اسی لئے جامع کے لقب سے مشہور ہوئے، امام اعظم کی مجلس تدوین فقہ کے خاص رکن تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے امام صاحب کی فقہ کو جمع کرنا شروع کیا تھا اس لئے جامع کہلائے درس کے زمانہ میں چار مجلس منعقد کرتے تھے ایک میں احادیث وآثار بیان کرتے، دوسرے میں امام اعظم کے اقوال نقل کرتے تیسری میں نحو کے اہم مسائل اور چوتھی میں شعروادب کے متعلق بیان کرتے تھے، جب مرو کے قاضی ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصائح وشروط قضاء لکھیں، پھر مدت تک خراسان کے قاضی القضاۃ رہے، اہل مرو اور عراقیوں نے آپ سے استفادہ کیا، ابن ماجہ نے باب تفسیر میں آپ سے تخریج کی ہے، اور نعیم بن حماد (شیخ امام بخاری) نے بھی آپ سے روایت کی ہے امام احمد نے فرمایا کہ فرقہ جہمیہ کے سخت مخالف تھے۔

نوح فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام صاحب کی مجلس میں تھا کہ کسی نے آکر سوال کیا کہ اے ابوحنیفہ! آپ کیا فرماتے ہیں ایک شخص نے صاف ستھرے لطیف پانی سے وضو کیا، کیا دوسرا بھی اس پانی سے وضو کرسکتا ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا کیوں جائز نہیں؟ فرمایا اس لئے کہ مستعمل پانی ہے کہتے ہیں پھر میں امام سفیان ثوری کے پاس گیا اوران سے یہی مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے، میں نے کہا امام صاحب نے تو ناجائز بتلایا تھا انہوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں بتلایا میں نے کہا کہ ماء مستعمل کی وجہ سے نوح کا بیان ہے کہ ایک جمعہ نہ گذرا تھا کہ میں پھر امام سفیان کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک شخص نے یہی مسئلہ ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ ماء مستعمل ہے۔ (جواہر مضیہ)

۲۹-امام زہیر بن معاویہ (ولادت ۱۰۰ھ، م ۱۷۳ھ)

امام اعظم کے اصحاب میں سے مشہور محدث، ثقہ، فقیہ فاضل اور تدوین فقہ کے شریک ہیں امام اعمش وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور یحییٰ القطان وغیرہ کے شیخ ہیں، حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ جیسا کوئی اور کوفہ میں نہیں تھا، امام یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے آپ کی توثیق کی، اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور سب نے آپ سے تخریج کی، محدث علی بن الجعد کا بیان ہے کہ ایک شخص زہیر کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے آتا جاتا تھا، چند روز نہ آیا تو انہوں نے پوچھا کہاں رہے؟ کہا امام ابوحنیفہ کی خدمت میں چلا گیا تھا، فرمایا کہ تم نے اچھا کیا میرے پاس ایک ماہ رہ کر جو تم حاصل کرتے اس سے یہ بہتر ہے کہ امام صاحب کی صرف ایک مجلس کی شرکت ہی تم کرلو۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (جواہر مضیہ، حدائق الحنفیہ)

۳۰-امام قاسم بن معن (متوفی ۱۷۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں محدث ثقہ، فقیہ فاضل، عربیت ولغت کے امام، سخاء ومروت اور زہد و ورع میں بینظیر تھے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ان اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے ہیں جن کے بارے میں امام صاحب مسار قلب وجلاء حزن فرمایا کرتے تھے ابوحاتم نے ثقہ صدوق اور کثیر الروایت کہا، حدیث وفقہ میں امام اعظم، اعمش، عاصم بن احول، ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن سعید وغیرہ کے شاگرد اور ابن مہدی، علی بن نصر ابو نعیم بن دکین اور اصحاب سنن وغیرہ کے استاذ ہیں، شریک کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے لیکن غایت تورع وتقویٰ کے باعث بغیر تنخواہ کے قضاء کا کام انجام دیا، لغت میں کتاب النوادر اور غریب المصنف لکھیں (حدائق و جواہر مضیہ) حافظ ذہبی نے حفاظ حدیث کے طبقات میں شمار کیا ہے۔

۳۱- امام حماد بن الامام الاعظم (متوفی ۱۷۶ھ)

محدث، فقیہ اور بڑے زاہد وعابد تھے حدیث وفقہ میں آپ کے بڑے استاذ خود امام اعظم ہیں اور امام صاحب کی زندگی ہی میں بوجہ کمال مہارت فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا، امام ابو یوسف، احمد محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد وغیرہ کے طبقہ میں تھے اور تدوین فقہ میں شریک رہے، امام صاحب کی وفات پر ان کی ساری امانتیں (جن لوگوں کی بھی تھیں جو مفقود تھے) قاضی شہر کو سپرد کر دیں، قاضی صاحب نے بہت اصرار کیا کہ آپ بڑے امین ہیں خود اپنے پاس رہنے دیں مگر آپ نے اس بار کو پسند نہ کیا، آپ سے آپ کے بیٹے اسمٰعیل نے بھی حدیث وفقہ حاصل کی اور وہ بھی بڑے عالم ہوئے، حضرت قاسم بن معن کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے (حدائق) پھر سارے بغداد کے پھر بصرہ کے قاضی ہوئے، مرض فالج سے معذور ہو کر استعفیٰ دیدیا تھا، علامہ صیمری نے ذکر کیا کہ امام حماد پر دین، فقہ اور ورع غالب تھا اور اکثری مشغلہ کتابت حدیث تھا، حسن بن قحطبہ نے امام اعظم کے پاس ایک ہزار روپے امانت رکھے کسی نے امام صاحب سے کہا کہ آپ امانتیں کیوں رکھتے ہیں، ان کو رکھنا خطرہ سے خالی نہیں، فرمایا جس کا بیٹا حماد جیسا ہو اس کو امانت رکھنے میں کوئی حرج نہیں امام صاحب کی وفات کے بعد حسن آئے اور امانت طلب کی، حماد نے خزانہ کی کوٹھڑی کھول کر علامات سے متعین کر کے کہا کہ اپنی امانت اٹھالو، حسن نے کہا کہ آپ اب اپنے پاس رہنے دیں، حماد نے انکار کیا وہ کہنے لگے کہ آپ کے والد تو امانتیں قبول کر لیتے تھے آپ کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا ابا جان کو اپنے بیٹے پر اعتماد تھا، مجھے اپنے بیٹے پر نہیں ہے۔

شریک بن الولید کا بیان ہے کہ حماد اہل ہواء وبدعت کے مقابلہ میں بہت متشدد تھے، ان کے دلائل توڑنے اور حق کی حمایت میں ایسے

پختہ دلائل قائم کرتے تھے جو بڑے بڑے حارق اہل کلام کو بھی نہ سوجھتے تھے۔ (کردری ص ۲۱۳ ج ۲)

۳۲-امام ھیاج بن بسطام (متوفی ۱۷۷ھ)

محدث، فقیہ امام اعظم کے اصحاب و تلامذہ میں سے ہیں، امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں، (جامع المسانید ۵۶۹ ج ۲ ابو حاتم نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے، سعید بن ہناد کا قول ہے کہ میں نے ہیاج سے زیادہ افصح نہیں دیکھا، بغداد میں آئے حدیث کا درس شروع کیا تو ایک لاکھ آدمی جمع ہو گئے جو آپ سے حدیث لکھتے اور آپ کی فصاحت سے متعجب ہوتے تھے، مالک بن سلیمان سے مروی ہے کہ ہیاج بن بسطام اعلم الناس، احلم الناس، افقہ الناس، اشجع الناس، اسخی الناس اور ارحم الناس تھے (میزان الاعتدال بکی بن ابراہیم کا قول ہے کہ ہمارے علم میں ہیاج ثقہ، صادق و عالم ہیں، حاکم نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ ابو حاتم محمد بن سعید بن ہناد نے کہا کہ میں نے محمد بن یحییٰ ذہلی سے ان کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ ہیاج ہمارے نزدیک ثقہ ہیں اور یحییٰ بن احمد بن زیاد بردی نے کہا کہ جس نے بھی ہیاج پر کچھ نکیر کی ہے وہ بوجہ ان کے صاحبزادے خالد کے کی ہے ورنہ ہیاج فی ذاتہ ثقہ ہیں، خالد سے روایت میں بے احتیاطی ہوئی ہے۔ (تہذیب ص ۸۸ ج ۱۱)

۳۳-امام شریک بن عبداللہ الکوفی (م ۱۷۸ھ)

محدث، فقیہ، امام اعظم کی خدمت میں بہت رہے، ان سے روایت حدیث بھی کی، آپ کے مخصوص اصحاب اور شرکاء تدوین فقہ میں تھے، امام صاحب آپ کو کثیر العقل فرمایا کرتے تھے، آپ نے اعمش اور ابن شیبہ سے بھی حدیث پڑھی ہے اور آپ سے حضرت عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن سعید نے روایت کی امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ نے بھی آپ سے تخریج کی پہلے شہر واسط کے پھر کوفہ کے قاضی ہوئے، بڑے عابد، عادل، صدوق اور اہل بدعت و ہوا پر سخت گیر تھے (حدائق) باوجودیکہ امام بخاری و مسلم کے شیوخ کی ایک جماعت کے فن حدیث میں شیخ ہیں امام اعظم سے مسانید میں روایت کرتے ہیں (جامع المسانید ص ۴۷۸ ج ۲)

۳۴-امام عافیۃ بن یزید القاضیؒ (متوفی ۱۸۰ھ)

بڑے پایہ کے محدث صدوق اور فقیہ فاضل تھے امام اعظم کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے خاص امتیازی مقام پر فائز ہوئے، امام صاحب ان کے علم و فضل پر بڑا اعتماد کرتے اور فرماتے تھے کہ جب تک کافیہ کسی مسئلہ پر اپنی رائے ظاہر نہ کر دیں اس وقت تک اس کو فیصلہ شدہ سمجھ کر قلمبند کرنے میں جلدی مت کیا کرو آپ نے امام اعمش اور ہشام بن عروہ وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، نسائی نے آپ سے روایت کی تخریج کی ہے، مدت تک کوفہ میں قاضی رہے، حافظ ذہبی نے ان کو بہترین کردار کے قضاۃ میں شمار کیا ہے۔ (حدائق)

۳۵-امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)

صحاح ستہ کے ائمہ رواۃ واجلہ شیوخ میں جلیل القدر امام حدیث ہیں، ابن مہدی (شیخ امام بخاری) نے چار کبار ائمہ حدیث میں سے ایک ان کو قرار دیا، ایک دفعہ ان سے ابن مبارک اور سفیان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو کہا کہ اگر سفیان پوری کوشش کریں کہ ان کا ایک دن ابن مبارک جیسا ہو جائے تو یہ بھی نہیں کر سکتے، یہ بھی فرمایا کہ جس حدیث کو ابن مبارک نہ جانتے ہوں اس کو ہم بھی نہیں پہچانتے، امام احمد نے فرمایا کہ اپنے زمانہ میں ان سے زیادہ علم کو جمع کرنے والا کوئی نہیں ہوا، بہت بڑا ذخیرہ علم کا جمع کیا، کوئی بات ان سے کم رہی ہوگی وہ صاحب حدیث حافظ تھے، ان کی کتابوں میں بیس ہزار احادیث موجود ہیں اور ابن مہدی ان کو امام ثوری پر ترجیح دیتے تھے، امام صاحب کے اخص اصحاب سے تھے، بعض رواۃ نے ان کی طرف امام صاحب کے بارے میں وہ اقوال منسوب کئے ہیں جو انہوں نے ہرگز نہیں کہے

جیسا کہ بہت سے دوسرے حضرات کی طرف بھی ایسی نسبتیں کی گئی ہیں (تقدمہ نصب الرایہ) حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میں نے صحابہ کے حالات میں غور کیا اگر صحابہ کو حضور اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ اور آپ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی فضیلت حاصل نہ ہوتی تو ابن مبارک ان کے برابر ہی ہوتے، یہ بھی فرمایا کہ ابن مبارک فقیہ، عالم، عابد، زاہد، شیخ، شجاع اور ادیب وشاعر تھے، فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا مثل نہیں چھوڑا، ابن معین نے فرمایا ابن مبارک بہت سمجھدار، پختہ کار، ثقہ، عالم، صحیح الحدیث تھے، چھوٹی بڑی سب کتابوں کی تعداد جو انہوں نے جمع کی تھیں بیس اکیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے، یحییٰ اندلسی کا بیان ہے کہ امام مالکؒ کو ہم نے کسی کے لئے اپنی جگہ سے تعظیماً اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن ابن مبارک کے لئے انہوں نے ایسا کیا اور بالکل اپنے قریب ملا کر بٹھلایا، قاری امام مالکؒ کو پڑھ کر سناتا رہا، بعض جگہ امام مالکؒ روک کر پوچھتے کیا تم لوگوں کے پاس بھی اس بارے میں کچھ ہے؟ تو ابن مبارکؒ ہی جواب دیتے تھے اور بڑے ادب و آہستگی سے بولتے تھے، جب مجلس ختم ہوئی تو امام مالک ان کے حسن ادب سے بھی بہت متاثر تھے اور ہم سے فرمایا کہ "یہ ابن مبارک فقیہ خراسان ہیں"، خلیلی کا قول ہے کہ ابن مبارکؒ کی امامت پر سب کا اتفاق ہے اور ان کی کرامات شمار سے باہر ہیں، اسود بن سالم نے فرمایا کہ جو شخص ابن مبارک کو مطعون کرے اس کے اسلام میں شک ہے، امام نسائی کا قول ہے کہ ابن مبارک کے زمانہ میں ان سے زیادہ جلیل القدر، بلند مرتبہ اور تمام بہتر خصائل کا جامع ہمارے علم میں نہیں ہوا، حسن بن عیسیٰ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اصحاب ابن مبارک نے جمع ہو کر ان کے فضائل شمار کئے تو سب نے طے کیا کہ ان میں حسب ذیل کمالات مجتمع تھے ا علم، ۲ فقہ، ۳ ادب، ۴ نحو، ۵ لغت، ۶ شعر، ۷ فصاحت، ۸ زہد، ۹ ورع، ۱۰ انصاف، ۱۱ قیام لیل، ۱۲ عبادت، ۱۳ حج، ۱۴ غزوہ و جہاد، ۱۵ شہسواری، ۱۶ شجاعت، ۱۷ جسمانی قوت، ۱۸ ترک لایعنی، ۱۹ کمی اختلاف اپنے اصحاب سے، عباس نے یہ امور بھی اضافہ کئے ۲۰ سخاوت، ۲۱ تجارت، ۲۲ محبت باوجود مفارقت ان کے علاوہ بھی آپ کے مناقب وفضائل بہت زیادہ ہیں، ایک جہاد سے واپسی پر ۱۸۱ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور باوجود ان مناقب جلیلہ کے وہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب وتلامذہ میں سے تھے اور حسب تصریح تاریخ خطیب وبستان المحدثین وغیرہ امام صاحب کی وفات تک ان کی خدمت سے جدا نہ ہوئے، امام صاحب کے تلمذ پر فخر کرتے ان کی مدح فرماتے مخالفین کو امام صاحب کی طرف سے جواب دیتے تھے، وغیرہ ذلک ابن مبارک سے کہا گیا کہ آخر کب تک حدیثیں لکھتے رہیں گے؟ فرمایا "جس کلمہ سے مجھے نفع پہنچا شاید وہ اب تک نہ لکھا" اکثر اوقات اپنے گھر میں تنہا بیٹھے رہتے، کسی نے کہا آپ کو وحشت نہیں ہوتی؟ فرمایا وحشت کیسی؟ جب کہ میں حضرت اقدس ﷺ کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی آپ کی حدیث میں مشغول ہوتا ہوں، علوم نبوت سے انتہائی شغف رکھتے تھے اور اشعار ذیل کا بہترین مصداق تھے۔

حدیثہ وحدیث عنہ یعجبنی ...... ہذا اذا غاب اوہذا اذا حضرا ...... کلاہما حسنٌ عندی اسربہ ...... لکن احلاہما وافق النظرا

امام اعظم سے مسانید امام میں بہ کثرت روایات کی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (مناقب کردری جلد دوم وجامع المسانید)

۳۶- الامام الحجہ حافظ الحدیث ابو یوسف

ولادت ۹۳ھ، وفات ۱۸۲ھ عمر ۸۹ سال

نام ونسب

الامام الحافظ المتقن المجتہد المطلق ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب سعد بن بحیر بن معاویہ بن قحافہ بن نفیل الانصاری البجلی رضی اللہ عنہ۔

حضرت سعد (والد حبیب) صحابی تھے، غزوہ احد میں شرکت کے متمنی تھے، مگر چھوٹے تھے، حضرت رافع بن خدیج اور ابن عمر کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو چھوٹا بتلایا اس لئے شریک نہ ہو سکے، پھر غزوۂ خندق اور بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی پھر کوفہ میں سکونت کی اور وہیں وفات ہوئی، حضرت زید بن ارقم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ خندق میں ملاحظہ فرمایا کہ میدان قتال میں سعد، بڑی بے جگری سے جاں بازی و جاں سپاری میں منہمک ہیں، حالانکہ بہت ہی کم عمر تھے، یہ ادا حضور ﷺ کو بے انتہا پسند ہوئی، محبت سے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ اے عزیز نوجوان تو کون ہے؟ کہا سعد بن حبیب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خدا تجھ کو نیک بخت کرے، مجھ سے اور قریب ہو جا، وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ دادا جان کے سر پر حضور ﷺ کے ہاتھ پھیرنے کی برکات میں برابر محسوس کرتا ہوں، اس سے زیادہ تفصیل نسب و تحقیق سن ولادت وغیرہ محدث کبیر علامہ کوثریؒ کی کتاب ''حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضیؒ'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

صحیح سنہ ولادت

کوثری صاحب نے تاریخی دلائل سے امام موصوف کا سنہ ولادت ۹۳ھ ہی قرار دیا ہے، نہ وہ جو عام طور سے مشہور ہے، یعنی ۱۱۳ھ، وہ ان لوگوں نے ظن و تخمین سے ۹۳ھ سے تصحیف کر کے سمجھا اور لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام مالکؒ سے دو سال بڑے تھے، چنانچہ امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ سے معاملہ بھی اقران ہی کا سا کرتے تھے اور امام اعظم کے شرکاء تدوین فقہ میں بھی ان کو سب ''عشرہ متقدمین'' میں ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اول سے آخر تک شریک رہے ہیں اور تصفیہ شدہ مسائل و احکام کو دفاتر میں لکھنے کی خدمت بھی ان سے متعلق رہی ہے، وغیرہ۔

تحصیل علم

امام ابو یوسفؒ خود فرماتے ہیں کہ میں پہلے ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا اور وہ میری بڑی قدر کرتے تھے، جب کوئی علمی اشکال ان کو پیش آتا تھا تو امام ابو حنیفہ کے ذریعہ اس کو حل کرتے تھے، اسی لئے میرے دل میں خواہش تھی کہ میں بھی امام صاحب کے پاس آنے جانے لگوں، مگر مجھے خیال ہوتا کہ ابن ابی لیلیٰ کو ناگوار ہوگا، اس لئے رکتا تھا۔

ایک دفعہ ایک مسئلہ کی بحث کے دوران ان کو گرانی ہوئی (اس کی تفصیل بھی کوثری صاحب نے لکھی ہے) اور میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر امام صاحب کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ شروع کر دیا۔

مالی امداد

والد صاحب کو اس کا علم ہوا تو کہا کہ '' امام صاحب، مالدار مستغنی آدمی ہیں، تو محتاج مفلس ہے۔ تیرا ان سے کیا جوڑ؟ تجھے فکر معاش کرنی چاہئے'' والد کی اطاعت بھی ضروری تھی، میں فکر معاش میں لگ گیا، امام صاحب نے میری غیر حاضری محسوس کی اور بلایا، سبب پوچھا، میں نے پوری بات عرض کی، درس میں شرکت کی، جب سب چلے گئے تو امام صاحب نے مجھے ایک تھیلی دی کہ اس سے اپنے گھر کی ضرورتیں پوری کرو اور جب ختم ہو جائے، مجھے بتلانا، اس تھیلی میں ایک سو درہم تھے، میں التزام کے ساتھ درس میں شریک رہنے لگا، چند ہی دن گذرے کہ امام صاحب نے خود ہی مجھے دوسری تھیلی دی، اور پھر اسی طرح میری امداد فرماتے رہے جیسے ان کو پہلے روپوں کے ختم ہونے کی اطلاع خود بخود ہو جاتی تھی کیونکہ مجھے ایک دفعہ کے بعد پھر کبھی عرض کرنے کا موقع نہیں ہوا۔

امام صاحب کی توجہ سے نہ صرف میرے گھر والے فکر معاش سے بے نیاز ہو گئے، بلکہ ہمیں ایک قسم کا تمول حاصل ہو گیا اور امام صاحب کی خدمت میں رہ کر مجھ پر علوم کے دروازے بھی کھل گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ والد نے کچھ کہا تو ان کی والدہ درس سے اٹھا کر لیجاتی تھیں، امام صاحب نے ایک دن کہا! نیک بخت! جا! یہ

علم پڑھ کر فالودہ اور روغن پستہ کے ساتھ کھائے گا، یہ سن کر وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔

جب قاضی القضاۃ ہوئے تو ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دسترخوان پر فالدہ مذکور پیش ہوا، خلیفہ نے کہا کہ یہ کھا یہ روز روز نہیں تیار ہوتا، پوچھا کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا فالودہ اور روغن پستہ، اس پر امام ابو یوسف مسکرائے، خلیفہ نے با اصرار سبب دریافت کیا تو امام صاحب کا واقعہ بالا سنایا، خلیفہ کو سن کر حیرت ہوئی اور کہا۔''علم دین و دنیا میں عزت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے، وہ عقل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا''۔

سترہ برس تک امام صاحب کی خدمت میں رہے، ایک بار سخت بیمار ہوگئے، امام صاحب نے آکر دیکھا تو واپسی میں ان کے دروازہ پر متفکر کھڑے ہوگئے، کسی نے پوچھا تو کہا ''یہ جوان مرگیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائے گا''۔

امام ابو یوسف کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مجھ کو ابوحنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس سے زیادہ محبوب نہ تھی، امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور ابن ابی لیلیٰ سے اچھا قاضی میں نے نہیں دیکھا۔

امام ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنھوں نے امام ابوحنیفہ کا علم زمین کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا، اصول فقہ کی کتابیں لکھیں۔ ۲ مسائل کا نشر املاء کے ذریعہ کیا، سترہ برس تک قاضی القضاۃ رہے، ابن عبدالبر کا قول ہے کہ میرے علم میں کوئی قاضی سواء ابو یوسف کے نہیں، جس کا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں رواں ہوا ہو۔ (شذرات الذہب)

قاضی ہونے کے زمانہ میں ایک بار خلیفۂ وقت ہادی کے ایک باغ پر کسی نے ان کی عدالت میں دعویٰ دائر کردیا، بظاہر بادشاہ وقت کا پہلو زبردست تھا مگر واقعہ اس کے خلاف تھا، خلیفہ نے کسی موقع پر ان سے پوچھا کہ تم نے فلاں باغ کے معاملہ میں کیا کیا؟ جواب دیا مدعی کی درخواست ہے کہ امیر المؤمنین کی حلفیہ شہادت اس امر پر لیجائے کہ ان کے گواہوں کا بیان سچا ہے، ہادی نے پوچھا کیا ان کو اس مطالبہ کا حق ہے؟ جواب دیا کہ ابن ابی لیلیٰ کے فیصلہ کے مطابق صحیح ہے، خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدعی کو دلا دو یہ امام ابو یوسف کی ایک تدبیر تھی۔

ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابو یوسف، تفسیر، مغازی اور ایام عرب کے حافظ تھے، فقہ ان کے علوم میں اقل العلوم تھی، ایک بار امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کی بابت کہا۔

''یہ چھتیس مرد ہیں، ان میں سے اٹھارہ عہدۂ قضا کی اہلیت رکھتے ہیں، چند فتویٰ دینے کی د و۱۲ ایسے ہیں جو قاضیوں کو پڑھا سکتے ہیں، یہ کہہ کر امام ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ کیا۔

ایک بار امام ابوحنیفہ نے داؤد طائی سے کہا کہ تم عبادت کے لئے پیدا ہوئے، ابو یوسف سے کہا تم دنیا کی طرف مائل ہوگئے، اسی طرح زفر وغیرہ کی نسبت رائے ظاہر کی، جو کہا تھا، واقعات نے وہی ثابت کیا۔

وفات سے پہلے کہتے تھے کہ سترہ برس دنیا کے کام میں رہ چکا، میرا گمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے، اس قول کے چھ ماہ بعد وفات پائی۔

غیر معمولی علمی شغف اور امام صاحب سے خصوصی استفادہ

امام ابو یوسفؒ امام صاحب کے علوم کے اس قدر گرویدہ تھے کہ خود ہی بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے بیٹے کا انتقال ہوا تو میں نے اس وقت بھی امام صاحب کی مجلس سے غیر حاضری پسند نہیں کی، بلکہ اپنے احباب اعزہ اور پڑوسیوں ہی کو تجہیز و تدفین کی خدمت پر مامور کردیا، اس ڈر سے کہ امام صاحب کے علمی ارشادات و فیوض سے محروم نہ ہو جاؤں اور اس کی حسرت و افسوس میرے دل میں ہمیشہ رہے۔

امام ابو یوسف کا یہ ارشاد مبالغہ نہیں ہے، کیونکہ امام صاحب کے انتقال کے بعد بعض اوقات بڑی حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ

"کاش امام صاحب کی ایک علمی صحبت مجھے پھر مل جاتی اور میں ان سے اپنے علمی اشکال حل کر لیتا، خواہ مجھے اس ایک مجلس پر اپنی آدھی دولت قربان کرنی پڑتی" لکھا ہے کہ اس وقت، امام صاحب بیس لاکھ روپے کے مالک تھے، گویا دس لاکھ روپے صرف کر کے ایک مجلس کی تمنا کرتے تھے در حقیقت علم اور صحیح علم کی قدر و قیمت ایسی ہی ہے۔ من لم یذق لم یدر"۔

نقل ہے کہ امام ابو یوسف اپنے دونوں شیخ ابن ابی لیلیٰ اور امام صاحب دونوں کی انتہائی تعظیم کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو علمی برکات سے حظ وافر حاصل ہوا۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ

قاضی ابن ابی لیلیٰ عہد اموی و عباسی میں کافی مدت تک قاضی رہے، جن کو حضرت قاضی شریح کے قضایا سے پوری واقفیت تھی جو حضرت عمرؓ کے زمانہ سے حجاج کے زمانہ تک قاضی رہے اور حضرت علیؓ کے قضایا بھی ان کے معمول بہا رہے تھے۔

اسی طرح امام ابو یوسف نے امام صاحب کے علوم فقہ و حدیث کے ساتھ قضایائے صحابہ و تابعین کا پورا علم جمع کر لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف نے سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہو کر پوری اسلامی دنیا کے قاضیوں پر وہ علمی اثرات ڈالے کہ ان کی نظیر اول و آخر میں نہیں ملتی۔

بے نظیر حافظہ

علامہ ابن الجوزی نے باوجود اپنی شدت و عصبیت خاصہ کے امام ابو یوسف کو قوۃ حفظ کے اعتبار سے ان سو ۱۰۰ افراد میں شمار کیا ہے جو اس امت کے مخصوص و بے نظیر صاحب حفظ ہوئے ہیں (اخبار الحفاظ، قلمی نسخہ ظاہریہ دمشق)

علامہ ابن عبدالبر نے انتقاء میں لکھا کہ امام ابو یوسف بڑے حافظ حدیث تھے ملکۂ حفظ ایسا تھا کہ کسی محدث کی ملاقات کو جاتے دوران گفتگو میں ۵۰، ۶۰ حدیثیں سنتے باہر آ کر ان سب کو پورے حفظ و ضبط کے ساتھ بے کم و کاست بیان کر دیتے تھے۔

امام ابو یوسف کے حج کا واقعہ

امام حدیث حسن بن زیاد نے بیان کیا کہ ایک دفعہ امام ابو یوسف کے ساتھ حج کو گئے، راستے میں وہ علیل ہو گئے، ہم بیئر میمون پر اتر گئے، حضرت سفیان بن عیینہ عیادت کو آئے، امام ابو یوسف نے (جو عاشق حدیث تھے) ہم سے فرمایا، ابو محمد سے حدیثیں سن لو، انہوں نے اشارہ پا کر چالیس حدیثیں سنائیں، جب سفیان چلے گئے تو فرمایا۔ لو مجھ سے پھر سن کر ان حدیثوں کو محفوظ کر لو اور باوجود اپنی کبر سنی، ضعف، حالت سفر اور بیماری کے وہ سب حدیثیں اپنی یاد سے ہمارے سامنے دہرا دیں۔

اس واقعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف کی وفات کبر سن میں ہوئی ہے، کیونکہ پچاس پچپن سال کے آدمی کو کبیر السن نہیں کہا جاتا۔

ذکر محدث ابو معاویہ

موفق میں حسن بن ابی مالک سے نقل کیا کہ ہم لوگ محدث ابو معاویہ کے پاس آتے جاتے تھے تا کہ ان سے حجاج بن ارطاۃ کی احادیث میں سے احادیث احکام فقہیہ حاصل کریں تو وہ ہم سے فرماتے تھے "کیا تمہارے پاس قاضی ابو یوسف نہیں ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہیں، فرماتے۔ تم لوگ بھی عجیب ہو تم ابو یوسف کو چھوڑ کر میرے پاس آتے ہو، ہم لوگ جب حجاج بن ارطاۃ کے پاس جاتے تھے تو جس وقت وہ املاء حدیث کرتے تھے تو ابو یوسف سب حدیثیں یاد رکھتے تھے، پھر جب ان کی مجلس سے نکل آتے تھے تو ابو یوسف کے حافظہ سے ہی وہ سب احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔

علامہ موفق نے اپنی سند سے یحییٰ بن آدم سے نقل کیا کہ ہارون رشید سے، جوخود بھی بڑے فقیہ عالم تھے کہا گیا کہ آپ نے ابو یوسف کو ان کے علم و مرتبہ سے زیادہ بلند کردیا، اور بہت اونچے مقام پر فائز کردیا، اس کی وجہ کیا ہے؟ خلیفہ ہارون رشید نے جواب دیا "میں ان کو خوب جانتا ہوں اور کافی تجربہ کے بعد ایسا کیا ہے، واللہ! میں نے جس علمی مسئلہ میں بھی ان کی جانچ کی، اس میں ان کو کامل ہی پایا، ہمارے ان کے حدیثی مذاکرات بھی طویل طویل ہوتے تھے، اور ہم لکھتے تھے، وہ بغیر لکھے یاد رکھتے تھے، پھر جب مجلس سے اٹھتے تھے، توان کے پاس محدثین ورواۃ جمع ہوجاتے تھے، اور وہ اپنے پاس کی لکھی ہوئی احادیث ان کی یاداشت سے صحیح کرلیا کرتے تھے اور فقہ میں تو وہ ایسے درجہ پر پہنچے ہیں کہ اس تک کوئی دوسرا ان کے طبقہ کا پہنچا ہی نہیں۔

بڑے بڑے اہل علم ان کے سامنے چھوٹے ہیں، اور بڑے بڑے فقیہ ان کے مقابلہ میں کم حیثیت ہیں لوگوں کو درس دیں تو بغیر کتاب اور یادداشت کے، دن کو ہمارے کاموں میں مشغولی (یعنی قضا کی خدمات) کے ساتھ رات کو درس کے لئے تیار، آنے والوں لوگوں سے پوچھتے ہیں، کیا چاہتے ہو؟ وہ کہتے کہ فلاں فلاں فقہی ابواب واحکام میں افادہ کیجئے! بس فوراً بالبداہت ایسے جوابات بتاتے ہیں، جن سے علماء، زمانہ عاجز ہیں اوران سب کمالات علمی کے ساتھ عملی طور سے مذہبی استقامت اور دینی پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ ہیں، اب ان جیسا کوئی لاکر مجھے دکھلاؤ!")

خلیفہ ہارون رشید نے واقعی امام ابو یوسفؒ کے خاص خاص کمالات بہت موزوں پیرایہ میں جمع کردیئے، داؤد بن رشید کا قول ہے کہ۔ "اگر امام اعظم کا کوئی شاگرد بھی امام ابو یوسفؒ کے سوا نہ ہوتا تو یہی ان کے فخر کے لئے کافی تھے، میں جب کبھی ان کو کسی علمی موضوع پر بحث کرتے ہوئے دیکھتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی بڑے سمندر میں سے نکال نکال کر علم کے دریا بہا رہے ہیں، علم حدیث، علم فقہ اور علم کلام سب ان کے روبرو تھے، ان علوم کی تمام مشکلات ان کے لئے آسان ہوچکی تھیں")

ہلال بن یحییٰ بصری کا قول ہے کہ امام ابو یوسف، تفسیر، مغازی، ایام العرب کے حافظ تھے اور ان کے علوم متعارفہ میں سے ایک فقہ بھی تھا، بروایت ذہبی یحییٰ بن خالد کا قول ہے کہ "ہمارے یہاں امام ابو یوسف تشریف لائے، جب کہ بہ نسبت دوسرے علم کے ان کا فقہی امتیاز نمایاں نہ تھا، حالانکہ اس وقت بھی ان کی فقہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ چکی تھی"۔

ابن ابی العوام نے بواسطۂ امام بخاری امام یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا کہ "اصحاب الرای میں امام ابو یوسف سے زیادہ اثبت فی الحدیث اوران سے بڑا حافظ حدیث اور زیادہ صحت کے ساتھ حدیث کی روایت کرنے والا میں نے نہیں دیکھا"۔

امام ابو یوسف کے ذکاوت ودقت نظر کے واقعات بہت ہیں، علامہ کوثریؒ "حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی" میں امام موصوف کے علمی و عملی کمالات و واقعات کا بہترین مرقع پیش کیا ہے جو ہر حنفی عالم کو حرز جان بنانا چاہئے، کوثری صاحب کی تمام تصانیف اعلیٰ علمی جواہر ونوادر کا ذخیرہ اور حقائق وواقعات کا بے مثل خزینہ ہیں۔

شیوخ فقہ وحدیث

امام ابو یوسف نے احکام قضا میں زیادہ تر قاضی ابن ابی لیلیٰ سے استفادہ کیا اور فقہ وحدیث میں امام اعظم سے کلی استفادہ کیا، رات دن امام صاحب ہی کی خدمت میں گذارتے تھے، خود فرماتے ہیں کہ میں انتیس ۲۹ سال برابر امام صاحب کی خدمت میں رہا کہ صبح کی نماز ہمیشہ ان کے ساتھ ہی پڑھی۔ (منیہ وتاریخ کبیر)

دوسری روایت صیمری کی ہے کہ ۱۷ سال امام صاحب کے ساتھ اس طرح گذارے کے بجز حالت مرض کے عید فطر اور عید الضحیٰ میں بھی ان ہی کے پاس حاضر رہا، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیا کی کوئی مجلس امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس علمی سے زیادہ محبوب نہ تھی، دوسرے چند شیوخ یہ ہیں۔

ابان بن ابی عیاش، احوص بن حکیم، ابو اسحاق شیبانی، اسماعیل بن امیہ، اسماعیل بن علیہ، اسماعیل بن مسلم (وغیرہ رجال ترمذی میں سے) ابن جریج عبدالملک، حجاج بن ارطاۃ، حسن بن دینار، اعمش، عبدالرحمٰن بن ثابت، عطاء بن السائب، عطاء بن عجلان، عمرو بن دینار، عمرو بن میمون، عمر بن نافع، قیس بن الربیع، لیث بن سعد، مالک بن انس، مالک بن مغول، مجالد بن سعید، محمد بن اسحاق (صاحب مغازی) مسعر بن کدام، نافع مولیٰ ابن عمر، یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ حجاز، عراق و دیگر شہروں کے مشاہیر اہل فضل وکمال، علامہ کوثری نے زیادہ نام تحریر کئے ہیں، اور یہ بھی تنبیہ کی ہے کہ بعض "ناقدین راوۃ حدیث نے اپنی قلت علم اور کمی درک مدارج اجتہاد یا تعصب وغیرہ سے اور بعض نے کسی غلط فہمی سے ان میں سے بعض اکابر شیوخ پر نقد وجرح بھی کی ہے جو بوجوہ مذکورہ قابل اعتناء نہیں۔

امام ابو یوسف کا تعلیمی و تدریسی شغف

امام صاحب باوجود یکہ علم وفضل کے اعلیٰ مراتب پر فائض تھے، دنیوی وجاہت کا بھی طرۂ امتیاز اوج پر تھا، خلفاء عباسیہ کا جاہ وجلال، عظمت ورعب دنیا پر چھایا ہوا تھا، لیکن دربار خلافت کے وزراء کی تو امام ابو یوسف کے سامنے ہی کیا تھی، خود خلیفہ ہارون رشید امام صاحب موصوف کا انتہائی ادب واحترام کرتا تھا۔

امام صاحب قصر شاہی میں نہ صرف یہ کہ بے روک ٹوک ہر وقت جاسکتے تھے، بلکہ اپنے گھوڑے پر سوار ہی خلیفہ کے دربار خاص تک جایا کرتے تھے اور خلیفہ دربار خاص کا پردہ ہٹا کر خود کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے امام موصوف کا استقبال کرتا، اور پہلے خود سلام کرتا اور اسی طرح ہمیشہ ہوتا تھا، کتب تاریخ میں ایک عربی کا شعر بھی آتا ہے جو ہارون رشید امام موصوف کی آمد پر بصد اظہار مسرت واعزاز پڑھا کرتا تھا، آج کے حالات میں کون یقین کرے گا کہ ہمارے دین کے پیشواؤں کی ایسی آن بان بھی رہی ہے، پھر کتب تاریخ میں کچھ ایسے غلط و بے اصل جھوٹے راویوں کے چلائے ہوئے قصے بھی لکھے گئے، جن کی وجہ سے بڑوں بڑوں کی صحیح پوزیشن نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

امام ابو یوسف کے قبول عہدۂ قضا کو ان کی دنیا طلبی سے تعبیر کیا گیا اور ایسے قصے بھی گھڑے گئے کہ امام صاحب نے خدانخواستہ خلفاء کی رضا جوئی اور انعامات کی خاطر شرعی مسائل بتائے، ہمارے اہل مناقب نے بھی بے تحقیق ایسے چند واقعات[1] نقل کردیئے جن سے امام موصوف کی ذہانت وذکاوت ووسعت علمی ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علامہ کوثری صاحب کو کہ حسن التقاضی میں ایسے واقعات کی بھی تاریخی دلائل سے تغلیط کردی، اگرچہ امام صاحب کے مجموعی حالات سے بھی ایسے قصے مشکوک معلوم ہوتے تھے، یہاں عرض کرنا یہ تھا کہ امام موصوف اتنی مشغولیتوں کے ساتھ بھی آخر وقت تک درس وتعلیم کا کام کرتے رہے، وراس سے کبھی سیر نہ ہوتے تھے، نہ کسی وقت پڑھانے، سمجھانے اور علمی مذاکرہ سے اکتاتے تھے۔

حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ میں تحصیل علم کے زمانہ میں امام زفر کے پاس بھی جاتا تھا اور امام ابو یوسف کے پاس بھی، لیکن میں نے امام ابو یوسف کو زیادہ باحوصلہ پایا، اکثر ایسا ہوتا کہ میں پہلے امام زفر کے پاس پہنچتا اور مشکل مسائل پوچھتا وہ مجھے سمجھاتے میں نہ سمجھتا اور بار بار سوال کرکے ان کو عاجز کردیتا وہ کہتے۔ "کم بخت جا! تجھے کیا علم آئے گا؟ کوئی پیشہ دیکھ، کھیتی وغیرہ کر" ان کے اس طرح فرمانے سے مجھے بڑا

---

[1] ابن خلکان نے امام ابو یوسف کے تذکرہ میں ان کے ہارون رشید کے دربار میں عروج کا سبب بھی ایک جھوٹا واقعہ نقل کردیا ہے، اسی طرح عیسیٰ بن جعفر کے لونڈی نہ دینے اور امام ابو یوسف کا شرعی طریقہ بتا کر انعام پانے کا قصہ بھی مستند نہیں ہے، جس کو ہمارے علامہ شامی وغیرہ نے بھی ذہانت کی تعریف کے خیال سے نقل کردیا اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بھی ایسے ہی چند قصے نقل کردیے ہیں اور سلفی نے طیوریات میں ابن مبارک کی طرف منسوب کرکے ایک بے سروپا قصہ نقل کردیا، امام ابو یوسف وامام محمد کے باہمی تعلقات میں خرابی اور اس کے بھی ایک دو قصے یوں ہی بے سند نقل ہوئے اور ہمارے علامہ سرخسی وغیرہ نے بھی بے تحقیق ان کی روایت کردی ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

غم ہوتا اور بڑی مایوسی ہوتی (کیونکہ مجھے بغیر علم کے کسی چیز کی پیاس نہ تھی) امام ابو یوسف کے پاس جاتا اور وہی مسائل مشکلہ پیش کرتا وہ ان کے جوابات فرماتے اور سمجھانے کی کوشش فرماتے، پھر بھی میری پوری طرح تشفی نہ ہوتی تو فرماتے۔ اچھا ٹھہرو! ذرا صبر کرو، پھر فرماتے تم کچھ تھوڑا بہت سمجھے بھی یا ابھی ابتدائی حالت ہی ہے؟ میں کہتا کہ کچھ فائدہ تو مجھے ہوا ہے مگر جس طرح میں چاہتا ہوں تسلی نہیں ہوئی، فرماتے، کچھ حرج نہیں، ہر ناقص چیز کامل ہوسکتی ہے ٹھہرو! ان شاء اللہ تعالیٰ تم سمجھ لوگے۔

حسن فرماتے ہیں کہ میں ان کے اس قدر صبر وتحمل پر بڑی حیرت کرتا تھا، وہ اپنے تلامذہ واصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ قدرت ہوتی کہ اپنے دل کی ساری باتیں تمہارے دلوں میں اتار دوں تو مجھے ایسا کرنے میں بڑی خوشی ہوتی۔

یہ واقعہ میں نے اس لئے بھی ذکر کیا کہ آجکل کے طلبہ واساتذہ دونوں اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کے رخ کو بدلیں تاکہ ان کو بھی علم وحکمت کے وہی سابقہ انوار وبرکات حاصل ہوں پہلے ہارون رشید کے قول سے بھی معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف عہدۂ قاضی القضاۃ کی غیر معمولی مصروفیتوں کے باوجود راتوں میں درس وتعلیم دیا کرتے تھے اور تاریخ نے ہی یہ بھی بتایا کہ آخری وقت وصال میں بھی علمی مسائل کی تحقیق ہی فرماتے رہے۔

ابراہیم بن الجراح کا بیان ہے کہ مرض موت میں عیادت کے لئے حاضر تھا، اس وقت بھی علمی گفتگو تھی، کچھ دیر غشی رہی، افاقہ ہوا تو مجھ سے کہنے لگے ابراہیم! رمی جمار سوار کر کرنا افضل ہے یا پیدل! میں کہا پیدل! فرمایا غلط، میں نے کہا سوار! فرمایا غلط، پھر خود فرمانے لگے کہ جس جمرہ کے پاس دعا کرے گا وہاں پیدل افضل ہے اور جہاں نہیں وہاں سوار ہوکر، ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر دروازہ تک ہی آیا تھا کہ ان کی وفات کی خبر سن لی۔ (کتاب ابن ابی عوام)

مناقب صیمری میں اتنا اضافہ اور بھی ہے کہ میں نے عرض کیا آپ اس حالت میں بھی مسائل بیان کر رہے ہیں؟ فرمایا کیا حرج ہے؟ کیا عجب ہے خدا اسی درس مسائل کے صدقہ میں نجات بخش دے پھر دونوں جگہ کے فرق کی بھی توجیہ فرمائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ورضی عنہ وارضاہ۔

امام ابو یوسف کے تلامذہ

علامہ کوثری نے بہت لوگوں کے نام تحریر فرمائے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں امام احمد بن حنبل[1] (صاحب مذہب) احمد بن منیع (شیخ امام بخاری) اسد بن فرات (مدون مذہب امام مالک) اسماعیل بن حماد (ابن الامام الاعظم) بشر بن غیاث[2]، جعفر بن یحییٰ البرمکی حسن بن زیاد لولوی حماد بن دلیل، خالد بن صبیح، خلف بن ایوب بلخی، شجاع بن مخلد، شفیق بن ابراہیم بلخی، علی بن الجعد (صاحب الجعدیات) علی بن حرملہ، علی بن المدینی (شیخ بخاری) فضیل بن عیاض، امام محمدؒ، محمد بن سماعہ، معلیٰ بن منصور، وکیع بن الجراح، ہشام ابن عبدالملک الوالولید الطیالسی، ہلال بن یحییٰ الرائی (صاحب احکام الوقف) یحییٰ ابن آدم، یحییٰ بن معین (شیخ البخاری) امام شافعی بواسطہ امام محمد، امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور

---

[1] امام احمد فرماتے ہیں کہ میرے سب سے پہلے استاد حدیث امام ابو یوسف ہیں اور ان سے میں نے تین سال ان کے پاس رہ کر تین قماطر (الماریاں) علم کی لکھی ہیں

[2] مشہور فقیہ تھے، نقض الدارمی سے ان کے علومرتبت علمی کا پتہ چلتا ہے، ان کی بہت سی علمی تصانیف اور امام ابو یوسف سے روایات کثیرہ ہیں، اہل زہد وورع سے تھے، مسئلہ خلق قران میں معتزلہ کی طرف میلان ہوگیا تھا، اگرچہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی مراد مابین الدفتین تھی، علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ص ۲۵۶ ج ۱ میں ان کو مرجئی کہا ہے، اور بھی کچھ چیزیں ان کی طرف منسوب ہوئیں، واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہیں، خلق قرآن کے مسئلہ میں امام ابو یوسف نے ان کو تنبیہ کی تھی، شاید اس سے کچھ اصلاح بھی ہوئی، کیونکہ امام احمد نے فرمایا۔ میں اس مجلس میں موجود تھا جب بشر مریسی کو امام ابو یوسف کے حکم سے پاؤں کھینچ کر نکالا گیا، پھر میں نے اگلے روز دیکھا کہ آئے میں نے کہا کہ آپ کو اس طرح نکلوایا گیا پھر بھی آپ آگئے؟ کہا کہ اس بات کی وجہ سے میں علم سے محرومی کو گوارا نہیں کرسکتا۔

یہ بھی امام ابو یوسف نے ان سے فرمایا تھا کہ "تم بہت قابل قدر آدمی ہو، اگر تمہارے اندر وہ بری رائے نہ ہو" لیکن امام صاحب موصوف نے پھر ان کو مجلس میں آنے دیا اس سے خیال ہوتا ہے کہ ان کی کچھ اصلاح ضرور ہوگئی ہوگی۔

کتاب الامام اور اپنی مسند میں امام ابو یوسف سے بواسطہ امام محمد روایت بھی کی ہے، جیسے حدیث بیع الولاء میں۔

امام ابو یوسف اور امام شافعی کا اجتماع ایک جگہ نہیں ہوا، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر اور حافظ سخاوی نے بھی تصریح کی ہے، باقی بعض مسانید امام اعظم میں جو امام شافعی کی روایات امام ابو یوسف سے منقول ہے وہ غلط ہے کہ یوسف کی جگہ ابو یوسف تحریر ہو گیا ہے اور وہ یوسف بن خالد سمتی ہیں، واللہ اعلم (حسن التقاضی)

امام ابو یوسف نے اگرچہ اپنا انتساب اپنے استاد محترم امام اعظم کے ساتھ ہمیشہ باقی رکھا، مگر ان کے علمی کمالات اور قوت اجتہاد و استنباط و جمع شروط اجتہاد کے پیش نظر ان کو مجتہد مطلق ماننا ضروری ہے، وہ امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کے رکن رکین اور فرد اعظم تھے اور امام صاحب کی وفات تک تقریباً ۲۹ سال تدوین کے کام میں مشغول رہے۔

چنانچہ امام اعظم نے خود بھی ان کو ان کے طبقہ کے اعلم اہل الارض فرمایا تھا جیسا کہ تاریخ خطیب میں بواسطہ امام طحاوی اسد بن فرات سے منقول ہے اور ابن ابی عمران شیخ امام طحاوی نے فرمایا کہ حافظ فقیہ علی بن الجعد (صاحب الجعدیات المشہور) ایک روز درس حدیث دے رہے تھے اور مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی، آپ نے اخبرنا ابو یوسف ہی کہا تھا کہ ایک شخص بولا کیا آپ ابو یوسف کا ذکر فرما رہے ہیں؟ حضرت الاستاذ نے اس طرح کے سوال سے امام کی تحقیر محسوس کی اور بارعب وجلال لہجہ میں فرمایا کہ جب تم امام ابو یوسف کا ذکر مبارک کرنا چاہو تو پہلے اپنے منہ کو اشنان اور گرم پانی سے اچھی طرح پاک وصاف کر لینا، پھر فرمایا کہ واللہ میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا"۔ جبکہ وہ امام ثوری، امام مالک، حسن صالح، ابن ابی ذئب، لیث بن سعد، اور شعبہ بن الحجاج جیسے اکابر ائمہ و مجتہدین کو دیکھ چکے تھے، لہٰذا وہ امام صاحب موصوف کو ان سب پر فضیلت دیتے تھے اور امام اعظم نے امام ابو یوسف کی شرح معانی حدیث بریرہ پر "انتم الاطباء و نحن الصیادلة" فرمایا تھا۔ (حسن التقاضی) علامہ کوثری نے اس موقع پر مجتہدین کی اس تقسیم کو راجح ثابت کیا ہے جو ابن حجر مکی نے "شن الغارة" میں درج کی ہے جس کو مولانا عبدالحی مرحوم لکھنوی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی نقل و اختیار کیا ہے اور ابن کمال الوزیر کی تسیم کو غیر صحیح و مرجوح قرار دیا ہے، یہ بحث اہم و قابل مطالعہ ہے اور ابو یوسف کی مدح میں علاوہ مذکورہ بالا اقوال کے چند اقوال اور بھی ملاحظہ کیجئے! یحییٰ بن معین نے یہ بھی فرمایا کہ امام ابو یوسف صاحب حدیث تھے، صاحب سنت تھے الخ، ابو حاتم نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے الخ (الجرح التعدیل ص ۲۰۱ ج ۴)

عبداللہ بن داؤد خریبی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف تمام فقہی مسائل پر ایسا عبور کامل رکھتے تھے کہ وہ سب ان کے سامنے کف دست تھے عمرو بن محمد ناقد (جو اہل رائے محدثین سے تعصب رکھتے تھے) فرماتے کہ میں اصحاب رائے میں سے کسی سے روایت حدیث پسند نہیں کرتا، مگر ابو یوسف سے، کیونکہ وہ صاحب سنت تھے۔

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف قاضی القضاۃ ہو جانے پر بھی ہر روز دو سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، علی بن المدینی نے فرمایا کہ ۱۸۰ھ میں امام ابو یوسف بصرہ آئے تو ہم ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ دس احادیث روایت کرتے، پھر دس فقہی آراء ساتھ بیان کرتے، اس عرصہ میں مجھے صرف ایک حدیث میں وہ منفرد معلوم ہوئے جو ہشام بن عروہ سے حجر میں روایت کی اور وہ صدوق تھے۔

علامہ کوثری نے اس مقام پر تحریر فرمایا کہ جو شخص "تلخیص الحبیر" ص ۲۴۹ اور سنن بیہقی ص ۶۱ ج ۲ مطالعہ کرے گا وہ معلوم کرے گا کہ اس حدیث میں بھی امام ابو یوسف منفرد نہ تھے کیونکہ متابع موجود ہے۔

یہ تمام اقوال علامہ ذہبی کی کتاب مناقب الامام ابی یوسف سے "حسن التقاضی" میں لکھے گئے ہیں، حارثی نے اپنی سند سے حسین بن ولید سے یہ نقل کیا کہ امام ابو یوسف جب کسی مسئلہ پر کلام کرتے تھے تو سننے والے ان کی وقت کلام سے متحیر ہو جاتے تھے اور ایک روز میں نے ایسا بھی دیکھا کہ وہ کسی غامض مسئلہ پر تقریر کرنے لگے تو تیر کی طرح تیزی سے اس مسئلہ کے تمام متعلقات بیان کر گئے جس کی وجہ سے اور بھی زیادہ حاضرین کو اس

مسلہ کی باریکیاں مفہوم نہ ہوسکیں اور آپ سب متحیر ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کس قدر قدرت کلام اور فہم معانی دقیقہ کا ملکہ عطا فرمایا ہے۔

چونکہ امام ابو یوسف کو یہ سارے مناقب ومحامد اور کمالات امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے وسیلہ سے حاصل ہوئے تھے، اسی لئے یہ بھی "قلائد عقود العقیان" میں امام ابو یوسف سے ہی منقول ہوا ہے کہ میں نے کبھی کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس کے بعد امام اعظم کے حق میں دعا اور استغفار نہ کی ہو۔

حضرت علی بن صالح جب کبھی امام ابو یوسف سے روایت کرتے تو اس طرح کہتے "میں نے یہ حدیث افقہ الفقہاء قاضی القضاۃ سید العلماء امام ابو یوسف سے سنی ہے" محدث بشر بن الولید کے سامنے ایک شاگرد نے امام ابو یوسف کا نام بغیر القاب کے لیا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ تم ان کی تعظیم نہیں کرتے، ان کی توقیر نہیں کرتے، میں نے تو ان کا مثل اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا (حالانکہ انہوں نے ابن ابی ذئب اور شعبہ وغیرہ اکابر محدثین کو دیکھا تھا۔

امام نسائی نے بھی جو نقد رجال میں بہت متشدد تھے، امام ابو یوسف کی توثیق کی ہے اور احمد بن کامل شجری (مولف اخبار القضاۃ اور صاحب ابن جریر) نے کہا کہ امام یحییٰ بن معین، امام احمد اور علی بن مدینی تینوں نے بالاتفاق امام ابو یوسف کو ثقہ قرار دیا ہے، یہ تینوں امام بخاری کے کبار شیوخ میں تھے۔

اسی طرح شیخ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کو شیخ متقن کہا پھر کہا کہ ہم کسی کے فضل وشرف کو چھپانا نہیں چاہتے، ہمارے نزدیک امام ابو یوسف اور امام زفر کی عدالت وثقاہت ثابت ہو چکی ہے، ملاحظہ کیجئے یہ ابن حبان وہ ہیں جو بہت سے محدثین احناف بلکہ اکابر ائمہ احناف کے خلاف بھی بہت کچھ لکھنے کے عادی ہیں، مگر امام ابو یوسف وزفر کی یہ بھی مدح کر گئے اور بقول خود حق انصاف ادا کر گئے مگر اس کے باوجود بھی حیرت اس پر بالکل نہ کیجئے کہ امام بخاری اپنے استاذ الاستاذ امام ابو یوسف کے بھی متروک فرما گئے، آپ نے دیکھا کہ امام بخاری جن بزرگوں کے اقوال سے جابجا اپنی کتاب الضعفاء وغیرہ میں استدلال کرتے ہیں وہ سب تو امام موصوف کو ثقہ فرما گئے، ثقہ وہ ہے جس کی حدیث لینی چاہئے، مگر امام بخاری کا فیصلہ ہے وہ متروک الحدیث تھے جس کی احادیث لوگوں نے ترک کیں، معلوم نہیں اس بارے میں وہ کن بزرگوں سے متاثر ہو، شائد وہ شیخ حمیدی وغیرہ ہوں جن کی وجہ سے انہوں نے امام اعظمؒ سے بھی سوء ظن اختیار کر لیا تھا، مگر شیخ حمیدی کا قول تو وہ ساری کتاب الضعفاء میں کہیں بغیر سند ذکر بھی نہیں کرتے، غرض یہ معمہ ہمارے لئے تو ابھی تک "کس نکشود ونکشاید" ہی کے مرحلہ میں ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

مؤلفات امام ابو یوسفؒ

امام صاحب کی تالیفات کتب تاریخ ومناقب میں بہت بڑی تعداد میں مذکور ہیں، مگر ہم تک ان میں سے بہت کم پہنچی ہیں مثلاً۔

۱- "کتاب الآثار" اور فقہ میں نہایت قیمتی ذخیرہ ہے جس کا اکثر حصہ امام اعظم سے مروی ہے، حضرت مولانا العلام ابوالوفاء صاحب نعمانی دامت مآثرہم کے حواشی قیمہ نے اس کو بہت زیادہ مفید بنا دیا ہے، یہ کتاب مدارس عربیہ کے درس حدیث کا جزو ہونی چاہئے، ورنہ کم سے کم زائد مطالعہ میں لازمی ہونی چاہئے "ادارہ احیاء المعارف النعمانیہ" حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے، اس کے علاوہ امام صاحب موصوف کا ایک مسند بھی ہے مگر وہ ہم تک نہیں پہنچا، ضخامت ۲۶۸ صفحات مطبوعہ مصر۔

۲- "اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی" - یہ کتاب بھی ادارہ مذکور سے شائع ہو گئی ہے، اس میں امام ابو یوسف نے اپنے دونوں اساتذہ کے مختلف فیہ مسائل کو جمع کر دیا ہے اور دلائل سے اپنے اجتہاد کی روشنی میں کسی ایک قول کو ترجیح دی ہے، حاشیہ میں تحقیق رجال تخریج احادیث وحل لغات وغیرہ کی گئی ہے، ضخامت ۲۳۰ صفحات مطبوعہ مصر۔

۳-" الرد علی سیر الاوزاعی "-امام اوزاعی نے اپنی کتاب مسائل جہاد میں امام اعظم کی کتاب الجہاد کے بعض مسائل پر اعتراض کیا تھا ان مسائل پر امام ابو یوسف نے دونوں کے اقوال جمع کر کے ہر ایک کی دلیل بیان کی ہے اور پھر محاکمہ کیا ہے، یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی بصیرت کے موافق کسی ایک قول کو ترجیح دی ہے ادارہ مذکور ہی سے ۱۳۵۷ھ میں مفید حواشی کے ساتھ مصر میں طبع ہو کر شائع ہوئی، صفحات ۱۴۸۔

۴-"کتاب الخراج" -خلیفہ ہارون رشید کی طلب پر احکام اموال میں رسالہ تصنیف فرمایا تھا، اس کے مقدمہ میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابو یوسف حق بات کہنے میں کسی سے نہیں چوکتے تھے، ان کے طبقہ میں کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی، بلکہ یہ کہنے میں بھی مبالغہ نہیں کہ ایسی کتاب لکھی ہی نہیں گئی، اس باب میں جو کتابیں دوسروں نے لکھی ہیں ان کے ساتھ موازنہ کرنے پر یہ بات بالکل واضح ہوگی، اس کتاب کی شروح بھی لکھی گئیں جن سے ان کی خوبیاں اور بھی نمایاں ہو گئیں۔

۵-کتاب المخارج والحیل - یہ بھی امام ابو یوسف کی طرف منسوب ہے، اس کا قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ میں اور المکتبہ علی پاشا آستانہ میں موجود ہے اور اس کو جوزف شخت مستشرق المانی نے امام محمد کے نام سے طبع کر دیا ہے۔

ابن ندیم نے لکھا کہ امام ابو یوسف کی کتاب اصول و امالی میں سے حسب ذیل ہیں۔

۶-کتاب الصلوٰۃ ۷-کتاب الزکوٰۃ ۸-کتاب الصیام ۹-کتاب الفرائض ۱۰-کتاب البیوع ۱۱-کتاب الحدود ۱۲-کتاب الوکالۃ ۱۳-کتاب الوصایا ۱۴-کتاب الصید والذباح ۱۵-کتاب الغصب ۱۶-کتاب الاستبراء ۱۷-مجموعہ امالی، مرتبہ و مرویہ قاضی بشر بن الولید جو ۳۶ کتابوں پر مشتمل ہے جو سب امام ابو یوسف کی اپنی تفریع کردہ ہیں۔

۵۳-کتاب اختلاف علماء الامصار ۵۴-کتاب الرد علی مالک بن انس ۵۵-کتاب الجوامع جو آپ نے یحییٰ بن خالد کے لئے لکھی تھی جو چالیس کتابوں پر مشتمل تھی ان میں آپ نے لوگوں کے اختلاف کی تفصیل اور رائے مختار کی نشاندہی کی ہے طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد نے کہا کہ امام ابو یوسف کے حالات مشہور ہیں، ان کا فضل و برتری ظاہر ہے، وہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے تھے اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے آگے کوئی نہ ہو۔ کا علم وحلم، ریاست اور قدر و منزلت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے تھے امام ابو حنیفہ کے مذہب و اصول فقہ کو سب سے پہلے تصنیف کیا، مسائل احکام کا املاء کرایا اور امام صاحب کے علوم اجتہادیہ کو زمین کے تمام حصوں میں پھیلا دیا اور نشر کیا جیسا کہ خطیب نے بھی تنوخی سے اسی کی تصریح نقل کی ہے۔

لہٰذا امام ابو یوسف کی اولیت تصنیف اصول فقہ حنفی، امام شافعی کی اولیت تصنیف اصول فقہ شافعی کے منافی نہیں، بلکہ امام شافعی کا جو طریقہ مناقشہ سابقہ مسائل اصول پر ہے، وہ خود اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ ان کی اولیت صرف ان کے اپنے مذہب کے اعتبار سے ہے، حافظ ذہبی نے ابو یعلی موصلی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ- ابو علی کا قول ہے کہ اگر ابو یعلی بشر بن ولید کے پاس ٹھہر کر امام ابو یوسف کی کتابوں کو نقل کرنے میں مصروف نہ ہوتے تو بصرہ پہنچ کر سلیمان بن حرب اور ابو لولید عباسی کو ضرور پا لیتے، (جس سے ان کی سند عالی ہو جاتی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف کی تصانیف بہت ہی زیادہ تھیں کہ ان کو لکھنے میں کافی وقت صرف ہو گیا اور ان کو بشر تلمیذ امام موصوف کے پاس رکنا پڑا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف کے علوم کی اس وقت بڑی شہرت تھی ورنہ علو سند کو ہر زمانہ میں بڑی اہمیت رہی ہے اور لوگ اس کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، مگر ابو یعلی جیسے مشہور محدث کبیر نے نقل کتب امام موصوف میں وقت صرف کر کے بتصریح ذہبی علو سند کی فضیلت کو نظر انداز کر دیا۔

واضح ہو کہ ابو یعلی کی مسند و معجم مشہور ہیں، وہ جزیرہ کے بڑے پایہ کے محدث تھے، محدث علی بن الجعد اور امام یحییٰ بن معین کے واسطہ سے امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں، محدث ابن حبان اور اسماعیلی جیسے محدث ان کے شاگرد ہیں، اس زمانہ میں محدثین تیز لکھنے کے بڑے

مشتاق ہوتے تھے، اسی طرح تلقی کتب اور سماع میں سرعت کے واقعات بہ کثرت منقول ہیں، چنانچہ بہت سے محدثین ایسے گزرے ہیں جنہوں نے صرف تین روز میں بخاری شریف پوری کرلی ہے ایسے حالات میں محدث ابویعلی کا زیادہ قوت صرف اس لئے صرف ہوا ہوگا کہ امام کی تصانیف بہت زیادہ تھیں اور امام احمد کا قول پہلے گذر چکا ہے کہ میں نے تین سال میں امام ابو یوسف کے پاس رہ کر بقدر تین المار یوں کے کتابیں نقل کیں، قماطر کا ترجمہ بستوں سے ٹھیک نہیں، قاموس وغیرہ میں ہے کہ قمطر وہ ہے جس میں کتابیں محفوظ کی جائیں پھر یوں بھی امام احمد ایسے مشہور و معروف محدث نے تین سال کی مدت میں بڑی مقدار نقل کی ہوگی۔

صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے امالی تین سو مجلد میں تھے۔

علامہ ابوالقاسم شرف الدین بن عبدالعلیم القرتبی (بالتاء) مولف ''قلائد العقیان فی مناقب ابی حنفیۃ النعمان'' نے دوسری فصل کتاب مذکور میں (جو امام ابو یوسف کے مناقب میں ہے) فرمایا- امام ابو یوسف کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے بڑی بڑی مبسوط کتابیں تصنیف کیں جن میں سے املاء امالی، ادب القاضی (جو بشر بن الولید کو املاء کرائی تھی) المناسک وغیرہ تھیں، علامہ شیخ یحیٰ غزنی نے ۸-۹ھ میں زبید پہنچ کر بیان کیا تھا کہ انہوں نے امام ابو یوسف کی امالی کو خود دیکھا ہے جو تین سو مجلد میں تھیں اور شام کے شہر غزہ کے مدرسہ میں ایک مستقل الماری میں محفوظ تھیں، افسوس ہے کہ اب اس عظیم و جلیل کتاب کا کہیں وجود نہیں اور غالباً وہ دسویں صدی کی مشہور جنگ میں ضائع ہوئی ہے (حسن التقاضی)

اس وقت کے متنازعہ فیہ مسائل کلامیہ میں امام ابو یوسف کی آراء بہت ہی جچی تلی، متوازن اور معتدل تھیں اور اس زمانہ کے فرق باطلہ کے زیغ والحاد کا امام موصوف نے بڑی حکمت و دانائی سے مقابلہ کیا، امام اعظم کے مناظرے اہل زیغ کے ساتھ مشہور ہیں۔

امام ابو یوسف چونکہ برسر اقتدار بھی تھے اور حکومت کے سب سے بڑے مذہبی عہدہ قاضی القضاۃ پر فائز تھے، پھر اپنی جلالت علمی و امتیازات خاصہ کے باعث خلفاء وقت کے بھی مرعوب و متاثر ہونے والے نہ تھے، اس لئے ان کی خدمات اور بھی زیادہ نمایاں ہوئیں۔

خلیفہ ہارون رشید پر ان کے اثرات کا کچھ ذکر ہو چکا ہے اور امام اعظمؒ کے تذکرہ میں قضاۃ کے سلسلہ میں بھی ان کے بے جھجک فیصلوں اور اہم اقدامات کا تذکرہ آ چکا ہے، یہاں اہل زیغ کے بارے میں ان کے طرز فکر و طریق عمل کے ایک دو نمونے ملاحظہ کیجئے-

۱- برسر اقتدار حضرات میں سے کسی کے صاحبزادے جہمی خیال کے ہو گئے تھے، امام موصوف نے بلوا کر ۳۵ کوڑے لگوائے تا کہ اس کو تنبیہ ہو اور دوسروں کو حوصلہ نہ ہو۔

۲- خلیفہ ہارون رشید کے سامنے ایک زندیق پیش ہوا، خلیفہ نے امام یوسف کو بلوایا تا کہ دلائل سے قائل مقول کریں، امام صاحب پہنچے تو خلیفہ نے کہا کہ اس سے بات کیجئے اور مناظرہ کر کے اس کی اصلاح کیجئے، امام صاحب نے فرمایا، امیر المؤمنین! ابھی ابھی تلوار اور چمڑا منگوایئے اور اس پر اسلام پیش کیجئے! اگر اسلام کو صحیح طور سے مانے تو خیر، ورنہ اس کا قصہ ختم کیجئے، ایسے ملحد زندیق مناظروں سے درست ہونے والے نہیں (تاریخ خطیب و مناقب موفق)

ایک دفعہ دشمنوں اور حاسدوں نے مشہور کر دیا کہ امام ابو یوسف خود ہی ''القرآن المخلوق'' کے قائل ہیں، امام صاحب کے خاص تعلق والے پہنچے اور عرض کیا کہ آپ ہمیں تو اس چیز سے روکتے ہیں او دوسروں کو اس طرح بتلاتے ہیں، پھر سارا قصہ ذکر کیا کہ اس طرح شہرت ہے، امام صاحب نے فرمایا، آپ لوگ بھی بڑے سادہ لوح ہیں کہ ان کی باتوں میں آ گئے وہ پاگل دیوانے تو خدا پر جھوٹ بولتے ہیں، مجھ پر جھوٹ لگانا ان کے لئے کیا مشکل ہے؟ پھر فرمایا کہ اہل بدعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی باتیں دوسروں پر رکھ کر چلاتے ہیں، حالانکہ وہ لوگ ان کے جھوٹ سے بری ہوتے ہیں، ایک دفعہ لوگوں نے آ کر عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ایسے شخص کی شہادت بھی قبول کر لیتے ہیں جو کہے کہ خدا کو واقعات کے ظہور پذیر ہونے سے قبل تک ان کا علم نہیں ہوتا، (اس زمانہ کے بعد اہل زیغ فلسفی مزاج لوگوں کی طرف اشارہ

تھا) امام نے فرمایا، بالکل غلط ہے ایسا شخص میرے سامنے آجائے تو اس سے فوراً توبہ کراؤں، اگر توبہ نہ کرے تو حکم قتل کروں۔

ایک بار امام صاحب کے کسی جلیس نے کہا کہ آپ کے بارے میں عام لوگ یہ شہرت کر رہے ہیں کہ آپ ایسے شخص کی شہادت قبول کر لیتے ہیں جو کسی تاویل کے ساتھ صحابہ کو سب وشتم کرتا ہو، فرمایا، افسوس لوگ ایسی بات کہتے ہیں میں تو ایسے شخص کو قید کر دوں اور تازیانوں کی سزا مقرر کروں، یہاں تک کہ توبہ کرے۔ (حسن التقاضی)

سینکڑوں واقعات میں سے یہ چند واقعات ذکر ہوئے ہیں، ان حضرات کے اس قسم کے واقعات روح ایمان کو تازہ کرنے والے ہیں، جی چاہتا ہے کہ لکھے جایئے! مگر یہاں گنجائش کم ہے، اس لئے معذرت کی جاتی ہے مگر اتنا ضرور یاد رکھئے کہ یہ امام ابو یوسف اسی ذات مکرم تربیت یافتہ اور تلمیذ خاص ہیں جو حسب تحقیق امام بخاریؒ یری السیف فی الامۃ کا نظریہ رکھتے تھے، آپ نے دیکھا کہ برسر اقتدار ہو کر بھی اگر سیف کا استعمال کرنا چاہا تو صرف ان اعضاء فاسدہ پر جن کی اصلاح ناممکن کے درجہ میں پہنچی ہو اور جن سے دوسروں کو گمراہی کا ظن غالب ہوا۔

ایک طرف اگر امام اعظم ایسے علم والے جن کے علم سے بقول ابن ندیم، مشرق سے مغرب تک ساری فضا معمور منور ہو گئی اور جن کی ایک عقل سارے عقلاء روزگار کے ہم پلہ سمجھی گئی، اگر وہ چاہتے تو اپنے علم وعقل کے زور سے دوسروں کو کس کس طرح مجروح نہ کر جاتے اور ابن حزم وغیرہ کی طرح قلمی سیف وسنان کا استعمال دل کھول کر کرتے، مگر وہ خوب جانتے تھے کہ بڑے اور اہل علم وتقویٰ تو ایک طرف معمولی کم از کم درجہ کے مومن کی عزت بھی لائق صد احترام ہے، اسی لئے ان کی اور ان کے تمام اصحاب وتلامذہ کی غیر معمولی احتیاط ونزاہت لسان قابل تقلید ہے، دوسری طرف امام ابو یوسف اگر اپنے اقتدار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تو اپنے مخالفین سے کیا کچھ انتقال نہ لے سکتے تھے، جو رات دن ان کو بدنام کرتے تھے۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ سب صحابہ تک کو بھی وہ کسی تاویل کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار نہ تھے، جب کہ دوسری طرف یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ حافظ ابن حجر مروان بن الحکم کے ''رجال بخاری'' میں سے ہونے کی وجہ سے اس کے حضرت طلحہؓ کو قتل کرنے کو بھی تاویل کے ساتھ وجہ جواز دینے کو تیار ہیں جو نہ صرف بلند پایہ صحابی تھے، بلکہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور الزام پھر بھی یری السیف کا ہم غریبوں کے سر۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام   وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ تو امام ابو یوسف کی رائے تھی، اور جو کلمات انہوں نے عقائد حقہ اور عقائد زائغہ کے سلسلہ میں ارشاد فرمائے ہیں وہ تو آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں، علامہ کوثری نے حسن التقاضی میں وہ بھی کچھ نقل کئے ہیں، ان کا یہاں ترجمہ ہم خوف طوالت سے ترک کرتے ہیں درحقیقت پوری کتاب ایک سو صفحہ کی علمی جواہر پاروں کا گنجینہ ہے، خدا نے توفیق دی تو کسی وقت اس کا مکمل اردو ترجمہ شائع کیا جائے گا۔

امام صاحب اور ان کے اصحاب کے حالات زندگی پڑھنے سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان ابتدائی حالات میں جب کہ نئے نئے علمی و مذہبی فتنے سر اٹھا رہے تھے، ان حضرات نے کن کن تدابیر سے ان کی روک تھام کی ہے، علمی مناظرے، مباحثے بھی کئے، حکومت کے اثرات سے بھی کام لیا، اور تدوین فقہ کی مہتم بالشان مہم سر کر کے مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کے واسطے اسلامی قوانین پر چلنے کا میدان بھی ہموار کیا۔

امام ابو یوسف نے جہاں ملحدوں، زندیقوں پر سخت گرفت کی، وہاں ان کو بے گناہ عام مسلمانوں کی حفاظت جان و مال کی فکر بھی ہمہ وقت اپنے استاذ معظم امام اعظم ہی کی طرح رہتی تھی، اس کا بھی ایک واقعہ پیش ہے۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص نے کہا واللہ! نہ تم نے تقسیم میں انصاف کیا اور نہ رعیت کے ساتھ عدل کیا اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ سے سخت تنقید کی، خلیفہ کو غصہ آیا، اس شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، نماز کے بعد اس کو پیش کیا گیا تو خلیفہ نے امام ابو یوسف کو بلوایا، آگے خود امام ابو یوسف کے ہی الفاظ میں قصہ سنئے! فرمایا میں گیا تو دیکھا کہ خلیفہ بیٹھے ہیں، سامنے ایک شخص بطور مجرم جلادوں اور سزا دینے والوں کے درمیان کھڑا ہے، خلیفہ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص نے مجھے ایسی سخت باتیں کہیں جو آج

تک کسی نے نہیں کہی تھیں، میں نے کہا امیر المومنین! نبی کریم علیہ السلام کو ایسے ہی ایک موقع پر کہ آپ نے خود تقسیم فرمائی تھی کہا گیا تھا کہ اس تقسیم سے خدا کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کیا گیا لیکن حضور علیہ السلام نے یہ سن کر بھی اس کو معاف فرما دیا اور کوئی سزا نہیں دی، ایک دوسرے موقع پر آپ نے تقسیم فرمائی تو کہا گیا کہ آپ نے عدل نہیں کیا، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں بھی عدل نہ کروں تو کون کرے گا؟ اس کو بھی حضور اکرم علیہ السلام نے معاف فرما دیا اور درگذر کی، اور اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ حضور علیہ السلام کو اس وقت کہے گئے کہ حضرت زبیر اور ایک شخص انصاری کا جھگڑا آپ کے سامنے پیش ہوا، غلطی چونکہ اس کی تھی، اس لئے حضور اکرم علیہ السلام نے زبیر کے حق میں فیصلہ کیا، انصاری نے کہا، یا رسول اللہ علیہ السلام! کیا یہ فیصلہ ان کے حق میں اس لئے ہوا کہ وہ آپ کے پھوپھی کے لڑکے ہیں؟ ان کو بھی حضور اکرم نے کچھ نہ فرمایا اور معاف کر دیا، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اتنا سننے کے بعد خلیفہ کا غصہ ختم ہو گیا اور شخص کو چھوڑنے کا حکم دیدیا۔ (ابن ابی العوام بسندہ)

امام ابو یوسف اور امام مالک کا اجتماع ہوا ہے اور بعض مسائل میں مذاکرہ بھی ہوا ہے مگر جو واقعہ سہی سے نماز نفل نہ پڑھنے پر حلف کا منقول ہے اور ایسی ہی سلمی سے اشتراء جاریہ کے حلف والا قصہ نا قابل اعتبار ہے کیونکہ سہی و سلمی اور کابلی وعبدالعزیز غیر ثقہ تھے (حسن التقاضی)

امام ابو یوسف نے مغازی وسیر محمد بن اسحاق سے بھی حاصل کئے مگر جہاں تک خیال ہے ان کا بڑا اور اہم حصہ امام اعظم سے ہی حاصل کیا ہوگا کیونکہ امام صاحب نے مغازی کا علم امام شعبیؒ سے حاصل کیا، جن کی وسعت علم مغازی وسیر کا اعتراف حضرت عمرؓ وغیرہ اکابر اصحاب نے بھی کیا تھا۔

اس سلسلہ میں مورخ ابن خلکان نے "الجلیس الصالح" معافی جزیری سے بغیر نقل سند کے ایک قصہ نقل کر دیا ہے جو قطعاً جھوٹ ہے اس میں اس طرح ہے کہ امام ابو یوسف محمد بن اسحاق سے مغازی وسیر کا علم حاصل کرنے کے لئے کچھ دن امام صاحب کی مجلس سے غیر حاضر رہے، واپسی پر امام صاحب نے گویا بطور طنز وتجہیل کے کہا کہ ابو یوسف! ذرا بتلاؤ تو کہ جالوت کے لشکر میں جھنڈا کس کے ہاتھ میں تھا؟ امام ابو یوسف نے کہا، آپ امام ہیں (اس لئے لحاظ ہے) لیکن اگر آپ[1] اس (طنز) سے نہ رکیں گے تو میں بڑے مجمع میں آپ سے پوچھوں گا کہ بدر کی لڑائی پہلے تھی یا احد کی؟ اور آپ نے بتلا سکیں گے، کہ کون سی اول تھی، اس پر امام صاحب خاموش ہو گئے۔

---

[1] یہاں یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ اسی سلسلہ کی ایک صورت واقعہ دوسری بھی ہے جو علامہ موفق نے روایت کی ہے وہ اگر صحیح ہے تب بھی دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا بیان ہے، میں تعلیم کے زمانہ میں (جو غالباً ابتدائی دور کا واقعہ ہے ورنہ پھر تو وہ امام صاحب کے پاس ہمہ وقت رہے ہیں) میں امام صاحب کے علاوہ دوسرے محدثین وغیرہ کی خدمت میں جایا کرتا تھا (اور اس چیز سے امام خود بھی نہیں روکتے تھے بلکہ خود بھیجا کرتے تھے کہ کسی محدث کے پاس سے کسی نئی حدیث کا پتہ لگے) محمد بن اسحاق کوفہ میں آئے تو ان کے پاس میں بھی گیا، اور چند ماہ جم کر رہا یہاں تک کہ ان کی پوری کتاب سن لی اور اس عرصہ میں امام صاحب کے پاس نہ جا سکا، فارغ ہو کر امام صاحب کی خدمت میں پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ یعقوب! یہ کیسی بے مروتی (کہ اتنے دن تک صورت نہ دکھائی) میں نے عرض کیا کہ حضرت ایسا نہیں ہے بلکہ محمد بن اسحٰق مدینی یہاں آگئے تھے، میں نے ان سے کتاب المغازی سنی ہے، امام صاحب نے فرمایا، اب اگر پھر جانا ہو تو اتنا سوال کر لینا کہ طالوت کے مقدمۃ الشکر پر کون تھا؟ اور جالوت کے لشکر کا جھنڈا کس کے ہاتھ میں تھا؟ میں نے کہا حضرت! اس بات کو جانے دیجئے، واللہ! مجھے تو خود حیرت ہے کہ ایک شخص علم (مغازی) کا دعویٰ کرتا ہے اور جب اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ بدر کی لڑائی پہلے تھی یا احد کی؟ تو اس کو نہیں بتلا سکتا" واللہ اعلم اس واقعہ میں بھی کچھ صحیح غلط ہو مگر کسی قدر قرین قیاس ضرور ہے، کیونکہ امام ابو یوسف میں یہ بات خاص طور سے تھی کہ سب محدثین وعلماء زمانہ سے استفادہ کرتے تھے اور معلومات کی کھوج کرتے رہتے تھے، خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ایک شام کو پروگرام طے ہوا کہ کل آثار نبوی کی زیارت کریں گے تو امام ابو یوسف نے وہاں کے ایک عالم ماہر آثار کو ساتھ لے کر اسی رات میں سب جگہ جا کر ان آثار کی معلومات کر لی، صبح کو خلیفہ کے ساتھ نکلے، تو وہ عالم بھی ساتھ تھے، ان کا ہی بیان ہے کہ امام ابو یوسف خلیفہ کو ہر اثر کا اس طرح تعارف کراتے تھے کہ جیسے مدت سے اس کی پوری معلومات ان کے ذہن نشین ہو، تو یہاں بھی محمد بن اسحاق کے مبلغ علم سے گو واقف پہلے سے بھی ہوں مگر پورا وقت دے کر پوری کتاب سنی اور اس کا بھی خیال نہیں کیا کہ امام صاحب محمد بن اسحٰق کے بارے میں خوش عقیدہ نہیں ہیں ان کو ناگوار ہوگی، اب امام صاحب کے سوال کرنے کے لئے ارشاد فرمانا ممکن ہے کہ اس وجہ سے ناگواری کے نتیجہ میں ہو کہ ان کے علم سے مطمئن نہ تھے، یا ممکن ہے یوں ہی بطور مزاح فرمایا ہو اور امام ابو یوسف نے جواب بھی ممکن ہے بطور مبالغہ بدر واحد سے دیا ہو کہ بعض چھوٹی موٹی باتیں بھی ان کے پاس صحیح نہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ بدر واحد کے تقدم وتاخر سے تو اس زمانے کا بچہ بچہ واقف ہوگا، اب اگر اسی واقعہ کو توڑ موڑ کر اس طرح بنا لیا جو ابن خلکان وغیرہ نے کذاب راویوں سے نقل کر دیا تو یہ اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ واللہ اعلم

اس روایت کونقل کرنے والا محمد بن الحسن بن زیادہ المقری جھوٹ گھڑنے میں مشہور تھا، تاریخ خطیب میزان الاعتدال، لسان المیزان وغیرہ میں اس کا ترجمہ مذکورہ، کسی نے کذاب کہا، کسی نے منکرالاحادیث، اس کے علاوہ یہ قصہ درایت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے مسانید میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ غزوہ بدر کے شرکا غزوہ بدر کو دوسرے صحابہ پر ترجیح دیتے تھے جو بعد کے غزوات میں شریک ہوئے اور امام صاحب روزانہ ختم قرآن مجید میں آیت ولقد نصر کم اللہ ببدر و انتم اذلۃ بھی ضرور پڑھتے تھے، جس کا نزول غزوۂ احد کے بارے میں مشہور ومعروف ہے، ادنیٰ لوگ بھی واقف تھے، کہ کونسا غزوہ پہلے تھا اور کون بعد، تو کیا امام الائمہ شیخ فقہاء الامۃ اس کو بھی نہ جانتے تھے۔

پھر امام صاحب نے اپنے اصحاب کو کتاب ''السیر الصغیر'' لکھائی جس پر امام اوزاعی نے رد لکھا اور آپ کے تلامذہ میں سے امام ابو یوسف ہی نے اس کے رد میں الرد علی سیر الاوزاعی مشہور عالم کتاب لکھی، ایسی حالت میں کوئی سمجھدار آدمی یہ تصور کر سکتا ہے کہ امام ابو یوسف ہی کی نظر میں امام صاحب اس درجہ سے بھی جاہل تھے کہ بدر پہلے ہے یا احد؟ وہ امام ابو یوسف جو اپنے محسن اعظم اور مربی اکرم استاد کا بے نظیر ادب کرتے تھے اور جو زندگی بھر امام صاحب کی علمی مجالس میں حاضر رہ کر علوم امام کے لاتعداد روحانی ساغر نوش فرما کر بھی ایسے بے نظیر عاشق امام نکلے کہ جب کبھی وصال امام کے بعد کسی علمی مشکل میں مبتلا ہوئے تمنا ہی کی کہ کاش امام کی ایک مجلس مجھے پھر نصیب ہو جائے کہ اپنی علمی پیاس کو ایک بار پھر بجھالوں اور بعض اوقات اس کے لئے آدھی دولت بھی نثار کرنے کو آمادہ ہوئے، جس کا اندازہ دس لاکھ روپیہ کیا گیا ہے، یہاں اس قصہ کو پوری تفصیل سے بیان صرف اس لئے کیا گیا کہ ابن خلکان جیسے بلند پایہ مورخ کی مثال سامنے رکھ کر آپ اندازہ کر سکیں گے کہ بعض اوقات کسی کدوعصبیت کی وجہ سے بڑے بڑے لوگ بہک جاتے ہیں ورنہ موصوف کی کتاب وفیات الاعیان کا ہم سب پر بڑا احسان ہے اور ان کی اس علمی تاریخی تصنیف کی بڑی قدر ہے، نہ ایسے چند واقعات کی وجہ سے کتاب کو درجۂ اعتبار سے ساقط کہہ سکتے ہیں، البتہ خطاء وغلطی سے انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، اس لئے جو بات بھی جس کی غلط ہو خواہ وہ کتنا ہی بڑا امام اور علامہ بھی ہو، اس کی چند غلطیوں کو الگ کر کے ہمیں چاہئے کہ اس کی باقی پوری خدمت کو بنظر استحسان دیکھیں، قدر کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

علامہ ابن خلکان بھی دوسرے بعض اکابر کی طرح امام صاحبؒ کے بارے میں تعصب کی روش پر چل گئے، صلوٰۃ قفال کو بھی وہ اسی نزغہ سے نقل کر گئے، حالانکہ وہ بھی اسی طرح کذب محض ہے، یہاں ایسے واقعات کا ذکر اس لئے بھی ضروری ہوا کہ بہت سے اپنے حضرات بھی ان کتابوں کی عظمت وقدر سے متاثر ہو جاتے ہیں، چنانچہ ہمارے ایک بزرگ علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان میں امام صاحبؒ کے بارے میں ص ۱۳۴ (مطبوعہ مجتبائی) میں تحریر کیا۔

''اس قدر ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مغازی، قصص، سیر وغیرہ میں ان کی (امام صاحب کی) نظر چنداں وسیع نہ تھی، امام مالک وامام شافعی کا بھی یہی حال تھا لیکن احکام وعقائد کے متعلق امام ابوحنیفہ کو واقفیت اور تحقیق حاصل تھی اس سے انکار کرنا صرف کم نظری وظاہر بینی کا نتیجہ ہے ان کی تصنیفات یا روایتوں کا مدون نہ ہونا قلت نظر کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ علامہ شبلی مرحوم کا مطالعہ امام صاحبؒ کے بارے میں بہت ناقص تھا، خیال فرمایئے! جس نے مغازی وسیر کا علم امام شعبی ایسے اہل نظر سے حاصل کیا ہو جن کے بارے میں صحابہ کرامؓ کو اعتراف تھا کہ صحابہؓ سے زیادہ وہ مغازی وسیر کے عالم تھے، اس کو مغازی وسیر میں کم نظر کہنا کتنا بڑا ظلم ہے اور پھر وغیرہ کا اضافہ بھی ساتھ رکھئے تو بات کچھ بھی نہ رہی، امام صاحبؒ تو خیر امام تھے جن کے بارے میں ہمیں پورا یقین ہے کہ مغازی، سیر اور قصص دور نبوت وصحابہ میں سے شاید ہی کوئی چیز ان سے مخفی رہی ہو اور ان شاء اللہ کسی موقع پر ہم اس کو دلائل وواقعات سے ثابت بھی کریں گے، مگر ہمیں تو امام مالک وامام شافعی کے بارے میں بھی ان علوم میں کم نظری کا تصور کرنے سے وحشت ہو رہی ہے، درحقیقت ابن خلکان اور صاحب جلیس جیسے صالح لوگوں کی کتابیں پڑھنے سے علامہ شبلی کو خیال ہو گیا ہو گا کہ

جس طرح انہوں نے غیروں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر امام صاحب کی تصنیفات یا روایتوں کا مدون نہ ہونا بھی تسلیم کرلیا حالانکہ تحقیق سے یہ امر بھی کسی طرح قابل تسلیم نہیں چنانچہ امام صاحب کے حالات میں آپ پڑھ چکے کہ علاوہ مسانید کثیرہ امام کے امام ابو یوسف اور امام محمد کی کتاب الآثار میں کس قدر روایات، ان سے ثابت ہیں اور وہ کتنے زمانہ سے مدون ہیں۔

امام شافعیؒ کی ملاقات امام ابو یوسفؒ سے اگرچہ معاصرت کی وجہ سے ممکن تھی مگر واقعات سے ثابت نہیں ہوتی اور جامع المسانید خوارزمی میں جو امام شافعی کے امام موصوف سے نبیذ کے بارے میں سوال کا ذکر ہے وہ سند سے خالی ہے دوسرے حسن بن ابی مالک (جو اس روایت کے لئے بطور راوی ہیں) ان کا ذکر کتب مناقب امام شافعی میں ان کے تلامذہ میں نہیں ہے اور امام شافعی کے شیوخ روایت بھی ان دونوں کے عدم اجتماع پر یقین کا اظہار کرتے ہیں، کوئی سند بھی قابل اعتماد اگر واقعہ مذکور کی ہوتی، تو ہم امکان لقاء کو دوسرے مواقع میں بھی تسلیم کرلیتے، اس لئے بظاہر سوال مذکور امام ابو یوسف سے نہیں بلکہ یوسف سے ہوگا، غلطی سے ابو کا اضافہ ہوگیا اور یوسف سے مراد یوسف بن خالد سمتی ہوں گے، جو بالاتفاق شیوخ شافعی میں سے ہیں۔

باقی امام الحرمین ابن جوینی (شافعی) کا یہ دعویٰ کرنا کہ امام شافعی کا مناظرہ امام ابو یوسف سے خلیفہ ہارون رشید کی موجودگی میں چند مسائل میں مدینہ منورہ کے قیام میں، اور ایک مسئلہ پر مکہ معظمہ میں ہوا، جس کا ذکر انہوں نے مغیث الخلق اور مستظہری دونوں کتابوں میں کیا ہے وہ دونوں مناظرے اور اجتماع بے اصل اور جھوٹ ہیں جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام ابو یوسف کا اجتماع ثابت نہیں ہے، دوسرے یہ کہ امام شافعیؒ کا ۱۸۴ھ میں زمانہ طلب وتحصیل کا تھا ۱۹۵ھ تک انہوں نے فقہ عراق اور فقہ حجاز کے موازنہ وممارست سے اپنے مذہب قدیم کا آغاز کیا جو پانچ سال تک، ان کا معمول رہا، اس کے بعد وہ مصر کے قیام میں مذہب جدید پر عامل ہوئے اور پانچ سال اس پر قائم رہ کر ۲۰۴ھ میں راہی دارالبقاء ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً، لہذا ہر دو مناظروں مذکورہ کے افسانے من گھڑت ہیں۔

اس کے علاوہ ایک رحلۃ مکذوبہ عبداللہ بن محمد بلوی اور احمد بن موسیٰ النجار کی روایت سے کتابوں میں گھوم رہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ ۱۸۴ھ میں عراق آئے تو خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں امام ابو یوسف اور ان کا اجتماع ہوا اور بعض نے یہ ہذیان بھی چلتا کر دیا کہ امام ابو یوسف کو دربار سے نکلوایا گیا اور توہین کی گئی، حالانکہ امام ابو یوسفؒ کی وفات ۱۸۲ھ میں امام شافعی کے عراق آنے سے بھی دو سال قبل ہو چکی تھی۔

اسی سفر کے سلسلہ میں ایک قصہ یہ بھی گھڑا گیا کہ امام محمد اور امام ابو یوسف نے مل کر سازش کی کہ امام شافعی کو قتل کرایا جائے، حالانکہ ۱۸۴ھ میں امام محمد بھی بغداد میں نہ تھے، بلکہ رقہ کے قاضی تھے اور امام شافعی اس وقت متہم ہوکر لائے گئے تھے، امام محمدؒ ہی نے ان کو خلیفہ سے سفارش کرکے بری کرایا، اس کے مقابلہ میں یہ الٹی بات گھڑی گئی اس کے علاوہ امام شافعیؒ نے امام محمد کے پاس رہ کر خود اپنے اعتراف سے بقدر ایک اونٹ کے بوجھ کتابیں پڑھیں، چنانچہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کے احسانات کا ہمیشہ اعتراف کیا ہے اور نہایت تعظیم کی ہے یہ زمانہ امام شافعی کے طلب علم کا تھا امامت وسیادت کا نہ تھا کہ ان پر حسد کرکے کوئی سازش ان کے خلاف کی جاتی، بلکہ امام شافعی کے اجتہاد وامامت کا دور امام محمدؒ کی وفات سے بھی چھ سال کے بعد شروع ہوا ہے جب کہ وہ ۱۹۵ھ میں دوبارہ عراق آئے ہیں، غرض یہ روایت اول درایت کے بالکل خلاف، پھر راویوں کا یہ حال کہ حافظ ذہبی نے لکھا کہ دار قطنی نے عبداللہ بن محمد بلوی کو واضع حدیث کہا ہے اور ابو عوانہ نے اس کے واسطہ سے اپنی صحیح میں استسقاء کے بارے میں موضوع حدیث نقل کردی ہے، حافظ ابن حجر نے لسان میں کہا کہ وہ رحلۃ شافعی کا مصنف ہے جس کا اکثر حصہ جھوٹ ہے، توالی التاسیس میں کہا کہ جو رحلۃ امام شافعی کی طرف منسوب کرکے عبداللہ بن محمد بلوی نے بیان کی ہے اور اس کو آبری وبیہقی وغیرہ نے بھی نقل کر دیا ہے کسی نے مختصر اور مفصل کسی نے مختصر اور فخر الدین رازی نے بھی پہلوں پر اعتماد کرکے بغیر ذکر سند ہی مناقب امام شافعی میں ذکر دیا وہ جھوٹ

ہے اس کا اکثر حصہ تو گھڑا ہوا ہے اور بعض حصے دوسری روایات کے ٹکڑے جوڑ کر بنا لئے گئے ہیں، حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں (ص ۱۸۶ ج ۱۰) میں فرمایا کہ جس نے یہ دعویٰ کیا کہ امام شافعی امام ابو یوسف کے ساتھ مجتمع ہوئے وہ جھوٹ ہے، البتہ امام محمد کے پاس پہنچے ہیں اور انہوں نے امام شافعی پر بڑی توجہ کی اور احسانات کئے اور ان دونوں میں کبھی کوئی رنجش بھی پیش نہیں آئی ایسا کہنے والے بے خبر ہیں۔

افسوس ہے کہ اس رحلۃ مکذوبہ کو بے تحقیق اول تو آبری بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی نے پھر، امام الحرمین عبدالملک بن الجوینی شافعی اور ابو حامد طوسی اور فخر رازی وغیرہ نے بھی نقل کر دیا اور اسی سے ترجیح مذہب شافعی پر استدلال کو قوی کرنے کی سعی کی ہے اور غالباً یہ حضرات اکابر یہی سمجھے بھی ہوں گے کہ یہ واقعات صحیح ہیں ورنہ کیوں نقل کرتے اور یہ ان کی غلطی احوال رجال سے کم واقفی اور جدلی و عقلی مباحث میں زیادہ مشغول رہنے کے باعث ہوئی یا بوجہ شدت عصبیت اعتدال سے ہٹ گئے۔

اسی طرح بڑی حیرت ہے کہ امام نووی نے بھی المجموع میں اس رحلۃ کو ذکر کر دیا (ص ۸ ج ۱) اور تہذیب الاسماء واللغات میں یہ بھی نقل کر دیا کہ جب امام شافعی ہارون رشید کی مجلس سے نکلے تو امام ابو یوسف نے ان کے پاس سلام و پیام بھیجا کہ آپ تصنیف کریں کیونکہ آپ اس زمانہ میں سب سے بہتر تصنیف کر سکتے ہیں (ص ۵۹ ج ۱)

امام سخاوی نے بھی مقاصد حسنہ ص ۲۲۲ میں کہا ہے کہ جن لوگوں نے اما ابو یوسف و شافعی کا مجلس رشید میں اجتماع نقل کیا ہے، غلطی کی کیونکہ امام شافعی رشید کے پاس امام ابو یوسف کی وفات کے بعد پہنچے اور ایسے ہی وہ رحلت بھی جھوٹ ہے جس میں امام محمد کی طرف سے رشید کو قتل امام شافعی پر ترغیب دینے کی نسبت کی گئی ہے۔

بظاہر جن اکابر نے ان روایات کاذبہ کو بے تحقیق نقل کر دیا ان کا مقصد امام شافعی کی تنویہ شان ہے، حالانکہ امام شافعی کی شان اپنے علم و فضل جلالت قدر اور امامت کے باعث ایسی بے بنیاد باتوں سے بالکل بے نیاز بھی اور ہے، دوسرا مقصد حنفیہ و شافعیہ دو جماعتوں کے رجال میں عداوت و بغض کے جراثیم پیدا کرنا ہو سکتا ہے جو ممکن ہے جھوٹے رواۃ کا مقصد ہو اور دوسرے حضرات نے لاعلمی یا سادگی سے ان کو نقل کر دیا ہو۔

امام ابو یوسف جب قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے دربار خلیفہ کے مصاحبین خاص میں شامل ہوئے تو دربار کے وزیر خاص یحییٰ بن خالد نے معلوم کرنا چاہا کہ امام کو دینی معلومات کی مہارت و حذاقت کے ساتھ دنیوی تاریخ و علوم سے بھی واقفیت ہے یا نہیں، جو شاہی درباریوں کے لئے ضروری ہیں، مثلاً علم سیر ملوک ماضیہ، پہلی امتوں کے ابناء الملوک کے حالات، ایام عرب اور سابقین کے احوال وغیرہ۔

ظاہر تھا کہ امام ابو یوسف اگر ان علوم و معارف سے بے خبر ہوتے تو شاہی درباریوں میں ان کی وقعت صحیح نہ ہوتی، اور گو آپ کے دینی وقار و عظمت سے مرعوب رہتے مگر دل میں عزت و وقار کم ہوتا۔

امام ابو یوسف نے اس ضرورت کو فوراً ہی محسوس کر کے ابتداء میں چند روز درباری آمد و رفت کم سے کم رکھ کر زیادہ سے زیادہ وقت مطالعہ کتب پر صرف کیا اور اس خصوصی مطالعہ سے بھی اپنی خداداد ذہانت اور بے نظیر قوت حافظہ کے ذریعے ان خاص علوم مذکورہ میں بھی وزراء دربار کی اعلیٰ سطح پر پہنچ گئے چنانچہ یحییٰ بن خالد سے کسی موضوع پر بات ہوئی تو وہ آپ کی وسعت معلومات سے بہت حیران و متاثر ہوا، یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف جب دربار شاہی میں اپیلوں کی سماعت کے لئے بیٹھتے تو خلیفہ اور سب وزراء ان کے رعب و جلال سے متاثر ہوتے تھے۔

محدث ابن کبیر اسد بن فرات کا بیان ہے کہ ایک روز امام ابو یوسف ہارون رشید کی موجودگی میں کوئی اپیل سن رہے تھے خلیفہ وقت نے جس وقت دیکھا کہ امام کسی ایک فریق پر آخری حکم کرنے کو تیار ہیں تو امام ابو یوسف کے پاس آ کر دو زانو باادب ہو کر ان کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ امام نے بحیثیت چیف جسٹس اپنا فیصلہ دیدیا اور خلیفہ نے سب کو سنا کر کہا کہ جس طرح میں نے کیا اسی طرح میرے سب ساتھیوں (وزراء و ارکان دربار) کو بھی کرنا چاہئے تا کہ امام صاحب کا فیصلہ پوری قوت کے ساتھ نافذ ہو۔

یہ واقعہ بظاہر معمولی ہے مگر ذرا اس سے اندازہ یہ کیجئے کہ اس وقت اسلامی قانون کی عزت وشوکت عام مسلمانوں کے قلوب سے گذر کر خود بادشاہوں شہنشاہوں اور وزراء وارکان دولت کے دلوں میں کیا تھی، پھر کیا عدل وانصاف کو اتنا اونچا مقام عطا کرنے کا تصور آج اس دور تنور میں بھی کسی متنور کے دماغ میں آسکتا ہے؟ علامہ کوثری نے اس سلسلہ کے کچھ واقعات اور بھی لکھے ہیں جو ہم بخوف طوالت ترک کرتے ہیں ہم نے بھی بعض واقعات امام اعظم کے تذکرہ میں لکھے ہیں۔

امام ابو یوسف کا زہد وورع، تقویٰ اور کثرت عبادت تمام کتب مناقب میں مذکور ہیں، حتیٰ کہ حافظ ذہبی نے مستقل رسالہ میں بھی امام موصوف کے ان اوصاف اور دوسرے کمالات کی دل کھول کر مدح کی ہے حالانکہ وہ کسی کی تعریف میں بہت محتاط ہیں بلکہ باعتراف ان کے تلمیذ خاص شیخ تاج سبکی کے بہت سے ائمہ حنیفہ وشافعیہ کے خلاف دراز لسانی بھی کر گئے ہیں۔ (طبقات کبریٰ ص ۱۹۷ ج ۱)

امام ابو یوسفؒ کی وفات کا واقعہ پہلے ضمناً گذر چکا کہ آخر وقت میں بھی مناسک حج پر ہدایات دیتے ہوئے رخصت ہوئے علامہ ابن عبدالبر، خطیب صیمری اور ابن ابی العوام وغیرہ سب نے ابن رجاء کا خواب بھی نقل کیا ہے کہ امام محمد کو دیکھا پوچھا کیسی گذری؟ فرمایا بخشدیا پوچھا امام ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ فرمایا وہ مجھ سے درجہ میں اونچے ہیں، پوچھا امام اعظم؟ فرمایا ان کا کیا کہنا وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

علامہ کوثری نے امام ابو یوسف کے حالات تحریر فرمانے کے بعد اس طویل وصیت کو بھی درج کیا ہے جو آپ کو امام اعظم نے کی تھی جو گرانقدر معلومات وہدایات کا مجموعہ ہے اس کا ترجمہ بخوف طوالت ترک کیا جاتا ہے ہم نے امام ابو یوسف کی زندگی کے اہم واقعات حسن التقاضی اور دوسری کتابوں کی مدد سے کوشش کرکے زیادہ سے زیادہ جمع کئے لیکن خلاصہ کرکے کم سے کم لکھے ہیں، خدا کرے کسی وقت مفصل مکمل سوانح لکھنے کی بھی توفیق ملے۔ **وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔**

وفات کے وقت کہا کاش میں اس فقر کی حالت میں مرتا جو شروع میں تھی اور قضا کے کام میں نہ پھنستا، خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم نہیں کیا اور نہ ایک فریق کی رعایت کی خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری، بارالٰہا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فیصلوں میں خود رائی سے کام نہیں لیا، ہمیشہ تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کو مقدم رکھا، جہاں مجھے اشکال پیش آیا، ابو حنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان میں واسطہ کیا، واللہ! وہ میرے نزدیک تیرے احکام کو پہچاننے والے تھے اور کبھی حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے، یہ بھی فرمایا، بار الٰہا! تو جانتا ہے کہ میں نے جان کر حرام نہیں کیا اور نہ جان کر کوئی درہم حرام کا کھایا۔

ان کی آخری علالت کے دوران معروف کرخی نے ایک رفیق سے کہا کہ ابو یوسف زیادہ علیل ہیں تم مجھ کو وفات کی خبر دینا، راوی کا بیان ہے کہ میں واپس آیا تو دیکھا کہ جنازہ نکل رہا تھا، سوچا کہ نماز جاتی رہے گی اور نماز پڑھ کر اطلاع کی، معروف کرخی نے سنا تو ان کو سخت صدمہ ہوا بار بار انا للہ پڑھتے تھے میں نے کہا نماز میں عدم شرکت کا اس قدر رنج کیوں ہے؟ کہا میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ جنت میں داخل ہوا دیکھا کہ ایک محل تیار ہے اس کا بالائی حصہ مکمل ہو چکا ہے پردے آویزاں کئے گئے اور بالکل مکمل ہو گیا میں نے پوچھا کس کے لئے تیار ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابو یوسف کے واسطے میں نے کہا یہ مرتبہ انہوں نے کیوں پایا! جواب ملا اچھی تعلیم دینے اور اس کے شوق کے صلہ میں اور لوگوں نے جو اذیت پہنچائی اس کے صلہ میں شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم ابو یوسف کے جنازہ میں شریک تھے عباد بن العوام بھی ساتھ تھے، میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اہل اسلام کو چاہئے کہ ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کریں، خلیفہ ہارون رشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے، نماز خود اس نے پڑھائی، مقابر قریش میں دفن کرایا۔

ابن کامل کا قول ہے کہ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور علی بن المدینی ان کے ثقہ فی النقل ہونے پر متفق ہیں، یحییٰ بن معین نے کہا کہ ابو یوسف اصحاب حدیث کی طرف مائل تھے اور ان کو دوست رکھتے تھے، اور میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں، امام احمد کا قول ہے کہ حدیث میں

میرے پہلے استاد ابو یوسف ہیں ان کے بعد میں نے اوروں سے حدیث لکھیں، علی بن مدینی کا قول ہے کہ ابو یوسف صدوق تھے۔

خطیب نے حسب عادت امام ابو یوسف پر بھی جرح نقل کی ہے لیکن اثنائے جرح میں جواب دیا ہے، جرحیں سب غیر مفسر ہیں، مواد جرح وہی ہے جو امام صاحب اور امام محمد کی نسبت ہے یعنی مرجی ہونا وغیرہ، متاخرین ائمۂ رجال نے امام ابو یوسف کے متعلق بھی جرح متروک کردی ہے، صرف مناقب وتعدیل لکھی ہے۔

متقدمین میں سے امام ابن قتیبہ نے معارف میں نہ امام اعظم پر جرح کی ہے اور نہ ابو یوسف پر حالانکہ دوسرے رجال پر جرح کرتے ہیں۔

۳۷- امام ابومحمد نوح بن دراج نخعی کوفی رح (م ۱۸۲ھ)

محدث، فقیہ، امام اعظم، امام زفر، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، امام اعمش اور سعید بن منصور کے تلمیذ اور تدوین فقہ حنفی کے شریک کار تھے، امام ابن ماجہ نے باب التفسیر میں آپ سے تخریج کی۔ کوفہ اور بغداد کے قاضی رہے، فقہ امام صاحب سے متخصص ہوئے۔ (حدائق) جامع المسانید میں امام صاحب سے روایت بھی کرتے ہیں۔ (ص ۳۶۳ ج ۲)

۳۸- امام ہشیم بن بشیر السلمی الواسطی (متوفی ۱۸۳ھ)

رجال صحاح ستہ میں سے محدث وفقیہ، نیز امام اعظم کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، امام مالک نے فرمایا کہ اہل عراق میں سے ہشیم حدیث کے بہت اچھے جاننے والے ہیں، حماد بن زید نے فرمایا کہ محدثین میں ان سے اونچے مرتبہ کا میں نے نہیں دیکھا، عبدالرحمٰن ابن مہدی کا قول ہے کہ ہشیم سفیان ثوری سے زیادہ حافظ حدیث ہیں، ابوحاتم کہتے ہیں کہ ہشیم کی نماز، صدق وامانت کا پوچھنا ہی کیا؟ امام احمد نے فرمایا کہ ہشیم کثیر التسبیح تھے، میں چار پانچ سال ان کی خدمت میں رہا، ان کے رعب وہیبت کی وجہ سے صرف دومرتبہ سوال کرسکا (امانی الاحبار (ص ۴۸ ج ۱)

۳۹- امام ابوسعید یحییٰ بن زکریا ابن ابی زائدہ ہمدانی کوفی رح (م ۱۸۴ھ)

حافظ حدیث، فقیہ، ثقہ متدین، متورع اور ان اکابر اہل علم وفضل سے تھے جنہوں نے فقہ وحدیث کو بہت نمایاں طور پر جمع کیا امام طحاوی نے فرمایا کہ وہ امام اعظم کے ان چالیس اصحاب میں سے تھے جو تدوین کتب فقہ میں مشغول تھے اور تیس سال تک مسلسل وہ ہی مسائل مدونہ کو لکھتے رہے، بلکہ ان میں سے بھی عشرہ متقدمین میں ان کا شمار کیا گیا ہے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ابن مدینی کا قول نقل کیا ہے کہ امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) کے بعد کوفہ میں آپ سے زیادہ کوئی اثبت نہ تھا، نسائی نے بھی آپ کو ثقہ، حجت کہا ہے، خطیب نے نقل کیا ہے کہ آپ نے بیس سال تک روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا، بغداد میں رہ کر ایک مدت تک درس حدیث دیتے رہے آپ کے تلامذہ حدیث میں امام احمد، ابن معین، قتیبہ، حسن بن عرفہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ (صاحب مصنف) وغیرہ ہیں، خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا تھا، علاوہ دوسری تصانیف کے ایک ایک مسند بھی آپ نے جمع کی تھی ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (حدائق)

فقہ میں امام صاحب سے درجہ تخصص پایا، یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ کوفہ میں یحییٰ بن زکریا سے زیادہ کسی کی مخالفت مجھ پر بھاری نہیں ہے (بوجہ ان کے کمال تفقہ اور علم حدیث کے) امام وکیع نے اپنی کتابیں ان ہی کے طرز وطریق پر لکھیں، صالح بن سہل کا قول ہے کہ یحییٰ بن زکریا اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ حدیث اور فقیہ تھے جن کو امام اعظم کی مجالس میں بہ کثرت حاضری کا شرف اور دین وورع کا امتیاز بھی حاصل تھا، امام اعظم کے پوتے اسماعیل نے فرمایا کہ یحییٰ بن زکریا حدیث میں ایسے تھے جیسے عطر میں بسی ہوئی دولہن۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں ابن مبارک اور یحییٰ بن زکریا بہت بڑے مرتبہ کے تھے کوئی ان کے مشابہ

نہیں ہوا (مناقب کردری جلد۲) حافظ ذہبی نے ان کو الحافظ، المتقن الفقیہ صاحب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہما لکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۴۰۔ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ (م ۱۸۷ھ)

عالم ربانی، فقیہ ومحدث، زاہد، عابد صاحب کرامات باہرہ تھے، مدت تک کوفہ میں رہ کر امام اعظم سے فقہ وحدیث میں تلمذ کیا، آپ کے تلامذہ میں امام شافعی، یحیٰی القطان اور ابن مہدی وغیرہ ہیں پہلے قطاع الطریق تھے پھر ہادی الطریق ومقتدا بنے اور ایسے باخدا ہوئے کہ ابوعلی رازی نے فرمایا کہ میں تیس سال آپ کی صحبت میں رہا مگر اس عرصہ میں کبھی ہنستے نہیں دیکھا البتہ اس روز کہ آپ کے صاحبزادے علی فوت ہوئے میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ خدا نے ایک بات پسند کی لہذا میں نے بھی اسی کو پسند کیا، اصحاب صحاح ستہ کے شیخ ہیں، سب نے آپ سے تخریج کی، ابن جوزی نے مستقل کتاب آپ کے مناقب میں تصنیف کی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۱۔ امام اسد بن عمرو بن عامر البجلی الکوفی (متوفی ۱۸۸ھ، ۱۹۰ھ)

مشہور محدث وفقیہ اور امام صاحب کے ان چالیس فقہاء واصحاب میں سے تھے جو کتب وقواعد فقہ کی تدوین میں مشغول ہوئے بلکہ عشرہ متقدمین میں شمار کئے گئے، تیس سال تک انہوں نے بھی مسائل فقہ حنفی لکھے، امام صاحب کی خدمت میں طویل مدت رہے اور آپ سے حدیث وفقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا، سب سے پہلے امام صاحب کی کتابوں کو لکھنے والے یہی تھے، امام ابو یوسف کی وفات پر خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو بغداد اور واسط کی قضا سپرد کی اور اپنی بیٹی سے آپ کا عقد کر دیا، ہارون رشید کے ساتھ حج کو گئے اور سواری میں ان کے برابر بیٹھتے تھے، امام طحاوی نے ہلال بن یحیٰی رازی سے نقل کیا کہ میں ابھی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا دیکھا کہ ہارون رشید بھی آکر لوگوں کے ساتھ طواف کرنے لگا پھر کعبہ کے اندر داخل ہوا اور اس کے ساتھ خاندان شاہی کے اور افراد بھی اندر گئے میں نے ان سب کو دیکھا کہ کھڑے رہے صرف ہارون رشید بیٹھا اور ایک شیخ اس کے ساتھ آگے بیٹھا رہا، میں نے معلوم کیا کہ یہ شیخ کون ہیں تو بتایا گیا کہ یہ اسد بن عمرو خلیفہ کے قاضی ہیں، اس میں میں سمجھا کہ خلافت کے بعد قضا سے بڑا کوئی عہدہ نہیں ہے۔

آپ سے امام احمد، محمد بن بکار او احمد بن منیع وغیرہ نے حدیث روایت کی اور آپ کو صدوق بتلایا، ابن معین بھی توثیق کرتے تھے (حدائق حنفیہ وجواہر مضیہ) بعض لوگوں نے اسد بن عمرو کو ضعیف کہا ہے لیکن امام احمد کا ان سے روایت کرنا ان کی توثیق کے لئے کافی ہے کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں علامہ سبکی نے شفاء الاسقام میں، حافظ سخاوی نے فتح المغیث میں تصریح کی ہے کہ امام احمد غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے، روایت ہے کہ اسد بن عمرو کے مرض وفات میں امام احمد صبح وشام عیادت کے لئے جاتے تھے (فوائد بہیہ) سنن ابن ماجہ میں ان سے روایت کی گئی ہے اور انہوں نے مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت کی ہے۔

۴۲۔ الامام المجتہد الجلیل محمد بن الحسن الشیبانیؒ ولادت ۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ عمر ۵۷ سال

نام ونسب: ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی، اصل مسکن جزیرہ (شام) ولادت واسط میں ہوئی پھر والدین وغیرہ مستقل طور سے کوفہ منتقل ہو گئے کوفہ ہی میں امام محمد کی تربیت وتعلیم ہوئی۔

جلالت قدر: تاریخ فقہ شاہد ہے کہ کتب مشہورہ مؤلفہ مذاہب ائمہ متبوعین مدونہ، حجۃ اور ام وغیرہ سب امام محمد کی کتابوں کی روشنی میں تالیف ہوئیں اور ایک عرصہ دراز تک ان کی کتابیں تمام مذاہب کے فقہاء کے ہاتھوں میں متداول رہیں اور بے تکلف سب ان سے مستفید ہوتے رہے کیونکہ ان کے دلائل، وضوح بیان، دقت نظر اور تفریع مسائل کا بہترین اسلوب ان کے اپنے زمانہ کے بھی اکثر فقہاء اعلام کے

اعتبار سے اعلیٰ و فائق تھا چہ جائیکہ اس کا موازنہ بعد کے زمانہ سے کیا جائے؟

پھر باوجود اس علمی و وسعت معلومات و دقت نظر کے امام موصوف کے کمال اخلاص و غایت تواضع و انکسار کا یہ بھی ثمرہ ہے کہ ان کے یا ان کے قریبی طبقات کے کسی فقیہ کی اس قدر کتابیں ہمارے اس دور تک نہیں پہنچیں جس قدر کہ ان کی پہنچی ہیں و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تعلیم: ۱۴ سال کی عمر میں حضرت امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا ۴ سال تک حاضر خدمت رہے پھر تکمیل امام ابو یوسف سے کی اور ان کے علاوہ امام اوزاعی، ثوری، امام مالک وغیرہ سے بھی علم حدیث وغیرہ میں استفادہ فرمایا حتیٰ کے باتفاق اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام ہوئے، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے نازش روزگار مسلم استاد، خود فرمایا کہ مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار درہم یا دنانیر ملے تھے جن میں سے آدھے میں کے علم لغت و شعر کی تحصیل میں صرف کئے اور آدھے فقہ و حدیث کی تحصیل میں صرف کردیئے، بیس سال کی عمر میں درس دینا شروع کردیا تھا۔

تصنیف: تمام عمر گھر میں گوشہ گیر ہو کر لکھنے پڑھنے میں گذاری، ان کے نواسہ کا بیان ہے کہ گھر میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے لکھا کرتے تھے اور گھر کے لوگوں سے فرمادیا تھا کہ مجھ سے کسی ضرورت کا سوال نہ کرنا جو کچھ کام ہو میرے وکیل سے کہو وہ پورا کردے گا تاکہ میں فراغ قلب سے کام کرتا رہوں، فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو گھر والوں سے بات کرتے کبھی نہیں دیکھا البتہ کبھی ابروئے مبارک یا انگلی کے اشارہ سے کچھ فرمادیتے تھے۔

امام محمد کے شیوخ حدیث

اہل کوفہ میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر بن الہذیل، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ وغیرہ (علامہ کوثریؒ نے تیس اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل مدینہ میں سے امام مالک، ابراہیم، ضحاک بن عثمان وغیرہ (۱۷- اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل مکہ میں سے حضرت سفیان بن عیینہ، حضرت طلحہ بن عمرو، زمعہ بن صالح وغیرہ (۸- اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل بصرہ میں سے حضرت ابوالعوام وغیرہ (۷- اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل واسط میں سے حضرت عباد بن العوام، حضرت شیبہ بن الحجاج، حضرت ابو مالک عبدالملک النخعی۔

اہل شام سے حضرت ابو عمرو عبدالرحمٰن اوزاعی وغیرہ، اہل خراسان سے حضرت عبداللہ بن المبارک، اہل یمامہ سے حضرت ایوب بن عتبۃ التیمی وغیرہ۔

امام محمد کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور علامہ کوثری نے ۱۴۰ اکابر کے اسماء گرامی درج کئے ہیں، یہاں صرف چند اعلام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اصحاب و تلامذہ

۱- حضرت ابوحفص الکبیر البخاری احمد بن حفص العجلی (جن سے امام بخاری نے حضرت امام اعظم اور ان کے اصحاب کا فقہ حاصل کیا) ۲- حضرت ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی (جن سے صحاح ستہ کا سلسلہ مشرق و مغرب تک پہنچا) ۳- امام ہمام حضرت امام شافعی ۴- حضرت ابوعبید قاسم بن سلام الہروی (مشہور مجتہد کبیر ۵- حضرت علی بن معبد (جامع کبیر و جامع صغیر کے راویوں میں سے) اصحاب صحاح ستہ کے استاد ہیں ۶- حضرت اسد بن الفرات القیروانی (مدون مذہب امام مالک و شیخ سحنونؒ) ۷- حضرت محمد بن مقاتل الرازی (شیخ ابن جریرؒ) ۸- حضرت یحییٰ بن معین الغطفانی (مشہور امام جرح و تعدیل) ۹- حضرت ابوجعفر (راوی موطا امام محمدؒ) ۱۰- حضرت علی بن صالح الجرجانی (راوی الجرجانیات) ۱۱- حضرت شعیب بن سلیمان الکیسانی (راوی الکیسانیات) ۱۲- حضرت اسمٰعیل بن توبۃ القزوینی راوی السیر الکبیر) ۱۳- حضرت ابوبکر ابراہیم المروزی (راوی النوادر) ۱۴- حضرت ابوموسیٰ عیسیٰ بن ابان البصری (راوی الحج علی اہل المدینہ و

مؤلف کتاب الجح الکبیر والجح الصغیر) ۱۵-حضرت ابوزکریا یحییٰ بن صالح الوحاظی الحمصی (جو حضرت امام بخاری کے شیوخ شام میں سے ہیں ۱۶-حضرت سفیان بن سحبان المصری (صاحب کتاب العلل)

امام محمد بواسطہ امام شافعی وامام احمد، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ اور محدث ابن ابی الدنیا کے استاد ہیں اور بواسطہ علی بن معبد یحییٰ بن معین، ابویعلی، ابن عدی، ابن حبان، ابوالشیخ اصفہانی، حافظ ابونعیم، ابوعوانہ، امام طحاوی، طبرانی، ابن مردویہ، ابوحاتم، قاسم بن سلام، محمد بن اسحٰق (صاحب المغازی) اور اسحٰق بن منصور کے استاد ہیں۔

موطا امام محمدؒ

امام محمد نے مدینہ منورہ میں حضرت امام مالکؒ کی خدمت اقدس میں تین سال رہ کر استفادہ کیا اور موطا محمد ترتیب دیا جو امام مالک کی ۲۲ روایات ونسخ میں سے ممتاز ترین روایت ہے کیونکہ اس میں امام محمد نے یہ التزام کیا کہ ہر باب کی احادیث ذکر کرنے کے بعد یہ بھی بتلایا کہ کن احادیث کو فقہاء عراق نے اخذ کیا اور کن کو دوسری احادیث کی وجہ سے ترک کیا اور ہر جگہ ان دوسری احادیث کو بھی ذکر فرمایا، اس گرانقدر علمی امتیاز کی وجہ سے موطا امام محمد دوسری تمام مؤطاؤں سے بڑھ جاتی ہے جس طرح موطا امام یحییٰ اللیثیؒ اس امتیاز کے باعث دوسرے مؤطاؤں سے بڑھ کر ہے کہ انہوں نے ہر باب کی احادیث کے بعد حضرت امام مالکؒ کی رائے بھی ذکر کی ہے۔

امام محمدؒ کی ذہانت وحاضر جوابی

خطیب نے مجاشع سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا اور وہ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے کہ امام محمد آئے اور وہ اس وقت کم عمر تھے (یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے کہ امام محمد نے امام مالک کی خدمت میں جا کر موطا ان سے سنا ہے) سوال کیا کہ اس جنبی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جس کو غسل کے لئے پانی نہ ملے سوا مسجد کے؟ امام مالک نے فرمایا کہ جنبی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا! امام محمد نے کہا پھر کیا کرے جب کہ نماز کا وقت ہوگیا اور وہ مسجد میں پانی کو دیکھ بھی رہا ہے؟ امام مالک نے پھر وہی فرمایا کہ مسجد میں جنبی داخل نہیں ہوسکتا اور بار بار یہی فرمایا، امام مالک نے دیکھا کہ امام محمد جواب سے مطمئن نہیں ہوئے تو فرمایا کہ تم اس صورت میں کیا سمجھتے ہو؟ آپ نے کہا کہ تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو اور پانی باہر لا کر غسل کر لے، امام مالک نے فرمایا تم کہاں کے ہو؟ امام محمد نے فرمایا اسی کا (اور زمین کی طرف اشارہ کیا) اور اٹھ کر چلے گئے، لوگوں نے کہا یہ محمد بن حسن صاحب ابی حنیفہ تھے، امام مالک نے حیرت سے کہا اچھا! محمد بن حسن تھے اور جھوٹ کیسے بول گئے؟ کہہ گئے کہ میں اسی شہر کا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں! انہوں تو زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ میں اسی کا ہوں، اس پر امام مالک نے فرمایا یہ بات تو پہلی بات سے بھی بڑھ گئی یعنی امام محمد کی ذہانت اور حاضر جوابی پر مزید حیرت کا اظہار فرمایا۔

تحقیق مسائل میں فرق مراتب

یہ بھی مروی ہے کہ امام محمد فرماتے تھے میں نے امام مالک کو دیکھا اور بہت سے مسائل دریافت کئے، میرا یہ تاثر ہے کہ انہیں فتویٰ نہیں دینا چاہئے کیونکہ ان کے جواب سے قلبی اطمینان حاصل نہیں ہوتا تھا۔

ایک وجہ امام مالک کے تفقہ میں کمی کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ جو واقعات وحوادث ابھی پیش نہیں آئے نہ ان کا جواب دیا جائے نہ ان کے بارے میں غور وخوض کیا جائے، برخلاف اس کے امام اعظم اور ان کے اصحاب کا طریقہ یہ تھا کہ ہر قسم کے احتمالات اور امکانی صورتوں پر بھی غور کیا جائے اور ہر سوال کا جواب دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ یحییٰ اللیثی کی روایت سے جو موطا ماثور ہے اس میں امام

مالک کی تمام آراء کا شمار تین ہزار مسائل سے آگے نہیں بڑھتا، حالانکہ اس سے بہت زیادہ مسائل، امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی مجالس میں صرف تین ماہ میں حل ہو جاتے تھے، پھر یہ فرق الگ رہا کہ ان حضرات کے یہاں اکثریت ان جوابات کی ہے جو تسلی بخش اور ایقان افروز ہیں اور امام مالک کے اکثر مسائل کی تحقیق نا قابل اطمینان ہے۔

حضرت حافظ ابو القاسم بن ابی العوام السعدی نے فرمایا کہ میں نے امام طحاوی سے سنا جنہوں نے محمد بن سنان سے اور محمد بن سنان نے عیسیٰ بن سلیمان سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب یحییٰ بن اکثم خلیفہ مامون رشید کے ساتھ مصر آئے تو یحییٰ بن صالح الوحاظی سے ملے (جو امام بخاری کے مشائخ شام میں سے ہیں) اور دریافت کیا اے زکریا! علمی مسائل و مشکلات میں تیقظ کس میں زیادہ تھا امام مالک یا امام محمد میں؟ تو انہوں نے فرمایا- امام مالک جب کہ جواب مسائل کے لئے تیار و مستعد بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، ان سے امام محمد نے اپنے بھاری بھرکم جسم کے ساتھ لیٹے ہوئے لاپروائی کے ساتھ (کہ اس کے وقت جواب مسائل کے لئے تیار بھی نہ ہوتے تھے، زیادہ بیدار مغز ہوتے تھے اور زیادہ تسلی بخش و اطمینان افزاء جواب دے سکتے تھے۔

خطیب نے یحیی بن صالح موصوف سے اس طرح نقل کیا کہ مجھ سے ابن اکثم نے کہا تم نے امام مالک کو دیکھا ہے کہ اور ان سے احادیث سنی ہیں اور امام محمد کے ساتھ بھی رہے ہو تو ان دونوں میں سے کون زیادہ فقیہ تھا؟ میں نے کہا محمد بن الحسن زیادہ افقہ ہیں امام مالک سے، امام ذہبی نے فرمایا کہ امام ابو یوسف کے بعد ملک عراق میں فقہ کی امامت امام محمد پر ختم ہوئی انہوں نے بہت سی تصانیف چھوڑیں اور ان سے ائمہ حدیث و فقہ نے فقہ حاصل کیا اور وہ اذکیاء عالم میں سے تھے۔

امام شافعی کے واسطہ سے نقل ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ میں نے امام مالک سے بعض مسائل دریافت کئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کو فتویٰ دینا درست نہیں تھا، علامہ ابن عبدالبر نے انتقاء میں یہ الفاظ نقل کئے کہ تمہارے صاحب (امام مالک) کو جواب مسائل و فتویٰ کی ضرورت نہ تھی اور ہمارے صاحب (امام ابوحنیفہ) کو سکوت یعنی فتویٰ نہ دینا درست نہ تھا، مقصد یہ تھا کہ امام مالک سے دوسرے زیادہ احق بالجواب و الافتاء موجود تھے اور امام صاحب کے زمانہ میں کوئی شخص زیادہ اہل فتویٰ کے لئے نہ تھا، اس لئے ان پر فتویٰ دینا واجب و ضروری تھا۔

علامہ کوثری نے بلوغ الامانی ص ۱۲ پر قول مذکور نقل کر کے فرمایا کہ بر تقدیر صحت اس قول کی واقعیت و صداقت اس شخص پر روشن ہے جو امام مالک کے زمانہ کے علماء مدینہ کے مراتب و مدارج علیہ سے اور امام اعظم کے زمانہ کے علماء عراق کے مراتب سے واقف ہے کیونکہ امام محمد امام مالک کی جلالت وقدر و منزلت حدیث کے علم و اعتراف کے باوجود ان کی نسبۃً تفقہ میں کمی کو بھی محسوس کرتے تھے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ امام مالک صرف واقع شدہ حوادث کا جواب دیتے تھے اور تقدیری (غیر واقع) حوادث میں نہ غور کرتے تھے نہ ان کا جواب دیا کرتے تھے اس لئے بروایت یحیی اللیثی جو امام مالک کے مؤطا (میں ان کی آراء و مسائل مذکور ہیں وہ سب تین ہزار سے زیادہ نہیں جب کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مسائل متخرجہ سے اتنی مقدار صرف تین ماہ کی ہوتی ہے، باقی متاخرین نے جو کثیر مسائل امام مالک سے روایت کئے ہیں وہ ان کی آراء نہیں بلکہ ان کی آراء پر تخریجات ہیں اس لئے ان سے وہ اطمینان قلب نہیں ہوتا جو امام مالک کی ذاتی آراء سے ہوتا ہے۔

امام محمد نے اسی کمی تفقہ کے احساس کے باعث کتاب الحج تالیف کی جو الاحتجاج علی اهل المدینه کے نام سے بھی معروف ہے، یہ کتاب ہندوستان میں بھی طبع ہوئی تھی اب نادر ہے اور حضرت علامہ عصر مولانا مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری شیخ الافتاء دارالعلوم دیوبند اس پر نہایت مہتم بالشان گرانقدر تعلیقات تحریر فرما رہے ہیں جس میں خاص طور سے علامہ ابن حزم اندلسی کی دراز دستیوں کے بھی جوابات ہوں گے جو محلی میں انہوں نے کی ہیں، تین ربع سے کچھ زائد اس کا کام ہو چکا ہے اور ادارہ الجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن سے اس کی اشاعت ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جیسا کہ علامہ کوثری نے بھی تحریر فرمایا یہ کتاب اپنی طرز تحقیق اور مبحث رد میں بے نظیر ہے جس کا رنگ امام شافعی نے بھی امام مالک کے رد میں اختیار کیا چنانچہ وہ خوبی وقوت استدلال ان کو امام محمد کے بعض مسائل کے رد میں حاصل نہ ہوئی (بلوغ الامانی ص ۱۳) یہی وجہ ہے کہ امام محمد کو فقہ حدیث میں ان کے بہت سے مشائخ پر بھی فضیلت دی گئی ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

امام محمد کے تلامذۂ خصوصی

امام محمد کے خصوصی تلامذہ واصحاب میں سے امام شافعی تھے جن کو عام اوقات درس کے علاوہ بھی امام محمد نے خاص طور سے تعلیم دی ہے اور قسم قسم کے احسانات سے نوازا ہے، جن کا مختصر تذکرہ امام شافعی کے حالات میں ہو چکا ہے۔

دوسرے اسد بن الفرات قیروانی ہیں ان کی بھی امام محمد نے مخصوص اوقات میں تعلیم وتربیت کی ہے ساری ساری رات ان کو تنہا لے کر بیٹھتے اور پڑھاتے تھے اور مالی امداد بھی کرتے تھے، اسد جب عراق سے وطن کو واپس ہوئے تو مدینہ طیبہ میں اصحاب امام مالک سے ملے اور ان مسائل میں بحث کی جو امام محمد سے حاصل کئے تھے مگر وہ تشفی نہ کر سکے پھر مصر پہنچے عبداللہ بن وہب مالکی سے ملے اور کہا کہ یہ امام ابوحنیفہ کی کتابیں ہیں ان مسائل میں امام مالک کے مذہب سے جواب دیں وہ جواب نہ دے سکے تو عبدالرحمٰن بن القاسم مالکی کے پاس پہنچے جو امام مالک کی خدمت میں بیس سال رہ چکے تھے اور پورے تیقظ وانتباہ کے ساتھ ان سے فقہ وحدیث حاصل کی تھی اس لئے مالکیہ ان کو دوسرے اصحاب مالک پر فقہ میں فوقیت دیتے ہیں انہوں نے کچھ جوابات تو یقین کے ساتھ دیئے اور کچھ میں شک وشبہ ظاہر کیا۔

غرض اسد بن الفرات نے امام محمد سے امام ابوحنیفہ کے مسائل اور ابن القاسم سے امام مالک کے مسائل حاصل کر کے ۶۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسدیہ رکھا، اس مجموعہ کی علماء مصر نے نقل لینی چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی، اسد نے اجازت دی اور چمڑے کے تین سو ٹکڑوں پر اس کی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی، مدونہ سحنون کی اصل بھی یہی اسدیہ ہے، پھر ان ہی اسد بن الفرات نے افریقہ میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب پھیلایا اور یہی اسد فاتح صقلیہ ہیں اور انہوں نے ہی وہاں اسلام پھیلایا ہے ۲۱۳ ہجری میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (بلوغ ص ۲۰)

امام محمد اور امام ابو یوسف

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد امام محمد نے امام ابو یوسف کی صحبت اختیار کی فقہ وحدیث وغیرہ علوم میں ان سے تکمیل کی اور ان دونوں کے علوم کی اشاعت میں لگ گئے، مبسوط، جامع صغیر، سیر کبیر لکھیں۔

امام طحاوی اپنے استاد ابن ابی عمران سے وہ طبری سے وہ اسماعیل بن حماد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ تو صبح سویرے امام ابو یوسف کی مجلس درس میں پہنچ جاتے تھے لیکن امام محمد کا معمول یہ تھا کہ وہ صبح اول وقت دوسرے ائمۂ حدیث کی خدمت میں اخذ حدیث کے لئے جاتے اور پھر امام ابو یوسف کے پاس آتے اتنے وقت میں بہت سے علمی مباحث گذر چکے ہوتے تھے اور امام ابو یوسف ان کی رعائت سے پھر ان کا اعادہ فرما کرتے تھے، ایک روز ایسا ہوا کہ اسی طرح امام محمد دیر سے پہنچے اور ہم کسی علمی حدیثی بحث میں مشغول تھے، امام ابو یوسف نے امام محمد سے کوئی سوال کیا، جس کا جواب انہوں نے اسکے خلاف دیا جو اس روز امام ابو یوسف بیان کر چکے تھے، بظاہر اختلاف امام اعظمؒ کی رائے کے بارے میں تھا کہ وہی ہے جو امام ابو یوسف فرما چکے تھے یا وہ جواب امام محمد نے بیان کی، مختصر گفتگو کے بعد ہونہار شاگرد نے وہ کتاب منگوائی جس میں غالباً امام صاحب کے اقوال وارشادات محفوظ ہوں گے اور اس کو دیکھنے پر بات وہی صحیح ہوئی جو شاگرد نے بتائی تھی، اب بھری مجلس میں استاد اعظم کا اعتراف حق بھی ملاحظہ فرمائیے کہ فوراً بے تکلف سب شاگردوں کے سامنے اپنے ایک چھوٹے شاگرد امام محمد

کی نہ صرف تصویب اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ یہ بھی فرمارہے ہیں کہ "حافظہ ایسا ہوتا ہے"۔ (بلوغ ص ۳۵)

ایسے واقعات پڑھ کر کیسی آنکھیں کھلتی ہیں اور دلوں میں نورانیت آتی ہے، خیال ہونے لگتا ہے کہ انسانوں کی صورت میں یہ کیسے فرشتے اترے تھے کسی بات سے بھی تو نفسانیت، انانیت، برتری و کبر، مشیخت و بڑائی کی نمود نہیں ہوتی، پھر بداندیشوں کی ریشہ دوانیاں بھی دیکھی جائیں کہ ان ہی دونوں استاد شاگرد کے درمیان تعلقات کی خرابی کے واقعات گھڑے گئے اور ان کا پروپیگنڈہ کیا گیا اور بات صرف اتنی تھی کہ حسب روایت ابن ابی العوام و امام طحاوی محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف سے ارباب حکومت نے کسی کو قاضی رقہ مقرر کرنے کا مشورہ کیا، رقہ عباسی سلطنت کا گرمائی دارالسلطنت تھا، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ محمد بن الحسن سے بہتر وموزوں کوئی شخص میرے سامنے نہیں ہے، امام محمد کوفہ میں تھے، حکومت نے ان کو بلوا بھیجا، امام محمد امام ابو یوسف سے ملے اور بلانے کا سبب پوچھا انہوں نے واقعہ بتلایا اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے بارے میں مشورہ دینے سے میرا مقصد یہ ہے کہ خدا کے فضل سے ہمارے سلسلہ کے علوم کی اشاعت کوفہ، بصرہ اور تمام مشرقی بلاد میں ہو چکی ہے اب اگر تم اس طرف آجاؤ گے تو امید ہے کہ خدائے عزوجل تمہاری وجہ سے ہمارے علوم کی اشاعت یہاں اور قریب وبعید کے شامی علاقوں میں بھی ہو سکے گی، امام محمد نے بطور شکایت کہا کہ سبحان اللہ! اگر یہی بات تھی تو کم سے کم میرا اتنا تو لحاظ آپ فرماتے کہ مجھے فوری طور پر بلوانے سے قبل اس پوری بات سے مطلع ہی فرما دیتے، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ہاں ان لوگوں نے بلانے میں عجلت کی، مطلب یہ کہ مجھے اطلاع کرنے کا موقع و وقت نہیں ملا، بات اتنی ہی تھی اور یہیں ختم ہوگئی اور یہ ظاہر ہے کہ امام محمد امام اعظم کی طرح حکومت کے مناصب سے دور رہنا اور صرف تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف کے مشغلہ میں منہمک رہنا پسند کرتے تھے اور امام ابو یوسف کا اس طرح بغیر باہمی سابق مشورہ کے قضاء کی تحریک کرنے کا ان کو رنج وملال ہوا اور بہت ہوا، ایک طرف اپنی افتاد طبع اور طے شدہ عملی پروگرام کے خلاف زندگی کا موڑ شروع ہو رہا تھا، جس سے ناگواری کے اثرات مدۃ العمران پر رہے، دوسری طرف اپنے نہایت شفیق ومحسن استاذ اور جانشین امام اعظم کے حکم کی تعمیل اور خصوصیت سے اس مقصد عظیم کے تحت ضروری تھی، ان دونوں کے اثر سے ایک سوء مزاج کی کیفیت بنی جس کا دونوں کے تعلقات پر بھی شریفانہ اثر ضرور ہوا، مگر اس سے آگے جو جھوٹے قصے دونوں کی منافرت اور تحاسد وغیر شریفانہ برتاؤ کے گھڑے گئے وہ سب بے اصل ہیں۔

افسوس ہے کہ علامہ سرخسی جیسے بابصیرت، پختہ کار، متیقظ، فقیہ بے مثل نے بلا تحقیق ایک بے سند قصہ نقل کر دیا جس کو مخالفوں نے خوب ہوا دی حالانکہ اس کی کوئی اصلیت ہوتی تو سرخسی سے پہلے بھی مخالف اس کو ذکر کرتے اور اس سے ضرور فائدہ اٹھاتے، بقول علامہ کوثری کے علامہ سرخسی کی شرح کبیر جیسی عظیم المرتبت کتاب کو ایسے بے وقعت قصہ سے داغدار ہونا تھا کیونکہ امام شافعیؒ نے فرمایا تھا، خدا کی مشیت یہ نہیں کہ اس کی کتاب کے سوا دنیا کی کوئی بھی کتاب غلطی سے مبرا ومنزہ ہو۔ (بلوغ الامانی ص ۳۹)

اس سلسلہ میں ایک تکوینی وجہ یہ بھی نقل ہوئی ہے کہ امام محمد نے ایک مرتبہ امام ابو یوسف کو قبول قضاء پر عار دلائی تھی جس پر امام ابو یوسف کو غصہ آگیا اور بددعا کر دی کہ امام محمد بھی اپنی وفات سے پہلے ضرور اس میں مبتلا ہوں، چنانچہ یہ صورت مذکورہ پیش آئی اور امام محمد طوعاً وکرہاً قبول قضا پر مجبور ہوئے تاآنکہ امان طالبی کے مشہور واقعہ کی وجہ سے وہ رقہ کی قضاء القضاۃ سے معزول ہوئے بلکہ کچھ عرصہ تک فتویٰ سے بھی روک دیئے گئے۔

قصہ امان طالبی

تاریخ ابن جریر اور کتاب ابن ابی العوام وصیمری وغیرہ میں ہے کہ امام محمد نے خود بیان فرمایا کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید رقہ آیا اور مجھے دربار میں بلوایا، میں پہنچا اور حسن بن زیادہ اور ابوالبختری وہب بن وہب بھی (جو امام ابو یوسف کی وفات کے بعد قاضی القضاۃ ممالک اسلامیہ بن گئے تھے) دربار میں خلیفہ تخت شاہی پر بیٹھا تھا اور سامنے فرش پر حسب دستور مجرموں کی طرح ایک چمڑے پر یحییٰ بن عبداللہ الحسن

(بن الحسن بن علی کرم اللہ وجہہ) تھے جن کے سر پر جلاد تلوار لئے ہوئے حکم کا منتظر کھڑا تھا، وہ علوی طالبی خلیفہ کو قسمیں دیکر اپنے امان نامہ کی طرف متوجہ کررہا تھا کیونکہ خود ہارون نے اس کو امان دیا تھا، خلیفہ نے وہ قرطاس امان نکالا جو شخص مذکور کے لئے لکھا تھا اور مجھے دیا، میں نے اس کو پڑھا صورتحال کا اندازہ لگایا اور دل میں طے کیا کہ صرف خدا لگتی اور آخرت کی بھلائی کی بات کہوں گا خواہ انجام کچھ بھی ہو، میں نے کہا یہ امان موکد ہے اور اس کو توڑنے کا کوئی حیلہ درست نہیں، خلیفہ یہ سن کر غضب ناک ہوگیا، میرے ہاتھ سے وہ دستاویز چھین کر حسن بن زیاد کو دی انہوں نے پڑھ کر کمزور آواز سے کہا یہ امان ہے خلیفہ نے وہ کاغذ ان سے بھی چھین کر ابوالبختری کو دیا، انہوں نے پڑھ کر کہا میں تو اس شخص کو ذرا سی دیر کی بھی مہلت دینے کو تیار نہیں ہوں اس شخص نے لوگوں میں پھوٹ ڈالی ہے، مسلمانوں کے خون بہائے ہیں اور ایسا ایسا کیا ہے، اس کے لئے کوئی امان نہیں ہوسکتا پھر خود ہی چاقو نکال کر اس دستاویز کے دو ٹکڑے کردیئے اور ہارون رشید سے کہا کہ آپ بے تامل اس کو قتل کا حکم کریں اس کے خون کا میں ذمہ دار ہوں، ایک روایت ہے کہ ہارون رشید نے قتل کا حکم بھی کردیا تھا جس پر طالبی نے کہا، اے ہارون! محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد تو کہتے ہیں کہ یہ امان صحیح ہے اور یہ دونوں ساری دنیا کے مسلم فقیہ ہیں مگر آپ ان کی بات قبول نہیں کرتے اور یہ شخص جس کو فتوی دینے کا کوئی حق نہیں، امان کو فاسد کہتا ہے تو آپ مجھے قتل کا حکم کرتے ہیں، اس پر پھر ایک دفعہ خلیفہ نے امام محمد کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اس امان کو میں نے خود اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا بلکہ دوسرے سے لکھوایا ہے تو آپ بتلائیں کہ اگر ایک شخص حلف کرے کہ وہ نہیں لکھے گا؟ اور دوسرے سے کچھ لکھوادے تو کیا اس کی قسم ٹوٹ جائے گی؟ امام محمد نے فرمایا کہ اگر ایسا کوئی عام آدمی کرے تو حانث نہ ہوگا لیکن اگر بادشاہ ایسا کرے تو ضرور حانث ہوگا کیونکہ بادشاہ کے حکم سے جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ بھی اسی کا لکھا ہوا سمجھا جاتا ہے۔

منقول ہے کہ اس پر خلیفہ اور بھی جھنجھلا گیا اور غصہ سے مغلوب ہوکر دوات اٹھا کر امام محمد کے منہ پر پھینک ماری جس سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور خون کپڑوں پر بہنے لگا، خلیفہ نے یہ بھی کہا کہ آپ جیسے لوگ ہی ہمارے خلاف بغاوت کرنے والوں کے حوصلے بڑھاتے ہیں، امام محمد واپس ہوئے تو رونے لگے، کہا گیا کہ کیا اس زخم کی تکلیف سے روتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ اپنی کوتاہی کی وجہ سے، کہا آپ سے کیا تقصیر ہوئی حالانکہ آپ نے تو وہ کام کیا کہ روئے زمین پر اس کی نظیر نہیں مل سکتی، فرمایا مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی کہ اس وقت ابوالبختری سے یہ نہ پوچھا کہ تم کس دلیل شرعی سے یہ فتوی دے رہے ہو تا کہ اس کی غلطی کا پردہ فاش کرتا اور اس کے دلائل کو بھی توڑ پھوڑ دیتا۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم دربار سے اٹھ آئے تو میرے پاس خلیفہ کا قاصد پیغام لے کر آیا کہ آج سے آپ نہ مقدمات کا فیصلہ کریں اور نہ فتوی دیں، میں سب کام چھوڑ چھاڑ کر سبکدوش ہوگیا، جب امام جعفر نے ایک جائداد وقف کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے مشورہ کیلئے بلوایا، میں نے کہلا دیا کہ مجھے فتوی سے روک دیا گیا ہے، اس نے خلیفہ سے گفتگو کی اور اجازت لے کر پھر بلوایا، امام محمد ہی کا بیان ہے کہ واقعہ مذکورہ سے خلیفہ کے درباری اور سارے ہی محلات شاہی کے لوگ متعجب تھے خصوصاً ابوالبختری کی بے جا جسارت وغیرہ سے اور خلیفہ نے باوجود ابوالبختری کے فتوی و ذمہ داری کے بھی یحییٰ مذکور کو قتل نہیں کرایا بلکہ وہ ایک مدت کے بعد قید خانہ ہی میں فوت ہوئے۔

اس کے بعد پھر خلیفہ نے امام محمد کو اپنا مقرب بنایا اور قاضی القضاۃ بھی بنایا اور اپنے ساتھ ''رے'' بھی لے گیا جہاں ان کا اور امام نحو کسائی کا ایک ہی دن انتقال ہوا، خلیفہ افسوس کے ساتھ کہا کرتا تھا کہ میں نے فقہ و نحو دونوں کو ''رے'' میں دفن کردیا۔

امام محمد اور علم حدیث

محدث صیمری محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ محدث عیسیٰ محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ محدث عیسیٰ بن ابان ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے ساتھ امام محمد کی مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے میں ان کو بلاتا تو کہہ دیتے کہ یہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں،

درحقیقت عیسیٰ بہت اچھے حافظ حدیث تھے، ایک دن ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور وہ دن امام محمد کی مجلس کا تھا، میں عیسیٰ کے سر ہو گیا کہ آج تو ضرور بیٹھنا پڑے گا، جب امام محمد فارغ ہوئے تو میں عیسیٰ کو ان کے قریب لے گیا اور کہا یہ آپ کے بھائی ابان کے بیٹے ہیں، یہ اچھے ذہین اور عالم حدیث ہیں میں ان کو آپ کے پاس بلاتا ہو تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم حدیث کی مخالفت کرتے ہو، امام محمد نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، برخوردار! تمہارے خیال میں ہم کن احادیث کی مخالفت کرتے ہیں، ہمارے خلاف تمہیں بغیر ہمارے جواب کے فیصلہ نہ کرنا چاہئے، عیسیٰ نے اس وقت ۲۵ ابواب حدیث میں سوالات کئے اور امام محمد برابر جوابات دیتے رہے اور جو احادیث منسوخ تھیں ان کے نسخ پر دلائل و شواہد بتاتے رہے۔

عیسیٰ اس مجلس سے اٹھ کر باہر نکلے تو مجھ سے کہنے لگا کہ میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا جو آج ہٹ گیا، مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی لوگوں میں موجود ہوگا اور اس کے بعد امام محمد کی مجلس کے دلدادہ ہو گئے کہ پھر کبھی جدا ہونا گوارنہ کیا حتیٰ کہ بڑے فقیہ بن گئے، یہ عیسیٰ ایک بڑے پہاڑ تھے علم کے پہاڑوں میں سے اور یہی پھر راوی بنے امام محمد کی کتاب الحج علی اہل المدینہ کے اور خود بھی الحج الصغیر عیسیٰ بن ہارون ہاشمی کے رد میں لکھی وہ مامون کے ہم درس تھے اور ایک کتاب لکھی تھی جس میں دعویٰ کیا تھا کہ امام ابوحنیفہ نے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے، خلیفہ مامون نے علماء کو دعوت دی کہ اپنی اپنی معلومات کے مطابق اس کتاب کا جواب لکھیں، خلیفہ کو نہ اسمٰعیل بن حماد کا جواب پسند آیا نہ بشر کا نہ یحییٰ بن اکثم کا بلکہ سب سے زیادہ عیسیٰ بن ابان ہی کا جواب پسند آیا جس سے ہاشمی کی کتاب کی حیثیت بالکل ختم ہوگئی، ان ہی عیسیٰ بن ابان کی ایک کتاب ''الحج الکبیر'' امام شافعی کے قدیم اقوال کے رد میں مشہور ہے جس کی وجہ سے کہا جاتا ہے امام شافعی نے اپنے آخری سفر عراق میں نہایت مختصر قیام عراق میں کیا کیونکہ عیسیٰ کی کتاب مذکور کی وجہ سے ان کے قدیم اقوال کے لئے قبول عام کے امکانات باقی نہ رہے تھے۔

امام شافعی اور مریسی کے رد میں شروط قبول اخبار کے بارے میں بھی انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی اور ان کی کتابوں میں بہت سے اصول امام محمد سے اخذ کئے ہوئے ملتے ہیں، ابوبکر رازی اپنی اصول میں بہت زیادہ ان سے نقول لیتے ہیں، غرض عیسیٰ بن ابان فقہی مباحث کے بحاث کبیر اور علوم حدیث و فقہ کے جبال علم سے ہیں۔ (بلوغ ص ۴۹)

امام محمد کے اقوال عقائد میں

۱- حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن الملا لکائی نے شرح السنۃ میں امام محمد رحمہ اللہ کا حسب ذیل قول نقل کیا ہے ''جو شخص قرآن کو مخلوق کہے اس کے پیچھے نماز مت پڑھو'' یعنی جو قرآن کلام الٰہی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم اور اس کی صفت ہے اس کو مخلوق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ جس طرح مخلوق کے ساتھ جو چیزیں وابستہ مثلاً کاتب، صوت تالی یا حافظ کے ذہن کی صور ذہنیہ وغیرہ ان کو غیر مخلوق کہنا بھی خلاف بداہت و مشاہدہ ہے لہذا جن لوگوں نے غلو کر کے ان لوگوں کی تکفیر کی جنہوں نے قرآن و سنت کے سکوت کی وجہ سے توقف کی راہ اختیار کی اور قرآن کو غیر مخلوق کہنے سے تورع کیا، ان لوگوں کی تکفیر کی جنہوں نے حدوث لفظ و لافظ کے لحاظ سے لفظی بالقرآن مخلوق'' کہا، یہ سب غلط طریقے تھے اور افسوس ہے کہ ان غلو کرنے والوں میں ابن ابی حاتم اور بنو مندہ جیسے حفاظ حدیث بھی ہیں (بلوغ ص ۵۳) ۲- لالکائی نے ہی امام محمد کا قول حدیث ان اللہ ینزل الی السماء الدنیا اور اس قسم کی دوسری احادیث کے متعلق نقل کیا ہے کہ ''یہ احادیث ثقہ راویوں سے مروی ہیں، ہم بھی ان سے روایت کرتے ہیں، ان پر ایمان بھی رکھتے ہیں لیکن ان کی تفصیل و تفسیر میں جانا پسند نہیں کرتے'' یہ بھی فرمایا۔

۳- ''شرق سے غرب تک کے تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنا اور ان احادیث پر بھی جو ثقہ راویوں سے دربارۂ صفات باری عزوجل مروی ہیں بغیر تفسیر، تفصیل و تشبیہ کے ایمان لانا ضروری ہے جو شخص بھی آج ان امور میں سے کسی امر کی تفسیر و تفصیل کرتا ہے وہ اس طریق سے خارج ہوتا ہے جس پر نبی اکرم ﷺ اور جماعت سے الگ ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے نہ تفصیل کی تھی نہ تفسیر بلکہ

کتاب وسنت کے مطابق جچی تلی بات بنا کر سکوت اختیار فرمایا تھا لہذا جو شخص جہم کی طرف بات کہے وہ جماعت سے خارج ہے اس لئے اس نے صفت لاشیء کے ساتھ اس کو متصف کیا تھا''۔

اس قول سے ان لوگوں کی مکمل تردید ہو جاتی ہے جنہوں نے امام محمد کی طرف یہ باتیں منسوب کیں کہ وہ خلق قرآن کے قائل تھے اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دیتے تھے، یہ بھی کہا گیا کہ امام محمد جہم کی رائے رکھتے تھے (افسوس ہے کہ امام بخاری وغیرہ نے بھی اس معاملہ میں احتیاط نہیں فرمائی، اور امام محمد کو جہمی کہا، جیسا کہ ہم دوسری جگہ لکھ چکے ہیں)

۴- محدث صیمری نے نقل کیا کہ امام محمد فرمایا کرتے تھے ''میرا مذہب امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب وہی ہے جو حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کا تھا''۔

اسی طرح امام محمد کا قول ایمان کے بارے میں بھی وہی تھا جو امام ابوحنیفہ کا تھا کہ وہ دل کا اعتقاد اور زبان کا اقرار ہے اور دوسرے عقائد کی تفصیل ''کتاب عقیدہ طحاوی'' میں موجود ہے ان تصریحات کے باوجود بھی اگر کوئی تنگ دلی سے امام صاحب یا امام محمد کو جہمی یا مرجیء کہے تو وہ سنت سے اتنا ہی دور ہے جتنی زمین آسمان سے دور ہے۔ (بلوغ الامانی ص ۵۴)

امام محمد دوسرے اہل علم کی نظر میں

حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے جو اپنے اصحاب وتلامذہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ''ہمارے پاس اتنے لوگ مشرق کی طرف سے آتے ہیں مگر معنویت (گہرائی کی بات) کسی میں نہیں دیکھی سوا اس جوان کے'' یہ اشارہ امام محمد کی طرف تھا، حالانکہ امام مالک کے پاس امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک، وکیع، عبدالرحمن بن مہدی جیسے اعلام وجبال علم آتے تھے، گویا امام مالک نے امام محمد کو ان سب پر فضیلت دی۔

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جب بات کرے تو اس کی کمال فصاحت وبلاغت کی وجہ سے ایسا معلوم ہو کہ قرآن مجید اسی کی زبان پر اترا ہے البتہ امام محمد ضرور ایسے تھے میں نے ان سے ایک بختی اونٹ کا بوجھ لکھا ہے اور بختی اس لئے کہتا ہوں کہ وہ دوسرے اونٹوں سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہے میں اپنے پر امام مالک کا پھر امام محمد کا بڑا حق استاذیت مانتا ہوں اگر لوگ فقہا کے بارے میں انصاف کرتے تو مانتے کہ انہوں نے امام محمد جیسا نہیں دیکھا وہ تفقہ کے ان اسباب ووسائل پر مطلع تھے جن سے دوسرے اکابر اہل علم عاجز ہیں میں نے امام محمد سے زیادہ عقل والا انسان نہیں دیکھا جب کسی مسئلہ کی تقریر فرماتے تو قرآن مجید کی طرح ایسا منظم کلام بولتے تھے جس میں حرف آگے پیچھے کرنے کی گنجائش نہ ہوتی تھی۔

ایک دفعہ فرمایا کہ خدا نے میری دو شخصوں سے مدد کی، ابن عیینہ[1] سے حدیث میں اور محمد بن الحسن سے فقہ میں، فرمایا جب میں پہلی دفعہ امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے، بہت لوگ ان کے پاس جمع تھے میں نے ان کے چہرہ پر نظر کی تو سب لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل پایا، ان کی سفید پیشانی چمک رہی تھی اور لباس بہترین پہنے ہوئے تھے، میں نے اسی مجلس میں ان سے ایک اختلافی مسئلہ دریافت کیا میرا خیال تھا کہ اس کے بیان میں ان سے کمزوری ظاہر ہوگی یا کوئی غلطی نکلے گی لیکن وہ تو کڑی کمان کے تیر کی طرح مسئلہ کے سارے جوانب پر تیزی سے گذر گئے اور اسی میں اپنے مذہب کو بھی قوی کر گئے اور پوری تقریر میں کوئی ایک غلطی بھی نہیں کی۔

ایک بار فرمایا کہ میں نے امام محمد سے زیادہ فتاویٰ کا عالم نہیں دیکھا، گویا ان کو خدا کی جانب سے توفیق ملتی تھی اور میں نے امام محمد جیسا

---

[1] واضح ہو کہ ابن عیینہ جو امام شافعی وامام احمد کے بڑے اساتذہ حدیث میں سے ہیں امام اعظم کے حدیث میں شاگرد ہیں مسانید امام میں امام اعظم سے بکثرت روایت حدیث کرتے ہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہ جیسا نہیں دیکھا۔

حکمت ودانائی کی باتیں کرنے والا اور دوسروں کی ناسزا باتوں کا علم وبردباری کے ساتھ سننے والا نہیں دیکھا (بلوغ ص ۵۵) دوسرے اقوال ہم امام شافعی کے تذکرہ میں لکھ چکے ہیں۔

امام مزنی کے سامنے کسی نے امام محمد کا کوئی قول ذکر کیا، پوچھا کون محمد؟ بتلایا محمد بن الحسن تو فرمایا مرحبا! خوب ذکر کیا وہ تو کانوں کو اچھی باتوں سے دل اور علم کو علم وسمجھ سے بھر دیتے تھے، پھر فرمایا کہ یہ میں ہی نہیں کہتا امام شافعی بھی ایسا ہی فرماتے تھے۔

حضرت داؤد طائی نے بچپن میں امام محمد کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ "اگر یہ بچہ زندہ رہا تو اس کی بڑی شان ہوگی" امام ابو یوسف نے امام محمد کی ابتداء جوانی میں حافظہ کی تعریف فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ کیسی عمدہ تلوار ہے مگر اس میں ذرا سا زنگ ہے جس کو جلاء کی ضرورت ہے، بعد کو اعلم الناس فرمانے لگے تھے، امام یحییٰ بن معین نے امام محمد کی شاگردی کی اور جامع صغیر پڑھی، محدث حسن بن ابی مالک کے سامنے جب امام محمد کے مسائل پڑھے گئے تو فرمایا کہ امام ابو یوسف بھی اس قدر زیادہ گہرائی میں نہیں جاتے تھے۔

صیمری نے ابو عبید سے یہ بھی قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا نہیں دیکھا اور کہا کہ امام محمد عربیت نحو وحساب میں بڑے ماہر تھے، محمد بن سلام فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام محمد کی کتابیں نقل کرانے پر دس ہزار روپے خرچ کئے اور اگر مجھے پہلے سے ان چیزوں کا علم ہوتا جو بعد کو ہوا تو رجل صالح امام محمد کی کتابوں کے سوا دوسروں کی کتابوں پر وقت صرف نہ کرتا۔ (کردری)

محدث محقق کبیر عیسیٰ بن ابان سے پوچھا گیا کہ ابو یوسف افقہ ہیں یا محمد؟ فرمایا دونوں کی کتابوں سے اندازہ لگالو یعنی امام محمد زیادہ فقیہ ہیں۔ (بلوغ ص ۵۷)

امام محمد کے معمولات

محمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے ایک حصہ سونے کے لئے، ایک نماز کے لئے اور ایک درس کیلئے وہ بہت زیادہ جاگتے تھے، کسی نے کہا کہ آپ سوتے کیوں نہیں؟ فرمایا "میں کس طرح سو جاؤں، حالانکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کرکے سوئی ہوئی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی مشکل (امور شریعت کی) پیش آتی ہے تو ہم اس کو محمد کے سامنے رکھتے ہیں وہ اس کو ہمارے لئے حل کر دیتا ہے، تو اگر ہم بھی سو جائیں تو اس کی وجہ سے دین ضائع ہوگا"۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد قاضی ابن ابی عمران سے سنا کہ امام محمد رات دن میں تہائی قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے، محدث بکر بن محمد فرمایا کرتے تھے ابن سماعہ اور عیسیٰ بن ابان نے ایسی اچھی نماز پڑھنی امام محمد سے سیکھی تھی۔

امام محمد کی توثیق

خطیب نے علی بن مدینی سے توثیق نقل کی اور اسی طرح منتظم میں ابن جوزی سے اور تعجیل المنفعۃ میں حافظ ابن حجر سے بھی توثیق ثابت ہے حافظ ذہبی نے مناقب میں لکھا کہ امام شافعی نے حدیث میں امام محمد سے حجت پکڑی ہے، اور میزان الاعتدال میں کہا کہ نسائی وغیرہ نے حفظ کے اعتبار سے امام محمد کی تلیین کی حالانکہ وہ علم حدیث وفقہ کے بحور میں سے تھے اور امام مالک سے روایت حدیث میں قوی تھے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص امام مالک سے چند روز کے اندر احادیث سن کران کی روایت میں قوی مانا گیا ہو وہ ان احادیث کے یاد رکھنے میں کس طرح ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے جن کے سننے سنانے میں اس نے ساری عمر صرف کی تھی مگر اہل جرح کا تو عجیب حال ہے وہ تو بقول حافظ ابن دقیق العید کے دوزخ کے کنارے پر بیٹھے ہیں (یعنی کوئی تو جنت کا ٹھیکیدار بنتا ہے انہوں نے دوزخ کا ٹھیکیدار بننا پسند کیا ہے)

سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں علماء سیر سے امام محمد کا امام، حجت اور تمام علوم میں متبحر ہونا نقل کیا ہے اور حافظ عینی نے رجال معانی الآثار میں ابن جوزی کی کتاب الضعفاء کی اس امر کی روایت ودرایت سے تغلیط کی ہے کہ امام احمد اور ابن معین نے امام محمد کی شان میں کوئی تنقیص کی ہو (ص ۵۹ بلوغ)

امام محمد ثقہ حافظ حدیث تھے

اگر چہ حافظ ذہبی نے امام محمد کو تذکرۃ الحفاظ میں نظر انداز کر دیا مگر ان سے کئی سو سال پہلے علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں دار قطنی کی غرائب مالک سے نقل کیا کہ امام مالک نے ''موطا'' میں رفع یدین وقت رکوع ذکر نہیں کیا البتہ غیر موطا میں ذکر کیا ہے جس کو بیس ثقات حفاظ نے روایت کیا ہے ان میں سے محمد بن الحسن شیبانی، یحیٰی القطان، عبداللہ ابن مبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابن وہب وغیرہم ہیں۔ (نصب الرایہ ص ۴۰۸ ج ۱)

حافظ ابن تیمیہ کا امام شافعی کے تلمذ امام محمدؒ ایسی حقیقت سے انکار

یہاں علامہ ابن عبدالبر اور دار قطنی نے امام محمد کو نہ صرف ثقہ حافظ کہا بلکہ دوسرے اکابر حفاظ حدیث سے ان کو مقدم کیا فافهم و تذکر و لا تکن من الغافلین۔

امام شافعی نے امام ابو یوسفؒ سے بھی بواسطہ امام محمد احادیث کی روایت اپنی کتاب الام میں اور مسند میں کی ہے (الانتقاء لابن عبدالبر ص ۶۹ ج ۱)

علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان کے آخر میں امام محمد کے حالات میں لکھا ہے کہ ''ابن تیمیہ نے امام شافعی کی شاگردی سے انکار کیا تھا لیکن حق کو کون دبا سکتا ہے، تاریخ و رجال کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں وہ کیا شہادت دے رہی ہیں؟'' حافظ ابن تیمیہ کے انکار پر ناظرین کو حیرت ہوگی مگر کسی وجہ ہی سے تو بڑے بڑے لوگوں نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ امام شافعی کے اس سفر عراق کی روایت ہی کو تاریخ کے اوراق میں سے نکال دیا جائے جس میں انھوں نے ایک دو سال بھی نہیں تقریباً دس سال امام محمد کی خدمت میں رہ کر فقہ و حدیث میں غیر معمولی کمالات حاصل کئے تھے، اگر حافظ ابن تیمیہ جیسے وسیع النظر علامہ امام شافعی کے تلمذ سے انکار کر سکتے ہیں تو آجکل کے کچھ تنگ نظر، کم حوصلہ غیر مقلد بھائی، امام سفیان بن عیینہ (شیخ امام شافعی) کے تلمذ امام اعظمؒ سے انکار کر دیں تو کیا حیرت کی بات ہے؟ اس عجائب زار دنیا میں سب ہی چیزیں تعجب خیز ہیں اگر حقیقت میں کسی بات پر بھی تعجب نہ ہونا چاہئے۔ نعم! ان فی ذلک لعبرۃ لا ولی الابصار۔

تصانیف امام محمدؒ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے قریب ایک ہزار تک بھی کہی جاتی ہے دن و رات کتابیں لکھتے تھے، اپنے تصنیف کے کمرہ میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے تھے، مشغولیت اس درجہ تھی کہ کھانے کپڑے کا بھی ہوش نہ تھا، دس رومی عورتیں نقل کتب پر مامور تھیں، امام محمد نے ایک ادارہ کی برابر تصنیفی خدمات انجام دیں، گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو میرے وکیل سے کہو، کوئی ضروری بات کہنی ہوتی تو صرف اشارہ فرماتے تھے، لحیم شحیم آدمی تھے لیکن بہت کم سوتے تھے، موٹے آدمی کثیر بلغمی مزاج اور بلید ہوتے ہیں مگر امام محمد بلا کے ذہین و ذکی تھے، ان کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور یہی کتابیں فقہ حنفی کی اصل اصول خیال کی جاتی ہیں، کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایتاً ان میں مذکور ہیں۔

مبسوط: اس میں امام محمد نے اس کو سب سے پہلے تصنیف کیا ہے۔

موطأ امام محمد: حدیث میں امام محمد کی مشہور کتاب ہے جو امام مالک کی دوسری موطاؤں سے علمی و فنی اعتبار سے زیادہ بلند ہے۔

جامع صغیر: اس کتاب میں امام محمد نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام اعظمؒ کے تمام اقوال لکھے ہیں کل ۵۳۲ مسائل ہیں جن میں سے ۱۷۰ مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے، اس میں تین قسم کے مسائل ہیں۔

۱- جن کا ذکر بجز اس کتاب کے اور کہیں نہیں ملتا ۲- جو دوسری کتب میں بھی ہیں مگر ان کتابوں میں امام محمد نے یہ تصریح نہیں کی تھی کہ

یہ خاص امام صاحب کے مسائل ہیں، اس کتاب میں تصریح کردی ہے ۳- اور کتابوں میں بھی مذکور تھے مگر اس کتاب میں ایسے طرز پر لکھے ہیں کہ ان سے نئے فوائد مستنبط ہوتے ہیں، اس کتاب کی تقریباً چالیس شروح لکھی گئیں، متقدمین کے یہاں فقہ میں یہی کتاب درس میں پڑھائی جاتی تھی، ہندوستان میں بھی طبع ہوئی ہے۔

جامع کبیر: اس میں امام صاحب کے اقوال کے ساتھ امام ابویوسف و امام زفر کے اقوال بھی لکھے ہیں، ہر مسئلہ کی دلیل لکھتے ہیں یہ جامع صغیر سے زیادہ دشوار اور اس کے معانی دقیق ہیں، بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل بھی زیادہ تر اسی کتاب کی روشنی میں اخذ کئے ہیں، بڑے بڑے نامور فقہاء نے اس کی شرحیں لکھیں، ان میں ۴۲ کا ذکر کشف الظنون میں ہے جو کہ احیاء المعارف حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔

مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان ص ۶۴۴ ج ۸ (طبع حیدرآباد) میں ملک معظم عیسیٰ بن عادل ابی بکر بن ایوب کے ذکر میں علامہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ آپ نے علامہ حصیری سے فقہ حنفی حاصل کیا مسعودی کو یاد کیا اور جامع کبیر کو خاص طور سے پڑھا اور یاد کیا، پھر جامع کبیر کی شرح کئی جلدوں میں تصنیف کی جیسا کہ حدائق حنفیہ میں لکھا ہے، بڑے عالم ہوئے متصلب حنفی تھے، ان کے اور ان کے والد کے سوا بنی ایوب میں کوئی حنفی نہیں ہوا، ان کے والد نے ایک روز کہا کہ تم نے امام ابوحنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا حالانکہ تمہارا سارا خاندان شافعی ہے؟ کہا کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کے خاندان میں ایک بھی شخص مسلمان ہو، آپ نے فقہاء کو حکم دیا کہ میرے لئے صرف امام ابوحنیفہ کا مذہب صاحبین کے مذہب سے الگ کردو تو انہوں نے دس مجلدات میں امام صاحب کا مذہب الگ کردیا آپ نے اس کا نام ''تذکرہ'' رکھا اور سفر حضر میں ہر وقت اس کو ساتھ رکھتے تھے اور مطالعہ کیا کرتے تھے اور تمام مجلدات کو حفظ یاد کیا تھا، ہر جلد کو یاد کر کے آخر میں لکھتے تھے کہ میں نے اس کو حفظ کر کے ختم کیا اور دستخط کرتے تھے۔

صاحب مرأۃ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھ کر کہا کہ لوگ اعتراض کریں گے کہ شام کا بڑے سے بڑا مدرس تو باوجود فراغت کے صرف قدوری حفظ کرتا ہے اور آپ نے باوجود ملکی تدابیر و مشاغل مہمہ کثیرہ کے دس ضخیم جلدیں حفظ کرلیں اور آپ سب جلدوں پر اپنے قلم سے دستخط کرتے ہیں لوگوں کو کس طرح اعتبار آئے گا؟ کہا الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا معانی و مطالب کا ہوتا ہے، لاؤ! کہیں سے بھی دس جلدوں میں سے مجھ سے سوال کرلو اگر کوئی غلطی نکلے تو تمہاری بات تسلیم ورنہ میری تحریر پر اطمینان کرو۔ (مرأۃ)

زیادات: جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آتے رہے وہ اس کتاب میں درج کئے اور اسی لئے اس کو ''زیادات'' کہتے ہیں۔

کتاب الحج: امام محمد، امام اعظم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک کی خدمت میں رہے، ان سے موطأ بھی پڑھی، اہل مدینہ کا طریق تفقہ جدا تھا، بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابوحنیفہ سے اختلاف رکھتے تھے، امام محمد نے مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر یہ کتاب لکھی اس میں پہلے وہ فقہی باب باندھتے ہیں پھر اہل مدینہ کا قول نقل کرتے ہیں اور احادیث، آثار و قیاس سے ثابت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب راجح و صحیح ہے کہیں کہیں اہل مدینہ کے عمل بالحدیث کے دعویٰ کو بھی چیلنج کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ان کا عمل صریح حدیث کے خلاف ہے، علم الخلاف امام محمد کی ایجاد ہے اور کتاب مذکور اس طرز کی پہلی تصنیف ہے جس میں موافق و مخالف احادیث و آثار جمع کر کے محاکمہ کیا گیا ہے عرصہ ہوا مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۳۹۲ صفحات پر طبع ہو کر شائع ہوئی تھی اب نادر ہے حضرت علامہ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کے بہترین محققانہ حواشی کے ساتھ پھر ان شاء اللہ عنقریب ادارۂ احیاء المعارف حیدرآباد دکن سے شائع ہوگی۔

سیر صغیر: یہ کتاب سیر پر ہے، امام اوزاعی نے اس کو دیکھا تو تعریف کی مگر بطور طنز کے یہ بھی کہا ''اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت؟ امام محمد نے یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھنی شروع کی۔

سیر کبیر: اس کو ۶۰ ضخیم اجزاء میں مرتب کیا اور تیاری کے بعد ایک خچر پر لدوا کر خلیفہ ہارون رشید کے پاس لیجانے کا ارادہ کیا، خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے از راہ قدر دانی شہزادوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور ان کو ہدایت کی کہ امام محمد سے اس کی سند حاصل کریں، امام اوزاعی نے بھی اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف فرمائی۔

رقیات وغیرہ: رقہ کے قیام میں جو فقہ کا مجموعہ تیار کیا وہ رقیات کہلاتا ہے اسی طرح اور کتابیں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات وغیرہ تصنیف کیں لیکن یہ کتابیں اصطلاح فقہاء میں ظاہر الروایۃ میں داخل نہیں بلکہ کتاب الحج بھی اس سلسلہ سے خارج ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

شرف الدین ملک عیسیٰ بن عادل جن کا ذکر ص ۲۰۳ پر ہو چکا، انہوں نے ہی خطیب بغدادی کا مشہور ومعروف رد "السہم المصیب فی الرد علی الخطیب"، لکھا جو مکتبہ اعزازیہ دیوبند سے عرصہ ہوا چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور ہر حنفی عالم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ملک موصوف ۵۷۶ھ میں قاہرہ (مصر) میں پیدا ہوئے) مصر میں ساڑھے آٹھ سال بادشاہ رہے پھر دمشق (شام) میں سلطنت کی عیسائی حکمرانوں سے بڑے بڑے معرکے جہاد کے انجام دیئے، علماء کی بڑی عزت کرتے تھے، جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہتے تھے بڑے بہادر، مدبر اور سخی سیر چشم تھے ۶۲۴ھ میں وفات پائی اور دمشق میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

السہم المصیب شرف الدین ملک معظم جیسی حنفی موصوف الذکر کی تصنیف ہے ان کے والد سیف الدین ملک عادل ابو بکر بن ایوب شافعی کی تصنیف نہیں ہے جیسا کہ غلطی سے مطبوعہ نسخہ میں ان کی طرف منسوب ہوگئی ہے کیونکہ والد ماجد شافعی تھے، دوسرے ان کا انتقال ۶۱۸ھ میں ہو چکا تھا اور یہ تصنیف ۶۲۱ھ کی ہے واللہ اعلم۔

جامع کبیر کی عظمت وقدر اور امام اعظم کے مجموعۂ اقوال کے ۱۰ مجلدات (تذکرہ) کی اہمیت کے پیش نظر یہاں ملک موصوف اور ان کی مشہور تصنیف السہم المصیب کا ذکر کیا گیا، مرأۃ الزمان فی تاریخ الاعیان علامہ سبط ابن الجوزی حنفی نے (جو پہلے حنبلی تھے پھر متصلب حنفی ہوگئے تھے) چالیس جلدوں میں تصنیف فرمائی تھی مگر اس وقت اس کے صرف دو جز وجلد ثامن کے حیدر آباد سے چھپے ہیں۔

کتب تاریخ میں یہ واقعہ بھی نقل ہوا ہے کہ ایک بڑا نصرانی عالم، علماء اسلام سے مناظرے ومباحثے کیا کرتا تھا، دین اسلام سے خوب واقف تھا مگر مسلمان نہ ہوتا تھا، امام محمد نے جامع کبیر تصنیف کی تو اس کو پڑھ کر وہ مسلمان ہوگیا اور کہا کہ یہ تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب جب اس قدر علوم وکمالات کا مجموعہ ہے تو تمہارے بڑے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علوم کتنے اونچے ہوں گے یہ بھی کہا کہ اگر جامع کبیر کا مصنف نبوت کا دعویٰ کرتا اور کتاب کو معجزہ قرار دیتا تو کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور سب کو اسی پر ایمان لانا پڑتا، بعض نے یہی واقعہ اسلام لانے کا امام محمد کی کتاب مبسوط کے بارے میں بیان کیا ہے، غرض جامع کبیر کے بارے میں تو کوئی شک نہیں کہ وہ دقائق وحقائق سے بھری ہوئی ہے، اسی طرح جامع صغیر اس زمانہ میں بلکہ سینکڑوں سال تک داخل درس رہی ہے، سید الحفاظ امام رجال وحدیث ابن معین کے حالات میں نقل ہوا ہے کہ انہوں نے جامع صغیر امام محمد سے پڑھی اور سید الحفاظ یحییٰ القطان شیخ امام احمد (وعلی بن المدینی) نے جامع صغیر امام ابو یوسف سے پڑھی ہے۔

۴۳- امام علی بن مسہر قریشی کوفیؒ (م ۱۸۹ھ)

مشہور صاحب درایت وروایت جلیل القدر محدث وفقیہ اور امام صاحب کے ان اصحاب وتلامذہ میں سے تھے جو حدیث وفقہ کے جامع اور شریک تدوین فقہ تھے حدیث میں امام اعمش اور ہشام بن عروہ وغیرہ کے بھی تلمیذ ہیں آپ سے ہی سفیان ثوری نے امام ابو حنیفہ کا علم حاصل کیا اور ان کی کتابیں نقل کرائیں، مدت تک موصل کے قاضی رہے، اصحاب صحاح ستہ کے کبار شیوخ میں ہیں۔ (حدائق الحنفیہ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مسانید میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں (جامع مسانید امام الاعظم ص ۵۰۸)

۴۴- امام یوسف بن خالد سمتیؒ (م ۱۸۹ھ)

امام اعظم کے تلامذہ واصحاب میں مشہور عالم، فقیہ کامل ومحدث ثقہ تھے، تدوین فقہ میں شریک رہے، پہلے بصرہ کے مشہور فقہاء سے فقہ وحدیث حاصل کی، امام صاحب سے مسانید میں روایت کی ہیں، امام صاحب کی خدمت میں کوفہ حاضر ہوئے اور فقہ وحدیث کی تکمیل آپ سے کی نقل ہے کہ امام صاحب سے چالیس ہزار مسائل مشکلہ حل کئے، امام شافعی کے استاد ہیں، امام طحاوی نے لکھا کہ میں نے مزنی سے سنا انہوں نے امام شافعی سے نقل کیا کہ یوسف بن خالد خیار امت میں سے ہیں۔ (حدائق وجواہر)

جب یہ امام صاحب کی خدمت سے رخصت ہو کر اپنے وطن بصرہ واپس ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصیحت کی تھی کہ بصرہ میں ہمارے حاسد ومخالف بھی ہیں تم ممتاز مسند درس پر بیٹھ کر یہ نہ کہنے لگنا کہ ابوحنیفہ نے یہ کہا اور وہ کہا ورنہ وہ لوگ تمہیں ذلیل کر کے نکال دیں گے، لیکن اپنے کمال علم وفضل پر گھمنڈ کر کے انہوں نے امام صاحب کے فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا، چنانچہ لوگوں نے مخالفت کی، الزامات لگائے تہمتیں گھڑیں اور بدنام کر کے مسند درس سے ہٹا دیا، پھر ان ہی اتہامات کی بناء کر کے (اگر چہ وہ غلط تھے) بعض رجال والوں کو بھی آپ کے بارے میں کلام کرنے کا موقعہ ہاتھ آ گیا اور کچھ لوگ کثرت سے برائیاں سن کر غلط فہمی میں بھی مبتلا ہوئے ہوں گے کیونکہ امام شافعی کا ان کو اخیار میں سے قرار دینا اور مدح وتوثیق کرنا دوسروں کے مقابلے میں راجح ہے خصوصاً جب کہ یہ بھی معلوم ہے کے لوگوں نے ان کے خلاف محض تعصب وعناد کی وجہ سے پروپیگنڈا کیا ہے۔

ان کے بعد جب امام زفر بصرہ گئے ہیں تو انہوں نے بڑی حسن تدبر سے کام لیا اور امام صاحب کے علم وفضل وامامت کا سکہ ساکنین بصرہ کے قلوب پر بٹھا دیا جس کی تفصیل امام زفر کے حالات میں لکھی گئی ہے۔

۴۵- امام عبداللہ بن ادریس کوفیؒ ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ)

محدث، ثقہ، حجت، صاحب سنت وجماعت، کثیر الحدیث، اصحاب امام وشرکاء تدوین فقہ میں سے ہیں، امام اعظم، امام مالک، یحییٰ بن سعید انصاری، اعمش، ابن جریج، ثوری، شعبہ کے حدیث میں شاگرد ہیں، ابن مبارک اور امام احمد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، ابن معین نے فرمایا کہ عبداللہ ہر چیز میں ثقہ تھے، ابو حاتم نے کہا کہ حجت تھے، ان کی مرویہ احادیث سے استدلال صحیح ہے اور وہ امام تھے ائمہ مسلمین میں سے، امام نسائی وعجلی نے ثقہ کہا، ابن سعد نے ثقہ، مامون، کثیر الحدیث کہا، صحاح ستہ کے رواۃ ہیں، ان کی وفات کے وقت صاحبزادی رونے لگیں تو فرمایا مت روؤ میں نے اس گھر میں چار ہزار ختم قرآن مجید کے کئے ہیں۔ (جواہر وامانی الاحبار)

امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کیا کہ امام مالک نے بھی ان عبداللہ بن ادریس سے روایت کی ہے، محدث خوارزمی نے لکھا کہ اس طرح وہ امام مالک کے شیخ ہوئے اور امام مالک شیخ شیوخ بخاری ومسلم وامام شافعی واحمد ہیں، اس جلالت قدر کے ساتھ امام اعظم رضی اللہ عنہ، سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (جامع المسانید ص ۵۰۸ ج ۲)

۴۶- امام فضل بن موسیٰ السینانیؒ (ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ)

مشہور محدث فقیہ حضرت ابن مبارک کے ساتھیوں میں سے امام اعظم کے تلمیذ خاص وشریک تدوین فقہ ہیں، ابن مبارک کے برابر عمر وعلم میں سمجھے جاتے تھے، حدیث لیث، اعمش، عبداللہ بن ابی سعید بن ابی ہند وغیرہ سے بھی حاصل کی اور امام اعظم کے مسانید میں امام صاحب سے بہ کثرت روایت کی ہے، اسحٰق بن راہویہ، محمود بن غیلان، یحییٰ بن اکثم، علی بن حجر وغیرہ فن حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

ان کی کرامت کا مشہور قصہ ہے کہ ان کی علمی شہرت کی وجہ سے کثرت سے شاگرد جمع ہوئے تو دوسروں کو ان پر حسد ہو گیا اور بد خواہوں نے کسی عورت کو بہکا کر ان پر تہمت رکھوادی، وہ اس بات سے ناراض ہو کر سیستان سے چلے گئے اور اس علاقہ میں قحط سالی ہو گئی لوگ نادم و پریشان ہو کر ان کے پاس گئے اور واپس آنے کی درخواست کی، انہوں نے کہا پہلے اپنے جھوٹ کا اقرار کرو جب اقرار کر لیا تو فرمایا کہ میں جھوٹوں کے ساتھ رہنے سے معذور ہوں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ)

۴۷-امام علی بن ظبیانؒ (متوفی ۱۹۲ھ)

محدث، فقیہ، عالم و عارف، صاحب ورع، وتقویٰ، امام اعظمؒ کے تلمیذ و شریک تدوین فقہ تھے، ابتداء میں مشرقی بغداد کے قاضی رہے پھر ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ ہو گئے تھے، ہمیشہ بوریے پر بیٹھ کر فیصلے دیتے تھے، آپ سے کہا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے قضاۃ مسند پر بیٹھتے تھے، فرمایا "مجھے شرم آتی ہے کہ میرے سامنے دو مسلمان بھائی تو بوریے پر بیٹھیں اور میں مسند پر بیٹھ کر اجلاس کروں"۔

ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی اور حاکم نے مستدرک میں بھی روایت کی اور صدوق کہا، امام صاحب کے ان بارہ اصحاب میں سے تھے جن کی صلاحیت قضا کی طرف امام صاحب نے اشارہ فرمایا تھا، یعنی ابو یوسف وغیرہ کے طبقہ میں تھے۔ (جواہر و حدائق)

۴۸-امام حفص بن غیاثؒ (م ۱۹۴ھ)

مشہور و معروف عالم، محدث، ثقہ، فقیہ، زاہد و عابد، امام اعظم کے ممتاز کبار اصحاب و شرکاء تدوین فقہ تھے، امام اعظم سے مسانید امام میں بہ کثرت احادیث روایت کی ہیں۔ (جامع المسانید ص ۴۳۰ ج ۲)

امام صاحب نے جن اصحاب کو وجہ سرور اور دافع غم فرمایا تھا یہ بھی ان میں سے ہیں، امام صاحب سے فقہ میں بھی تخصص کا درجہ حاصل کیا اور حدیث امام ابو یوسف، ثوری، اعمش، ابن جریج، اسماعیل بن ابی خالد، عاصم احول، ہشام بن عروہ وغیرہ سے بھی حاصل کی، آپ کے تلامذہ یہ ہیں، عمرو بن حفص، امام احمد، ابن معین، علی بن المدینی، ابن معتق، یحییٰ القطان وغیرہ۔

اصحاب صحاح ستہ نے بھی آپ سے تخریج کی، ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں تیرہ ۱۳ سال اور بغداد میں دو سال تک دارالقضا کے متولی رہے، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ (حدائق)

۴۹-امام وکیع بن الجراحؒ (م ۱۹۷ھ) عمر ۷۰ سال

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اس طرح لکھا الامام الحافظ الثبت، محدث العراق، احد الائمۃ الاعلام، وکیع بن الجراح اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ و رواۃ میں ہیں، فقہ و حدیث کے امام، عابد، زاہد، اکابر تبع تابعین سے، امام شافعی و امام احمد کے شیخ، ابو سفیان کنیت تھی، امام اعظم سے فقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا اور حدیث امام صاحب، امام ابو یوسف، امام زفر، ابن جریج، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، اعمش وغیرہ سے حاصل کی، حضرت عبداللہ بن مبارک، امام احمد ابن معین، علی بن مدینی، ابن راہویہ، احمد بن منیع، یحییٰ بن اکثم وغیرہ کبار محدثین آپ کے تلامذہ حدیث ہیں۔

یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ میں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا ہمیشہ روزہ رکھتے، ہر رات ختم قرآن مجید کرتے، کم از کم ایک ثلث سونے سے پہلے پڑھ لیتے باقی اخیر شب میں پڑھتے ابن معین کہتے تھے کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، کسی نے کہا کیا ابن مبارک کو بھی نہیں؟ کہا بے شک ان کو فضل ہے لیکن میں نے وکیع سے افضل کوئی نہیں دیکھا، امام احمد کو ان کی شاگردی پر فخر تھا جب ان سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے کہ یہ حدیث مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی ہے کہ تمہاری آنکھوں نے اس کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔

امام صاحب کی خدمت میں بہت رہے اور بہت بڑا حصہ علم کا ان سے حاصل کیا، شرکاء تدوین فقہ میں ہیں، امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیتے اور یحییٰ القطان آپ کے اور امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، امام اعظم سے مسانید امام میں روایت کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ و حدائق الحنفیہ)

۵۰- امام ہشام بن یوسفؒ (م ۱۹۷ھ)

محدث، فیہ، امام صاحب کے تلمیذ خاص اور اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، امام صاحب سے مسانید الامام میں روایت کرتے ہیں، بخاری شریف اور سنن اربعہ میں آپ سے تخریج کی گئی ہے آپ نے معمر، ابن جریج، قاسم بن فیاض، ثوری، عبداللہ بن بحیر بن ریسان وغیرہ سے بھی روایت کی اور آپ سے امام شافعی، علی بن مدینی، ابن معین، اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے بھی روایت کی، محدث عبدالرزاق (صاحب مصنف مشہور) کا قول ہے کہ اگر تم سے قاضی یعنی ہشام بن یوسف حدیث بیان کریں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی اور سے روایت نہ کرو، ابو حاتم نے آپ کو ثقہ متقن کہا، عجلی نے ثقہ کہا، ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں ذکر کیا، امام احمد نے فرمایا کہ عبدالرزاق کا علم ہشام سے زیادہ اوسع ہے اور ہشام ان سے منصف میں زیادہ ہیں، حاکم نے ثقہ مامون کہا، خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ ثقہ ہیں ان سے تمام ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تہذیب التہذیب ص ۵۸ ج ۱۱ و جامع المسانید)

۵۱- امام نقد رجال یحییٰ بن سعید القطان البصری (م ۱۹۸ھ عمر ۷۸ سال)

حافظ ذہبی نے الامام العلم، سید الحفاظ کے لقب سے ذکر کیا، ابو سعید کنیت تھی، حدیث کے امام حافظ، ثقہ، متقن، قدوہ تھے، امام مالک سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم فی الحدیث) اور شعبہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ سے امام احمد، ابن المدینی اور ابن معین وغیرہ نے روایت کی، ان کے درس حدیث کا وقت عصر سے مغرب تک تھا، نماز عصر کے بعد منارۂ مسجد سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے اور سامنے امام احمد، ابن مدینی (شیخ اکبر امام بخاری) عمرو بن خالد، شاذ کونی اور یحییٰ بن معین کھڑے ہو کر حدیث کا درس لیتے تھے، مغرب تک نہ وہ کسی سے بیٹھنے کے لئے فرماتے نہ ان کے رعب و عظمت کے سبب خود ان میں سے کسی کو بیٹھنے کی جرأت ہوتی۔

اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، امام اعظم کے حدیث و فقہ میں شاگرد اور تدوین فقہ کی مجلس کے رکن رکین تھے، تاریخ خطیب میں ابن معین کے حوالہ سے نقل ہے کہ یحییٰ القطان خود فرماتے تھے "واللہ! ہم امام صاحب کی خدمت میں بیٹھے ان سے حدیث سنی اور واللہ! جب بھی میں ان کے چہرۂ مبارک کی طرف نظر کرتا تو مجھے یقین سے معلوم ہوتا کہ وہ خدائے عز و جل سے ڈرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا کہ ہم نے امام صاحب کے اکثر اقوال لیے ہیں اور امام صاحب ہی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، بیس سال تک روزانہ ایک ختم قرآن مجید کا کرتے تھے اور چالیس سال تک ظہر کے وقت مسجد سے زوال فوت نہیں ہوا، یعنی ہمیشہ زوال سے قبل مسجد میں پہنچ جاتے تھے اور کسی نماز کے وقت جماعت مسجد سے تخلف نہ کرتے تھے کہ دوسری مساجد میں جماعت کی تلاش کرتے۔

فن رجال کے بہت بڑے عالم تھے، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھا کہ فن رجال میں سب سے پہلے انہوں نے لکھا پھر ان کے تلامذہ یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، امام احمد، عمرو بن الفلاس، ابو خیثمہ وغیرہ نے اس فن میں لکھا پھر ان کے تلامذہ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے، امام احمد کے قول ہے کہ میں نے یحییٰ القطان کا مثل نہیں دیکھا، رواۃ کی تنقید میں اس قدر کمال تھا کہ ائمہ حدیث کا قول تھا جس کو یحییٰ القطان چھوڑ دیں گے اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔

باوجود اس فضل و کمال کے خود امام اعظم کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے (فتح المغیث، جواہر مضیہ، تہذیب "ترجمہ امام صاحب و ترجمہ

یحیٰ القطان' میزان الاعتدال) معلوم ہوا کہ سید الحفاظ یحیٰ القطان کے زمانہ میں اور آپ کے تلامذہ کے دور میں بھی امام صاحب واصحاب امام کے بارے میں کوئی کلام نہ تھا اور بڑے بڑے محدثین وناقدین فن رجال بھی ان کا اتباع کرتے اور ان کے اقوال پر فتویٰ دیتے تھے، بعد کو ان کے تلامذہ کے تلامذہ امام بخاری وغیرہ کے دور میں امام صاحب کے صحیح حالات و مذہب سے ناواقفیت اور غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے امام صاحب اور آپ کے بہترین مذہب سے بدگمانیاں شروع ہوئیں، ان باتوں کے جو برے اثرات خود فن حدیث وفقہ کی عظمت ومقبولیت پر پڑے ان کی طرف اشارہ ہم ابتداء میں کر آئے ہیں۔

۵۲-امام شعیب بن اسحٰق دمشقیؒ (م ۱۹۸ عمر ۲۷ سال)

امام اعظم کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے پایہ کے محدث وفقیہ تھے، آپ امام اوزاعی، امام شافعی اور ولید بن مسلم کے طبقہ میں تھے، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد ونسائی اور ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔ (حدائق)

امام نسائی نے آپ کو امام اعظم کے ثقہ، اصحاب میں شمار کیا، علامہ ابن حزم نے فقہاء شام میں طبقہ امام اوزاعی وغیرہ میں ذکر کیا، امام اعظم، ہشام بن عروہ، اوزاعی، ابن جریج وغیرہ سے حدیث حاصل کی، لیث بن سعد وغیرہ نے آپ سے روایت کی، مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت حدیث کرنے والوں میں ہیں۔

۵۳-امام ابوعمرو حفظ بن عبدالرحمٰن بلخی (م ۱۹۹ھ)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں محدث، صدوق، تمام خرسانی تلامذہ امام میں سے افقہ اور شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، اسرائیل حجاج بن ارطاۃ اور ثوری وغیرہ سے روایت کی، نیساپور کے قاضی ہوئے لیکن پھر نادم ہو کر قضاء کو چھوڑ دیا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے، ابوداؤد ونسائی نے آپ سے تخریج کی ہے۔

ابوحاتم ونسائی نے آپ کو صدوق کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، حضرت عبداللہ بن مبارک جب نیساپور میں مقیم ہوتے تو آپ کی زیارت وملاقات ان کے معمولات کا جزو ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق الحنفیہ)

۵۴-امام ابومطیع حکیم بن عبداللہ بن سلمہ بلخیؒ (م ۱۹۹ھ)

علامۂ کبیر اور محدث وفقیہ شہیر تھے، امام صاحب کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، امام صاحب سے 'فقہ اکبر' کے راوی بھی ہیں، حدیث امام صاحب، امام مالک، ابن عون اور ہشام بن حسان وغیرہ سے روایت کی اور آپ سے احمد بن منیع، خلاد بن اسلم وغیرہ نے روایت کی، حضرت عبداللہ بن مبارک آپ کے علم وفضل اور تدین کی وجہ سے بہت عظمت ومحبت کرتے تھے، مدت تک بلخ کے قاضی رہے، امر بالمعروف اور نہی منکر کا بہت زیادہ اہتمام رکھتے تھے کئی بار بغداد آئے اور درس حدیث دیا۔

محدث ابن رزین (تلمیذ ابی مطیع) کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ بغداد پہنچا تو امام ابویوسف نے ان کا استقبال کیا، گھوڑے سے اتر گئے اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مسجد میں داخل ہوئے وہاں بیٹھ کر علمی مسائل پر گفتگو وبحث کی، حضرت عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ابومطیع بلخی کا احسان تمام دنیا والوں پر ہے۔

بظاہر اس کا اشارہ تدوین فقہ کے سلسلہ میں ان کی گرانقدر آراء ومعلومات فقہی حدیثی کی طرف ہوگا اسی لئے تو امام ابویوسف جیسے اول درجہ کے حنفی فقیہ بھی ان کی تعظیم کرتے اور ان کی رائے وعلم سے مستفید ہوتے تھے، افسوس ہے کہ ان چالیس فقہاء شرکاء تدوین فقہ کے الگ

الگ علمی امتیازات کی تفصیلات ابھی تک دستیاب نہ ہوسکیں جو تاریخ فقہ وحدیث کا اہم ترین باب ہے۔ رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ (جامع المسانید، جواہر مضیۂ وحدائق حنفیہ)

۵۵-امام خالد بن سلیمان بلخی (م ۱۹۹ھ عمر ۸۴ سال)

محدث وفقیہ امام اعظم کے تلامذہ میں سے اہل بلخ کے امام اور شرکاء مجلس تدوین فقہ میں تھے نیز امام صاحب نے ان میں افتاء کی صلاحیت دیکھ کر فتویٰ نویسی میں ان کو متخصص بنایا تھا، محمد بن طلحہ شیخ بخاری کے استاد ہیں، لہذا امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید، جواہر وحدائق)

۵۶-امام عبدالمجید بن عبدالرحمٰن الکوفی فی الحمانی (م ۲۰۲ھ)

محدث جلیل القدر، فقیہ عالی مرتبت امام اعظمؒ کے اصحاب وتلامذہ حدیث وفقہ میں سے اور شریک تدوین فقہ تھے، امام صاحب کے علاوہ امام اعمش اور ثوری سے بھی حدیث پڑھی، امام اعظم سے جامع المسانید میں ان کی روایات ہیں (جواہر مضیہ وجامع المسانید ص ۵۰۹ ج ۲)

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے رجال میں ہیں، ابن معین نے ثقہ کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، ابن عدی نے کہا کہ ان سے اور ان کے بیٹے سے حدیث لکھی جاتی ہے۔ (تہذیب)

آپ کے صاحبزادے حافظ کبیر امام یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی الکوفی صاحب المسند ہیں (م ۲۲۸ھ) ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں سید الحفاظ ابن معین سے سوال کیا تو فرمایا ان کے بارے میں کیا بات ہے کیوں پوچھتے ہو، پھر اچھی رائے ظاہر کی اور فرمایا کہ اپنی مسند کی چار ہزار احادیث بے تکلف مع سندوں کے زبانی پڑھتے چلے جاتے تھے اور تین ہزار احادیث شریک سے روایت کی ہوئی سنا دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۵۷-امام حسن بن زیاد لولوئیؒ (م ۲۰۴ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ واصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے بیدار مغز فقیہ ودانشمند اور محدث تھے، یحییٰ بن آدم کا قول ہے کہ میں نے آپ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے امام محمد سے بھی زیادہ فقیہ کہا ہے، سنت رسول ﷺ کے بڑے عامل تھے، حدیث میں ہے کہ "اپنے غلاموں کو بھی اپنا جیسا پہناؤ" تو امام حسن ہمیشہ اپنے غلاموں کو بھی بالکل اپنے ہی جیسے کپڑے پہناتے تھے، امام ابویوسف اور امام زفر سے فقہی مسائل میں رجوع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابویوسف امام زفر سے زیادہ طالبین کے حق میں باحوصلہ ہیں۔

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ امام حسن بن زیادہ فرماتے تھے کہ میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار احادیث لکھیں ان سب کی مراد سمجھنے میں فقہاء کی ضرورت ہے، سمعانی نے کہا کہ حسن امام ابوحنیفہ کی حدیثی روایات کے بڑے عالم اور خوش خلق تھے، شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ حسن فن سوال وتفریع مسائل میں سب کے پیشرو تھے، جامع المسانید امام اعظم کی ساتویں مسند ان ہی کی تالیف ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ حسن مولیٰ انصار اور امام ابوحنیفہ سے روایت حدیث کرنے والے ہیں، خطیب نے لکھا کہ حفص بن غیاث کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی تو ان کی جگہ حسن بن زیادہ قاضی بنائے گئے، لیکن قضاء ان کے موافق نہ آئی امام داؤد طائی نے ان کو کہلا کر بھیجا "تمہارا بھلا ہو! قضاء موافق نہ آئی، مجھے امید ہے کہ خدا نے اس سے ناموافقت سے تمہارے لئے بڑی خیر کا ارادہ کیا ہے، مناسب ہے کہ اس سے استعفیٰ دیدو" چنانچہ آپ نے استعفاء دے دیا اور راحت پائی۔

اس ناموافقت کی تفصیل بھی عجیب ہے، سمعانی نے لکھا ہے کہ جب قضاء کے لئے بیٹھے تو خدا کی شان، اپنا سارا علم بھول جاتے حتیٰ

کہ اپنے اصحاب سے مسئلہ پوچھ کر حکم دیتے اور جب اجلاس سے اٹھتے تو تمام علوم مستحضر ہوجاتے، چالیس سال تک افتاء کا کام کیا، ایک دفعہ کسی مسئلہ میں غلطی ہوگئی، مستفتی کے واپس ہوجانے کے بعد احساس ہوا تو سخت پریشان ہوئے کیونکہ اس سے واقف نہ تھے، بالآخر منادی کرائی کہ فلاں روز فلاں مسئلہ میں غلطی ہوئی تا کہ وہ شخص آ کر صحیح مسئلہ سمجھ لے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، جامع المسانید وحدائق)

۵۸-امام ابوعاصم النبیل ضحاک بن مخلد بصری (م ۲۱۲ھ عمر ۹۰ سال)

امام اعظم کے تلامذہ واصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے محدث ثقہ، فاضل معتمد، فقیہ کامل تھے، امام شعبہ، ابن جریج، ثوری اور جعفر بن محمد وغیرہ سے روایت کی، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، لقب نبیل مشہور ہوا جس کی متعدد وجوہ جواہر مضیئہ وغیرہ میں لکھی ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو حافظ حدیث اور شیخ الاسلام کے لقب سے ذکر کیا اور احد الاثبات کہا اور یہ بھی لکھا کہ ان کے ثقہ ہونے پر سب کا اجماع واتفاق ہے، عمر بن شبہ نے کہا واللہ! میں نے ان جیسا نہیں دیکھا، امام بخاری نے کہا کہ میں نے امام ابوعاصم سے سنا فرماتے تھے' جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے' کبھی کسی کی غیبت نہیں کی' ابن سعد نے کہا کہ آپ فقیہ ثقہ تھے۔ (جواہر مضیئہ)

مسانید امام اعظم میں آپ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت حدیث کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۵۹-امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (متوفی ۲۱۵ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے جلیل القدر امام حافظ حدیث وفقیہ تھے، خطیب نے لکھا کہ آپ سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی اور خلاصہ میں ہے کہ امام بخاری، ابن معین، ابن مثنی اور ابن بشار نے آپ سے روایت کی، امام بخاری کے کبار شیوخ میں تھے اکثر ثلاثیات ان ہی سے روایت کی ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ سے مسانید میں آپ نے کثرت سے روایت کی ہے، امام بخاریؒ نے لکھا کہ مکی بن ابراہیم نے بہز بن حکیم، عبداللہ ابن سعید بن ابی ہند اور ہشام بن حسان سے حدیث سنی۔ (جامع المسانید) امام اعظم سے حدیث سننے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مسانید کے رواۃ میں سے ہیں، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، رحمہم اللہ کلہم اجمعین رحمۃ واسعۃ الی ابدالآباد، آمین۔

۶۰-امام حماد بن دلیل قاضی المدائنؒ

امام وفقیہ، محدث، صدوق تھے، امام اعظم کے ان بارہ اصحاب میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ قضاء کی صلاحیت رکھتے ہیں اور تقریباً سب ہی قضاء کے اعلیٰ عہدوں پر فائز بھی ہوئے جوان حماد کے علاوہ یہ ہیں۔

قاضی ابویوسف، قاضی اسد بن عمرو البجلی، قاضی حسن بن زیاد، قاضی نوح بن ابی مریم، قاضی نوح بن دراج، قاضی عافیہ، قاضی علی بن ظبیان، قاضی علی بن حرملہ، قاضی قاسم بن معن، قاضی یحییٰ بن ابی زائدہ۔

آپ کی کنیت ابوزید تھی صغار تبع تابعین میں سے تھے حدیث میں امام اعظم، سفیان ثوری اور حسن بن عمارہ وغیرہ کی شاگردی کی فقہ میں تخصص امام صاحب کی وجہ سے حاصل ہوا، جب کوئی شخص حضرت فضیل بن عیاض سے مسئلہ پوچھتا تو وہ فرماتے کہ ابوزیدؒ سے دریافت کرو، محدث احمد بن ابی الحوار، اسحٰق بن عیسی الطباع اور اسد بن موسی وغیرہ نے ان سے روایت حدیث کی۔

ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا، مزی نے تہذیب میں امام یحییٰ سے بھی توثیق ذکر کی، امام ابوداؤد نے فرمایا کہ ان سے روایت درست ہے اور اپنی سنن میں ان سے روایت بھی کی، محمد بن عبداللہ موصلی نے بھی ان کو ثقات میں گنایا، ایک مدت تک مدائن کے قاضی رہے،

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔(جواہر مضیہ و حدائق حنفیہ)

امام اعظم کے ۱۶شیوخ کبار کے بعد امام صاحب کا تذکرہ ہوا پھر باقی تین ائمہ متبوعین کا تذکرہ ہوا، ان کے بعد امام صاحب کے ۴۰شرکاء تدوین فقہ کے حالات مذکور ہوئے اور اب دوسرے محدثین کے ضروری علمی حالات درج ہو رہے ہیں، ترتیب "وفیات" کے لحاظ سے رکھی گئی ہے۔

۶۱-امام سعد بن ابراہیم زہریؒ (م ۱۳۵ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے، مجمع علیہ ثقہ، صدوق، کثیر الحدیث تھے، البتہ امام مالک ان سے ناخوش تھے اور روایت بھی نہ کرتے تھے اس لئے کہ انہوں نے امام مالک کے نسب سے کچھ کلام کیا تھا، امام احمد سے کہا گیا کہ امام مالک ان سے روایت نہیں کرتے تو فرمایا "اس بات کی طرف کون التفات کر سکتا ہے جب کہ وہ ثقہ، رجل صالح تھے، محدث معیطی نے ابن معین سے کہا کہ امام مالک سعد میں کلام کرتے ہیں جو سادات قریش سے تھے اور ثور وداؤد بن الحصین سے روایت کرتے ہیں جو خارجی خبیث تھے، یحییٰ سے کہا گیا کہ لوگ سعد میں کلام کرتے ہیں کہ وہ قدری تھے اور امام مالک نے ان سے روایت نہیں کی تو فرمایا کہ غلط ہے وہ قدری نہیں تھے اور امام مالک نے ترک روایت بوجہ نسب مالک میں کلام کرنے کے کیا ہے، حالانکہ وہ ثبت ہیں کوئی شک اس میں نہیں ہے۔(تہذیب ص ۴۶۳ ج ۳)

جس طرح حضرت سعد کی طرف سے امام احمد اور یحییٰ وغیرہ نے دفاع کیا اور امام مالک جیسے جلیل القدر مسلم امام کی تنقید بھی بے تکلف رد کر دی گئی کیا اسی طرح امام اعظم و اصحاب کے بارے میں بے تحقیق و متعصبانہ اقوال کا رد اور ان حضرات کی طرف سے دفاع ضروری نہیں تھا؟ تھا اور ضرور تھا اور اسی لئے ہر مذہب کے ائمہ کبار نے اس ضرورت کا احساس کیا، جزاہم اللہ خیر الجزاء و رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ۔

صلت بن الحجاج الکوفیؒ (م ــــ ھ)

عطاء بن ابی رباح، یحییٰ کندی، حکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایت کی، ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ ایک جماعت تابعین سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے اہل کوفہ نے روایت کی ہے، بخاری میں تعلیقاً آپ سے روایت ہے۔(تہذیب ص ۴۳۳ ج ۴)

محدث خوارزمی نے لکھا کہ امام بخاری نے ذکر کیا کہ آپ نے یحییٰ الکندی سے روایت کی اور آپ سے یحییٰ القطان نے روایت کی، پھر لکھا کہ امام اعظم سے بھی مسانید میں روایت حدیث کی ہے۔(جامع المسانید) رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱/۶۳-امام ابراہیم بن میمون الصائغ ابواسحٰق الخراسانی (م ۱۳۱ھ)

مشہور محدث، زاہد و عابد و متورع تھے، امام اعظم، عطا بن ابی رباح، ابواسحاق، ابوالزبیر اور نافع سے حدیث روایت کی اور ان سے داؤد بن ابی الفرات، حسان بن ابراہیم کرمانی اور ابوحمزہ نے روایت کی، ابومسلم خراسانی کو دو بدو سرزنش کی اور بے خوف کلمہ حق کہا جس کی پاداش میں اس نے شہید کرا دیا۔

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے امام صاحب کو ان کے شہید ہونے کی خبر ملی تو سخت غمگین ہوئے اور بہت روئے حتیٰ کہ ہم لوگوں کو خوف ہوا کہ اس صدمہ سے آپ کی وفات ہو جائے گی، میں نے تنہائی میں سوال کیا تو فرمایا کہ یہ شخص بہت سمجھدار عاقل تھا مگر اس کے انجام سے پہلے ہی ڈرتا تھا، میں نے عرض کیا! کیا صورت ہوئی تو فرمایا کہ میرے پاس آتے تھے علمی سوالات حل کرتے تھے خدا کی اطاعت میں بڑے اولوالعزم تھے اور بڑے ہی متورع تھے میں ان کو کھانے کے لئے کچھ پیش کرتا تو اس کے بارے میں بھی مجھ سے بھی تحقیق کرتے اور بہت کم کبھی کھاتے تھے، مجھ سے امر بالمعروف و نہی منکر کے بارے میں بھی پوچھتے تھے پھر ہم دونوں نے متفق ہو کر طے کیا کہ یہ خدا کا ایک فریضہ ہے،

انہوں نے کہا کہ لایئے! میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، میں نے کہا کہ ایک آدمی کے کرنے کا یہ کام نہیں ہے اس کی جان جائیگی اور اصلاح کچھ بھی نہ ہوگی، ہاں اگر کچھ اعوان و انصار نیک لوگوں میں سے میسر ہو جائیں اور ایک شخص سردار ہو جائے جس کے دین پر اطمینان ہو تو ضرور نفع کی توقع ہے، لیکن وہ برابر جب آتے مجھ پر زور ڈالتے اور سخت تقاضہ کرتے کہ ایسا ضرور ہو جانا چاہئے، میں سمجھاتا کہ یہ کام ایک کے بس کا نہیں، انبیاء علیہم السلام بھی جب تک ان کے ساتھ آسمانی نصرت کا وعدہ نہیں ہو گیا اس کا تحمل نہ فرما سکے، یہ وہ فریضہ نہیں ہے کہ اس کو ایک شخص پورا کردے ورنہ وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔

پھر وہ مرو گئے اور ابو مسلم خراسانی کو سخت باتیں برملا کہیں، اس نے پکڑ لیا اور قتل کرنا چاہا مگر خراسان کے سارے فقہاء و عباد جمع ہو گئے اور ان کو چھڑوالیا، اسی طرح دوسری و تیسری مرتبہ بھی ابو مسلم کو ڈانتے رہے اور کہا کہ تیرے مقابلہ میں جہاد سے زیادہ کوئی نیکی میرے لئے نہیں ہے لیکن میرے پاس کوئی مادی طاقت نہیں، اس لئے زبان سے ضرور جہاد کروں گا، خدا مجھے دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے صرف خدا کے لئے بغض رکھتا ہوں، ابو مسلم نے قتل کرادیا۔

ابوداؤد ونسائی اور بخاری نے تعلیقاً ان سے روایت کی، علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ بخاری و مسلم کے شیخ الشیوخ تھے، امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ و مسانید)

۲/۶۳- شیخ ابوبکر بن ابی تیمیہ السختیانی (م ۱۳۱ھ)

حضرت انسؓ کو دیکھا، کبار تابعین سے استفادہ کیا، سید الفقہاء نہایت متبع سنت اور سید شباب اہل بصرہ تھے، (شروح البخاری ص ۱۳۸ ج ۱) زہاد کبار تابعین میں سے تھے، امام اعظم کے استاذ حدیث تھے (جامع المسانید ص ۳۸۳ ج ۲ و فتح الملہم ص ۲۱۶ ج ۱)

۶۴- امام ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن المدنی المعروف بربیعۃ الرائیؒ (م ۱۳۶ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے جلیل القدر امام حدیث، امام احمد، عجلی، ابو حاتم، نسائی نے ثقہ کہا، یعقوب بن شیبہ نے ثقہ، ثبت اور مفتی مدینہ کہا، مصعب زبیری نے کہا کہ بعض صحابہ اور اکابر تابعین کو پایا، مدینہ میں صاحب فتویٰ تھے بڑے بڑے شیوخ اہل علم آپ کے پاس استفادہ کے لئے بیٹھتے تھے۔

آپ سے امام مالک نے بھی علم حاصل کیا، سوار قاضی کا قول ہے کہ میں نے ان سے زیادہ عالم نہیں دیکھا نہ حسن کو نہ ابن سیرین کو ماجشون نے کہا کہ ان سے زیادہ سنت کا حافظ میں نے نہیں دیکھا۔

عبیداللہ بن عمر نے فرمایا کہ وہ ہمارے مشکلات مسائل حل کرنے والے اور ہم سب سے زیادہ علم و فضل والے تھے، تعارض احادیث کے وقت آثار صحابہ سے ایک جہت کو ترجیح دیتے اور آثار صحابہ کے تعارض کے موقعہ پر قیاس سے ترجیح دیتے تھے اس لئے "ربیعۃ الرائی" کے نام سے مشہور ہوئے اور یہ ان کو بطور مدح کے کہا جاتا تھا۔

بعینہ یہی طریقہ امام اعظم کا بھی تھا مگر مخالفوں نے آپ کو مطعون کیا، حاسدوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اصحاب رائے بطور طنز کہا حالانکہ اخذ قیاس بمقابلہ حدیث اور ترجیح بعض احادیث و آثار ذریعہ قیاس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

"الاثمار الجنیہ فی طبقات الحنفیہ (قلمی نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ) میں ہے کہ یہ ربیعہ امام صاحب کے اصحاب میں سے تھے اور امام صاحب سے مسائل میں بحث و مباحثہ کر کے استفادہ کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۶۵- امام عبداللہ بن شبرمۃ ابو شبرمۃ الکوفیؒ (م ۱۴۴ھ)

اکابر و اعلام میں سے تھے، قاضی کوفہ رہے، حضرت انسؓ، ابو الطفیل، شعبی اور ابو زرعہ وغیرہ سے روایت کی، آپ سے دونوں سفیان،

شعبہ اور ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی، عجلی نے کہا کہ فقیہ، عاقل، عفیف، ثقہ، شاعر، حسن الخلق اور سخی تھے، امام اعظم ابوحنیفہؒ سے استفادہ کرتے تھے (جواہر مضیئہ ص ۲۴۷ ج ۲)

نقل ہے کے قضاء کو قبول نہ کرنے پر امام صاحب پر مظالم ہوئے تو ابن ابی لیلیٰ نے شماتت کا اظہار کیا، ابن شبرمہ کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور فرمایا کہ معلوم نہیں یہ شخص ایسی بات کیوں کہتا ہے، ہم تو دنیا کے طلب کرنے میں ہیں اور ان کے (امام صاحب) کے سر پر کوڑے لگتے ہیں کہ کسی طرح دنیا کو قبول کرلیں تب بھی قبول نہیں کرتے۔ (جواہر ص ۵۰۵ ج ۲)

۶۶-حافظ حدیث، حجۃ، امام ہشام بن عروۃ بن الزبیر بن العوام الاسدی المدنی (۱۴۶ھ عمر ۸۰ سال)

مشہور محدث وفقیہ، راوی صحاح ستہ علماء نے ثقہ، ثبت، کثیر الحدیث، حجت، امام حدیث لکھا، امام صاحب نے مسانید میں آپ سے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور متقن، ورع، فاضل حافظ کہا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (امانی الاحبار)

۶۷-امام جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین (م ۱۴۸ھ)

کنیت ابوعبداللہ، لقب صادق تابعین وسادات اہل بیت نبوت سے، مشہور ومعروف، امام عالی مقام، حدیث اپنے والد ماجد وغیرہ سے سنی اور آپ سے بھی ائمہ اعلام نے سماع حدیث کی سعادت حاصل کی جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریج، شعبہ، امام مالک، ثوری، ابن عیینہ اور امام ابوحنیفہ نے۔ ولادت ۸۰ھ (اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ)

ابتداء میں امام اعظم صاحب سے بدظن رہے پھر امام صاحب نے بالمشافہ تمام اعتراضات کے جوابات دیئے تو بہت مطمئن اور خوش ہوئے اور اٹھ کر امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس کے بعد ہمیشہ امام صاحب کے علم وفضل کی مدح فرماتے رہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، امام بخاری نے وفات ۱۴۰ھ میں نقل کی، رجال مشکوٰۃ میں ہیں اور امام اعظم نے مسانید میں ان سے روایت حدیث کی، تمام اکابر سلف نے ان کو ثقہ لکھا ہے، بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے بخاری نے روایت نہیں کی تو امام صاحب کی اس سے کسر شان نہیں ہوسکتی، جس طرح بخاری نے امام جعفر سے روایت نہیں کی، حالانکہ ان کی جلالت قدر اور ثبت وثقہ ہونے سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ واللہ اعلم

۶۸-امام زکریا بن ابی زائدہ خالد بن میمون بن فیروز الہمدانی کوفیؒ (م ۱۴۹ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے محدث وفقیہ، ثقہ، صالح، کثیر الحدیث تھے، کوفہ کے قاضی رہے۔ امانی الاحبار) علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود شیوخ شیخین میں سے ہونے کے امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں۔

۶۹-عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکیؒ (م ۱۵۰ھ)

حدیث طاؤس، مجاہد وعطاء سے سنی اور آپ سے ثوری، قطان، یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ نے روایت کی، رواۃ صحاح ستہ میں ہیں، رومی الاصل تھے۔ (تاریخ بخاری)

علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ یہ امام ائمۃ الحدیث اور شیخ اکبر شیوخ بخاری ومسلم ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ سے مسانید امام میں روایات حدیث کی ہیں، امام شافعی کے بھی شیخ الشیوخ ہیں اور امام شافعی نے اپنی مسند میں بواسطہ مسلم بن عبدالحمید ان ہی ابن جریج سے مسح علی الخفین کی حدیث مغیرہ بن شعبہ روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید ۵۱۱ ج ۲)

۷۰-(صاحب مغازی) محمد بن اسحٰق بن یسار ابوبکر المطلبیؒ (م ۱۵۱ھ)

سواء امام بخاری کے باقی اصحاب صحاح نے ان سے روایت کی ہے، البتہ بخاری نے رسالہ جزء القراءۃ میں روایت کی ہے، آپ نے حضرت انس بن مالک صحابی کو دیکھا ہے، صاحب مغازی مشہور ہوئے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے، لیکن حدیث میں غیر متقن کہا اور ان کی حدیث کو مرتبۂ صحت سے نازل قرار دیا، یحییٰ بن معین نے کہا کہ ثقہ ہیں مگر حجت نہیں، علی بن مدینی نے کہا کہ ان کی صحت میرے نزدیک صحیح ہے، نسائی نے ضعیف کہا، دار قطنی نے لا یحتج بہ کہا، امام مالک ان سے ناخوش ہیں اس لئے **دجال من الدجاجلہ** کہا، علی بن مدینی سے کہا گیا کہ امام مالک ایسا کہتے ہیں تو کہا کہ امام مالک ان کے ساتھ نہیں بیٹھے اور ان کو نہیں پہچانتے، شعبہ، عجلی، ابوزرعہ اور ابن مبارک نے بھی توثیق کی، یہاں سے علی بن مدینی کا جواب مذکور یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ امام اعظمؒ اور ان کے بہت سے اصحاب پر بھی ریمارک کرنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان کے ساتھ مجالست نہیں کی اور نہ ان کو پہچانا، **والناس اعداء ماجھلوا**، محمد بن اسحٰق نے امام صاحب سے بھی حدیث سنی اور مسانید امام میں ان کی روایات موجود ہیں۔

۷۱-شیخ ابو النصر سعید بن ابی عروبہؒ (م ۱۵۶ھ)

معانی الآثار اور صحاح ستہ کے رواۃ میں سے مشہور محدث ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ سعید لکھتے نہیں تھے ان کا سارا علم سینہ میں محفوظ تھا، ابن معین، نسائی، ابوزرعہ نے ثقہ کہا، ابوعوانہ نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہ تھا، ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث کہا، آخر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، اس لئے بعد اختلاط کی روایات غیر معتمد قرار پائیں یہ بھی کہا گیا کہ قدری عقیدہ رکھتے تھے، واللہ اعلم، امام اعظم سے بھی مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید و امانی الاحبار) ابن سیرین اور قتادہ سے بھی حدیث میں تلمذ ہے۔

۷۲-امام ابو عمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد اوزاعی (ولادت ۸۸ھ م ۱۵۷ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور و معروف محدث و فقیہ شام تھے، بہت بڑے فصیح اللسان تھے، ابن مہدی کا قول ہے کہ شام میں ان سے بڑا عالم سنت کوئی نہ تھا، ابن عیینہ نے ان کو اعلم اہل زمانہ، ذہبی نے افضل اہل زمانہ، نسائی نے امام فقیہ اہل شام اور ابن عجلان نے افصح الامۃ کہا، فلاس، یعقوب، عجلی، ابن معین، ابن سعد وغیرہ نے ثقہ، ثبت، صدوق، فاضل، کثیر الحدیث، کثیر العلم والفقہ کہا (امانی الاحبار)

مجتہد تھے، جن کی تقلید ایک عرصہ تک شام اور اندلس میں رائج رہی ملک المحدثین امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ علماء چار ہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی۔ (بدایہ نہایہ حافظ ابن کثیر ص ۱۱۶ ج ۱)

یہ امام اوزاعی شروع میں امام صاحب کے حالات سن کر بدظن تھے، ابن مبارک شام گئے اور صحیح حالات بتلائے پھر خود بھی امام اوزاعی امام صاحب سے مکہ معظمہ میں ملے، علمی مذاکرات و مباحثات کئے تو امام صاحب کے بیحد مداح ہوئے اور اپنی سابق بدظنی پر بہت نادم و متاسف ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

۷۳-محدث کبیر محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی الذئب القرشی العامری (ولادت ۸۰ھ متوفی ۱۵۹ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور محدث تھے، امام احمد نے فرمایا کہ ابن ابی ذئب نے اپنا مثل نہ اپنے بلاد میں چھوڑا نہ دوسروں میں اور وہ صدوق تھے، امام مالک سے بھی افضل سمجھے جاتے تھے لیکن امام مالک تنقیح رجال میں ان سے زیادہ محتاط تھے کیونکہ ابن ابی ذئب اس بارے میں تعمق نہیں کرتے تھے کہ کس سے روایت کر رہے ہیں، سب نے ثقہ، صدوق کہا، مگر بعض نے ان کی طرف قدری عقیدہ منسوب کیا ہے، یہ

بھی کہا گیا ہے کہ یہ صرف تہمت تھی درحقیقت وہ قدری نہ تھے۔ واللہ اعلم رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (امانی الاحبار)

۷۴-امیرالمؤمنین فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ عمر ۷۸ سال)

اصحاب ستہ کے رواۃ میں سے ہیں فن رجال اور حدیث کی بصیرت ومہارت میں بقول امام احمد فرد کامل تھے، حفظ حدیث، اصلاح و تثبت میں سفیان ثوری سے فائق تھے، حماد بن زید کا قول ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں اگر شعبہ میرے ساتھ ہوں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پروا نہیں البتہ وہ مخالف ہوں تو اس کو ترک کردیتا ہوں۔

شیخ صالح جزرہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے رجال میں شعبہ نے کلام کیا پھر قطان نے پھر امام احمد اور یحیٰی بن معین نے، ابن سیرین، قتادہ ابو اسحٰق سبیعی، سلمہ بن کہیل اور ان کے طبقہ کے دوسرے اکابر سے حدیث سنی اور ان سے ایوب سختیانی، اعمش، محمد بن اسحٰق، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک یزید بن ہارون وغیرہ نے حدیث روایت کی، امام اعظم کے بڑے مداح تھے اور باوجود اس کے کہ وہ اکثر شیوخ بخاری ومسلم کے شیخ تھے امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں، امام صاحب سے خاص تعلق رکھتے اور غائبانہ تعریف کیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا "جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے، اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہمنشین ہیں، امام صاحب کے بارے میں جب بھی کوئی آپ سے حالات دریافت کرتا تو امام صاحب کے مناقب کثرت سے بیان کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (موفق وغیرہ)

۷۵-محدث شہیر اسرائیل بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی کوفیؒ (م ۱۶۰ھ)

ابواسحٰق عمرو بن عبداللہ السبیعی جو کبار تابعین سے اور امام اعظم کے شیوخ میں ہیں یہ اسرائیل ان کے پوتے ہیں، انہوں نے حدیث امام اعظم نیز اپنے دادا اور دوسرے اکابر سے سنی، اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی، حفظ حدیث میں مشہور تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے دادا ابواسحٰق کی حدیثیں اس طرح یاد ہیں جیسے قرآن مجید کی کوئی سورت یاد ہوتی ہے۔

سیدالحفاظ ابن معین اور امام احمد نے ان کو شیخ وقت اور ثقہ کہا اور ان کے حفظ سے تعجب کیا کرتے تھے، یہ بھی کہا کہ اسرائیل تنہا بھی کسی حدیث کی روایت کریں تو وہ معتمد ہیں، ابوحاتم نے ثقہ صدوق کہا عجلی نے ثقہ کہا، ابن سعد نے کہا کہ ثقہ ہیں اور ان سے بہ کثرت لوگوں نے روایت حدیث کی ہے۔

امام اعظم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور ان کی منقبت یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنے استاد اور مسلم فقیہ زمان امام حماد سے بھی زیادہ فقیہ ہیں، یہ شہادت اسرائیل بن یونس کی ہے جو امام وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی جیسے اکابر محدثین کے استاذ ہیں، جواہر وغیرہ) محدث خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود اس جلالت قدر کہ اسرائیل اعلام ائمۃ الحدیث اور شیوخ مشائخ امام احمد وبخاری و مسلم میں سے ہیں امام اعظم سے ان مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ص ۳۸۹ ج ۲)

۷۶-شیخ ابراہیم بن ادہم بن منصور بلخی (م ۱۶۱ھ، ۱۶۲ھ)

ابواسحٰق کنیت تھی، مشہور زاہد وعابد بزرگ تھے، کوفہ آکر امام ابوحنیفہ سے فقہ کی تحصیل کی اور پھر شام جاکر سکونت اختیار کی، علامہ کردری نے لکھا کہ امام صاحب کی صحبت میں رہے اور ان سے روایت حدیث بھی کی امام صاحب نے ان کو نصیحت فرمائی تھی کہ تمہیں خدا نے عبادت کی تو بہت کچھ توفیق بخشی ہے اس لئے علم کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، کیونکہ وہ عبادت کی اصل ہے اور اسی پر سارے کاموں کی درستی کا مدار ہے علامہ موفق نے لکھا کہ آپ نے امام ابوحنیفہ، اعمش، محمد بن زیاد اور ان کے اقران سے حدیث کا سماع کیا ہے اور آپ سے امام اوزاعی، ثوری،

شفیق بلخی وغیرہ نے روایت کی، آپ سے امام بخاری ومسلم نے غیر صحیح میں روایت کی ہے۔
امام ترمذی نے بھی کتاب الطہارۃ میں آپ سے ایک حدیث تعلیقاً نقل کی ہے، امام نسائی، دار قطنی، ابن معین وابن نمیر نے مامون و ثقہ کہا، یعقوب بن سفیان نے خیار افاضل سے اور امام نسائی نے احد الزہاد فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۷۷-امام سفیان بن سعید بن مسروق ثوریؒ (ولادت ۹۷ھ، م ۱۶۱ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور امام حدیث، عابد وزاہد اور مقتداء امام شعبہ، امام ابن عیینہ، ابو عاصم اور سید الحفاظ ابن معین وغیرہ اکابر علماء نے ان کو ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کے لقب سے یاد کیا، ابن مہدی نے کہا کہ وہب ان کو امام مالک پر بھی حفظ میں ترجیح دیتے تھے، یحییٰ القطان کا قول ہے کہ سفیان امام مالک سے ہر بات میں فائق ہیں، ابو حاتم، ابو زرعہ اور ابن معین نے شعبہ پر حفظ میں ترجیح دی، خطیب نے کہا کہ سفیان امام تھے ائمۃ المسلمین میں سے اور علم تھے، اعلام دین میں سے، جن کی امامت پر سب کا اتفاق واجماع ہے، امام نسائی نے فرمایا کہ ان کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ ان کو ثقہ کہا جائے وہ تو ان ائمہ میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں مجھے امید ہے کہ خدا نے ان کو متقین کا امام بنایا ہے، بصرہ میں وفات پائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (امانی الاحبار)

یہ سب کے ممدوح ومسلم امام ومقتدا بھی امام ابوحنیفہ سے شروع میں بدظن رہے اور کچھ کلمات بھی کہے ہوں گے مگر پھر امام صاحب کے بے حد مداح ہوگئے تھے اور اپنی بعض باتوں پر، بلکہ اس پر بھی نادم تھے اور استغفار کیا کرتے تھے کہ دوسرے بے انصاف معاندین امام صاحب کے مقابلہ میں امام صاحب کی جانب سے جس قدر مدافعت کا حق تھا وہ ادا نہ ہو سکا اور امام صاحب بھی ان کے فضل وکمال کا اعتراف برملا کیا کرتے تھے، یہ امور دونوں کی مقبولیت عند اللہ کی بڑی دلیل معلوم ہوتی ہیں، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ امام صاحب سے روایت بھی کی ہے (تانیب ص ۱۶۰)

۷۸-امام ابراہیم بن طہمانؒ (متوفی ۱۶۳ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں الامام الحافظ، عالم خراسان لکھا، صحیح الحدیث اور کثیر الروایت تھے اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہمیشہ ائمہ فن ان سے روایت حدیث کی رغبت کرتے تھے امام یحییٰ بن اکثم ان کو اوثق واوسع فی العلم کہتے تھے، محدث ابو زرعہ نے نقل کیا کہ ایک دفعہ امام احمد تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ کسی نے ابراہیم بن طہمان کا ذکر کیا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ''مناسب نہیں کہ صالحین کا ذکر ہو اور ہم تکیہ لگائے بیٹھے رہیں'' تذکرہ تبییض میں ہے کہ ابراہیم موصوف امام اعظم کے شاگرد تھے، امام صاحب سے مسانید میں بہ کثرت روایات کی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب ابراہیم کی اتنی عزت تھی تو ابراہیم جن کے سامنے مؤدب بیٹھ کر استفادہ کر چکے تھے ان کا ادب واحترام کتنا ہونا چاہئے مگر افسوس ہے کہ اس امام معظم کا کچھ لوگوں نے برائی سے ذکر کیا اور دوسروں کے لئے بری مثال قائم کی۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضى، وارنا الحق حقا والباطل باطلا، انک سمیع مجیب الدعوات۔

۷۹-امام حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ)

کبار محدثین میں سے ہیں، جواہر مضیہ میں وفات کا ۱۶۷ھ اور امانی الاحبار میں ۱۶۶ھ میں نقل ہوا ہے، سواء امام بخاری کے باقی اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی ہے اور امام بخاری نے بھی تعلیقاً ان سے روایت لی ہے بصرہ میں ان کے اقران میں سے کوئی بھی علم و فضل، تمسک بالسنہ اور مخالفت اہل بدعت میں ان سے بڑھ کر نہ تھا، ابن مبارک نے فرمایا میں بصرہ گیا تو ان ہی کو سب سے زیادہ سلف کے طریقہ کا متبع پایا حنفی تھے۔ (جواہر ص ۲۲۵ ج ۱)

ابن حبان نے عباد، زہاد اور مستجاب الدعوات حضرات میں شمار کیا اور کہا کہ جس نے ان کی حدیث روایت نہیں کی اس نے انصاف نہیں کیا اگر اس لئے ان سے روایت نہیں لی گئی کہ کوئی کوئی خطا ان سے ہوئی ہے تو ان کے اقران میں ثوری وشعبہ وغیرہ سے بھی خطا ہوئی ہے اور اگر کہا جائے کہ ان سے خطا زیادہ ہوئی تو یہ بات ابوبکر بن عیاش میں بھی ہے ان سے کیوں روایات لی گئیں۔

ابن حبان نے امام بخاری پر بھی تعریض کی کہ جس نے حماد بن سلمہ کو چھوڑ کر فلیح اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار کی احادیث سے احتجاج کیا اس نے بھی انصاف نہیں کیا، ابن سعد نے ثقہ، کثیر الحدیث، عجلی نے ثقہ، رجل صالح، حسن الحدیث کہا، امام اوزاعی، امام لیث، امام ثوری، ابن ماجشون، معمر وہشام کے طبقہ میں تھے اور یہ سب اپنے دور کے ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو بات کسی کے بارے میں جرح وتعدیل کے طور پر کہہ دیں تو وہ بات مسلم ہوتی تھی، امام حماد اور ابن ابی عروبہ نے بصرہ میں تالیف وتدوین کا آغاز کیا تھا، رحمہ اللہ (امانی الاحبار)

۸۰- امام ابوالنضر جریر بن حازم الازدی البصری ؒ (م ۱۷۰ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ امام جریر نے حدیث ابورجا اور ابن سیرین سے حاصل کی اور آپ سے امام سفیان ثوری اور امام ابن مبارک نے حدیث روایت کی، علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ حدیث میں امام اعظم کے بھی شاگرد تھے اور امام صاحب سے مسانید میں احادیث کی روایت بھی کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید ص ۴۲۰ ج ۲)

۸۱- امام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن مصری حنفی (ولادت ۹۲ھ، ۹۴ھ، متوفی ۱۷۵ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور ومعروف محدث جلیل وفقیہ نبیل جن کو اکثر اہل علم نے حنفی لکھا ہے اور قاضی زکریا انصاری نے "شرح بخاری" میں اس پر جزم کیا ہے، حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم کے تلمیذ ہیں، اکثر امام صاحب کی خبر سنتے کہ حج کے لئے آرہے ہیں تو یہ بھی حج کے لئے مکہ معظمہ پہنچتے اور امام صاحب سے مختلف ابواب کے مسائل دریافت کرتے تھے اور امام صاحب کی اصابۃ رائے اور سرعۃ جواب پر حیرت واستعجاب کیا کرتے تھے۔

امام لیث خود بھی ائمہ مجتہدین میں سے تھے، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے مگر ان کے تلامذہ نے ان کو ضائع کردیا، حافظ ابن حجر نے "الرحمۃ الغیثیہ فی الترجمۃ اللیثیہ" میں لکھا کہ ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح امام مالک وغیرہ کی فقہ ان کے شاگردوں نے تدوین کی امام لیث کے تلامذہ نے نہیں کی، امام شافعی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کسی شخص کے متعلق ایسی حسرت نہیں ہے جیسی امام لیث کے متعلق ہے کہ میں نے ان کا زمانہ پایا اور پھر بھی ان کی زیارت نہ کرسکا (تقدمہ نصب الرایہ، مناقب، موفق)

امام لیث کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے ستر مسائل ایسے شمار کئے جو سنت کے خلاف تھے چنانچہ میں نے اس بارے میں ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔ (جامع بیان العلم ص ۱۴۸ ج ۲)

علماء فن رجال نے آپ کو ثقات وسادات اہل زمانہ میں سے اور فقیہ، متورع، علم وفضل اور سخاوت میں بے مثل لکھا ہے حافظ ذہبی نے لکھا کہ آپ کی سالانہ اسی ہزار دینار کی آمدنی تھی مگر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی تھی، روزانہ کا معمول تھا کہ جب تک ۳۶۰ مساکین کو کھانا کھلا دیتے خود نہیں کھاتے تھے، امام مالک نے ایک سینی میں کھجوریں آپ کے لئے بھیجیں تو آپ نے اس کو اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا، منصور بن عمار نے کہا کہ میں لیث سے ملنے گیا تو مجھے ایک ہزار اشرفی ہدیہ کیں، امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔ (جواہر مضیۂ وحدائق الحنفیہ وجامع المسانید)

۸۲- امام حماد بن زیدؒ م ۱۷۹ھ عمر ۸۱ سال

امام کبیر، محدث شہیر تلمیذ امام اعظم رضی اللہ عنہما احد الاعلام جن سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے ابن مہدی کا قول ہے کہ بصرہ میں ان سے زیادہ کوئی فقیہ نہ تھا اور نہ ان سے بڑا کوئی عالم سنت میں نے دیکھا۔ (جواہر ص ۳۱ ج ا و ۲۲۵ ج ا)

تابعین اور مابعد تابعین سے روایت کی اور آپ سے ابن مبارک، ابن مہدی، ابن وہب، قطان، ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی، ابن مہدی کا قول ہے کہ ائمۃ الناس اپنے زمانہ میں چار تھے، سفیان ثوری کوفہ میں، امام مالک حجاز میں، اوزاعی شام میں اور حماد بن زید بصرہ میں، امام احمد نے فرمایا کہ حماد بن زید آئمۃ المسلمین میں سے تھے، خالد بن خداش کا قول ہے کہ حماد عقلاء اور ذوی الالباب سے تھے، یزید بن زریع نے موت پر کہا کہ سید المسلمین کی موت ہوئی، خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ ثقہ تھے۔ (تہذیب ص ۹ ج ۳)

۸۳- شیخ جریر بن عبد الحمید الرازیؒ (ولادت ۱۱۰ھ م ۱۸۱ھ)

مشہور محدث وفقیہ، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں الحافظ الحجہ، محدث الری لکھا، حدیث میں امام صاحب، یحییٰ بن سعید انصاری، امام مالک، ثوری اور اعمش کے شاگرد ہیں اور آپ سے ابن مبارک، اسحٰق بن راہویہ، ابن معین، قتیبہ، ابوبکر بن ابی شیبہ، امام احمد اور ابن مدینی نے حدیث روایت کی۔

محدثین نے ان کی ثقاہت، حفظ اور وسعت علم کی شہادت دی، ہبۃ اللہ طبری نے ان کی ثقاہت پر اتفاق نقل کیا، اصفہان کے ایک گاؤں آبہ میں پیدا ہوئے، کوفہ میں نشو ونما ہوا، بعد کو "رے" میں سکونت اختیار کی، تمام ارباب صحاح ستہ نے آپ کی احادیث سے احتجاج کیا، اس جلالت قدر کے ساتھ امام صاحبؒ سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر و جامع المسانید)

۸۴- امام ہشیم بن بشیر ابو معاویہ السلمی الواسطیؒ (ولادت ۱۰۴ھ م ۱۸۳ھ)

ارباب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، امام حماد بن زید نے فرمایا کہ میں نے محدثین میں ان سے زیادہ بلند مرتبہ نہیں دیکھا، اسحٰق زیادی نے بیان کیا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، فرمایا کہ "ہشیم سے حدیث سنو وہ اچھے آدمی ہیں" عبد الرحمٰن بن مہدی نے فرمایا کہ ہشیم، سفیان ثوری سے بھی زیادہ حافظ حدیث تھے۔

امام احمد نے فرمایا کہ ہشیم کثیر التسبیح تھے، میں ان کی خدمت میں ۴-۵ سال رہا ان کی ہیبت و رعب کی وجہ سے اتنی مدت میں صرف ۲ بار سوال کر سکا۔ (امانی الاحبار)، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ امام اعظم کے تلامذۂ حدیث میں ہیں اور مسانید میں آپ سے روایت کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تاریخ کبیر بخاری ضمن تذکرہ امام اعظمؒ و تذکرۃ الحفاظ)

۸۵- امام موسیٰ کاظم بن الامام جعفر صادق (م ۱۸۳ھ)

کنیت ابو ابراہیم، تبع تابعین میں جلیل القدر محدث وفقیہ ہوئے، آپ کے فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہیں ایک مسند بھی آپ پر کی ہے جس کو ابو نعیم اصفہانی نے روایت کیا، ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

۸۶- شیخ عباد بن العوامؒ (م ۱۸۵ھ)

حدیث امام اعظم، حمیدی اور ابن ابی عروبہ وغیرہ سے سنی اور امام صاحب سے مسانید میں روایات بھی کی ہیں، امام ابن المدینی اور امام

بخاری وغیرہ نے امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں ان کا اسم گرامی نقل کیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۸۷-امام مغیرۃ بن مقسم الضبی ابو ہاشم الکوفی رح (م ۱۳۶ھ جامع المسانید، ۱۸۶ھ جواہر مضیہ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور امام حدیث وفقہ ہیں، ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے سے زیادہ افقہ کسی کو نہیں پایا اس لئے ان ہی کی خدمت میں رہ پڑا، خود فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز میرے کان نے سنی اس کو کبھی نہیں بھولا، ثقہ، کثیر الحدیث تھے امام صاحب کے حدیث و فقہ میں شاگرد تھے اور مسانید میں روایت بھی کی ہے، جریر بن عبدالحمید کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا مغیرہ مسائل میں بحث کرتے تھے اور جب کبھی کسی مسئلہ میں دوسرے محدثین ان سے خلاف کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے "میں کیا کروں (یعنی کس طرح اس قول کو رد کردوں) جب کہ یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے"۔ (امانی الاحبار وجواہر مضیہ ۱۷۸ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے اکابر محدثین اس امر کو بہت مستبعد سمجھا کرتے تھے کہ امام صاحب کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہوسکتا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۸۸-امام ابراہیم بن محمد ابواسحٰق الفزاری الشامی رح (م ۱۸۶ھ)

محدث شہیر، امام اوزاعی وثوری سے حدیث سنی، امام صاحب سے بھی حدیث میں تلمذ کیا اور مسانید امام میں ان سے روایت کی حالانکہ خود امام شافعی کے شیوخ میں ہیں، امام شافعی نے اپنی مسند میں ان سے بہت سی روایات لی ہیں، نام سے ذکر کیا ہے، کنیت سے نہیں، امام بخاری ومسلم کے بھی شیخ الشیوخ ہیں۔ (جامع المسانید وتاریخ بخاری)

۸۹-حافظ ابوبکر عبدالسلام بن حرب بن سلم نہدی کوفی رح (متوفی ۱۸۷ھ)

حافظ حدیث، ثقہ، ثبت، حجہ، صدوق اور صحاح ستہ کے رواۃ میں ہیں، اصل سکونت بصرہ کی تھی، عجلی نے کہا کہ جس دن ابواسحٰق سبیعی کی وفات ہوئی اسی دن کوفہ پہنچے، بعض بغدادیوں نے آپ کی بعض احادیث میں کلام کیا مگر کوفیوں نے جو آپ کے احوال سے زیادہ باخبر تھے آپ کی توثیق پر اتفاق کیا ہے۔ (امانی الاحبار)

معلوم ہوا کہ اپنے اہل شہر کی توثیق دوسروں کی جرح پر مقدم ہے۔

۹۰-شیخ عیسیٰ بن یونس سبیعی رح کوفی (اخو اسرائیل) (متوفی ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۱ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور محدث، فقیہ، ثقہ، ثبت تھے، امام علی بن المدینی کا قول ہے کا کہ ایک بڑی تعداد ابناء کی ایسی ہے جو ان کے اباء سے زیادہ ہمارے نزدیک ثقہ ہیں اور ان ہی میں سے عیسیٰ بن یونس ہیں، خلیفہ امین و مامون نے ان سے حدیث پڑھی، ماموں نے دس ہزار روپے بھیجے آپ نے واپس کردیئے وہ سمجھا کہ کم سمجھ کر واپس کئے تو دس ہزار اور بھیجے آپ نے فرمایا کہ حدیث رسول اکرم ﷺ پڑھا کر تو میں ایک چھدام یا ایک گھونٹ پانی کا بھی قبول نہیں کرسکتا، آپ نے ۴۵ حج کئے اور ۴۵ بار جہاد میں شرکت کی۔ (جواہر) علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ محدثین کے یہاں بڑے جلیل القدر تھے اور امام صاحب سے ان مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔

۹۱-امام یوسف بن الامام ابی یوسف رح (م ۱۹۲ھ)

بڑے محدث وفقیہ تھے، فقہ وحدیث میں اپنے والد ماجد امام ابی یوسف اور یونس بن ابی اسحٰق سبیعی وغیرہ کے شاگرد ہیں، ہارون رشید نے امام ابو یوسف کی وفات کے بعد آپ کو قضا سپرد کی اور مدینہ طیبہ میں جمعہ کی امامت آپ سے کرائی، تا وفات قاضی رہے، امام اعظم کی

کتاب الآثار کو اپنے والد ماجد کے واسطہ سے آپ نے روایت وجمع کیا ہے۔

یہ کتاب بہترین کاغذ وطباعت سے مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی (دام فیضہم کی تعلیقات کے ساتھ ادارۂ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۹۲- شیخ ابوعلی شفیق بن ابراہیم بلخی (م ۱۹۴ھ)

امام ابو یوسف کے اصحاب وتلامذہ میں ہیں، آپ سے کتاب الصلوۃ پڑھی، عالم، زاہد، عارف ومتوکل تھے، امام اعظم سے بھی روایت حدیث کی ہے مدت تک ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں رہ کر طریقت کا علم حاصل کیا، آپ کے تین سو گاؤں تھے سب کو فقراء پر تقسیم کر دیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے سترہ سو اساتذہ سے علم حاصل کیا اور چند اونٹ کتابوں کے لکھے مگر خدا کی رضا مذکورہ چار چیزوں میں پائی حلال روزی، اخلاص فی العمل، شیطان سے عداوت، موت سے موافقت۔ (حدائق الحنفیہ)

۹۳- شیخ ولید بن مسلم دمشقیؒ (ولادت ۱۱۹ھ ۱۹۵ھ)

امام اعظم، امام اوزاعی اور ابن جریج وغیرہ سے حدیث سنی، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہے، شام کے مشہور عالم تھے، عجلی، یعقوب بن شیبہ اور ابن سعد نے ثقہ، کثیر الحدیث کہا ان کے شاگرد امام احمد نے فرمایا کہ شامیوں سے روایت کرنے والے کوئی محدث اسماعیل بن عیاش اور ولید سے بڑھ کر نہیں ہے اور ان سے زیادہ عقل والا میں نے نہیں دیکھا علی بن مدینی نے فرمایا کہ شامیوں میں ان جیسا نہیں ہے محدث ابو مسہر نے کہا کہ وہ ہمارے اصحاب ثقات میں سے تھے اور ایک دفعہ فرمایا کہ حفاظ اصحاب میں سے تھے، محدث ابوزرعہ نے کہا کہ ولید وکیع سے زیادہ مغازی کے عالم تھے۔ (امانی الاحبار) محدث خوارزمی نے فرمایا کہ ولید نے امام اعظم سے مسانید میں روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۹۴- امام وحافظ حدیث اسحٰق بن یوسف الازرق التنوخی الواسطی (تلمیذ امام اعظم (۱۹۵ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے، علم وحدیث کے مشہور گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، محدث وفقیہ کامل تھے، حدیث اعمش، زکریا بن ابی زائدہ، سفیان ثوری اور شریک سے حاصل کی اور آپ سے امام احمد، ابن معین، عمرو الناقد اور ایک جماعت محدثین نے روایت کی۔ (تاریخ خطیب)

علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود اس جلالت قدر کے کہ ان کے بڑوں کے شیوخ میں ہیں اپنے شیخ واستاذ امام ابوحنیفہ سے احادیث کثیرہ مسانید امام میں روایت کی ہیں اور امام احمد نے بھی ان کے واسطہ سے امام ابوحنیفہ سے احادیث روایت کی ہیں اور امام احمد ان کو قسم کھا کر ثقہ کہا کرتے تھے، تہذیب الکمال اور تبییض الصحیفہ میں بھی امام صاحب سے تلمذ کی تصریح ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۹۵- امام ابو محمد سفیان بن عیینہ کوفی (متوفی ۱۹۸ھ)

مشہور محدث، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجت، آٹھویں طبقہ کے کبار واعیان میں سے تھے، ولادت کوفہ مورخہ ۱۵ شعبان ۱۰۷ھ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے، ۲۰ سال کی عمر میں کوفہ آئے اور امام اعظم سے تحصیل علم وحدیث فقہ کی اور آپ سے مسانید وغیرہ میں روایات بھی کیں، فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب ہی نے پہلے مجھے محدث بنایا، آپ عمرو بن دینار اور حمزہ بن سعید سے حدیث حاصل کی اور امام جعفر صادق، زکریا بن ابی زائدہ، زہری، ابواسحٰق سبیعی، اعمش وغیرہ سے بھی۔

حافظ نے ۶۰ سے اوپر اکابر کے نام لکھ کر "وخلق لا یحصون" کا جملہ لکھا مگر امام صاحب کا ذکر نہیں کیا، آپ کے تلامذہ میں ابن مبارک، وکیع، قطان، عبدالرزاق، امام احمد، ابن معین، اسحٰق بن راہویہ، ابوبکر وعثمان، ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع وغیرہ کا ذکر کیا لیکن امام محمد وامام شافعی کا ذکر نہیں کیا۔

آپ سے اصحاب ستہ نے بھی بہ کثرت تخریج کی، امام شافعی کا قول ہے کہ اگر آپ اور امام مالک نہ ہوتے تو حجاز سے علم چلا جاتا یہ بھی فرمایا کہ امام مالک وسفیان برابر درجہ کے ہیں، عجلی نے کہا کہ آپ حسن الحدیث تھے اور حکماء اصحاب حدیث میں سے تھے، عبدالرحمن ابن مہدی کا قول ہے کہ میں حضرت سفیان بن عیینہ سے حدیث سنتا تھا پھر شعبہ کے پاس جاتا اور وہی احادیث سنتا تو ان کے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ آپ نے ستر حج کئے، نسوی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت سفیان کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے سامنے جو کی روٹی تھیں، فرمایا! ابو موسیٰ! چالیس سال سے یہی میرا کھانا ہے، بطور تواضع اکثر عیر تی کا ایک شعر پڑھا کرتے جس کا مطلب یہ ہے کہ ساری بستیاں بڑوں سے خالی ہوگئیں اس لئے میں بغیر سردار بنائے سردار بن گیا اور یہ بھی کیا کم نصیبی ہے کہ میں اکیلا سردار ہوں، آخری حج کے موقعہ پر فرمایا کہ اس مقام کا شرف ستر بار حاصل ہوا اور ہر مرتبہ دعا کرتا رہا کہ بار الہا! یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو جائے لیکن اب اتنی دفعہ سوال کرنے کے بعد شرم آرہی ہے اور اسی سال وفات ہوگئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تہذیب، جواہر مضیۂ، حدائق)

۹۶- شیخ یونس بن بکیر ابوبکر الشیبانی الکوفیؒ (م ۱۹۹ھ)

مشہور محدث تھے، امام اعظمؒ، محمد بن اسحاق، ہشام بن عروہ اور شعبہ وغیرہ سے حدیث سنی اور آپ سے علی بن عبد اور عبید بن یعیش نے روایت کی، امام صاحب سے مسانید میں بکثرت روایت کی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۹۷- امام عبداللہ بن عمر العمریؒ (م ـــــ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب قرشی عدوی نے قاسم ونافع وسالم سے حدیث سنی اور آپ سے امام ثوری، شعبہ، ابن نمیر اور یحییٰ القطان نے حدیث روایت کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ اس جلالت قدر کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے ان کی مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۹۸- حافظ عبداللہ بن نمیر (م ۱۹۹ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ حدیث عبداللہ العمری اور ہشام بن عروہ (ایسے کبار محدثین) سے حاصل کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ علم حدیث میں اس مرتبہ جلیل پر تھے اور امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کی ہے۔ تغمدہ اللہ بغفرانہ۔

۹۹- شیخ عمرو بن محمد العنقزی قرشی (م ۱۹۹ھ)

امام ابوحنیفہ، یونس بن ابی اسحٰق، حنظلۃ بن ابی سفیان، عیسیٰ بن طہمان، عبدالعزیز بن ابی رواد، ابن جریج، ثوری وغیرہ سے روایت کی، آپ سے اسحٰق بن راہویہ، علی بن المدینی نے روایت کی، مسلم، سنن اربعہ اور بخاری میں تعلیقاً روایت ہے۔ (تہذیب ص ۹۸ ج ۸)

۱۰۰- امام عمرو بن ہیثم بن قطنؒ (م ۲۰۰ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ عمرو بن الہیثم ابوقطن الزبیدی نے شعبہ سے حدیث سنی، امام شافعی وامام احمد کے شیوخ میں ہیں امام شافعی نے اپنی مسند میں آپ سے روایت کی ہے، باوجود اس جلالت قدر کے امام اعظم کے تلمیذ حدیث ہیں اور مسانید میں آپ سے روایات موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جامع المسانید)

۱۰۱- شیخ معروف کرخیؒ (تلمیذ داؤد طائی تلمیذ الامام) (م ۲۰۰ھ)

مشہور مقتدائے طریقت، عارف اسرار وحقائق، قطب وقت اور مستجاب الدعوات تھے، امام داؤد طائیؒ سے ظاہری وباطنی علوم حاصل

کئے شامی میں ہے کہ آپ سے ہی سری سقطی وغیرہ کبار مشائخ نے علوم ظاہر و باطن حاصل کئے، ایک واسطہ سے امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین وجعلنا معہم۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۰۲- حافظ ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان جوز جانی (م ۲۰۰ھ عمر ۸۰ سال)

فقہ وحدیث کے جامع امام، حافظ معلّی کے رفیق علم، عمر میں ان سے بڑے تھے اور شہرت بھی ان سے زیادہ پائی، مامون نے قضا کے لئے کہا تو فرمایا کہ ''امیر المومنین! قضا کے بارے میں حق تعالیٰ کے حقوق وفرائض کی پوری ذمہ داری سے حفاظت کیجئے اور ایسی عظیم امانت میرے جیسے کمزور کو نہ سونپئے جس کو اپنے نفس پر اعتماد نہیں'' مامون نے کہا آپ سچ کہتے ہیں اور مجبور نہیں کیا، حدیث میں صاحبین کے علاوہ امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک کے بھی شاگرد ہیں، سیر صغیر، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الرہن اور نوادر آپ کی تصنیفی یادگار ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر ص ۱۸۶ ج ۲)

۱۰۳- محدث عباد بن صہیب بصری (م ۲۰۲ھ)

مشہور محدث وفقیہ، امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں، امام محمد بن شجاع کا بیان ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کے پاس امام صاحب کا جو کچھ علمی سرمایہ ہے بیان کیجئے! کہا میرے پاس ایک الماری بھری ہوئی ہے امام صاحب کے علوم کی ہے لیکن میں آپ سے ان کے فقہی مسائل بیان نہیں کروں گا بلکہ حدیثی سلسلہ کی جتنی چیزیں چاہیں بیان کروں گا، میں نے کہا ایسا کیوں؟ کہا کہ میں کوفہ آیا تو میں نے امام صاحب سے بہت سے مسائل سنے اور لکھے اور پھر میں کوفہ سے دس سال تک جدا رہا، پھر جب گیا تو امام صاحب سے ان ہی سابقہ مسائل کے جوابات دوسرے سنے، محمد بن شجاع فرماتے ہیں کہ اس بات سے میرے دل میں بھی وہی بات آئی جو عباد کے دل میں آئی تھی اور اس خلش کو دور کرنے کے لئے امام عبداللہ بن داؤد کے پاس پہنچا اور ساری بات سنائی انہوں نے فرمایا کہ اس سے تو امام صاحب کی وسعت علمی ثابت ہوتی ہے اگر ان کے علم کا دائرہ تنگ ہوتا تو ان کا جواب ایک ہی رہتا، چونکہ ان کے علوم کی وسعت بہت تھی اس لئے علمی موشگافیاں بھی ان کے لئے بہت سہل ہوگئی تھیں، اور ان کے مطابق وہ اپنے فیصلے بدل سکتے تھے۔ (الجواہر المضیئہ ص ۲۶۷ ج ۱) امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۰۴- امام زید بن حباب عکلی کوفیؒ (م ۲۰۳ھ)

کبار محدثین سے روایت حدیث کی، امام احمد، ابوبکر بن ابی شیبہ، علی بن المدینی وغیرہ کے استاد ہیں، بہت ذکی حافظ حدیث و عالم تھے، تحصیل حدیث کے لئے خرسان، مصر واندلس وغیرہ گئے، مسلم، ترمذی اور سنن اربعہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال اور تبییض الصحیفہ میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، علی بن المدینی، عجلی ابن معین وغیرہ نے ثقہ کہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۰۵- محدث مصعب بن مقدام الخثعمی کوفیؒ (م ۲۰۳ھ)

فطر بن خلیفہ، زائدہ، عکرمہ بن عمار، مبارک بن فضالہ، مسعر، امام ابوحنیفہ، ثوری وغیرہم سے روایت کی اور آپ سے اسحٰق بن راہویہ، ابوبکر ابن ابی شیبہ، عبدالرحمٰن بن دینار وغیرہم نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ان کی روایات ہیں (تہذیب ص ۱۶۵ ج ۱۰)، امام احمد، عجلی، ابن شاہین، سید الحفاظ یحییٰ بن معین اور ابن قانع نے ثقہ، صالح کہا۔

۱۰۶- امام ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسیؒ (م ۲۰۴ھ عمر ۸۰ سال)

شہر فارس کے رہنے والے تھے، پھر بصرہ میں سکونت کی اور وہاں کے کبار محدثین شعبہ وہشام دستوائی وغیرہ سے بہ کثرت روایت کی

ہے، احادیث طویلہ کو خوب یاد رکھتے تھے، ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں نے تقریباً چالیس ہزار احادیث روایت کی ہیں، سید الحفاظ یحییٰ بن معین، ابن المدینی، وکیع وغیرہ نے آپ کی توثیق کی۔ (بستان المحدثین)

ان کی مسند مشہور ہے جو دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ آپ نے امام اعظمؒ سے بھی روایت کی ہے جو وحدانیات سے ہے (جامع المسانید ص ۸۷ ج ۱)

۱۰۷- محدث کبیر خلف بن ایوب (م ۲۰۵ھ)

اہل بلخ کے امام، بڑے محدث و فقیہ مشہور ہیں اولیاء کبار میں آپ کا شمار ہے حافظ خلیلی نے لکھا کہ "حدیث میں صدوق مشہور ہیں بڑے صالح، زاہد و عابد تھے، کوفیوں (احناف) کے مذہب پر فقیہ تھے، فقہ کی تعلیم امام ابو یوسف اور ابن ابی لیلیٰ سے پائی جواہر مضیئہ میں یہ بھی لکھا کہ امام محمد زفر سے بھی تلمذ کیا، امام ذہبی نے لکھا کہ صاحب علم و عمل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، سلطان بلخی آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے منہ پھیر لیا، کسی نے کہا کہ حسن بن زیادہ کے ساتھ آپ کو بڑی شیفتگی ہے حالانکہ وہ نماز میں تخفیف کرتے ہیں، فرمایا تخفیف نہیں بلکہ انہوں نے نماز کو سبک کر دیا یعنی رکوع و سجود پوری طرح ادا کرتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ بھی ارکان کی پوری ادائیگی کے باوجود سب سے زیادہ سبک تو نماز ادا فرماتے تھے آپ کے تلامذہ میں امام احمد، یحییٰ بن معین اور مشہور فقیہ و زاہد حضرت ایوب بن حسن حنفی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، امام ترمذی نے باب فضل الفقہ علی العبادہ میں بواسطہ ابو کریب محمد بن العلاء آپ سے حدیث روایت کی ہے مگر آپ کے حالات سے واقف نہ تھے جس پر حافظ ذہبی نے لکھا کہ ان سے تو ایک جماعت محدثین نے احادیث روایت کی ہے۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے مسئلہ پوچھا، فرمایا مجھے معلوم نہیں، سائل نے کہا پھر کس سے معلوم کروں؟ فرمایا حسن بن زیاد سے معلوم کر لینا جو کوفہ میں ہیں اس نے کہا کہ کوفہ تو بہت دور ہے، آپ نے فرمایا جسے واقعی دین کی فکر ہو اس کے لئے کوفہ بہت قریب ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۰۸- امام جعفر بن عون بن جعفر بن عمرو بن حریث ابو عون مخزومی کوفی (م ۲۰۷ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ آپ نے حدیث ابو عمیس، یحییٰ بن سعید اور ہشام بن عروہ وغیرہ سے حاصل کی، حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ کے بھی شاگرد ہیں اور مسانید امام میں ان سے روایت حدیث کی ہے، امام علی بن المدینی نے بھی ان کے تلمذ امام کی تصریح کی ہے، صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ اور خیرات حسان میں بھی تصریح ہے کہ امام صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۰۹- شیخ قاسم بن الحکم بن کثیر العرنی کوفی قاضی ہمدان م ۲۰۸ھ)

سعید بن عبید الطائی، غالب بن عبید اللہ الجزری اور امام ابو حنیفہ وغیرہ سے روایت حدیث کی، نسائی ابو زرعہ وغیرہ نے ثقہ، صدوق کہا، آپ سے امام بخاری نے ادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں روایت کی۔ (تہذیب ۳۱۱ ج ۸)

۱۱۰- امام ابو محمد حسین بن حفص اصفہانی (تلمیذ امام ابو یوسفؒ (م ۲۱۰ھ)

کبار محدثین کے طبقہ عاشرہ میں اور فقیہ جید تھے، مسلم و ابن ماجہ نے آپ سے روایت کی، حدیث و فقہ امام ابو یوسف سے حاصل کی، امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، مدت تک اصفہان کے قاضی بھی رہے۔ سالانہ آمدنی ایک لاکھ درہم تھی مگر زکوۃ فرض نہ ہوتی تھی کیونکہ آپ کل آمدنی فقہاء اور محدثین پر صرف کر دیتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۱۱-امام ابراہیم بن رستم مروزی (تلمیذ امام محمد) (م ۲۱۱ھ)

اکابر واعلام میں سے ہیں، امام محمد سے فقہ حاصل کی، نوح بن ابی مریم اور اسد بن عمرو سے حدیث سنی جو دونوں امام اعظم کے تلامیذ خاص تھے، امام مالک، ثوری، شعبہ وغیرہ سے بھی حدیث سنی ہے، بہت مرتبہ بغداد آئے اور وہاں درس حدیث دیا، امام احمد، ابوخیثمہ وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی، دارمی نے ابن معین سے ثقہ ہونا نقل کیا اور ابن حبان نے بھی ان کو ثقہ کہا میزان اور لسان میں مفصل تذکرہ ہے، خلیفہ مامون رشید نے ان کو قضا کا عہدہ پیش کیا تو قبول نہ کیا اور گھر لوٹ گئے اس کے شکریہ میں دس ہزار روپے خیرات کئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر ص ۳۷ ج ۱)

۱۱۲-حافظ معلیٰ بن منصور تلمیذ امام ابو یوسف و امام محمد (م ۲۱۱ھ)

امام ابو یوسف و امام محمد کے حدیث وفقہ میں مشہور شاگرد ہیں اور ان کی کتب امالی ونوادر کے راوی بھی ہیں، ابوسلیمان جوزجانی بھی ان کے رفیق درس تھے اور دونوں کا مرتبہ ورع، تدوین اور حفظ وحدیث میں بہت ممتاز ہے، حافظ معلیٰ کو مامون نے کئی بار قضاء کا عہدہ دینا چاہا مگر انکار کیا، امام مالک، لیث بن سعد حنفی، حماد اور ابن عیینہ سے بھی حدیث سنی اور آپ سے ابن مدینی، ابوبکر بن شیبہ اور بخاری نے غیر جامع میں روایت کی ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی آپ سے روایت کی گئی، ابن معین، ابن سعد، ابن عدی وغیرہ نے توثیق کی ہے، فقہ وحدیث کے جامع امام تھے (جواہر و تقدمہ نصب الرایہ، امام احمد نے فرمایا کہ حافظ معلیٰ کبار اصحاب ابی یوسف ومحمد سے تھے اور نقل وروایت میں ثقہ تھے (تہذیب الکمال مزی) حافظ ذہبی نے حافظ حدیث، فقیہ، احد الاعلام اور علم کے خزانوں میں سے قرار دیا، ابن عدی نے فرمایا کہ میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی، حافظ ذہبی نے لکھا کہ امام بخاری نے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے کچھ احادیث سنیں، نماز میں خشوع وخضوع کے حیرت زا واقعات نقل ہوئے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان، تہذیب)

۱۱۳-حافظ عبدالرزاق بن ہمام (تلمیذ الامام الاعظم (م ۲۱۱ھ، ولادت ۱۲۶ھ)

صاحب مصنف مشہور، ارباب صحاح ستہ کے شیوخ ورواۃ میں ہیں، علامہ ذہبی نے "احد الاعلام الثقات" لکھا، بخاری وغیرہ میں بہ کثرت احادیث آپ سے مروی ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ ان سے بڑھ کر روایت حدیث میں کسی کو نہیں دیکھا، محدثین کبار مثل امام سفیان بن عیینہ، سید الحفاظ یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، امام احمد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، امام بخاری نے مصنف عبدالرزاق سے استفادہ کیا جس کو امام ذہبی نے علم کا خزانہ لکھا ہے، عقود الجمان میں ہے کہ امام اعظم کی خدمت میں زیادہ رہے، تہذیب الکمال اور تبییض میں بھی لکھا کہ امام صاحب کے حدیث میں شاگرد ہیں، امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ معمر، ثوری، اور ابن جریج سے روایت حدیث کی اور لکھا کہ جو کچھ میں ان کی کتاب سے روایت کروں وہ سب سے زیادہ صحیح ہے، مگر امام صاحب سے تلمذ روایت حدیث کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مسانید امام میں روایات موجود ہیں، واللہ المستعان۔

۱۱۴-امام اسماعیل بن حماد بن الامام الاعظم (تلمیذ الامام) متوفی ۲۱۲ھ)

فاضل، اجل، عابد، زاہد، صالح ومتدین اور اپنے وقت کے امام بلامدافعہ تھے، فقہ اپنے والد بزرگوار، امام حماد اور حسن بن زیاد سے حاصل کیا اور علم حدیث اپنے والد اور قاسم بن معن وغیرہ سے پہلے بغداد، پھر بصرہ، پھر رقہ کے قاضی مقرر ہوئے، آپ احکام قضاء، وقائع ونوازل کے بہت بڑے ماہر وبصیر تھے، محمد بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے اب تک کوئی قاضی آپ سے زیادہ علم وبصیرت والا نہیں ہوا، آپ نے ایک جامع کتاب فقہ میں اور ایک کتاب قدریہ کے رد میں اور ایک ارجاء کے رد میں تصنیف فرمائی۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ آپ کا ایک ہمسایہ خراس فرقۂ رافضیہ سے تھا جس نے فرط تعصب وجہالت سے اپنے دو خچروں کا نام ابو

بکر و عمر رکھا تھا، ایک رات کو ان میں سے ایک نے اس کو ایسی لات ماری کہ وہ مر گیا، آپ نے لوگوں سے کہا کہ ہمارے جد امجد امام اعظمؒ نے پیش گوئی کی تھی کہ اس کو عمر ہلاک کریگا، پس اب تم جا کر دریافت کرلو کہ کس خچر نے اس کو ہلاک کیا ہے؟ جب لوگوں نے دریافت کیا تو اس کا قاتل عمر ہی نکلا (حدائق ص ۱۴۱)

۱۱۵- امام بشر بن ابی الازہر (تلمیذ امام ابو یوسف (م ۲۱۳ھ)

کوفہ کے مشہور محدثین و فقہاء سے تھے، فقہ امام ابو یوسف سے اور حدیث ان سے نیز ابن مبارک و ابن عیینہ وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے علی بن المدینی اور محمد بن یحیٰی ذہلی وغیرہ نے روایت کی، مدت تک نیشاپور کے قاضی بھی رہے۔ (حدائق)

۱۱۶- حافظ عبداللہ بن داؤد خریبی (متوفی ۲۱۳ھ)

حدیث و فقہ کے امام و مقتدا تھے، حافظ ذہبی نے آپ کا تذکرہ حفاظ حدیث میں کیا ہے، امام اعظم کے حدیث و فقہ میں شاگرد خاص تھے، مسانید امام میں امام صاحب سے ان کی روایات موجود ہیں، امام مسلم کے علاوہ امام بخاری وغیرہ تمام اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی ہے، ورع و تقویٰ میں بے مثال تھے، خود فرماتے تھے کہ سوا ایک مرتبہ بچپن کے زمانہ کے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، امام طحاوی نے نقل کیا کہ موصوف سے کسی نے دریافت کیا کہ امام ابو حنیفہ پر لوگوں نے کیا عیب لگایا ہے؟ فرمایا میں تو اتنا جانتا ہوں کہ جن امور میں ان لوگوں نے نکتہ چینی کی ہے ان سب میں وہ غلطی پر تھے اور امام صاحب صواب پر، میں نے امام صاحب کو دیکھا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ تھا اور تمام لوگوں کی نظریں ان ہی پر جمی ہوئی تھی (یعنی ان کے غیر معمولی فضل و کمال کا شہرہ عام تھا اور تمام لوگوں کے دیدہ و دل بے اختیار ان کی طرف مائل تھے) ایک دفعہ کسی نے کہا کہ بعض لوگوں نے امام صاحب سے کچھ مسائل لکھے پھر کچھ عرصہ بعد امام صاحب سے ملے تو آپ نے بہت سے مسائل سے رجوع کرلیا تھا، فرمایا خبردار! اس بات سے متاثر ہو کر تم امام صاحب کی عقیدت کم نہ کردینا کیونکہ امام صاحب علم و فقہ کے حاذق تھے اور حاذق فقیہ کا علم ایک حد پر نہیں ٹھہرتا اس لئے وہ اپنی ترقی وسعت نظر کے ساتھ ضرور بہت سے فقہی اقوال سے رجوع کرلیتا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تقدمہ نصب الرایہ و جواہر مضیہ ص ۲۷۵ ج ۱)

۱۱۷- حافظ ابو عبدالرحمٰن عبداللہ یزید المقری (م ۲۱۳ھ)

امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے خواص اصحاب و تلامذہ میں سے جلیل القدر حافظ حدیث و فقیہ کامل تھے، حافظ ذہبی نے بھی آپ کو طبقۂ حفاظ میں ذکر کیا ہے اور آپ کو امام، محدث، شیخ الاسلام لکھا، یہ بھی لکھا کہ آپ نے ابن عون اور امام ابو حنیفہ وغیرہ سے حدیث سنی ہے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کرنے والوں میں ہیں۔ (جامع المسانید) صحاح ستہ کے شیوخ و رواۃ ہیں۔ نسائی اور ابو حاتم، خلیلی، ابن سعد وغیرہ نے ثقہ اور کثیر الحدیث لکھا، بصرہ کے قریب رہتے تھے، پھر مکہ معظمہ کی سکونت کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (امانی الاحبار وغیرہ)

۱۱۸- امام اسد بن الفرات قاضی قیروان و فاتح صقلیہؒ (م ۲۱۳ھ)

امام مالک سے موطأ سنی اور جب امام مالک سے علمی سوالات زیادہ کئے تو امام مالک نے عراق جانے کا مشورہ دیا، وہاں پہنچ کر امام ابو یوسف، امام محمد اور دوسرے اصحاب امام اعظم سے فقہ میں تخصص حاصل کیا، ابو اسحٰق شیرازی نے ذکر کیا کہ پھر آپ مصر پہنچے اور شیخ عبداللہ بن وہب مصری م ۱۹۷ھ (تلمیذ اکبر مالکؒ) سے کہا کہ یہ میرے ساتھ امام ابو حنیفہ کی کتابیں ہیں ان سب مسائل میں امام مالک کا مذہب بتلایئے! ابن وہب نے عذر کیا تو شیخ ابن قاسم مصری م ۱۹۱ھ (دوسرے مشہور تلمیذ امام مالک) کے پاس گئے، انہوں نے کچھ مسائل یقین کے ساتھ اور کچھ شک سے بیان کئے۔

اس طرح جو کتابیں اسد بن الفرات نے مرتب کیں وہ ''اسدیہ'' کہلائیں جن کی ایک نقل موصوف نے ابن قاسم کی طلب وخواہش پر ان کے پاس چھوڑ دی اورانہیں کے بارے میں ابن قاسم کے حالات میں نقل ہوتا ہے کہ ان کے پاس تقریباً تین سو جلدیں مسائل مالک کی تھیں اور یہی جلدیں ''مدونہ سخون'' کی بھی اصل ہیں امام اسد بن الفرات ہی نے قیروان میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مذاہب کی ترویج کی ہے، پھرانہوں نے صرف ''مذہب حنفی'' کورواج دینے میں سعی کی جو دیارمغرب میں اندلس تک پھیلا، ابن فروخ نے بھی اسی کو قبول کیا اور مغرب میں ابن بادیس کے دورتک اکثریت اسی مذہب کی رہی۔ (تعلیقات الکوثری الانتقاء لابن عبدالبر ص ۵۰)

معلوم ہوا کہ امام مالک فقہ حنفی کی جامعیت اور فقہاء احناف کے فضل وکمال کے آخر تک معترف رہے اور امام اعظم کے بعد بھی اپنے تلامذہ کو تکمیل علم کے لئے اصحاب الامام کے پاس جانے کا مشورہ دیتے رہے، امام مالک کی اس حسن نیت وسعت صدر اور خلوص وللّٰہیت کا ثمرہ بھی کتنا اچھا اسی دنیا میں مل گیا کہ ان ہی اسد بن الفرات جیسے پاک طینت علماء احناف نے تدوین فقہ مالکی کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی اور دور دراز تک مالکی مذہب کی ترویج کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۱۹-امام احمد بن حفص ابوحفص کبیر بخاریؒ (م ۲۱۷ھ، ۲۱۸ھ)

بخارا کے مشاہیر ائمہ حدیث میں تھے، امام ذہبی، نے ''الامصار ذوات الآثار'' میں بخارا کے اعیان محدثین میں آپ کا ذکر کیا ہے، حافظ سمعانی نے لکھا کہ آپ سے بے شمار لوگوں نے روایت حدیث کی ہے، آپ نے فقہ وحدیث کی تعلیم امام ابویوسف اور امام محمد سے حاصل کی اور امام محمد کے کبار تلامذہ میں آپ کا شمار ہے، امام بخاری کے والد ماجد سے امام ابوحفص کبیر کے بہت گہرے مراسم وتعلقات تھے اور ان کی وفات کے بعد امام بخاری اور ابوحفص صغیر کے تعلقات ایسے ہی رہے بلکہ دونوں ایک مدت تک طلب حدیث میں رفیق وہمسفر رہے ہیں، امام بخاری کے والد کی وفات کے بعد امام ابوحفص کبیر نے ہی ابتدائی دور میں امام بخاری کی تعلیم وتربیت کی ہے اور ہر قسم کی خبر گیری بروصلہ کرتے رہے، امام بخاری نے خود لکھا کہ میں نے جامع سفیان امام موصوف سے پڑھی، حافظ ابن حجر نے بھی آپ کو امام بخاری کے مشائخ میں لکھا ہے لیکن سفر حج کے دوران امام بخاری پر بعض اصحاب ظواہر مثل حمیدی، نعیم بن حماد خزاعی، اسماعیل بن عرعرہ وغیرہ کے اثرات غالب آگئے یہ سب لوگ فقہ سے مناسبت نہ رکھتے تھے اور خصوصیت سے امام اعظم اور آپ کے اصحاب کی طرف سے برے جذبات و خیالات رکھتے تھے، چنانچہ امام بخاری نے بھی تاریخ وغیرہ میں وہی باتیں بے تحقیق لکھ دیں جوان لوگوں سے سنی تھیں۔

غرض امام بخاری پر ابتدائی ۱۶ سال کی عمر تک جو بہتر اثرات فقہ اور فقہاء حنفیہ کے بارے میں تھے وہ ختم ہوگئے اور پھر وہ اہل فتویٰ کے درجہ تک بھی نہ پہنچ سکے، اسی لئے شیرازی نے آپ کا ذکر ''طبقات الفقہاء'' میں نہیں کیا (تعلیق دراسات اللبیب مولانا عبدالرشید نعمانی)

امام ابوحفص کبیر کا حافظہ حیرت انگیز تھا، خلف ابن ایوب اور ابوسلیمان کے رفیق درس تھے جو کچھ وہ دونوں ایک برس میں یاد کرتے یہ ایک ماہ میں یاد کر لیتے تھے، وہ لکھتے تھے یہ لکھنے سے بے نیاز تھے، جب امام محمد نے ان سب کو سند فراغت اور اجازت افتاء دی تو خلف بلخ کو، ابوسلیمان سمرقند کو اور آپ بخارا کو روانہ ہوئے، آپ نے کشتی کا سفر کیا تو آپ کی ساری کتابیں پانی کے تھپیڑوں سے خراب ہوگئیں، بخارا پہنچ کر جس قدر پڑھا اور لکھا تھا اس کو پھر سے لکھ ڈالا بجز تین یا پانچ مسائل کے الف اور واؤ تک بھی مقدم ومؤخر نہ ہو پائے، آپ کے علم کا بڑا رعب وجلال تھا، ایک دفعہ والی بخارا محمد بن طالوت نے زیارت کا ارادہ کیا، لوگوں نے روکا کہ تم ان سے بات بھی نہ کرسکو گے، وہ نہ مانا اور ملاقات کو گیا، سلام کر کے بیٹھ گیا آپ نے خود سے ہر چند کہا کہ کوئی مطلب ہوتو کہو مگر وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ کچھ نہ کہہ سکا، واپس ہو کر لوگوں سے کہا تم واقعی درست کہتے تھے، میری طرف جس وقت امام نے دیکھا تو میں اپنے ہوش کھو چکا تھا۔ آپ نے ۲۱۳ھ میں فرمایا تھا کہ اگر میں

آئندہ سات سال کے اندر نہ مروں تو خدا کے نزدیک میری کچھ بھی قدر نہیں، چار پانچ سال بعد ہی انتقال فرمایا، آپ کے زمانہ میں امام بخاری فارغ التحصیل ہو کر بخارا پہنچے اور فتویٰ دینا شروع کیا تو آپ نے ان کو روکا تھا کہ آپ فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے، آپ نے اپنے شیخ کا ارشاد نہیں مانا اور فتاویٰ دیئے جن سے ہنگامے ہوئے اور بخارا سے نکلنا پڑا۔ رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ (حدائق وغیرہ)

۱۲۰- شیخ ہشام بن اسمعیل بن یحییٰ بن سلیمان بن عبدالرحمٰن الحنفی الفقیہ (م ۲۱۷ھ)

ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے ان سے روایت کی، ان سے ابوعبید، بخاری، یزید بن محمد ابوزرعہ دمشقی وغیرہم نے روایت کی، ابن عمار نے کہا کہ عباد سے تھے، دمشق میں آپ سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا، عجلی نے شیخ، کیس، ثقہ، صاحب سنۃ کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، خود حافظ نے آپ کو حنفی فقیہ لکھا ہے۔ (تہذیب ص ۳۲ ج ۱۱)

۱۲۱- حافظ علی بن معبد بن شداد العبدی الرقی (م ۲۱۸ھ)

امام محمد کے اصحاب خاص میں سے محدث اجل، فقیہ اکمل، شیخ ثقہ، مستقیم الحدیث، حنفی المذہب، امام احمد کے طبقہ میں تھے، مرو سے مصر آئے اور وہیں سکونت کی، حدیث امام محمد، ابن مبارک، لیث بن سعد حنفی، ابن عیینہ، عیسیٰ بن یونس، وکیع وغیرہ تلامذہ امام اعظم سے حاصل کی اور آپ سے یحییٰ بن معین، محمد بن اسحٰق، ابوعبید قاسم بن سلام وغیرہ نے روایت کی، ابوداؤد ونسائی نے بھی آپ سے تخریج کی، آپ نے امام محمد سے جامع کبیر اور جامع صغیر بھی روایت کی، مصر میں درس حدیث دیا ہے ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور مستقیم الحدیث کہا، ابوحاتم نے ثقہ کہا، حاکم نے شیخ وقت اور اجلۂ محدثین سے شمار کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (امانی الاحبار وحدائق حنفیہ)

۱۲۲- امام ابونعیم فضل بن دکین کوفی (وفات ۱۳۰ھ، ۲۱۹ھ)

حدیث امام اعظم، مسعر، سفیان ثوری، شعبہ وغیرہ سے سنی، تمام ارباب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی، امام بخاری آپ سے تاریخ میں بھی اقوال نقل کرتے ہیں، امام بخاری ومسلم کے کبار شیوخ میں ہیں اور امام اعظم کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں اور مسانید میں بکثرت امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے، عجلی نے حدیث میں ثقہ، ثبت کہا، سید الحفاظ ابن معین نے فرمایا کہ میں نے دو شخصوں سے زیادہ اثبت نہیں دیکھا ابونعیم اور عفان، ابن سعد نے ثقہ، مامون، کثیر الحدیث وحجت کہا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وامانی الاحبار)

۱۲۳- شیخ حمیدی ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ بن اسامہ (م ۲۱۹ھ، ۲۲۰ھ)

شیخ حمیدی بڑے پایہ کے محدث ہیں سفیان بن عیینہ (تلمیذ خاص امام اعظم) کے تلمیذ خاص ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی وغیرہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، ان کے علاوہ مسلم بن خالد، فضیل بن عیاض (تلمیذ امام اعظم) اور دراوردی وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، آپ سے امام بخاری، ذہلی، ابوزرعہ، ابوحاتم، بشر بن موسیٰ وغیرہ نے روایت کی، امام بخاری نے آپ کے اور نعیم خزاعی کے اعتماد پر امام اعظم کے بارے میں ایسی باتیں نقل کی ہیں جو ان کے شایان شان نہ تھیں جس پر حافظ سخاوی شافعی کو "اعلان بالتوبیخ" میں لکھنا پڑا کہ "ابن عدی، خطیب، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی اور ابوالشیخ نے ائمہ متبوعین کے بارے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے دوسروں کو اجتناب کرنا چاہئے"۔

حافظ ابن حجر نے لکھا کہ حمیدی فقہ وحدیث میں امام بخاری کے شیخ تھے، طبقات سبکی وغیرہ میں ہے کہ (۱) شیخ حمیدی فقہاء عراق کے بارے میں شدید تھے (۲) ان کے خلاف برے کلمات استعمال کرتے تھے جو ان کیلئے موزوں نہ تھے (۳) غضب کے وقت اپنی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکتے تھے (۴) کوئی شخص ان کے خلاف مزاج بات کہتا تو جواب میں اس کو بہت سخت سست کہتے اور بے آبرو کر دیتے تھے، امام شافعی کی مجلس

میں ابن عبدالحکم کواوران کے ماں باپ کو جھوٹا کہا، امام احمد نے فرمایا کہ بشر سری سے ناراض ہوئے تو ان کو جہمی اور متروک الحدیث کہہ دیا، پھر انہوں نے بہ حلف اطمینان دلایا کہ جہمی نہیں ہیں تب بھی نہ مانا حالانکہ دوسرے ائمہ نے بشر کی توثیق کی اوران سے روایت بھی کی، بخاری نے بھی ان سے تخریج کی ہے، مسند حمیدی آپ کی بلند پایہ تالیف ہے جو مجلس علمی کراچی کی طرف سے حیدرآباد میں بہترین ٹائپ سے عمدہ کاغذ پر حضرت المحترم مولانا ابوالمآثر الحاج حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کی گراں قدر تعلیقات کے ساتھ زیر طبع ہے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۱۲۴-امام عیسیٰ بن ابان بن صدقہ بصریؒ (م ۲۲۱ھ)

حدیث وفقہ کے امام جلیل القدر ہیں، علم حدیث میں آپ کے غیر معمولی فضل وتفوق پر آپ کی کتاب "الحج الصغیر" اور "الحج الکبیر" شاہد عدل ہیں امام محمد سے فقہ میں تلمذ کیا، بصرہ کے قاضی رہے، ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابتداء اسلام سے اب تک کوئی قاضی عیسیٰ بن ابان سے بڑھ کر فقیہ نہیں ہوا، امام بکار بن قتیبہ کا قول ہے کہ دو قاضیوں کی نظیر نہیں ہے، اسماعیل بن حماد (ابن الامام الاعظمؒ) اور عیسیٰ بن ابان، پہلے امام محمد وغیرہ سے بدظن تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ حدیث کے خلاف کرتے ہیں، پھر قریب ہو کر مستفید ہوئے تو فرمایا کہ میرے اور نور کے درمیان پردے پڑے ہوئے تھے جو اٹھ گئے، مجھے گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی ہے، بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے، حتیٰ کہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی دوسرا شخص لایا جائے جو میری طرح مالی تصرفات کرتا ہو تو میں اس پر پابندی لگادوں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (جواہر مضیہ)

۱۲۵-امام یحییٰ بن صالح الوحاظی ابوزکریاؒ (ولادت ۱۴۹ھ م ۲۲۲ھ)

خلاصہ میں احد کبار المحدثین والفقہا لکھا، امام مالک اور امام محمد سے حدیث حاصل کی، حنفی ہیں اور امام بخاری کے استاد ہیں، امام محمد کے مکہ معظمہ تک رفیق سفر بھی رہے ہیں، آپ سے ابوزرعہ، ابوحاتم نے اور امام نسائی کے علاوہ تمام ارباب صحاح ستہ نے روایت کی ہے۔
منقول ہے کہ امام وکیع نے کسی موقعہ پر آپ سے کہا کہ "اے ابوزکریا! ہر رائے سے پرہیز کرنا کیونکہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ بعض قیاسوں سے مسجد میں پیشاب کرنا بہتر ہے، ابن معین وغیرہ نے آپ کی توثیق کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وامانی)

۱۲۶-حافظ سلیمان بن حرب بغدادیؒ (متوفی ۲۲۴ھ)

مشہور حافظ حدیث ہیں ابوحاتم نے بیان کیا کہ میں آپ کی مجلس درس میں شریک ہوا، حاضرین کا اندازہ چالیس ہزار تھا، قصر مامون کے پاس ایک اونچی جگہ بنائی گئی جس پر آپ نے درس دیا، خلیفہ مامون اور تمام امراء دربار حاضر تھے، خود مامون بھی آپ کے املائی درس کو لکھتے تھے (تذکرۃ الحفاظ)

۱۲۷-امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ ۲۲۵ھ)

ابن عیینہ، حفص بن غیاث، یحییٰ القطان، ابن مبارک، وکیع، یزید بن ہارون (تلامذۂ امام اعظم) وغیرہ سے روایت کی مشہور محدث فقیہ، نحوی تھے، طوسوس کے قاضی رہے، اسحٰق بن راہویہ کا قول ہے کہ خدا کو حق بات پیاری ہے ابوعبید مجھ سے زیادہ افقہ واعلم ہیں، ہم ان کے محتاج ہیں وہ ہمارے محتاج نہیں، غریب الحدیث کی تفسیر میں بہت مشہور ہوئے کیونکہ بڑے ادیب تھے، ایک کتاب "غریب الحدیث" ۴۰ سال میں تالیف کی۔ (تہذیب ص ۳۱۵ ج ۸)

۱۲۸-حافظ ابوالحسن علی بن الجعد بن عبید الجوہری بغدادی (ولادت ۱۳۳ھ، م ۲۳۰ھ)

بخاری وابوداؤد کے رواۃ میں سے مشہور محدث وفقیہ ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں محدث عبدوس اور موسیٰ بن داؤد کا قول نقل

کیا کہ ان سے بڑھ کر حافظ حدیث ہم نے نہیں دیکھا، عبدوس سے کہا گیا کہ ان کو جہمی کہا گیا ہے تو فرمایا کہ لوگوں نے جھوٹا الزام لگایا ہے، ابن معین نے توثیق کی اور کہا کہ شعبہ کی حدیثوں میں سارے بغدادیوں سے زیدہ محمد ہیں اور آپ ربانی العلم ہیں، ابوزرعہ نے صدوق فی الحدیث کہا، دارقطنی نے ثقہ مامون کہا، ابن قانع نے ثقہ ثبت کہا، امام ابویوسف کے خاص اصحاب میں سے ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ کو بھی دیکھا اور آپ کے جنازہ پر بھی حاضر ہوئے ہیں، حدیث جریر بن عثمان، شعبہ، ثوری اور امام مالک وغیرہ سے روایت کی اور آپ سے امام بخاری، ابوداؤد، ابن معین، ابوبکر ابن ابی شیبہ، ابوزرعہ اور ابن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ) وغیرہ نے روایت کیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق، امانی)

۱۲۹- شیخ فرخ مولی امام ابویوسفؒ (ولادت ۱۳۶ھ م ۲۳۰ھ)

محدث، ثقہ، فاضل اجل تھے امام احمد، ابن معین، امام بخاری، مسلم ابوداؤد، ابوزرعہ وغیرہ نے آپ سے حدیث روایت کی اور توثیق کی، صغرسنی میں امام اعظم کو بھی آپ نے دیکھا تھا اور جنازہ پر حاضر ہوئے تھے، فقہ میں امام ابویوسف سے درجہ تخصص حاصل کیا اور آپ سے احمد بن ابی عمران (استاد امام طحاوی) نے تفقہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۳۰- سید الحفاظ امام یحییٰ بن معین ابوزکریا بغدادی (تلمیذ الامام ابی یوسف و امام محمد) (م ۲۳۳ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو ''الامام الفرد، سید الحفاظ'' لکھا، آپ نے جامع صغیر امام محمد سے پڑھی اور فقہ حاصل کیا اور حدیث میں امام ابو یوسف سے شرف تلمذ کیا ''عیون التواریخ'' میں ہے کہ امام احمد، ابن مدینی (شیخ اکبر امام بخاری) ابوبکر ابن شیبہ اور اسحٰق آپ کے کمال علم و فضل کی وجہ سے تعظیم تکریم کرتے تھے، آپ کو ورثہ میں دس لاکھ روپے ملے تھے جو سب آپ نے تحصیل علم حدیث پر صرف کر دیئے تھے اور اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ احادیث لکھیں، امام احمد کا قول ہے کہ جس حدیث کو یحییٰ نہ جانیں وہ حدیث نہیں ہے، علامہ کوثری نے لکھا کہ میں نے آپ کی تصنیف کردہ ''تاریخ'' (روایت الدوری) کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں دیکھی ہے، جرح و تعدیل کے سلسلہ میں آپ سے روایات میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے، حافظ ذہبی نے جو رسالہ ثقات پر کلام کے بارے میں تالیف کیا ہے اس میں ابن معین کو ''متصلب حنفی'' بلکہ متعصب بھی لکھا ہے، باوجود اس کے بھی بعض رواۃ نے آپ کی طرف بعض اصحاب امام اعظم کے بارے میں سخت ناموزوں کلمات منسوب کر دیئے ہیں جو یقیناً آپ نے نہیں کہے ہوں گے۔ (تقدمہ نصب الرایہ) تہذیب میں آپ کا مفصل تذکرہ اور خوب مدح ہے۔

النجوم الزاہرہ میں ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ''میں نے اپنے آپ کو کسی اہل علم کے سامنے حقیر نہیں پایا بجز یحییٰ بن معین کے (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۰۵) حافظ ابوعبید قاسم بن سلام کا قول ہے کہ حدیث کا علم چار شخصوں پر منتہی ہوا جن میں ابوبکر بن ابی شیبہ حسن اداء میں، امام احمد تفقہ میں، یحییٰ بن معین جامعیت میں اور علی بن المدینی وسعت معلومات میں ایک دوسرے سے زیادہ ہیں، ایک بار اس طرح فرمایا کہ حدیث کے ربانی عالم چار ہیں جن میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم امام احمد، روانی و حسن سیاق میں سب سے بہترین علی بن مدینی، تصنیف میں سب سے زیادہ خوش سلیقہ ابوبکر ابن شیبہ اور صحیح و غیر صحیح احادیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے یحییٰ بن معین ہیں، ابوعلی صالح بن محمد بغدادی نے اس طرح موازنہ کیا کہ حدیث و علل کے سب سے بڑے عالم علی بن مدینی، فقہ و حدیث میں سب سے بڑھ کر احمد بن حنبل، تصحیف مشائخ کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر یحییٰ بن معین اور مذاکرہ کے وقت سب سے زیادہ یادداشت رکھنے والے ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں (ابن ماجہ ص ۴۵ اور علم حدیث مولفہ مولانا عبدالرشید نعمانی) غرض سید الحفاظ ابن معین کی عجیب علمی شان ہے جس سے موافق و مخالف ہر ایک نے فائدہ اٹھایا، امام اعظم اور آپ کے اصحاب عظام کے خلاف جو حسد و عناد اور تعصب وغیرہ کی بنیادوں پر دھڑے بندیاں کی گئیں ان کے مقابلہ میں حافظ ابن معین نے انتہائی تدبر اور صبر و ضبط کے ساتھ کام لیا ہے، آپ کی مدح و توثیق اور اسی طرح نقد و جرح انتہائی محتاط تھی، اپنے

اکابر ائمہ واساتذہ کے بارے میں بہت مختصر کلمات مدح فرماتے تھے، تمام اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ رواۃ میں ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۳۱- حافظ علی بن محمد ابوالحسن طنافسی (متوفی ۲۳۳ھ)

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں "محدث وعالم قزوین" لکھا ہے علمی خاندان سے تھے، آپ کے دونوں ماموں یعلی بن عبید اور محمد بن عبید بھی بڑے محدث تھے اور صاحبزادے حسین قزوین کے قاضی تھے، آپ نے کوفہ کے مشاہیر ائمہ حدیث کی شاگردی کی، قابل ذکر اساتذہ عبداللہ بن ادریس، حفص بن غیاث، وکیع، ابن عیینہ (تلامذہ امام اعظم) اور ابومعاویہ، ابن وہب وغیرہ ہیں اور آپ سے ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن ماجہ اور صاحبزادے حسین طنافسی وغیرہ علماء حدیث نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور محدث خلیلی نے آپ کو اور آپ کے بھائی حسن بن محمد طنافسی کو قزوین کے بلند پایہ امام کہا، دور، دور سے علماء تحصیل حدیث کے لئے آپ کے پاس آتے تھے، ابوحاتم نے کہا کہ آپ ثقہ صدوق تھے اور آپ کے مجھے باعتبار فضل وصلاح ابوبکر بن ابی شیبہ (صاحب مصنف مشہور) سے بھی زیادہ محبوب ہیں اگرچہ ابوبکر حدیث کے علم وفہم میں زیادہ ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تہذیب وتذکرہ)

۱۳۲- امام محمد بن سماعہ تمیمی (م ۲۳۳ھ عمر ۱۰۳ سال)

مشہور محدث وفقیہ، تلمیذ خاص امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ وامام حسن بن زیادؒ۔ "عیون التواریخ میں حافظ، ثقہ، صاحب اختیارات فی المذہب اور صاحب روایات مصنفات لکھا ہے، ابن معین فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح اہل رائے میں امام محمد بن سماعہ جچی تلی بات کہتے ہیں اگر اسی طرح اہل حدیث بھی کہتے تو نہایت درجہ کی اچھی بات ہوتی، اور انتقال پر فرمایا کہ اہل رائے سے علم کی خوشبو رخصت ہوئی۔

یہی محمد بن سماعہ اپنے شیخ امام ابو یوسف کے بارے میں راوی ہیں کہ وہ قضا کے زمانہ میں بھی روزانہ دوسو رکعت پڑھا کرتے تھے اور خود ان کا بھی یہی معمول دوسروں نے نقل کیا ہے، مامون کے زمانے میں بغداد کے قاضی رہے، معتصم کے زمانے میں بوجہ ضعف بصر مستعفی ہوگئے تھے آپ ہی نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نوادر کو کتابی صورت میں جمع کیا، آپ نے امام محمد کو خواب میں دیکھا کہ سوئی کا سوراخ بنا رہے ہیں، تعبیر دینے والے نے بتایا کہ وہ شخص حکمت کی باتیں کہتا تھا لہذا تم سے اس کی کوئی بات نظر انداز نہ ہوجائے، اس پر آپ نے امام محمد کے نوادر ملفوظات جمع کردیئے، ابن سماعہ بڑے عابد وزاہد تھے، خود بیان کیا کہ چالیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی سواء ایک دن کے جس روز والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی تو ایک نماز جماعت سے نہ ہوسکی، اس کی تلافی کے خیال سے میں نے پچیس نمازیں پڑھیں، خواب میں کسی نے کہا، اے محمد! تم نے پچیس نمازیں ضرور پڑھیں لیکن تامین ملائکہ کو کہاں سے لاؤ گے، آپ کی تصانیف میں سے کتاب ادب القاضی کتاب المحاضر والسجلات اور نوادر زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر ص ۵۸ ج ۲ ومقدمہ نصب الرایہ)

۱۳۳- حافظ محمد بن عبداللہ نمیر کوفیؒ (متوفی ۲۳۴ھ)

یہ اور ان کے والد ماجد حافظ عبداللہ بن نمیر م ۱۹۹ھ بلند پایہ محدث تھے، والد ماجد امام اعظم کے مشہور تلامذہ میں سے تھے، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں آپ کے واسطہ سے امام اعظم کی متعدد روایات نقل کی ہیں، جواہر مضیہ میں ان کا تذکرہ ہے، حافظ محمد عبداللہ مذکور کو "درۃ العراق" کہا کرتے تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے، علی بن الحسین بن الجنید نے کہا کہ کوفہ میں ان کے علم وفہم، زہد اور اتباع سنت کی نظیر نہ تھی، احمد بن صالح مصری نے کہا کہ بغداد میں امام احمد اور کوفہ میں محمد بن عبداللہ بن نمیر کا مثل نہیں تھا، یہ دونوں جامع فضائل تھے، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں صحیح مسلم ۵۷۳ حدیث آپ سے روایت کیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تہذیب وتذکرہ)

۱۳۴- حافظ ابو خیثمہ زہیر بن حرب النسائیؒ (ولادت ۱۶۰، عمر ۷۴ سال م ۲۳۴ھ)

مشہور حافظ حدیث، اکابر ائمہ محدثین، سفیان بن عیینہ، یحییٰ القطان، عبدالرزاق بن ہمام (صاحب منصف) حفص بن غیاث، عبداللہ بن ادریس ووکیع (تلامذہ واصحاب امام اعظم) کے شاگرد ہیں، امام بخاری، مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا اور ایک بڑی جماعت محدثین نے آپ سے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور لکھا کہ یہ امام احمد ویحییٰ بن معین کے درجہ کے ہیں، یعقوب بن شیبہ اور ابن نمیر نے ان کو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ پر بھی ترجیح دی ہے، امام نسائی وخطیب نے ثقہ، ثبت، حجۃ، حافظ متقن وغیرہ لکھا، صرف صحیح مسلم میں ان کی سند سے بارہ سو اکیاسی احادیث مروی ہیں (تذکرۃ الحفاظ وتہذیب) ان مناقب عالیہ وجلالت قدر کے ساتھ بواسطۂ اصحاب امام اعظم سے حدیث میں تلمذ کا شرف حاصل ہے اور آپ سے مسانید میں روایت کی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید ص ۴۶۰ ج ۲)

۱/۱۳۵- حافظ سلیمان بن داؤد بن بشر بن زیاد ابوایوب المفتری معروف بہ شاذ کوفیؒ (م ۲۳۴ھ)

مشہور حافظ حدیث، ثقہ، کثیر الحدیث تھے بغداد آکر درس حدیث دیا پھر اصفہان جا کر سکونت کی، امام احمد ویحییٰ بن معین کے درجہ میں تھے، خطیب نے نقل کیا کہ ابوعبید قاسم بن سلام نے کہا علم حدیث امام احمد، علی بن عبداللہ، یحییٰ بن معین اور ابوبکر بن ابی شیبہ پر منتہی ہوا اور امام احمد ان میں سے افقہ تھے، علی، اعلم تھے، یحییٰ بن معین میں جامعیت تھی، ابوبکر بن ابی شیبہ حفظ حدیث میں بڑھ کر تھے، ابو یحییٰ نے کہا کہ ابو عبید سے خطا ہوئی حفظ حدیث میں سب سے بڑھ کر مرتبہ سلیمان بن داؤد شاذ کوفی کا ہے۔ محدث خوارزمی نے اس کے بعد لکھا کہ شاذ کوفی بھی ان حضرات میں ہیں جو مسانید میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ص ۴۷۳ ج ۲)

۲/۱۳۵- حافظ علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ تہذیب ص ۳۴۹ ج ۷)

۱۳۶- حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ (عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان عیسیٰ کوفیؒ م ۲۳۵ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں، الحافظ عدیم النظیر، الثبت، النحریر لکھا، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کے استاد ہیں اور ان کی کتابوں میں آپ سے بہ کثرت روایات ہیں، عمرو بن فلاس نے کہا کہ آپ سے بڑا حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گذرا، ابوزرعہ نے کہا کہ میں نے آپ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں، آپ کی بہترین یادگار ''مصنف'' دنیائے اسلام کی بے نظیر کتابوں میں ہے، جس پر مفصل تبصرہ کرنا مناسب ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ

حافظ ابن حزم نے اس کو موطأ امام مالک پر مقدم کیا ہے ''احادیث احکام'' کی جامع ترین کتاب ہے جس میں اہل حجاز واہل عراق کی روایات وآثار کو جمع کیا ہے، علامہ کوثری نے لکھا کہ حافظ موصوف کبار ائمہ حدیث میں سے تھے، آپ کے مصنف ابواب فقہ پر مرتب ہے، ہر باب میں حدیث مرفوع، موصول، مرسل، مقطوع وموقوف کے ساتھ آثار واقوال صحابہ وفتاویٰ تابعین اور اہل علم کے اقوال بطریق محدثین سند کے ساتھ جمع کئے ہیں، جن سے مسائل اجماعیہ وخلافیہ پر پوری روشنی ملتی ہے اور ادلہ فقہ حنفی کا بھی بہترین ذخیرہ اس میں موجود ہے مصنف مذکور کے مکمل قلمی نسخہ کی ۸ ضخیم جلدیں مکتبہ مراد ملا استنبول میں موجود ہیں جہاں مصنف عبدالرزاق کا بھی مکمل نسخہ پانچ ضخیم جلدوں میں موجود ہے، ہندوستان میں کامل نسخے خزانہ آصفیہ اور مکتبہ سندیہ میں ہیں ناقص بہت جگہ ہیں۔

امام اعظم کا طریقہ تدوین فقہ کے سلسلہ میں یہ تھا کہ دنیائے اسلام کے سینکڑوں ہزاروں محدثین آپ کی خدمت میں حدیث وفقہ کی تحصیل کے لئے جمع ہوتے تھے ان کی موجودگی میں احادیث احکام پر غور ہوتا تھا، ناسخ ومنسوخ کی بھی پوری چھان بین ہوتی تھی، رجال پر بھی

نظر ہوتی تھی، آثار صحابہ وفتاویٰ تابعین کو بھی دیکھا جاتا تھا جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کون کون سی احادیث کس کس طرح ہیں اور کس درجہ کے لوگوں میں متداول و معمول بہا رہی ہیں، خاص طور سے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ کی تو پوری توجہ برسہا برس تک اسی خدمت پر صرف ہوئی حافظ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں بھی ان سب امور کا ذکر پوری طرح کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو روشنی فصل مسائل احکام میں اس پوری تفصیل سے مل سکتی تھی وہ ان کتابوں سے نہیں مل سکتی جن میں صرف احادیث مجردہ صحیحہ جمع کی گئیں، اس طرز کی علمی وحدیثی گراں قدر خدمت مصنف عبدالرزاق میں بھی تھی اور امام زہری نے بھی اپنی تالیف میں احادیث نبویہ کے ساتھ صحابہ کے فتاویٰ وفیصلوں کو جامع الابواب کے نام سے جمع کیا تھا، جمع احادیث مجردہ کی تحریک حافظ اسحٰق بن راہویہ نے کی جس پر سب سے پہلے امام بخاری نے عمل کیا اور پھر دوسرے محدثین کا بھی رجحان اسی طرف ہو گیا اس کے نتیجہ میں آثار واقوال صحابہ فتاویٰ تابعین اور اقوال و آراء ائمۂ مجتہدین کا اکثر وبیشتر حصہ سامنے سے ہٹ گئی، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جمع حدیث کی مہم پر صرف ہمت کی، اپنے دور خلافت میں جا بجا احکام بھیجے کہ احادیث کے ساتھ آثار صحابہ کو بھی مدون کیا جائے مگر چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے انہوں نے جز وثانی کو ذکر بھی نہیں کیا اور ائمۂ مجتہدین کے اقوال وآراء کو ''بعض الناس'' کی تعبیر سے مبہم وبے وقعت بنایا، بقول حضرت الاستاذ علامہ کشمیریؒ مذہب حنفی سے واقفیت ناقص ہونے کی وجہ سے بعض مسائل وآراء کی نسبت میں بھی غلطی کی جس کی تفصیل اپنے مواقع پر آئے گی، رسائل جزء رفع الیدین اور جزء القراءت میں تو سلف کی تجہیل تک نوبت پہنچائی جس کی وضاحت امام بخاری کے حالات میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

غرض ہماری پختہ رائے ہے کہ اگر مصنف ابن ابی شیبہ کے طرز کی حدیثی تالیفات کی اشاعت بھی ہوگئی ہوتی تو جو نوبت افراط وتفریط تک پہنچی یا اصحاب مذاہب اربعہ کے مناقشات اور ان کے شاخسانے اتنے بڑھے یا عدم تقلید وسب ائمہ مجتہدین، محدثین وفقہاء کے رجحانات میں نشو ونما ہوا یہ کچھ بھی نہ ہوتا اور باوجود اختلاف خیال کے بھی سب لوگوں کے قلوب متحد اور جذبات ہم رنگ ہوتے ہیں۔

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ اور رد مسائل امام اعظمؒ

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا حافظ موصوف کی کتاب فقہ حنفی کے لئے بہترین دستاویز ہے اور ہماری تمنا ہے کہ کسی طرح یہ ذخیرہ نادرہ جلد سے جلد طبع ہو کر شائع ہو اس ضخیم کتاب کا ایک نہایت مختصر حصہ وہ بھی ہے جس میں حافظ موصوف نے امام صاحب کے بعض مسائل پر نقد کیا ہے اور ہندوستان کے غیر مقلدوں نے ان کو اصل وترجمہ اردو کے ساتھ شائع بھی کر دیا ہے تاکہ احناف کے خلاف پروپیگنڈے میں اس سے مدد لیں اس لئے اس کے متعلق بھی کچھ پڑھ لیجئے اس کے رد میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کا بھی مختصر حال لکھا جاتا ہے۔

۱- حافظ عبدالقادر قرشی حنفی صاحب ''الجواہر المضیۃ'' (م ۷۷۵ھ نے ''الدرار المنیفہ''، لکھی۔

۲- حفاظ قاسم بن قطلو بغا حنفی (م ۸۷۹ھ نے الاجوبۃ المنیفہ لکھی، آپ کو حافظ ابن حجر سے بھی تلمذ ہے اور آپ کا مقام حدیث وفقہ میں بہت بلند ہے خود حافظ ابن حجر نے آپ کو امام، علامہ محدث وفقیہ اور الشیخ المحدث الکامل الاحد لکھا ہے اور حافظ ابن حجر نے نصب الرایہ کی تلخیص درایہ میں جن احادیث کو لکھا تھا کہ ''مجھے نہیں ملیں'' حافظ قاسم موصوف کی مطبوعہ ''منیۃ الالمعی'' کے آخر میں جو تعلیقات درایہ چھپی ہیں ان میں موصوف نے جا بجا ان احادیث کی تخریج حوالہ کی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ان کی حدیثی معلومات کا دائرہ حافظ ابن حجر سے بھی زیادہ وسیع تھا، پھر بھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ احناف میں محدثین کی کمی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ دوسروں کی طرح ان کے لئے پروپیگنڈے کا فن استعمال نہیں کیا گیا۔

۳- حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی صاحب ''سیرۃ شامیہ کبریٰ'' نے بھی ایک رد لکھنا شروع کیا تھا جس کو وہ پورا نہ کر سکے البتہ ''عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان''، میں اپنی اسانید سے سترہ سلسلے جامعین مسانید امام اعظم تک لکھنے کے بعد حافظ ابن ابی شیبہ کے رد کا بھی ذکر کیا اور موصوف کے

اس اقدام پر کڑی تنقید اور درشت کلمات کے بعد مختصر اصولی جوابات بھی لکھے ہیں اس حصہ کو علامہ کوثریؒ نے "نکت" کے آخر میں نقل بھی کر دیا ہے۔

۴- کشف الظنون میں ایک اور کتاب کا بھی ذکر ہے جس کا نام "الرد علی من رد علی ابی حنیفہ" لکھا ہے۔

۵- ایک رد علامہ کوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) نے لکھا جس کا نام "النکت الطریفہ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفہ" ہے جو ۱۳۶۵ھ میں مصر سے شائع ہوا، علامہ کوثری نے تحریر فرمایا کہ ان کو سابقہ ردود میں سے باوجود سعی کے کوئی نہ مل سکا تاہم علامہ کا رد مذکور بہت کافی وشافی اور ان کی دوسری تالیفات کی طرح نہایت محققانہ بلند پایہ ہے، ابتداء میں یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۲۵ اعتراضات میں سے نصف تو وہ ہیں جن میں دونوں جانب قوی احادیث وآثار ہیں لہذا اختلاف صرف وجوہ ترجیح کا رہ جاتا ہے، باقی نصف کے پانچ حصے ہیں، ایک وہ جن میں کتاب اللہ کی وجہ سے کسی خبر واحد کو امام صاحب نے ترک کیا ہے، ایک خمس میں خبر مشہور کی وجہ سے اس سے کم درجہ کی حدیث پر عمل نہیں کیا ایک خمس میں مدارک اجتہاد اور فہم معانی حدیث کے فرق سے الگ الگ راہ بنی ہے اور امام صاحب کا ان امور میں تفوق مسلم ہے ایک خمس میں حافظ ابوبکر نے حنفی مذہب سے ناواقفی کے باعث اعتراض کیا ہے اس کے بعد صرف ایک خمس (۱۲-۱۳ مسائل) ایسے رہ جاتے ہیں جن کے بارے میں علی سبیل التنزل یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب سے ان میں خطا ہوئی جن کی نسبت امام صاحب کے مدونہ مسائل کی کثرت کے اعتبار سے صفر کے قریب ہوتی ہے کیونکہ ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار تک بیان ہوئی ہے گویا ایک لاکھ میں ایک مسئلہ ٹھیرا اور یہ کون کہہ سکتا ہے کہ امام صاحب معصوم تھے۔

ایک اہم بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حافظ ابوبکر نے مشہور اختلافی مسائل میں سے کوئی مسئلہ نہیں لکھا جن پر بعد کے محدثین اور مخالفین ومعاندین نے حنفیہ کے خلاف بڑا زور لگایا ہے اور امام بخاری جیسے عظیم القدر محدث نے بھی اپنے رسائل میں اکابر حنفیہ کے خلاف شان بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، حالانکہ ان مسائل میں اختلاف کی نوعیت بہت ہی معمولی تھی جس کو حافظ ابن تیمیہ وغیرہ نے بھی لکھا ہے اور ہم نے اس کو پہلے نقل کیا ہے علامہ کوثری کے جوابات شرح بخاری میں بموقع نقل ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وھو المستعان وعلیہ التکلان۔

۱۳۷- حافظ بشر بن الولید بن خالد کندیؒ (م ۲۳۸ھ)

امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے جلیل القدر محدث وفقیہ، دیندار، صالح وعابد تھے، حدیث امام مالک وحماد بن زید وغیرہ سے بھی حاصل کی آپ سے ابونعیم موصلی، ابویعلی وغیرہ اور ابوداؤد نے روایت کی دارقطنی نے ثقہ کہا، حالت پیری، ضعف ومرض میں بھی دو سو رکعت نفل روزانہ پڑھا کرتے تھے، معتصم باللہ نے خلق قرآن کے قائل نہ ہونے پر آپ کو قید کر دیا اور ہر چند کوشش کی مگر آپ قائل نہ ہوئے پھر متوکل کے زمانہ میں رہا ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم اکثر حضرت سفیان بن عیینہ کی مجلس میں جاتے تھے جب کوئی مشکل مسئلہ ان کے پاس آتا تو وہ پکار کر پوچھتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے کوئی شخص یہاں موجود ہے سب میری ہی طرف اشارہ کرتے اور میں جواب عرض کرتا لوگوں نے آپ سے مشکل فقہی مسائل اور نوادر میں غیر معمولی استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۳۸- حافظ اسحق بن راہویہ حنظلیؒ ولادت ۱۶۱، ۱۶۶ھ، م ۲۳۸ھ، عمر ۷۷ سال

آپ نے ابن عیینہ، ابن علیہ، جریر، بشر بن المفضل، حفص بن غیاث، ابن ادریس، ابن مبارک، عبدالرزاق، عیسیٰ بن یونس، شعیب، ابن اسحق وغیرہ سے روایت کی، آپ سے سواء ابن ماجہ کے باقی ارباب صحاح نے اور بقیہ بن الولید ویحییٰ بن آدم نے جو آپ کے شیوخ میں ہیں اور امام احمد، اسحق کوسج، محمد بن رافع اور یحییٰ بن معین نے جو آپ کے اقران میں ہیں روایت کی۔

ابن مبارک سے نوجوانی کے زمانے میں حدیث سنی اور بوجہ کم عمری کے آپ سے روایت نہ کی، قیام مرو میں ابتداء میں تفقہ بھی آپ نے ابن مبارک وغیرہ کی خدمت میں رہ کر امام اعظم کے مذہب پر کیا تھا، پھر جب بصرہ جا کر عبدالرحمٰن بن مہدی کی شاگرد ہوئے تو فقہ حنفی سے منحرف ہو گئے

تھے اور اصحاب ظواہر کا طریقہ اختیار کر لیا تھا، امام اعظم کے حالات ہمیں ہم نقل کر آئے ہیں کہ کچھ لوگوں نے امام اعظم کی کتابیں دریا برد کرنے کی اسکیم بنائی تھی جس پر مامون نے ان لوگوں کو بلا کر امام صاحب کی طرف سے مدافعت کی اور ان کو تنبیہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریں تو ان میں یہ اسحٰق بن راہویہ بھی تھے جو امام بخاری کے خاص شیوخ میں ہیں اور ممکن ہے کہ امام بخاری میں جو انحراف فقہ حنفی یا ائمۂ احناف سے آیا ظاہریت کی جانب زیادہ میلان ہوا اس میں ان کے تلمذ کا بھی اثر ہو، یوں ابتداء میں امام بخاری کو بھی فقہ عراق وفقہاء احناف سے ربط رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

اسحٰق بن راہویہ کا حافظہ بے مثل تھا اپنے تلامذہ کو گیارہ ہزار احادیث املا کرائیں پھر ان کا اعادہ کیا تو ایک حرف زیادہ یا کم نہ کیا، وفات سے دو ماہ قبل حافظہ میں تغیر ہو گیا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۳۹- حافظ ابراہیم بن یوسف بلخی (م ۲۳۹ھ)

ابن مبارک، ابن عیینہ، ابوالاحوص، ابومعاویہ، ابویوسف القاضی، ہشیم وغیرہ سے روایت کی، امام مالک سے بھی ایک حدیث سنی ہے، آپ سے نسائی، زکریا سجزی، محمد بن کرام وغیرہ ایک جماعت نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، امام ابویوسف کی خدمت میں رہ پڑے تھے، یہاں تک کہ فقہ میں کمال حاصل کیا، ابوحاتم نے کہا ان سے حدیث نہیں لیں گے، حافظ ذہبی نے اس پر کہا کہ یہ محض ارجاء کی تہمت کی وجہ سے ان پر حملہ کیا گیا ہے، نسائی نے ان کو اپنے شیوخ میں ذکر کیا اور ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب ص ۱۸۴ ج ۱)

۱۴۰- حافظ عثمان بن محمد بن ابراہیم الکوفی المعروف بابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۹ھ عمر ۸۳ سال)

مشہور محدث ابوبکر بن ابی شیبہ صاحب ''مصنف'' کے بھائی تھے، مکہ معظمہ اور رے وغیرہ کے علمی سفر کئے، مسند وتفسیر لکھی، بغداد جا کر درس حدیث دیا، شریک بن عبداللہ، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن عبید بن ادریس اور جریر بن عبدالحمید وہشیم وغیرہ سے حدیث روایت کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ امام اعظم سے بھی آپ نے مسانید میں روایات کی ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۴۱- امام یحییٰ بن اکتم بن محمد قطن بن سمعان مروزیؒ (م ۲۴۲، ۲۴۳ھ، عمر ۸۳ سال)

مشہور محدث وفقیہ، امام محمد کے اصحاب خاص میں تھے، حدیث امام محمد، ابن مبارک، ابن عیینہ وغیرہ سے سنی اور روایت کی، آپ سے امام بخاری نے غیر جامع میں اور امام ترمذی نے روایت کی، بیس سال کی عمر میں بصرہ کے قاضی ہوئے، اہل بصرہ نے کم عمر سمجھا تو فرمایا کہ میں عتاب بن اسیدؓ سے عمر میں بڑا ہوں جن کو حضور اکرم ﷺ نے مکہ معظمہ کا قاضی بنایا تھا اور معاذ بن جبل سے بھی عمر میں زیادہ ہوں جن کو آنحضرت ﷺ نے یمن کا قاضی بنایا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۴۲- حافظ ولید بن شجاع ابوہمام بن ابی بدر السکونی الکوفیؒ (م ۲۴۳ھ)

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ کے حدیث میں استاد ہیں، ابن معین نے فرمایا کہ ان کے پاس ایک لاکھ حدیثیں ثقات کی موجود تھیں، حافظ ذہبی نے میزان میں ان کو حافظ حدیث لکھا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۴۳- محدث کوفہ ابوکریب محمد بن العلاء الہمدانی الکوفی (م ۲۴۳ھ عمر ۸۷ سال)

کوفہ کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں تمام ارباب صحاح ستہ نے ان سے روایت کی، موسیٰ بن اسحٰق کا بیان ہے کہ میں نے ابوکریب سے ایک لاکھ حدیث سنیں، ابن نمیر نے کہا کہ عراق میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث نہ تھا، علامہ یاقوت حموی نے کہا کہ ابوکریب متفق علیہ ثقہ ہیں۔ (تہذیب وتذکرہ)

۱۴۴-شیخ ابوعبداللہ بن یحیی العدنی (متوفی ۲۴۳ھ)

مکہ معظمہ میں سکونت کی اور اپنے زمانہ کے شیخ الحرم ہوئے، ۷۷ حج کئے، ہر وقت طواف میں مشغول رہتے تھے، امام مسلم وترمذی نے روایت کی، آپ کی مسند مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۴۵-حافظ احمد بن منیع ابوجعفر البغوی الاصمؒ (ولادت ۱۶۰ھ م ۲۴۴ھ)

بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی، حدیث وفقہ میں امام ابویوسف کے تلمیذ خاص ہیں اور آپ سے تمام ارباب صحاح نے روایت کی، محدث خلیلی نے کہا کہ آپ علم میں امام احمد اور ان کے اقران کے برابر ہیں، چالیس سال تک ہر تیسرے روز ختم قرآن معمول رہا، آپ کی مسند مشہور ہے، جس کو آپ کے نامور شاگرد اسحٰق بن ابراہیم بن جمیل نے روایت کیا۔ (تہذیب)

۱۴۶-حافظ اسحٰق بن موسیٰ الانصاری (م ۲۴۴ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں حافظ حدیث، ثبت، امام حدیث، صاحب سنت اور فقیہ لکھا، حدیث میں سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم) عبدالسلام بن حرب اور معن بن عیسیٰ کے شاگرد ہیں، ابوحاتم، نسائی وخطیب نے ثقہ کہا، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ترمذی میں حدثنا الانصاری سے ہر جگہ یہی مراد ہوتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب وتذکرۃ الحفاظ)

۱۴۷-حافظ سلمہ بن شبیب نیشاپوریؒ (متوفی ۲۴۶ھ)

مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کرلی تھی، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، عبدالرحمٰن مقری (تلامذہ امام اعظم) اور ابوداؤد طیالسی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، امام بخاری کے علاوہ تمام ارباب صحاح ان کے شاگرد ہیں، ابونعیم اصفہانی نے ان ثقات میں شمار کیا جن سے ائمہ حدیث و متقدمین نے روایت کی، حاکم نے ''محدث مکہ'' اور اتقان وصدوق میں متفق علیہ کہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۴۸-حافظ کبیر احمد بن کثیر ابوعبداللہ دورقیؒ (ولادت ۱۶۸ھ م ۲۴۶ھ)

حافظ یعقوب دورقی کے چھوٹے بھائی ہیں، دونوں بھائی حافظ حدیث ہوئے ہیں، صالح جزرہ نے کہا کہ احمد کثرت حدیث اور اس کی معلومات میں اور یعقوب علم اسناد وروایت میں بڑھے ہوئے تھے اور دونوں ثقہ ہیں، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں (تہذیب وتذکرہ)

۱۴۹-حافظ اسمٰعیل بن توبہ ابوسہل ثقفی قزوینی (متوفی ۲۴۷ھ)

مشہور محدث فقیہ ہیں امام محمد، ہشیم، سفیان بن عیینہ (تلامذہ امام اعظم) خلف بن خلیفہ، اسماعیل بن جعفر وغیرہ سے حدیث کی تکمیل کی آپ سے ابن ماجہ، ابوزرعہ، ابوحاتم وغیرہ بڑی جماعت محدثین نے روایت کی، ابوحاتم نے صدوق کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور فن حدیث میں پختہ کار کہا، کبار ائمہ حنفیہ سے تھے۔

امام محمد کی ''سیر کبیر'' کے راوی ہیں، امام محمد جس وقت ہارون رشید کے صاحبزادوں کو تعلیم دیتے تھے تو ''سیر کبیر'' کے درس میں یہ بھی ان کے شریک ہوتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وتہذیب)

۱۵۰-حافظ عمرو بن علی فلاس بصریؒ (م ۲۴۹ھ)

حافظ ذہبی نے حافظ حدیث، ثبت، سیرفی حدیث اور احد الاعلام لکھا، مسند، علل اور تاریخ کے مصنف اور تمام ارباب صحاح ستہ کے فن

حدیث میں استاد ہیں، محدث ابوزرعہ کا قول ہے کہ حدیث کے شہسواروں میں سے بصرہ میں ان سے اور ابن المدینی وشاذ کوفی سے بڑھ کر کوئی حافظ حدیث نہیں تھا، آپ سید الحفاظ امام یحیی القطان (تلمیذ امام اعظم) کے حدیث میں شاگرد تھے، ایک دفعہ امام قطان نے کسی حدیث میں کوئی غلطی کی، دوسرے روز خود ہی متنبہ ہوگئے اور درس کے وقت ان ہی عمرو کی طرف خطاب خاص فرما کر کہا کہ میں غلطی کرتا ہوں اور تم موجود ہوتے ہوئے بھی مجھے نہیں ٹوکتے؟ حالانکہ اس وقت دوسرے تلامذہ علی بن المدینی جیسے بھی موجود تھے۔ (تہذیب وتذکرۃ الحفاظ)

۱۵۱- امام ابوجعفر دارمی (م ۲۵۳ھ)

حفظ حدیث ومعرفت فقہ میں بڑی شہرت رکھتے ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ خراسان سے ان سے زیادہ فقیہ البدن کوئی نہیں آیا ابن عقدہ نے احد حفاظ الحدیث، متقن، عالم حدیث وروایت کہا، بجز امام نسائی کے تمام ارباب صحاح کو ان سے تلمذ حاصل ہے، ان کی "سنن دارمی" مشہور ومعروف ہے۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تہذیب وتذکرہ)

ضروری واہم گذارشات

۱- مقدمہ شرح بخاری شریف حصہ اول پیش ہے جو ۲۳۴ صفحات میں پورا ہوا، حصہ دوم میں امام بخاری سے شروع ہو کر اس زمانہ تک کے ممتاز محدثین کا ذکر خیر ہوگا، وہ حصہ غالباً اس سے بھی زیادہ ہی جگہ لے گا، اختصار کی سعی کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ رہا کہ جن محدثین کے حالات پوری طرح منظر عام پر اب تک نہ آسکے تھے، خصوصاً محدثین احناف کے، ان کے صحیح وضروری حالات ضرور نمایاں کردیئے جائیں حصہ دوم میں امام بخاری کے حالات امام اعظم کی طرح زیادہ تفصیل سے دیئے گئے ہیں اور ان کی تمام تالیفات پر بھی پورا تبصرہ کیا گیا ہے۔

۲- شرح بخاری شریف سے پہلے حدیث ومحدثین کی تاریخ اور اجلۂ محدثین کے صحیح وضروری تعارف کی اہمیت ظاہر ہے اسی لئے "تذکرہ محدثین" کی تقدیم ضروری سمجھی گئی۔ ۳- مضامین مقدمہ کی اہمیت جو پیش لفظ میں بیان ہوئی ہے اس کو ابتداء میں ضرور ملاحظہ کرلیا جائے۔ ۴- انوارالباری کا پورا کام ایک تحقیقی علمی خدمت کے طور پر کیا جارہا ہے، مقدمہ میں اکابر امت کے معتبر حالات اور شرح میں ان کی تحقیقات عالیہ زیادہ معتمد ذرائع سے بہتر سلیس، اردو میں پیش کرنے کا تہیہ ہے۔ واللہ المیسر والمستعان۔

۵- انوارالباری کی تالیف واشاعت کے سلسلے میں اکابر اہل علم اور باذوق علمی ودینی شغف رکھنے والے احباب و مخلصین نے جو کچھ حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے اپنے حلقوں میں اس کا تعارف کرایا اس کے لئے ادارہ ان کا ممنون ہے۔ والاجر عند الله۔

انوار الباری صحیح البخاری

مقدمہ جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و كفى سلام على عباده الذين اصطفىٰ

امام بخاریؒ

(ولادت ۱۹۴ھ، وفات ۲۵۶ھ، عمر باسٹھ سال)

اسم مبارک:

امیر المومنین فی الحدیث الشیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ بن بردزبۃ الجعفی رحمۃ اللہ علیہ۔

خاندانی حالات:

بردزبہ فارسی کلمہ ہے، کاشت کار کو کہتے ہیں، بردزبہ مجوسی تھے، ان کے بیٹے مغیرہ، یمان جعفی والی بخارا کے ہاتھ پر اسلام لائے، اسی نسبت سے وہ جعفی مشہور ہوئے۔

مغیرہ کے فرزند ابراہیم کے حالات معلوم نہ ہو سکے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بھی یہی لکھا ہے کہ مجھے ان کے حالات نہیں ملے، ابراہیم کے صاحبزادہ اسماعیل کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ علماء اتقیاء میں سے تھے، حافظ نے کتاب الثقات ابن حبان سے نقل کیا کہ طبقۂ رابعہ میں تھے، حماد بن زید اور مالک وغیرہ سے روایت کی اور ان سے عراقیوں نے روایت کی اور ابن مبارک وتلمیذ امام اعظمؒ کی صحبت میں بیٹھے ہیں، امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں اسی طرح لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید کو دیکھا، ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور مالک سے حدیث سنی۔

سن پیدائش وابتدائی حالات:

امام بخاریؒ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی صغر سنی ہی میں ہو گیا تھا لہذا اپنی والدہ محترمہ کی تربیت ونگرانی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ میں قیام کر کے تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔

مشہور ہے کہ امام بخاری کی بینائی چھوٹی عمر میں زائل ہو گئی تھی، آپ کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، فرمایا ''خدا نے تمہاری دعاؤں کی وجہ سے بیٹے کی بینائی واپس کر دی ہے'' امام بخاری صبح کو اٹھے تو بینا تھے۔

علمی شغف ومطالعہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب میں ۱۶ سال کی عمر میں داخل ہوا تو میں نے ابن مبارک اور وکیع کی کتابیں یاد کرلی تھیں اور ان لوگوں کے (یعنی علماء عراق کے) علم سے واقف ہوگیا تھا، پھر میں اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کے لئے گیا، حافظ ابن حجر نے لکھا کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری نے سب سے پہلا سفر ۲۱۰ھ میں کیا، اور اگر وہ ابتداء تعلیم کے وقت ہی سفر کرلیتے تو اپنے دوسرے معاصرین کی طرح وہ بھی طبقہ عالیہ کے لوگوں کو پالیتے اور حافظ حدیث عبدالرزاق کا زمانہ ان کو مل بھی گیا تھا اور امام بخاری نے ارادہ بھی کیا تھا کہ ان کے پاس یمن جاکر استفادہ کریں، مگر ان سے کہا گیا کہ شیخ مذکور کا انتقال ہوگیا ہے، اس لئے وہ یمن نہ گئے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اس وقت زندہ تھے۔

چنانچہ امام بخاریؒ ان سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔

تصنیف کا آغاز:

امام بخاریؒ ہی نے کہا ہے کہ اٹھارہویں سال میں، میں نے ''قضایا الصحابۃ والتابعین'' تصنیف کی پھر ''تاریخ کبیر'' اسی ماہ میں مدینہ منورہ میں روضۂ مطہرہ کے قریب بیٹھ کر تصنیف کی۔

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ میں شام، مصر اور جزیرہ دو بار گیا ہوں اور بصرہ چار مرتبہ، حجاز میں چھ سال اقامت کی اور اس کو شمار نہیں کرسکتا کہ کتنی بار کوفہ اور بغداد گیا ہوں۔

امام احمدؒ سے تعلق:

یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ امام بخاریؒ جب بھی بغداد جاتے، امام احمد سے ملاقاتیں کرتے اور مستفید ہوتے تھے، اور وہ ان کو ہر مرتبہ خراسان چھوڑ کر بغداد کی سکونت اختیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے، لیکن باوجود اتنی ملاقاتوں کے امام احمد سے روایت حدیث بہت کم ہے، حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء میں تشریح کی ہے کہ امام بخاریؒ نے امام احمد سے صرف یہاں ایک روایت لی ہے اور ایک روایت مغازی میں لی ہے ان دو کے سوا نہیں ہے، شاید اس لئے کہ امام بخاریؒ کو امام احمدؒ کے شیوخ سے لقا حاصل ہوگیا تھا وہ امام احمد کے واسطہ سے مستغنی ہوگئے تھے، چنانچہ امام احمد سے روایت کرنے کے بجائے علی بن مدینی سے زیادہ روایات لی ہیں۔

قیام بصرہ اور تصنیف:

امام بخاریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں بصرہ میں پانچ سال رہا، میرے ساتھ کتابیں ہوتی تھیں، تصنیف کرتا تھا اور حج کے موسم میں حج کرتا تھا اور پھر بصرہ کو لوٹ آتا تھا اور ایک سال مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تصنیف میں مصروف رہا، امام بخاریؒ نے یہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ ۱۸ سال کی عمر میں حج کے لئے گیا تو، حمیدی سے ملا، اس وقت ان کے اور ایک دوسرے شخص کے درمیان کسی حدیث پر جھگڑا ہورہا تھا، حمیدی نے مجھے دیکھ کر کہا: ''اب یہ آگئے ہیں ہمارے نزاع کا فیصلہ کردیں گے اور مجھ سے نزاعی صورت بیان کی، میں نے حمیدی کی تصویب کی اور حق بھی ان ہی کے ساتھ تھا۔

علم حدیث وفقہ کے لئے اسفار:

امام بخاری تحصیل علم وحدیث وفقہ کے لئے مختلف دور دراز شہروں میں پہنچے ہیں اور بڑے بڑے محدثین وفقہا سے علم حاصل کیا ہے، بلخ گئے اور مکی بن ابراہیم کے شاگرد ہوئے جو امام اعظمؒ کے تلمیذ خاص تھے، ان سے گیارہ ۱۱ احادیث ثلاثی امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہیں، بغداد میں معلی بن منصور کے شاگرد ہوئے جو بقول امام احمدؒ، امام صاحبؒ، امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے اصحاب وتلامیذ سے تھے، امام

یحییٰ بن سعید القطان (تلمیذ امام اعظمؒ) کے تلمیذ خاص امام احمد اور علی بن المدینی کے شاگرد ہوئے اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ بخاری میں علی بن المدینی سے بہ کثرت روایات ہیں۔

بصرہ پہنچ کر ابو عاصم النبیل الضحاک کے شاگرد ہوئے، جن سے امام بخاریؒ نے چھ روایات اعلیٰ درجہ کی روایت کی ہیں، جو ''ثلاثیات'' کہلاتی ہیں، یہ ابو عاصم بھی امام صاحبؒ کے تلمیذ خاص بلکہ شرکاء تدوین فقہ حنفی میں سے ہیں۔

ان کے علاوہ تین ثلاثیات امام بخاریؒ نے محمد بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہیں جو بتصریح خطیب بغدادی امام ابو یوسفؒ و امام محمد کے تلمیذ اور حنفی تھے۔

ثلاثیات بخاری:

''ثلاثیات'' وہ احادیث کہلاتی ہیں جن میں راوی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوں اور یہ اعلیٰ درجہ کی احادیث ہیں بخاری شریف میں صرف ۲۲ ہیں، جو امام بخاری کا مابہ الافتخار ہیں اور ان میں ۲۰ حدیثیں بہ تفصیل مذکورہ بالا انہوں نے اپنے حنفی شیوخ سے روایت کی ہیں۔

''ثلاثیات'' سے اعلیٰ درجہ پر ثنائیات ہوتی ہیں اور وہ بھی امام صاحب کی روایات میں بہ کثرت ہیں، ملاحظہ ہوں، مسانید الامام اعظمؒ اور کتاب الآثار بلکہ بعض وحدانیات بھی ہیں، کیونکہ امام صاحبؒ کا لقاء اور سماع بھی بعض صحابہ سے ثابت ہے، ملاحظہ ہو، مناقب کردری و موفق و مقدمۂ اوجز المسالک حضرت شیخ الحدیث مولانا العلام محمد زکریا صاحب سہارن پوری عم فیضہم۔

متاخرین کی تضعیف حدیث:

اسی لئے علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ متاخرین کی تضعیف حدیث متقدمین (آئمہ مجتہدین وغیرہم) کی مرویات پر اثر انداز نہیں ہوسکتی، علامہ ابن امیر الحاج نے شرح التحریر میں لکھا کہ ''یہ امر خاص طور سے قابل تنبیہ ہے کہ اگر بطور تنزل صحیح بخاری و مسلم کی اصحیت کو دوسری تمام کتب حدیث پر مان بھی لیں تو یہ بہ نسبت بعد کی کتابوں کے ہوگی، نہ بہ نسبت ان آئمہ مجتہدین متبوعین کی مرویات کے بھی جو ان دونوں سے پہلے ہوچکے ہیں، یہ بات اگرچہ ظاہر ہے مگر پھر بھی بعض لوگوں سے مخفی ہے یا اس کو دانستہ مخفی رکھ کر عوام کو مغالطہ دیا جاتا ہے، واللہ سبحانہٗ اعلم''۔

آئمہ متبوعین اور اصحاب صحاح ستہ:

مقصد یہ ہے کہ شیخین اور اصحاب سنن سب حفاظ حدیث باہم معاصر ہیں ''جو تدوین فقہ اسلامی کے بعد کے زمانہ میں ہوئے ہیں، انہوں نے فہم معانی حدیث کے لئے صرف ہمت کی اور گراں قدر حدیثی تالیفات بھی کیں، لیکن ان سے پہلے مجتہدین کے پاس (بہ نسبت ان کے) اصولی مواد زیادہ وافر تھا اور احادیث کا ذخیرہ بھی بہت زیادہ تھا، ان کے سامنے مرفوع، موقوف، فتاویٰ صحابہ و تابعین سب ہی تھے، مجتہد کی نظر تمام اقسام حدیث پر ہوتی ہے کسی ایک قسم پر مقصود نہیں ہوتی، جوامع اور مصنفات اس زمانہ کے دیکھو تو ان میں ان سب اقسام کا مواد موجود پاؤ گے جن سے ایک مجتہد اپنی گرانقدر ذمہ داریوں کے تحت مستغنی نہیں ہوسکتا۔

پھر دیکھو کہ ان جوامع اور مصنفات کے مؤلفین سب ان مجتہدین کے اصحاب خاص یا اصحاب اصحاب تھے، علو طبقہ اور کمی رواۃ کی وجہ سے ان کی اسانید میں ہر قسم کی نظر ان کے لئے آسان تھی، نیز کسی مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا خود اس کی تصحیح و توثیق کے مترادف تھا، لہذا جو کچھ ضرورت صحاح ستہ کی طرف ہوئی اور ان سے استدلال کیا گیا وہ متاخرین کے لئے ہے، متقدمین کے لئے ان کی ضرورت کیا پیش

آتی (مقدمۂ لامع الدراری نقلا من ہامش الشروط للحازمی، للکوثری)

امام بخاری کے اساتذہ:

غرض امام بخاریؒ نے بڑے بڑے علمی مرکزوں کے اکابر شیوخ حدیث اور جلیل القدر فقہاء سے استفادہ کیا اور امام بخاریؒ کے شیوخ اور شیوخ مشائخ میں بڑی کثرت علماء احناف کی ہے اور آپ نے خود اپنے اساتذہ کی تعداد دس سواسی بیان کی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ سب اصحاب حدیث تھے (اس سے بہت سے حنفی شیوخ کو بھی سند حدیث مل گئی، والحمدللہ) آپ کے بڑے بڑے اساتذہ، اسحق بن راہویہ (تلمیذ ابن مبارک تلمیذ الامام الاعظم) علی بن المدینی (تلمیذ یحییٰ القطان تلمیذ الامام) امام احمد (تلمیذ امام ابی یوسف) یحییٰ بن معین حنفیؒ (تلمیذ امام محمدؒ) اور حمیدی شافعی تھے۔

علم حدیث وفقہ امام بخاریؒ کی نظر میں:

امام بخاریؒ نے اپنے تلامذہ کو وسعت علوم حدیث اور شرائط تحصیل علم حدیث وغیرہ کے بارے میں قیمتی معلومات دی ہیں اور اکثر علم حدیث کی مشکلات اور اس کے حاصل کرنے میں لاحق ہونے والی پریشانیاں بیان کیا کرتے تھے، اس سلسلہ میں اربعا مع اربع کا ربع مع اربع مثل اربع فی اربع والی تقریر بخاری بہت دلچسپ اور اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہے، حضرت شیخ الحدیث دام ظلہم نے مقدمۂ اوجز میں پوری ذکر فرما دی ہے اور تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم ان سب مشقتوں اور پریشانیوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو علم حدیث کی تحصیل کا خیال دماغ سے نکال دو اور فقہ حاصل کرو، کیونکہ تم اس کو گھر میں بیٹھ کر بھی حاصل کر سکتے ہو، اس میں نہ تمہیں بڑے طول طویل سفروں کی ضرورت ہوگی، نہ سمندروں کو پار کرنے کی اور باوجود اس کے فقیہ کا ثواب بھی آخرت میں محدث سے کم نہیں ہے اور نہ اس کا اعزاز محدث سے کم ہے کیونکہ وہ بھی حدیث شریف کا ہی ثمرہ ہے۔

رجال حنفیہ اور حافظ ابن حجرؒ:

امام بخاری کے والد ماجد کی ملاقات، صحبت یا صرف مصافحہ ابن مبارک سے، اس کا ذکر بھی سب بطور منقبت کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ عبداللہ بن مبارک، بہت بڑے مسلم امام حدیث تھے، لیکن وہ امام اعظم کے تلمیذ خاص تھے اور برسوں تک دور دراز شہروں میں رہ کر سب جگہ کے محدثین اور جلیل القدر تابعین سے حدیث وفقہ حاصل کرنے کے بعد امام صاحب کی خدمت میں پہنچے تو امام صاحب ہی کے ہو رہے تھے اور امام صاحب کے بہت بڑے مداح ہیں، تہذیب الکمال میں حافظ مزی نے بھی ان کو امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے مگر تعجب ہے کہ حافظ نے تہذیب میں ان کو امام صاحبؒ کے تلامذہ میں ذکر نہیں کیا، رجال کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسا ایک دو جگہ نہیں بلکہ بڑی کثرت سے ملے گا کہ تہذیب الکمال میں بڑے بڑے محدثین وفقہا امام صاحب یا ان کے اصحاب میں سے کسی کے تلمیذ تھے، یا تلمیذ التلامیذ تھے، مگر حافظ نے اس ذکر کو حذف کر دیا، تاکہ حنفیہ کی تنویر شان نہ ہو، اسی وجہ سے ہمارے شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ''رجال حنفیہ'' کو جس قدر نقصان حافظ نے پہنچایا اور کسی نے نہیں پہنچایا۔

حافظ برابر اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی حنفی ہو تو اس کو گرا دیں اور شافعی ہو تو اس کو ابھار دیں، ہم اس کی مثالیں اپنے اپنے موقع سے آگے بھی پیش کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔

سبب تالیف جامع صحیح:

جامع صحیح کی تصنیف کا سبب امیر المومنین فی الحدیث اسحق بن راہویہ ہوئے جو امام بخاریؒ کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں، انہوں نے

ایک بار تمنا ظاہر فرمائی کہ کوئی صحیح احادیث کا مختصر مجموعہ مرتب ہو جائے، امام بخاری بھی اس مجلس میں موجود تھے، خدا نے ان کے دل میں اس کا داعیہ پیدا کیا اور اس اہم و مہتم بالشان کام کی توفیق بھی مرحمت فرمادی جس سے یہ شاندار اور بے نظیر مجموعہ احادیث صحیحہ کا ظہور پذیر ہوا، یہ اسحٰق بن راہویہ بواسطۂ ابن مبارک امام اعظمؒ کے تلمیذ ہیں۔

امام بخاریؒ سے پہلے تالیف حدیث:

امام بخاریؒ سے پہلے زیادہ رواج مسانید کا تھا، چنانچہ امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ جیسے عظیم القدر حفاظ حدیث نے مسانید مرتب کئے تھے اور ان سے پہلے عبداللہ بن موسیٰ العبسی کوفی، مسدد بن مسرہد بصری اور اسد بن موسیٰ الاموی وغیرہ نے مسانید جمع کئے تھے، جس طرح ان سے پہلے اکابر آئمہ حدیث مثلاً امام ابو یوسف و امام محمدؒ کے ذریعہ امام اعظم کی کتاب الآثار مرتب ہوئیں، امام مالکؒ نے موطاء تصنیف فرمائی، اور ان سب میں احادیث کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ اور فتاویٰ تابعین بھی لکھے جاتے تھے۔

حافظ ابن جریج نے مکہ معظمہ میں امام اوزاعیؒ نے شام میں، امیر المومنین فی الحدیث ثوری نے کوفہ میں، حافظ حماد بن سلمہ نے بصرہ میں مصنفات تیار کیں اور ان کے علاوہ مصنفات اصحاب امام اعظم مثلاً کتاب الآثار امام ابو یوسف، کتاب الآثار امام محمد، مصنف عبدالرزاق (تلمیذ الامام) کتب ابن مبارک (تلمیذ الامام) کتاب وکیع (تلمیذ الامام) کتاب الصیام و کتاب الزکوٰۃ یوسف بن امام ابی یوسف اور سید حمیدی (استاد البخاری) وغیرہ منصہ شہود پر آچکی تھیں، غرض ہر امام اور حافظ حدیث نے کوئی نہ کوئی مجموعۂ حدیث و آثار بصورت مسند یا مصنف بہ ترتیب ابواب ضرور چھوڑا تھا۔

یہ بھی واضح رہے کہ جامع صحیح کی تالیف امام بخاریؒ کے ابتدائی دور کی نہیں بلکہ آخری دور کی تصنیف ہے اور جیسا کہ ہم نے ابتداء مقدمہ میں عرض کیا تھا، زمانہ صحابہ میں بھی جمع حدیث کا کام ہوا ہے اور حافظوں میں تو تمام ہی صحابہ کے بہترین ذخیرہ موجود تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے باقاعدہ تدوین حدیث کی مہم شروع کی، چنانچہ امام شعبی متوفی ۱۱۰ھ نے اسی طرح زہری متوفی ۱۲۰ھ اور ابوبکر خرمی متوفی ۱۲۴ھ نے بڑے پیمانہ پر احادیث جمع کیں، پھر ۱۲۰ھ سے امام اعظمؒ نے اپنے چالیس شرکاء تدوین فقہ اور دوسرے اصحاب و تلامذہ محدثین و فقہاء کے ساتھ پچیس تیس سال تک احادیث و آثار فتاویٰ صحابہ و اقوال تابعین، قضایائے صحابہ و تعامل سلف کی روشنی میں لاکھوں مسائل احکام کا استخراج کیا، جو حسب تحقیق مذکور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ احادیث مرفوعہ ہی کے حکم میں تھے۔

اسی طرح امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کے مستخرجہ مسائل احکام بھی اسی مرتبہ میں تھے، غرض امام بخاری کے زمانہ تالیف بخاری شریف تک دوسوا دوسو سال کے سینکڑوں اکابر آئمہ حدیث و حفاظ کی مساعی جمیلہ کے ثمرات سامنے آچکے تھے، جن کو امام بخاری نے اپنی بے نظیر قوت حفظ، لاثانی، ملکۂ اخذ و ضبط اور جمع و تصنیف کی اعلیٰ صلاحیتوں کے ذریعہ اعلیٰ سے اعلیٰ قالب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی غیر معمولی پرخلوص محنت و سعی کو عظیم الشان حسن قبول اور برتری سے نوازا۔

ایک اہم غلطی کا ازالہ:

ہمارے زمانہ کے ایک محترم مؤلف اہل حدیث مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی نے ایک کتاب نصرۃ الباری کے نام سے امام بخاریؒ کے مناقب میں لکھی ہے جس میں انہوں نے امام بخاری کی وسعت نظر کے عنوان میں تقریباً ڈیڑھ سو کتب حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا کہ امام بخاری کے معلقات جو بخاری میں موصول السند نہیں ہیں وہ اتنے عظیم ذخیرہ سے ماخوذ ہیں کہ تفصیل میں ملال ناظرین وطوالت کا خوف ہے، اس لئے ہم صرف ایک سرسری فہرست ان کتابوں کی نقل کر رہے ہیں، جہاں سے امام بخاریؒ نے معلقات و تابعات کو صحیح بخاری میں درج

فرمایا ہے وہ چند کتابیں یہ ہیں:

مؤلف محترم کے اس مضمون سے غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ امام بخاری کی تالیف صحیح کے وقت یہ سب کتابیں موجود ہوں گی تاکہ ان سے اخذ کرنے کا دعویٰ صحیح ہوسکے، حالانکہ ان میں وہ کتابیں بھی مذکور ہیں جو امام بخاری سے بہت بعد کی تالیف ہوئیں، امام بخاریؒ کے وقت میں یا ان سے پہلے ان کتابوں کے مصنفین بھی دنیا میں تشریف نہ لائے تھے، چہ جائیکہ ان کی کتابیں اور تالیفات امام بخاریؒ کے زمانہ میں موجود ہوں، مثلاً معجم صغیر طبرانی (م ۳۶۰ھ) ایضاً اوسط طبرانی، ایضاً کبیر طبرانی، دار قطنی (م ۳۸۵ھ) مستدرک حاکم (م ۴۰۵ھ) حلیۃ الاولیا ابی نعیم (م ۴۳۰ھ) کتاب الاعتقاد، سنن کبریٰ دلائل النبوۃ، شعب الایمان للبیہقی (م ۴۵۸ھ) التمہید لابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) شرح السنہ بغوی (م ۵۱۶ھ) وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے بظاہر مولانا موصوف کا مقصد یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے متعلقات و متابعات کا جو گرانقدر مواد اپنی صحیح میں جمع کردیا ہے وہ باسانیدان سب کتابوں میں منتشر موجود ہے، خواہ وہ امام بخاریؒ سے قبل کی تصنیف ہوں یا بعد کی اور ظاہر ہے کہ ماخذ ان سب ہی کتابوں کے وہی علوم نبوت ہیں جو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے پاس تھے، ان ہی علوم کو خلف نے سلف سے اخذ کیا اور اپنی اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے ہر ایک نے ان کو بہتر سے بہتر پیرائیہ بیان اور تفصیل وتبیان سے ادا کیا۔

غرض ان احوال وظروف میں امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح تیار کی جس میں سولہ سال کی مدت صرف ہوئی جو تقریباً چھ لاکھ احادیث کا انتخاب ہے۔

جامع صحیح کے لئے اساتذہ بخاری کی توثیق:

ابوجعفر عقیلی کا قول ہے کہ جب بخاری نے جامع تصنیف کی تو اس کو اپنے شیوخ علی بن المدینی احمد بن حنبل (تلمیذ امام ابو یوسف) اور یحییٰ بن معین کے سامنے پیش کیا، ان حضرات نے اس کو پسند کیا اور سند صحت عطا کی بجز چار احادیث کے۔

''بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے امام مسلم کے تذکرہ میں تحریر کیا کہ:

''وہ صحیح وسقیم احادیث کی پہچان میں اپنے تمام اہل عصر میں ممتاز تھے، بلکہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی ترجیح وفضیلت حاصل ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بخاری کی اکثر روایات اہل شام سے بطریق مناولہ ہیں (یعنی ان کی کتابوں سے لی گئی ہیں خود ان کے مؤلفین سے نہیں سنی گئیں) اس لئے ان کے راویوں میں کبھی کبھی امام بخاریؒ سے غلطی واقع ہوجاتی ہے، ایک ہی راوی کہیں اپنی کنیت اور کہیں اپنے نام سے مذکور ہوتا ہے، امام بخاریؒ اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں یہ مغالطہ امام مسلم کو پیش نہیں آیا، نیز حدیث میں امام بخاری کے تصرفات مثلاً تقدیم وتاخیر، حذف واختصار کی وجہ سے بعض مرتبہ تعقید پیدا ہوجاتی ہے، ہر چند کہ خود بخاری ہی کے دوسرے طریق دیکھ کر وہ صاف بھی ہوجاتی ہے لیکن امام مسلم نے یہ طریقہ اختیار ہی نہیں کیا بلکہ متون حدیث کو موتیوں کی لڑی کی طرح مرتب روایت کیا ہے کہ تعقید کی بجائے ان کے معانی اور چمکتے چلے جاتے ہیں''۔

امام بخاریؒ کا بے نظیر حافظہ:

آپ کو بچپن سے ہی احادیث یاد کرنے کا شوق تھا، چنانچہ دس سال کی عمر میں یہ حالت تھی کہ مکتب میں جس جگہ کوئی حدیث سنتے فوراً اس کو یاد کرلیتے تھے۔

بخارا میں اس وقت داخلی مشہور محدث تھے، امام بخاری نے ان کے پاس آمد ورفت شروع کی، ایک روز داخلی لوگوں کو احادیث سنا رہے تھے، ان کی زبان سے ایک حدیث کی سند اس طرح نکلی کہ سفیان نے ابوالزبیر سے انہوں نے ابراہیم سے روایت کی، بخاری فوراً بول

پڑے کہ حضرت ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے، داخلی نے مکان پر اصل یادداشتوں سے مراجعت کی تو غلطی واقع نکلی، واپس آ کر امام بخاری کو بلایا اور پوچھا کہ صحیح کس طرح ہے؟ تو انہوں نے فرمایا سفیان زبیر بن عدی سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، داخلی نے کہا تم صحیح کہتے ہو، سند اسی طرح ہے۔

مشہور ہے کہ یہ واقعہ امام بخاری کی گیارہ سال کی عمر کا ہے، ایسا ہی ایک واقعہ حاشد بن اسمٰعیل نے بیان کیا کہ امام بخاریؒ میرے ہمراہ شیوخ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے، ہم لوگ شیخ کی بیان کی ہوئی احادیث لکھا کرتے تھے، مگر امام بخاریؒ کچھ نہ لکھتے تھے، ہم لوگ ان پر اعتراض کرتے تھے کہ جب آپ لکھتے نہیں تو درس میں شرکت سے کیا فائدہ؟ پندرہ یا سولہ روز کے بعد امام بخاری نے کہا کہ تم لوگوں نے مجھے بہت تنگ کر دیا، اچھا آج میری یادداشت سے اپنے نوشتوں کا مقابلہ کرو، حاشد کہتے ہیں کہ ہم نے اس وقت تک پندرہ ہزار حدیثیں لکھ لی تھیں، بخاریؒ نے وہ سب ہی ہمیں اپنی یاد سے سنا دیں، جس سے ہم کو حیرت ہوئی۔

تالیفات امام بخاری

(۱) قضایا الصحابۃ والتابعین:

سب سے پہلی تصنیف جو ۲۱۲ھ میں "تاریخ کبیر" سے پہلے لکھی ہے (غیر مطبوعہ) کتاب کا موضوع و مواد نام سے ظاہر ہے۔

(۲) التاریخ الکبیر:

مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیات) میں چاند کی روشنی میں لکھی، ترتیب حروف تہجی سے ہے، امام بخاری کے شیخ امام اسحٰق بن راہویہ (تلمیذ ابن مبارک تلمیذ الامام الاعظم) نے اس کتاب کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے امیر عبداللہ بن طاہر خراسانی سے فرمایا تھا کہ لیجئے! آپ کو جادو دکھاؤں۔

کتاب مذکور موٹے ٹائپ حروف سے آٹھ جزو میں تقسیم ہو کر دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے شائع ہوگئی ہے، راقم الحروف نے اس کا مطالعہ کیا ہے لیکن اس کے "جادو" ہونے کا معمہ تا ایں دم لاینحل ہے، ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کی موجودگی میں یہ جملہ ان کو خوش کرنے کو کہا ہو یا غیر موجودگی میں تنقید کے طور پر کیونکہ تاریخی اعتبار سے اور خصوصاً امام بخاری کے علمی تبحر و وسعت معلومات سے جو توقع قائم ہوسکتی ہے، وہ اس سے پوری نہیں ہوتی۔

جو کچھ انہوں نے رجال میں لکھا ہے، اس سے کہیں زیادہ بعد کے علماء، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے، مثلاً حفص بن غیاث بن طلق نخعی کے ذکر میں امام بخاریؒ نے صرف اتنا لکھا کہ کوفہ کے قاضی تھے، اعمش سے روایت حدیث کی، محمد بن المثنیٰ نے کہا کہ ۱۹۶ھ میں وفات ہوئی، ان سے ان کے بیٹے نے روایت کی (ص ۳۶۷ ج ۱)

اور ان ہی حفظ کے تذکرہ تہذیب التہذیب میں دیکھئے تو کافی طویل ہے، بڑے پایہ کے عالم و محدث تھے، کئی جگہ قاضی رہے، امام اعمش کے سوا دوسرے بہت سے جلیل القدر شیوخ سے روایت کی اور ان سے آپ کے صاحبزادے عمر کے سوا، ۲ امام احمد (استاذ امام بخاری) ۳ یحییٰ بن معین، ۴ علی بن المدینی (شیخ امام اعظم بخاری، ۵ یحییٰ القطان (شیخ علی بن المدینی) جیسے شیوخ حدیث اور ایک بڑی جماعت محدثین کبار نے روایت حدیث کی ہے۔

پھر تہذیب ہی میں ان کے نام کے ساتھ صحاح ستہ کا نشان بھی لگا ہوا ہے، یعنی بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ سب ہی نے ان سے

روایت کی ہے، اس کے علاوہ دوسرے حالات ومناقب بھی ذکر کئے ہیں، حالانکہ تہذیب خود خلاصۂ تہذیب الکمال مزی ہے اور مزی نے اس کو الکمال مقدسی سے خلاصہ کیا ہے۔

اس سے اندازہ کیجئے کہ ان اکابر کے حالات خود مقدسی ومزی نے کس قدر تفصیل سے لکھے ہونگے اور یہ بھی خیال کیجئے کہ جس قدر حالات طرب زمانہ کی وجہ سے امام بخاریؒ کو ان حضرات سے مل سکتے تھے وہ کئی سو برس بعد کے مؤلفین کو نہیں مل سکتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ راقم الحروف نے بڑے ہی اشتیاق کے ساتھ امام موصوف کی تاریخ مذکور کا مطالعہ شروع کیا، نہ معلوم کتنی زائد اور نئی معلومات حاصل ہوں گی مگر پہلے قدم پر تو اس سے بڑی مایوسی ہوئی کہ امام موصوف نے اپنی خاص ناراضگی اور تعصب کی وجہ سے سینکڑوں اکابر حنفیہ کا ذکر ہی اپنی تاریخ میں نہیں کیا پھر جن حضرات کا ذکر کیا تو اس شان سے کہ اس سے زیادہ اختصار غالباً ممکن ہی نہ تھا، اوپر کی مثال پیش ہے اور پوری ''تاریخ کبیر'' پڑھ کر شاید آپ بھی اس کو امام اسحٰق کے ہمزبان ہو کر سحر ہی کہنے پر مجبور ہونگے، اس تاریخ کبیر میں امام بخاری نے اپنے استاذ الاساتذہ اور امام الائمہ ابوحنیفہؒ کے بارے میں جو کلمات تحریر فرمائے ہیں وہ بھی پڑھ لیجئے، ارشاد ہوا کہ:

''امام صاحب مرجئی تھے، لوگوں نے ان سے، انکی رائے سے اور ان کی حدیث سے سکوت اختیار کیا''۔

یعنی ان کے ذاتی حالات، ان کی رائے اور ان کی حدیث میں سے کوئی چیز آگے بڑھانے کے لائق نہیں سمجھی گئی، اب ایسا کرنے والے یا سمجھنے والے کون لوگ تھے؟ ایسے اکابر کی پہیلیوں کو بوجھنا میرے جیسے طفل مکتب کے لئے بہت دشوار ہے، اس لئے اپنے زمانہ کے محقق کبیر، ناقد بصیر، انور شاہ ثانی علامہ کوثری کی ''تانیب الخطیب'' سے مدد لے کر عرض کرتا ہوں تا کہ ناظرین مستفید ہوں، علامہ موصوف کے بارے میں اتنا عرض کردوں کہ خطیب کا رد بے مثل اور نہایت بے جھجک لکھا ہے، دوسرے معاندین ومتعصبین کے خلاف بھی محققانہ انداز میں اتنا لکھ گئے کہ مظلوم حنفیت کی طرف سے مدافعت کا بڑی حد تک حق ادا کر دیا مگر زمانہ قیام مصر میں بھی بیسیوں ملاقاتوں کے باوجود امام بخاری کی شان میں ایک کلمہ نہیں سنا اور ان کے محتاط قلم سے بھی شاید اسی ایک جگہ کے سوا، جس کی نقل آگے آرہی ہے، امام صاحب موصوف کے بارے میں کچھ نہیں ہے، شاید ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی طرح وہ بھی آخری عمر میں صبر وضبط کی کمزوری کے باعث اس تصریح پر بادل ناخواستہ مجبور ہوئے ہوں۔

واللہ العظیم، اس وقت شب کو بارہ بجے یہ سطور لکھتے ہوئے دل بیٹھا جارہا ہے، آنکھوں میں آنسو ہیں، امام عالی مقام امیر المومنین فی الحدیث کی تالیف جلیل صحیح بخاری کے احسان عظیم سے گردن جھکی ہوئی ہے، قلم آگے لکھنے سے رک رہا ہے، مگر پھر امام اعظم کے مرتبت عالیہ کو بھی سوچتا ہوں جن کے حالات تفصیل سے پہلے ذکر ہو چکے ہیں کون اور کیسے یقین کرے گا کہ ایسا جلیل القدر محدث ایسے امام اعظم کے بارے میں کسی غلط فہمی یا کاوش وحسد کی وجہ سے ایسی تند وتیز تنقید کرسکتا ہے، جو اوپر ذکر ہوئی ہے یا اس سے بھی زیادہ سخت تاریخ صغیر وغیرہ سے آئندہ نقل ہوگی، اب علامہ کوثری کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''(۱) امام بخاریؒ کا یہ قول مذکور ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہو جو امام صاحبؒ کے مسلک حق کے خلاف باطل عقیدہ رکھنے والے اور آپ سے اعراض کرنے والے تھے، کیونکہ امام صاحب کا ارجاء تو مطابق عقیدہ اہل سنت تھا اور اس کے خلاف عقیدہ خوارجیہ یا معتزلہ کا تھا۔

(۲) امام صاحب کے مناقب ومدائح ذکر کرنے سے سکوت کرنے والے امام صاحب کے زمانہ کے وہ لوگ ہوں گے جو بے تحقیق سادہ لوح سے ہر گری پڑی روایت چلتی کرنے کے عادی تھے اور ایسے لوگوں کی باتوں سے امام صاحبؒ کی شخصیت پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا، اس لئے کہ امام صاحبؒ کے فقہی علوم، مشرق سے مغرب تک پھیل چکے تھے، حتیٰ کہ اگر بالفرض ان کی ساری کتابیں بھی صفحۂ وجود سے معدوم کردی

[1] حالانکہ ان کی آراء اور ان کی احادیث کو محدثین نے روایت کیا اور عمل کیا ہے جو ترمذی، دارقطنی، مستدرک، حاکم معجم صغیر طبرانی، تذکرۃ الحفاظ، ابوداؤد، طیالسیؒ، طحاوی وغیرہ میں موجود ہیں۔

جاتیں تو ان کے مسائل مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہو کر بقائے دوام حاصل کر چکے تھے۔

(۳) اگر یہ سب کچھ نہیں بلکہ امام بخاری اپنے ہی خیالات کی ترجمانی کر رہے ہیں تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ وہ علم ویقین کی شاہراہ چھوڑ کر ظن وتخمین کی پگڈنڈی پر چلے گئے اور انہوں نے یہ بات بھی بھلادی کہ ان کی ابتدائی تعلیمی نشو ونما امام ابوحفص کبیر بخاری (تلمیذ امام اعظم) کے حلقہ درس کی رہین منت ہے، اور شاید اہل نیشاپور و بخاری سے جوان کو روحانی وجسمانی تکالیف پہنچیں اور ابتلاءات پیش آئیں، ان کا معنوی سبب بھی تھا کہ انہوں نے اپنے علمی محسنین اور شیوخ الشیوخ کی شان میں احتیاط سے کام نہ لیا، جو خود ان کی شان کے بھی مناسب نہ تھا حق تعالیٰ ہم سے اور ان سے مسامحت کا معاملہ فرمائے۔آمین"۔

"تاریخ اوسط میں بھی اسی طریقہ پر راہ مستقیم ومعتدل سے الگ راہ اختیار کی ہے اور سب سے زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ امام بخاری کے یہاں کسی جزو کو قبول کرنے کے واسطے انقطاع سند، عدم ضبط، تہمت کذب، جہالت عین، جہالت وصف اور بدعت وغیرہ سے راویوں کا بے داغ ہونا بہت ضروری ولازمی ہے (یہی وجہ ہے کہ جن رواۃ بخاری پر ان باتوں میں سے کوئی الزام آیا ہے تو حافظ ابن حجر نے خاص طور سے اس کی مدافعت کی ہے)

لیکن ان سب شرائط واحکام کی پابندی امام اعظمؒ کے بارے میں بالکلیہ ختم ہو جاتی ہے، اور باوجود تمام نقائص وعلل کے امام صاحب کے بارے میں کذابین ووضاعین کی روایات کے قبول ونقول ونشر کا سلسلہ جائز رکھا جاتا ہے، اتنے بڑے امام الائمہ کے حق میں جن کو ہر دور کے دوثلث افراد امت نے اپنے دین میں امین وامام یقین کیا (خواہ بھولے بھالے، ناواقف، جاہل کچھ ہی افترا و بہتان گھڑتے رہے ہوں) اللہ تعالیٰ ہم سب کو قباحت ہوائے نفسانی سے محفوظ رکھے) امام بخاری جیسے جلیل القدر امام کو محتاط رہنا زیادہ موزوں تھا۔

اسی کے ساتھ محدث کوثری نے تاریخ صغیر کا بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ:

(۱) امام بخاری نے تاریخ صغیر میں تحریر فرمایا کہ میں نے اسماعیل بن عرعرہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ "جہم کی ایک عورت ہمارے یہاں آئی اور ہماری عورتوں کی اتالیق رہی"۔

کوثری صاحب نے چند سطور پہلے یہی روایت تاریخ خطیب سے بھی نقل کی ہے اور اس کے رجال سند پر بحث کر کے بتلایا ہے کہ اس کے راوی خود امام بخاری، نسائی، ابوحاتم وغیرہ کے قول سے غیر ثقہ ہیں، پھر امام صاحب کے زمانہ سے بہت بعد کے ہیں، اس لئے انقطاع بھی ہے، یہی صورت خود اس امام بخاری والی روایت مذکورہ بالا میں بھی ہے کہ اسماعیل بن عرعرہ زمانہ بعد کے ہیں، امام صاحب سے وہ خود نہیں سن سکتے تھے (پھر کیسے کہہ دیا کہ میں نے امام صاحب سے سنا، گویا ابتداء ہی جھوٹ سے ہے، لیکن امام بخاریؒ نے ایسی روایت کو آگے چلا دیا) پھر یہ اسماعیل بن عرعرہ مجہول الصفت ہیں، کسی تاریخ میں ان کا ذکر خیر نہیں، حتیٰ کہ خود امام بخاریؒ نے بھی اپنی تاریخ کبیر میں اس کا ذکر نہیں کیا جب کہ اسی سے یہ خبر مقطوع روایت بھی کر رہے ہیں۔

البتہ ان کا ذکر عبداللہ بن احمد کی کتاب السنۃ میں ضرور ہے، جس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بصری تھے، عباس بن عبدالعظیم عنبری کے معاصر تھے اور اتنی بات سے ان کی معرفت ناقص ہے جب کہ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی ان سے کوئی روایت نہیں لی اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ جہم کی ایک عورت نے کوفہ میں آکر کوفہ کی عورتوں کی اتالیقی کی بھی تو اس سے امام صاحب کی علمی شخصیت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے، اعتراض تو جب صحیح ہوتا کہ وہ عورت جہم بن صفوان کے عقائد پھیلاتی ہو اور امام صاحب نے یہ اعتراف کیا ہو کہ کوفہ کی یا امام صاحب کے گھر کی عورتیں اس کے غلط عقائد وخیالات کو قبول کرتی تھیں، حالانکہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔

(۲) دوسری روایت امام بخاری نے اپنے شیخ حمیدی سے نقل کی ہے وہ اس طرح کہ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ میں نے حمیدی سے سنا کہ امام صاحبؒ نے فرمایا: میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو حجام سے تین سنتیں اپنے پیارے رسول مقبول ﷺ کی حاصل کیں، جب میں اس کے سامنے

بیٹھنے لگا تو کہا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھئے، پھر اس نے میرے سر کے داہنے حصہ سے حلق شروع کیا، اور سر کی دونوں ہڈیوں تک پہنچایا۔

اس کو بیان کر کے حمیدی نے کہا کہ دیکھو! ایک ایسا شخص جس کو رسول علیہ اور آپ کے اصحاب کی سنتیں مناسک وغیر مناسک کی بھی معلوم نہیں کس طرح خدا کے احکام وراثت، فرائض، زکوٰۃ، نماز اور دوسرے اسلامی امور میں لوگوں کا مقلد و پیشوا بن گیا ہے۔ (تاریخ صغیر طبع الہ آباد ص ۱۵۸)

نہایت افسوس ہے کہ ایسی خلاف۔ روایت و تحقیق بات امام صاحب کے بارے میں حمیدی نے کہی اور امام بخاری نے نقل بھی کر دی کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ جس امام ہمام نے اپنی سرکردگی میں ساڑھے بارہ لاکھ مسائل و احکام شریعت مدون کرائے اور شورائی طرز سے کرائے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے وہ علم سے ایسا بے بہرہ تھا جیسا حمیدی نے سمجھایا، پھر امام بخاریؒ کے علم و فضل، تبحر و وسعت معلومات میں تو ہمیں ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں، بڑی ہی حیرت ہے کہ انہوں نے ایسی غلط بات کیسے نقل کر دی۔

محدث کوثری نے فرمایا کہ اس روایت میں بھی انقطاع کی علت موجود ہے کیونکہ ان کا زمانہ امام صاحب کے زمانہ سے متاخر ہے، ظاہر ہے کہ انہوں نے خود نہیں سنا اور درمیانی واسطہ کو بتلایا نہیں، (شیخ حمیدی کی وفات ۲۱۹ھ کی ہے)

دوسرے یہ روایت بالفرض صحیح بھی ہو تو ہو سکتا ہے کہ یہ امام صاحب کے ابتدائی دور کا واقعہ ہو اس لئے کہ آپ نے پچپن حج کئے ہیں اور یوں بھی حج کے مسائل اس قدر دقیق ہیں کہ اچھے اچھے فاضل علماء ان میں چکرا جاتے ہیں، مناسک پر مستقل کتابیں ضخیم ضخیم لکھی گئی ہیں بلکہ محدثین و فقہاء کے مناقب میں مناسک حج کی واقفیت کو پیش کیا جاتا ہے مگر پھر بھی پورے مطالعہ کے بعد علماء عاجز ہو جاتے ہیں، گزشتہ سال ۱۳۷۹ھ کے حج میں منیٰ سے بارہویں ۱۲ ذی الحجہ کو شام کے وقت واپسی ہونے لگی تو راقم الحروف نے ساتھیوں سے عرض کیا کہ غروب سے قبل منیٰ سے نکل جانا چاہئے ورنہ حنفیہ کے ایک قول پر دم لازم ہو جائے گا لیکن ایک بڑے جید عالم صاحب مجھ سے جھگڑنے لگے اور کہا کہ ہم نے آج تک یہ مسئلہ نہیں دیکھا، ان کی رائے تھی کہ مغرب کا وقت قریب ہے، منیٰ ہی میں نماز پڑھ لو اور میں کہتا تھا کہ یہاں سے نکل کر باہر پڑھیں گے تاکہ اختلافی صورت سے بھی نکل جائیں، مگر وہ صاحب کسی طرح نہ مانتے تھے میں نے کہا کہ مکہ معظمہ چل کر کتاب بھی دکھا دوں گا، اب تو خواہ مخواہ دیر نہ کریں۔

پھر امام صاحب کا یہ بڑا کمال تھا کہ اتنے بڑے امام و مقتدا ہو کر اس کا اعتراف بھی کر لیا کہ میں نے حجام سے یہ تینوں سنتیں لیں اور اس سے امام صاحبؒ کا سنت رسول علیہ کا بدرجہ غایت حریص ہونا بھی بدرجہ اتم ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے، کسی نے صحیح کہا ہے:

ع ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست

(۳) تیسری روایت سفیان (شاید سفیان ثوری) سے بطریق نعیم بن حماد تاریخ صغیر میں نقل کی ہے جن کے بارے میں کم سے کم یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ روایات منکرہ بیان کرتے تھے اور خاص طور سے امام صاحبؒ کے بارے میں جھوٹی حکایات گھڑ کر روایت کیا کرتے تھے، ملاحظہ ہو میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۳۹ ج ۳) نیز نسائی، ابوداؤد اور ابوزرعہ نے بھی ان کی روایات کو بے اصل قرار دیا ہے۔

پھر سفیان بن عیینہ کی طرف اس روایت کی نسبت یوں بھی خلاف درایت ہے، روایت یہ ہے کہ نعیم مذکور نے فزاری سے سنا کہ میں سفیان کے پاس تھا، اتنے میں نعمان کی خبر وفات آئی، سفیان نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے (مر گئے) اس نے اسلام کے جوڑ جوڑ پر ضرب کاری لگائی ہے، اسلام میں اس سے زیادہ کوئی بدبخت پیدا نہیں ہوا" امام صاحبؒ کے تذکرہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سفیان بن عیینہ امام اعظم کے تلمیذ رشید ہیں، ان سے حدیث کی روایت بھی کرتے ہیں، اگرچہ خطیب نے تو ایک روایت ایسی بھی معتبر و مشہور تاریخ میں نقل کر دی ہے کہ سفیان بن عیینہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو امام ابوحنیفہؒ سے بھی کوئی روایت یاد ہے؟ تو فرمایا کہ نہیں ایک بھی نہیں، جس کی سند میں کریمی و مؤمل جیسے کذاب ہیں اور خطیب نے بھی یہ خیال نہ کیا کہ مسانید الامام خصوصاً مسند الحارثی میں سفیان کی روایات امام صاحب سے موجود ہیں، دنیا ایسی نقول تاریخ میں پڑھ کر کیا کہے گی یا سوچا ہو گا کہ جس طرح امام اعظم اور آپ کے سینکڑوں ہزاروں تلامذہ محدثین کے صحیح حالات

ومناقب سے دنیا کو بے خبر رکھنے کی مسلسل اور بڑی حد تک کامیاب کوشش کی گئی، ایسے ہی امام صاحب کے مسانید بھی دنیا کی نظروں سے اوجھل رہیں گے مگرامت کے یہ چراغ خطیب ایسوں کی پھونکوں سے بجھنے والے نہیں تھے۔ والحمدللہ والمنہ۔

تاریخ کبیر میں بعض جگہ دوسروں کے تذکروں میں بھی امام بخاریؒ نے امام صاحب پر تعریض کی ہے، مثلاً سفیان ثوری کے تذکرہ میں علی بن الحسن کے واسطہ سے ابن مبارک کا قول نقل ہوا کہ "میں نے سفیان سے زیادہ اعلم کسی کو نہیں دیکھا"۔

پھر عیدان کے واسطہ سے ابن مبارک ہی کا قول یہ ذکر کیا کہ میں جب چاہتا تھا سفیان کو نماز میں مشغول دیکھتا" اور جب چاہتا محدث کی شان سے روایت حدیث کرتے ہوئے دیکھا اور جب چاہتا ان کو فقہ کی باریکیوں میں غور وفکر کرتے دیکھتا، اور ایک مجلس ان کی اور بھی تھی، جس میں وہ شریک ہوئے، اس میں نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا گیا، یعنی مجلس نعمان، بصرہ میں ان کی وفات ہوئی، شعبہ اور یحییٰ قطان نے ان سے حدیث سنی۔ (تاریخ کبیر ص۹۳ ج۲ ق۲)

یہ روایت اگر صحیح ہے تو بظاہر اس زمانہ کی ہے جب ابن مبارک کو لوگ امام صاحب سے بدظن کر کے ان کے پاس جانے سے روکا کرتے تھے، ممکن ہے ان بدگمانیوں کے اثرات امام صاحب کی ابتدائی مجالس میں بھی رہے ہوں، ہر مجلس میں ایک بار درود شریف پڑھنا ضروری ہے، یہ درمیان مجلس میں پہنچے ہوں اور ان کے سامنے جتنی دیگر کسی مسئلہ پر بحث جاری رہی ہو اس میں درود وشریف کا اعادہ نہ ہوا ہو، جس سے ان کو غلط فہمی ہوئی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ امام صاحب جیسا عاشق رسول ﷺ جس نے علویوں کو برسراقتدار لانے کے لئے آخر تک کوششیں کیں اور جس کا سارا دن قال اللہ قال الرسول ﷺ میں گزرتا ہو اور پوری رات تلاوت ونماز میں گزرتی ہو اور احادیث رسول ﷺ جمع کرنے کا ایسا شغف کہ جب کوئی بھی محدث عالم کوفہ سے باہر آتا تو خاص طور سے اپنے اصحاب کو بھیجتے کہ کوئی نئی حدیث ان کے پاس ہو تو سن کر آؤ، جس کے گھر کے کئی کمرے ذخیرۂ حدیث سے پر تھے، یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی مجلس میں درود شریف نہ پڑھا گیا ہو۔

پھر اگر بات صحیح ہوتی تو معاندین وحاسدین کثرت سے نقل کرتے، غرض غالب خیال یہی ہے کہ یہ روایت خلاف درایت بے اصل اورالحاقی ہے۔ **والعلم عند الله**

(۳) **التاریخ الاوسط**: یہ کتاب اب تک نہیں چھپی، شاید اس قلمی کا نسخہ جرمنی میں موجود ہے۔

(۴) **التاریخ الصغیر**: اس کتاب کی ترتیب سنین سے ہے اور بہت مختصر ہے، ان دونوں کتابوں میں بھی روایت ودرایت کے اعتبار سے قابل اعتراض چیزیں ہیں، جن میں سے کچھ چیزیں "تاریخ کبیر" کے ذیل میں بیان ہوئیں۔

(۵) **الجامع الکبیر**: اس کتاب کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں تھا۔

(۶) **خلق افعال العباد**: اس میں عقائد کی بحثیں ہیں، خلق قرآن وغیرہ مسائل میں امام ذہلی کو جوابات دیئے ہیں (مطبوعہ)

(۷) **المسند الکبیر**: اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں بتلایا جاتا ہے۔

(۸) **اسامی الصحابة**: اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں بتلایا جاتا ہے۔

(۹) **کتاب العلل**: "علل حدیث" کے موضوع پر عمدہ کتاب ہے۔

(۱۰) **کتاب الفوائد**: اس کا ذکر امام ترمذی نے کتاب المناقب میں حضرت طلحہ کے مناقب میں کیا ہے۔

(۱۱) **کتاب الوحدان**: اس میں ان صحابۂ کرام کا ذکر ہے جن سے صرف ایک ایک حدیث مروی ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ کتاب الوحدان مسلم کی ہے، بخاری کی نہیں۔

(۱۲)الادب المفرد: اخلاق نبوی پرامام بخاری کی مشہورومقبول تالیف ہے''جامع صحیح'' کے بعد سب سے زیادہ مفید کتاب ہے، مصروہند میں کئی بارطبع ہوئی، ہندوستان کے بعض مدارس میں داخل درس بھی ہے۔

(۱۳)کتاب الضعفاء الصغیر: ضعیف راویوں کے تذکرہ میں امام بخاری کا بہت مختصر، مشہور رسالہ ہے لیکن اس میں بھی عصبیت کی جھلک جا بجا موجود ہے، امام ابویوسف ایسے ثقہ محدث وفقیہ کو متروک کہہ دیا، حالانکہ امام نسائی ایسے متشدد ومتعصب نے بھی امام موصوف کو اپنی کتاب''الضعفاء والمتروکین'' میں ثقہ کہا ہے، متروکین میں شمار نہیں کیا(جب کہ رواۃ کی جانچ پڑتال میں امام بخاری جیسے متشدد تھے)

امام بخاری نے محض رنجش وعصبیت کی وجہ سے امام ابویوسف کو متروک کہا یعنی جس کی حدیث لوگ روایت نہ کریں، حالانکہ امام احمد اور یحیٰ بن معین جیسے آئمہ وحدیث وناقدین نے ان کی شاگردی کی اوران کے واسطہ سے امام بخاری بھی امام ابویوسف کے شاگرد ہیں، گویا یہ ریمارک ایک تلمیذ کا اپنے استاذ الاساتذہ کے لئے ہے، ان حضرات نے امام ابویوسف کو صاحب حدیث، صاحب سنت، مصنف فی الحدیث، ثبت واکثر حدیثا، اتبع الحدیث اور حافظ حدیث فرمایا ہے۔

ہندوستان کے مشہور اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خان نے''التاج المکلل'' میں لکھا کہ قاضی ابویوسف کوفہ کے امام ابوحنیفہ کے شاگرد، فقیہ، عالم اور حافظ حدیث تھے''، پھر لکھا کہ امام احمد یحیٰ بن معین اور علی بن المدینی تینوں امام ابویوسف کے ثقہ ہونے پر متفق ہیں، جس کو ایسے اکابر محدثین ثقہ کہیں اس کو متروک الحدیث کہنا کیسے درست ہوا؟

پھر جب امام بخاری کے شیخ اعظم علی بن المدینی ان کو ثقہ کہتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں امام بخاری کے متروک کہنے کی کیا قیمت ہے؟

بہت سے مناقب ذکر کرکے آخر میں نواب صاحب نے یہ بھی لکھا کہ امام یوسف کے اوصاف بہت ہیں اوراکثر علماء ان کی فضیلت وتعظیم کے قائل ہیں اور یہ بات محقق ہے کہ جس کے مداح زیادہ ہوں، اس کے بارے میں جارحین کی جرح مقبول نہیں ہوتی، خصوصا جب کہ وہ جرح ہمعصروں کی طرف سے ہواورایسے ہی متعصبین کی جرح بھی مقبول نہیں ہے، امام بخاری اوردارقطنی وغیرہ کا شمار بھی کبار متعصبین میں سے کیا گیا ہے۔

یوسف بن خالد سمتی بصری تلمیذ خاص امام اعظم مشہور محدث وفقیہ تھے، امام صاحب کی خدمت میں برسوں رہے، امام صاحب سے چالیس ہزار مسائل مشکلہ حل کئے اورامام صاحب کی مجلس شوریٰ تدوین فقہ کے خاص رکن تھے، ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان سے تخریج کی ہے، امام طحاوی نے کہا کہ میں نے امام مزنی شافعی سے سنا کہ یوسف بن خالد اخیار وابرار میں سے ہیں۔

لیکن امام بخاری نے شاید اسی نسبت سے ان پر بھی''مسکوت عنہ'' کی چھاپ لگادی ہے، اسد بن عمرو بھی اسی مجلس شوریٰ کے رکن اور فقہاء مجتہدین میں سے تھے، حنفی تھے اورامام اعظم کے تلمیذ خاص، امام احمد بن حنبل(شیخ بخاری) اوراحمد بن منیع جیسے محدثین کبار کے استاذ ہیں اورامام احمد نے ان کو صدوق کہا اوران سے روایت حدیث بھی کی، جب امام ابویوسف کا انتقال ہوا تو ہارون رشید نے بغداد اور واسط کی قضا آپ کو سپرد کی اوراپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کردیا، پھر یہ کہ امام نسائی تک نے ان کو لاباس بہ کہا، مگر امام بخاریؒ نے ان کو بھی صاحب رائے اورضعیف کہہ کر قصہ ختم کردیا اس کتاب کو اہل حدیث حضرات نے بارہا طبع کرکے شائع کیا۔

(۱۴)کتاب المبسوط: اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں غالباً موجود ہے۔

(۱۵)الجامع الصغیر: اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں غالباً موجود ہے۔

(۱۶)کتاب الرقاق: اس کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

(۱۷)برالوالدین: حافظ ابن حجر نے اسکا ذکر کیا ہے اور موجودات میں شمار کیا ہے۔

(۱۸)کتاب الاشربہ: امام دارقطنی کی''المؤتلف والمختلف'' میں اس کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(۱۹) **کتاب الھبه**: پانچ سواحادی کا مجموعہ بتایا جاتا ہے، بظاہر دنیا کے مشہور کتب خانوں میں کہیں وجود نہیں ہے۔

(۲۰) **کتاب الکنی**: علم کنی میں عمدہ کتاب ہے، امام بخاری کی تالیف میں ترتیب ہجائی نہ تھی، امام ذہبی نے اس کو مرتب ومختصر کیا اور ''المقتنی فی سرد الکنی'' نام رکھا۔

(۲۱) **التفسیر الکبیر**: اس کا ذکر فربری اور وراق بخاری نے کیا ہے۔

(۲۲) **جزء القراءۃ خلف الامام**: یہ رسالہ قرأت خلف الامام کے اثبات میں لکھا گیا ہے، چونکہ اس مسئلہ پر پوری بحث اپنے موقع پر انوارالباری میں آئے گی، اور ہم بتلائیں گے کہ دلائل کی قوت کے ساتھ ہے۔ ان شاءاللہ۔

اس لئے اس وقت کتاب مذکور کا صرف مختصر تعارف کرانا مقصود ہے، بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اثناء بحث میں جابجا عصبیت کا رنگ موجود ہے اور جیسے اعتدال وانصاف کے ساتھ دونوں طرف کے پورے دلائل ذکر کرکے امام بخاری جیسے جلیل القدر کو محاکمہ کے طور سے کچھ لکھنا چاہئے تھا وہ صورت اختیار نہیں کی، مثلاً خود ہی ایک جگہ احناف کی ایک دلیل **اذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا** کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں قرأت سے مراد وہ نماز ہے جو خطبہ کے وقت پڑھنی چاہئے، یعنی جو دیر سے نماز جمعہ کے لئے مسجد میں پہنچے کہ خطبہ ہورہا ہو تو ضرور دورکعت تحیۃ المسجد ادا کرے اور نماز بغیر قرأت کے ہوتی نہیں، پس یہی نماز وقت خطبہ آیت میں مراد ہے، آگے انصات کا حکم بھی اس لئے ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا چاہئے، پھر بہت سی احادیث خطبہ کے دوران دورکعت پڑھنے کے جواز پر پیش کی ہیں، گویا بحث پوری ہوگئی حالانکہ یہاں دوسری بہت سی باتوں کی وضاحت بہت ضروری تھی، مثلاً

(۱) امام احمد (استاذ امام بخاری) نے اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت نماز کی قرأت میں اتری ہے اور اس پر بھی اجماع نقل کیا کہ جہر والی نماز میں مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے، دوسری جگہ امام احمد نے فرمایا کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری ہے۔

امام ابن تیمیہ نے فتاوی میں کہا کہ سلف سے بطور استفاضہ منقول ہے کہ یہ آیت قرأت صلوٰۃ میں اتری، اگرچہ بعض نے خطبہ میں بھی کہا ہے۔ (فصل الخطاب حضرت شاہ صاحبؒ ص ۴۴)

پھر اگر خطبہ میں بھی ہو تو چونکہ حکم عام ہے اس لئے بھی خاص مورد کا لحاظ نہیں ہوگا ورنہ امام احمد جہری نماز میں وجوب قرأت کو کس طرح ختم کردیتے، یہ تھوڑا سا اشارہ کا ہے ورنہ خود احناف کے پاس جو دلائل ہیں ان کو دیکھ کر آپ خود فیصلہ کریں گے کہ پروپیگنڈے کی غلط مشینری کے زور سے حنفی مسلک کو کس طرح بدنام کیا گیا ہے۔

امام بخاریؒ کے متعلق حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ صحیح بخاری میں تو خاموش رہتے ہیں مگر باہر دوسرے رسائل وتصانیف جزء القرأۃ، جزء رفع الیدین وغیرہ میں تیز لسانی کرتے ہیں۔

میں نے بڑے غور سے اسی متن مذکور کی روشنی میں امام بخاری کی تاریخ، ضعفاء صغیر اور جزء القرءۃ وجزء رفع یدین وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے حاصل مطالعہ آپ کے سامنے آئے گا۔ ان شاءاللہ۔

(۲) قرأت وانصات کی تو امام بخاریؒ نے توجیہ فرمادی لیکن استماع کی کیا صورت ہے؟ اس کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ظاہر ہے جو بھی خطبہ کے وقت آئے گا اور دورکعت ادا کرے وہ قرأت سرا کرے گا، تو اس کا استماع دوسرے لوگ کیسے کریں گے، اور اگر سری قرأت کے لئے بھی استماع کا اس قدر اہتمام خدا نے کرایا تو جہری قرأت کو نظر انداز کیوں اور کیسے کردیا گیا۔

(۳) امام بخاریؒ نے سلیک غطفانی کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ دوران خطبہ میں آئے، حالانکہ یہ بات بھی قطعی نہیں، کیونکہ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت وہ مسجد میں پہنچے تو حضور علیہ السلام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے تھے، اسی حالت میں آپ نے ان کو بیٹھے

پرانے حال میں دیکھ کران کے فقر وافلاس کا اندازہ کیا اوران سے دو رکعت پڑھنے کو کہا (تاکہ دوسرے لوگ بھی ان کے فقر وافلاس کو اچھی طرح دیکھ کراحساس کریں اورلوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ اس حدیث سلیک پر امام نسائی نے ''الحث علی الصدقۃ'' کا باب باندھا ہے، چونکہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کی غیر معمولی فقر وافلاس کی حالت دیکھنے سے آزردہ ہوتے تھے اور ''کاد الفقران یکون کفرا'' بھی آپ کا ارشاد گرامی تھا، اس لئے دوسرے جمعہ کو بھی ان کو نماز کے لئے فرمایا، تیسرے جمعہ میں، راوی کو تردد ہے، حدیث معانی مختلفہ کی متحمل ہے، پس ایک معنی کو بجزم بیان کرنا اور دوسرے معنی سے صرف نظر کرنا کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے۔

غرض اس سلسلہ میں بہت سے امور تشریح طلب ہیں، اور دلائل فریقین پوری طرح سامنے لاکر فیصلہ کرنا تھا، لیکن اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ امام بخاری ان تصانیف میں امام اعظم، ان کے اصحاب ودیگر حنفیہ سے سخت بدظن اور متنفر معلوم ہوتے ہیں، پھر غصہ و غضب سے بھرے ہوئے، جس کی وجہ سے وہ ہماری طرف کی کسی بات پر سکون واطمینان کے ساتھ غور کرنے کو تیار نہیں معلوم ہوتے، یہی فیصلہ ان کی تصانیف سے مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے بھی کیا ہے اور حضرت شاہ صاحب بھی اس کو ''تیز لسانی'' سے ادا فرماتے تھے، علامہ کوثری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، نیز پہلے علامہ سخاوی شافعی وغیرہ نے بھی اسی قسم کا تبصرہ کیا ہے، جو ہم نے کسی دوسری جگہ نقل کیا ہے۔

یہاں پہنچ کر مجھے ایک دوسرا حاصل مطالعہ لکھنا ہے، اصحاب مطالعہ اہل علم خاص توجہ کریں تو اچھا ہے، یہ تو سب کو معلوم ہے کہ امام صاحب کے زمانہ ہی میں کچھ معاصرین حسد سے کچھ عناد معاصرت سے کچھ غلط فہمی سے امام صاحب سے بدظن تھے، آخری قسم سے امام ثوری، امام اوزاعی، حضرت امام جعفر صادق وغیرہ ایسے حضرات تھے جو دور سے غلط صحیح افواہوں پر اولاً بدظن تھے، سخت الفاظ تک ادا کئے (جن کو مخالفین اب تک نقل کر کے مغالطہ کر دیتے ہیں) مگر جب یہ لوگ قریب ہوئے، صحیح حالات معلوم کئے، خود امام صاحب سے ملاقاتوں میں علمی مذاکرات کئے تو یہ سب حضرات جتنے بدظن تھے، اسی پیمانہ سے بہت زیادہ خوش عقیدہ بھی ہو گئے، اور اپنی سابقہ بدظنی وکلمات تنقید پر بھی اظہار ندامت کیا، جس کی تفصیل گزر چکی ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک کو امام صاحب کی خدمت میں جانے سے بار بار روکا بھی گیا، مگر خدا نے ان کو امام صاحب کے پاس پہنچا دیا، جس پر وہ فرمایا کرتے کہ اگر میں مخالفوں کی باتوں میں رہتا تو امام صاحب کے علوم سے محروم رہ جاتا۔

غرض ایک عنصر ایسے معاندین کا امام صاحب کے وقت ہی سے تھا، جس کا کام صرف غلط فہمی پھیلا کر امام صاحب سے دوسروں کو بدظن کرنا تھا۔

ان لوگوں میں سے نعیم بن حماد خزاعی (امام بخاری کے استاذ) کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، دوسرے شیخ حمیدی (استاذ امام بخاری) تھے جو اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر خود اپنی جماعت شوافع میں بھی تفریق کے لئے مساعی ہوتے تھے، حضرت سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم) کی خدمت میں کافی رہے تھے، اس لئے احادیث سفیان کے بڑے عالم تھے، اور اسی لئے ان کی قدر ومنزلت ہوتی تھی، اسی لئے امام شافعی بھی ان کی عزت کرتے تھے، بعض سفروں میں بھی ساتھ رکھا، جس سے انہیں امام شافعی کا جانشین بننے کی بڑی طمع ہوئی، مگر ان کے اندر فقہ کی بڑی کمی تھی، پھر انہوں نے اپنے لئے مایوس ہو کر اپنے ہم خیال وہم مشرب بویطی کے لئے جوڑ توڑ کیا، مگر فقہ کی ان میں بھی کمی تھی، جب کہ امام شافعی کے دوسرے تلامذہ مزنی، محمد عبدالحکم ایسے فقیہ موجود تھے، دوسرے شیخ حمیدی اگرچہ حدیث کی روایت میں ثقہ تھے، مگر دوسرے معاملات میں غیر محتاط تھے، اسی لئے محمد بن عبدالحکم نے ان کی تکذیب کی ہے، ان کے علاوہ اسماعیل بن عرعرہ تھے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، یہ اور دوسرے چند حضرات امام اعظم کے چند اعادی عدد تھے اور جھوٹی روایات امام صاحب کے خلاف چلا کر ان کی طرف سے لوگوں کو بدظن کیا کرتے تھے۔

علامہ کوثری نے شیخ حمیدی کی بہت سی ایسی روایت پر تنقید کی ہے (جو خطیب نے نقل کی ہیں) اور رواۃ پر کلام کیا ہے، یہی شیخ حمیدی فرمایا کرتے تھے کہ جب تک امام شافعی میدان میں نہ آئے تھے، ہمیں امام صاحب کے خلاف کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی، اس سے اشارہ گویا علمی سلسلہ کی نوک جھونک کی طرف ہے کہ اس کو امام شافعی کے ذریعہ تقویت پہنچائی گئی، پھر امام بخاری تشریف لائے تو ان کو امام صاحب

سے بے انتہا بدظن کر کے وہ چیزیں کرائی گئیں جن کو میں امام بخاری کی تالیفات کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

امام بخاری کی جزء رفع الیدین وغیرہ کی بعض عبارتوں سے تو یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ امام بخاری امام صاحب اوران کے اصحاب وتلامذہ کو اہل علم کے طبقہ میں شمار کرنے کو بھی تیار نہیں۔

جزء القرأۃ مطبوعہ علیمی ص ۱۹ پر غالباً امام صاحب اور حنفیہ کی ہی طرف اشارہ کر کے کئی غلط باتیں منسوب کردی گئیں، مثلاً خنزیر بری کو ولا باس بہ کہنا، جس کی تردید امام صاحب کی طرف سے حافظ ابن تیمیہ نے بھی کی ہے، اس رسالہ کو دیکھنے سے قبل میرے واہمہ میں یہ بات نہ آسکتی تھی کہ امام بخاری ایسے محقق بھی امام صاحب کی طرف ایسی بے اصل باتیں منسوب کرنے والوں کے زمرہ میں داخل ہیں۔

یری السیف علی الامۃ کا اعتراض بھی ہے جس کو خلافت علویین کے مخالفین اور عباسی حکومت کے ہواخواہوں نے امام صاحب کے خلاف ہوادی تھی اور امام اوزاعی وغیرہ کو بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر کردیا تھا، ابتدائی دور میں امام اوزاعی نے بھی یہ جملہ امام صاحب کے بارے میں کہہ دیا تھا، بعد کو جب حضرت عبداللہ بن مبارک سے مل کر امام صاحب کے حالات سنے اور خود بھی مکہ معظمہ میں امام صاحب سے ملے تو اپنی سب بدگمانیوں پر اظہار افسوس فرمایا، حالانکہ امام صاحب کا جو حکام جور کے خلاف اقدام کا مسلک ہے اور اس کی حمایت میں انہوں نے عباسی خلفاء کے مظالم کا مقابلہ بھی انتہائی پامردی وبے جگری سے کیا وہ امام صاحب کی بہت بڑی منقبت تھی جس کو یری السیف علی الامۃ کے گھناؤنے عنوان سے تعبیر کردیا گیا، یعنی امام صاحب امت میں قتل وقتال جاری رہنے کو پسند کرتے تھے۔

کیا امام صاحب کی پوری سیاسی وعملی زندگی کے روشن دور کو ایسے بے جان فقروں کے ذریعہ نظرانداز کردینا کوئی اچھی خدمت کہی جاسکتی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد   جو چاہے آپ کی تحریر فتنہ ساز کرے

اس کے بعد یہی چیزیں شیخ حمیدی اور امام بخاری وغیرہ کے ذریعہ علامہ ابن حزم وخطیب وغیرہ تک پہنچیں، خصوصیت سے علامہ ابن حزم کا طرز تحریر بھی امام صاحب کے خلاف بڑی حد تک جارحانہ اور غیر منصفانہ ہے اور ہمارے زمانہ کے محترم اہل حدیث بھائی بھی ان کو اٹھائے پھرتے ہیں، جس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان سطحی اور غلط باتوں کے پروپیگنڈے اور جواب وجواب الجواب سے مسلمانوں کے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں، دلوں میں رنجشیں بڑھتی ہیں اور ہم لوگ غیروں کی نظروں میں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور اسلام کو بھی رسوا کرتے ہیں، اور سیاسی اعتبار سے جو کچھ نقصانات ہماری لڑائی جھگڑائی کے ہیں وہ الگ رہے۔

کیا اس مسئلہ پر نظر ثانی اور بہتر توقعات کی کوئی گنجائش نہیں؟ **اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ**

افسوس ہے کہ یری السیف علی الامۃ کا الزام امام صاحب پر امام بخاری جیسے باخبر محقق مورخ محدث لگا رہے ہیں۔ اس موقع کی مناسبت سے امام صاحب کی زندگی کا ایک واقعہ علامہ موفق مکی کی مناقب الامام ص ۴۷۱ سے نقل کرتا ہوں۔

ابومعاذ بلخی کہا کرتے تھے کہ کوفہ کے سب لوگ امام صاحب کے آزاد کردہ غلام جیسے ہیں، کیونکہ ان سب کی زندگی امام صاحب کے برکات وجود کا ثمرہ ہے، واقعہ اس طرح ہے کہ ضحاک بن قیس شیبانی، حروری فرقہ کا سردار اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ میں فاتحانہ داخل ہو گیا اور جامع کوفہ میں بیٹھ کر کوفہ کے تمام مردوں کے لئے قتل عام اور بچوں عورتوں کو قید کرنے کا حکم دیا، امام صاحب کو خبر ہوئی تو بے چین ہو گئے اور جس حالت میں تھے گھر سے چادر سنبھالتے ہوئے، جامع کوفہ پہنچ گئے، ضحاک سے کہا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، ضحاک نے کہا کہئے! فرمایا: ''آپ نے کس دلیل سے کوفہ کے مردوں کے قتل اور عورتوں، بچوں کو غلام بنانا درست سمجھا؟''۔

ضحاک نے کہا: ''اس لئے کہ یہ سب مرتد ہیں، اور مرتد کی سزا قتل ہے''۔ امام صاحبؒ نے فرمایا، کیا ان کا دین پہلے کوئی دوسرا تھا جس کو چھوڑ کر یہ آئے تھے اور پھر اسی کی طرف لوٹ گئے یا شروع سے اب تک ایک ہی موجودہ دین پر ہیں؟

ضحاک نے کہا: آپ نے کیا کہا؟ پھر سے اس کو دھرایئے! امام صاحب نے پھر اسی بات کا اعادہ کیا، ضحاک نے کہا واقعی ہم سے غلطی ہوئی اور پھر سب لشکر کو قتل سے باز رکھا اور واپس چلے گئے۔

امام صاحب کے ایسے واقعات بہت ہیں ایک مناقب، موفق اور کردری ہی کو اگر پوری طرح مطالعہ کیا جائے تو امام صاحب کی جلالت قدر کا اعتراف ناگزیر ہو جاتا ہے۔

واقعی وہ سراج الامت تھے، اور ''چراغ تلے اندھیرا'' دیکھئے کہ امام صاحب کے بعض بہت ہی قریبی دور کے رجال تاریخ وحدیث بھی امام صاحب پر بے بنیاد تہمتیں دھر گئے ہیں۔ ''والی الله المشتکی''۔

(۲۳) جزء رفع الیدین: یہ رسالہ مطبع محمدی لاہور سے ۳۲ صفحات پر طبع ہوا تھا اور اس میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف حلال وحرام یا جواز عدم جواز کا نہ تھا، مگر امام بخاریؒ نے دوسرے خیال کے لوگوں کے واسطے غیر موزوں کلمات استعمال کئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) ص ۱۲ پر حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہما سے رفع یدین کی روایت کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان لوگوں سے تو بعض اصحاب نبی ﷺ کی عورتوں کا ہی علم زیادہ تھا کہ وہ نماز میں رفع یدین کرتی تھیں۔ ہمیں خود بھی تسلیم ہے کہ صحابہ کے بعد کے تمام لوگ صحابہ وصحابیات سے کم مرتبہ ہیں، مگر تارکین رفع صحابہ مردوں کی بھی تعداد کم نہیں ہے، اس لئے کیا رفع یدین کرنے والی صحابیات کو تارکین رفع صحابہ کرام پر بھی علم وعمل میں فضیلت دی جائے گی؟

امام بخاریؒ نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ کسی صحابی سے ترک رفع یدین ثابت نہیں حالانکہ دوسرے اکابر صحابہ تو تھے ہی، خود حضرت ابن عمرؓ بھی روایات رفع پر عامل نہیں تھے، جن پر ثبوت رفع کا بڑا مدار ہے، غرض جس طرح رفع یدین کرنے والے صحابہ کافی تعداد میں تھے تارکین رفع بھی بہت تھے اسی لئے ہمارے حضرات نے اس اختلاف کو زیادہ اہمیت نہیں دی ہے۔

(۲) حدیث ص ۳۰: مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذ ناب خیل شمس سے ترک رفع پر استدلال کرنے والوں کو بے علم کہا ہے حالانکہ خود محدثین نے اس حدیث کو دو الگ الگ واقعات میں ذکر کیا ہے، حالت تشہد میں سلام کے وقت میں رفع یدین کرتے تھے، اس کو بھی حضور ﷺ نے روکا اور کھڑے ہوئے بار بار رکوع کو جاتے آتے اور سجدہ کے موقع پر جو رفع یدین کرتے تھے، ان کو بھی روکا، ملاحظہ ہو فتح الملہم شرح مسلم وغیرہ، مسانید میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ، ابن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور آپ کے اصحاب نیز ابراہیم نخعی وغیرہ سے عدم رفع نقل ہوا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں حضور اکرم ﷺ کی نماز پڑھ کر بتاتا ہوں پھر نماز پڑھی تو سوائے تکبیر اولیٰ کے کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھائے، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(۳) امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو بھی رفع یدین کرنے والوں میں پیش کیا ہے اور فرمایا کہ وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے، پھر طنز کے طور پر فرمایا کہ ''بے علم لوگوں کے لئے بہتر تھا کہ وہ عبداللہ ابن مبارک ہی کا اتباع کر لیتے، بجائے اس کے کہ انہوں نے دوسرے بے علم لوگوں کا اتباع کیا''۔

آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد کی شرح کس کس شان سے آپ کے سامنے آرہی ہے اور اس امر پر حیرت بالکل نہ کیجئے کہ جن ابن مبارک کو سب سے بڑا عالم اہل زمانہ خود امام بخاری بتا رہے ہیں، وہ خود اپنے اقرار واعتراف سے اتنے بڑے عالم کن بے علم حضرات کے فیض صحبت سے ہوئے تھے۔

وائل بن حجر چونکہ رفع یدین کے راوی ہیں اور حضرت ابراہیم نخعی کے سامنے ان کی روایات کا ذکر ہوا تو انہوں نے اتنا فرما دیا تھا، کہ شاید وائل نے ایک مرتبہ ایسا دیکھ لیا ہوگا، مطلب یہ تھا کہ ان کو دربار رسالت ﷺ کی حاضری کے مواقع اتنے نہیں ملے، جتنے حضرت ابن

مسعود وغیرہ کو جو رفع یدین کی روایت نہیں کرتے اور حنفیہ نے بھی اسی بات کو کسی قدر وضاحت سے کہہ دیا تو امام بخاری نے فرمایا کہ بے علم لوگوں نے "وائل بن حجرؓ" پر طعن کیا ہے۔

واقعی! اس سے زیادہ بے علمی کا مظاہرہ کیا ہوگا کہ کسی صحابہ پر طعن کیا جائے، مگر علمی و دینی مسائل میں نہایت محتاط نقد و بحث کو بھی طعن جیسے سخت لفظ سے تعبیر کرنا وجہ جواز چاہتا ہے، پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اپنے اکابر اساتذہ و شیوخ اور شیوخ المشائخ کو بار بار بے علمی کا طعنہ دینا کس درجہ میں ہوگا۔

اسی صفحہ پر امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مبارک کا واقع رفع یدین کے سلسلہ میں نقل کیا ہے جو مختلف طریقوں سے منقول ہے، امام بخاری نے اس طرح نقل کیا کہ ابن مبارک نے فرمایا: میں امام صاحب کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا، میں نے رفع یدین کیا تو امام صاحب نے نماز کے بعد فرمایا کہ میں تو ڈر گیا تھا کہ تم اڑ جاؤ گے، میں نے کہا کہ جب میں پہلی ہی دفعہ نہ اڑا تو دوسری دفعہ میں کیا اڑتا، وکیع نے کہا کہ ابن مبارک حاضر جواب تھے، امام صاحب متحیر ہو گئے (جواب نہ دے سکے)

امام بخاریؒ نے اس کے بعد لکھا کہ "جس طرح گمراہ لوگ مدد نہ ملنے پر لاچار ہو جاتے ہیں، یہ بھی کچھ ان سے ملتی جلتی صورت ہے، بتلایئے اب طعنۂ گمراہی تک بھی نوبت پہنچ گئی، پھر باقی کیا رہا؟

یہی واقعہ خطیبؒ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ابن مبارک نے ایک دفعہ امام صاحب سے رفع یدین کے بارے میں سوال کیا، امام صاحب نے فرمایا، کیا اڑنے کے ارادے سے رفع یدین کرتا ہے؟ ابن مبارک نے کہا: اگر پہلی دفعہ اڑا تو دوسری مرتبہ بھی اڑے گا، امام صاحب خاموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا۔

اس کے بعد واقعہ مذکور کی صحیح نوعیت بھی ملاحظہ کیجئے:

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، رفع یدین کا اختلاف افضل غیر افضل کا اختلاف ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں جیسا کہ اس کی وضاحت جصاص نے احکام القرآن میں اور حضرت شاہ صاحبؒ نے نیل الفرقدین میں فرمادی ہے۔

ابن مبارک کا اکثر معمول یہ تھا کہ وہ فقہی مسائل و احکام میں اپنا معمول اس کو بناتے تھے، جس پر ان کے دونوں شیخ امام صاحبؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ متفق ہوں، رفع یدین میں انہوں نے خلاف معمول وہ صورت اختیار کی جو امام صاحبؒ اور سفیان ثوریؒ دونوں کے خلاف تھی، پھر امام مالکؒ سے بھی ایک روایت عدم رفع کی ہی ہے اور وہی مالکیہ کا معمول بہا ہے اور ابن مبارک کے وہ بھی شیخ تھے۔

احناف کا مسلک بظاہر اس لئے بھی زیادہ قوی ہے کہ رفع یدین کی روایات میں سب سے زیادہ صحیح ابن عمرؓ کی حدیث ہے جس پر انہوں نے خود عمل نہیں کیا، جس کو امام صاحبؒ اور امام مالکؒ وغیرہ دلیل نسخ سمجھتے تھے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث اور ان کا عمل بھی دلیل رجحان موجود ہے۔

ان سب چیزوں کے باوجود ابن مبارک کا عمل دوسرا تھا، اس لئے امام صاحبؒ نے بطور مزاح یہ طیرانی جملے فرمائے تھے اور اسی لئے ابن مبارک کے مزاحیہ جواب پر کچھ نہیں فرمایا، ورنہ جس شخص کی محیرانہ قوت استدلال کے امام مالک قائل ہوں اور جس نے امام اوزاعی کو مناظرہ میں ساکت کر دیا ہو وہ اپنے شاگردوں کے سامنے کیا لاجواب ہوتا، خصوصاً ایسی صورت میں کہ خود ابن مبارک ان کی علمیت کا لوہا مانے ہوئے ہیں ؎ **لقد زان البلاد و من علیها ...... امام المسلمین ابو حنیفه**

ایک مزاحیہ انداز کی بات تھی اور اسی انداز میں ختم ہو گئی۔

اس کو امام بخاری نے اپنی روایتی ناراضی کی وجہ سے غمی و گمراہی تک پہنچا کر دم لیا لیکن ہم کیا کہیں؟ دونوں طرف اپنے بڑے ہیں، اکابر ہیں، اساتذہ و ائمہ ہیں ؎

قومی هم قتلوا امیم اخی　　فاذا رمیت یصیبنی سهمی

اس شعر میں عربی شاعر نے کتنی سمجھداری کی بات کہی ہے کہ اے امیمہ! میری ہی قوم کے لوگوں نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے، اب اگر میں اس کے انتقام میں ان لوگوں پر تیروں کی بارش کردوں تو وہ سارے تیر خود میرے ہی دل وجگر میں پیوست ہوں گے۔

کاش ہمارے اہل حدیث بھائی اس سے سبق حاصل کریں اور وہ امام صاحب کے بارے میں امام بخاری وغیرہ کی جرح وتنقید کا اعادہ بار بار کرنا چھوڑ دیں تا کہ ہم بھی اس کے دفاع میں کچھ لکھنے پر مجبور نہ ہوں۔

امام بخاری نے ص ۴۴ پر امام سفیان ثوری اور امام حدیث وکیع کو تارکین رفع یدین میں شمار کیا ہے حالانکہ پہلے کہہ چکے تھے کہ بے علم لوگوں نے بے علم لوگوں کا اتباع کرنے کی وجہ سے ترک رفع کیا ہے، اب اپنے بزرگوں کے بارے میں کیا فرمائیں گے۔

ایک جگہ اسی رسالہ میں امام بخاری نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ پہلے لوگ الاول فالاول کو اعلم سمجھا کرتے تھے، لیکن یہ لوگ الاخر فالاخر کو اعلم سمجھتے ہیں گویا یہ بھی ان کی جہالت کا ایک بڑا ثبوت ہے، مگر ہم لوگ تو امام بخاریؒ ہی کی تحقیق کو درست سمجھتے ہیں اور اسی لئے کہتے ہیں کہ آئمہ متبوعین اور ان کے اصحاب وتلامذہ اول تھے، اس لئے وہ ہی اعلم تھے، بہ نسبت بعد کے محدثین ومحققین کے۔

اند کے باتو بگفتم و بہ دل ترسیدم　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(۲۴) جامع صحیح: یہ امام بخاریؒ کی سب سے زیادہ مشہور، مقبول، عظیم الشان اور رفیع المنزلت تالیف ہے، خود امام بخاری کو اس پر بہت ناز تھا، فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے یہاں بخاری کو میں نے نجات کا ذریعہ بنالیا ہے۔

امام بخاری کی تالیف صحیح کے وقت ان سے پہلے کی تالیفات جن کی مجموعی تعداد ایک سو سے زیادہ ہوگی، منصۂ شہود پر آچکی تھی، چنانچہ امام بخاری نے امام وکیع اور امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابیں تو اپنے بیان کے مطابق اپنے ابتدائی زمانہ تحصیل ہی میں مطالعہ کرلی تھی، بلکہ یاد کرلی تھی اور ان سے اہل عراق کے علوم حاصل کئے تھے، اس طرح امام اعظم کے مسانید، کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسف وامام محمد، امام ابو یوسف، امام محمد ودیگر اصحاب امام کی تالیفات سامنے آچکی تھیں، امام اعظم نے اپنے چالیس شرکاء تدوین فقہ کے ساتھ ۲۵-۳۰ برس تک مسلسل علمی جدوجہد کے نتیجے میں ساڑھے بارہ لاکھ مسائل کو قرآن وحدیث، اجماع وقیاس کی روشنی میں مرتب ومدون کرا کر تمام اسلامی ممالک میں پھیلا دیا تھا، جس کے متعلق ابن ندیم نے اپنی تاریخ میں اعتراف کیا کہ امام صاحب کے تدوین فقہ کی وجہ سے علوم نبوت کی روشنی چاردانگ عالم میں پھیل چکی تھی۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی تمام حدیثی فقہی تالیفات ومسانید موجود تھیں، دیگر حضرات کے مسانید میں سے مسند عبدالحمید بن الحمانی، مسند امام موسیٰ کاظم، مسند ابی داؤد طیالسی، مسند حمیدی، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند عبد بن حمید، مسند ابن ابی عمر العدنی، مسند احمد بن منیع، ابی اسحٰق مطوعی، مسند عثمان بن ابی شیبہ، مسند اسد السنہ، مسند عبیداللہ بن موسیٰ العبلی، مسند مسدد بن مسرہد، مسند ابوجعفر المسندی، مسند ابی یعقوب تنوخی، مسند ابی الحسن ذہلی، مسند محمد بن اسلم طوسی، مسند محمد بن یوسف فریابی، مسند دورقی، مسند محمد بن ہشام السد وسی وغیرہ موجود تھیں۔

ان کے علاوہ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مصنف وکیع، مصنف حماد بن سلمہ مصنف عتکی، جامع سفیان ثوری، تفسیر سفیان ثوری، جامع عبدالرزاق، جامع سفیان بن عیینہ، جامع ابی عروۃ، جامع معمر بن راشد۔

سنن دارمی، سنن ابن جریج، سنن سعید بن منصور، سنن بزار، سنن ابن طارق، سنن ابی علی الحلال، سنن سہل بن ابی سہل۔

کتاب الصلوٰۃ فضل بن دکین، کتاب الطہور ابن سلام، مغازی محمد بن عائذ، مغازی معتمر بن سلیمانی، مغازی موسیٰ بن عقبہ، مغازی ابن اسحٰق، جزء الذہلی وغیرہ، بے شمار حدیثی تالیفات موجود ہوچکی تھیں، لیکن صحیح مجرد احادیث کے مرتب کرنے کا رواج اس وقت نہ ہوا تھا،

امام بخاری نے ان تمام ذخائر حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے طرز جدید پر کتاب ''جامع صحیح'' کو مرتب کر کے اولیت کا فخر حاصل کیا اور اسی لئے ان کی جامع کی شہرت اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے نام سے ہوئی، ورنہ ظاہر ہے کہ اصحیت، علو سند اور ضبط متون احادیث کے اعتبار سے ان کے متقدمین کے جمع کردہ ذخیرہ بہت ممتاز تھے۔

اسی لئے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے موطأ امام مالک کو جامع امام بخاری کی اصل فرمایا اور امام مالکؒ سے پہلے کی حدیثی تالیفات کو موطأ امام مالک کی اصل کہنا چاہئے۔

روایت میں قلت وسائط احوذ اور علو سند کا باعث ہے، کثرت وسائط میں اس درجہ احتیاط باقی نہیں رہ سکتی، اسی لئے سند نازل ہو جاتی ہے، کثرت رواۃ کی صورت میں ضبط متون میں اوہام بھی دراندار ہو جاتے ہیں، اسی لئے اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئیں، جامع صحیح بخاری مجموعی حیثیت سے اپنے بعد کی تمام کتابوں پر فوقیت و امتیاز رکھتی ہے، اس کے تراجم و ابواب کو بھی امام بخاری کی فقہی ذکاوت و دقت نظر کے باعث خصوصی فضیلت و برتری حاصل ہے، لیکن امام بخاریؒ چونکہ خود درجۂ اجتہاد رکھتے تھے، اس لئے انہوں نے جمع احادیث کا کام اپنے نقطۂ نظر سے قائم کئے ہوئے تراجم و ابواب کے مطابق کیا اور دوسرے آئمہ مجتہدین کے نقطہ ہائے نظر کو نظر انداز کر دیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو کتاب مذکور کی اہمیت و افادیت میں اور بھی غیر معمولی اضافہ ہو جاتا۔

آئمہ متبوعین میں سے صرف امام مالکؒ سے بخاری میں روایات زیادہ ہیں، اپنے شیخ امام محمدؒ سے بھی صرف دو روایات لی ہیں، امام شافعیؒ سے کوئی روایت نہیں لی حالانکہ وہ بخاری کے شیخ الشیخ تھے، ان کے بعض اقوال کو بھی ''قال بعض الناس'' کہہ کر بیان کیا۔

امام اعظمؒ بھی امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں مگر ان سے بھی کوئی روایت نہیں لی، ان کے اقوال بھی ''قال بعض الناس'' ہی سے نقل کئے ہیں، بلکہ ایک دو جگہ زیادہ برہمی کا اظہار کیا ہے، اس برہمی کی وجہ امام صاحبؒ کے مسلک سے ناواقفیت، بدگمانی، غلط فہمی اور کچھ رنجش معلوم ہوتی ہے۔

یہاں زیادہ بہتر ہے کہ امام العصر الاستاذ المعظم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے الفاظ میں کچھ حقائق ادا کردوں، اثنائے درس بخاری شریف، نویں پارہ ص ۳۰۶ میں ''قال حماد'' پر فرمایا کہ ''حماد استاد ہیں امام اعظمؒ کے بلکہ امام صاحب ان کی زبان ہیں، اگرچہ کہنے والوں نے حماد کو بھی مرجئی کہہ دیا ہے، پس حماد اور ابراہیم نخعی کے اقوال تو امام بخاری ذکر کرتے ہیں، لیکن امام صاحب کے اقوال نہیں لاتے، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے عقائد تو سب حماد ابراہیم نخعی اور علقمہ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی سے ماخوذ ہیں، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ حماد سے تو دوستی ہو اور امام ابوحنیفہؒ سے دشمنی ہو''۔

اس کے بعد فرمایا کہ ''اعمال کو ایمان و عقائد میں کیسے داخل کیا جا سکتا ہے؟ یوں ہی اپنے گھر میں بیٹھ کر جو چاہو اعتراض کئے جاؤ اور اپنا دین علیحدہ علیحدہ بنائے جاؤ، مگر دین تو وہی ہوگا جو پیغمبر خدا ﷺ سے ثابت ہو'' نیز فرمایا کہ ''امام بخاریؒ کے بیشتر اساتذہ وہ ہیں جن سے انہوں نے علمی استفادے کئے ہیں لیکن اسحٰق بن راہویہؒ امام بخاریؒ کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں اور اسحٰق بن راہویہؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے خاصۂ تلامذہ میں سے ہیں، جو امام اعظمؒ کے تلمیذ خاص تھے، گویا امام بخاری دو واسطوں سے امام صاحب کے شاگرد ہیں (ان ہی اسحٰق کے اشارے پر امام بخاریؒ کو تالیف صحیح بخاری کا خیال ہوا تھا) بعض حضرات نے تو اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حنفی کہا ہے''۔ (جو خلاف تحقیق ہے)

امام بخاریؒ نے پہلے پارہ میں کتاب الایمان کے ذیل میں ص ۹ پر ''کفر دون کفر'' کا باب قائم کیا اور پوری قوت سے بتلایا کہ عمل ذرا بھی کم ہوا تو کفر ہوگا، اور وہاں کوئی نرمی اختیار نہیں کی تا کہ صورت اعتدال پیدا ہوتی لیکن ستائیسویں پارہ میں جا کر ص ۱۰۰۲ پر باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر'' ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عقیدہ درست ہو تو کبیرہ گناہوں، شرب خمر وغیرہ کی وجہ سے ملت سے خارج نہ ہوگا۔

(پھر امام صاحب اور ان کے مسلک میں کیا فرق رہ گیا؟)

مقبلی یمنی محدث نے کہا ہے کہ امام بخاری حنفیہ سے حدیثیں نہیں لیتے، اگرچہ بہت کم درجے کے لوگوں سے لے لیتے ہیں، چنانچہ مثال دی ہے کہ امام محمد (استاد امام شافعیؒ و یحییٰ بن معینؒ) سے روایت نہیں لی اور مروان سے لے لیں، جس کی کسی نے بھی توثیق نہیں کی۔

بلکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ مروان فتنہ پرداز، خونریزیوں کا سبب اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کا باعث ہوا ہے، اس کی غرض ہر جنگ میں یہ ہوتی تھی کہ بڑوں میں سے کوئی نہ رہے تاکہ ہم صاحب حکومت بنیں۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کون ہے جو حرم نبی ﷺ پر دست درازی کرتا ہے؟ (مراد اپنے بھانجے ابن زبیر تھے) یہ سن کر اشتر نخعی چھوڑ کر چلے گئے، پھر کوئی آیا اور اونٹ کے تلوار ماری جس سے عماری گرنے لگی، اور حضرت علیؓ نے دیکھا تو فوراً وہاں پہنچ کر حضرت عائشہؓ کو گرنے سے بچایا اور جنگ ختم ہوگئی، اسی طرح حضرت طلحہ و زبیر حدیث نبی کریم ﷺ سن کر جنگ سے واپس ہونے لگے تو مروان نے پیچھے سے جا کر حضرت طلحہؓ کو تیر مار کر زخمی کر دیا، کیونکہ اس کا مقصد ہی یہ تھا کہ حضرت علیؓ سے جنگ جاری رہے، اس میں حکومت کی طمع اور فتنہ پردازی کا مادہ غیر معمولی تھا (یہاں امام بخاری کا ریمارک "یرمی السیف علی الامۃ" بھی یاد کیجئے، جس کے مصداق امام بخاری نے امام صاحب کو بنایا تھا، حالانکہ اس کے صحیح مصداق مروان جیسے رواۃ بخاری تھے۔

زیدی نے مستقل کتاب لکھی، جس میں امام بخاری پر اعتراضات کئے اور کہا کہ امام محمد سے روایات نہیں لیں اور معمولی رواۃ دکھلائے، جو صحیح بخاری میں آئے ہیں، حالانکہ کسی نے ان کی توثیق نہیں کی ہے، یہ کتاب طبع نہیں ہوئی۔

فرمایا ابن ابی اویس اور نعیم بن حماد کو بخاری میں کیوں لائے؟ شاید ان کے نزدیک کذاب نہ ہوں، پھر واقع کا علم خدا کو ہے، ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اب جو جرحیں بھی سامنے آئیں گی، امام ابوحنیفہ وغیرہ کے متعلق خواہ امام بخاری ہی سے آئیں وہ کسی درجہ میں قابل قبول نہیں ہوں گی، کیونکہ مخالفین پر ان کی جرحیں صحیح نہیں ہوتیں، کمالا یخفیٰ۔

نعیم سے کئی جگہ بخاری میں اصول میں روایات موجود ہیں اور پھر تعلیق ہی کاذبوں سے لینا کب درست ہوسکتا ہے (نعیم کے حالات پہلے ذکر ہو چکے ہیں)

فرمایا: "جہم بن صفوان اواخر عہد تابعین میں پیدا ہوا تھا، صفات الٰہیہ کا منکر تھا، امام صاحب سے اس کا مناظرہ ہوا اور امام صاحب نے آخر میں اسے فرمایا کہ اے کافر! میرے پاس سے چلا جا، مسامرہ میں یہ واقعہ موجود ہے میں نے اس کو "اکفار الملحدین" میں بھی ذکر کیا ہے کہ امام صاحب جلد باز نہ تھے، جو بغیر اتمام حجت ہی کافر کہہ دیتے۔

اسی طرح امام محمد سے بھی جہمیہ کی مخالفت منقول ہے جو سب کو معلوم ہے مگر باوجود اس کے بھی امام بخاریؒ نے امام محمد کو خلق افعال کے مسئلہ میں جہمی کہہ دیا ہے۔

فرمایا: میری نظر میں بخاری کی رواۃ کی ایک سے سو زیادہ غلطیاں ہیں اور ایک راوی کئی کئی جگہ باہم متعارض و متخالف روایات کرتا ہے، ایسا بھی بہت ہے، جس کو میں درس میں اپنے اپنے موقع پر بتلا دیا کرتا ہوں اور اس پر بھی متنبہ کرتا ہوں کہ کہاں نئی چیز آئی اور اس کا کیا فائدہ ہے۔

حافظ ابن حجر سے بھی حوالوں وغیرہ میں بہت غلطیاں ہوئی ہیں ان کو بعض اوقات قیود حدیث محفوظ نہ رہیں اور میں نے ان ہی قیود سے جواب دہی کی ہے۔

فرمایا: امام بخاریؒ اپنی صحیح میں تو کف لسان کرتے ہیں، لیکن باہر خوب تیز لسانی کرتے ہیں، یہ کیا چیز ہے؟ دیکھو "جزء القرأت خلف الامام" اور "جزء رفع الیدین" وغیرہ۔

(ہم نے حضرت شاہ صاحب کے ارشاد کی روشنی میں اور کچھ ارشادات کئے ہیں)

فرمایا: کتاب الحیل میں امام بخاری نے حنفیہ کے خلاف بہت زور صرف کیا ہے اور ایک اعتراض کو بار بار دہرایا ہے، حالانکہ خود ہمارے یہاں بھی امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں تصریح کر دی ہے، کہ زکوٰۃ صدقات واجبہ کو ساقط کرنے کیلئے حیلہ کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ لہذا جو لوگ حیلہ کے مسائل لکھیں ان کو امام ابو یوسفؒ کی یہ عبارت ضرور نقل کرنی چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ دفع حقوق یا اثبات باطل کے لئے حیلہ جائز نہیں، البتہ اثبات حق یا دفع باطل کے لئے درست ہے، مثلاً کوئی شخص اس طرح مبتلا ہو جائے کہ واجبات سے اس کی کمر ٹوٹ رہی ہو اور ان کی وجہ سے اس کی کمر ٹوٹ رہی ہو اور ان کی وجہ سے قریب بہ ہلاکت ہو اور مجبوراً ناداری کے باعث اپنی گردن واجبات خداوندی سے چھڑانا چاہے تو اس کے لئے ہمارے یہاں حیلہ کی گنجائش ہے اور ایسی صورتوں کا جواز دوسروں کے یہاں بھی ملے گا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیلہ کے معنی مکاری کے نہیں ہیں جیسا کہ آجکل رائج ہے، بلکہ تدبیر اور گنجائش کے ہیں کہ اصول قرآن و حدیث کو اور صحابہ کے اقوال کو سامنے رکھ کر حادثہ پیش آمدہ کے متعلق کوئی حل پیدا کر دے، اس کا نام حیلہ اور تدبیر ہے، امام محمدؒ سے بھی عینی وغیرہ نے ابطال حق کے لئے حیلہ کو ممنوع ہی لکھا ہے، جس کے بعد حیلہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا، دوسرے یہ کہ جواز حیلہ اور نافذ حیلہ دو چیزیں الگ الگ ہیں اور ہم دونوں میں فرق کرتے ہیں، امام بخاری نے چونکہ دونوں میں فرق نہیں کیا اس لئے یہ اعتراض کر دیا، حالانکہ یہ بات ابتدائی کتابوں میں موجود ہے کہ کسی فعل کا عدم جواز اور ہے اور نفاذ اور شے ہے، پھر یہ فرق بھی اسی وقت ہوگا کہ لفظ حیلہ اپنی ظاہری صورت پر ہو اور اس کے حقیقی و اصلی معنی کا لحاظ نہ ہو۔

کتب فقہ میں تو سقوط زکوٰۃ ہی کا ذکر ہوگا، باقی اس کا یہ فعال دیانۃً ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں ہے، پھر کیا اعتراض رہا؟ اسی طرح امام بخاری نے اعتراض کر دیا کہ بعض الناس تعجیل زکوٰۃ کے بھی قائل ہیں، یعنی قبل وجوب کے ادائیگی صحیح کہتے ہیں، حالانکہ یہ بات بھی اصول فقہ سے متعلق ہے اور شارح وقایہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ذمہ مشغول ہو حق کے ساتھ تو نفس وجوب ہے اور فارغ کرنا ہو ذمہ کو تو وجوب اداء ہے۔

لہذا ہمارے یہاں وجوب فی الذمہ متحقق ہو جانے کی وجہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہو جاتی ہے نہ کہ وجوب سے بھی قبل تاکہ تعجیل زکوٰۃ کا اعتراض درست ہو۔

فرمایا: امام بخاریؒ سے نقل ہے کہ ان کو فقہ حنفی سے معرفت حاصل ہے میں کہتا ہوں کہ ان کی کتابوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو فقہ حنفی سے صرف سنی سنائی معرفت حاصل ہے، صفت نفس نہیں بنی ہے اور بہت کم چیزیں صحیح طور سے پہنچی ہیں۔

ہمارے یہاں اکراہ کی صورۃ یہ ہے کہ اپنی ذات یا قریبی رشتہ دار پر واردات گزرتی ہو، مثلاً قتل نفس قطع عضو، ضرب مبرح وغیرہ کی دھمکی اور بخاری یہ سمجھے کہ اور دوسروں پر گزرے تب بھی اکراہ ہے، حالانکہ کوئی ذی فہم بھی اس کو اس حالت میں مکرہ نہ کہے گا، یہ بات اور ہے کہ دین و شریعت کی رو سے دوسرے کی جان و مال کو بھی بچانا ضروری ہے۔

ص ۱۰۳۰ پارہ ۲۸ بخاری شریف میں "وھو تزویج صحیح" کے جملہ پر فرمایا کہ امام بخاری کو جو ہم سے قضائے قاضی کے ظاہراً و باطناً نافذ ہونے کے مسئلہ میں اختلاف ہے، اس لئے ایک ہی اعتراض کو ہی پھیر کر بار بار لا رہے ہیں اور مقصود اپنا دل ٹھنڈا کرنا اور حق مخالفت ادا کرنا ہے، حالانکہ یہاں بھی وہی فقہ حنفی سے پوری واقف نہ ہونے کی وجہ سے کارفرما ہے، کیونکہ ہمارے یہاں یہ مسئلہ یوں ہی مطلق اور عام نہیں ہے بلکہ اس کی قیود و شرائط ہیں دوسرے وہ عقود و فسوخ میں ہے، املاک مرسلہ میں نہیں ہے، پھر اس محل میں بھی صلاحیت انشاء حکم کی موجود ہونا ضروری ہے، وغیرہ جس کی تفصیل مبسوط میں سب سے بہتر ہے۔

ص ۱۰۶۴ پارہ ۲۹ بخاری میں یوم المھاجرین الاولین کے جملہ پر فرمایا کہ دیکھئے! یہ امامت صلوٰۃ ہے، اس کا یہاں کیا تعلق تھا؟ امام بخاریؒ کا بھی وہ حال ہے کہ "زور والا مارے اور رونے نہ دے" پھر مسکرا کر فرمایا "اب چونکہ وقت کم رہ گیا ہے، اس لئے ادب چھوٹ گیا"۔

(افسوس صد ہزار افسوس! اس جملہ میں ارشاد فرمایا تھا، یہ حضرت شاہ صاحبؒ کے درس بخاری کا آخری سال تھا)

ع　حیف در چشم زدن صحبت شیخ آخر شد

ایک روز درس ہی میں فرمایا کہ حافظ ابن حجر کی زیادتیوں پر ہمیشہ کلام کرنے کی عادت رہی، لیکن امام بخاریؒ کا ادب مانع رہا، اس لئے ہم نے اتنے دن تک حنفیہ کی نمک حرامی کی، اب چونکہ آخیر وقت ہے اس لئے کچھ کہہ دیتا ہوں اور اب صبر وضبط یوں بھی ضعف پیری کے باعث کمزور ہوگیا ہے، مگر اس سے یہ ہرگز مت سمجھنا کہ بخاری کی احادیث بھی چند راویوں کے ضعف کی وجہ سے گر گئیں، اس لئے کہ ان کے متابعات دوسری کتب حدیث میں عمدہ راویوں سے موجود ہیں، یہ ان کی وجہ سے قوی ہوگئیں۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس روز بخاری شریف میں حضرت مخدوم ومعظم مولانا العلام مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب مدظلہ مفتی راندیر وسورت بھی موجود تھے، جواب ایک عرصہ سے مفتی دارالعلوم دیوبند ہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ امام احمدؒ کے ابتلاء سے قبل تک حنفیہ پر ردوقدح نہ تھی، اس فتنہ کے بعد سے یہ چیزیں پیدا ہوئیں، اور جو خالص محدث یا فقہ سے کم مناسبت رکھنے والے تھے، انہوں نے اس میں زیادہ حصہ لیا ہے جو محدث فقیہ بھی تھے وہ محتاط رہے اور بہت حضرات نے حنفیہ کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے، بلکہ مناقب امام صاحب وصاحبین پر مستقل کتابیں بھی لکھیں، جزاہم اللہ خیرالجزاء[1]۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے مذکورہ بالا ارشادات واشارات کی حیثیت ایک متن کی ہے جس کی شرح و تفصیل ناظرین کو اس مقدمہ کے بعد انوارالباری میں جابجا ملے گی، ان شاء اللہ، **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم استغفرہ و اتوب الیہ۔**

تنقید رواۃ بخاری کی جواب دہی میں حافظ نے پوری سعی کی ہے جو مقدمہ فتح الباری میں قابل دید ہے۔

تہذیب میں ۱۲صفحات لکھے ہیں اور آخر میں یہ بھی لکھا کہ جس شخص کی عدالت ثابت ہوچکی ہو اس کے بارے میں کوئی جرح بھی قبول نہ کی جائے گی، معلوم نہیں اس اصول کو امام اعظم اور اصحاب الامام کے لئے کیوں نہیں برتا گیا، ان کی تعدیل وتوثیق بھی تو خود ان کے زمانہ خیرالقرون کے اکابر رجال نے بالاتفاق کردی تھی پھر بعد کے لوگوں نے ان پر بے بنیاد جرح کا سلسلہ جاری کیا تو اس کو اہمیت دے دے کر ہر زمانہ میں ابھارابھا کر آگے بڑھانے کی کوشش کیوں کی گئی؟'' ع ''توبہ فرمایاں چرا خودتوبہ کم ترچے کنند''؟

حافظ نے یہاں ایک اجمالی جواب بھی دیا ہے کہ ہر منصف کو جاننا چاہئے کہ صاحب صحیح نے جب کسی راوی سے روایت کی ہے تو اپنے نزدیک اس کی عدالت سے مطمئن ہوکر ہی کی ہے اور وہ خود اس راوی کے اچھے برے حال سے پورے واقف تھے، ان سے غفلت کیسے ہوتی؟ خصوصاً جب کہ جمہور آئمہ حدیث نے ان کی جلالت قدر کی وجہ سے ان کی کتاب کو ''صحیح'' کا لقب دیا ہے اور یہ دوسرے محدثین کو حاصل نہیں، پس گویا جمہور کا اس امر پر بھی اتفاق سمجھنا چاہئے کہ جن رواۃ کو صاحب صحیح نے ذکر کیا وہ سب عادل ہی تھے، لہذا اب کوئی طعن

---

[1] عزیز گرامی قدر مولانا محمد انظر شاہ صاحب استاذ دارالعلوم کے رسالہ ''نقش'' میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے ملفوظات گرامی کا سلسلہ جاری تھا کہ اکتوبر ۶۰ھ کے پرچہ کی گیارہویں قسط میں بھی ملفوظات مذکورہ بالا شائع ہوئے جن کو اکثر اکابر نے پسند کیا اور محترم القام مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے اپنے صدق مورخہ ۴نومبر ۶۰ھ میں حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا:

تقلید جامد: ماضی قریب میں علامہ انورشاہ کشمیری دیوبندی جس پایہ کے فاضل جلیل گزرے ہیں کسی پر مخفی نہیں ان کے ملفوظات درس ان کے شاگرد خاص مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری کے قلم سے دیوبند کے ماہنامہ نقش میں شائع ہورہے ہیں، اس کے ایک تازہ نمبر سے جستہ جستہ: ''اثنائے درس بخاری میں فرمایا کہ حماد استاذ ہیں امام اعظمؒ کے......الخ اور اسی رنگ کی عبارتیں اور بھی متعدد ہیں، یہ سب آخر کیا ہے؟۔

علامہ کشمیری امام صاحب بخاری کے منکر یا مخالف ہیں؟ یا ان کی کتاب کا شمار صحیح ترین ومستندترین کتابوں میں نہیں کرتے؟ یہ کچھ نہیں علامہ ان کے پوری طرح معتقد ہیں، ان کی اور ان کی کتاب کی عظمت کے قائل ہیں، لیکن علم کا حق اور سچائی کا حق ان کی ذات سے بھی بڑھ کر اپنے اوپر سمجھتے ہیں اس لئے جہاں کہیں اپنی بصیرت کے مطابق ان کی علمی تحقیق میں کوئی خامی یا کوئی کوتاہی نظر آئی اس کا اظہار بھی برملا اور بے تکلف ان کی ذات کے ساتھ ہر رشتۂ احترام کو چھوڑے بغیر کردیتے ہیں اور خود امام بخاری کا بھی یہی طرز عمل اپنے معاصرین اور بزرگوں کے ساتھ تھا، جیسا کہ ایک حد تک اوپر کے حوالوں سے بھی ظاہر ہورہا ہے، پس یہی مسلک صحیح و صائب ہے، کل بھی یہی صحیح تھا اور آج بھی یہی صحیح (صدق جدید)

وجرح رواۃ صحیحین پر اس وقت تک قابل اعتنا نہ ہوگی جب تک کہ وجوہ قدح کو صاف طور سے شرح کر کے نہ بیان کیا جائے، پھر یہ بھی دیکھا جائے گا کہ واقع میں بھی وہ قدح جرح بننے کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں اور حضرت شیخ ابوالحسن مقدسی تو ہر راوی صحیح کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو پل[1] سے گزر چکا ہے۔

یعنی اس کے بارے میں کوئی نقد قابل لحاظ نہیں شیخ ابوالفتح قشیری فرماتے تھے کہ یہی ہمارا[2] بھی عقیدہ ہے اور اسی پر عمل بھی ہے، شیخین (بخاری ومسلم) کی کتابوں کو جب صحیحین مان لیا گیا تو گویا ان کے رواۃ کی عدالت بھی مسلم ہو گئی ان میں کلام کرنا صحیح نہیں۔

پھر وجوہ طعن پر مفصل بحث کرنے کے بعد حافظ نے یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں نے بعض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے طعن وجرح کی ہے، لہذا اس پر متنبہ رہنا چاہئے اور اس پر جب تک وہ امر حق ثابت نہ ہو عمل نہ کرنا چاہئے، اسی طرح اہل ورع وزہد نے ان لوگوں پر عیب لگایا جو دنیوی کاروبار میں لگے حالانکہ وہ صدق ودیانت کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ ناقابل اعتبار وہ تصنیف ہے جو بعض رواۃ کے دوسروں کے تعلق یا باہمی معاصرۃ کی وجہ سے کی گئی اور سب سے زیادہ غیر ضروری[3] تصنیف ان کی ہے جو اپنے سے زیادہ باوثوق اور عالی قدر ومنزلت اور علم حدیث کے زیادہ عالم وواقفوں پر کی جائے غرض ان سب جروح وطعن کا کوئی اعتبار نہیں۔ (مقدمہ فتح)

اس کو نقل فرما کر حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے فرمایا کہ "جب یہ سب باتیں امام بخاری ومسلم کی شان میں درست ہیں تو اس سے انکار کیسے کیا جا سکتا ہے کہ یہی سب باتیں آئمہ مجتہدین کے حق میں بھی واجب التسلیم ہونی چاہئیں جو علو شان اور جلالت قدر میں شیخین سے بھی زیادہ ہیں کیونکہ وہ آئمہ کبار بہر حال امام بخاری ومسلم کے شیوخ اور شیوخ المشائخ تھے، اور ان کے مراتب عالی خواہ کتنے ہی بلند ہوں اپنے ان اکابر اساتذہ ومشائخ سے یقیناً کم ہیں، ان کے برابر نہیں ہو سکتے" جیسا کہ ان کے حالات وسوانح سے پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

جلالت قدر اور اہتمام صحت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے ان کی روایات پر نقد کیا ہے ان کا قول زیادہ سے زیادہ ان کی تصحیح کے معارض ہو سکتا ہے، باقی ان کا فضل وتقدم دوسروں پر اس میں تو کسی شک وریب کی گنجائش ہی نہیں، لہذا اجمالی طور سے اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

حافظ کے اتباع میں اس جواب کو حافظ سیوطی نے بھی تدریب میں اور پھر ان کے بعد والوں نے بھی اختیار کیا ہے، حضرت علامہ محقق شیخ الحدیث دام فیضہم نے مقدمہ لامع میں ص ۳۷ پر ان مذکورہ بزرگوں کے اقوال نقل فرمانے کے بعد کیسے موقع کی بات فرمائی کہ جس طرح یہ جبال العلم، جلیل القدر محققین اس اجمالی جواب کے اختیار کرنے پر مجبور ہوئے اور پھر ان اکابر متبعین نے بھی اس کو پسند واختیار کیا تو یہی جواب آئمہ مجتہدین کے مستدلات میں نہیں چل سکتا؟ جس طرح امام بخاری ومسلم کا فضل وتقدم ان کے بعد والوں پر تسلیم ہے، کیا اسی طرح آئمہ متبوعین کی جلالت قدر اور فضل وتقدم امام بخاری ودیگر مسلم محدثین پر مسلم نہیں"؟

پھر امام اعظم کا فضل وتقدم باقی آئمہ ومتبوعین پر بھی ظاہر وباہر کر دیا ہے کہ یہ سب امام صاحب کے فقہ میں دست نگر اور حدیثی سلسلہ سے تلامیذ تھے" والعلم شرقاً وغرباً، براً وبحراً تدوینہ رضی اللہ عنہ"۔ (ابن ندیم)

بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ صحیح بخاری کی کچھ روایات پر تنقیدات ہوئی ہیں جن کے جواب کے لئے حافظ نے توجہ فرمائی اور کشف الظنون میں شروح بخاری کے تذکرہ میں ایک شرح ابوذر احمد بن ابراہیم حلبی (۸۸۴ھ) کی مذکور ہے جس کا نام "التوضیح للاوہام الواقعۃ فی الصحیح" ہے۔

ہمارے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، حضرت شیخ دام ظلہ نے اس موقع پر

---

[1] آئمہ مجتہدین نے جن رواۃ پر اطمینان کر کے تدوین فقہ کی وہ بھی تو پل سے گزر چکے تھے، لہذا ان پر اور زیادہ اطمینان ہونا چاہئے۔

[2] امام صاحب اور ان کے اصحاب پر بھی کسی کی جرح نہیں سنی چاہئے جب کہ ان کی توثیق امام بخاری ومسلمؒ کے اکابر شیوخ کی تھی۔

[3] آئمہ مجتہدین اور ان اصحاب خاص کے بارے میں بھی بعد کے حضرات کی تصنیف کو اسی اصول سے غیر ضروری سمجھنا چاہئے۔

۳۰ مقامات پر جلد اول صحیح بخاری سے اور ۲۰ جلد ثانی سے ذکر کئے ہیں، اوہام کی تفصیلات، جوابات نقل فرمائے ہیں اور جا بجا قیمتی تبصرے بھی ہیں۔

چند اوہام بطور مثال افادہ ناظرین کے خیال سے ہم بھی ذکر کرتے ہیں۔

(۱) شبابہ بن سوار لمدینی: امام احمدؒ نے فرمایا کہ میں نے اس سے روایت ارجاء کی وجہ سے چھوڑ دی، ابن المدینی نے کہا کہ صدوق تھے، مگر عقیدہ ارجاء کا رکھتے تھے، لیکن باوجود اس کے بخاری باب الصلوٰۃ علی النفساء میں حدیث ان سے مروی ہیں۔

(۲) عبدالحمید بن عبدالرحمٰن ابو یحییٰ اعمال الکوفی من شیوخ البخاری: ابوداؤد نے فرمایا کہ کئی قسم کے مرجئ تھے، لیکن بخاری سے ''باب حسن الصوت بالقراءۃ'' میں حدیث ان سے موجود ہے۔

(۳) عمر بن خدا ہمدانی: ان کو بھی صدوق ثقہ لیکن ارجاء کے خاص طور سے قائل تھے، مگر بخاری میں باب ''اذا دعی الرجل فجاہل یستأذن'' میں حدیث کے راوی ہیں۔

(۴) عمرو بن مرۃ الجملی: ابوحاتم نے کہا ثقہ تھے مگر ارجائی عقیدہ کے، پھر بھی بخاری میں حدیث **متی الساعۃ؟ باب علامۃ الحب فی اللہ** میں روایت ہے۔

(۵) ورقأ بن عمر: ابوداؤد نے فرمایا کہ ورقاء صاحب سنت تھے، مگر ان میں ارجاء تھا، بخاری باب میں حدیث سقوط قحلہ علی وجہ کعب بن عجرہ ان سے مروی ہے۔

(۶) بشر بن محمد السختیانی (۷) سالم بن عجلانی (۸) شعیب بن اسحاق، خلاد بن یحییٰ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے رواۃ بکثرت ہیں جو ارجاء سے متہم ہوئے اور امام احمد وغیرہ نے ان سے روایت حدیث نہ کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ارجاء بدعت ہوگا، ورنہ ارجاء سنت نہ معیوب تھا نہ ان کے ساتھ کسی راوی کے متہم ہونے کی وجہ سے اس سے ترک روایت کی جاتی تھی، اسی لئے امام صاحب وغیرہ کو کسی نے اس زمانہ کے بڑوں میں سے یہ نہیں کہا کہ مرجئ تھے، اس لئے روایت نہیں کی گئی بعد کے لوگوں نے ارجاء کے عام و مشترک معنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو مشکوک بنانے کی سعی کی ہے۔ واللہ المستعان۔

روایات بخاری

کل روایات بخاری جن پر نقد کیا گیا ہے (۱۱۰) ہیں جن میں سے ایک ایک کو ذکر کر کے حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں جواب دہی کی ہے اور آخر میں کہا کہ یہ سب ہیں جن پر حفاظ و ناقدین حدیث اور علیل اسانید و خفی کمزوریوں پر کڑی نظر رکھنے والوں نے تنقید کی ہے۔

ان میں سے ۳۲ روایات تو وہ ہیں جن میں امام مسلم بھی شریک ہیں، باقی ۷۸ میں سے اکثر وہ ہیں کہ ان پر سے اعتراض آسانی سے اٹھ سکتا ہے، البتہ کچھ ایسی بھی ہیں جن کے جواب میں کمزوری ہے اور بہت کم ایسی ہیں جن کے جوابات غیر تسلی بخش ہیں (ان جوابات کے نمونے بھی آگے ذکر ہوں گے)

دار قطنی وغیرہ کے ان ایرادات، مشار الیہا سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ صحیح بخاری کی تلقی بالقبول کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی سب کی سب احادیث کی صحت پر اجماع ہو گیا کیونکہ یہ مواضع ایسے بھی ہیں کہ جن کی صحت متنازع فیہ ہے، اسی لئے خود ابن صلاح نے بھی ان مواضع کو مستثنیٰ قرار دیا، جن پر دار قطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے اور شرح مقدمہ مسلم میں کہا کہ بخاری و مسلم پر جو مواخذہ یا قدح معتمد حفاظ حدیث کی طرف سے وارد ہے وہ ہمارے فیصلہ سابق سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اتنے حصے کے تلقی بالقول پر اجماع نہیں ہوا، اس موقع پر امام نووی کا کلام شرح مسلم میں ان کے کلام شرح بخاری سے مختلف ہے اور جس طرح انہوں نے اس مسئلہ کو لپیٹنے کی سعی کی ہے وہ کامیاب نہیں ہے۔ (کتاب

بلطلاق) میں حافظ ابو مسعود دمشقی کے تعصب پر ابوعلی نے کہا کہ حافظ موصوف نے اچھی تنبیہ کی اور حافظ نے کہا کہ اس اعتراض کے مقابلہ میں ہمارے جواب کی حیثیت صرف اقناعی ہے اور یہ ان سخت دشوار مواضع میں سے ہے کہ ان کا صحیح جواب آسان نہیں "لابد للجواد من کبوہ" واللہ المستعان۔ (کتاب الذبائح) میں ص ۴۷۲ دارقطنی کے ایک اعتراض پر کہا کہ اعتراض صحیح ہے، علت ضعف ناقابل انکار ہے اس لئے اس کا جواب تکلف و بناوٹ سے خالی نہیں ہوسکتا۔

معلوم و مشکلم فیہا روایات بخاری کے سلسلے میں جو دفاع و جواب دہی حافظ نے کی ہے وہ مقدمہ فتح الباری میں قابل مطالعہ ہے اور ایک عالم خصوصاً معلم و متعلم حدیث اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، ہمارے سلسلہ کے اساتذہ و طلبہ حدیث کی یہ بہت بڑی کوتاہی ہے کہ ان کا مطالعہ درسیات تک محدود رہتا ہے، تحصیل علم حدیث کے وقت خاص طور سے وسیع مطالعہ اور معانی حدیث و رجال پر بڑی توجہ دینی چاہئے جو ہمارے اکابر و سلف کا طرہ امتیاز رہا ہے، آج ہم میں کتنے ہیں جو امام محمدؒ کی جامع کبیر اور کتاب الحج کو یا امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج اور الرد علی سیر الاوزاعی کا مطالعہ کرتے اور سمجھتے ہیں، جن سے ان حضرات کی علمی تحقیقات و تدقیقات کا کچھ اندازہ ہو، یہ علمی نادر خزانے چھپ کر شائع ہوئے، مگر ایسے وقت کہ پڑھنے والے نادر ہوگئے اور ہمارے اکابر اساتذہ ان کی زیارت کو ترستے تھے، آج امام بخاری کے تبحر علمی اور ابواب و تراجم بخاری کی دقت و باریکیوں کا پروپیگنڈا ہے، مگر علوم قرآن و حدیث میں یہ تجرد دقت نظر ان میں کہاں سے پیدا ہوئی تھی یہ حمیدی ایسے غیر فقیہ اساتذہ سے دقت نظر نہیں پیدا ہوئی بلکہ امام احمدؒ (تلمیذ امام ابی یوسف) سے جو خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دقت نظر امام محمد کی کتابوں سے حاصل ہوئی، یحییٰ بن معین، تلمیذ امام احمد سے حاصل ہوئی جن کے بارے میں امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے کو صرف یحییٰ بن معین کے سامنے علمی لحاظ سے بے بضاعت پایا (النجوم الزاہرہ) علی بن المدینی (تلمیذ یحییٰ القطان الامام الاعظمؒ) سے حاصل ہوئی ان کے بارے میں بھی امام بخاری تقریباً یہی کلمات فرمایا کرتے تھے۴ تلامذہ امام شافعیؒ سے حاصل ہوئی جو امام محمد کے تلمیذ خاص تھے۔

اور ان سب کو جو کچھ ملا وہ سب امام اعظمؒ کے علوم اجتہادیہ کا صدقہ ہے جن کی وجہ سے امام شافعی تمام علماء فقہا کو امام صاحب کا دست نگر فرمایا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارک (جن کو امام بخاری اہل علم زمانہ فرماتے ہیں) اپنے زمانہ کے محدثین و رواۃ کو چھوڑ کر فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی "رائے" مت کہو، بلکہ تشریح حدیث کہو۔

افسوس ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الضعفاء میں رجال پر بحث کرتے ہوئے وکیع (تلمیذ امام الاعظم) ابن مبارک (تلمیذ الامام) یحییٰ القطان (تلمیذ امام) اور علی بن المدینی و امام احمد کے فیصلوں کا حوالہ دیا ہے اور یہ سب امام اعظم کی مدح و ثناء میں رطب اللسان ہیں، پھر بھی امام صاحب اور اصحاب امام پر نقد کرتے ہوئے ان حضرات کی کسی بات کا خیال نہیں فرمایا اور امام صاحب وغیرہ سے کسی باعث رنجش کی وجہ سے شیخ حمیدی، اسماعیل بن عرعرہ وغیرہ پر بھروسہ کرلیا، اور آپ پڑھ چکے کہ کیسے کیسے کلمات استعمال فرمائے، جس شخص کو یہ فخر ہو کہ کبھی کسی کی غیبت نہیں کی، خدا کی شان کہ وہ ایسے ایسے بڑے آئمہ دین کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہہ گیا، خدا کرے یہ نسبتیں ان کی طرف غلط ہوں، خدا کرے یہ سب نسبتیں ان کی طرف غلط ہوں یا کسی واقعی بہت بڑی غلط فہمی سے ایسا ہوا ہو تا کہ آخرت کا مواخذہ نہ ہو اور "لاتثریب علیکم الیوم" کی بشارت سے مطمئن ہوں۔ آمین۔

یہاں کچھ نمونے حافظ کی جواب دہی کے پیش کئے جاتے ہیں:

امام ابوعلی جبائی نے اعتراض کیا کہ زہری کی روایت میں امام بخاریؒ نے اخبرنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ کی جگہ اخبرنی عبداللہ بن عبداللہ لکھ دیا اور یہ غلطی کتاب کی بھی نہیں کیونکہ امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

حافظ نے تسلیم کیا کہ اعتراض صحیح ہے، واقعی امام بخاریؒ سے سبقت قلم ہوگئی (مقدمہ فتح الباری باب السیر والمنویہ ص ۳۶۸ طبع میریہ بولاق)

(۲) حافظ ابو مسعود دمشقی نے اعتراض کیا کہ کتاب التفسیر کی ایک روایت میں ابن جریج عطاء خراسانی سے تفسیر کا سماع معلوم ہوتا ہے

حالانکہ انہوں نے عطاء خراسانی سے کچھ نہیں سنا، اس تعقب پر ابوعلی نے کہا کہ حافظ موصوف نے اچھی تنبیہ کی اور حافظ نے عطاء بن ابی رباح کا احتمال بنا کر کچھ جواب بنایا، مگر پھر خود ہی اس اعتذار کے بعد کہا کہ ہمارے اس جواب کی حیثیت صرف اقناعی ہے اور یہ ان سخت دشوار مواضع میں سے ایک ہے جن کا جواب آسان نہیں۔

ولا بد للجو ادمن کبوۃ، واللہ المستعان۔ یعنی عمدہ گھوڑا بھی ٹھوکر کھاتا ہے، خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے (مقدمہ کتاب الطلاق ص۳۷۴)

(۳) دار قطنی کے ایک اسنادی اعتراض پر حافظ نے کہا کہ گرفت بجا ہے، بات وہی ہے جو دار قطنی نے کہی، روایت کا سقم ظاہر ہے اور اس کا جواب تکلف اور بے ضرورت کھینچ تان سے خالی نہیں (مقدمہ کتاب الذبائح ص۳۷۴)

(۴) دار قطنی ہی کے ایک دوسرے اعتراض کے جواب میں حافظ نے اعتراف کیا کہ علت ایراد پوری طرح ختم نہیں ہوئی، لہذا امام بخاری کی طرف سے معذرت کی جاتی ہے (مقدمہ کتاب الجنائز ص۳۵۴)

اوہام بخاری

اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئیں اور بعض اوہام کی طرف ہم بھی یہاں اشارات دے رہے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بخاری و مسلم کا جو مقام مسلم ہے اس میں کلام ہے، خصوصاً بخاری کی صحیح کو جو فوقیت وفضیلت بعد کی تمام کتب حدیث پر ہے وہ ناقابل انکار ہے، لیکن امام بخاری بھی آخر ایک بشر ہی تھے اور کچھ اوہام واغلاط سے ان کی شان کم نہیں ہوجاتی، بلکہ اس اعتبار سے اور بھی امتیاز مل جاتا ہے کہ اگر کتاب میں کچھ نقائص تھے خواہ وہ رواۃ کے اعتبار سے ہوں یا روایات کے لحاظ سے یا اوہام کے طور پر ہوں یا تکرار احادیث کی صورت میں، ان پر دوسرے محدثین نے بے تکلف انتقاد کیا اور اس بارے میں امام بخاری کی جلالت قدر سے نہ مرعوب ہوئے نہ ان کے ساتھ کوئی رورعایت کی۔

پھر ان کمزوریوں کے متعین ہوجانے کے بعد پوری کتاب کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ ہوجاتا ہے جو احادیث ضعیف رواۃ کے سبب ضعیف ہیں وہ دوسرے متابعات کی وجہ سے قوی ہوگئیں۔

ہمارے نزدیک حجیت حدیث پر ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ جامع صحیح بخاری جیسی عظیم المرتبت اور جلیل القدر کتاب کی بھی معلول متکلم فیہا روایات اور اوہام پر سب ہی محدثین نے کڑی نظر رکھی اور ہر قابل تنقید امر پر نقد صرف اس لئے ضروری سمجھا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے صاف وشفاف آئینہ کو ہر قسم کے گرد وغبار سے محفوظ رکھیں، تاکہ قرآن مجید کی آیات بینات کی طرح احادیث صحیح پر بھی بے تامل عمل درآمد ہوسکے۔

حدیث ابن عمرؓ باب قولہ تعالیٰ "نسائکم حرث لکم فاتو حرثکم انی شئتم" (ص۶۴۹ مطبوعہ رشیدیہ) حضرت ابن عمرؓ کی طرف جس قول کی نسبت کی گئی ہے وہ بے اصل ہے اور دوسرے محدثین نے اس کے خلاف روایات کی ہیں، مثلاً ترمذی عن ابن عباس، مسند احمد، ابن ماجہ دارمی وترمذی عن خزیمہ بن ثابت، مسند احمد وابوداؤد عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ عن ابی ہریرہ، لہذا اخلاف روایت ودرایت ہوا۔

حدیث ابی بن کعبؓ اذا جامع الرجل المرأۃ، فلم ینزل، قال یغسل مامس المرأۃ، قال ابوعبداللہ (البخاری) الغسل احوط (کتاب الغسل ص۴۳) یہ حدیث دوسری احادیث بخاری ومسلم وغیرہ سے منسوخ ہیں اور قاضی ابن العربی نے صحابہ وائمہ اربعہ کا وجوب غسل پر اجماع نقل کیا ہے مگر امام بخاری نے غسل کو صرف احوط کہا۔

کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل "واذکر فی الکتاب مریم" (خ ص۴۸۹) سند حدیث میں بجائے ابن عباس کے ابن عمر لکھا گیا، حافظ نے کہا کہ بخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح ہے، حالانکہ غلط ہے، اس پر علامہ عینی نے بھی تنبیہ کی ص۴۴۶ ج۷۔

کتاب الطلاق (بخاری ص ۱۰۳۱) فدخل علی حفصة، حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ بخاری کو وہم ہو گیا ہے۔
یہ قصہ بیت زینب کا ہے، امام بخاری نے چاروں جگہ بیت حفصہ ہی قرار دیا ہے، بخاری ص ۷۹۲، ۷۹۳ کے حاشیہ میں فتح الباری سے نقل ہوا کہ کتاب الہبۃ میں ہے کہ دو پارٹیاں تھیں، ایک میں حضرت عائشہ، حفصہ، سودہ اور حفصہ تھیں، دوسری میں زینب بنت جحش، ام سلمہ وغیرہ اس لئے یہ جملہ مذکورہ روایت کے بھی خلاف ہے۔

باب ماذکر فی الاسواق میں حتی اتی سوق بنی قینقاع فجلس بفناء بیت فاطمة (ص ۲۸۵، بخاری، رشیدیہ) یہ غلط ہے کیونکہ حضرت فاطمہؓ کا گھر سوق بنی قینقاع میں نہیں تھا، بلکہ حضور اکرم ﷺ کے بیوت کے درمیان تھا۔ امام مسلم نے روایت صحیح کی ہے، اس طرح ثم انصرف حتی اتی فناء فاطمة۔

یہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ دن کے کچھ حصے میں نکلے میں بھی ساتھ تھا، لیکن نہ حضور مجھ سے بات کرتے تھے (شاید کسی تفکر کی وجہ سے) اور نہ میں بات کرتا تھا (غالباً حضور کی ہیبت سے یا اس خیال سے کہ مشغول بہ فکر ہیں، اسی حالت میں حضور بنی قینقاع کے بازار تک پہنچے اور حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے، الخ۔

مسلم شریف میں روایت حضرت سفیان سے ہے کہ "حضور بازار مذکور تک تشریف لے گئے اور لوٹ کر آئے تو حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں بیٹھے" (الخ) امام بخاری کو متنبہ نہیں ہوا، جس سے ناقص روایت نقل ہو گئی، حافظ نے بھی اس فروگذاشت کا اعتراف کیا ہے۔

بعض تراجم میں امام بخاری نے غالباً یہ بتلانے کے لئے کہ حضور اکرم ﷺ کی متابعت میں ہم بھی کسی دوسرے کو ایسے ہی مواقع میں جیسے حضور ﷺ نے کیا، دوسرے شخص کو ویلک، اخساء، یحک، مرحبا وغیرہ کہہ سکتے ہیں، یا کسی ناحق بات کو لیس بشیء (یہ کچھ نہیں کیونکہ حق نہیں) کہہ سکتے ہیں، امام صاحبؒ کا مقصد ضرور صحیح ہوگا، مگر کچھ حضرات نے امام صاحب کے طرز استدلال پر اعتراض کیا ہے اور اس کو اہانت آمیز بھی قرار دیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو لفظ رجل سے تعبیر کیا (ص ۹۱۰ سے ص ۹۱۸ تک یہ کلمات موجود ہیں)۔
اتنی بات ضرور ہے کہ طرز استدلال اور تعبیر کا یہ طریقہ خلاف ادب ہے اور اس سے بہت بہتر طرز وطریق سے مقصد مذکور ادا ہو سکتا تھا۔

باب ایجاب التکبیر افتتاح الصلوة (خ ص ۱۰۱) علامہ عینی نے اعتراض کیا کہ بجائے ایجاب یہاں لفظ وجوب ہونا چاہئے تھا۔

کتاب الزکوٰة، باب فضل الصدقة ص ۱۹۱، حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ بعض ازواج مطہرات نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ ہم میں سے کون پہلے آپ سے ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا ہاتھ تم میں سے زیادہ لمبا ہے، اس کو سن کر سب ازواج مطہرات نے لکڑی لے کر اپنے ہاتھوں کو ناپنا شروع کر دیا اور سودہؓ کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا نکلا، پھر ہم بعد کو ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے درازی ید کا مطلب صدقہ تھا کہ وہی حضور سے پہلے جا ملیں اور صدقہ ان کو بہت محبوب تھا۔

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں بھی سودہ ہی کی وفات کو سب سے پہلے قرار دیا ہے، امام بیہقیؒ نے بھی اسی طرح روایت کی اور خطابی نے یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت سودہؓ کا سب سے پہلے حضور سے جا ملنا، صداقت نبوت کی نشانیوں میں سے ہے۔

لیکن یہ مشہور کے خلاف ہے، کیونکہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضرت زینب کی وفات ہوئی، یعنی ۲۰ھ، حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں، اور حضرت سودہ کی وفات ۵۴ھ میں حضرت معاویہؓ کے دور میں ہوئی۔

علامہ نووی اور ابن بطال وغیرہ نے بھی یہی تحقیق کی ہے اور اجماع اہل سیر حضرت زینب کی پہلے وفات پر نقل کیا (فتح ص ۱۸۴ ج ۳) اور علامہ عینی نے کہا کہ اس حدیث میں کسی راوی سے غلطی ہوئی ہے، جس پر امام بخاری کو متنبہ نہیں ہوا اور نہ بعد کے شراح نے خیال کیا حتیٰ کہ بعض نے اس کو اعلام نبوۃ سے کہا، حالانکہ یہ سب وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت زینب تھیں اور صدقہ بھی سب سے زیادہ وہی کرتی تھیں اور

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے صحیح روایت موجود ہے، جس میں ہے کہ حضرت زینبؓ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا، کیونکہ وہ صدقہ بہت کرتی تھیں۔

حافظ نے اس موقع پر طویل کلام کیا ہے، مگر ترجیح مسلم والی روایات ہی کو دی ہے اور مستدرک حاکم نے حضرت عائشہؓ سے دوسری حدیث بھی نقل کی ہے جس میں زیادہ تفصیل ہے اور وہ بھی شرط مسلم پر ہے، اس کے بعد امام بخاری کے لئے تاویل سے کچھ گنجائش نکالی ہے، ابن جوزی نے بھی کہا کہ امام بخاری کو تنبہ نہیں ہوا کہ اس حدیث میں غلطی ہے۔ واللہ اعلم۔

باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین عند القحط (ص ۱۴۱) کے ضمن میں پہلا واقعہ قریش مکہ کا ہے اور دوسرا اہل مدینہ کا ہے، امام بخاری نے دونوں کو ساتھ ملا دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا واقعہ بھی مکہ ہی کا ہے۔

علامہ عینی نے مفصل ایراد اور وجہ ایراد لکھی ہے۔

کتاب المکاتب (۳۴۷) پر بریرہ نے حضرت عائشہ سے بدل کتابت ادا کرنے کے لئے استعانت کی، اس جگہ علامہ عینی نے دو اعتراض کئے ایک یہ کہ لیث ابن شہاب سے بلا واسطہ راوی ہیں، پس یونس کا واسطہ صحیح نہیں۔ دوسرے یہ کہ تسعہ اوراق کی جگہ خمسہ اوراق بھی غلط ہے۔

باب الصوم من آخر الشهر (ص ۲۶۶) اظنه قال رمضان یہ قول مرجوح بلکہ غیر صحیح تھا، اس کے بعد امام بخاری نے اصح قول شعبان بتایا حالانکہ رمضان کے آخر میں نفل روزے کی صحت ہی درست نہیں کہ اس کے مقابلے میں شعبان کے قول کو اصح کہا جائے، نہ غیر صحیح قول کے درج کرنے کی ضرورت تھی، اور وہ بھی ابتداء میں۔

باب من این یخرج من مکة (ص ۲۱۴) آگے ذکر کیا کہ خرج عن کدی من اعلی مکة، کدی باالقصر اعلیٰ مکہ کو نہیں بلکہ اسفل مکہ کو کہتے ہیں اس سے قبل امام بخاری نے کئی حدیث روایت کیں کہ حضور اکرم ﷺ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوتے تھے تو اعلیٰ حصہ سے داخل ہوتے اور جب نکلتے تو بائیں جانب سے۔

یہاں حافظ نے بھی کہا کہ غلطی ہوئی اور دوسروں نے صحیح روایت کی ہے کہ دخل من کدا (من اعلی مکۃ)

باب العون بالمدد (ص ۴۳۱) حدیث ان النبی ﷺ اتاه رعل و ذکوان (عصیہ وبنو لحیان کہ حضور ﷺ کے پاس یہ سب قبیلے آئے۔ اسلام ظاہر کیا اور مدد طلب کی، پس حضور ﷺ نے ۷۰ انصاری ان کے ساتھ بھیج دیئے جو قراء تھے، بئر معونہ پر پہنچے تھے کہ ان لوگوں نے اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ غدر کیا اور قتل کر دیا، حضور اکرم ﷺ نے ایک ماہ تک دعاء قنوت پڑھی جس میں رعل، ذکوان اور بن لحیان پر بددعا کرتے تھے۔

یہاں دو غلطیاں ہوئی، ایک تو یہ کہ حضور ﷺ کی خدمت میں آنے والے صرف قبیلہ رعل کے آدمی تھے، بئر معونہ پر پہنچ کر ذکوان و عصیہ قبیلے کے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو لئے اور شریک قتل ہوئے۔

دوسرے یہ کہ بنو لحیان قبیلہ نہ آنے والوں میں تھا اور نہ بئر معونہ کے رہنے والے تھے، نہ اس موقع پر انہوں نے قتل قراء مذکورین میں شرکت، البتہ ایک دوسرے واقعہ میں اس طرح ہے کہ غزوۂ احد کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں قبیلہ عضل وقارہ کے لوگ پہنچے اور اسلام ظاہر کیا اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کچھ اصحاب بھیج دیجئے جو ہمیں فقہ کی تعلیم دیں، حضور ﷺ نے ان کے ساتھ دس صحابہ بھیج دیئے وہ مقام رجیع تک پہنچے تھے کہ ان کے ساتھ جانے والوں نے غدر کیا وہاں کے باشندوں نے بنو لحیان کو بھی اپنے ساتھ کر لیا اور ان دس صحابہ کو بھی شہید کر دیا، یہاں حافظ نے قرب زمانہ کی تاویل سے جواب دیا ہے۔

چونکہ یہ دونوں واقعات قریب قریب زمانہ میں پیش آئے، حضور ﷺ نے دعائے قنوت کی بددعا میں سب کو شامل کر لیا لیکن ظاہر ہے

کہ محل اعتراض و واقعات کو یک جا کرنا ہے ہی نہیں، قرب وغیرہ کسی مناسبت سے دو نہیں دس بیس واقعات بھی یک جا کرنے میں مضائقہ نہیں، یہاں تو اعتراض ہی دونوں دوسرے ہیں، اس لئے ہم نے اوپر پوری تفصیل دیدی ہے، فافہم۔

باب قوله تعالیٰ و اذکر رحمة ربک عبده ذکریا (۴۸۷) میں **لقد بلغت من الکبر عتیا، عصیا**، یہاں عصیا بالصاد صحیح نہیں بلکہ بالسین عسیا صحیح ہے، حافظ اور عینی دونوں نے اس پر تنبیہ کی ہے، لغت کے اعتبار سے عسی بڑھانے کا آخری درجہ ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔

باب قصه غزوه بدر (ص۵۶۳) **قال وحشی قتل حمزة طیمة بن عدی بن الخیار یوم بدر**، یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح عدی بن نوفل ہے، تمام شراح بخاری و حافظ عینی، قسطلانی وغیرہ نے یہی تصریح کی ہے۔

باب غزوة الرجیع ورعل وذکوان و بئر معونة (ص۵۸۵) یہاں علاوہ دو غلطی سابق ایک اور یہ غلطی ہوئی کہ دو غزوات کے دو مختلف واقعات کو ایک درجہ میں اسی طرح لائے جیسے ایک ہی واقعہ ہو، حافظ نے اس پر تنبیہ کی ہے۔

باب این رکز النبی ﷺ الرایة یوم الفتح (ص۶۱۳) اس کے بعد امام بخاری نے روایت ذکر کی کہ حضور ﷺ نے خالد بن ولید کو فتح مکہ کے دن اعلیٰ مکہ سے داخل ہونے کا حکم فرمایا اور خود حضور اکرم ﷺ کدی یعنی اسفل سے مکہ داخل ہوئے۔

حافظ اور قسطلانی نے کہا کہ یہ روایت ان روایات صحیحہ کے مخالف ہے جو خود بخاری میں آگے آرہی ہیں کہ حضور اکرم اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے اور خالد اسفل مکہ سے داخل ہوئے اور ابن اسحٰق نے بھی اس کو صحیح و قطعی قرار دیا ہے۔

سورہ قل اعوذ برب الناس کی تفسیر (ص۷۴۴) میں خناس کو محاورۂ خنسہ الشیطان سے قرار دیا ہے، علماء نے خنسہ کو نخسہ کی تصحیف قرار دیا، کیونکہ خنس لازمی ہے متعدی نہیں جس کے معنی رجوع وانقباض کے ہیں، حافظ نے کہا کہ **قوله خنسه الشیطان** کو ابن عباس کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں، مگر اس کی سند ضعیف ہے (والبحث فیہ طویل)

تدلیس: جزائری نے کہا کہ ''تدلیس الشیوخ'' یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ سے حدیث سنے، لیکن روایت کے وقت اس شیخ کا وہ نام کنیت، نسبت یا وصف بیان کرے جس سے وہ شیخ مشہور نہ ہو۔ (مقدمہ فتح الملہم ص۳۹)

حافظ ابن حجر نے بھی طبقات المدلسین ص۴ پر یہی تعریف کی، فخر الاسلام نے اس کا نام تلبیس رکھا، سخاوی نے کہا کہ اسی کے قریب بخاری کی وہ روایات بھی ہیں جو امام بخاری نے اپنے شیخ ذہلی سے روایت کیں، تیس جگہ روایت کی مگر کسی جگہ باپ کی طرف نسبت کرکے محمد بن یحییٰ نہیں کہا بلکہ کہیں تو صرف حدثنا محمد ﷺ کہا اور کہیں دادا کی طرف نسبت کرکے محمد بن عبداللہ کہا اور کبھی پردادا کی طرف نسبت کرکے محمد ابن خالد کہا، کہا گیا کہ اس طرح روایت کرنے سے سننے والوں کو وہم ہوسکتا ہے کہ یہ روایتیں بہت سے مختلف شیوخ سے ہیں، علامہ سخاوی نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے یہ ضروری نہیں کہ روایت کرنے والے کی نیت بھی ایسی ہی ہو، بلکہ اہل ورع وتقویٰ کی طرف گمان بہتر ہی کرنا چاہئے۔

علامہ ابن دقیق العید نے کہا کہ کبھی ثقہ شیخ کی تدلیس میں بھی کوئی مصلحت ہوتی ہے، مثلاً امتحان اذہان بابت معرفت رجال وغیرہ، اس کے علاوہ امام ذہلی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام بخاری و ذہلی میں اختلاف ہوگیا تھا، اس لئے امام بخاریؒ نے سوچا ہوگا کہ تصریح نام سے لوگ سمجھیں گے، اس تعدیل سے امام بخاریؒ نے امام ذہلی کے خیال کی بھی تصدیق کردی (مقدمہ فتح الملہم ص۳۹)

حافظ نے طبقات المدلسین میں ص۶ پر لکھا کہ ابوعبداللہ بن مندہ نے امام بخاریؒ کو مدلس کہا، کیونکہ بخاری نے قال فلاں اور قال لنا فلاں کہا جو تدلیس ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جس سے خود نہیں سنا تو قال فلاں کہا اور جس سے سنا لیکن شرط پر نہ تھا یا موقوف تھا تو قال لنا کہا، فتح الباری میں ہے کہ ایسا بخاری نے اس وقت کیا ہے کہ بطور مذاکرہ کسی اثر کو لیا ہو، لیکن یہ مطرد نہیں ہے کیونکہ بخاری میں ایسی بھی بہت جگہ ہیں کہ صحیح بخاری میں تو قال لنا کہا اور دوسری تصانیف میں اس کو حدثنا سے بیان کیا۔

علامہ ابن دقیق العید نے جو ثقہ شیخ کی تدلیس کو کسی مصلحت سے جائز کہا یا امام ذہلی کے بارے میں توجیہ کی گئی وہ قابل توجہ ہے لیکن جب امام بخاری نے خود ہی عبداللہ بن لہیعہ کو قدریہ فرقہ سے بتا کر ضعیف کہا تو ثقہ شیخ تو وہ نہ ہوئے، پھر امام بخاری نے ان سے روایت "وغیرہ" کے ذریعہ کی اور حافظ نے یقین سے کہا کہ بہت جگہ وغیرہ سے مراد عبداللہ بن لہیعہ ہی ہیں اور کوئی نہیں ہوسکتا تو اس کو تدلیس سے بچانے کی کیا توجیہ ہوگی؟ تاہم ہمارا یقین ہے کہ امام بخاری کی طرف کسی بھی بری نیت سے تدلیس کی نسبت درست نہیں، لہذا تدلیس کا اعتراض ان پر صحیح نہیں ہوسکتا۔

تدلیس سے بچنے کی ہر محدث نے کوشش کی ہے مگر ناقدین نے جہاں بھی شائبہ تدلیس محسوس کیا اس کی گرفت کی ہے، اس لئے دار قطنی نے امام مالک جیسے جلیل القدر امام کو بھی کسی بات پر مدلس کہہ دیا جس کی مدافعت علامہ ابن عبدالبر نے کی اور ابن مندہ نے امام مسلم کو بھی مدلس کہا اور حافظ نے طبقات المدلسین کے مرتبہ خامسہ (آخر المراتب) میں قابل تعجب کہہ کر امام شعبہ کی طرف بھی تدلیس کی نسبت کو ذکر کیا حالانکہ وہ تدلیس سے انتہائی بے زار و متنفر تھے اور تدلیس سے دور دور رہنے میں ضرب المثل تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام بخاریؒ اور تراجم کی نا مطابقت احادیث الباب سے

باوجودیکہ امام بخاریؒ کے سامنے بہت سی کتابیں، مبوب بہ ترتیب فقہ و استنباط مجتہدین اور کتب فقہ آئمہ اربعہ موجود تھیں، پھر بھی انہوں نے اپنی صحیح میں بعض احادیث کو ایسے ابواب میں داخل کیا ہے کہ ان ابواب سے ان احادیث کو کچھ بھی مناسبت نہیں ہے چنانچہ شارح مسلم نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں (فصل ۶) ترجیح مسلم کی وجوہ میں ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے اس جگہ صحیح بخاری کی چند احادیث بطور نمونہ پیش ہیں جن کو ترجمۃ الابواب سے مناسبت نہیں ہے۔

(۱) **باب الماء الذی یغسل به شعر الانسان:** اس کے تحت دو حدیث لائے ہیں حالانکہ دونوں کو کچھ بھی مناسبت عنوان مندرجہ باب سے نہیں ہے چنانچہ تیسیر القاری میں بھی اس پر تنبیہ کی ہے۔

(۲) **باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء و خاف فوت الصلوٰة:** امام بخاری نے نماز کو سلام پر قیاس کر کے استدلال کیا ہے، تیسیر القاری نے اس پر بھی تنبیہ کی ہے کہ قیاس مع الفارق ہے۔

(۳) **باب الصلوٰة فی القمیص و السراویل البنان و القباء:** تیسیر القاری نے کہا کہ حدیث ترجمہ کے ساتھ غیر مطابق ہے۔

(۴) **باب فضل صلوٰة الفجر فی الجماعة:** حالانکہ حدیث سے بظاہر نماز عشاء معلوم ہوتی ہے، پس استدلال غلط ہے۔

(۵) **باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم الرکوع بالاعادة:** حالانکہ حدیث میں حکم اعادہ مجموع ارکان پر ہے نہ صرف رکوع پر۔

(۶) **باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس:** حالانکہ حدیث سے جواز جمعہ قبل دوپہر کے مفہوم ہوتا ہے۔

(۷) **باب اذا فاتة العید یصلی رکعتین و کذلک النساء و من کان فی البیت و القری:** ۲ حدیث لائے اور دونوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

(۸) **باب فی کم تقصر الصلوٰة:** اس کے بعد جو ۲-۳ حدیث لائے ہیں ان کو اس عنوان سے کوئی مناسبت نہیں ہے اور کسی طرح کا تعلق نہیں۔

(۹) **باب الصلوٰة علی الجنائز بالمصلی و المسجد:** حالانکہ حدیث میں رجم قریب موضع جنائز عند المسجد کا ذکر ہے جس سے جنازوں کے لئے مسجد سے باہر جگہ مقرر ہونا معلوم ہوتا ہے (خلاف ترجمہ) قال ابن بطال لیس فیه دلیل علی الصلوٰة فی المسجد، ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث سے مسجد میں نماز جنازہ پر استدلال درست نہیں ہے۔

(۱۰) باب الصدقه قبل العيد: حالانکہ حدیث میں مطلق صدقہ کا ذکر ہے۔

(۱۱)باب من لم یر الوضوء الا من المخرجين القبل و الدبر: حالانکہ حدیث سے اس کے لئے استنباط یا استدلال درست نہیں۔

(۱۲)باب الوضوء من غير حدث: حدیث اس کے مطابق نہیں ہے، کما نبہ علیہ فی تیسیر القاری ایضاً۔

(۱۳) باب من ادرک رکعة من العصر قبل الغروب: حالانکہ حدیث کو اس سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہے، بجز اس کے نماز عصر کا وقت آخر دن ہوتا ہے۔

(۱۴)باب وجوب القرأة الامام و الماموم في الصلوٰة في الحضر و السفر و ما يجهر فيها و ماتخافت: تیسیر القاری میں ہے کہ حدیث سے قرأت مقتدی پر تو کیا وجوب قرأۃ امام پر بھی دلالت نہیں ہے۔

(۱۵) باب اتمام التكبير في الركوع: تیسیر القاری میں ہے کہ حدیث سے مضمون ترجمہ کا ثبوت نہیں ملتا۔

(۱۶) باب ہل یوذن اویقیم اذا جمع بين المغرب و العشاء: حدیث میں کوئی مطابقت کی بات ترجمہ سے نہیں ہے۔

(۱۷)باب صلوٰة القاعد بالايماء: حدیث میں ایماء کا کچھ ذکر نہیں ہے اور بخاریؒ نے دوسری جگہ اس حدیث کو صرف باب صلوٰۃ القاعدہ میں بھی نکالا ہے۔

(۱۸)باب طول القيام في صلوٰة الليل: حالانکہ حدیث کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے، ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث کا ترجمۃ الباب سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ منہ کو مسواک سے صاف کرنا طول قیام لیل پر دلالت نہیں کرتا۔

(۱۹)باب الخطاء والنسيان في العتاقة و الطلاق و نحوه: حدیث میں صرف وسوسہ کا ذکر ہے خطاء ونسیان کا نہیں ہے اور نہ اس میں عتاق وطلاق کا ذکر ہے۔

(۲۰) باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور، تیسیر القاری میں ہے کہ قبور پر مسجد بنانے کی کراہت یہاں حدیث سے ثابت نہیں کر سکے۔

(۲۱)یوم المهاجرين الاولين: بخاری ص۱۰۶۴ پارہ ۲۹ (باب استقضاء الموالي و استعمالهم) پر حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ امامت صلوٰۃ ہے، اس کا یہاں کیا تعلق تھا؟ بخاری کا بھی یہ حال ہے کہ زور والا مارے اور رونے نہ دے، پھر مسکرا کر فرمایا کہ اب وقت چونکہ کم رہ گیا ہے اس لئے ادب چھوٹ گیا۔

(۲۲) باب مایكره من اتخاذ المساجد على القبور: اور حدیث میں حسن بن حسن بن علی کے انتقال پر ان کی بیوی کے ایک سال تک قبر پر خیمہ لگا کر رہنا اور پھر واپس ہونا الخ ذکر کیا، تیسیر القاری میں لکھا کہ کراہیت مسجد گرفتن دریں جا معلوم نہ شد۔

(۲۳) باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء و الصبيان وغيرهم: اور حدیث حضرت عمرؓ کی زوجہ مطہرہ کا مسجد میں عشاء وصبح کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں جانا، الخ

(۲۴)باب التكبير للعيد، سویرے جانا اور حدیث براء حضور ﷺ کا وعظ بقرعید کے روز الخ۔

(۲۵)باب خير مال المسلم غنم الخ: حدیث اذا سمعتم بكاء الديكة الخ۔

(۲۶)باب اذا فاة العيد يصلي ركعتين: حدیث ان ابابكر دخل عليها و عندها جاريتان في ايام منى الخ۔

(۲۷)باب في كم تقصر الصلوٰة؟ اور حدیث لا تسافر المرأة الخ۔

امام بخاریؒ نے مجموعی اعتبارات سے ''جامع صحیح'' کو احادیث صحیحہ مجردہ کا بہترین نمونہ امت کے لئے پیش کر دیا اور اس سے امت کو

نفع عظیم پہنچا، مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں صحیح احادیث نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاریؒ نے خود فرمایا کہ میں نے تمام احادیث صحاح کو جمع کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

پھر یہ بھی ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ صحیح بخاری اپنے بعد کی تمام کتب صحاح پر فائق ہے، باقی ان سے پہلے کتب صحاح چونکہ وہ سب اپنے بعد کی کتب کے لئے اصول وامہات کا درجہ رکھتی ہیں، دوسرے ان میں وحدانیات، ثنائیات، ثلاثیات ہی زیادہ ہیں اس لئے وہ سند کے اعتبار سے بھی عالی ہیں اور ان کے رواۃ بھی تقریباً سب عدول تھے جیسے کہ امام شعرانی نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کے مسانید دیکھے، ان کے سب رواۃ ثقہ اعدل ہیں یعنی امام صاحب اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان جتنے راوی ہیں، ان میں سے کوئی بھی جھوٹ یا خلاف واقع بات کہنے کے ساتھ متہم نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات خیر القرون کے بعد کی کتب صحاح کو میسر نہیں ہوئی، امام بخاریؒ کی صحیح بھی خیر القرون کے بعد تالیف ہوئی، اسی لئے بخاری میں ہزاروں احادیث میں سے صرف ۲۲ ثلاثیات ہیں اور باقی سب رباعیات وغیرہ ہیں اور ان ثلاثیات میں سے بھی ۲۰ حنفی رواۃ کے واسطہ سے ہیں۔

کاش! امام بخاریؒ محدثین احناف سے بدظن نہ ہوتے تو صحیح بخاری میں بڑی کثرت سے ثلاثیات ہوتیں، مسانید امام اعظم اور کتاب الآثار وموطا امام مالک وموطا امام محمد وغیرہ سابق کتب حدیث میں اکثر ثلاثیات کی ہے، امام بخاری نے شرائط روایت میں زیادہ سختی کی اور اپنے اجتہاد کے موافق احادیث زیادہ جمع کرنے کی سعی فرمائی، پھر تکرار روایات کے باعث بھی جس قدر احادیث اتنی ضخیم دو جلدوں میں ہونی چاہیئے تھیں موجود نہیں ہیں، امام بخاری کی بعض شرائط پر امام مسلم نے باوجود تلمیذ ہونے کے اعتراض کیا ہے جو مشہور ہے۔

امام بخاری نے حدیث مرسل کو قابل احتجاج نہیں سمجھا حالانکہ آئمہ متبوعین اور صحابہ وتابعین بھی اس کو برابر قبول کرتے رہے، کشف بزدوی میں ہے کہ مراسیل کے قابل قبول ہونے پر تمام صحابہ کا اتفاق رہا ہے، امام بخاری کی دلیل یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ درمیان کا راوی کیسا ہے، ممکن ہے غیر ثقہ ہو، لیکن فقہاء نے کہا کہ جس راوی نے ارسال کیا اس کو دیکھو اگر وہ خود ثقہ عادل ہے اور قرون مشہود لہا بالخیر کا ہے تو اس کی حدیث مرسل قبول کرنی چاہئے، صحابہ کے زمانہ میں ارسال کا کافی رواج تھا، پھر تابعین میں بھی یہ رواج قائم رہا، چنانچہ حسن بصری جیسے متند ثقہ بھی حضرت علیؓ کا نام چھوڑ کر روایت کرتے تھے اس لئے مراسیل کو ترک کرنے سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ چھوٹ جاتا ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے حدیث معن عن کو ساقط کر دیا جس پر امام مسلم نے بھی اعتراض کیا اور دوسرے محدثین نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ اگر دونوں راوی ایک زمانہ میں ہوں تو حسن ظن سے کام لیکر ان دونوں کی ملاقات مان کر حدیث معنعن کو بحکم متصل سمجھیں گے، امام بخاری کہتے ہیں کہ اگر ملاقات کا ثبوت نہیں ہوا تو ایسی تمام احادیث نا قابل احتجاج ہیں۔

ایسے ہی امام بخاری نے فرمایا کہ جو لوگ اعمال کو ایمان کا جزو نہیں سمجھتے تھے، ان سے بھی میں نے احادیث روایت نہیں کیں، حالانکہ ہم نے پہلے بتلایا ہے کہ امام بخاری اور ان حضرات کا اختلاف اس درجہ کا ہرگز نہیں تھا بلکہ خود امام بخاری نے بھی شارب خمر وغیرہ کو اسلام سے خارج نہیں کیا، غرض بہت سی اس قسم کی باتیں امام بخاری کے مزاج کی شدت یا کسی سوء ظن یا منفردانہ تحقیق کے نتیجہ میں ظاہر ہوئیں، اس لئے ہماری رائے ہے کہ مذاہب اربعہ کی فقہ کو صحیح بخاری کی وجہ سے جس قدر بعید سمجھ لیا گیا ہے، یا سمجھانے والوں نے اس کے لئے سعی کی ہے وہ بڑی حد تک نادرست ہے، اس کی تہ میں ایک بہت بڑی غلطی یا غلط فہمی یہ بھی کام کرتی رہی ہے کہ محض پروپیگنڈے کے زور سے امام بخاری کو بھی آئمہ مجتہدین کے برابر مجتہد منوانے کی سعی کی گئی، حالانکہ جہاں یہ بات صحیح ہے کہ امام بخاری مجتہد تھے وہاں یہ حقیقت بھی نا قابل انکار ہے کہ ان کے اجتہاد اور آئمہ متبوعین کے اجتہاد میں بہت بڑا فرق مراتب ہے، امام اعظم کے ساتھ جن حضرات نے تدوین فقہ کا کام کیا ہے ان کو بھی علماء نے لکھا ہے کہ وہ سب مجتہد کے مرتبہ میں تھے، اسی طرح دوسرے آئمہ کے اصحاب خاص بھی ہوں گے، مگر حدیث وفقہ کا گہرا مطالعہ

کرنے والے جان سکتے ہیں کہ ان سب میں بھی بڑا فرق مراتب ہے اور کوئی بات تو ہے کہ امام شافعیؒ جیسے عظیم وجلیل مجتہد امام اعظم کے فقہ و اجتہاد کی تعریف میں رطب اللسان رہے، امام مالکؒ ایسے امام محدث ومجتہد امام اعظم کے ساتھ گھنٹوں بحث ومباحثہ کے بعد پسینہ پسینہ ہو کر امام اعظم کی مجلس سے باہر جا کر اپنے اصحاب سے ان کے اعلیٰ فقہ واجتہاد کا اعتراف کرنے پر مجبور تھے۔

امام احمدؒ جیسا امام حدیث، فقیہ ومجتہد اپنی دقت نظر اور اجتہادی صلاحیتوں کا سبب امام محمد (تلمیذ امام اعظمؒ) کی کتابوں کا مطالعہ بتلاتے ہیں ہماری کوشش ہوگی کہ آئمہ متبوعین کی عظمت وجلالت قدر، ان کی فقہی خدمات جلیلہ کی قدر وقیمت پھر بحال ہو اور درمیان میں جو چیزیں مغالطات اور اغلوطات کے طور پر آگئی ہیں وہ راہ سے ہٹ جائیں۔

امام بخاری کی عظمت وقدر اور ان کے علمی وعملی کمالات کی بھی جو قدر ہم جانتے پہچانتے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو دوسرے لوگ محض اپنے مزعومات کی تائیدی اغراض کے لئے ظاہر کرتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ حدیث کی صحیح خدمت یہ ہے کہ سب محدثین وآئمہ متبوعین کے صحیح مراتب کو پہچان کر شائبہ تعصب وعناد وتحقیق دی جائے اور خدمت حدیث کے ذیل میں اگر کسی بڑے کی بھی کوئی غلطی ہوئی تو اس کے اظہار سے بھی باک نہ ہو۔

اسی طرح جو خدمت ہمارے اکابر انجام دے گئے ہیں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے یہ نہ سوچا جائے کہ وہ ہمارے نظریات کے اعتبار سے مخالف تھے یا موافق۔

یہی طریقہ تحقیق ہمارے اکابر واساتذہ حضرات دیوبند کا رہا ہے اور اسی کو ہم زیادہ سے زیادہ اپنانے کی کوشش کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ الموفق۔

امام بخاری کے حالات وسوانح اور تالیفات کی تفصیل کے بعد مناسب ہے کہ بطور اختصار چند ضروری امور کا ذکر کیا جائے۔

(۱) امام موصوف کی عظمت وجلالت قدر ہمارے دل میں کسی طرح کم نہیں ہے اور آپ کی "صحیح" کو بھی ہم نہایت بلند مرتبت یقین کرتے ہیں، البتہ امام ہمام کے جن حالات پر نقد کیا گیا یا صحیح کے جن رواۃ یا مرویات پر کچھ کلام ہوا ہے، اس کو پیش کر دینا بھی حدیث کی صحیح خدمت ہے، سواء انبیاء علیہم السلام کے کوئی معصوم عن الخطاء نہیں ہے، آئمہ صحاح یا آئمہ متبوعین کو بھی معصوم نہیں کہہ سکتے، امام بخاری کے زمانہ کے کبار آئمہ محدثین امام ذہلی، امام ابوزرعہ، امام ابوحاتم نے بعض مسائل کے اختلاف پر فیصلہ کیا کہ امام بخاری سے حدیث کی روایت نہ کی جائے، یقیناً یہ فیصلہ بہت سخت اور امام بخاری کی حدیثی جلالت قدر کے منافی تھا، امام مسلم نے باوجود تلمیذ بخاری ہونے کے اپنی صحیح میں کوئی روایت امام بخاری سے نہیں کی، جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ امام مسلم نے بڑا انصاف کیا کہ اپنے دونوں استادوں ذہلی وامام بخاری کو برابر رکھا کہ کسی سے بھی روایت نہیں لی، امام مسلم تو امام بخاری سے روایات کو ترک کرنے پر بھی مستحق مدح رہے اور ہم امام بخاریؒ کی ساری روایات کو غایت ادب واحترام سے سر چڑھائیں، ان کی روایت بھی کریں، لیکن بعض بشری کمزوریوں، نقد رجال کی مسامحات یا ان کے امام اعظمؒ واصحاب امام پر بے جا طعن وتشنیع کو کسی ضرورت سے بھی زبان پر لے آئیں تو وہ خلاف ادب ٹھہرے، درحقیقت جو ادب بضرورت بھی اظہار حق کا روادار نہ ہو اس کو ادب سمجھنا ہی بڑا ظلم ہے، ہم امام بخاریؒ کو چند فروعی مسائل کے علاوہ تمام عقائد واعمال میں اپنا مقتدا وپیشوا سمجھتے ہیں، امیر المومنین فی الحدیث جانتے ہیں، ہمیں ان کے صرف اس طرز عمل سے اختلاف ہے جو انہوں نے کچھ غلط معلومات کی بناء پر آئمہ حنفیہ کے ساتھ یا نامکمل معلومات کی بناء پر فقہ حنفی کے خلاف اختیار فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی شخصیت اتنی بلند وبرتر ہے کہ ہم نے یا ہم سے قبل دوسروں نے ان کی "صحیح" ودیگر تالیفات پر جتنا بھی نقد کیا ہے اگر اس سے دس بیس گنا مزید بھی کر دیا جائے تو اس تمام سے بھی ان کی بلند شخصیت یا صحیح بخاری کی عظمت مجروح نہیں ہوسکتی، جس طرح یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ وہ معصوم نہیں تھے اور خواہ وہ کتنے ہی بڑے ہوں، پھر بھی آئمہ متبوعین خصوصاً امام اعظمؒ کے نہایت بلند مرتبہ علم و

فضل تک نہیں پہنچ سکتے، اس لئے ہر ایک کو اس کے مرتبہ میں ہی سمجھنا اور رکھنا چاہئے، جب بھی کسی کے بارے میں افراط وتفریط کا پہلو اختیار کیا جائے گا وہ یقیناً غلط قدم ہوگا، اسی افراط وتفریط کی ایک مثال محدث شہیر ابن صلاح کے مندرجہ ذیل نظریات میں ملے گی جن پر افسوس ہے کہ بوجہ قلت گنجائش ہم تفصیلی بحث یہاں نہیں کر سکتے۔

(۲) ابن صلاح کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ بخاری کی احادیث کا درجہ صحت تمام دوسری کتب صحاح کی مرویات سے اعلیٰ ہے خواہ ان کے رجال وہی رجال بخاری یا اس درجہ کے یا ان سے بھی بلند ہوں، یہ بات اصول درایت وانصاف کے قطعاً خلاف ہے، اسی لئے ابن صلاح سے قبل کسی نے یہ بات نہیں کی اور بعد کو صرف معدودے چند لوگوں نے اس کو مانا ہے، حافظ ابن کثیر نے ابن صلاح کی کتاب علوم الحدیث کا اختصار کیا تو اس میں بھی اس کو ذکر نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس میں یہ بھی لکھا کہ مسند امام احمد میں بہت سی اسانید ومتون ایسی ہیں جو بیشتر احادیث مسلم وبخاری کے برابر درجہ کی ہیں جو ان میں یا سنن اربعہ میں نہیں ہیں، اسی طرح معجم طبرانی کبیر واوسط، مسند ابی یعلی وبزار وغیرہ مسانید معاجم، فوائد واجزاء میں بھی بکثرت احادیث صحاح موجود ہیں، حافظ ابوبکر حازمی نے اپنی کتاب "الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار" میں ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دینے کی پچاس وجوہ لکھی ہیں ان میں بھی یہ وجہ نہیں لکھی کہ مرویات بخاری ومسلم کو دوسری مرویات صحاح پر ترجیح ہوگی، اس کی مفصل بحث دراسات وحواشی دراسات نیز ذب ذبابات میں ہے۔

(۳) ابن صلاح کا یہ دعویٰ بھی درست نہیں کہ بخاری ومسلم کی احادیث کو قطعیت کا درجہ حاصل ہے، بلکہ جس طرح دوسری کتب صحاح کی احادیث ظنی ہیں، صحیحین کی بھی ظنی ہیں، چنانچہ اس نظریہ کو امام نووی نے بھی رد کیا ہے، تقریب میں کہا ہے کہ محققین اور اکثر اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک کوئی حدیث درجۂ تواتر کو نہ پہنچے وہ ظنی ہی ہے، شرح مسلم میں کہا کہ تمام آحاد میں ظنیت ہی کی شان ہے، اس میں بخاری ومسلم کی اور دوسروں کی احاد میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ بحث بھی دونوں مذکورہ کتابوں میں تفصیل سے آگئی ہے۔

(۴) ابن صلاح نے ایک دعویٰ یہ بھی کیا ہے کہ بخاری ومسلم کی "احادیث متلقی امت" کی وجہ سے راجح ہیں، اس نظریہ کا رد علامہ محمد بن اسماعیل امیر سابق صاحب سبل السلام نے توضیح الافکار میں کیا ہے اور تلقی امت کا دعویٰ تمام احادیث صحیحین کے متعلق اس لئے بھی درست نہیں ہوسکتا کہ ان میں وہ مرویات بھی ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔ رحمہم اللہ کلھم رحمۃ واسعۃ۔

امام مسلمؒ

(ولادت ۲۰۶ھ، وفات ۲۶۱ھ، عمر ۵۵ سال)

اسم مبارک حجۃ الاسلام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری، آپ کے دادا کا نام مسلم بن ورد بن کرشاد ہے، بنی قشیر عرب کے مشہور قبیلہ کی طرف منسوب تھے، نیشاپور، خراسان کا ایک بہت خوبصورت اور بڑا شہر ہے۔

امام مسلم فن حدیث کے اکابر میں شمار کیے جاتے ہیں، ابوزرعہ رازی اور ابوحاتم نے ان کی امامت حدیث کی شہادت دی ہے بلکہ محدثین کا پیشوا کہا ہے، امام مسلم نے اپنے زمانہ کے مشہور محدیث محمد بن یحییٰ ذہلی، اسحٰق بن راہویہ تلمیذ ابن المبارک (تلمیذ الامام الاعظم) محمد بن مہران جمالی، ابوغسان مسمعی، امام احمد بن حنبل (تلمیذ امام ابی یوسف) سعید بن منصور ابومصعب وغیرہ سے علم حاصل کیا، تحصیل علم کے سلسلہ میں بارہا بصرہ تشریف لے گئے۔

ابوحاتم رازی (جو اکابر محدثین میں سے ہیں) اور اس زمانہ کے دوسرے بزرگوں مثلاً امام ترمذی اور ابوبکر بن خزیمہ نے امام مسلم سے روایت کی ہے، امام مسلم کی بہت سی تالیفات ہیں اور سب میں تحقیق وامعان کامل طور سے کیا گیا ہے، خصوصیت سے اپنی صحیح میں تو انہوں نے

بقول حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فن حدیث کے عجائبات دکھلائے ہیں اوران میں سے اخص خصوص سرواسانید اور متون کا حسن سیاق لاجواب ہے، پھر روایت میں آپ کا ورع تام اور غیر معمولی احتیاط لاکلام ہے۔

اختصار کے ساتھ طرق اسانید کی تلخیص اور ضبط انتشار میں یہ کتاب بے مثال ہے، اسی لئے حافظ ابوعلی نیشاپوری اس صحیح کو تمام تصانیف علم حدیث پر ترجیح دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ علم حدیث میں روئے زمین پر صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں ہے۔

اہل مغرب کی بھی ایک جماعت کا یہی خیال ہے، وہ کہتے ہیں امام مسلم نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم ازکم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہے اور یہی شرط تمام طبقات تبع تابعین میں ملحوظ رکھتی ہے، یہاں تک کہ سلسلۂ اسناد امام مسلک تک اسی طرح دو دو سے روایت ہوتے ہوتے پہنچ جائے۔

دوسرے یہ کہ وہ رواۃ کے اوصاف میں صرف عدالت ہی پر اکتفانہیں کرتے بلکہ شرائط شہادت کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں، امام بخاری کے یہاں اس قدر پابندی نہیں ہے (بستان المحدثین، حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ)

امام مسلم نے اسی ورع واحتیاط اور پابندی شرائط مذکورہ کے ساتھ اپنی سنی ہوئی تین لاکھ احادیث میں سے اس صحیح کا انتخاب کیا ہے۔

امام مسلم کے کمال اتقاء میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنی پوری عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا، صحیح وسقیم حدیث کی شناخت میں اپنے تمام اہل عصر سے ممتاز تھے، بلکہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی ترجیح وفضیلت حاصل ہے (بستان المحدثین) اس کی تفصیل امام بخاری کے حالات میں ذکر ہوچکی ہے۔

ابوحاتم رازی نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کس حال میں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لئے مباح کردیا ہے، جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

ابوعلی زاغدانی کو ایک ثقہ شخص نے خواب میں دیکھا اوران سے پوچھا کہ آپ کی نجات کس عمل سے ہوئی؟ تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان اجزاء کی برکت سے (بستان المحدثین)

امام مسلم کی دوسری تالیفات یہ ہیں: المسند الکبیر، کتاب الاسماء والکنی، کتاب العلل، کتاب اوہام المحدثین، کتاب طبقات التابعین، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الثوری، کتاب حدیث عمرو بن شعیب۔

امام ابن ماجہؒ

(ولادت ۲۰۹ھ، وفات ۲۷۳ھ عمر ۶۴ سال)

اسم مبارک ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ قزوینی ربعیؒ، ربیعہ عرب کے متعدد قبائل کا نام ہے ان میں سے کسی کی طرف نسبت ہے۔

قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے، سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں ہے، اس کو تالیف کرکے ابن ماجہؒ نے جب ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو دیکھ کر فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچے گی تو حدیث کی موجودہ تالیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہوکر رہ جائیں گی، اس میں پانچ احادیث ثلاثیات بھی ہیں۔

فی الحقیقت احادیث کو بلاتکرار بیان کرنے اور حسن ترتیب کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کے برابر نہیں ہے، آپ حدیث کے تمام علوم سے واقفیت تامہ رکھتے تھے۔

حافظ ابوزرعہ نے یہ بھی کہا کہ میرا ظن غالب ہے کہ اس کتاب میں ایسی احادیث جن کی اسناد میں کچھ خلل ہے تیس ہیں، زیادہ نہ

ہوں گی، حافظ ذہبیؒ نے لکھا کہ ''اگر چند کمزور حدیثیں اس میں نہ ہوتیں تو یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہوتی'' اس سنن میں چار ہزار حدیثیں ہیں، اس کے علاوہ آپ نے فن حدیث، تفسیر اور تاریخ میں بہت مفید کتابیں لکھی ہیں۔

تحصیل علم کے لئے آپ نے مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، شام، واسطہ رائے اور دوسری اسلامی شہروں کے سفر کئے، جبارہ بن الغلس ابراہیم بن المنذر، ابن نمیر، ہشام بن عمار اور اصحاب امام مالک واصحاب لیث (حنفی) اور اس طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے علم حدیث حاصل کیا، ابوبکر بن ابی شیبہ سے زیادہ استفادہ کیا۔

ماجہ آپ کے والد کا نام تھا، اس لئے ابن ماجہ کا الف درمیانی عبارت میں بھی لکھنا ضروری ہے، تاکہ محمد کی صفت سمجھی جائے نہ کہ عبداللہ کی (بستان المحدثین)

بعض محدثین نے صحاح ستہ میں بجائے ابن ماجہ کے موطأ امام مالکؒ کو احق سمجھا ہے، تفصیل ''تمس الیہ الحاجۃ'' سے دیکھی جائے اس کے مؤلف نے اسی طرح لکھا ہے۔

حق یہ ہے کہ سب سے بہتر کتاب جو اکابر اہل علم کے نزدیک مرغوب و پسندیدہ اور اصول سے شمار ہونے کی زیادہ مستحق ہے ''کتاب الآثار'' اور ''موطا'' کے بعد ''معانی الآثار'' ہے جو امام جلیل ابوجعفر طحاوی کی تالیف ہے، اس لئے کہ وہ فن حدیث میں بے نظیر ہے، طالبین علم حدیث کے لئے منفعت عظیمہ رکھتی ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنویؒ نے ''التعلیق الممجد علی موطا، الامام محمد'' میں علامہ ذہبی کی ''سیر النبلاء'' سے نقل پیش کی ہے کہ انہوں نے ابن حزم کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ابن حزم نے موطأ امام مالک کو مسند احمد و مسند ابن ابی شیبہ وغیرہ مسانید کے بعد ذکر کر کے اور صحیحین کے ساتھ ذکر نہ کر کے ناانصافی کی ہے، کیونکہ موطأ کا مرتبہ بہت وقیع ہے اور قلوب میں اس کی بڑی عظمت ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ مسانید کا ذکر تادیاً مقدم کیا ہو، پھر مصنف ماتمس الیہ الحاجہ نے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں ''موطأ'' نہ صرف ''سنن ابن ماجہ'' سے افضل ہے بلکہ پانچوں کتب صحاح سے بھی کہیں زیادہ فوقیت رکھتی ہے، کیونکہ وہ صحیحین (بخاری ومسلم) کی اصل ہے اور ایسے ہی ''کتاب الآثار'' بھی امام اعظمؒ کی، کیونکہ اس کے اصل الاصل ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا'' خواہ اس سے اعراض کرنے والے (حسد وعناد کی وجہ سے) کتنا ہی اعراض کریں اور اس کی اس فضیلت و برتری پر ناک بھویں چڑھائیں)

ان دونوں مقدس کتابوں (کتاب الآثار اور موطا) کی جلالت قدر ان کے نامور مؤلفین کی عظمت وجلالت قدر سے ظاہر و باہر ہے اور جو فرق مراتب ان مؤلفین میں باہم ہے، ایسا ہی فرق ان دونوں کتابوں اور دوسری صحاح میں ہونا چاہئے۔

علامہ سیوطیؒ نے تدریب میں لکھا ہے کہ ''خطیب وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ موطأ تمام جوامع اور مسانید پر مقدم ہے اور حافظ ابوبکر بن العربی نے ''عارضۃ الاحوذی'' میں تحریر فرمایا کہ:

''خدا تمہارے دلوں کو منور کرے، یہ بات سمجھ لو کہ جعفی کی کتاب (بخاری شریف) حدیث کی دوسری اصل ہے اور موطأ اصل اول اور لباب ہے، پھر ان دونوں پر تمام کتب حدیث، مسلم، ترمذی، وغیرہ کی بنیاد ہے''۔ (ماتمس الیہ الحاجہ ص ۳۶)

علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں ابن ماجہ کی ۳۴ حدیثیں ذکر کی ہیں، ماتمس الیہ الحاجہ، مقدمہ ابن ماجہ (مطبوعہ کراچی) میں محترم جناب مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے ایک ایک کر کے سب پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے جو اہل علم کے لئے قیمتی ذخیرہ ہے اور اسی مقدمہ کے ص ۴۶ و ۴۷ پر حافظ ذہبی اور ابن حجر کے تعصب پر بھی تبصرہ کیا ہے۔

امام ابوداؤدؒ

(ولادت ۲۰۲ھ، وفات ۲۷۵ھ، عمر ۷۳ سال)

اسم ونسب:

ابوداؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران اندزدی، السجستانی جستان سے مراد سیستان ہے، جو سندھ و ہرات کے درمیان مشہور علاقہ ہے، قندھار کے قریب ہے، اسی لئے یہ ملک ہندوستان کے قریب یا اس کے پہلو میں مانا گیا ہے۔

اس موقع پر ''بستان المحدثین'' میں مورخ ابن خلکان کی غلطی پر تنبیہ کی ہے کہ انہوں نے بجستان کو بصرہ کے مضافات میں ایک قریہ قرار دیا ہے، اسی طرح شیخ تاج الدین سبکی نے بھی مورخ مذکور کی تحقیق مذکور غلط قرار دی ہے۔

علمی اسفار:

امام موصوف نے بلاد اسلامیہ، مصر شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہ کا سفر تحصیل علم حدیث کے لئے کیا، حفظ حدیث، اتقان روایت، عبادت وتقویٰ، زہد وصلاح میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے۔

اساتذہ وتلامذہ:

آپ کے اساتذہ امام احمد قعنبی اور ابوالولید طیالسی وغیرہ ہیں، آپ سے امام ترمذی اور نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے اور آپ کے صاحبزادے ابوبکر بن ابی داؤد بھی بڑے پایہ کے محدث اور جماعت محدثین کے سردار ہوئے ہیں۔

مادحین:

امام حاکم کا قول ہے کہ ابوداؤد بے شک وشبہ اپنے زمانہ کے امام تھے، موسیٰ بن ہارون نے جوان کے معاصر تھے، فرمایا کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، ابراہیم بن حربی اور حافظ سلفی فرمایا کرتے تھے کہ ابوداؤد کے لئے علم حدیث اسی طرح نرم کردیا گیا تھا، جیسے لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے۔

روایت اکابر عن الاصاغر:

یہ عجیب اتفاق ہے کہ نہ صرف آپ کے استاد امام احمد نے ایک حدیث روایت کی ہے بلکہ امام احمد کے بعض اساتذہ نے بھی آپ سے روایت کی ہے، یہ بڑوں کی روایت چھوٹوں سے کہلاتی ہے۔

سنن ابی داؤد:

امام ابوداؤد کے پاس پانچ لاکھ احادیث کا ذخیرہ تھا، جس میں سے منتخب کر کے اپنی سنن میں چار ہزار آٹھ سو احادیث جمع کیں، ان میں صحیح بھی ہیں اور حسن بھی، اور اپنے خیال میں انہوں نے کوئی حدیث ایسی درج نہیں کی جو قابل حجت نہ ہو، اس کتاب کو پورا کر کے جب امام احمد کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

ابوداؤد کی چار احادیث:

ابوداؤدؒ فرماتے تھے کہ ان سب احادیث میں سے دانش مند دیندار کے لئے صرف چار حدیثیں کافی ہیں۔

(۱) انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے)

(۲) من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (اسلامی نقطۂ نظر سے ایک شخص کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ بے فائدہ باتوں کو ترک کردے)

(۳) لایومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ (ایک شخص کا کامل ایمان جب ہی ہوسکتا ہے کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے)

(۴) الحلال بین والحرام بین و ما بینھما مشتبھات، فمن اتقی الشبھات فقد استبرأ الدینہ (حلال وحرام دونوں واضح ہیں اور ان کے درمیان مشتبہات ہیں، پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا)

معانی حدیث:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے (بستان المحدثین) میں تحریر فرمایا ہے کہ ان چار حدیثوں کے کافی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ شریعت کے قواعد کلیہ مشہورہ معلوم کرلینے کے بعد جزئیات مسائل میں کسی مرشد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مثلاً عبادات کی درستی کے لئے پہلی حدیث اوقات عمر عزیز کی حفاظت کے لئے دوسری حدیث حقوق ہمسایہ وسلوک خویش واقارب نیز اہل تعارف ومعاملہ کے لئے تیسری حدیث اور مشتبہات سے بچنے کے لئے چوتھی حدیث کافی ہے، گویا مرد عاقل کے لئے یہ چاروں حدیثیں بمنزلہ رہنمائے کامل ہیں۔

بشارت:

حسن بن محمد نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اس کو سنن ابوداؤد پڑھنا چاہئے (بستان المحدثین)

امام ابوداؤد کو بعض حضرات نے شافعی لکھا ہے اور بعض حنبلی کہتے ہیں، امام ابوداؤد کا تفقہ میں بھی حظ وافر تھا، اسی لئے وہ آئمہ متبوعین سے بھی بدظن نہیں بلکہ ان کی جلالت قدر وعظمت کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔

امام ترمذیؒ

(ولادت ۲۰۹ھ، وفات ۲۷۹ھ، عمر ۷۰ سال)

اسم ونسب:

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی رحمۃ اللہ علیہ۔

بوغ شہر ترمذ سے ۶ فرسخ کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے، ترمذی امام بخاری کے تلمیذ خاص ہیں، اور امام مسلم، ابوداؤد ان کے شیوخ سے بھی روایت کرتے ہیں، طلب علم حدیث میں حجاز، کوفہ، بصرہ، واسطہ، رے اور خراسان میں سالہا سال گزرے ہیں، ان کی تصانیف بہت ہیں مگر سب سے زیادہ مشہور، مقبول ترمذی ہی ہے۔

جامع ترمذی کی فوقیت دوسری کتب پر:

مجموعی اعتبار سے حدیثی فوائد میں بھی یہ کتاب دوسری تمام کتب حدیث پر فائق ہے، اول اس وجہ سے کہ ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے، دوسری اس میں فساء کے مذاہب اوران کے دلائل بیان کئے ہیں۔
تیسرے اس میں حدیث کی انواع بھی کھول دی ہیں، مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، غریب، معلل وغیرہ، چوتھے اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، ان کے القاب وکنیت کے علاوہ وہ امور بھی ظاہر کردیئے ہیں جن کا فن رجال سے تعلق ہے۔ (بستان المحدثین)

طریق بیان مذہب:

بیان مذہب بھی باوقعت الفاظ سے کرتے ہیں، ''بعض الناس'' کی طرح نہیں، حفظ حدیث میں امام بخاری کی طرح مشہور ہیں، امام بخاری کی جلالت قدر سے بہت متاثر ہیں، ان سے روایت بھی کرتے ہیں، جب کہ دوسرے ارباب صحاح نے اپنی صحاح میں ان سے روایت بھی نہیں کی، بیان مذہب کے موقع پر امام بخاری کا مذہب نقل نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مجتہد فی المذہب تسلیم نہیں کرتے، حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حنفیہ کا مذہب امام بخاری کی طرح ترمذی کو بھی مستند طریقہ پر نہیں پہنچا۔
امام ترمذی اگرچہ ہر باب میں حدیث کا پورا ذخیرہ تو پیش نہیں کرتے، لیکن جتنے صحابہ کی بھی مرویات ان کو محفوظ ہوتی ہیں، ان سب کی طرف اشارات کردیتے ہیں۔

معمول بہا احادیث:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں دو حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث ایسی نہیں ذکر کی جس پر امت میں کسی نہ کسی کا عمل نہ ہو۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ امام ترمذی نے اپنی بہت سی احادیث مرویہ کو خود ضعیف کہا ہے، پھر بھی ان کے معمول بہا ہونے کا اعتراف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ''عمل بالحدیث'' کا مدار صرف قوت سند پر نہیں ہے اور یہی صحیح حقیقت بھی ہے۔

امام ترمذی کی خداترسی:

حفظ واتقان اور علم وفہم کے ساتھ بہت زیادہ خداترس بھی تھے، حق تعالیٰ جل مجدہٗ کا خوف وخشیۃ ان پر اتنا غالب تھا کہ روتے روتے آخر ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔

کنیت ابوعیسیٰ کی توجیہ:

بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک حدیث مصنف ابن ابی شیبہ سے ایک اور ایک سنن ابی داؤد سے نقل فرمائی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوعیسیٰ کنیت رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہ تھے، پھر امام ترمذی نے اسی کنیت کو کیوں اختیار کیا، ایک جواب یہ ہے کہ موصوف نے اس کو خلاف اولیٰ پر محمول کیا مگر پھر بھی یہ ان کی جلالت قدر سے بعید ہے، دوسرے یہ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تھی اور حضور اکرم ﷺ نے ان کو ابوعیسیٰ کہہ کر بلایا، اس سے عدم کراہت پر استدلال ہوسکتا ہے۔

امام اعظمؒ اور امام ترمذیؒ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے رواۃ کی جرح وتعدیل امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اقوال سے بھی استفادہ کیا ہے، چنانچہ ان سے عطاء بن ابی رباح کی توثیق اور جابر جعفی کی عدم توثیق نقل کی ہے۔

امام اعظمؒ جامع ترمذی میں:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تقریب سے ثابت ہے کہ امام صاحب سے روایت حدیث بھی ترمذی ونسائی کے اصل نسخوں میں موجود تھیں، لیکن موجودہ متداول ومطبوعہ نسخوں سے غائب ہیں جو معاندین کی حذف الحاق کی خطرناک پالیسی کا نتیجہ ہے۔

امام ترمذی نے مذہب حنفیہ کو ترجیح دی:

امام ترمذی مذہباً شافعی تھے، لیکن باوجود شافعی المذہب ہونے کے انہوں نے بہت سی جگہ امام شافعیؒ کے مسلک کو مرجوح قرار دیا ہے، ابراد فی الظہر کے مسئلہ میں تو بہت ہی کھل کر مخالفت کی ہے اور اس کو اکثر حضرات نے ذکر بھی کیا ہے، باقی جگہوں میں اتنی صراحت نہیں ہے، لہذا وہ چند مقامات جن میں حنفی مذہب کی ترجیح یا تائید بمقابلۂ مذہب شافعی راقم السطور نے اپنے ذاتی مطالعہ میں محسوس کیا اور میری یادداشت میں نوٹ تھی، نقل کروں گا، اس کے علاوہ بھی اور بہت سی جگہ ایسا ہوگا اور دوسرے مذاہب کی تائید وترجیح بھی مقابلتاً ہوں گی، مگر مجھے اس وقت صرف ان ہی مذکورہ بالا کا تذکرہ کرنا ہے، ان چیزوں سے چونکہ مؤلف کی جلالت قدر کا قلوب پر ایک لازمی اثر ہوتا ہے، اس کے باعث بھی ان کے ذکر پر مجبور ہوں۔

(۱) امام بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث **اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ** روایت کی ہے، امام ترمذی نے یہی حدیث بالفاظ **اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ** روایت کر کے "حدیث حسن صحیح" کا حکم لگایا، پھر فرمایا کہ: امام شافعی نے حدیث ابراد کے ایک دوسرے معنی لئے وہ یہ کہ "نماز ظہر میں ابراد (یعنی ٹھنڈے وقت میں پڑھنے) کا حکم اس وقت ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے والے دور سے آتے ہوں، لیکن جب خود تنہا نماز پڑھے یا جو آدمی اپنی قوم اور محلہ کی مسجد میں (قریب ہی) نماز پڑھتا ہو تو اس کے واسطے بہتر یہی ہے کہ وہ گرمی کے وقت بھی نماز کو مؤخر نہ کرے۔

اس کے بعد امام ترمذیؒ نے فرمایا: شدت گرمی کے وقت تاخیر ظہر جس کی اہل علم کی ایک جماعت قائل ہے (یعنی حنفیہ) انہوں نے جو مراد حدیث سمجھی ہے اور بیان کی ہے وہی بہتر ہے اور لائق اتباع ہے، اور جو کچھ امام شافعی نے مراد بیان کی ہے کہ وہ دور سے آنے والوں کے واسطے اور مشقت وتکلیف کی وجہ سے وہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوذرؓ کی حدیث حالت سفر کی موجود ہے، جب کہ سب لوگ ایک جگہ جمع تھے اور پھر بھی سرور دو عالم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو یہ تاکید اکید حکم فرمایا: "اے بلال! ٹھنڈا وقت ہونے دو، اے بلال! ٹھنڈا وقت ہونے دو"۔

پس اگر امام شافعی کا بیان کیا ہوا حدیث کا مطلب صحیح ہوتا تو اس موقع پر ابراد کا حکم فرمانے کا کیا مقصد تھا؟ حالانکہ سب سفر میں تھے، ایک جگہ جمع بھی تھے اور کہیں دور سے آنے کی ضرورت وتکلیف بھی ان کو نہ تھی۔

اس مذکورہ بالا عبارت سے امام ترمذیؒ نے مسلک حنفیہ کی نہ صرف پوری تائید کی بلکہ ان کو اہل علم کہا اور امام شافعی کے فہم معنیٰ حدیث کو مرجوع قرار دیا۔

(۲) حنفیہ کے یہاں "مسح راس" کا تکرار مستحب نہیں، امام احمد اور امام شافعی اس کو مستحب قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارکان وضو کا تین تین بار اعادہ کیا۔

امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث مذکور اس باب میں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہے، لیکن اس سے تکرار مسح کی دلیل پکڑنا درست نہیں،

کیونکہ مسح کا صراحۃً اس میں کوئی ذکر نہیں۔

پھر امام ترمذی نے فرمایا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے رسول اکرم ﷺ کے وضو کی صفت اس طرح بیان فرمائی کہ آپ نے تین تین بار دھویا، پھر فرمایا کہ آپ ﷺ نے سر کا بھی مسح کیا، مگر اس کے ساتھ کسی عدد کا ذکر نہیں کیا، پھر فرمایا کہ آپ ﷺ نے دونوں پاؤں مبارک تین بار دھوئے (گویا اس ترتیب سے صفت وضو بیان کی جس سے اول دونوں اعضاء اور آخر کا تین تین بار دھونا ظاہر ہوا، درمیان میں مسح کا ذکر ہوا تو اس کے ساتھ تین بار نہیں، جس سے ظاہر یہی ہے کہ صرف ایک بار کیا)

اور حضرت علیؓ نے بھی حضور اکرم ﷺ کے وضو کا حال بیان کیا اور انہوں نے یہ بات صاف طور سے فرمائی کہ آپ ﷺ نے سر کا مسح ایک مرتبہ کیا۔

اس کے بعد امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے، اب ناظرین خود سمجھ لیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کس کو ترجیح دے رہے ہیں۔

(۳) موٹے موزوں پر حنفیہ کے نزدیک مسح جائز ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ جائز نہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے روایت کیا کہ رسول خدا ﷺ نے وضو کیا تو آپ نے سر مبارک اور نعلین کا مسح کیا، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴) حنفیہ کے نزدیک اور اوقات کی طرف مغرب کے بھی دو وقت ہیں اول اور آخر، مگر امام مالک و امام شافعی صرف ایک وقت مانتے ہیں، ہمارا مستدل قوی احادیث ہیں۔

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نماز کا وقت اول بھی ہے اور آخر بھی۔

☆...... مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وقت نماز ان دونوں کے درمیان ہے۔

☆...... مسلم میں ہی یہ بھی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کو دو وقتوں میں پڑھا۔

☆...... صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ "جب شام کا کھانا آجائے تو پہلے اس کو کھالو، پھر نماز مغرب پڑھو، عجلت کی ضرورت نہیں" معلوم ہوا کہ مغرب کے بھی دو وقت اول و آخر ہیں۔

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اوقات نماز دریافت کئے تو فرمایا کہ ہمارے ساتھ رہو، پھر حضرت بلالؓ کو ایک روز سورج غروب ہوتے ہی اذان کا حکم فرمایا اور دوسرے دن مغرب کی نماز کو غروب شفق سے کچھ قبل تک مؤخر فرمایا اور کچھ دیر کے بعد نماز عشاء کے لئے اذان دلائی اور سائل کو بلا کر فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان نماز کا وقت ہے، اس حدیث کو بھی امام ترمذیؒ نے ذکر کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵) حنفیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں اسفار افضل ہے اور امام شافعیؒ تغلیس (اندھیرے سے پڑھنے) کو افضل فرماتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز وقت پر پڑھنے کو احب الاعمال فرمایا، لیکن اس سے استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ اسفار میں پڑھنا بھی وقت ہی پر پڑھنا ہے اور اول وقت کی فضیلت کی حدیثیں درجۂ صحت سے کم ہیں، ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عورتیں صبح کی نماز میں شرکت کیلئے چادروں میں لپٹی ہوئی جاتی تھیں اور واپس ایسے وقت ہو جاتی تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔

اس سے بھی جواز نکلتا ہے اور ممکن ہے کہ عورتوں کی رعایت سے بھی کچھ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہو، اس لئے اس کی افضلیت مقرح نہیں، ایک روایت ہے کہ سرور عالم صبح کی سنتیں اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے ایک دوسرے کو پہچان سکتا تھا لیکن اس میں ان سے زیادہ ہماری حجت ہے، **کما لایخفی علی اللبیب**۔

اس کے بعد ملاحظہ کیجئے کہ حنفیہ کی دلیل حدیث ترمذی شریف ہے کہ سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صبح کی نماز خوب صبح کر کے پڑھو، کیونکہ وہ تمہارے اجر کو اجر عظیم بنانے والی ہے"۔

امام ترمذیؒ نے اس کو ذکر کر کے فرمایا کہ ''یہ حدیث صحیح ہے'' اور چونکہ اس میں صراحت کے ساتھ اسفار کی افضلیت مذکور ہے، اس لئے اسی پر عمل اولیٰ ہوگا۔

(۶) حنفیہ کے نزدیک تشہد ابن مسعود افضل ہے، اور امام شافعیؒ تشہد ابن عباسؓ کو افضل فرماتے ہیں، تشہد ابن مسعود صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے اور تشہد ابن عباسؓ کو امام ترمذی نے روایت کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ تشہد کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح حدیث ابن مسعود والی ہے اور وہی اکثر اہل علم صحابہ و تابعین کا مختار ہے۔

ناظرین نے دیکھا کہ حنفیہ کا مسلک امام ترمذی کی نظر میں بھی ارجح ہے۔

(۷) حنفیہ کے نزدیک نماز عید سے قبل و بعد کوئی نفل و سنت نہیں ہے، امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن امام شافعیؒ ان کے قائل ہیں، ہماری دلیل روایت ابن عباس ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عید الفطر کی نماز پڑھی، لیکن اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں پڑھی، ایسے ہی ایک روایت ابن عمرؓ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے، لیکن آپ ﷺ نے عید کی نماز سے پہلے اور بعد کو کوئی نماز نہیں پڑھی۔

امام ترمذیؒ نے یہ دونوں حدیثیں ذکر کیں اور فرمایا کہ یہ دونوں صحیح ہیں، ظاہر ہے کہ ان دونوں حدیث کی صحت کے باوجود نماز عید سے قبل و بعد نوافل کی کراہت کا قائل نہ ہونا راجح مذہب ہوگا یا مرجوح؟

(۸) ایک شخص بغیر ذکر مہر کے نکاح کرے تو حنفیہ کے نزدیک اس کا نکاح درست ہے اور اس کی بیوی کو مہر مثل ملے گا، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نکاح ہی صحیح نہیں۔

ہماری دلیل ترمذی کی حدیث ہے، علقمہ نے روایت کیا کہ عبداللہ کے پاس ایک شخص کا مسئلہ پیش ہوا کہ اس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ''زفاف'' سے پہلے مر گیا، مہر کا کوئی تعین نہیں ہوا تھا، انہوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اس عورت کو مہر مثل ملنا چاہئے، میراث بھی ملے گی اور اس پر عدت بھی ہے۔

اس پر معقل بن سنان نخعی نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بروع بنت واشق کے بارے میں بعینہ یہی فیصلہ دیا تھا، اس کو ذکر کر کے امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۹) حنفیہ کا مذہب ہے کہ قتال کے وقت کفار کے بوڑھے، راہب، اندھے، لنجے اور عورتیں قتل نہ کی جائیں، بجز اس صورت کے کہ وہ ان کے اہل رائے ہوں اور شریک مشورہ، یہ سیر کا مشہور مسئلہ ہے اور امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ ان سب کو بھی قتل کیا جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعض غزوات میں کوئی عورت مقتول پائی گئی تو آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا اور عورتوں بچوں کے قتل کی ممانعت فرمائی، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

(۱۰) حنفیہ کا مذہب ہے کہ بالغہ عورتوں کو خود اپنے نکاح کا حق ہے، یعنی وہ اپنے قول و اختیار سے نکاح کر سکتی ہیں، بلکہ امام اعظم کے نزدیک بغیر اذن ولی بھی کر سکتی ہیں، صاحبین فرماتے ہیں کہ اذن ولی ضروری ہے۔

امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ ان کا نکاح ان کے قول و اختیار سے درست نہیں، ان کا نکاح اولیا ہی کر سکتے ہیں، اور اگر وہ اپنے قول سے کرلیں تو اولیاء کی رضامندی سے بھی صحیح نہ ہوگا، حنفیہ کا استدلال حدیث ترمذی سے ہے **"الایم احق بنفسها من ولیها و البکر تستأذن فی نفسها و اذنها صماتها"** یعنی بیوہ یا مطلقہ کو بغیر ولی بھی اپنے نکاح کا حق ہے اور کنواری (جو عموماً اپنے قول سے نکاح کا انعقاد حیاء و شرم کی وجہ سے نہیں کرتیں، ان سے اذن و اجازت لی جائے اور ان کی خاموشی بھی اذن ہی ہے۔

غرض اس حدیث ترمذی سے ظاہر و باہر ہے کہ صحت نکاح کے لئے ولی شرط نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ مردوں ہی کے قول سے

نکاح کا انعقاد ہو، عورتوں کے قول سے نہ ہو جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے، بلکہ ان کو خود بھی اختیار وحق ہے، حتیٰ کہ اگر بغیر ان کی مرضی کے کوئی ولی نکاح کردے تو وہ بھی رد ہوسکتا ہے۔ "تلک عشرة کاملة"۔

امام نسائی رحمہ اللہ

(ولادت ۲۱۵ھ، وفات ۳۰۳ھ، عمر ۸۸ سال)

نام ونسب:

عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی۔

نسا خراسان کا مشہور شہر ہے، آپ نے خراسان، حجاز، عراق، جزیرہ، شام ومصر کے علماء سے علم حاصل کیا سب سے پہلے ۱۵ سال کی عمر میں قتیبہ بن سعید بلخی کی خدمت میں ایک سال دو ماہ رہ کر علم حدیث حاصل کیا، ان کے مناسک سے یہ خیال کیا گیا کہ شافعی مذہب رکھتے تھے۔

سنن کبریٰ نسائی میں صحیح وحسن دونوں قسم کی احادیث ہیں، پھر آپ نے سنن صغریٰ تالیف کی جس میں صرف صحیح اعلیٰ مرتبہ کی تھیں جس کا نام مجتبیٰ رکھا۔

جب آپ نے کتاب الخصائص (مناقب مرتضوی) تصنیف کی تو چاہا کہ اس کو جامع دمشق میں پڑھ کر سنائیں، تاکہ حکومت امویین کے اثرات سے جو عوام میں ناصبیت کی طرف رجحان بڑھ گیا تھا، اس کی اصلاح ہوجائے۔

کچھ حصہ ہی سنایا تھا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے امیر معاویہ کے مناقب پر بھی کچھ لکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے لئے یہی بس ہے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں، ان کے مناقب کہاں ہیں، یہ بھی ایک روایت ہے کہ مجھ کو ان کے مناقب میں سوا اس حدیث کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔

یہ سنتے ہی لوگوں نے شیعہ، شیعہ کہہ کر ان کو مارنا شروع کردیا اور اتنا مارا کہ نیم جان کردیا، خدام ان کو اٹھا کر گھر لائے، آپ نے فرمایا کہ مجھے ابھی مکہ معظمہ پہنچادو تاکہ میری وفات مکہ معظمہ یا راستہ میں ہو۔

نقل ہے کہ آپ کی وفات مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی، اور وہاں صفا مروہ کے درمیان دفن ہوئے، آپ کی تالیف عمل الیوم واللیلہ ہے۔

اور کتاب الکنیٰ والاسامی بھی آپ کی تصنیف ہے۔

کتاب الضعفاء والمتروکین امام نسائی کی مشہور کتاب ہے، اس میں آپ نے بہت سے ثقہ آئمہ حدیث وفقہ کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے۔

کچھ تو امام نسائی کے مزاج میں تشدد بھی زیادہ تھا جس کی وجہ سے رواۃ حدیث پر کڑی نظر رکھتے ہیں اور روایت حدیث کی شرائط ان کے یہاں امام بخاری سے بھی زیادہ سخت ہیں، مگر اس کے ساتھ تعصب کا بھی رنگ موجود ہے یا ان کی سخت مزاجی اور کڑی تنقید کی عادت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں نے ان کی کتاب الضعفاء میں الحاقی عبارتوں کا اضافہ کردیا ہے اور ایسا مستبعد نہیں، کیونکہ ان کی سنن نسائی میں حسب تصریح حافظ ابن حجر امام صاحب سے روایت موجود تھی، جو موجودہ مطبوعہ نسخوں میں اب نہیں ہے۔

اور جس طرح میزان الاعتدال میں امام صاحب کا ذکر الحاقی ہے، لوگوں نے بعد کو بڑھادیا، ممکن ہے کہ امام نسائی کی کتاب میں بھی ایسا ہی ہوا ہو، کیونکہ جیسا کہ ان کی مطبوعہ کتاب میں اس وقت ہے کہ امام صاحب حدیث میں قوی نہیں تھے، کثیر الغلط تھے وغیرہ کلمات صحیح ہوتے تو وہ امام صاحب سے سنن نسائی میں روایت کیوں کرتے، روایت کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ امام صاحب کو قوی فی الحدیث اور ثقہ سمجھتے تھے۔

مخالفین ومعاندین نے جرح کو مفسر بنانے کا طریقہ یہ وضع کرلیا تھا کہ جس کو گرانا ہو، اس کو باعتبار حافظہ کے ضعیف کہہ دیا، ظاہر ہے

کہ آخر عمر میں تو سب ہی کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، اس لئے یہ بات ہر ایک کے متعلق کہی جا سکتی ہے، یا کسی معمولی غیر اہم غلطی ونسیان کو پکڑ کر قلت حفظ کی چھاپ لگادی یہ ایک ایسا حربہ تھا کہ اس سے خوب کام لیا گیا، جرح بھی مبہم نہ رہی اور بات بھی بظاہر بالکل غلط نہیں، اسی لئے امام ذہبی وغیرہ نے ایسی جرحوں کو کوئی اہمیت نہیں دی، چنانچہ میزان میں امام محمد کے بارے میں نسائی کی تلیین وتضعیف کا ذکر کرنے کے بعد حافظ ذہبی نے لکھا کہ امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے جتنی روایات نقل کی ہیں سب قوی ہیں اور علم فقہ میں تو وہ بحر تھے، گویا امام ذہبی نے اپنے اس رویہ سے ثابت کیا کہ امام محمد کو چونکہ نسائی وغیرہ نے ضعیف کہہ دیا تھا اس لئے میں نے بھی ان کا ذکر میزان میں کیا، ورنہ وہ روایت میں ضعیف ہرگز نہ تھے۔ اسی طرح امام ابو یوسف کے بارے میں بھی کیا ہے، امام نسائی نے امام ابو یوسف کو ثقہ کہا ہے، تو امام بخاری نے ان کو متروک کہہ دیا، ان ہی چیزوں سے متاثر ہو کر حافظ سخاوی شافعی نے اعلان بالتوبیخ کر کے ص ۶۵ پر یہ فرمایا: ''جو کچھ کلام حافظ ابو الشیخ ابن حبان نے اپنی کتاب السنہ میں بعض آئمہ مجتہدین کے حق میں کہا ہے اور ابن عدی نے کامل میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور دوسروں نے ان سے پہلے جیسے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں''۔ بخاری ونسائی نے لکھا ہے کہ میں ان حضرات کی شان کو ایسے جلیل القدر مجتہدین کے بارے میں جن کے مقاصد وحالات زندگی بہت اچھے تھے ایسی گری ہوئی چیزیں ذکر کرنے سے بند خیال کرتا چاہیے، لہذا ایسی باتوں میں ان حضرات کی پیروی سے اجتناب کرتا ہوں۔

امام طحاویؒ

(ولادت ۲۲۹ھ، وفات ۳۲۱ھ، عمر ۹۲ سال)

نام ونسب وولادت:

الامام المحدث الفقیہ احمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمۃ بن عبدالملک بن سلمۃ بن سلیم ابن سلیمان بن جواب الازدی ثم الحجری المصری الحنفی رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

سال ولادت حسب روایت ابن عساکر ۲۳۹ھ وابن خلکان ۲۳۸ھ ہے، مگر سمعانی نے ۲۲۹ھ ذکر کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، حافظ ابن کثیر، حافظ بدر الدین عینی وغیرہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لہذا امام طحاوی کی عمر امام بخاری کی وفات کے وقت ۲۷ سال ہوگی، کیونکہ ان کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی ہے۔

اسی طرح دوسرے اصحاب صحاح ستہ بھی امام طحاوی کے معاصر تھے۔

تحصیل علم وکثرت شیوخ:

امام طحاویؒ طلب علم کے لئے اپنے مسکن سے مصر آئے اور اپنے ماموں امام مزنیؒ تلمیذ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھتے رہے، اور ابتداء میں شافعی مذہب پر رہے پھر جب احمد بن ابی عمران حنفی مصر میں قاضی ہو کر پہنچے تو ان کی صحبت میں بیٹھے، ان سے علم حاصل کیا تو فقہ شافعی کا اتباع ترک کر کے حنفی کے متبع ہو گئے۔ (معجم البلدان یاقوت حموی)

محمد بن احمد شرطی کا بیان ہے کہ میں نے امام طحاویؒ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں (مزنی) کی کیوں مخالفت کی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا، فرمایا: میں دیکھتا تھا کہ ماموں ہمیشہ امام ابوحنیفہ کی کتابیں مطالعہ میں رکھتے تھے، ان سے استفادہ کرتے تھے، اسی لئے میں اس کی طرف منتقل ہو گیا (مرآۃ الجنان یافعی)

علامہ کوثریؒ نے ''الحاوی فی سیرۃ الامام طحاوی'' میں اس جگہ مزید وضاحت کی ہے کہ میں نے اپنے ماموں مزنی کو دیکھ کر خود بھی امام صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا[1] اور ان کی کتابوں نے مجھے حنفی مذہب کا گرویدہ بنا دیا، جس طرح کہ ان کی کتابوں نے میرے ماموں مزنی کو بھی بہت سے مسائل میں ابوحنیفہ کی طرف مائل کر دیا تھا، جیسا کہ مختصر المزنی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس میں بہت سے مسائل ایسے مذکور ہیں جن میں مزنی نے امام شافعی کی مخالفت کی ہے، الحاوی ص ۱۶۔

چونکہ مذہب شافعی سے مذہب حنفی کی طرف منتقل ہونے کی یہ وجہ خود امام طحاویؒ سے اور بہ سند صحیح مروی ہے، اس لئے یہی معتمد و صحیح ہے، باقی دوسری حکایت بے سند اور خلاف درایت ہیں، مثلاً حافظ ابن حجر نے لسان میں نقل کیا کہ وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ امام طحاویؒ اپنے ماموں سے سبق پڑھ رہے تھے ایک ایسا دقیق مسئلہ کہ انہوں نے امام طحاویؒ کو بار بار سمجھایا مگر وہ سمجھ نہ سکے، اس پر امام مزنی نے تنگ دل ہو کر غصہ سے فرمایا کہ واللہ تم تو کسی قابل نہ ہوئے۔ اس پر امام طحاوی ناخوش ہو کر احمد بن ابی عمران قاضی مصر کی مجلس میں چلے گئے جو قاضی بکار (حنفی) کے بعد دیار مصریہ کے قاضی القضاۃ ہوئے تھے، وغیرہ، الخ۔

امام طحاویؒ اور حافظ ابن حجرؒ:

پورے قصے کو جس رنگ آمیزی کے ساتھ حافظ نے ذکر کیا ہے وہ بقول علامہ کوثریؒ قابل عبرت ہے اور اس میں سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ قاضی بکار کی وفات امام مزنی متوفی ۲۶۴ھ سے بہت مدت بعد ۲۷۰ھ میں ہوئی اور حسب اقرار حفاظ ابن حجر و موافق تصریح حافظ ذہبی ابن ابی عمران قاضی بکار کے بعد قاضی مقرر ہو کر عراق سے مصر آئے تو پھر یہ کہنا کہ امام طحاوی ناخوش ہو کر ان کے پاس چلے گئے کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ امام طحاوی کی ذکاوت وجدت طبع کو سب تسلیم کرتے ہیں جو ان کی کتابوں سے بھی ظاہر ہے، ایک غبی طبیعت کا طالب علم جو استاد کے بار بار سمجھانے سے بھی ایک دقیق مسئلہ کو نہ سمجھ سکتا ہو کیا وہ آگے چل کر اس قدر اعلیٰ درجہ کا ذہین و ذکی بن سکتا ہے، آج اس کی کتابوں کو سمجھنے والے بھی باستعداد علما میں کم ملیں گے۔

تذکرہ امام شافعی و امام مزنی:

تیسرے یہ کہ امام مزنی امام شافعیؒ کے اخص تلامذہ میں سے تھے اور امام شافعیؒ اعلیٰ درجہ کے ذکی و فطین تھے اور اپنے تلامذہ کی تعلیم و تفہیم پر بغایت حریص اور ان کی بلادت و کم فہمی پر بڑے صابر تھے، کبھی سمجھانے سے ملول و تنگ دل نہ ہوتے تھے، حتیٰ کہ ربیع مرادی (امام شافعی کے مذہب جدید کے راوی) کے متعلق نقل ہے کہ بہت بطئ الفہم و بلید تھے، ایک دفعہ امام شافعی نے ان کو ایک مسئلہ چالیس بار سمجھایا، تب بھی نہ سمجھے اور شرمندہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، امام شافعیؒ نے ان کو دوسرے وقت تنہائی میں پھر مسئلے کی وضاحت کی حتیٰ کہ وہ سمجھ گئے (فتاویٰ قفال مروزی)

---

[1] علامہ کوثری کی تصریحات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ امام طحاویؒ احمد بن ابی عمران کی طرف رجوع کرنے سے قبل بکار بن قتیبہ کا رد بھی کتاب مزنی پر دیکھ چکے تھے، گویا یہ ایک دوسری بڑی وجہ فقہ حنفی کی طرف میلان کی پیدا ہو چکی تھی اور ان حالات کے نتیجہ میں ہی کچھ روایات مکذوبہ امام طحاوی کے خلاف چلائی گئیں (الحاوی ص ۱۴)

[2]
[3]
[4]
[5]

ظاہر یہ ہے کہ مزنی نے بھی اپنے شفیق استاد شافعیؒ سے ایسی ہی وسعت صدر اور غبی طلبہ کی غباوت پر صبر و برداشت کا طریقہ لیا ہوگا، پھر امام طحاوی کے ساتھ کہ وہ نہ صرف ایک تلمیذ بلکہ بھانجے بھی تھے وہ کیسے ایسی بے صبری و تنگ دلی کا مظاہرہ کرتے جو اس قصے میں گھڑا گیا ہے۔ (الحاوی ص ۱۸)

حافظ ابن حجر نے امام مزنی کی حلف کی توجیہات میں ایک وجہ بعض فقہا سے یہ بھی نقل کی ہے کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ''جو شخص اہل حدیث کا مذہب ترک کر کے اہل رائے کا مذہب اختیار کرے گا وہ فلاح نہیں پائے گا''۔

بغرض صحت واقعہ امام مزنیؒ نے جس وقت حلف کے ساتھ وہ جملہ امام طحاوی کو فرمایا ہوگا، اس وقت انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ مذہب تبدیل کر دیں گے، پھر جب کہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تبدیلیٔ مذہب کافی عرصہ کے بعد اور دونوں فقہ کے مطالعہ و موازنہ کے بعد عمل میں آئی ہے۔

اہل حدیث کون ہیں:

رہی یہ تعریض کہ اہل حدیث وہی لوگ ہیں، دوسرے نہیں، علامہ کوثری نے اس کا بہت معقول جواب دیا ہے، فرمایا کہ اس بے دلیل دعوے کو ہم ان لوگوں کی زبانوں سے سننے کے عادی ہو چکے ہیں جو سلامت فکر سے محروم ہیں وہ اگر اچھی طرح سوچتے، سمجھتے کہ خود ان کے اصحاب مذہب نے قیاس شبہ و مناسبہ اور رد مرسل میں تو کس قدر توسع کیا اور قبول حدیث میں اتنا تساہل کہ ہر کہ دمہ کی روایت لے لی، اور وہ پوری طرح اگر مسند ابی العباس اصم کا مطالعہ کرتے تو یقیناً اپنے اس ادعا سے باز آجاتے، اہل سنت کے طبقات میں سے کون سا طبقہ ایسا ہے جو حدیث کو اصول استنباط کا دوسرا درجہ نہیں دیتا؟ لیکن یہ ضرور ہے کہ حدیث کے متن و سند کو نقد قویم کی چھلنی میں ضرور چھاننا پڑے گا، ہر ناقل حدیث کی روایت کو بغیر بحث و تنقیب کے قبول کرنے کی آزادی نہیں ہو سکتی۔ اللہ ولی الہدایہ (حاوی ص ۱۸)

امام طحاوی بسلسلۂ امام اعظمؒ:

امام طحاوی بواسطۂ امام مزنی امام شافعیؒ کے تلمیذ تھے اور ان دو کے واسطے سے امام مالکؒ و امام محمدؒ کے اور ان تینوں کے واسطہ سے امام اعظمؒ کے تلمیذ تھے، امام طحاوی کے شیوخ بکثرت تھے، ان میں مصری، مغاربہ، یمنی بصری، کوفی، حجازی، شامی، خراسانی وغیرہ سب ہی ہیں۔ کیونکہ امام طحاوی نے طلب حدیث و فقہ کے لئے اسفار کئے اور مصر میں جو بھی علماء آتے تھے ان سب سے استفادہ ضرور کرتے تھے، اس طرح انہوں نے اپنے وقت کے تمام علماء مشائخ کا علم جمع کیا تھا، اسی لئے پھر خود بھی مرجع علماء روزگار ہوئے، ساری دنیا سے ہر مسلک و خیال کے اہل علم آپ سے استفادہ کے لئے مصر آتے تھے اور آپ کے بے نظیر تبحر، علمی و جامعیت سے حیرت میں پڑتے تھے۔

ذکر امانی الاحبار:

حضرت مخدوم و معظم مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی دہلوی دام ظلہم، رئیس ادارہ تبلیغ نظام الدین دہلی نے حال ہی میں اپنی شرح معانی الآثار، مسمی ''امانی الاحبار'' کی ایک جلد شائع فرمائی ہے جو کتاب مذکور کی بہترین محققانہ شرح اور علماء کے لئے نہایت قابل قدر علمی تحفہ ہے، پہلی جلد پر بڑی تقطیع کے ۴۴۴ صفحات میں شائع ہوئی ہے، جس کے شروع میں ۶۸ صفحہ کا مقدمہ ہے، اس میں امام طحاوی کے حالات پوری تحقیق و تفصیل سے لکھے ہیں۔

معانی الآثار، مشکل الآثار اور دوسری حدیثی تالیفات امام طحاوی کے شیوخ کا مکمل تذکرہ کیا ہے، پھر ایک فصل میں امام طحاویؒ کے کبار تلامذہ کا بھی ذکر کیا ہے، ثناء امام طحاوی کے عنوان سے حسب ذیل اقوام جمع کئے ہیں۔

ثناء اکابر علماء ومحدثین

محدث ابن یونس اور ابن عساکر کا قول ہے کہ امام طحاوی ثقہ، ثبت فقیہ وعاقل تھے، انہوں نے اپنا نظیر ومثیل نہیں چھوڑا (تذکرۃ الذہبی وتہذیب تاریخ دمشق)

شیخ مسلمۃ بن قاسم الاندلسی نے فرمایا کہ امام طحاوی ثقہ جلیل القدر فقیہ، اختلاف علماء کے بڑے عالم اور تصنیف وتالیف کی بڑی بصیرت رکھتے تھے، امام ابوحنیفہ کے متبع تھے اور حنفی مذہب کی بہت حمایت کرتے تھے۔ (لسان)

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ امام طحاویؒ سیر کے بڑے عالم، جمیع مذاہب، فقہاء کے واقف اور کوفی المذہب تھے۔ (جامعہ بیان العلم)

علامہ سمعانی نے فرمایا کہ امام طحاویؒ ایسے بڑے امام ثقہ، ثبت، فقیہ وعالم تھے کہ اپنا مثل نہیں چھوڑا (کتاب الانساب)

علامہ ابن جوزی کا قول ہے کہ امام طحاویؒ ثبت، فہیم، فقیہ وعاقل تھے (المنتظم)

علامہ سبط ابن الجوزی نے فرمایا امام طحاویؒ فقیہ، ثبت، فہیم وعاقل تھے اور ان کے فضل، صدق، زہد وورع پر علماء کا اتفاق ہے۔ (مرآۃ الزمان)

حافظ ذہبی نے فرمایا کہ امام طحاوی فقیہ، محدث، حافظ حدیث، ثقہ، ثبت، عاقل اور اعلام میں سے ایک تھے (تاریخ کبیر) اور تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر خلال، ابوبکر رازی، حافظ ابوعوانہ، ابن جارود وغیرہ اکابر، محدثین وحفاظ حدیث کے طبقہ میں کیا اور اس طرح لکھا: ''علامہ، حافظ صاحب تصانیف بدیعہ، ابوجعفر احمد بن محمد سلامۃ بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الحنفی''، حافظ ابن کثیر نے بدایہ میں ۳۲۱ھ میں لکھا ہے کہ اسی سنہ میں اعیان میں احمد بن محمد بن سلامہ ابوجعفر طحاوی، فقیہ حنفی صاحب مصنفات مفیدہ وفوائد عزیزہ فوت ہوئے اور وہ ثقات، اثبات اور حفاظ جہابذہ میں سے تھے، اسی طرح علامۂ صلاح صفدی نے وافی میں، یافعی نے مرآۃ میں، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں، ابن عماد حنبلی نے شذرات الذہب میں، ابن طغری نے النجوم الزاہرہ میں، ابن ندیم نے فہرست میں، خفاجی مصری نے شرح شفاء میں اور علامہ عینی نے نخب الافکار میں، امام طحاوی کو ثقہ بارع فی الفقہ والحدیث، حافظ وناقد حدیث، شیخ الحنفیہ، احد الاعلام، شیخ الاسلام الامام العصر، بلامدافعہ، علم فقہ، حدیث اختلاف العلماء، لغت، نحو وغیرہ میں یکتائے روزگار، حدیث وعلل اور ناسخ ومنسوخ میں بڑا علم اور ید طولیٰ رکھنے والا قرار دیا۔

محدث طبرانی، ابوبکر خطیب بغدادی، ابوعبداللہ حمیدی، حافظ مزی وغیرہ نے مدح وثنا کی، علامہ عینی نے امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت وفضیلت تامہ کو مجمع علیہ کہہ کر یہ بھی فرمایا کہ ''وہ قرآن وحدیث سے استنباط حکام اور تفقہ میں اپنے ہم سن معاصرین اور شرکاء روایت اصحاب صحاح وسنن سے زیادہ اثبت وفائق تھے اور یہ بات ان دونوں کے کلام میں موازنہ کرنے سے واضح ہے اور ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق امام طحاویؒ کی تصانیف علوم عقلیہ ونقلیہ سے بھی ہوسکتی ہے، بالخصوص روایت حدیث، معرفت رجال اور کثرت شیوخ کے لحاظ سے تو یہ امر متیقن ہے کہ وہ بھی امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دوسرے اصحاب صحاح وسنن کی طرح بڑے پایہ کے امام حدیث، ثبت ثقہ وحجت تھے''۔

امام طحاویؒ مجدد تھے:

حضرت الاستاذ المعظم شاہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ علامہ ابن اثیر جزری نے امام طحاوی کو مجدد کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ وہ واقعی امام حدیث ومجتہد تھے اور شرح حدیث وبیان محامل حدیث واسولہ واجوبہ کے لحاظ سے وہ مجدد بھی تھے، کیونکہ پہلے محدثین صرف روایت حدیث متناً وسنداً کرتے تھے، معانی حدیث ومحامل وغیرہ پر بحث نہیں کرتے تھے (امام طحاوی نے اس نئے طرز میں لکھا اور اتنا سیر حاصل لکھا کہ حق ادا کر گئے)

فن رجال اور امام طحاویؒ:

فن رجال میں ان کے کمال وسعت علم کا اندازہ ان مواقع میں ہوتا ہے جب وہ احادیث متعارضہ پر بحث کرتے ہیں، معانی الآثار،

مشکل الآثاراور تاریخ کبیر (فی الرجال) میں بکثرت اس کی مثالیں ملتی ہیں، افسوس ہے کہ امام طحاویؒ کی تاریخ کبیر اس وقت ناپید ہے مگر اس سے نقول اکابر محدثین کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے اس کی عظمت ظاہر ہوتی ہے (حاوی ومقدمہ امانی الاحبار ملخصاً)

جرح وتعدیل اور امام طحاوی:

جرح وتعدیل کے بارے میں امام طحاویؒ کی رائے بطور سند کتب جرح وتعدیل میں ذکر ہوئی ہے اور معانی الآثار میں بھی بہ کثرت رواۃ کی جرح وتعدیل پرانہوں نے کلام کیا ہے اور مستقل کتاب بھی لکھی جس کا ذکر اوپر ہوا اور ''نقض المدلسین'' کرابیسی کے رد میں لکھی، ابو عبید کی کتاب السنۃ کی اغلاط پر مستقل تصنیف کی۔

حافظ ابن حجر کا تعصب:

لیکن نہ تو خود امام طحاوی کی تاریخ کبیر وغیرہ اس وقت موجود ہیں نہ ان کے اکابر تلامذہ کی کتابیں جن سے ان کے سب اقوال معلوم ہوسکتے، حافظ ابن حجر جو کچھ اوپر سے لیتے ہیں اس میں وہ حنفیہ کے ساتھ پوری عصبیت برتتے ہیں، چنانچہ خود ان کے تلمیذ حافظ سخاوی کو اپنی تعلیقات درر کامنہ میں متعدد جگہ اعتراف کرنا پڑا کہ حافظ ابن حجر جب بھی کسی حنفی عالم کا ذکر کرتے ہیں تو اس کو کم درجہ کا دکھلانے پر مجبور ہیں۔

اسی تعصب شدید کے باعث انہوں نے امام طحاوی کا ذکر نہ ان کے جلیل القدر شیوخ واساتذہ کے حالات میں کیا اور نہ ان کے اعلیٰ درجہ کے تلامذہ واصحاب کے حالات میں کیا۔

البتہ جن لوگوں میں کوئی کلام تھا ان کے ضمن میں ان کا ذکر ضرور کیا تا کہ ان کے ساتھ امام طحاوی کی قدر ومنزلت بھی کم ہوجائے، پھر اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ یہ ہے کہ جن ضعیف رواۃ سے امام طحاوی نے کسی وجہ سے معدودے چند احادیث لے لی ہیں تو حافظ نے اس کو بڑھا چڑھا کر کہا کہ امام طحاوی نے ان سے بہت زیادہ روایت کی ہے اور بہت سے اعلیٰ درجہ کے ثقہ رواۃ جن سے امام طحاوی نے بکثرت روایات لی ہیں ان کے حالات میں حافظ نے نہیں بتلایا کہ یہ امام طحاوی کی رواۃ میں ہیں۔

اسی طرح تہذیب ولسان میں امام طحاوی کے اقوال جرح وتعدیل بھی صرف ضرورۃً کہیں کہیں لے لئے ہیں، حافظ ابن حجرؒ کی اسی روش کے باعث حضرت شاہ صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر نقصان رجال حنفیہ کو حافظ سے پہنچا ہے اور کسی سے نہیں پہنچا کیونکہ تہذیب الکمال مزی میں (جس کا خلاصہ تہذیب التہذیب للحافظ ہے) بہ کثرت آئمہ محدثین کے حالات میں ان کے شیوخ وتلامذہ میں حنفیہؒ تھے، جن کا ذکر حافظ نے حذف کردیا ہے، دوسری کتب کی نقول سے ان کا پتہ چلتا ہے، توقع ہے کہ تہذیب الکمال حیدرآباد سے جلد شائع ہوگی، تب موازنہ ہوسکے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

مقدمۂ امانی الاحبار:

مقدمۂ امانی الاحبار میں معانی الآثار اور مشکل الآثار کے رواۃ پر امام طحاوی کے کلمات جرح وتعدیل کو یک جا کردیا ہے جس سے ایک نظر میں امام موصوفؒ کی بالغ نظری ووسعت علم کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

ناقدین امام طحاویؒ:

اوراق سابق میں تحریر ہوا کہ اکابر محدثین نے امام طحاویؒ کی ہر طرح توثیق مدح کی ہے لیکن چند حضرات نے کچھ نقد بھی کیا ہے۔

امام بیہقی:

ان میں سے ایک تو امام بیہقی ہیں، ان کا نقد و جواب جواہر مضیہ میں بہ تفصیل موجود ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ امام بیہقی نے اپنی کتاب اوسط معروف با آثار و سنن میں کہا کہ امام طحاوی کی کتاب (معانی الآثار) میں نے دیکھی تو اس میں کتنی ہی احادیث ضعیفہ کی اپنی رائے کی وجہ سے تصحیح کر دی ہے اور کتنی ہی صحیح حدیثوں کو اپنی رائے کی وجہ سے ضعیف کہہ دیا ہے،، شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے امام طحاوی کی کتاب دیکھی اور اپنے استاد قاضی القضاۃ علی الدین ماردینی کے فرمانے پر اس کی شرح لکھی، اس کی اسانید پر کلام کیا، اس کی احادیث و اسناد کو صحاح ستہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور دوسری کتب حفاظ حدیث کی روایت کردہ احادیث کے ساتھ مطابقت دی اور اس کا نام ''الحاوی فی بیان الآثار الطحاوی'' رکھا۔

حاشا وکلا! جو بات امام بیہقی نے ان کی کتاب مذکور کی طرف منسوب کی ہے وہ اس میں کہیں بھی نہیں ہے، اسی طرح صاحب کشف الظنون نے بھی کہا کہ امام بیہقی نے جو کچھ امام طحاویؒ کے بارے میں کہا ہے وہ بے بنیاد اتہام ہے اور وہ بھی ایسے شخص پر جس پر اکابر مشائخ حدیث نے اعتماد کیا ہے (مقدمہ امانی ص ۵۵)

علامہ ابن تیمیہؒ:

دوسرے ناقد علامہ ابن تیمیہؒ ہیں انہوں نے منہاج السنہ میں حدیث ردشمس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور طحاوی نے اس کو روایت کر دیا ہے کیونکہ وہ نقد حدیث کے ماہر نہ تھے اور ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح بھی اپنی رائے کی وجہ سے دیا کرتے تھے، ان کو دوسرے اہل علم کی طرح اسناد کی معرفت نہ تھی، اگرچہ وہ کثیر الحدیث تھے اور فقیہ و عالم تھے۔

علامہ نے حدیث مذکور کی روایت کی وجہ سے امام طحاوی پر نقد مذکور کیا ہے، حالانکہ اس کو روایت کرنے والے وہ تنہا نہیں ہیں بلکہ اور بہت سے محدثین متقدمین و متاخرین نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور موضوع نہیں قرار دیا۔

علامہ ابن جوزی:

علامہ خفاجی مصری نے شرح شفاء میں کہا کہ اس حدیث کو بعض حضرات نے موضوع کہا ہے، حالانکہ حق کے خلاف ہے اور ان کو دھوکہ ابن جوزی کے کلام سے ہوا ہے حالانکہ ان کی کتاب میں بے جا تشدد ہے، ابن صلاح نے کہا ہے کہ انہوں نے بہت سی صحیح احادیث کو موضوعات میں داخل کر دیا ہے۔

پھر لکھا کہ اس حدیث کو تعدد طرق کی وجہ سے امام طحاویؒ نے صحیح قرار دیا ہے اور ان سے قبل بھی بہت سے آئمہ حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے اور تخریج کی، مثلاً ابن شاہین، ابن مندہ، ابن مردویہ نے اور طبرانی نے حسن کہا، امام سیوطی نے مستقل رسالہ میں اس حدیث کی متعدد طرق سے روایت کی اور پوری طرح تصحیح کی، لہذا معلوم ہوا کہ علامہ ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے جو اس کو موضوع کہہ کر اعتراض کیا ہے وہ ان کی تخمینی غیر تحقیقی رائے ہے۔

حافظ ابن حجرؒ:

امام طحاوی پر نقد کرنے والوں میں تیسرے نمبر پر حافظ ابن حجر ہیں، انہوں نے لسان المیزان میں ان کا ذکر لا متکلم فیہ قرار دیا پھر امام

بیہقی کا قول مذکور نقل کیا جس کا جواب گزر چکا۔

اس کے بعد مسلمہ بن قاسم اندلسی کے ایک قول سے امام طحاوی کو متہم قرار دیا حالانکہ امام ذہبی نے میزان میں اس کو ضعیف کہا اور مشبہہ میں سے قرار دیا اور اسی مسلمہ نے امام بخاری پر الزام لگایا تھا کہ انہوں نے اپنے استاد علی بن مدینی کی کتاب العلل چرا کر نقل کرالی، پھر اس کی مدد سے جامع صحیح بخاری تالیف کی جس سے ان کی اتنی عظمت بڑھی، حافظ نے تہذیب میں اس اتہام کو ذکر کر کے کہا یہ واقعہ غلط ہے کیونکہ بے سند ہے، لیکن اسی شخص سے حافظ نے امام طحاوی پر تہمت نقل کی تو اس کو بے سند نہیں کہا نہ اس کی تغلیط کی۔

امام طحاوی بڑے مجتہد تھے:

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب نے تعلیقات سنیہ میں فرمایا کہ امام طحاوی مجتہد تھے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد کے طبقہ میں تھے ان کا مرتبہ ان دونوں سے کم نہیں تھا (مقدمہ امانی ص ۵۹)

تالیفات امام طحاویؒ

امام موصوف کی تمام تالیفات جمع و تحقیق اور کثرت فوائد کے لحاظ سے نہایت ممتاز و مقبول رہی ہیں، فقہاء مدققین اور علماء محققین نے ان کو ہمیشہ بڑی قدر کی نظر سے دیکھا ہے، لیکن بہ نسبت متاخرین کے متقدمین میں ان کا اعتنا زیادہ رہا ہے، اسی لئے ان کی کتابیں بہت کم طبع ہو سکیں، ان میں سے مشہور و اہم تالیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) معانی الآثار:

حسب تحقیق ملا علی قاری یہ کتاب امام موصوف کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اس کو بغور و انصاف مطالعہ کرنے والا حسب ارشاد حافظ عینیؒ اس کو دوسری تمام کتب مشہورہ متداولہ مقبولہ پر ترجیح دے گا اور فرمایا کہ اس بات میں شک کرنے والا یا جاہل ہوگا یا متعصب، چنانچہ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ پر تو اس کی ترجیح اس قدر واضح ہے کہ کوئی عالم و عاقل اس میں شک نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں وجوہ استنباطات کا بیان وجوہ معارضات کا اظہار اور ناسخ و منسوخ کی تمیز وغیرہ ایسے امور ہیں جو ان دوسری کتابوں میں نہیں ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ اس میں کچھ ضعیف روایات بھی ہیں تو کہا جائے گا کہ کتب مذکورہ بھی اس سے خالی نہیں ہیں، باقی سنن دارقطنی، سنن دارمی اور سنن بیہقی وغیرہ کو تو کسی اعتبار سے بھی معانی الآثار کے برابر نہیں رکھا جا سکتا، چنانچہ اس کی خدمت نہیں ہوئی اور اس کے مضامین عالیہ و تحققات فائقہ کو نمایاں نہیں کیا گیا اس لئے وہ مخفی خزانوں کی طرح اکثر لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہے، کم ہمت و کم فہم متاخرین نے اس کے مطالعہ و اسفادہ سے گریز کیا اور مخالفوں نے احناف و کتب احناف کے خلاف پروپیگنڈے کا سلسلہ برابر جاری رکھا جس سے اس کے محاسن پوشیدہ رہے اور حق دار اپنے حق سے محروم رہے، اب خدا کا شکر ہے کہ ان دبی ہوئی چیزوں کے ابھرنے کا وقت و موقعہ آیا ہے۔ (واللہ المستعان)

علامہ ابن حزم اور معانی الآثار کی ترجیح موطأ مالک پر:

علامہ ابن حزم اندلسی ظاہری اپنی رائے پر جمود اور تشدد میں ضرب المثل ہیں کہ اپنے مخالف کی سخت الفاظ میں تجہیل و تحمیق ان کا خاص شعار ہے حتیٰ کہ آئمہ و محدثین کبار کی بھی تردید کرتے ہیں تو نہایت درشت و نازیبا لہجہ میں کرتے ہیں، آئمہ احناف سے بھی بہت زیادہ تعصب رکھتے ہیں مگر باوجود اس کے امام طحاوی کی جلالت قدر سے اس قدر متاثر ہیں کہ اپنی کتاب مراتب الدیانۃ میں مصنف طحاوی کو موطاء امام مالک پر ترجیح دی ہے، حالانکہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے عجالہ نافعہ میں موطاء امام مالک کو صحیحین (بخاری و مسلم) کی اصل وام قرار دیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب اور معانی الآثار:

ہمارے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ بھی شرح معانی الآثار مذکور کو سنن ابی داؤد کے درجہ میں فرمایا کرتے تھے، غرض یہ امر نا قابل انکار ہے کہ اس کا مرتبہ سنن اربعہ سے تو کسی طرح کم نہیں بلکہ ان میں سے اکثر پر اس کو ترجیح ہے۔

افسوس ہے کہ بعض حضرات نے علامہ ابن حزم کی ترجیح مذکور کو ان کی جلالت شان کے خلاف سمجھا اور لکھا ہے حالانکہ خاص اس معاملہ میں ہمیں کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوئی۔ والعلم عند اللہ۔

معانی الآثار کے خصائص ومزایا:

یہاں ہم معانی الآثار کی چند خصوصیات، محاسن ومزایا بھی کرتے ہیں تاکہ تعارف کامل ہو جائے، اس کو مقدمۂ امانی ص ۶۴ سے ترجمہ کیا جاتا ہے، جزی اللہ مؤلفہ خیر الجزاء

۱- اس میں بہت سی وہ صحیح احادیث ہیں جو دوسری کتب حدیث میں نہیں پائی جاتیں۔

۲- امام طحاوی اسانید حدیث بہ کثرت نقل کرتے ہیں، اس لئے بیشتر احادیث مرویات وغیرہ سے اس میں مہم زیادات ملتی ہیں اور تعدد اسانید سے حدیث قوی ہو جاتی ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں نے ایک حدیث کو ضعیف سند سے نقل کیا تھا، امام طحاوی اس کو قوی سے سند سے لائے ہیں یا ان کے یہاں ایک طریق سے مروی تھی یہاں بہت سے طرق ذکر کئے اور اس سے محدث کو بہت سے نکات وفوائد مہمہ حاصل ہو جاتے ہیں کہیں ایسا ہوا ہے کہ دوسروں نے کسی حدیث کو بطریق تدلیس روایت کیا تھا، امام طحاویؒ نے اس سے تدلیس کا عیب ہٹا دیا کہیں ایسا ہے کہ دوسروں نے حدیث کی روایت کسی ایسے راوی سے کی جو آخر عمر میں متصف بہ اختلاط ہو گیا تھا، امام طحاویؒ اس راوی سے قبل اختلاط کی روایت لاتے ہیں، کہیں ایسا ہوا ہے کہ دوسروں نے ایک حدیث کو مرسل، منقطع یا موقوف طریقہ سے روایت کیا تھا، امام نے اس کو بطریق اتصال ومرفوع روایت کیا، اسی طرح امام اپنی کتاب میں دوسروں کے غیر منسوب رواۃ کی نسبت بتلا دیتے ہیں، مبہم کا تسمیہ مشتبہ کی تمیز، مجمل کی تفسیر، اضطراب وشک راوی کا سبب بیان کر دیتے ہیں اور اسی قسم کے اور فوائد کثیرہ متنوعہ اس میں ملیں گے۔

۳- معانی الآثار میں بہ کثرت آثار صحابہ وتابعین واقوال آئمہ ذکر کئے گئے جو امام طحاویؒ کے معاصر محدثین کی کتابوں میں نہیں ہوتے، پھر امام طحاوی آئمہ کا کلام حدیث ورجال کی تصحیح، ترجیح یا تضعیف میں بھی نقل کرتے ہیں۔

۴- مسائل فقہ پر ترجمہ باندھتے ہیں پھر احادیث لاتے ہیں اور ایسے دقیق استنباط ذکر کرتے ہیں کہ ان کی طرف اذہان کم متوجہ ہوتے ہیں۔

۵- پوری کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے لیکن بہت سے مواقع نہایت لطیف طریقوں سے خصوصی مناسبات پیدا کر کے ایسی احادیث لاتے ہیں جو بظاہر ان ابواب سے متعلق معلوم نہیں ہوتیں جیسے باب المیاہ میں حدیث "المسلم لا ینجس" اور حدیث "بول اعرابی اور مسجد یا حدیث "قراۃ فی الفجر" باب وقت الفجر میں وغیرہا۔

۶- ادلۂ احناف کے ساتھ دوسروں کے دلائل بھی ذکر کرتے ہیں، تمام اخبار وآثار پر سند ومتن، روایت ونظر کے لحاظ سے مکمل بحث وتنقیب کرتے ہیں اور اس اعتبار سے یہ کتاب تفقہ وتعلیم طرق تفقہ اور ملکۂ تفقہ کو ترقی دینے کے لئے بے نظیر وبے مثل ہے اس کے بعد بھی کوئی ایسی نافع ومفید کتاب سے صرف نظر وتغافل برتے تو یہ عقل وانصاف سے بہت بعید ہے۔

معانی الآثار کے بہت سے شیوخ وہی ہیں جو مسلم شریف کے ہیں، ان کی بیشتر احادیث واسناد وہی ہیں جو صحاح ستہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور دیگر کتب حفاظ حدیث کی ہیں اور کتاب کے خصائص ومحاسن کچھ اوپر لکھے گئے ان سے بھی کتاب مذکور کی مزید عظمت وافادیت واضح ہے۔

علامہ عینیؒ (شارح بخاری ومعانی الآثار) نے برسوں تک جامعہ مؤیدیہ مصر میں "معانی الآثار" کا درس دیا ہے، ملک مؤید بڑا عالم اور علم دوست بادشاہ تھا، علماء کو جمع کر کے علمی بحثیں کیا کرتا تھا، حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کے لئے خاص طور سے الگ الگ نمایاں مسندیں بنوائی تھیں جن پر بیٹھ کر علماء درس حدیث دیا کرتے تھے، ایک مسند کرسی معانی الآثار کے لئے مقرر کی تھی جس کے لئے علامہ عینی کو نامزد کیا تھا، چنانچہ آپ نے مدتوں تک اس کا درس بڑی خوبی و تحقیق سے دیا، ظاہر ہے کہ ایک طرف دوسری امہات کتب بخاری ومسلم وغیرہ کے شیوخ ملک مؤید کے مقرر کردہ بیٹھ کر درس دیتے ہوں گے اور دوسری طرف حنفیہ کی واحد کتاب معانی الآثار کا درس علامہ عینی دیتے ہوں گے تو علامہ عینی کا درس کس شان کا ہوتا ہوگا۔

علامہ عینی نے غالباً اسی زمانہ میں معانی الاثار کی دونوں شرحیں لکھیں جن ذکر آگے آتا ہے، آج بھی اس کی ضرورت ہے کہ "معانی الآثار" ہمارے دورۂ حدیث کا باقاعدہ جزو بن کر اس کا درس بخاری وترمذی کی طرح پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ دیا جائے، اگر ملک مؤید کے زمانہ میں اس کے درس کا اہتمام ضروری تھا تو آج اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے، **کما لا یخفی علی اهل العلم و البصیرة۔**

اگر معانی الآثار کا درس اس کی شروح کو سامنے رکھ کر دیا جائے، طلبہ حدیث کو ہدایت ہو کہ الجواہر النقی، جامع مسانید امام اعظم، کتب امام ابو یوسف و کتب امام محمد، عمدۃ القاری، عقود الجواہر المنیفہ وغیرہ کا لازمی طور سے خارج اوقات درس میں مطالعہ کریں اور جہاں ضرورت ہو اساتذہ سے رجوع کریں تو ہمارے طلبہ صحیح معنی میں عالم حدیث ہو کر نکلیں اور جو کمی آج محسوس ہو رہی ہے اس کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

معانی الآثار کی شرح میں سے علامہ قرشی کی شرح "حاوی" اس لحاظ سے بہت زیادہ اہم ہے کہ اس کی احادیث کو صحاح ستہ و دیگر کتاب حدیث کی احادیث کے ساتھ مطابق دکھایا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس کا کچھ حصہ دار الکتب مصریہ میں موجود ہے، کاش پوری کتاب بھی کہیں ہو اور طبع ہو جائے۔

امام بیہقی نے جو اعتراضات امام طحاویؒ پر کئے تھے ان کے جواب میں قاضی القضاۃ شیخ علاء الدین ماردینی نے الجواہر النقی فی الرد علی بیہقی لکھی جس کا جواب آج تک کسی سے نہ ہو سکا، واقعی بے مثل تحقیقی کتاب ہے، دو جلدیں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہو چکی ہیں اور سنن بیہقی کے ساتھ بھی شائع ہوئی ہے۔

اس میں مؤلف موصوف نے خاص طور سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس قسم کے اعتراضات امام بیہقی نے امام طحاوی پر کئے ہیں، ان سب کے مرتکب وہ خود ہیں اور امام طحاوی ان سے بری ہیں، مثلاً وہ اپنے مذہب کی تائید میں کوئی ضعیف السند حدیث لاتے ہیں اور اس کی توثیق کر دیتے ہیں اور ایک حدیث ہمارے مذہب کے موافق لاتے ہیں جس کی سند میں وہی شخص راوی ہوتا ہے جس کی اپنے معاملہ میں توثیق کر چکے تھے، لیکن دو چار ورق کے بعد ہی یہاں اس کی تضعیف کر دیتے ہیں، بہ کثرت ایسا کرتے ہیں، اس وقت دونوں کتابیں مطبوعہ موجود ہیں جس کو شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے، دوسری بہترین شرح حافظ عینی (شارح بخاری) کی مبانی الاخبار ہے جو دار الکتب المصریہ میں خود مؤلف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ۶ جلدوں میں موجود ہے اس میں رجال پر کلام نہیں ہے، کیونکہ اس کے لئے مؤلف موصوف نے مستقل کتاب مغانی الاغبار لکھی تھی وہ بھی دو جلدوں میں ہے، حافظ عینی کی یہ عظیم الشان خدمت بھی شرح بخاری سے کم درجہ کی نہیں ہے۔ (حاوی علامہ کوثریؒ)

تیسری قابل ذکر شرح علامہ عینی کی ہی ہے "نخب الافکار فی شرح معانی الآثار" جس میں علامہ نے رجال پر بھی شرح معانی حدیث کے ذیل ہی میں بحث کی ہے جیسا کہ عمدۃ القاری "شرح بخاری" میں کی ہے، اس کا بھی قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ میں ہے اور کچھ اجزاء استنبول کے کتب خانوں میں بھی ہیں، پوری کتاب ۸ ضخیم جلدوں میں ہے۔

چوتھی بہترین شرح خدا کے فضل بے پایاں سے وہ ہے جو حضرت العلام مولانا محمد یوسف صاحب دام ظلہم وعم فیضہم امانی الاحبار کے نام سے تالیف فرما رہے ہیں جس کی ایک جلد شائع ہو چکی ہے ان کے پاس حافظ عینی کی شرح مذکورہ کے بھی کچھ حصے موجود ہیں جس سے توقع ہے کہ یہ

شرح تمام شروح سابقہ کا بہترین خلاصہ ونچوڑ ہوگا، اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو اس کے اتمام وتکمیل کی توفیق مرحمت فرمائے وماذلک علی اللہ بعزیز۔

علامہ کوثریؒ نے معانی الآثار کی تلخیص کرنے والوں میں حافظ مغرب علامہ ابن عبدالبر مالکی اور حافظ زیلعی حنفی (صاحب نصب الرایہ) کے اسماء گرامی تحریر فرمائے ہیں۔

۲-مشکل الآثار:

اس میں احادیث کے تضاد رفع کئے ہیں اور ان سے احکام کا استخراج کیا ہے، یہ آخری تصنیف ہے استنبول کے مکتبہ فیض اللہ شیخ الاسلام میں مکمل ۷ ضخیم مجلدات میں موجود ہے، حیدرآباد سے جو چار جلدیں طبع ہوئی ہیں وہ غالباً پوری کتاب کا نصف سے بھی کم حصہ ہے۔

علامہ کوثریؒ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے امام شافعیؒ کی ''اختلاف الحدیث'' اور ابن قتیبہ کی ''مختلف الحدیث'' دیکھی ہوں اور پھر امام طحاویؒ کی کتاب مذکور بھی دیکھیں تو وہ امام طحاوی کی جلالت قدر وسعت علم کے زیادہ قائل ہوں گے۔

۳-اختلاف العلماء:

یہ تصنیف مکمل نہیں ہوسکی تاہم ۱۳۰ اجزو حدیثی میں بیان کی جاتی ہے، علامہ کوثری نے فرمایا کہ اس کی اصل میں نہیں دیکھ سکا البتہ اس کا خلاصہ جو ابوبکر رازی نے کیا ہے مکتبہ جاراللہ استنبول میں موجود ہے اس مختصر میں آئمہ اربعہ، اصحاب آئمہ اربعہ نخعی، عثمان تبی، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن حیی وغیرہ مجتہدین وکبار محدثین متقدمین کے اقوال ذکر کئے ہیں جن کی آراء آج مسائل خلافیہ میں معلوم ہوجائیں تو بہت بڑا علمی نفع ہو، کاش! وہ اصل یا یہ مختصر ہی شائع ہوجائے۔ (حاوی علامہ کوثری)

۴-کتاب احکام القرآن:

۲۰ جزو میں احکام القرآن پر تصنیف ہے قاضی عیاض نے اکمال میں فرمایا کہ امام طحاویؒ کی ایک ہزار ورق کی کتاب تفسیر قرآن میں ہے اور وہ ان کی احکام القرآن ہے۔ (حاوی)

۵-کتاب الشروط الکبیر:

۴۰ جزو کی کتاب ہے جس کا کچھ حصہ بعض مستشرقین یورپ نے طبع کرایا ہے، کچھ اجزاء قلمی اس کے استنبول کے کتاب خانوں میں ہیں، اس کے علاوہ ۶ الشروط الاوسط اور ۷ الشروط الصغیر بھی ہیں اور ان سب سے امام طحاوی کا علم شروط وتوثیق میں بھی کمال ظاہر ہے۔

۸-مختصر الامام الطحاوی:

فقہ حنفی میں سب سے پہلی نہایت معتمد اعلیٰ تصنیف ہے، اس میں امام اعظم واصحاب امام کے اقوال مع ترجیحات ذکر کئے ہیں، تصحیح وطبع کے پورے اہتمام سے احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد نے ۱۳۷۰ھ میں شائع کردی ہے، صفحات: ۴۷۸، اس کی بہت شروح لکھی گئیں سب سے اقدم واہم اور درایت وروایت کے لحاظ سے مستحکم ابوبکر رازی جصاص کی شرح ہے جس کا کچھ حصہ دارالکتب المصریہ میں ہے اور باقی اجزاء استنبول کے کتب خانوں میں ہیں، مختصر المزنی کے طرز وترتیب پر ہے جو فقہ شافعیؒ کی مشہور کتاب ہے، امام طحاویؒ نے اس کے علاوہ فقہ میں ۹-مختصر کبیر و ۱۰- مختصر صغیر بھی لکھی ہیں۔

۱۱-نقض کتاب المدلسین:

۵۰ جزو کی کتاب ہے، جس میں کرابیسی کی کتاب المدلسین کا بہترین رد کیا ہے کرابیسی کی کتاب بہت مضر وخطرناک تھی اس میں اعداء سنت کو حدیث

کے خلاف موادفراہم کیا گیا تھااور اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے سب رواۃ حدیث کوگرانے کی سعی کی تھی تا کہ صرف وہ اوراس کا مذہب زندہ رہے۔

۱۲-الرد علی ابی عبید:

کتاب النسب میں جوغلطیاں انہوں نے کی تھیں ان کی تصحیح امام طحاوی نے کی۔(الجواہر المضیئہ)

۱۳-التاریخ الکبیر:

ابن خلکان، ابن کثیر، یافعی، سیوطی، ملاعلی قاری وغیرہ سب نے اس کا ذکر کیا ہے، ابن خلکان نے لکھا کہ میں نے اس کتاب کی تلاش میں انتہائی جستجو کی لیکن کامیابی نہ ہوئی، کتب رجال اس کی نقول سے بھری ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت اہم اور معتمد ترین کتاب ہے۔

۱۴-کتاب فی النحل واحکامہا:

چالیس جزو کی اہم کتاب ہے۔(حاوی)

۱۵-عقیدۃ الطحاوی:

علامہ کوثریؒ نے فرمایا کہ اس میں اہل سنت والجماعت کے عقائد بہ لحاظ مذہب فقہاامت (امام اعظم واصحاب امام) بیان کئے ہیں جس کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں (حاوی)

۱۶-سنن الشافعی:

اس میں وہ سب احادیث جمع کردی ہیں جو امام مزنی کے واسطہ سے امام شافعیؒ سے مروی ہیں، علامہ عینی نے کہا کہ "مسند امام شافعی" کو روایت کرنے والے اکثر امام طحاوی کے واسطہ سے ہیں اسی لئے سنن الشافعی کو سنن الطحاوی بھی کہا جاتا ہے۔

۱۷-شرح المغنی:

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس سے بہت جگہ اخذ کیا ہے مثلاً **باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیه**" میں کہا کہ طحاوی نے شرح المغنی میں اس پر باب قائم کیا ہے اور اس کی ممانعت حضرت ابن عمرؓ، پھر طاؤس نخعی سے نقل کی ہے۔(مقدمہ امانی الاحبار)

ان کے علاوہ دوسری تالیفات یہ ہے، ۱۸النوادر الفقہیہ ۱۰ اجزو ہیں، ۱۹النوادر والحکایات تقریباً ۲۰ جزو ہیں، ۲۰ جزو فی حکم ارض مکۃ، جزو فی قسم، ۲۱الفئی والغنائم، ۲۲ کتاب الاشربہ، ۲۳الرد علی عیسی بن ابان، ۲۴ جزء فی الرزیہ، ۲۵ شرح الجامع الصغیر للامام محمد، ۲۶ شرح الجامع الکبیر لہ، ۲۷ کتاب المحاضر والسجلات، ۲۸ کتاب الوصایا، ۲۹ کتاب الفرائض، ۳۰ اخبار ابی حنیفہ واصحاب، ۳۱ کتاب التسویہ بین حدثنا واخبرنا، ۳۲ کتاب صحیح الآثار، ۳۳ اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین، دورۂ حدیث کے درسی سلسلہ کی مناسبت سے اصحاب صحاح ستہ اور امام طحاوی رحمہم اللہ کے حالات یکجا لکھنے کے بعد امام بخاریؒ کے سال وفات ۲۵۷ھ سے شروع کر کے اب دوسرے اکابر محدثین کے حالات بہ ترتیب وفیات ذکر کئے جاتے ہیں۔**واللہ المیسر والمتمم۔**

۸-حافظ عبداللہ بن اسحٰق ابو محمد الجوہری، معروف بہ حافظ بدعہؒ م ۲۵۷ھ

آپ امام اعظمؒ کے مشہور شاگرد حافظ ابو عاصم النبیل کے مستملی تھے، امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی وابن ماجہ آپ کے حدیث میں شاگرد ہیں، ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کو مستقیم الحدیث لکھا ہے، اگرچہ آپ کا ذکر حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نہیں کیا مگر حافظ

عبدالباقی بن قانع نے آپ کو حافظ حدیث کے لقب سے یاد کیا۔ (تہذیب التہذیب)

۹- امام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فارس ذہلی نیشاپوری، م ۲۵۸ھ

خراسان کے سب سے بڑے شیخ الحدیث تھے، حافظ ذہبی نے الذہلی شیخ الاسلام، حافظ نیشاپور لکھا اور ان کے طبقہ میں جس میں امام بخاری و مسلم بھی داخل ہیں سب سے پہلے آپ ہی کا ذکر کیا ہے، ۱۷۰ھ کے بعد پیدا ہوئے، طلب حدیث کے لئے تمام ممالک اسلامیہ کا تین بار سفر کیا اور بڑے بڑے شیوخ سے استفادہ کیا، تحصیل علم پر ڈیڑھ لاکھ روپے صرف کئے، حافظ ذہبی نے آپ کے اساتذہ میں حافظ عبدالرزاق (تلمیذ امام اعظم) عبدالرحمٰن بن مہدی، اسباط بن محمد، ابوداؤد طیالسی کے نام لکھ کر بتایا کہ اسی درجہ کے دوسرے مشائخ حرمین، مصر و یمن وغیرہ سے استفادہ کر کے خصوصی امتیاز حاصل کیا، ثقہ اور تقویٰ، دیانت و متابعت سنت کے ساتھ علمی تفوق میں فرد کامل تھے، حسب تصریح امام احمدؒ، امام زہری کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے، امام احمد نے اپنی اولاد و اصحاب کو حکم دیا تھا کہ آپ کی خدمت میں جا کر احادیث لکھیں، سیدالحفاظ امام یحییٰ بن معین سے سعید بن منصور نے کہا کہ آپ امام زہری کی حدیثیں کیوں نہیں لکھتے؟ تو فرمایا کہ اس کام کو ہماری طرف سے محمد بن یحییٰ نے پورا کر دیا ہے۔

اس زمانہ کے مشائخ حدیث یہ بھی کہا کرتے تھے کہ "جس حدیث کو محمد بن یحییٰ نہ جانیں اس کا اعتبار نہیں" حافظ فضلک رازی نے آپ کو سرتاپا فائدہ کہا اور کہا کہ آپ نے کبھی کسی حدیث میں غلطی نہیں کی ابوحاتم نے امام اہل زمانہ، امام نسائی نے ثقہ، ثبت، احدالائمہ فی الحدیث کہا، آپ کے تلمیذ حدیث حافظ ابن خزیمہ آپ کو امام اہل المصر بلامدافعت کہتے تھے، امام ابوبکر بن ابی داؤد نے امیرالمؤمنین فی الحدیث کہا، دارقطنی نے کہا کہ جس شخص کو سلف کے علم کے مقابلہ میں اپنی بے بضاعتی کا اندازہ لگانا ہو اس کو آپ کی تصنیف علل حدیث الزہری، کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں لیکن امام مسلم نے اپنی صحیح میں آپ سے کوئی روایت نہیں لی اور امام بخاری نے ۳۴ حدیث آپ سے اپنی صحیح میں روایت کی ہیں اگرچہ کسی جگہ بھی محمد بن یحییٰ نام نہیں لیا صرف محمد کہا یا دوسری نسبتوں سے ذکر کیا جس کو علامہ خزرجی نے خلاصہ میں تدلیس قرار دیا، امام بخاری کے حالات میں ذہلی سے ان کے اختلاف کا واقعہ نقل ہو چکا ہے، درحقیقت جس طرح امام بخاریؒ "الایمان قول و عمل" میں متشدد تھے اسی طرح امام ذہلی تلفظ بالقرآن کو حادث و مخلوق کہنے کے سخت مخالف تھے یا امام اعظم کی طرح اس قسم کے مسائل کلامیہ پر رائے زنی کو فتنوں کا فتح باب سمجھتے تھے جیسا کہ امام صاحب کے حالات میں گزر چکا ہے۔

امام ذہلی نے لوگوں کو روکا تھا کہ امام بخاری سے مسائل کلامیہ نہ پوچھیں مگر وہ نہ رکے اور امام بخاری نے جواب میں احتیاط نہ کی اور فتنے بپا ہوئے جس کی وجہ سے امام ذہلی، امام بخاری سے ناراض ہو گئے، ادھر بغداد کے محدثین نے بھی امام ذہلی کو لکھا کہ امام بخاری نے یہاں بھی "تلفظ بالقرآن" کے مسئلہ پر کلام کیا اور ہمارے منع کرنے پر نہیں رکے۔ (طبقات الشافعیہ للسبکی ترجمہ امام بخاری)

اس کے بعد امام ذہلی نے اعلان کر دیا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کہے وہ مبتدع ہے اور کوئی شخص بخاری کے پاس نہ جائے ورنہ وہ بھی متہم ہوگا، امام ذہلی کے اس اعلان کے بعد سواء امام مسلم اور احمد بن سلمہ کے سب لوگوں نے امام بخاری سے قطع تعلق کر لیا اور چونکہ امام ذہلی نے یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں حاضر نہ ہو اور بتصریح حافظ ذہبی (ترجمہ ابی الولید) امام مسلم بھی لفظ بالقرآن کی طرف منسوب تھے اس لئے امام مسلم اسی وقت ذہلی کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے (کتاب الاسماء والصفات بیہقی) اور ان کے دل میں بھی امام ذہلی کی طرف سے ناگواری کا اثر ہوا، تاہم یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام مسلم، امام ذہلی و امام بخاری کے باہمی اختلافات مذکورہ سے الگ رہی ہے اور بقول حافظ ابن حجرؒ انہوں نے یہ بھی انصاف کیا کہ اپنی صحیح میں نہ امام ذہلی سے روایت کی نہ امام بخاری سے، جس

طرح امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اسی بناء پر امام بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا تھا۔

یہاں سے یات بھی معلوم ہوئی کہ معمولی اختلافی مسائل میں تشدد کرنا کسی طرح موزوں نہیں، اسی لئے نہ وہ تشدد موزوں تھا جو امام بخاری نے بہت سے مسائل میں اختیار کیا اور نہ وہ تشدد جو امام ذہلی نے مسئلہ مذکورہ میں کیا، آئمہ متبوعین خصوصاً امام اعظم کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ ان حضرات کے یہاں ہر چیز کو اعتدال پر اور ہر معاملہ اپنی حدود میں رکھا جاتا تھا اور جہاں وہ مسائل جزئیہ میں متبوع ومقلد تھے، دوسرے امور ومعاملات میں بھی صحیح رہنمائی کا حق ادا کر گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۱۰- حافظ امام عباس بحرانی بن یزید بن ابی حبیب البصریؒ، م ۲۵۸ھ

حافظ ذہبی نے آپ کو الامام الحافظ اور ان علماء میں لکھا جو علو روایت ومعرفۃ حدیث کے جامع تھے، آپ نے امام وکیع، سید الحفاظ، یحییٰ القطان، امان سفیان بن عیینہ، حافظ عبدالرزاق (تلامذہ امام اعظم) وغیرہ مشائخ سے حدیث حاصل کی اور آپ سے امام ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور دیگر آئمہ حدیث نے روایت کی، دارقطنی نے ثقہ، ماموں اور ابونعیم اصفہانی نے آپ کو حفاظ حدیث میں سے کہا، ایک مدت تک ہمدان کے قاضی رہے، ہمدان، بغداد واصفہان میں درس حدیث دیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرہ وتہذیب)

۱۱- حافظ ہارون بن اسحٰق بن محمد بن الہمد انی ابوالقاسم الکوفی، م ۲۵۸ھ

امام بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے استاذ حدیث ہیں، امام بخاری نے جزء القراۃ میں آپ سے روایت کی ہے، حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں اور علامہ خزرجی نے خلاصۂ تذہیب تہذیب الکمال میں ''حافظ حدیث'' لکھا ہے، امام نسائی نے ثقہ اور ابن خزیمہ نے خیار عباد اللہ میں سے کہا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۲- حافظ ابواللیث عبداللہ بن سریج بن حجر البخاریؒ، متوفی ۲۵۸ھ

مشہور حافظ حدیث امام ابوحفص کبیر کے اصحاب وتلامذہ میں سے تھے، آپ کو دس ہزار احادیث نوک زبان یاد تھیں اور عبدان آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے، غنجار نے ''تاریخ بخارا'' میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۱۳- امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلیؒ، م ۲۶۱ھ

مشہور محدث جو فن رجال میں امام احمد اور امام یحییٰ بن معین کے ہمسر شمار کئے گئے ہیں، آپ کی تصانیف میں تاریخ رجال مشہور ہے جس کے حوالے کتابوں میں نقل ہوتے ہیں، آپ ہی کے حوالہ سے حافظ ابن ہمام نے فتح القدیر ص۴۲ ج۱ (نولکشور) میں نقل کیا ہے کہ کوفہ میں پہنچنے والے صحابہ کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی، رحمہ اللہ تعالیٰ وبرد مضجعہ۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث)

۱۴- امام ابوبکر احمد بن عمر بن مہیر خصاف، متوفی ۲۶۱ھ، عمر ۸۰ سال

مشہور عالم جلیل، محدث وفقیہ، زاہد وعارف، تلمیذ امام محمد وحسن (تلامذہ امام اعظم) ہیں۔ حدیث اپنے والد ماجد عاصم، ابوداؤد طیالسی، مسدد ابن مسرہد، علی بن المدینی، یحییٰ الحمانی اور ابونعیم فضل بن دکین (تلامذہ امام اعظم) سے روایت کی، حساب وعلم الفرائض ومعرفت مذہب حنفی میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے، اپنے علم وفضل کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا، جوتہ سینا جانتے تھے اسی سے اپنی معاش حاصل کرتے تھے، جس سے خصاف کہلائے، خلیفہ مہتدی باللہ کے لئے کتاب الخراج لکھی، جب خلیفہ مذکور مقتول ہوا تو آپ کا مکان بھی لوٹا گیا اور آپ کی بعض اہم

تصانیف ''مناسک الحج''، وغیرہ بھی ضائع ہوگئیں۔

دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں: کتاب الوصایا، کتاب الرضاع، کتاب الشروط الکبیر والصغیر، کتاب المحاضر والسجلات، کتاب ادب القاضی، کتاب النفقات علی الاقارب، کتاب الحیل، کتاب احکام العصری، کتاب احکام الوقف، کتاب القصر واحکامہ، کتاب المسجد والقبر۔ (فوائد بہیہ وحدائق) رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۵- حافظ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ بصری مالکیؒ م ۲۶۲ھ نزیل بغداد

کبار علماء حدیث میں سے تھے، نہایت عظیم مسند معلل تالیف کیا تھا، جو پورا ہوجاتا تو دوسو مجلدات میں سما جاتا، اس کا صرف مسند ابو ہریرہؓ دوسو جزو کا اور مسند علیؓ پانچ جلدوں کا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷۷)

حضرت علامہ کشمیریؒ نے نقل کیا کہ جب بغداد کی مسجد ''خلیفہ رصافہ'' میں تشریف لے گئے تو ان کی مجلس املاء میں ستر ہزار آدمی جمع ہوگئے، سات مبلغ تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لوگوں کو شیخ کا کلام پہنچاتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۶- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد حفص بن الزبرقان (ابو حفص صغیر) م ۲۶۴ھ

فقہ میں اپنے والد ماجد ابو حفظ کبیر سے تخصص حاصل کیا، حدیث ابو الولید طیالسی، حمیدی اور یحییٰ بن معین وغیرہ سے حاصل کی، مدت تک طلب علم میں امام بخاری کے رفیق رہے، حافظ ذہبی نے لکھا کہ آپ ثقہ، امام، متقی، زاہد، عالم ربانی، متبع سنت بزرگ تھے، آپ کے والد امام محمد کے کبار تلامذہ میں تھے، بخارا میں ان دونوں پر علماء احناف کی سیادت ختم تھی اور ان سے آئمہ حدیث وفقہ نے تفقہ حاصل کیا۔

حافظ ذہبی نے آپ کی تصانیف میں سے ''الرد علی اهل الاهوا'' اور ''الرد علی اللفظیه'' ذکر کی ہیں، امام بخاری نیشاپور پہنچے اور امیر بخارا نے آپ کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا تو ابو حفص صغیر نے آپ کو بعض سرحدات بخارا کی طرف پہنچوا دیا تھا، رحمہم اللہ تعالیٰ (فوائد بہیہ وحدائق)

۱۷- حافظ عصر امام ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید بن فرخ الرازی

ولادت ۲۰۰ متوفی ۲۶۴ھ

علم حدیث کے مشہور امام اور اس میں امام بخاری کے ہمسر سمجھے جاتے ہیں، امام مسلم، ترمذی، نسائی وابن ماجہ آپ کے شاگرد ہیں، امام طحاوی نے فرمایا کہ ابو حاتم، ابو زرعہ، ابن دارہ یہ تینوں رے میں ایسے تھے جن کی نظیر اس وقت روئے زمین پر نہ تھی۔

آپ نے طلب حدیث کے لئے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا تھا، خود فرمایا کہ میں نے ابو بکر ابن شیبہ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں اور اتنی ہی ابراہیم بن موسیٰ رازی سے، ایک شخص نے حلف اٹھالیا کہ اگر ابو زرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں یاد نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے، پھر ابو زرعہ سے اس کو بیان کیا تو فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو، خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث اس طرح یاد ہے جس طرح کسی کو قل هو الله یاد ہوتی ہے، ابو بکر بن ابی شیبہ آپ کے شیخ کا قول ہے کہ میں نے ابو زرعہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔

حافظ عبد اللہ بن وہب دینوری کا بیان ہے کہ ایک موقعہ پر میں نے ابو زرعہ سے کہا کہ آپ کو حماد کی سند سے امام ابو حنیفہ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں؟ تو اس نے پر آپ نے حدیثوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا مناقب امام اعظم موفق ص ۹۶ ج ۱ میں ہے کہ امام صاحب دو ہزار حدیثیں صرف حماد کی روایت فرماتے تھے اور مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بھی معلوم ہا کہ امام صاحب کی روایات حدیثی یاد رکھنے کا بڑے بڑے محدثین کس قدر اہتمام کرتے تھے، ابو زرعہ اور ابو حاتم دونوں خالہ زاد بھائی تھے، ابو حاتم نے بھی آپ کی بہت مدح وتوصیف کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ

واسعۃ۔(امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۸۶)

۱۸-امام ابوعبداللہ محمد بن شجاع ثلجی بغدادیؒ، ولادت ۱۸۱ھ، متوفی ۲۶۶ھ

مشہور محدث وفقیہ عراق، متورع، عابد، قاری اور بحرالعلم تھے، فقہ وحدیث میں تخصص امام حسن بن زیاد سے حاصل کیا اور دوسرے اکابر جن سے فقہ وحدیث میں استفادہ کیا یہ ہیں، حسن بن ابی مالک، اسماعیل بن حماد الامام الاعظم، عبداللہ بن داؤد خریبی، معلیٰ بن منصور، حبان صاحب امام اعظم، ابوعاصم النبیل، موسیٰ بن سلیمان جوزجانی، اسماعیل بن علیہ، وکیع، واقدی، یحییٰ بن آدم، عبیداللہ بن موسیٰ وغیرہم، جن حضرات نے آپ سے فقہ وحدیث میں خصوصی استفادہ کیا یہ ہیں: قاضی قاسم بن غسان، احمد بن ابی عمران، (شیخ امام طحاوی) حافظ یعقوب ابن شیبہ السدوسی، ذکریا بن یحییٰ نیشاپوری، ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن حبیشی بغوی (مدون مسند امام حسن بن زیاد وغیرہ ہم۔

ثلجی نسبت ہے ثلج بن عمرو کی طرف، جس نے ابن الثلجی یا ابن الثلاج لکھا غلطی کی، اسی طرح جس نے بلخی لکھا وہ بھی غلط ہے، آپ نے تحصیل علم میں انتہائی جانفشانی کی ہے، جس کی وجہ سے تمام علوم خصوصاً فقہ وحدیث میں کامل ومکمل ہوئے اور بڑی شہرت پائی۔

ثناءاہل علم:

علامہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ وحدیث، ورع وعبادت کے اعتبار سے عالی مرتبہ کہا، ذہبی نے سیر النبلاء میں کہا کہ آپ بحور علم میں سے احد الاعلام تھے، آپ کی کتاب المناسک ۶۰ جزو سے زیادہ کی ہے، ابن ندیم نے فہرست میں کہا کہ "اپنے زمانہ میں اپنے درجہ کے سب علماء سے ممتاز وفائق تھے، فقیہ، ورع اور پختہ رائے والے تھے، آپ نے امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ کے پٹ کھول دیئے، اس کو قوی حجتوں سے مستحکم کیا، علل نکالیں اور احادیث سے قوت دے کر دلوں میں رچایا" (یہی چیزیں معاندین کے لئے وجہ حسد وتعصب بن گئیں) چنانچہ کچھ ناقلین حدیث، کچھ حشوی خیال کے رواۃ اور کچھ غالی متعصبین مذاہب نے آپ پر بے جا اتہامات لگائے اور بدنام کرنے کی سعی، ان کو بعض ہمارے متاخرین علماء نے بھی کتابوں میں نقل کر دیا اور چونکہ یہ ایسے جلیل القدر امام پر کھلا ہوا ظلم تھا اس لئے ہمارے ذمہ اس کا دفاع ضروری تھا، اللہ تعالیٰ علامہ کوثریؒ کو جزائے خیر دے، انہوں نے اس طرف بھی توجہ کی اور "الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد و صاحبہ محمد بن شجاع" لکھ کر تمام غلط فہمیوں کا ازالہ فرما دیا، اس وقت میں اسی کے ضروری اقتباسات اردو میں پیش کر رہا ہوں)

علامہ موفق مکی نے مناقب ص ۹۵ ج ا میں لکھا کہ "امام محمد بن شجاع نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زیادہ احادیث ذکر کی ہیں جن کی نظائر ومتابعات صحابہؓ سے موجود ہیں، اور یہ حدیث واثر، مرفوع وموقوف پر وسعت اطلاع کا بہت بڑا مرتبہ ہے، آپ جیسے حضرات ہی حدیث کے وجوہ اختلاف روایات اور آراء صحابہ کے پورے واقف تھے، لہذا اجتہاد کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔

علامہ قرشی نے کہا کہ آپ اپنے وقت میں (یکتا) فقیہ اہل عراق اور فقہ وحدیث میں سب سے زیادہ اونچے مرتبہ پر فائز تھے، علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں لکھا کہ آپ کی تصانیف بکثرت ہیں، اگر کہا جائے کہ اہل حدیث نے آپ پر تشنیع کی ہے اور ابن عدی سے ابن جوزی نے نقل کیا کہ تشبیہ کی تائید میں احادیث وضع کرتے تھے تو میں کہتا ہوں کہ ان کی تصانیف میں تو مشبہ کے رد میں مستقل تصانیف موجود ہے پھر ایسا غلط الزام کس طرح درست ہوسکتا ہے، اور وہ اپنے وقت کے بڑے دیندار، عابد وفقیہ تھے۔

ملا علی قاری نے "طبقات حنفیہ" میں لکھا کہ آپ فقیہ اہل عراق اور فقہ وحدیث میں فائق وممتاز تھے، قراءۃ قرآن کے ساتھ بڑا شغف تھا اور ورع وعبادت میں مشہور تھے، حاکم نے لکھا کہ آپ کی کتاب المناسک کے ۶۰ جزو کبیر سے زیادہ ہیں، باریک خط سے ہے اور اس کے علاوہ یہ ہیں، تصحیح الآثار (بڑی ضخیم کتاب ہے) کتاب النوادر، کتاب المضاربہ، کتاب الرد علی المشبہ، البتہ کچھ میلان آپ کا معتزلہ کی طرف تھا۔

یہ میلان مذکور کا مغالطہ بھی قابل ذکر ہے، امام اعظمؒ کے حالات میں وہ واقعہ ذکر کر چکا ہے کہ امام صاحب نے اپنے اصحاب کو کلام اللہ کے مخلوق و غیر مخلوق ہونے کے بارے میں ہر قسم کی شقوق پر کلام کرنے سے بہت سختی سے روک دیا تھا اور اس واقعہ کو نقل کرنے والے خود محمد بن شجاع بھی ہیں، اس لئے وہ بھی اس معاملہ میں غیر معمولی طور پر محتاط تھے اور قطعاً سکوت کرتے تھے تا کہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں، اسی سکوت و وقوف کو مخالفوں نے میلان معتزلہ بنالیا تھا حالانکہ وہ معتزلہ (حشویہ) مشبہ و مبتدعین سب کے سخت مخالف تھے۔

ابن عدی اور محمد بن شجاع:

امام محمد بن شجاع کے خلاف ابن عدی نے بھی کچھ لکھا ہے، جس پر علامہ کوثری کو تبصرہ پڑھئے: فرمایا کہ ابن عدی کو امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے بڑی سخت کدورت و نفرت ہے کہ اپنی کتاب ''کامل'' میں کسی ایک کے متعلق بھی کوئی تعریف کا کلمہ نہیں لکھا اور جرح و نقد، تشنیع و بہتان طرازی میں کمی نہیں کی، حالانکہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی عقائد و احکام سلامی میں قیادت امت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا جو خیر القرون سے اس زمانہ تک برابر رہی اور جب تک خدا چاہے گا مخالفوں کے علی الرغم باقی رہے گی، بلکہ کسی صاحب علم و فہم کو ان حضرات کے مدارک اجتہاد، فہم کتاب و سنت نیز اصول و فروع و عقائد میں ان کے ناطق فیصلوں کا لوہا ماننے کے بغیر چارہ نہیں، اسی لئے دوسرے مذاہب فقیہ بھی ان ہی طریقہ پر معمولی تغیرات کے ساتھ چلنے پر مجبور ہوئے اور تمام ہی ارباب مذاہب نے ان حضرات کے فضل و سبق اور تفوق و بالا دستی کا اعتراف بھی کیا ہے، چند لوگوں کی مکابرہ و عناد اور حق پوشی کی باتوں سے یہاں تعرض نہیں۔

اسی لئے علامہ ابن اثیر شافعی نے ''جامع الاصول'' میں صاف لکھا کہ اگر حق تعالیٰ کا کوئی سر مخفی امام ابوحنیفہ کے بارے میں نہ ہوتا تو آدھی امت محمد یہ علیہ خدا کے دین میں آپ کو ''مقتدا'' نہ بناتی کہ قدیم زمانوں سے اب تک برابر آپ کے مذہب پر خدا کی بندگی کرر ہے ہیں، پھر اپنے بعض اہل مذہب متعصبین کی حرکات پر بڑے گہرے تاثر کے ساتھ افسوس کرتے ہیں کہ وہ ایسے عالی قدر امام جلیل کے خلاف شان باتیں کرتے ہیں، اس بارے میں کافی لکھا ہے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ اقل درجہ میں نصف امت محمد یہ نے ہر زمانہ میں امام صاحب کا اتباع کیا ہے ورنہ ملا علی قاری نے تو شرح مشکوٰۃ میں دو تہائی کا اندازہ لکھا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

غرض ان حضرات کے خلاف طوفان و بہتان اٹھانا درحقیقت امت محمد یہ کی اکثریت کی توہین و تذلیل ہے جو کسی طرح موزوں و مناسب نہیں۔ اللھم الف بین قلوبنا و اصلح ذات بیننا۔

ابن عدی کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ اکابر و شیوخ کے ماتحت رواۃ کے عیوب کی وجہ سے متہم بناتے ہیں جیسا کہ ان کے اس عیب کی طرف علامہ ذہبی شافعی اور حافظ سخاوی شافعی نے بھی اشارات کئے ہیں، ابن عدی نے امام محمد بن شجاع کو اہل الرائے کا طعنہ دیا ہے جو دوسرے آئمۂ حنفیہ کو بھی دیا گیا ہے اور اس کا جواب امام صاحب کے حالات میں آ چکا ہے، متعصب۳ کہا ہے مگر اس پر کوئی دلیل نہیں دی، بظاہر اپنے عیب کو ان کے آئینہ میں دیکھا ہے، امام شافعی کے بارے میں موہم اہانت کلمہ کا ذکر کیا ہے، اول تو اس کی سند میں انقطاع ہے، کیونکہ اس کے راوی موسیٰ بن الاشیب نے محمد بن شجاع کا زمانہ نہیں پایا، دوسرے یہ کہ امام شافعی نے ان کے استاد حسن بن زیاد کے بارے میں کچھ فرما دیا تھا، اس کے جواب میں شاید انہوں نے بھی ایسا کہہ دیا ہو، تیسرے یہ کہ امام محمد بن شجاع نے امام شافعیؒ کے بارے میں اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا تھا اور ان کے علم و فضل کے معترف ہو گئے تھے، اس لئے عفاء اللہ عما سلف ہمیں بھی سکوت کرنا چاہئے۔

رہا وضع حدیث۴ کا اتہام وہ بھی بے دلیل و بے سند ہے اور ایسے بڑے امام محدث و فقیہ سے ایسی بری بات قطعاً صادر نہیں ہو سکتی اس لئے ابن ابی حاتم، عقیلی، ابن حبان وغیرہ کسی نے بھی آپ کے خلاف ایسا الزام ذکر نہیں کیا، اگر کچھ بھی اصلیت ہوتی تو وہ کیوں سکوت کرتے،

دوسرے، جس موضوع حدیث کی وضع کی نسبت ابن عدی نے امام موصوف سے کی ہے، وہ امام موصوف کے زمانہ سے بھی بہت پہلے سے چل رہی تھی، چنانچہ ابن قتیبہ نے "الاختلاف فی اللفظ" ص ۴۵ پر اس حدیث کا بھی دوسری موضوع احادیث کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی طرح ابن عساکر نے "تبیین کذب المفتری" ص ۳۶۹ میں اہوازی کا رد کرتے ہوئے اس کی کتاب "البیان فی شرح عقود اہل الایمان" کا ذکر کیا ہے جس میں یہ سب روایات موضوعہ موجود تھیں، ایسی صورت میں ابن عدی کا ایک پرانی مشہور موضوع حدیث کو امام محمد بن شجاع کی طرف منسوب کر دینا کیا انصاف و دیانت ہے؟ والی اللہ المشتکی۔

اسی طرح تاریخ حاکم میں ایک روایات موضوعہ اسماعیل بن محمد شعرانی کے حوالہ سے محمد بن شجاع کی طرف منسوب کردی گئی ہے، حالانکہ شعرانی مذکور اور ابن شجاع کے درمیان اس قدر زمانہ ہے کہ تین راوی درمیان میں آتے ہیں وہ کون ہیں؟ اور ان کے نام کیوں نہیں لئے گئے، غرض کسی معین حدیث کے بارے میں کسی معتمد ذریعے سے یہ نہیں ثابت کیا جاسکا کہ وہ ابن شجاع نے وضع کی ہے اور اس جھوٹ میں سچائی کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے۔

امام احمد اور امام محمد بن شجاع:

ابن عدی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام احمد نے آپ کو مبتدع، صاحب ہویٰ کہا، جیسا کہ وہ ان سب ہی لوگوں کو سمجھتے تھے جو مسئلہ خلق قرآن کے سلسلے میں کسی قسم کا توقف و سکوت کرتے تھے، علامہ ذہبی نے نقل کیا ہے کہ امام احمد، ابن ثلجی اور اصحاب کو جہمی کہتے تھے اور امام احمد کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو کہتے تھے کہ امام محمد نے کیا کارنمایاں انجام دیا؟ ان کا مقصد یہ تھا کہ امام احمد نے تدوین مذہب کی طرف توجہ نہیں کی اور وفات سے تیرہ سال قبل سے روایت حدیث بند کردی تھی، اسی لئے آپ کی مسند بھی آپ کی زندگی میں مہذب نہ ہوسکی گویا تحریر مذہب و تہذیب مسند دونوں ضروری امور تھے جو آپ نے انجام نہیں دیئے۔

رہا مسئلہ خلق قرآن میں امام احمد کا ابتلاء اس کو ابن شجاع اس لئے غیر اہم سمجھتے تھے کہ ان مسائل میں غلو و تشدد ان کو ناپسند تھا، غرض ان دونوں میں اور ان کے اصحاب میں اس قسم کی نوک جھونک چلا کرتی تھی ورنہ ظاہر ہے کہ امام احمد کے فخر کے لئے یہی کیا کم ہے کہ آپ کے جلیل القدر اصحاب نے آپ کے علوم نافعہ مفیدہ کی نشر و اشاعت کی جن سے ساری دنیا میں دین و علم کا نور پھیلا، رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

خطیب بغدادی نے بھی اپنی حسب عادت امام ابن شجاع پر کذب وغیرہ کا بیان نقل کیا ہے لیکن محمد بن احمد الآدمی اور ساجی کے ذریعہ اور یہ دونوں غیر ثقہ ہیں، چونکہ امام محمد بن شجاع بہت بڑے محدث کثیر الروایت تھے، آپ کے شیوخ اور تلامذہ اصحاب کے ذکر کے لئے مستقل تالیف کی ضرورت ہے، کیونکہ آپ کے تلامذہ و اصحاب نے بھی آپ کے علوم و مؤلفات کو شرق و غرب میں پھیلایا ہے جو آپ کے خدمت حدیث و فقہ میں کمال اخلاص کی دلیل ہے۔

پچاسی سال کی عمر میں نماز عصر کے سجدہ میں اچانک انتقال ہوا، وصیت تھی کہ مجھے اسی مکان مسکونہ میں دفن کیا جائے کیونکہ اس کی کوئی اینٹ ایسی نہیں ہے جس پر میں نے بیٹھ کر قرآن مجید ختم نہ کیا ہو۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (الامتاع، فوائد بہیہ وحدائق)

۱۹- حافظ محمد بن حماد الطہرانی ابوعبداللہ الرازیؒ (م ۲۷۱ھ)

محدث جلیل، تہران کے ساکن (جو اس وقت ایران کا پایۂ تخت ہے) امام ابن ماجہ کے استاد تھے، حافظ ذہبی نے آپ کو المحدث الحافظ الجوال فی الآفاق، العبد الصالح لکھا، عراق، شام و یمن میں تحصیل حدیث کی، آپ حافظ عبدالرزاق (تلمیذ امام اعظم) کے اصحاب میں سے تھے، حافظ حدیث ثقہ تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرہ و تہذیب)

۲۰-حافظ عباس دوری بن محمد بن حاتم ابوالفضل الہاشمیؒ (م ۲۷۱ھ)

ذہبی نے الحافظ الامام لکھا، امام یحییٰ بن معین کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے استاد ہیں، فن رجال میں بہت بڑی ضخیم کتاب ان کی یادگار ہے جس میں اپنے شیخ سید الحافظ وامام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین کے اقوال جمع کئے ہیں، ذہبی نے اس کتاب کی افادیت اور مصنف کی اعلیٰ بصیرت کا اعتراف کیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۲۱-حافظ ابوحاتم رازی محمد بن دریس بن المنذر الحنظلیؒ ولادت ۱۹۵ھ متوفی ۲۷۷ھ

فن جرح وتعدیل کے بڑے امام اور حدیث میں امام بخاری کے درجہ میں تسلیم کئے گئے ہیں، نوعمری ہی میں طلب حدیث کے لئے دوردراز ممالک کے پیدل سفر کئے، ابتدائی دور کے سات سالہ سفر میں ایک ہزار فرسخ یعنی تین ہزار میل طے کئے تھے، طلب علم کی راہ میں بہت زیادہ تکالیف اٹھائیں مگر ہمت وحوصلہ بلند تھا، بڑے مدارج پر پہنچے، آپ سے امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے، علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں امام بخاری وابن ماجہ کے تلمذ سے انکار کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں، کیونکہ حافظ مزی نے تہذیب الکلام میں تصریح کی ہے کہ امام ابن ماجہ نے تفسیر میں آپ سے روایت کی ہے اور باب الایمان وباب فرائض الجد میں بھی آپ کی حدیثیں موجود ہیں۔

حافظ نے مقدمۂ فتح الباری ص ۴۸۰ (میریہ) میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے شیخ ذہلی اور ابوحاتم سے وہ روایات لی ہیں جن کا سماع ان کو دوسرے اساتذہ سے فوت ہوگیا تھا یا جو روایتیں ان کے علاوہ دوسرے علماء سے انہیں نہ مل سکی تھیں، ایک زمانہ تک امام بخاری، امام ابو زرعہ اور ابوحاتم کے باہم تعلقات نہایت خوشگوار رہے مگر تلفظ بالقرآن کے مسئلہ پر امام ذہلی سے اختلاف کے بعد یہ دونوں حضرات امام بخاری سے بدظن ہوگئے تھے اور ترک روایت حدیث کی بات بھی اسی باعث ہے۔

تاریخ ورجال کے سلسلہ میں بھی ان دونوں نے امام بخاری کی بہت سی غلطیاں نکالی ہیں اور ابن ابی حاتم نے ان ہی دونوں حضرات سے استفادہ کرکے امام بخاری کی تاریخی اوہام پر مستقل کتاب بھی لکھی ''کتاب خطاء البخاری'' کے نام سے اور حافظ صالح جزرہ نے ابوزرعہ کی تنقید پر امام بخاری کی طرف سے غلطیاں ہوجانے کی کسی قدر معقول وجہ بھی پیش کی ہے، ان سب امور کو تفصیل وحسن ترتیب سے محترم مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے ''امام ابن ماجہ اور علم حدیث'' میں جمع کردی ہے، ابن ابی حاتم رازی کی کتاب ''بیان خطاء البخاری فی تاریخہ دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہوگئی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ امام بخاری کے اوہام پر جس طرز سے تنقید کی گئی یا ترک روایت تک نوبت پہنچی یہ سب امام بخاری کے عالی شخصیت کے شایان شان نہیں، اسی طرح جو کچھ امام بخاری کی طرف سے دفاع میں امام مسلم، ابوحاتم اور ابوزرعہ پر بے جا الزامات لگائے گئے وہ بھی بے انصافی ہے، پوری احتیاط سے صحیح تنقید جس کے ساتھ مدارج ومراتب کا بھی پورا لحاظ ہو، بری نہیں بلکہ مفید ہے، ہمارے لئے یہ سب ہی حضرات مستحق صد احترام ہیں اور ان کی علمی خدمات لائق صد ہزار قدر۔ جزاهم الله عنا و عن سائر الامة المرحومة خير الجزاء ورضی عنهم احسن الرضاء

۲۲-الحافظ الفقیہ ابوالعباس احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتیؒ (م ۲۸۰ھ)

فقہ ابوسلیمان جوزجانی سے حاصل کی، اسماعیل قاضی آپ کے علم وفضل کی وجہ سے بہت تعظیم کرتے تھے، آپ کی تالیفات میں سے ''مسند ابی ہریرہ'' ہے، حدیث قعنبی، مسدد بن مسرہد اور ابوبکر بن ابی شیبہ سے سنی اور روایت کی، خطیب نے ثقہ، حجت، صلاح وعبادت میں

مشہور کہا اور اصحاب قاضی یحییٰ بن اکتم سے بتلایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ و جواہر مضیۂ)

۲۳- حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشیؒ (م ۲۸۱ھ)

مشہور محدث ہیں، احمد دورقی، علی بن معبد جوہری (تلمیذ امام ابی یوسف) زہیر بن حرب (تلمیذ القطان، تلمیذ الامام الاعظم) ابو عبید قاسم بن سلام (تلمیذ امام محمد) داؤد بن رشید خوارزمی، واقدی اور امام بخاری و ابوداؤد وغیرہ سے فقہ حدیث حاصل کیا اور آپ کے تلامذہ میں ابن ماجہ وغیرہ ہیں، شہزادگان خلفائے عباسیہ اور خلیفہ معتضد باللہ کے بھی اتالیق و معلم خصوصی رہے، ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد کی معیت میں آپ سے احادیث لکھیں اور والد نے ان کو صدوق کہا ہے، آپ کی حدیثی تالیفات کتاب الدعا وغیرہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرہ و تہذیب دبستان)

۲۴- شیخ الشام حافظ ابو زرعہ دمشقی عبدالرحمٰن بن عمرو بن عبداللہ النصریؒ (م ۲۸۱ھ)

مشہور محدث رواۃ ابی داؤد میں سے ہیں، ابن ابی حاتم نے کہا کہ والد صاحب کے رفیق تھے، ان سے حدیث لکھی اور ہم نے بھی ان سے لکھی، صدوق، ثقہ تھے، خلیل نے کہا کہ آپ حفاظ اثبات میں سے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (امانی الاحبار)

۲۵- حافظ ابو محمد حارث بن ابی اسامہؒ (م ۲۸۲ھ)

یزید بن ہارون، روح بن عبادہ، علی بن عاصم، واقدی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، ابو حاتم، ابن حبان، دارقطنی وغیرہ نے توثیق کی ہے، آپ کی تالیفات میں سے مسند مشہور ہے جو عام مسانید کے خلاف شیوخ کے نام پر مرتب ہے جس کو معجم کہنا چاہئے تھا، کیونکہ مسند وہ ہوتی ہیں جن کی ترتیب صحابہ کے نام پر ہو، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۶- شیخ ابوالفضل عبید اللہ بن واصل البخاریؒ م ۲۸۲ھ

حفاظ و محدثین حنفیہ میں سے بخارا کے مشہور محدث تھے، جن سے محدث حارثی نے حدیث حاصل کی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۲۷- شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن حرب عسکری م ۲۸۲ھ

مشہور محدث تھے، جنہوں نے مسند ابی ہریرہ مرتب کیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۸- حافظ محمد بن النظر بن سلمۃ بن الجارود بن زید ابو بکر الجارودی الفقیہ الحنفیؒ م ۲۹۱ھ

نیشاپور کے مشہور حنفی فقیہ اور بہت بڑے حافظ حدیث تھے، ان کا سارا خاندان علماء و فضلاء کا تھا اور سب حنفی تھے، کما صرح بہ الحاکم علامہ قرشی نے جواہر مضیۂ میں ان سب کے حالات لکھے ہیں جارود امام اعظم کے تلمیذ تھے اور صاحب ابی حنیفہ کہلاتے تھے، طلب حدیث میں نیشاپور سے وہ اور امام مسلم ساتھ روانہ ہوئے تھے، محدث حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کو حفظ حدیث، فضل و کمال اور مروت و سیادت کے اعتبار سے شیخ وقت اور سرآمد علماء زمانہ لکھا ہے، فن حدیث میں امام نسائی اور حافظ ابن خزیمہ آپ کے شاگرد ہیں، ابن ابی حاتم نے لکھا کہ میں نے آپ سے "رے" میں سماع حدیث کیا تھا، آپ صدوق اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرہ، تہذیب و جواہر)

۲۹- شیخ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزارؒ م ۲۹۲ھ

آپ نے علم حدیث ہدبۃ بن خالد (شیخ بخاری و مسلم) عبدالاعلیٰ بن حماد، حسن بن علی بن راشد وغیرہ سے حاصل کیا اور ابوالشیخ طبرانی،

عبدالباقی بن قانع ودیگر جلیل القدر محدثین آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی مسند بزار مشہور ہے جس کو مسند کبیر بھی کہتے ہیں اور یہ مسند معلل ہے جس میں علل حدیث پر بھی کلام کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۳۰- شیخ ابو مسلم ابراہیم بن عبداللہ الکشی م ۲۹۲ھ

آپ کی سنن حدیث کی مشہور کتاب ہے جس میں ثلاثیات بہت ہیں جس طرح مسانید امام اعظم میں ثلاثیات بہت زیادہ ہیں، سنن مذکور کی تالیف سے فراغت پاکر آپ نے اس نعمت کے شکرانہ میں ہزار درہم غرباء کو صدقہ کئے اور اہل علم محدثین اور امراء ملک کی پر تکلف دعوت کی اس میں ایک ہزار درہم صرف کئے۔

آپ بغداد پہنچے تو حدیث سننے والوں کا جم غفیر جمع ہوگیا، سامعین کے علاوہ چالیس ہزار سے زیادہ صاحب دوات وقلم موجود تھے جو آپ کے فرمودات لکھ رہے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین وابن ماجہ وعلم حدیث)

۳۱- حافظ ابراہیم بن معقل بن الحجاج ابو اسحٰق النسفی حنفیؒ م ۲۹۵ھ

بہت بڑے حافظ حدیث، نہایت نامور مصنف اور جلیل القدر فقیہ حنفی تھے، اختلاف مذاہب کی گہری بصیرت رکھتے تھے، زاہد ورع، متقی وضعیف تھے، آپ کی مشہور تصانیف ''المسند الکبیر'' اور ''التفسیر'' ہیں، یہ سب حالات واوصاف حافظ ذہبی، حافظ مستغفری اور حافظ ابن حجر نے لکھے ہیں، اس کے علاوہ دوسرا بڑا امتیاز آپ کا یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ جن چار کبار محدثین (تلامذۂ امام بخاری) سے چلا، ان میں سے ایک آپ ہیں اور دوسرے حماد بن شاکر النسفی م ۳۱۱ھ بھی حنفی ہیں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے شروع میں اپنا سلسلہ سند ان چاروں حضرات تک بیان کیا ہے، ان میں تیسرے بزرگ محمد بن یوسف فربری م ۳۲۰ھ اور چوتھے ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ بزودی م ۳۲۹ھ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وامام ابن ماجہ وعلم حدیث)

۳۲- شیخ محمد بن خلف المعروف، بوکیع القاضیؒ م ۳۰۶ھ

اقضیۂ صحابہ وتابعین کے بہت بڑے عالم تھے، آپ کی کتاب ''اخبار القضاۃ'' اس موضوع پر بہت اہم ونافع ہے، علامہ کوثریؒ علیہ نے ''حسن التقاضی'' ص ۳ پر تحریر فرمایا کہ اقضیۂ رسول اکرم ﷺ اور اقضیۂ صحابہ وتابعین میں چونکہ بہت بڑا علم احکام ومعاملات کا ہے، اس لئے اہل علم نے ہمیشہ احوال قضاۃ کی طرف توجہ کی ہے چنانچہ اقضیۂ رسول اللہ ﷺ پر کتابیں تالیف ہوئیں پھر اقضیۂ صحابہ وتابعین وتبع تابعین بھی سنن سعید بن منصور، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور کتب ادب القضاء وغیرہ میں مدون ہوئے، مذکورہ بالا کتاب ''اخبار القضاۃ'' اس موضوع پر نہایت قابل قدر اور لائق فخر خدمت ہے کیونکہ اس میں صرف کسی ایک جگہ کے قضاۃ اور ان کے اقضیہ پر اکتفاء نہیں کی گئی بلکہ تمام قضاۃ بلاد اسلام کے حالات جمع کئے گئے ہیں یہ کتاب مصر میں اس وقت زیر طبع ہے، اگرچہ اس کی طباعت کی رفتار نہایت سست ہے۔ (یہ تحریر ۱۳۶۸ھ کی ہے، غالباً اب یہ کتاب مکمل طبع ہوگئی ہوگی)

۳۳- حافظ ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال تمیمی موصلیؒ م ۳۰۷ھ

آپ نے حدیث علی بن الجعد، یحییٰ بن آدم وتلامذۂ امام ابی یوسفؒ اور دیگر جلیل القدر محدثین سے حاصل کی، آپ کے شاگرد ابن حبان، ابو حاتم، ابوبکر اسماعیلی وغیرہ ہیں، جستہ للہ علم حدیث کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے، آپ سے ثلاثیات بھی ہیں، ابن حبان نے ثقہ کہا، حافظ اسماعیل بن محمد بن الفضل (تمیمی کا قول ہے کہ میں نے مسند عدنی، مسند ابن منیع وغیرہ مسندات پڑھی ہیں لیکن وہ تمام مسندیں نہریں ہیں اور مسند

ابی یعلی دریائے ناپیدا کنار ہے، آپ کی تالیفات میں علاوہ ''مسند کبیر'' ایک معجم بھی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ و بستان المحدثین)

۳۴- شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد بن سفیان حنفی نیشاپوریؒ م ۳۰۸ھ

آپ مشہور زاہد فقیہ ایوب بن الحسن نیشاپوری کے خواص اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے فقہ کی تحصیل امام محمد سے کی تھی، آپ کا تعلق تلمذ امام مسلم سے بھی تھا اور اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہے ہیں، امام مسلم کی صحیح روایت کا سلسلہ بھی آپ سے ہی قائم ہوا، امام نووی نے مقدمۂ شرح مسلم میں لکھا کہ ''اسناد متصل کے ساتھ امام مسلم سے اس کی مسلسل روایت کا سلسلہ ان بلاد میں اور ان زمانوں میں صرف ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد بن سفیان کی روایت میں منحصر ہے۔

اگرچہ بلاد مغرب میں صحیح مسلم کے غیر مکمل حصہ کی روایت ابو محمد احمد بن علی قلانسی سے بھی ہوئی ہے مگر مکمل کتاب کا قبول عام تمام ممالک میں صرف ابراہیم نیشاپوری موصوف کی روایت سے ہوا، محدث حاکم نیشاپوری نے آپ کو عباد مجتہدین اور مستجاب الدعوات لکھا، علامہ نووی نے السید الجلیل، فقیہ زاہد، مجتہد عابد لکھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث)

۳۵- شیخ ابو محمد عبد اللہ بن علی بن الجارودؒ م ۳۰۹ھ

محدث کبیر تھے، آپ کی کتاب ''المنتقی'' مشہور ہے، جو صحیح ابن خزیمہ پر مستخرج ہے، چونکہ اس میں اصول احادیث پر اکتفاء کیا ہے، اس لئے منتقی نام رکھا گیا ہے۔ (بستان المحدثین)

۳۶- حافظ ابو البشر محمد بن احمد حماد بن سعید بن مسلم انصاری رازی دولابی حنفیؒ م ۳۱۰ھ

مشہور حافظ حدیث اور فن جرح و تعدیل کے امام ہیں، امام بخاری و نسائی سے بھی تلمذ ہے، حافظ مسلمہ بن قاسم نے کہا کہ آپ علم و روایت اور معرفت حدیث میں فائق تھے اور فقہ حنفی کے پیرو تھے، فن حدیث میں جن اکابر حفاظ حدیث نے آپ کی شاگردی کی ان میں ابن عدی، طبرانی، ابن المقری وغیرہ ہیں، ابن عدی وغیرہ نے حسب عادت بوجہ تعصب کچھ کلام کیا ہے مگر ان ہی میں سے دار قطنی نے ان کی تردید کی ہے اور لکھا کہ ''لوگوں نے ان میں کلام کیا مگر ہمیں تو بجز خیر کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا'' آپ کی تالیفات مفیدہ میں سے زیادہ مشہور کتاب ''الکنی والاسماء'' ہے جو دو جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ و امام ابن ماجہ و علم حدیث)

۳۷- شیخ حماد بن شاکر النسفی حنفیؒ (م ۳۱۱ھ)

یہ دوسرے مشہور راوی صحیح بخاری ہیں جن سے کتاب مذکور کی روایت کا سلسلہ چلا ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بجائے نسفی کے نسوی لکھا ہے جو غلط اور وفات ۲۹۰ھ میں ظاہر کی ہے، حافظ کوثری نے حافظ ابن نقد کی ''التقلید'' کے حوالہ سے جزماً لکھا کہ سنہ وفات ۳۱۱ھ ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث)

۳۸- امام محمد بن اسحٰق بن خزیمۃ السلمی نیشاپوری شافعیؒ (۳۱۱ھ)

مشہور محدث، ابن حبان کے شیخ ہیں، آپ کی صحیح اور صحیح ابن حبان صحاح ستہ کے بعد معتمد کتب حدیث سمجھی جاتی ہیں، اگرچہ صحیح ابن خزیمہ میں ایسی احادیث بھی ہیں جو بمشکل حسن کے درجہ میں ہیں، ان کی چند مثالیں بھی مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی عم فیضہم نے حاشیہ دراسات اللبیب (مطبوعہ کراچی ص ۱۴۳) میں بیان کی ہیں، صحیح مذکور کا اکثر حصہ تو بہت عرصہ سے معدوم ہے صرف چوتھائی حصہ کا وجود بتایا جاتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۳۹-شیخ ابوعوانہ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم بن یزید شافعیؒ (م ۳۱۶ھ)

اصل وطن اسفرائن تھا پھر نیشاپور میں سکونت کی، دور دراز ممالک اسلامیہ کا سفر کر کے علم حدیث حاصل کیا تھا، فقہ میں امام مزنی اور ربیع (تلامذۂ امام شافعی) کے شاگرد ہیں، حدیث میں امام مسلم، امام محمد بن یحییٰ ذہلی تلمیذ حافظ عبدالرزاق تلمیذ امام اعظم اور یونس بن عبدالاعلیٰ کے شاگرد ہیں، آپ کے تلامذۂ حدیث میں طبرانی، ابوبکر اسماعیل، ابوعلی نیشاپوری اور دوسرے محدثین ہیں، آپ کی صحیح، صحیح مسلم پر متخرج ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۴۰-شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر نیشاپوری (م ۳۱۸ھ)

مجتہد، فقیہ و محدث تھے، آپ کے مسائل چونکہ امام شافعی کے بہت سے مسائل کے ساتھ مطابق ہیں، اس لئے شیخ ابواسحاق نے اپنے طبقات میں آپ کو شافعی لکھا ہے، آپ کی تمام تصانیف محققانہ و مجتہدانہ ہیں جن میں مندرجہ ذیل زیادہ مشہور ہیں:

''کتاب الاشراف فی مسائل الخلاف، کتاب المبسوط، فقہ میں، کتاب الاجماع، کتاب التفسیر، کتاب السنن، علم فقہ، معرفت اختلافات علماء اوران کے ماخذ و دلائل کی شناخت میں بہت ماہر تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۴۱-شیخ ابوعبداللہ حسین بن اسماعل بن محمد طبی محاملی بغدادیؒ م ۳۳۰ھ

بغداد کے محدثین و مشائخ میں سے ہیں، ساٹھ سال کوفہ کے قاضی رہے، ابوحذافہ سہمی (تلمیذ امام مالک، عمر بن علی فلاس وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، حافظ سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم) کے اصحاب میں سے بھی تقریباً ستر محدثین آپ کے استاد حدیث ہیں، دارقطنی وغیرہ محدثین آپ کے تلامذہ میں ہیں، مجلس املاء میں تقریباً دس ہزار آدمی حاضر ہوتے تھے اور قضاء کی ذمہ داریوں کے ساتھ درس حدیث کا مشغلہ روزانہ جاری رہتا تھا، آپ کے امالی کا مجموعہ تقریباً ۱۶ اجزو پر مشتمل تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۴۲-امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی حنفیؒ م ۳۳۳ھ

مشائخ کبار میں سے بڑے محقق و مدقق اور متکلمین کے امام عابد، زاہد، صاحب کرامات بزرگ تھے، آپ نے عقائد و کلام میں اعلیٰ مرتبہ کی تصانیف کیں، مثلاً کتاب التوحید، کتاب المقالات، کتاب اوہام، المعتزلہ، ردالاصول الخمسہ ابی محمد باہمی، ردالقرامطہ، مآخذ الشرائع (فقہ) کتاب الجدل (اصول فقہ) تاویلات القرآن جو اپنے موضوع کی بے نظیر تالیف ہے آپ کا ایک باغ تھا جس میں خود کام کرتے تھے، اپنے مہمانوں کو باغ میں سے بے موسم پھل کھلاتے تھے، لوگوں نے حیرت کی تو فرمایا کہ میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے کوئی گناہ نہیں کیا اس لئے جو چیز اس کے ذریعے سے چاہتا ہوں وہ حاصل ہو جاتی ہے۔

لوگوں نے بادشاہ کے مظالم سے تنگ آ کر آپ سے شکایت کی تو گھاس سے کمان اور تنکے سے تیر بنا کر اس ظالم بادشاہ کی طرف پھینکا، معلوم ہوا کہ اسی تاریخ میں قتل کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۴۳-''حاکم شہید'' حافظ محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن عبدالمجید بن اسمٰعیل بن حاکم مروزی بلخی حنفیؒ م ۳۳۴ھ

مشہور حافظ حدیث اور متبحر فقیہ تھے، ساٹھ ہزار احادیث آپ کو نوک زبان یاد تھیں، آپ نے حدیث محمد بن حمدویہ (تلمیذ امام اعظم اور

محمد بن عصام وغیرہ سے حاصل کی اور آپ سے حاکم مستر داور آئمہ وحفاظ خراسان نے روایت کی، آپ کی تصانیف عالیہ میں سے "منتقی، کافی اور مختصر" وغیرہ ہیں جن میں سے پہلی دونوں تو بعد کتب امام محمد کے بطور اصول مذہب سمجھی جاتی ہیں، کافی میں آپ نے امام محمد کی مبسوط، جامع کبیر وصغیر کو بحذف مکرر مطول جمع کر دیا تھا، آپ کو کچھ لوگوں نے کوئی تہمت لگا کر شہید کر دیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۴۴- حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی حنفیؒ م ۳۳۵ھ

مشہور حافظ حدیث، امام نسائی، امام طحاوی اور ابو بشر دولابی کے تلمیذ حدیث ہیں، آپ کی تالیفات میں سے زیادہ مشہور مسند امام ابو حنیفہؒ (منجملہ اہم ۱۷ مسانید امام اعظم) اور ایک ضخیم کتاب فضائل امام اعظم میں ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۴۵- حافظ ابومحمد قاسم بن اصبغ القرطبیؒ م ۳۴۰ھ

مشہور حفاظ حدیث سے ہیں، آپ نے حدیث کی اہم کتاب "ناسخ الحدیث ومنسوخہ" لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶- امام ابوالحسن عبیداللہ بن حسین کرخی حنفی ولادت ۲۶۰ھ م ۳۴۰ھ

مجتہدین فی المسائل سے جلیل القدر محدث وفقیہ تھے، کثیر الصوم، زاہد متورع اور بڑے متقی تھے، تصانیف شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر وغیرہ، حدیث شیخ اسماعیل بن قاضی اور محمد بن عبداللہ الحضرمی سے حاصل کی، آپ سے ابوحفص بن شاہین وغیرہ کبار محدثین نے روایت کی اور آپ کے تلامذہ ابوبکر رازی، بصاص، علامہ شاشی، علامہ تنوخی، علامہ دامغانی اور ابوالحسن قدوری وغیرہ ہوئے، عادت تھی کہ خود بازار سے سودا لاتے تھے اور ایسے دکان داروں سے خریدتے تھے جو آپ سے ناواقف ہوں تا کہ ان کو آپ کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرنی پڑے۔ (حدائق حنفیہ)

۴۷- حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد الحارثی البخاری حنفیؒ ولادت ۲۵۸ھ متوفی ۳۴۰ھ

امام، محدث اور جلیل القدر فقیہ تھے، شاہ ولی اللہ صاحب نے رسالہ انتباہ میں آپ کو اصحاب وجوہ میں شمار کیا ہے جن کا درجہ منتسب اور مجتہد فی المذہب کے درمیان ہے، مشہور تصانیف میں سے ایک تو مسند امام اعظم ہے جس میں آپ نے بڑی کثرت سے طریق حدیث جمع کئے ہیں، محدث ابن مندہ نے بھی اس سے بہ کثرت روایات لی ہیں اور ان کی رائے آپ کے بارے میں بہت اچھی تھی، کچھ لوگوں نے آپ پر تعصب سے کلام کیا ہے اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے بجیرمی، اباء بن جعفر سے مسند امام ابوحنیفہ میں روایت کی ہیں اور اس امر کو نظر انداز کر دیا کہ جن احادیث میں ان سے روایت لی ہیں، ان کی روایت میں وہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ ان روایات میں دوسرے بھی شریک ہیں اور یہ ایسا ہی ہے جس طرح امام ترمذی نے بھی محمد بن سعید مصلوب اور کلبی کے بارے میں کیا ہے لیکن تعصب کا برا ہو کہ وہ اندھا بہرا بنا دیتا ہے۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

ابن الجوزی سے نقل ہوا کہ ابوسعید رواس نے آپ کو متہم بوضع الحدیث کہا، اس پر علامہ قرشی نے لکھا کہ عبداللہ بن محمد، ابن جوزی اور ابن سعید رواس سے بہت زیادہ بلند مرتبہ اور عالی منزلت ہیں، یعنی ان کو ایسے اکابر کی شان میں لب کشائی نہ چاہئے تھی۔ (جواہر مضیہ ص ۲۹۰ ج ۱)

دوسری کشف الآثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ہے، ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ نے جب امام صاحب کا املاء کرایا تو اس وقت آپ کی مجلس املاء میں چار سو لکھنے والے تھے۔ (حدائق حنفیہ)

۴۸- امام ابوعمرو احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن طبری حنفیؒ م ۳۴۰ھ

بغداد کے کبار فقہاء حنفیہ ومحدثین میں سے ہیں، اصول وفروغ میں ماہر تھے، ملا علی قاری نے آپ کو امام طحاوی اور امام ابوالحسن کرخی

کے طبقہ میں شمار کیا ہے، آپ نے امام محمد کی جامع صغیر و جامع کبیر کی شروح لکھیں۔ (حدائق حنفیہ)

۴۹- شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن حسن (عزری) نیشاپوری حنفی م ۳۴۷ھ

فقیہ فاضل اور محدث ثقہ تھے، ابوسعید عبدالرحمٰن بن حسن اور ابراہیم بن محمد نیشاپوری وغیرہ محدثین سے حدیث سنی اور آپ سے ابو عبداللہ حاکم صاحب مستدرک نے روایت کی اور آپ کا ذکر تاریخ نیشاپور میں کیا اور لکھا کہ آپ فقہاء اصحاب امام اعظمؒ سے تھے، ابوسعد نے اپنی انساب میں آپ کا ذکر کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیۂ ص ۳۶ ج ۱)

۵۰- شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن سلامہ ابی جعفر الطحاوی حنفی م ۳۵۱ھ

بڑے پایہ کے جلیل القدر فقیہ، محدث، عالم فاضل، جامع فروع و اصول اور امام طحاوی کے خلف ارشد تھے، کبار محدثین مثل ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور امام نسائی سے سنن کو روایت کرنے والوں میں سے ایک ممتاز شخصیت آپ کی بھی ہے، آپ کو علاوہ حدیث وفقہ کے لغت، نحو وغیرہ بہت سے علوم میں امامت کا درجہ حاصل تھا، نہایت متقی، عابد و زاہد تھے۔

علامہ ابوالمحاسن ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرہ میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے، آپ حدیث، فقہ اختلاف علماء، علم احکام، لغت و نحو وغیرہ میں بلا مقابلہ اپنے وقت کے مسلم امام تھے، آپ نے نہایت عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں اور آپ کبار فقہاء حنفیہ سے ہیں، آپ کے زمانہ میں امیر علی بن الاخشید کے حکم سے جیزہ میں ایک شاندار مسجد تعمیر ہوئی جس کے ستون منتظم بناء جام مذکور نے ایک کنیسہ سے حاصل کر کے لگوا دیئے تھے، ان کی وجہ سے آپ نے توراعاً اس جامع مسجد میں نماز ترک کر دی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیۂ ص ۳۵۲ ج ۱ و حدائق وغیرہ)

۵۱- شیخ ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ نیشاپوری حنفی قاضی الحرمین م ۳۵۱ھ

مشہور محدث و فقیہ، شیخ اصحاب ابی حنیفہؒ اور اپنے وقت کے مسلم امام تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل شیخ ابوالحسن کرخی اور ابوطاہر محمد دباس سے کی جو ابوخازن تلمیذ عیسیٰ بن ابان تلمیذ امام محمد کے تلمیذ تھے، آپ سے ابوعبداللہ حاکم نے روایت حدیث کی اور تاریخ میں آپ کا ذکر کیا، آپ تقریباً چالیس سال نیشاپور سے باہر رہ کر موصل، رملہ اور حرمین شریفین کے قاضی رہے۔ ۳۳۶ھ میں نیشاپور واپس لوٹے تو وہاں بھی قاضی رہے، ملا علی قاری نے طبقات حنفیہ میں لکھا کہ ایک دفعہ وزیر دربار علی بن عیسیٰ نے مجلس مناظرہ منعقد کی جس میں مسئلہ توریث ذوی الارحام پر اکابر علماء حنفیہ و شافعیہ نے بحث کی، آپ نے بھی اس میں حصہ لیا اور وزیر کو آپ کے دلائل اس قدر پسند آئے کہ آپ سے لکھوا کر خلیفہ کو دکھلائے، خلیفہ نے بھی آپ کی تحریر بے حد پسند کی، آپ کو حرمین کی قضا سپرد کی اور کہا کہ جس طرح ہمارے حدود مملکت میں حرمین سے زیادہ معظم و محترم کوئی علاقہ نہیں ہے، اسی طرح آپ سے زیادہ صاحب فضل و کمال بھی کوئی دوسرا نہیں ہے، اس لئے آپ کے لئے حرمین کی قضا مناسب ہے۔

آپ نے خلیفہ پر زور دیا کہ جس طرح امیر المومنین نے اس مسئلہ کو عملی طور سے پسند کیا ہے مناسب ہے کہ اس کے عملی اجراء کا بھی حکم کیا جائے، چنانچہ خلیفہ نے اس کے اجراء کے احکام صادر کر دیئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین۔ (جواہر مضیۂ ص ۱۰۷ ج ۱)

۵۲- حافظ ابوالحسین عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق حنفی م ۳۵۱ھ

فقہاء و محدثین حنفیہ میں سے ہیں اور مشاہیر حفاظ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو الحافظ العالم المصنف صاحب معجم الصحابہ، واسع الرحلہ، کثیر الحدیث لکھا، پھر آپ کے شیوخ کا ذکر کیا ہے۔

فن حدیث میں محدث دارقطنی، ابوعلی بن شاذان، القاسم بن بشران اور دوسرے اس طبقہ کے محدثین آپ کے شاگرد ہیں، دارقطنی

نے لکھا کہ گو آپ سے کبھی کوئی بھول چوک ہوئی ہے پھر بھی حافظہ اچھا تھا، البتہ وفات سے صرف دو سال قبل قوت حافظہ پر اثر ہو گیا تھا، جس کو بعض لوگوں نے مطلقاً خرابی حافظہ بنا کر ذکر کر دیا ہے۔

تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا کہ خطیب بغدادی نے کہا: ''میں نہیں سمجھتا کہ ابن قانع کی تضعیف برقانی نے کیوں کی، حالانکہ وہ اہل علم و روایت میں سے تھے اور ہمارے اکثر شیوخ ان کی توثیق کرتے تھے البتہ صرف آخر عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

معجم الصحابہ کے علاوہ وفیات پر بھی آپ کی ایک مشہور تصنیف ہے، جس کے حوالے کتب رجال میں بہ کثرت آتے ہیں، آپ امام ابو بکر رازی جصاص صاحب ''احکام القرآن'' کے بھی فن حدیث میں استاد ہیں اور بہت خصوصی تعلق ان سے رکھتے تھے، چنانچہ احکام القرآن میں آپ سے بہ کثرت روایات موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین، جواہر ابن ماجہ اور علم حدیث و تقدمہ)

۵۳- حافظ ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید (بن السکن) بغدادی مصریؒ م ۳۵۳ھ

آپ کی صحیح بنام ''الصحیح المنتقی'' اور ''السنن الصحاح الماثورہ'' مشہور ہے، لیکن اس کتاب کی اسانید محذوف ہیں، ابواب احکام پر مرتب ہے، خود لکھا ہے کہ ''جو کچھ میں نے اپنی اس کتاب میں مجملاً ذکر کیا وہ صحت کے لحاظ سے مجمع علیہ ہے اور اس کے بعد جو کچھ ذکر کیا ہے وہ آئمہ کے مختارات ہیں جن کے نام بھی ذکر کر دیئے ہیں اور جن کی روایات کسی سے انفراداً ہے اور اس کی علت بھی میں نے بیان کر دی ہے اور انفراد بھی دیکھو، شفاء السقام المنتقی السبکی (الرسالۃ المستطرفہ طبع کراچی ص ۲۳)

۵۴- حافظ ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن سعید تمیمی بستی شافعیؒ، متوفی ۳۵۴ھ

کبار حفاظ حدیث میں تھے، آپ کی صحیح بہت مشہور ہے، جس کا نام التقاسیم والانواع'' ہے ضخامت ۴ جلد اور ترتیب اختراعی ہے، نہ ابواب پر ہے نہ مسانید کے طرز پر، بعض متاخرین نے اس کو ابواب فقیہ پر بھی بہترین ترتیب دے دی ہے اور اس عظیم القدر حدیثی خدمت کو ایک حنفی محدث نے انجام دیا ہے، جس کا اسم گرامی امیر علاء الدین ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ (الفارسی) الحنفی الفقیہ النحوی ہے (م ۷۳۹ھ)

کتاب کا نام ''الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان'' امیر موصوف نے معجم کبیر طبرانی کو بھی ابواب پر مرتب کیا ہے حسب تصریح حافظ سخاوی صحیح ابن حبان کے مکمل نسخے پائے جاتے ہیں، اور صحیح ابن خزیمہ کا اکثر حصہ مفقود ہے۔ (الرسالۃ ص ۹۸)

حافظ ابن حبان، امام نسائی، محدث ابویعلی موصلی حنفی، حسن بن سفیان اور حافظ ابوبکر بن خزیمہ کے تلمیذ حدیث ہیں اور دوسرے علوم فقہ، لغت، طب اور نجوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے، صحیح کے علاوہ آپ کی تصنیف ''تاریخ الثقات'' بہت مشہور و متداول ہے، اسی طرح کتاب الضعفاء بھی ہے اور دوسری تصانیف مفیدہ بھی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۵۵- حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانیؒ م ۳۶۰ھ

آپ نے طلب علم کے لئے دور دراز بلاد و ممالک اسلامیہ کا سفر کیا، علی بن عبدالعزیز بغوی، ابوزرعہ دمشقی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ کی تصانیف میں سے معاجم ثلاثہ زیادہ مشہور ہیں، معجم کبیر، مرویات صحابہ کی ترتیب پر تالیف ہوا، معجم اوسط کی چھ جلدیں ہیں ہر جلد ضخیم اور بہ ترتیب اسماء شیوخ مرتب ہے، محققین اہل حدیث نے کہا کہ اس میں منکرات بہت ہیں، معجم صغیر بھی شیوخ ہی کی ترتیب پر ہے ان کے علاوہ دوسری تصانیف یہ ہیں: ''کتاب الدعا، کتاب المسالک، کتاب عشرۃ النساء، کتاب دلائل النبوۃ، آپ علم حدیث میں کمال وسعت رکھتے تھے، ابوالعباس احمد بن منصور شیرازی نے کہا کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ احادیث لکھی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۵۶- حافظ ابو محمد حسن بن عبد الرحمٰن بن خلاد، رامہرمزیؒ م ۳۶۰ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں آپ کی کتاب ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' فن اصول حدیث پر غالباً سب سے پہلی جامع متفرقات اور مقبول ومتداول گراں قدر علمی تصنیف ہے، اگرچہ کامل استیعاب اس میں بھی نہ تھا، اس کے قلمی نسخے کتب خانہ اصفیہ حیدرآباد دکن اور کتب خانہ پیر جھنڈ وسندھ میں ہیں۔

اس کے بعد حاکم کی کتاب ''علوم الحدیث'' آئی پھر ابونعیم اصفہانی نے اس پر مستخرج لکھا، پھر خطیب بغدادی نے قوانین واصول روایت پر ''کفایہ'' اور آداب روایت میں ''الجامع وآداب الشیخ والسامع'' لکھی، اسی طرح موصوف نے تمام فنون حدیث پر الگ الگ مفید تالیفات کیں، پھر قاضی عیاض مالکی نے ''الماع'' لکھی وغیرہ، رحمہ اللہ کلہم اجمعین رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۱۸، ابن ماجہ اور علم حدیث)

۵۷- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن جعفر بن طرخان استر آبادی حنفی م ۳۶۰ھ

ابوسعد ادریسی نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ ایک جماعت محدثین نے آپ سے روایت حدیث کی ہے، فقہاء اہل رائے میں سے ثقہ فی الروایۃ تھے، ان کا قول تھا کہ قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے، آپ کے والد ماجد جعفر بن طرخان بھی کبار فقہاء اصحاب امام ابی حنیفہ میں تھے جو حافظ ابونعیم فضل بن دکین کے تلمیذ، ثقہ فی الحدیث اور صاحب تصانیف تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ)

۵۸- حافظ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بلخی ھندوانی حنفیؒ م ۳۶۲ھ

بلخ کے مشہور محدث وفقیہ، زاہد وعابد اور حل معضلات ومشکلات کے لئے یکتائے زمانہ تھے، اپنے خاص تفوق وبرتری کی وجہ سے ابو حنیفہ صغیر کہے جاتے تھے۔

مدت تک بلخ وماوراء النہر میں درس حدیث دیا اور مسند افتاء کو زینت دی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۵۹- محدث ابو عمرو اسماعیل بن نجید بن احمد بن یوسف بن خالد سلمٰی نیشاپوریؒ م ۳۶۵ھ

شیخ جنید اور ابو عثمان جیری وغیرہ کے صحبت یافتہ بزرگ تھے، حدیث میں آپ کی تالیف ''جزء ابن نجید'' ہے، آپ کے حسب ذیل ملفوظات قیمہ منقول ہیں (۱) سالک پر جو حال وارد ہو (گو وہ فی نفسہ برا نہ ہو) اگر وہ نتیجہ میں مفید علم نہ ہو تو اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے (۲) مقام عبودیت اس وقت حاصل ہوتا ہے جب سالک اپنے تمام افعال کو ریاء اور اقوال کو محض دعویٰ سمجھے (۳) جس شخص کو مخلوق کے سامنے اپنا زوال جاہ شاق نہ ہو اس کے لئے دنیا اور اہل دنیا کو ترک کردینا آسان ہوجاتا ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۶۰- ابو الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اصبہانیؒ م ۳۶۹ھ

مشہور محدث ہیں، آپ کی کتاب السنۃ اور کتاب طبقات المحدثین باصبحان اہل علم کے لئے قیمتی سرمایہ ہیں۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۳۴)

۶۱- الحافظ الامام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص بغدادی حنفی ولادت ۳۰۵ھ م ۳۷۰ھ

اصول، فقہ، حدیث وغیرہ میں مسلم استاد تھے، احادیث ابی داؤد، ابن ابی شیبہ، عبد الرزاق وطیالسی کے گویا حافظ تھے، ان میں سے جن احادیث کو بھی کسی موقع پر ذکر کرنا چاہتے بے تکلف ذکر کرتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے الفصول فی الاصول، شروح مختصر الطحاوی ومختصر الکرخی وجامع کبیر اور تفسیر احکام القرآن آپ کے بے نظیر فضل وتفوق پر شاہد ہیں اور معرفت رجال میں غیر معمولی امتیاز ادلہ خلاف ہیں، آپ کے کلام سے ظاہر ہے۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

حدیث میں حافظ عبدالباقی بن قانع وغیرہ محدثین کے شاگرد ہیں، احکام القرآن میں ان کے اقوال و روایات بہ کثرت نقل کرتے ہیں، دور دراز بلاد و ممالک سے اہل علم آپ کی خدمت میں استفادہ کے لئے پہنچتے تھے، ابوعلی وابواحمد حاکم نے بھی آپ سے حدیث سنی ہیں، ابو بکر رازی اور جصاص دونوں نام سے زیادہ مشہور ہیں، خطیب نے لکھا کہ جصاص اپنے وقت کے امام اصحاب ابی حنیفہ تھے اور زہد میں مشہور تھے، عہدہ قضا بار بار پیش کیا گیا مگر اس کو قبول نہ کیا اور درس و تعلیم کے مشغلہ کو ترجیح دی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، فوائد وحدائق)

۶۲-شیخ ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن العباس الاسماعیلی ولادت ۲۷۷ھ م ۳۷۱ھ

شہر جرجان میں اپنے وقت کے امام فقہ وحدیث تھے، آپ کی صحیح اسماعیلی متخرج بر صحیح بخاری مشہور ہے، اس کے علاوہ "مسند کبیر" اور ایک معجم بھی آپ کی ہے، بعض محدثین نے لکھا ہے کہ اسماعیلی کو درجۂ اجتہاد حاصل تھا اور ذہن وحافظہ بھی بے نظیر تھا، اس لئے بجائے بخاری کے تابع ہو کر صرف ان کی مرویات واسانید بیان کرنے کے زیادہ مناسب یہ تھا کہ سنن میں خود کوئی مستقل تالیف کرتے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۶۳-شیخ ابوبکر محمد بن فضل بن جعفر بن رجا بن زرعہ فضلی کماری بخاری حنفیؒ م ۳۷۱ھ

اپنے وقت کے امام کبیر، درایت و روایت میں معتمد تھے، کتب فتاویٰ آپ کے اقوال و فتاویٰ سے بھری ہوئی ہیں، آپ کو فتاویٰ لکھنے کی اجازت آپ کے مشائخ نے کم عمری ہی میں دے دی تھی جس پر فقیہ بلخ ہندوانی وغیرہ کو بھی اعتراض ہوا مگر جب وہ آپ سے ملنے آئے اور پوری پوری رات آپ کو مطالعۂ کتب میں مشغول دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ جب نیند آتی ہے تو وضو کر کے پھر مطالعہ شروع کر دیتے ہیں تو کہا کہ اس لڑکے کو فتویٰ لکھنے کی اجازت دینا کسی طرح بے جا نہیں ہے۔

صاحب کرامات بھی تھے جب مہمان آتے تو ان کے سامنے غیر موسم کے پھل پیش کرتے اور فرماتے کے چالیس سال سے میں نے کوئی حرام چیز ہاتھ میں نہیں پکڑی اور نہ حرام کے راستہ پر چلا ہوں نہ کوئی حرام چیز کھائی ہے، لہذا جو شخص چاہے کہ ایسی کرامت پائے و میری طرح کرے۔

ملا علی قاری نے طبقات الحنفیہ میں ذکر کیا کہ آپ کے والد نے آپ سے اور آپ کے بھائی سے کہا تھا کہ اگر تم مبسوط کو یاد کر لو گے تو ایک ہزار اشرفی بطور انعام دوں گا، تو آپ نے اس کو حفظ کر لیا، والد ماجد نے مال تو آپ کے بھائی کو دیدیا اور آپ سے کہا کہ تمہیں مبسوط جیسی عظیم القدر کتاب کے حفظ کی نعمت ہی کافی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیۂ وحدائق حنفیہ)

۶۴-امام ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی حنفی م ۳۷۳ھ

علماء بلخ میں سے امام کبیر، فقیہ جلیل اور محدث وحید العصر تھے، آپ کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں اور امام ابو یوسف، امام محمد، امام وکیع امیر المومنین فی الحدیث، عبداللہ بن مبارک وغیرہ اکابر کی بھی سب کتابیں یاد تھیں، قاضی خان نے لکھا ہے کہ آپ کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں، سفر میں ڈھیلے وغیرہ بھی اپنی مملوکہ زمین سے لے کر ساتھ رکھتے تھے کہ غیر مملوکہ زمین سے ڈھیلے لینے کی ضرورت نہ ہو، یہ پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ تھا، وفات پر اہل سمرقند نے رنج و غم کے باعث ایک ماہ تو دکانیں بند رکھیں اور مزید ایک ماہ بند رکھنے کا ارادہ تھا، مگر حاکم وقت نے سمجھا کر کھلوادیں، آپ کی تصانیف میں سے شرح جامع صغیر، تاسیس النظائر، مختلف الروایۃ، نوادر الفقہ، بستان العارفین اور تفسیر قرآن مجید مشہور ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۶۵-حافظ ابوحامد احمد بن حسین بن علی فقیہ مروزی (ابن طبری) حنفیؒ م ۳۷۶ھ

مشہور حافظ حدیث، مفسر، متورع، ماہر اصول و فروع اور واقف مذہب امام اعظم تھے، خطیب نے لکھا کہ علماء مجتہدین وفقہا متقنین

میں سے آپ جیسا کوئی حافظ حدیث اور ماہر آثار نہیں ہوا، روایت حدیث میں بڑے متقن و متثبت تھے، مدت تک خراسان کے قاضی القضاۃ رہے اور کثرت سے تصنیفات کیں، آپ کی تاریخ بدیع مشہور و معروف ہے، برقانی نے آپ کو ثقہ کہا اور یہ بھی کہا کہ آپ کے بارے میں سواء خیر کے میں کچھ اور نہیں جانتا۔

حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے بخارا میں حدیث کا املاء کرایا ہے اور معرفت حدیث میں مرجع العلماء تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق حنفیہ)

٦٦- حافظ ابونصر احمد بن محمد کلاباذی حنفیؒ م ۳۷۸ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں آپ نے رجال بخاری پر کتاب تالیف کی، دار قطنی آپ کے علم وفہم کے مداح تھے، اپنے زمانہ میں تمام محدثین ماوراء النہر میں سے بڑے حافظ حدیث تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

٦٧- حافظ ابوالحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ بغدادی حنفیؒ م ۳۷۹ھ

مشہور حافظ حدیث مؤلف مسند امام اعظم ہیں، دار قطنی آپ کی جلالت قدر کے معترف تھے، خطیب نے اساتذہ وتلامذہ حدیث ذکر کئے اور کہا کہ آپ حافظ حدیث، صادق الروایۃ تھے، آپ سے دار قطنی، ابوحفص شاہین اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین نے روایت حدیث کی، نیز خطیب نے ابوبکر برقانی سے نقل کیا کہ دار قطنی نے حافظ محمد بن مظفر سے ایک ہزار حدیث اور ایک ہزار حدیث اور ایک ہزار حدیث لکھیں اور محمد ابن عمر اسماعیل قاضی سے نقل کیا کہ میں نے دار قطنی کو دیکھا کہ حافظ ابوالحسن محمد بن مظفر کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور غایت ادب سے آپ کی موجودگی میں کسی حدیث کی سند بھی نہیں بیان کرتے تھے، آپ سے اپنی کتابوں میں بہت سی روایات بھی لی ہیں۔

خطیب نے محدثین سے آپ کی توثیق بھی نقل کی اور یہ بھی کہ آپ پر علم حدیث کا علم وحفظ انتہاء کو پہنچا اور ہمیشہ شیوخ حدیث میں بلند مرتبت شمار ہوئے، آخر میں محدث خوارزمی جامع المسانید نے فرمایا کہ یہ مسند امام ہی آپ کے کمال علم حدیث، غیر معمولی حفظ واتقان اور وسعت علم متون وطرق پر شاہد عدل ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید وتقدمہ نصب الرایہ)

٦٨- حافظ ابوالقاسم طلحۃ بن محمد بن جعفر الشاہد العدل بغدادی حنفیؒ م ۳۸۰ھ

مشہور حافظ حدیث، صاحب مسند امام اعظم ہیں، خطیب نے تاریخ میں آپ کے اساتذہ وتلامذۂ حدیث ذکر کئے ہیں، امام اعظمؒ کا مسند مذکور حروف معجم کی ترتیب پر تالیف کیا، عدول، ثقات، واثبات میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وجامع المسانید)

٦٩- امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی دار قطنیؒ (بغدادی) م ۳۸۵ھ

مشہور امام حدیث شافعی المذہب ہیں، حاکم، منذری، تمام رازی، ابونعیم اصفہانی وغیرہ کے شاگرد ہیں، فن معرفت علل حدیث واسماء رجال میں بڑی شہرت پائی، مذاہب فقہاء سے بھی باخبر تھے، آپ کی تصانیف میں سے ایک کتاب الالزامات ہے جو مستدرک الصحیحین کی طرح ہے، اس میں آپ نے وہ احادیث جمع کی ہیں جو شیخین کی شرائط کے مطابق ہیں اور ان کو ذکر کرنا چاہئے تھا، لیکن ان میں ذکر نہیں ہوئیں یہ کتاب مسانید کے طرز پر مرتب کی ہے، اس کے علاوہ آپ کی علل اور سنن بھی گراں قدر حدیثی تالیفات ہیں۔ وغیرہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان ورسالہ)

٧٠- حافظ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی معروف ابن شاہینؒ م ۳۸۵ھ

مشہور حفاظ حدیث ہیں، آپ کی کتاب السنۃ مقبول ومعروف ہے اس کے علاوہ دوسری تصانیف عجیبہ مفیدہ ہیں جن کی تعداد ۳۳۰ تک

بیان ہوئی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۳۴)

۷۱- شیخ ابوالحسن علی معروف بزازؒ م ۳۸۵ھ

آپ علی بن الضراء کے عمدہ محدثین میں سے ہیں استاد حدیث ہیں اور ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی کے شاگرد ہیں، آپ نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ''جزء فضائل اہل البیت'' زیادہ مشہور ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۷۲- حافظ ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب البستی (الخطابیؒ) م ۳۸۸ھ

مشہور حافظ وفقیہ ہیں، ابن الاعرابی اور اسماعیل بن محمد سفار اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے علم حاصل کیا، حاکم وغیرہ آپ کے تلمیذ ہیں، زیادہ قیام نیشاپور میں رہا اور وہیں تصنیف وتالیف ومشغول رہ، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، معالم السنن، غریب الحدیث، شرح اسماء حسنیٰ، کتاب المعرفہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ بستان المحدثین)

۷۳- حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسحٰق بن محمد بن یحییٰ (بن مندہ) اصبہانیؒ م ۳۹۶ھ

مشہور حافظ حدیث جنہوں نے تحصیل حدیث کے لئے دور دراز بلاد وممالک کے سفروں سے شہرت پائی، آپ کی تصانیف مفیدہ بکثرت ہیں، ان میں سے ایک کتاب سنن پر بھی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۳۴)

۷۴- شیخ ابوالحسن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ ابن جمیعؒ متوفی ۴۰۲ھ

آپ نے ابوالعباس بن عقدہ، ابوعبداللہ الحاملی وغیرہ علماء سے حدیث حاصل کی اور حافظ عبدالغنی بن سعد، تمام رازی وغیرہ آپ کے شاگردوں میں ہیں، خطیب نے توثیق کی اور شام کے محدثین میں آپ کو سب سے زیادہ قوی السند بتلایا، آپ کی معجم مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۷۵- شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی حنفیؒ م ۴۰۳ھ

محدث ثقہ، فقیہ تبحر، جامع فروع واصول تھے، ملا علی قاری نے علامہ ابن اثیر کی مختصر غریب الحدیث سے نقل کیا کہ آپ پانچویں صدی کے مجددین امت محمدیہ میں سے ہیں، آپ عوام وخواص میں معظم ومحترم تھے اور کسی کا ہدیہ وصلہ قبول نہ کرتے تھے، خطیب نے کہا کہ آپ سے ابوبکر برقانی نے ہمارے لئے تحدیث کی اور برقانی اکثر آپ کا ذکر خیر کرتے تھے، میں نے ایک دفعہ ان سے آپ کے مذہب فی الاصول کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ آپ فرمایا کرتے تھے:

''ہمارا دین بوڑھی عورتوں کا سا دین ہے اور ہم کسی بات میں کلام کرنے کے لائق نہیں، کئی بار آپ کو حکومت کے عہدے پیش کئے گئے مگر آپ نے قبول نہیں کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۷۶- حافظ ابوالفضل السلیمانی احمد بن علی البیکندی حنفیؒ م ۴۰۴ھ

مشہور حافظ حدیث، شیخ ماوراء النہر ہیں، آپ سے محدث جعفر مستغفری خطیب نسف نے علم حاصل کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (تقدمہ نصب الرایہ)

۷۷- حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الضبی معروف حاکم نیشاپوری م ۴۰۵

مشہور محدث ہیں، آپ کے مستدرک اور معرفۃ علوم الحدیث زیادہ مشہور ومفید ہیں، دوسری بعض تصانیف یہ ہیں، تاریخ نیشاپور،

کتاب مزکی الاخبار، المدخل الی علم الصحیح، الاکلیل، آپ کی تصانیف ڈیڑھ ہزار جزو کے قریب پہنچتی ہیں، عہدۂ قضاء پر فائز تھے اس لئے ''حاکم'' نام پڑ گیا تھا، علامہ ذہبی نے تاریخ میں لکھا کہ'' آپ کی مستدرک میں بقدر نصف کے وہ احادیث ہیں جو شیخین یا کسی ایک کی شرط پر ہیں اور چوتھائی وہ ہیں کہ ان کی اسناد درست ہیں، اگرچہ شروط مذکور پر نہیں، باقی ایک ربع ضعیف و منکر بلکہ موضوع بھی ہیں، میں نے تلخیص میں اس پر مطلع کر دیا ہے''، اسی وجہ سے علماء حدیث نے لکھا ہے کہ حاکم کی مستدرک پر تلخیص ذہبی دیکھے بغیر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔

کہا جاتا ہے کہ حاکم کے وقت میں چار شخص چوٹی کے محدث تھے، دارقطنی بغداد میں حاکم نیشاپور، ابوعبداللہ بن مندہ اصفہان میں اور عبدالغنی مصر میں، پھر محققین علماء نے یہ تشریح کی کہ دارقطنی کو معرفت علل حدیث میں حاکم کو فن تصنیف و حسن ترتیب میں ابن مندہ کو کثرت حدیث میں عبدالغنی کو معرفت اسباب میں تبحر حاصل تھا، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (بستان المحدثین)

۷۸- حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بخاری ''غنجار'' حنفیؒ م ۴۱۲ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ کی تاریخ بخاری بہت اہم تاریخی حدیثی خدمت ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۷۹- حافظ ابوالقاسم تمام بن محمد ابی الحسین بن عبداللہ بن جعفر البجلی رازیؒ م ۴۱۴ھ

آپ معرفت رجال میں کامل مہارت رکھتے تھے، حدیث کی صحت و سقم بیان کرنے میں مشہور تھے، حفظ حدیث میں ضرب المثل تھے، آپ کی تصانیف میں ''فوائد تمام رازی'' زیادہ مشہور ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان المحدثین)

۱/۸۰- شیخ ابوالحسین محمد بن احمد بن طیب بن جعفر واسطی کماری حنفیؒ م ۴۱۷ھ

مشہور فقیہ، عارف اور محدث عادل تھے، حدیث بکر بن احمد اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے حاصل کی، فقہ میں ابوبکر رازی (تلمیذ امام کرخی) کے شاگرد ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲/۸۰- حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی ۴۱۸ھ مشہور محدث و محقق گزرے ہیں۔

۸۱- شیخ ابوعلی حسین بن خضر بن محمد بن یوسف نسفی حنفیؒ م ۴۲۴ھ

محدث ثقہ اور فقیہ جید تھے، اپنے زمانہ کے مشہور جلیل القدر محدثین بخارا و بغداد و کوفہ و حرمین سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے بکثرت محدثین نے روایت کی، آخر میں آپ سے ابوالحسن علی بن محمد بخاری نے حدیث سنی اور روایت کی، مدت تک بغداد رہ کر تعلیم، تدریس و مناظرہ اہل باطل میں مشغول رہے، پھر بخارا کے قاضی ہوئے، آپ نے حدیث و فقہ میں مفید تصنیفات کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۸۲- حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب الخوارزمی (البرقانی) الشافعی م ۴۲۵ھ

حدیث میں آپ کی مستخرج علی الصحیحین ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۲۷)

۸۳- امام ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن جعفر معروف بہ قدوری حنفیؒ م ۴۲۸ھ

چوتھے طبقہ کے فقہاء کبار میں سے بڑے جلیل القدر فقیہ اور محدث وثقہ وصدوق تھے، فقہ و حدیث ابوعبداللہ محمد بن جرجانی (تلمیذ امام ابی بکر جصاص) سے حاصل کیا اور آپ کے تلامذہ میں خطیب بغدادی، قاضی القضاۃ ابوعبداللہ دامغانی وغیرہ ہیں، آپ کے علمی حدیثی مناظرے شیخ ابوحامد اسفرائنی فقیہ شافعی سے اکثر رہے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے مختصر مبارک (قدوری) بہت مقبول و متداول ہوئی، اس

کے علاوہ یہ ہیں: شرح مختصر الکرخی، تجرید (سات جلد جن میں اصحاب حنفیہ وشافعیہ کے مسائل خلاف پر بحث کی ہے)، تقریب ایک جلد، مسائل الخلاف بین اصحابنا ایک جلد (جس میں امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مابین فروعی اختلاف کا ذکر کیا ہے) وغیرہ ذٰلک۔

خطیب نے کہا کہ میں نے آپ سے حدیث لکھی آپ صدوق تھے اور حدیث کی روایت کم کرتے تھے، اپنی غیر معمولی ذکاوت کی وجہ سے فقہ میں بڑا تفوق حاصل کیا، عراق میں ریاست مذہب حنفیہ آپ کی وجہ سے کمال پر پہنچی اور آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی، آپ کی تقریر وتحریر میں بڑی دل کشی تھی، ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے تھے، سمعانی نے کہا کہ آپ فقیہ، صدوق تھے، مختصر تصنیف کی جو بہت مشہور ہے اور اس سے خدا نے لاتعداد اہل علم کو فائدہ پہنچایا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق حنفیہ)

۸۴- حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحٰق بن موسیٰ اصبہانی ولادت ۳۳۶ھ متوفی ۴۳۰ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، بڑے بڑے مشائخ سے سماع حدیث کیا اور ان میں سے جن سے کامل استفادہ کیا یہ ہیں: "طبرانی، ابوالشیخ، حافظ ابوبکر جعابی حنفی[1] ابوعلی بن صواف، ابوبکر آجری، ابن خلاد نصیبی، فاروق بن عبدالکریم خطابی، خطیب بغدادی وغیرہ آپ کے خصوصی شاگردوں میں ہیں، خطیب نے آپ سے پوری بخاری شریف تین مجالس میں پڑھی، آپ کی مشہور ومفید ترین بڑی تالیفات یہ ہیں، حلیۃ الاولیاء، معرفۃ الصحابہ، دلائل النبوۃ، المستخرج علی البخاری، المستخرج علی مسلم، تاریخ اصبہان، صفۃ الجنۃ، کتاب الطب، فضائل الصحابہ، کتاب المعتقد ان کے علاوہ چھوٹے رسائل وکتب بہت ہیں۔ (بستان المحدثین)

یہاں یہ امر بھی لائق ذکر ہے کہ ابونعیم اصفہانی باوجود اپنی جلالت قدر وخدمات عظیم المرتبت کے تعصب کی شان رکھتے تھے اور علماء نے اس وصف کی وجہ سے آپ کو دارقطنی، بیہقی اور خطیب کے ساتھ رکھا ہے، چنانچہ علامہ ابن جوزی نے منتظم میں لکھا کہ محدث اسماعیل بن ابی الفضل اصبہانی فرمایا کرتے تھے، تین حفاظ حدیث مجھ کو ان کے شدت تعصب اور قلت انصاف کی وجہ سے ناپسند ہیں، حاکم ابوعبداللہ، ابونعیم اصفہانی اور ابوبکر خطیب اور اسماعیل نے سچ کہا وہ واقعی اہل معرفت سے تھے۔

حافظ ابن عبدالہادی نے تنقیح التحقیق میں کہا ہے کہ ہمارے مشائخ کا بیان ہے کہ جب دارقطنی مصر آئے اور لوگوں نے جہر بسم اللہ کے بارے میں تصنیف کی درخواست کی تھی آپ نے ایک جزو لکھا، پھر بعض مالکیہ نے آپ کو حلف دیا تو اعتراف کیا کہ جہر بسم اللہ میں کوئی حدیث نہیں ہے البتہ صحابہ سے دونوں طرح کے اقوال ثابت ہیں۔ (نصب الرایہ)

اسی لئے ابن جوزی کا یہ قول بھی حافظ عینی نے شرح ہدایہ میں نقل کیا کہ دارقطنی جب کسی کے طعن میں منفرد ہوں تو ان کا طعن غیر مقبول ہوگا، کیوں کہ ان کا تعصب سب کو معلوم ہے، امام بیہقی نے جو کچھ امام طحاوی پر تعصب و ناانصافی سے کلام کیا ہے اس پر علامہ قرشی نے جواہر مضیہ میں ضروری تبصرہ کردیا ہے اور جوہر نقی ان کا کامل ومکمل جواب ہے۔

نیز علامہ زبیدی نے عقود الجواہر الحنفیہ میں لکھا کہ جو شخص "سنن بیہقی" کا مطالعہ کرے گا وہ امام بیہقی کے تعصبات سے حیرت زدہ رہ جائے گا، حافظ ذہبی شافعی نے اپنے رسالہ "الرواۃ الثقات المتکلم فیہم بمالا یوجب ردہم" میں لکھا کہ ابوبکر خطیب، ابونعیم اصفہانی اور دوسرے بعض متاخرین علماء کا بڑا گناہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنی تالیفات میں بعض احادیث موضوعہ تک نقل کردی ہیں جو سنن

---

[1] یہ حافظ جعابی محمد عمر بن محمد سالم حنفی (م ۳۵۵ھ) علل حدیث اور تاریخ رجال کے بہت بڑے امام گزرے ہیں، جن کو چار لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں، دارقطنی نے ان سے بڑا استفادہ کیا ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بھی آپ کو دارقطنی کے بڑے اساتذہ میں ذکر کیا ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، حافظ جعابی امام حارثی بخاری (جامع مسند امام اعظمؒ) کے تلمیذ حدیث ہیں جو مشاہیر آئمہ احناف میں سے ہیں، حافظ ابن مندہ اور حافظ ابن عقدہ وغیرہ کبار حفاظ ومحدثین بھی امام حارثی کے تلامذۂ حدیث ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ورضی عنا عنہم اجمعین۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث) ص ۲۳ وص ۱۱۷)

بدئی پر بڑا ظلم ہے، خدا ہمیں اور ان کو معاف کردے۔

علامہ محمد معین سندھی نے دراسات اللبیب میں لکھا کہ یہ دارقطنی ہیں جنہوں نے امام الآئمہ ابوحنیفہؒ پر طعن کر دیا ہے اور ان کی وجہ سے ان کے مذہب کے موافق احادیث کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے، ایسے ہی خطیب بھی حد سے بڑھ گئے، لیکن ان دونوں یا ان کے طریقہ پر چلنے والوں کو کون اہمیت دیتا ہے، جب کہ امام صاحب کی جلالت قدر اور توثیق پر اتفاق واجماع ہو چکا ہے اور آپ کی منقبت عظیمہ سے کون انکار کرسکتا ہے جس سے آپ نے مجوا حدیث صحیح ثریا تک کا علم حاصل کر لیا ہے۔

نیز خطیب کے ہی ہم مشرف علامہ ذہبیؒ کی طرح شافعی المذہب حافظ حدیث محمد بن یوسف صالحی نے عقود الجمان میں لکھا کہ "تم خطیب کی ان باتوں سے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ کی شان رفیع کے خلاف نقل کر دی ہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا، کیونکہ خطیب نے اگرچہ مادحین امام اعظم کے اقوال بھی نقل کئے ہیں مگر اس کے بعد وہ امور نقل کئے جس نے ان کی کتاب کا مرتبہ بھی گرا دیا اور بڑا عیب اس کو لگ گیا جس کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑا ان کو ہدف وملامت بنانے پر مجبور ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ خطیب نے وہ گندگی ڈالی ہے جس کو بہت سے دریا مل کر بھی نہیں بہا سکتے۔

علامہ جمال الدین مقدسی حنبلی م ۹۰۹ھ نے تنویر الصحیفہ میں لکھا کہ "امام ابوحنیفہ سے تعصب رکھنے والوں میں سے دارقطنی کے علاوہ ابونعیم بھی ہیں کہ انہوں نے حلیۃ الاولیاء میں امام صاحب کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ امام صاحب سے بہت کم درجہ کا علم وزہد رکھنے والوں کا ذکر کیا ہے، ان تمام ناگفتنی امور کے ساتھ یہ بھی اعتراف کرنا ہے کہ باوجود اس کے بھی حافظ ابونعیم نے امام صاحب کی احادیث مرویہ کو اہمیت دی ہے اور آپ کی روایت سے ایک مسند بھی تالیف کیا۔

اسی طرح امام بیہقی نے اپنی سنن میں امام صاحب کی مرویہ احادیث سے احتجاج کیا ہے، مستدرک میں حاکم نے بھی آپ کی احادیث سے استشہاد کیا ہے اور آپ کو آئمہ اسلام میں داخل کیا ہے اور معرفۃ علوم حدیث میں تو امام صاحب کو ان آئمہ ثقات میں شمار کیا ہے جو تابعین و اتباع تابعین میں سے مشہور ہوئے اور جن کی احادیث حفظ و مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی رہی ہیں اور ان سے نیز ان کے ذکر مبارک سے مشرق ومغرب کے لوگ برکت حاصل کرتے رہے ہیں۔ (ماتمس الیہ الحاجۃ)

۸۵- حافظ ابوالعباس جعفر بن محمد نسفی مستغفری حنفیؒ م ۴۳۲ھ

کبار حفاظ حدیث میں سے نسف کے خطیب، جید فقیہ، محدث مکثر وصدوق تھے، تمام علاقہ ماوراء النہر میں آپ کا مثل نہیں تھا، حافظ غنجار قاضی ابوعلی حسین نسفی، زاہد بن احمد سرخسی وغیرہ سے علم حاصل کیا، آپ سے ابومنصور سمعانی وغیرہ نے روایت حدیث کی، آپ کی بہت سی مفید تصانیف ہیں، حدیث میں "جموع" اور "معرفۃ الصحابہ" زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ، جواہر مضیئہ وحدائق)

۸۶- شیخ ابوعبداللہ حسین بن علی بن محمد بن جعفر صیمری حنفی ولادت ۳۵۱ھ متوفی ۴۳۶ھ

مشہور فقیہ جلیل اور محدث صدوق تھے، فقہ ابوبکر محمد خوارزمی سے، حدیث ابوالحسن دارقطنی اور ابوبکر محمد بن احمد جرجانی وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے قاضی القضاۃ ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حسین دامغانی وغیرہ نے فقہ میں تخصص حاصل کیا اور خطیب بغدادی وغیرہ نے حدیث روایت کی، آپ نے امام اعظم اور اصحاب امام کے مناقب میں نہایت اہم جلیل القدر تصنیف کی، مدت تک مدائن وغیرہ میں عہدۂ قضا پر متمکن رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۸۷- شیخ ابوجعفر محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن محمود سمنانی حنفی ولادت ۳۶۱ھ م ۴۴۴ھ

محدث وفقیہ، ثقہ، صدوق تھے، حنفی المذہب، اشعری الاعتقاد تھے، حدیث میں نصر بن احمد بن خلیل اور دارقطنی وغیرہ کے شاگرد ہیں اور

خطیب بغدادی وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں، مدت تک موصل کے قاضی رہے، صاحب تصانیف مفیدہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۸۸- حافظ ابوسعد السمان اسماعیل بن علی بن زنجویہ رازی حنفیؒ م ۴۴۵ھ

علم حدیث، معرفت رجال وفقہ حنفی کے امام تھے، معرفت خلاف بین الائمۃ المتبوعین کے بڑے بصیر تھے، آپ سے شیوخ زمانہ میں سے تین ہزار شیوخ نے تلمذ کیا، بڑے متقی وزاہد تھے، ۷۴ سال میں کبھی کسی دوسرے کا کھانا نہیں کھایا، نہ ان پر کسی کو کوئی احسان کرنے کی ضرورت پیش آئی، نہ حالت اقامت میں نہ سفر میں، فرمایا کرتے تھے کہ جس نے حدیث رسول ﷺ نہیں لکھی، اس کو صحیح معنی میں حلاوت اسلام نہیں ملی، بہت سی تصانیف کیں، تمام اوقات درس وتعلیم، ارشاد وہدایت نماز وتلاوت قرآن مجید پر صرف فرماتے تھے، ہمیشہ تجرد میں بسر کی، وفات کے وقت اس طرح متبسم وخوش تھے جیسے کوئی سفر سے گھر لوٹ کر ہوتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وجواہر مضیئہ)

۸۹- شیخ خلیل بن عبداللہ بن احمد (ابویعلی) قزوینیؒ م ۴۴۶ھ

علل حدیث اور رجال کے بہت بڑے عالم تھے، علی بن احمد بن صالح قزوینی، ابوحفظ کتانی، حاکم اور اس طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے سماع وحدیث روایت کی، آپ کی کتاب ''ارشاد فی معرفۃ المحدثین'' راویوں کے حالات میں نہایت عمدہ کتاب ہے، لیکن اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ اس میں اوہام بھی ہیں جب تک دوسری کتابوں کی شہادت نہ مل جائے اس پر کلی اعتماد نہ چاہئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۹۰- شیخ محمد اسماعیل محدث لاہوری حنفیؒ م ۴۴۸ھ

بخارا کے سادات عظام سے تھے جو سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں ۳۹۵ھ میں لاہور آکر ساکن ہوئے، علوم تفسیر، فقہ وحدیث کے امام اور علوم باطنی کے پیشوائے کامل تھے، واعظان اہل اسلام میں سب سے پہلے آپ ہی کا لاہور میں ورود ہوا اور آپ کے ارشادات وہدایت سے ہزاروں لوگ مشرف بہ سلام ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۹۱- شیخ الائمہ شیخ عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح حلوائی بخاری حنفیؒ م ۴۴۸ھ

اپنے زمانہ کے امام کبیر، فاضل بے نظیر، فقیہ کامل ومحدث ثقہ تھے، مجتہدین فی المسائل میں آپ کا شمار ہے، حافظ محمد بن احمد غنجار ابواسحٰق رازی وغیرہ سے حاصل کی، امام طحاویؒ کی شرح معانی الآثار کو ابوبکر محمد بن عمر بن حمدان سے روایت کیا اور آپ سے شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی وغیرہ نے فقہ وحدیث حاصل کی، آپ کی تصانیف میں سے مبسوط اور کتاب النوادر زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ وحدائق حنفیہ)

۹۲- شیخ ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن احمد بن اسماعیل بن ابراہیم الصابونیؒ م ۴۴۹ھ

ابوسعید عبداللہ بن محمد رازی، ابوطاہر ابن خزیمہ، عبدالرحمٰن بن ابی شریح اور اس طبقہ کے دوسرے علماء ومحدثین سے علم حاصل کیا، عبدالعزیز کتانی اور ابوبکر بیہقی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، بیہقی آپ کو امام المسلمین اور شیخ الاسلام کہتے تھے، ستر سال تک برابر وعظ ونصیحت میں مشغول رہے، نیشاپور کی جامع مسجد میں بیس سال تک امامت وخطابت آپ ہی کے سپرد رہی، آپ کی تصانیف میں سے ''کتاب المائتین'' مشہور ہے، اس میں دوسو احادیث، دوسو حکایات اور دوسو قطعات اشعار کے ہیں جو ہر حدیث کے مضمون کے مناسب لائے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان)

۹۳- حافظ ابومحمد عبدالعزیز بن محمد بن محمد بن عاصم نسفی حنفیؒ م ۴۵۶ھ

حافظ حدیث، محدث ثقہ، فقیہ متقن تھے، سلفی نے کہا کہ میں نے آپ کی بابت مؤتمن ساجی سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ آپ مثل ابی

بکر خطیب و محمد بن علی صہوی کے حافظ حدیث، جید الفہم، مرضی الخصائل تھے، ابن مندہ نے کہا کہ آپ حفظ واتقان میں یگانۂ روزگار تھے، اور میں نے اپنے زمانہ میں آپ جیسا سریع الکتابۃ، سریع القرأۃ اور دقیق الخط نہیں دیکھا، مدت تک حافظ جعفر مستغفری کی صحبت میں رہ کر بہ کثرت سماع حدیث واخذ روایت کیا اور بغداد جا کر محمد بن محمد بن غیلان سے بھی استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ)

۹۴-شیخ ابوالقاسم عبدالواحد بن علی بن برہان الدین عکبری حنفیؒ م ۴۵۶ھ

محدث، فقیہ، متکلم، نحوی، لغوی، مورخ وادیب فاضل تھے، چنانچہ پہلے حنبلی تھے، پھر حنفی ہوئے، اپنے زمانہ کے اجلۂ محدثین وفقہا سے علم حاصل کیا، امام صاحب کے مذہب سے مدافعت میں بہت جری وقوی تھے، ان کے دلائل کی قوت مسلم تھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق وغیرہ)

۹۵-حافظ ابومحمد علی بن احمد بن حزم اندلسی ولادت ۳۸۴ھ م ۴۵۷ھ

آپ فارسی النسل تھے، قرطبہ میں ولادت ہوئی، حفظ وذکاوت اور وسعت مطالعہ میں بڑی شہرت پائی، پہلے شافعیؒ تھے پھر داؤد ظاہری کا مسلک اختیار کرلیا تھا، قیاس سے منکر تھے، مختلف زبانوں میں مہارت تھی، علوم اسلامیہ کے علاوہ بلاغت وشاعری میں بھی تمام اہل اندلس پر فائق تھے، آپ کی تصانیف میں سے المحلی والمجلی، کتاب الاحکام اور الفصل فی الملل والنحل زیادہ مشہور ومتداول ہیں، آپ کی جلالت قدر بے شبہ ہے، مگر چند کمزوریاں بھی آپ کی ایسی ہیں جو نظر انداز نہیں ہوسکتیں، مثلاً اپنی رائے پر انتہائی جمود، اپنے مخالف کی نہایت سخت الفاظ میں تجہیل وتحمیق، حتیٰ کہ آئمہ متبوعین اور اکابر محدثین بھی آپ کے نازیبا کلمات اور غیر موزوں تنقید سے نہ بچ سکے، اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ حجاج کی تلوار اور ابن حزم کی زبان یکساں تھی، اس کی وجہ خود انہوں نے ''مداواۃ النفوس'' میں یہ لکھی ہے کہ ''میری تلی بڑھ گئی تھی اس لئے میرے مزاج میں اس قدر تغیر پیدا ہوگیا کہ مجھے خود اس پر تعجب ہے۔

مقدمہ ابن اصلاح کی تلخیص میں حافظ ذہبی نے اور امام ترمذی کے تذکرہ میں حافظ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''ابن حزم'' اپنی علمی وسعت کے ساتھ امام ترمذی اور آپ کی تصنیف سے ناواقف تھے۔ (تذکرہ وتہذیب)

ابن حزم آئمہ احناف اور مذہب حنفی سے بہت زیادہ تعصب برتتے ہیں، کافی درازلسانی بھی کی ہے اور ناانصافیاں کی ہیں، ہمارے حضرت شاہ صاحب نے ایک روز درس بخاری شریف میں فرمایا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو ایک سعی پیدل کی اور دوسری سوار ہوکر، اس سے احناف نے استدلال کیا کہ آپ قارن تھے، اس حدیث پر ابن حزم گزرے تو توجیہ کی ایک ہی سعی کے کہ کچھ شوط پیدل کئے تھے اور کچھ سوار ہوکر، میں نے اس توجیہ کی دھجیاں بکھیر دیں ہیں اور صریح احادیث سے ثابت کیا ہے کہ پیدل اور سوار دوسعی مستقل الگ الگ ہوئی ہیں، پھر فرمایا کہ ابن حزم بنئے کی لٹیا کی طرح حق وباطل پر احتمال کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

حضرت العلام مولانا مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، امام محمد کی کتاب الحج پر تعلیقات لکھ رہے ہیں جو ان شاء اللہ ادارہ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن سے شائع ہوگی، ان تعلیقات میں آپ کے سامنے محلی ابن حزم بھی ہے اور ان کی دراز دستیوں کا بوجہ احسن دفاع کیا ہے۔ نفعنا الله بعلومه۔

حافظ ابن حزم نے شرح معانی الآثار طحاوی کو ابوداؤد ونسائی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (سیر النبلاء، ذہبی)

۹۶-حافظ ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بیہقیؒ ولادت ۳۸۴ھ متوفی ۴۵۸ھ

مشہور جلیل القدر محدث تھے، بڑی بڑی گرانقدر تصانیف کیں، ان میں سے زیادہ اہم ونافع کتابیں یہ ہیں: ''سنن کبریٰ'' (۱۰ جلد)

معرفۃ السنن والآثار (۴ جلد) کتاب الاسماء والصفات (۲ جلد) دلائل النبوہ (۳ جلد) کتاب الخلافیات ۲ جلد، مناقب الشافعی، کتاب الدعوات الکبیر، کتاب الزہد، کتاب البعث والنشور، الترغیب والترہیب، اربعین کبریٰ، اربعین صغریٰ، کتاب السراء یہ سب ایک جلد کی ہیں۔

امام الحرمین شافعی کا قول ہے کہ دنیا میں سواء بیہقی کے اور کسی شافعی کا احسان امام شافعی پر نہیں، کیونکہ بیہقی نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعی کے مذہب کی تائید وتقویت کی ہے اور اسی وجہ سے ان کے مذہب کا رواج زیادہ ہوا، امام شافعی کے فقہ اور فن حدیث وعلل میں پوری مہارت رکھتے تھے، باوجود اس علمی تبحر کے امام بیہقی کے پاس جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ موجود نہ تھیں اور حدیث کی ان تینوں بلند پایہ کتابوں کی احادیث پر آپ کو کماینبغی اطلاع نہ تھی۔ (بستان المحدثین)

حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک مقام پر حافظ نے فتح الباری میں بیہقی کے حوالے دیئے ہیں جو حنفیہ کے خلاف ہیں، میں نے تقریباً ۲۱ سال ہوئے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں سنن بیہقی قلمی دیکھی تھی جواب بھی موجود ہے اس میں حنفیہ کے موافق پایا تھا، بیہقی اب طبع بھی ہوگئی ہے، لیکن اس میں حافظ کے موافق درج ہے، میرا خیال ہے کہ وہ نسخہ بھی غلط ہی ہوگا جو حافظ کے پیش نظر تھا اور اسی لئے حافظ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں نے اب اس امر کے قرائن بھی لکھنے شروع کئے ہیں کہ قلمی نسخہ مذکورہ صحیح ہے۔ (یہ ملفوظ مبارک ۳۱ھ کا ہے)

حضرت شاہ صاحبؒ کا ریمارک مذکور نہایت اہم ہے افسوس ہے کہ حضرتؒ کی وہ یادداشت ہمیں ابھی تک نہیں مل سکیں جس میں وہ قرائن تحریر فرمائے تھے، ضرورت ہے کہ فتح الباری سے مقام مذکور متعین کر کے ان مواقع میں سنن بیہقی کے دونوں مطبوعہ وقلمی نسخوں کا مقابلہ کیا جائے، پھر قلمی نسخہ کی صحت کے قرائن کا کھوج لگایا جائے، ممکن ہے کچھ کامیابی ہوجائے ورنہ حضرتؒ کا سا تبحر، وسعت مطالعہ اور بالغ نظری اب کہاں؟ خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

حضرتؒ کی علمی ریسرچ اور دوررس تحقیقات وتدقیقات کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، انوارالباری میں ایسی بہت سی چیزیں پیش ہوں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ وبیدہ التوفیق۔

امام بیہقی نے بھی مسائل خلاف میں شوافع کی تائید میں حنفیہ کے خلاف بہت تعصب سے کام لیا ہے "الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی" کی دو جلدوں میں ابن ترکمانی حنفی نے امام بیہقی کا لاجواب رد لکھا ہے، جو ہر حنفی عالم کو مطالعہ کرنا چاہئے، تمام جوابات محدثانہ محققانہ ہیں، یہ کتاب سنن بیہقی کے ساتھ بھی طبع ہوئی ہے اور الگ بھی دو جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔

۹۷-شیخ حسین بن علی بن محمد بن علی دامغانی حنفی، متوفی ۴۶۱ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، حدیث ابوالغنائم زینبی وغیرہ سے پڑھی اور آپ سے قاضی ابوالمحاسن عمر بن علی قرشی نے روایت کی اور اپنے معجم شیوخ میں بھی آپ کی حدیث ذکر کی۔ (جواہر مضیئہ)

۹۸-شیخ ابوالحسن علی بن حسین سندی حنفیؒ (م ۴۶۱ھ)

محدث جلیل وفقیہ نبیل تھے، فقہ شمس الآئمہ سرخسی سے اور حدیث ایک جماعت محدثین سے حاصل کی، بخارا میں افتا اور قضاء کی خدمات مدت تک انجام دیں، فتاویٰ قاضی خان وغیرہ مشہور کتاب فتاویٰ میں آپ کے اقوال نقل ہوئے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے فتاویٰ میں "نتف" اور شرح جامع کبیر مشہور ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۹۹-حافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد عبدالبر بن عاصم نمری قرطبی مالکیؒ ولادت ۳۶۸ھ متوفی ۴۶۳ھ

مشہور جلیل القدر عالم وفاضل تھے، خطیب کے معاصر ہیں مگر ان سے پہلے طلب حدیث میں مشغول ہوئے اور بڑا مرتبہ پایا، حفظ و

اتقان میں لاثانی تھے، آپ کی کتاب ''التمہید'' نادرۂ روزگار نہایت جلیل القدر علمی تصنیف ہے جس کی پندرہ جلدیں ہیں، محققین علماء کا فیصلہ ہے کہ آپ کا علمی پایہ خطیب بیہقی اور ابن حزم سے کہیں زیادہ بلند تھا، صدق، دیانت، حسن، اعتقاد، اتباع سنت ونزاہت لسان کے اعتبار سے زمرۂ علماء میں آپ کا خاص امتیاز ہے۔

علامہ ابن حزم کے برعکس آپ پہلے اصحاب ظواہر سے تھے، پھر تقلید اختیار کی اور مالکی ہوئے اور فقہ شافعی کی طرف بھی میلان تھا، امام اعظمؒ اور اصحاب امام کے بھی بڑے مداحین میں سے ہیں اور ان کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے۔

آپ کی کتاب ''الاستذکار'' موطأ کی بہترین شروح میں سے ہے، یہ بھی بخط خفی بقدر ۱۵ جلد کے ہے، ان کے علاوہ دوسری مشہور ومقبول کتب یہ ہیں: جامع بیان العلم وفضلہ ۲ جلد، الدرر فی اختصار المغازی والسیر، العقل والعقلاء ماجاء فی اوصافہم، جمہرۃ الانساب، بہجۃ المجالس، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہا، امام اعظم، امام مالک وامام شافعی کے مناقب میں بلند پایہ تصنیف ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان)

۱۰۰- حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی (خطیب بغدادی) شافعیؒ م ۴۶۳ھ

گیارہ سال کی عمر سے طلب علم اور سماع حدیث کا سلسلہ شروع کیا اور دور دراز بلاد وممالک کا سفر کر کے علم وفضل میں امتیاز حاصل کیا حافظ ابونعیم اصبہانی، ابوالحسن بن بشران وغیرہ سے استفادہ کیا، مکہ معظمہ میں صحیح بخاری کو ستی کریمہ (بنت احمد المروزیہ راویۂ بخاری) سے پانچ یوم میں ختم کیا اور شیخ اسماعیل بن احمد الضریر الحیری نیشاپوری سے تین مجلس (سہ روز) میں بخاری ختم کی۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: جامع آداب الراوی والسامع، تاریخ بغداد، الکفایہ فی آداب الروایہ، اشرف اصحاب الحدیث، السابق واللاحق، المتفق والمفترق، المؤتلف ومختلف، ان کے علاوہ اور بہت ہیں۔ (بستان المحدثین)

تاریخ بغداد میں امام اعظمؒ، امام احمدؒ اور دوسرے اکابر وائمہ واہل علم کے خلاف جو کچھ اپنے جبلی تعصب کی وجہ سے لکھ گئے ہیں، اس کو سنجیدہ طبقہ میں کسی وقت بھی پسند نہیں کیا گیا اور اس کے رد وجوابات بھی لکھے گئے، تانیب الخطیب، السہم المصیب وغیرہ کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں اور ان کے تعصب پر بھی کچھ لکھا ہے جو غالباً کافی ہے، اس سے قطع نظر آپ کی حدیثی، فقہی وتاریخی خدمات اور مفید تصنیفات ساری امت کی طرف سے مستحق ہزار قدر ولائق صد تحسین ہیں۔

۱۰۱- شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد قشیری نیشاپوریؒ (م ۴۶۵ھ)

بڑے عالم ومحدث ہیں، زہد وتصوف میں زیادہ شہرت ہوئی، اپنے زمانہ کے بڑے بڑے محدثین سے سماع حدیث کیا، خطیب بغدادی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: رسالہ قشیریہ، لطائف الاشارات، کتاب الجواہر، المنتہی فی نکت اولی النہی، ایک طویل تفسیر بھی ہے جو بہترین تفاسیر میں شمار ہوتی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان المحدثین)

۱۰۲- شیخ علی مخدوم جلابی غزنوی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری حنفیؒ (م ۴۶۵ھ)

آپ جامع علوم ظاہری وباطنی مشہور شیخ طریقت تھے، ''کشف المحجوب'' آپ کی بے نظیر مشہور ومقبول عالم کتاب ہے، بڑے بڑے مشائخ مثلاً شیخ ابوالقاسم گورگانی، ابوسعید ابوالخیر ابوالقاسم قشیری محدث وغیرہ آپ کے شیوخ واساتذہ میں ہیں، اپنے مشائخ کے ارشاد پر غزنی سے لاہور آ کر امامت کی دن کو درس علوم دینیہ اور شب کو تلقین ذکر کا مشغلہ تھا، ہزار ہا علماء واولیاء نے استفادہ کیا۔

آپ نے کشف المحجوب میں امام اعظم کی نسبت لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ملک شام میں حضرت بلالؓ کی قبر کے سرہانے سویا ہوا تھا کہ

اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا، اتنے میں فخر موجودات سرور دو عالم ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لائے اور آپ نے ایک بوڑھے شخص کو بچوں کی طرح گود میں لیا ہے اور نہایت شفقت فرمار ہے ہیں، میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ یہ پیر روشن بخت کون ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ امام ابوحنیفہ ہیں جو مسلمانان اہل سنت کے امام ہیں''۔ لاہور میں آپ کے مزار مبارک پر شب و روز میلہ کی طرح اجتماع عوام و خواص رہتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۰۳- شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حسین بن عبدالملک بن عبدالوہاب دامغانی حنفیؒ (م ۴۷۸ھ)

اپنے زمانہ کے فقیہ کامل اور محدث ثقہ تھے، آپ نے علامہ صیمری (تلمیذ خوارزمی تلمیذ جصاص) اور محدث محمد بن علی صوری وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، قاضی ابن ماکولا کے بعد بغداد کے ۳۰ سال تک قاضی رہے اور قاضی القضاۃ مشہور ہوئے، آپ کو دینی و دنیوی حشمت و جاہت میں امام ابویوسف سے مشابہ سمجھا جاتا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۰۴- امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف ضیاء الدین نیشاپوری شافعیؒ

ولادت ۴۱۹ھ متوفی ۴۷۸ھ

مشہور محدث و فقیہ، رئیس الشافعیہ گزرے ہیں، بڑے مناظر و متکلم، بلند پایہ خطیب و واعظ تھے، آپ آئمہ حنفیہ اور مذہب حنفیہ سے بہت تعصب رکھتے تھے اور تاریخی و فقہی لحاظ سے بہت سی باتیں ان کی طرف غلط بھی منسوب کردی ہیں، جن میں سے بعض باتوں کا ذکر ضمناً پہلے ہو چکا ہے، آپ کی تصانیف مشہورہ یہ ہیں، ارشاد (مسائل کلام میں) طبع ہو چکی ہے، النہایہ، رسالہ نظامیہ، البرہان (اصول فقہ میں) مغیث الخلق فی اتباع الحق (طبع ہو چکی ہے) اس آخری کتاب میں فقہ شافعی کو فقہ حنفی پر ترجیح دی ہے اور فقہ حنفی اور آئمہ احناف کے خلاف ناموزوں الزامات عائد کئے ہیں، اس کے جواب میں علامہ کوثریؒ نے رسالہ ''احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق'' لکھا جو نہایت تحقیقی و علمی رد ہے، امام الحرمین کے ایک ایک قول کو ذکر کر کے اس کا رد کیا ہے اور علامہ سبط ابن الجوزی حنفی (م ۶۵۴ھ) نے ''الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح'' لکھا جس میں وجوہ و دلائل ترجیح مذہب حنفی تحریر کئے ہیں اور کتاب مذکور کے آٹھویں باب میں ۴۷ مسائل مہمہ وہ لکھے ہیں جن میں امام اعظمؒ نے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کا اتباع کیا ہے اور دوسرے آئمہ امام شافعی وغیرہ نے ان پر عمل نہیں کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۱۰۵- امام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بزدوی حنفیؒ (م ۴۸۶ھ)

فروع و اصول میں اپنے زمانہ کے امام آئمہ، شیخ حنفیہ، مرجع العلماء تھے، فقیہ کامل، محدث ثقہ اور حفظ مذہب میں ضرب المثل تھے، آپ کی مشہور و مقبول تصانیف میں سے یہ ہیں: مبسوط (۱۱ جلد) شرح جامع کبیر، شرح جامع صغیر اصول فقہ میں نہایت معتمد و معتبر بڑی کتاب، اصول بزدوی تفسیر قرآن مجید (۱۲۰ جز و کہ ہر جز و قرآن مجید کے حجم کے برابر ہے) غناء الفقہ، کتاب الامالی (حدیث میں) عرصہ تک سمرقند میں تدریس و قضاء کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کے زمانہ میں ایک متبحر عالم شافعی المذہب آئے جو ہمیشہ مناظرے میں غالب آتے تھے اور ان کی وجہ سے بہت سے حنفی مذہب شافعی اختیار کر چکے تھے، آپ سے مناظرہ کے لئے کہا گیا مگر آپ مناظرہ کو ناپسند کرتے تھے، اولاً انکار کیا پھر لوگوں کے شدید اصرار پر خود ان عالم کے پاس تشریف لے گئے، عالم مذکور نے امام شافعیؒ کے مناقب شمار کئے اور کہا کہ ہمارے امام کا حافظہ اس قدر تھا کہ ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے، آپ نے فرمایا یہ تو آسان کام ہے، کیونکہ قرآن مجید بتمام و کمال علم ہے اور اس کو یاد کر لینا اہل علم کے

لئے مناسب ہے، تم سرکاری دفتر کا حساب وکتاب لاؤ اور دو سال کے آمد وخرچ کی سب تفصیل پڑھ کر مجھے سناؤ، لوگوں نے ایسا ہی کیا آپ نے دفتر مذکور کو شاہی مہر لگوا کر ایک مقفل مکان میں محفوظ کرادیا اور حج کے لئے تشریف لے گئے، چھ ماہ کے بعد واپس ہوئے اور ایک بڑی مجلس میں دفتر مذکور منگوا کر شافعیؒ عالم مذکور کے ہاتھ میں دیا، پھر آپ نے تمام دفتر کی چیزیں اپنی یاد سے سنادیں جس میں ایک چیز بھی غلط نہ ہوئی (اس سے وہ عالم سخت شرمندہ ہوئے اور دوسرے لوگ حیرت زدہ ہوگئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۰۶-شیخ ابوالحسین قاضی القضاۃ محمد بن عبداللہ ناصحی نیشاپوری حنفیؒ (م ۴۸۴ھ)

اپنے وقت کے مشہور محدث وفقیہ، مناظر ومتکلم، طبیب اور عالم مذاہب فقیہ تھے، حدیث ابوسعید صیرفی وغیرہ محدثین کبار سے حاصل کی، بغداد اور خراسان میں مدت تک درس حدیث دیا، مدرسہ سلطانیہ کے شیخ الحدیث اور نیشاپور کی قضاء کے عہدہ پر فائز رہے، آپ ایسے فقیہ النفس جید الفہم، واسع المطالعہ تھے کہ امام الحرمین ابوالمعالی جوینی شافعی کے ساتھ مسائل خلاف میں بحث کرتے تو امام موصوف آپ کے حسن ایراد اور قوت فہم کی تعریف پر مجبور ہوتے تھے، محمد بن عبدالواحد دقاق اور عبدالوہاب بن النماطی وغیرہ آپ کے تلامذۂ حدیث میں ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۰۷-شیخ ابوالحسن علی بن الحسن بن علی صندلی نیشاپوری حنفی (م ۴۸۴ھ)

مشہور محدث، فقیہ ومناظر تھے، آپ نے حسین بن علی صیمری (تلمیذ خوارزمی، تلمیذ جصاص) سے علوم حاصل کئے، بڑے متبع سنت اور معتزلہ کے مقابلہ میں کامیاب مناظر تھے، نیشاپور میں درس علوم دیا، شیخ ابومحمد جوینی شافعی اور امام ابوالمعالی جوینی شافعی سے بھی مسائل خلاف میں معرکہ آرائیاں رہی ہیں۔

ایک مرتبہ شیخ ابوالمعالی نے مشہور کیا کہ نکاح بغیر ولی کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان اختلاف ہے، کیونکہ حدیث میں نکاح بغیر ولی کو باطل کہا ہے اور امام ابوحنیفہ نے صحیح کہا، شیخ صندلی کو خبر ہوئی تو افسوس کیا کہ ایسا مغالطہ دیا گیا، چنانچہ پھر کسی نے آپ سے ذبح بغیر تسمیہ کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں امام شافعی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اختلاف پیش آگیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں تو لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وارد ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں کھالیا جائے۔ (الجواہر المضیہ)

اس قسم کے لطائف وظرائف بھی چلتے تھے اور علماء احناف جواب ودفاع کے طور پر بھی کچھ کہہ دیتے تھے، ورنہ درحقیقت تحقیق ودلائل کا میدان دوسرا تھا، تحقیق ودیانت کی رو سے نہ امام اعظم کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے کسی حدیث صحیح غیر منسوخ کی مخالفت کی اور نہ امام شافعی وغیرہ دوسرے آئمہ متبوعین کے بارے میں کسی حدیث یا آیت قرآنی کی عمداً مخالفت کا امکان ہوسکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ طرز تنقید امام بخاری ایسے اکابر سے شروع ہوا، پھر امام الحرمین وغیرہ نے اس کی تقلید کی۔

امام بخاری نے جلد دوم ص ۱۰۳۲ (مطبوعہ رشیدیہ دہلی) باب فی الھبہ والشفعہ میں قال بعض الناس سے ترقی کرکے یہ بھی فرمایا کہ بعض الناس نے اس مسئلہ میں رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کی ہے، جس کا مکمل ومدلل جواب علامہ حافظ عینی وغیرہ نے دیا ہے اور اسی مقام پر حاشیہ میں بھی طبع شدہ ہے، ہم بھی اس موقعہ پر پہنچ کر منتخب جوابات درج کریں گے، ان شاء اللہ۔

یہاں صرف یہ کہنا تھا کہ آئمہ متبوعین خصوصاً امام اعظم کے متعلق ایسے نازیبا جملے اور مغالطہ آمیز باتیں کسی طرح موزوں ومناسب نہیں تھیں، خصوصاً جب کہ امام الحرمین اور امام بخاری کے اساتذہ وشیوخ کبار نے امام صاحب کی زیادہ سے زیادہ مدح وتوثیق وتعظیم وتکریم کی تھی، افسوس ہے کہ بعد کے کچھ لوگ افراط وتفریط میں پڑ گئے، عفاء اللہ عنا وعنہم اجمعین، شیخ صندلی کی تصانیف میں سے تفسیر قرآن مجید بہت

بلند پایا ہے، جس کی تالیف نصف ہوسکی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۱۰۸- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر حمیدی اندلسی (م ۴۸۸ھ)

آپ حافظ ابن عبدالبر مالکی، خطیب اور ابن حزم کے تلمیذ ہیں اور ابن ماکولا مشہور محدث کے معاصرین واحباب سے ہیں، آپ نے ''الجمع بین الصحیحین'' لکھی جس میں بخاری ومسلم کی احادیث کو مسانید صحابہ کے مطابق مرتب کیا ہے، دوسری تصانیف تاریخ اندلس، الذہب المسبوک فی وعظ الملوک، کتاب ذم النمیمہ وغیرہ ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان المحدثین)

۱۰۹- شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی حنفیؒ (م ۴۹۰ھ)

مشہور جلیل القدر محدث وفقیہ، امام وقت، متکلم اصولی ومناظر تھے، علوم کی تحصیل شمس الائمہ حلوائی سے بغداد میں کی اور آپ سے برہان الائمہ عبدالعزیز بن عمر بن مازہ اور رکن الدین مسعود بن الحسن وغیرہ فقہاء محدثین نے فقہ وحدیث میں تخصص حاصل کیا، بڑے حق گو تھے، خاقان (بادشاہ وقت) کو بھی نصیحت کی جس کی وجہ سے اس نے ایک کنوئیں میں قید کردیا، وہیں سے آپ نے اپنی مشہور ومقبول کتاب مبسوط کی ۱۵ جلدیں املاء کرائیں۔ حالانکہ آپ کے پاس مراجعت کے لئے کوئی کتاب بھی نہ تھی، کنویں کے اوپر تلامذہ بیٹھ کر لکھتے تھے، اسی طرح درس علوم فقہ وحدیث کا بھی مشغلہ کنوئیں کے اندر سے جاری رکھتے تھے، ان ایام اسیری میں ہی آپ نے شرح سیر کبیر اور ایک کتاب اصول فقہ لکھائی، آخر عمر میں فرغانہ رہ کر مبسوط کی تکمیل کی، ان کے علاوہ آپ نے مختصر الطحاوی اور امام محمد کی کتابوں کی شروح لکھیں۔

کسی نے آپ سے کہا کہ امام شافعیؒ نے تین سو جزو یاد کئے تھے، اس پر آپ نے اپنی محفوظات کا حساب کیا تو وہ بارہ ہزار جزو نکلے، اس گرانقدر علمی شان کے ساتھ صاحب کرامات بزرگ تھے ان کے قصے کتابوں میں مذکور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جواہر، فوائد بہیہ وحدائق)

۱۱۰- حافظ ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد بن محمد نیشاپوری، حاکم حنفیؒ (م ۴۹۰ھ)

حافظ، متقن، محدث اور خاندان علم وفضل سے تھے، آپ نے قاضی ابوالعلاء صاعد سے علوم حاصل کئے اور اپنے والد ماجد کے ذریعہ خاندانی سلسلہ سے بھی حدیث وفقہ میں تصانیف بھی کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ، جواہر مضیہ ص ۲۶۱ وص ۳۳۸ ج ۱)

۱۱۱- حافظ ابومحمد حسن بن احمد بن محمد سمرقندی حنفی (م ۴۹۱ھ)

حافظ مستغفری سے علوم کی تحصیل کی، ابوسعد نے کہا کہ اپنے زمانہ میں فن حدیث میں ان جیسے فضل وتفوق کا مشرق ومغرب میں کوئی نہ تھا، آپ کی کتاب ''بحرالاسانید من صحاح المسانید'' تین سو جزو میں نہایت گرانقدر حدیثی تالیف ہے، جس میں آپ نے ایک لاکھ احادیث جمع کیں، اگر یہ کتاب مرتب ومہذب ہوکر شائع ہوجاتی تو اسلام میں اس کی نظیر نہ ہوتی جیسا کہ کتب طبقات میں لکھا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۱۱۲- شیخ ابوسعید محمد بن عبدالحمید بن عبدالرحیم المعروف بہ خواہرزادہ حنفیؒ (م ۴۹۴ھ)

علوم کی تحصیل وتکمیل اپنے ماموں شیخ ابوالحسن قاضی علی بن الحسین اور ابوالحسن عبدالوہاب بن محمد کشانی سے کی، سمعانی نے لکھا کہ اپنے زمانہ میں اصحاب امام اعظم میں سے سب سے زیادہ طلب حدیث میں فائق تھے، بڑا مشغلہ سماع حدیث اور جمع وکتابت حدیث کا تھا، سمعانی نے لکھا کہ آپ کے والد عبدالحمید (خواہرزادہ) ابھی امام وقت، عالم وفاضل تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ ص ۲۹۶ ج اوص ۵۷ ج ۲)

۱۱۳-محمد بن محمد بن محمد ابوالحامد الغزالیؒ (ولادت ۴۵۰ھ متوفی ۵۰۵ھ)

مشہور عالم جلیل، شافعی المذہب، امام الحرمین ابوالمعالی جوینی کے فقہ میں شاگرد ہیں، بہت مفید علمی کتابیں تصنیف کیں مثل احیاء العلوم وغیرہ، علم وفقہ کے امام ہوئے، اپنے مذہب کے بھی پورے واقف تھے اور دوسرے مذاہب کے بھی (مرآۃ الزمان ص ۳۹ ج ۸)

تحصیل علم سے فارغ ہوکر مدرسہ نظامیہ بغداد میں درس علوم دیا پھر ترک کر دیا، حج کے بعد دمشق پہنچے دس سال وہاں قیام کیا، وہاں سے قدس واسکندریہ ہوکر اپنے وطن طوس پہنچے اور تصنیف میں مشغول ہوئے، احیاء العلوم کے علاوہ دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں، البسیط، الوسیط، الوجیز، الخلاصۃ، بدایۃ الهدایہ، المنخول، المستصفی، تہافت الفلاسفہ، جواہر القرآن، کیمیائے سعادت، منہاج العابدین، المنقذ من الضلال، القسطاس المستقیم۔ (فوائد بہیہ ص ۲۴۳)

تمام کتب بہت نافع ہیں اور علماء کے لئے ضروری المطالعہ ہیں "منخول" میں امام اعظمؒ پر تشنیع کی ہے اور بے دلیل وحجت الزامات بھی لگائے ہیں ان سے تعصب ظاہر ہوتا ہے جو امام غزالی کی شان رفیع اور علم وفضل کے مناسب نہیں تھا، جس کے جواب میں علامہ امیر کاتب اتقانی حنفی وغیرہ نے بھی کسی قدر درشت لہجہ اختیار کیا ہے، مگر ہمارا خیال ہے کہ اس قدر تشدد یا تعصب کا رنگ امام الحرمین کے تلمذ ومصاحبت کا اثر تھا جیسا کہ امام بخاری بھی امام صاحب کے بارے میں شیخ حمیدی اور ابونعیم خزاعی وغیرہ سے متاثر ہو گئے تھے، اور خدا کا شکر ہے کہ امام غزالیؒ پر بعد کو وہ اثرات نہیں رہے، جیسا کہ علامہ کوثریؒ نے بھی یہی رائے قائم کی ہے اور اسی لئے ان کا خیال ہے کہ امام غزالی نے بعد میں امام صاحب کی مدح کر کے تلافی مافات کی ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(فائدہ) علامہ ملا علی قاری نے طبقات میں لکھا ہے کہ متوالی تین محمد والے نام کے شوافع میں اور امام غزالی اور شمس الدین جزری ہیں اور حنفیہ میں علامہ رضی الدین صاحب المحیط ہیں، حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی قدس سرہ نے فرمایا کہ حنفیہ میں ایسے بہت ہیں اور چار اکابر حنفیہ کے نام اور لکھے ہیں، پھر لکھا کہ ایک تونسی عالم ایمن ابوالبرکات سے ایسے بھی ہوئے ہیں جن کے نام ونسب میں متوالی ۱۴ محمد جمع ہیں، آپ نے اپنا نام عاشق النبی رکھا تھا اور مدینہ طیبہ میں مجاورت اختیار فرمائی تھی اور وہیں ۷۳۴ھ میں وفات پائی، رضی اللہ عنہ۔ (فوائد بہیہ ۲۴۳)

۱۱۴-مسند ہرات شیخ نصر بن حامد بن ابراہیم حنفی (بقیۃ المسندین) ولادت ۴۱۹ھ متوفی ۵۱۰-۵۱۱ھ

مشہور محدث تھے طویل عمر پائی، ساری عمر حدیث کے ساتھ اشتغال رکھا اور بہ کثرت روایت کی اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ حدیث اپنے والد ماجد ابوالنصر اور دادا جان ابوالعباس ابراہیم اور نانا ابوالمظفر منصور بن اسماعیل حنفی وغیرہ سے علم حدیث میں متخصص ہوئے (ان سب مشائخ کے حالات بھی جواہر میں مذکور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ جواہر)

۱۱۵-حافظ ابوزکریا یحییٰ بن مندہ ابراہیم بن ولید اصبہانیؒ (م ۵۱۱ھ)

مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں آپ نے "اجزاء" تالیف کئے تھے، جزء کی اصطلاح محدثین کے یہاں یہ ہے کہ ایک شخص صحابہ اور بعد صحابہ میں سے احادیث مرویہ کو یکجا کیا جائے اور کبھی کسی خاص موضوع پر احادیث جمع کر دی جاتی ہیں، جیسے جزء القراۃ، جزء رفع الیدین وغیرہ، ابن مندہ مشہور اجزاء یہ ہیں، جزء من روی ہو وابوہ وجدہ، جزء فی اخر الصحابہ ہوتا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ ص ۷۶)

۱۱۶-شمس الائمہ بکر بن محمد بن علی بن فضل بن حسن زرنجریؒ ولادت ۴۲۷ھ متوفی ۵۱۲ھ

محدث جلیل، فقیہ کامل، حفظ مذہب میں ممتاز تھے، اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے فن حدیث میں متخصص ہوئے، شمس الائمہ زرنگری

اور ابوحنیفہ اصغر کے لقب سے مشہور ہوئے، حدیثیں اس قدر یاد تھیں کہ کوئی ایک جملہ پڑھتا تو آپ بغیر مراجعت پوری حدیث سنا دیتے تھے، حدیث وفقہ کے علاوہ تاریخ وحساب میں بھی خوب دخل تھا۔

کبار علماء ومحدثین نے آپ سے حدیث وفقہ میں تلمذ کیا، کثیر التصانیف تھے، عمر بڑی ہوئی اس لئے حدیث وفقہ کی بہت زیادہ اشاعت کی۔ (حدائق حنفیہ)

۱۱۷-الشیخ الامام محی السنۃ ابومحمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعیؒ، ولادت ۴۳۵ھ متوفی ۵۱۶ھ

مشہور محدث ومفسر وقاری ہیں، مصابیح السنۃ آپ کی جلیل القدر حدیثی خدمت ہے جس میں ۴۴۸۴ احادیث ہیں، اس کی شرح مشکوٰۃ المصابیح ہمارے مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے، بڑے زاہد، عابد ونفس کش تھے، ہمیشہ خشک روٹی پانی میں تر کر کے کھایا کرتے تھے، آخر عمر میں علماء واطباء کے اصرار پر کچھ روغن زیتون کھانے لگے تھے، دوسری خاص تالیفات یہ ہیں: تفسیر معالم التنزیل، شرح السنۃ، فتاویٰ بغوی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین وغیرہ)

۱۱۸-مسند سمرقند شیخ اسحٰق بن محمد بن ابراہیم النوحی نسفی حنفیؒ، متوفی ۵۱۸ھ

مشہور محدث وفقیہ خاندان علم وفضل سے تھے، بڑی عمر ہوئی، اکثر حصہ خطابت اور روایت ودرس حدیث میں گزارا، سمعانی نے آپ کا ذکر کبار محدثین میں کیا، اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے علم حاصل کیا اور آپ کے بھی بڑے بڑے محدثین شاگرد ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وجواہر ص ۱۳۸ ج ۱)

۱۱۹-شیخ ابوالمعالی مسعود بن حسین بن حسن بن محمد بن ابراہیم کشانی حنفیؒ (م ۵۲۰ھ)

شیخ کبیر، امام جلیل اور محدث بے نظیر تھے، نوازل ونوادر میں مرجع علماء وقت تھے، فقہ امام سرخسی سے حدیث ابوالقاسم عبیداللہ بن خطیب وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے امام صدر شہید وغیرہ نے روایت کی، مدت تک سمرقند کے خطیب رہے، نیز تحدیث املاء اور تدریس علوم میں مشغول رہے، مختصر مسعودی آپ کی مشہور تصنیف ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۲۰-الشیخ المحدث ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی حنفیؒ (متوفی ۵۲۲ھ)

مشہور وممتاز محدث وفقیہ تھے، آپ نے ابوعلی بن شاذان اور ابوالقاسم بن بشران کے اصحاب سے بہ کثرت روایت حدیث کی ہے، آپ نے مسند امام اعظم تالیف کی جو جامع المسانید (مرتبہ محدث خوارزمی) کا دسواں مسند ہے، حافظ ابن حجر نے آپ کے ساتھ عجیب معاملہ کیا کہ آپ کے مسند قاضی مارستان کو روایت کرنے کے سلسلے میں لکھ دیا کہ ان کا کوئی مسند نہیں ہے، لیکن حافظ کے تلمیذ رشید حافظ سخاوی نے اس کی روایت ذریعہ تدمری، میدوی، نجیب، ابن الجوزی، جامع قاضی مارستان تک متصل کر دی جس سے حافظ ابن حجر کی جسارت داد طلب ہوگئی۔ (تقدمہ نصب الرایہ، جواہر مضیہ ورسالہ مستطرفہ)

۱۲۱-امام ابواسحٰق ابراہیم بن اسماعیل صفارؒ (متوفی ۵۲۴ھ)

امام وقت فقیہ ومحدث تھے، بڑے عابد، زاہد اور پرہیزگار تھے، فخر الدین قاضی خاں وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، کتاب تلخیص النہایہ اور کتاب السنۃ والجماعت وغیرہ تصنیف کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۲۲- شیخ ابوالحسن رزین بن معاویۃ العبدری السرقسطی اندلسی مالکیؒ (م ۵۳۵ھ)

مشہور محدث ہیں، آپ نے اصول ستہ یعنی صحاح ثلاثہ (موطأ، بخاری مسلم اور سنن ثلاثہ، ابوداؤد، ترمذی ونسائی کو یکجا کیا جس کا نام التجرید للصحاح والسنن رکھا، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۳۲)

۱۲۳- شیخ ابومحمد عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ معروف بہ صدر شہید حنفیؒ (م ۵۳۶ھ)

مشہور آئمہ کبار ومحدثین فقہاء میں سے جامع فروع واصول عالم تھے، مسائل خلاف اور علم جدل ومناظرہ میں یکتا تھے، علماء ماوراء النہرو خراسان میں بڑے بلند پایہ تھے، حتیٰ کے شاہان وامراء بھی تعظیم کرتے تھے، مدت تک تدریس وتصنیف میں مشغول رہ، صاحب محیط، صاحب ہدایہ وغیرہ نے آپ کی شاگردی کی، مشہور تصانیف یہ ہیں: فتاوی کبریٰ وصغریٰ، شرح ادب القضاء خصاف، شرح جامع صغیر، ملاعلی قاری نے لکھا کہ آپ نے جامع صغیر کی تین شرح لکھیں، مطول، متوسط ومختصر۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۲۴- امام طاہر بن احمد بخاری حنفی (م ۵۴۲ھ)

ماوراالنہر کے شیخ الحنفیہ تھے، ابن کمال پاشا نے مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے، آپ کی کتاب خلاصۃ الفتاویٰ زیادہ مشہور ہے جس کی وجہ سے آپ کو صاحب خلاصہ کہتے تھے، کتاب خزانۃ الواقعات اور کتاب نصاب بھی بہت مشہور ومقبول ہیں۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۲۵- امام محمد بن محمد بن محمد سرخسی حنفیؒ (م ۵۴۴ھ)

جلیل القدر محدث وفقیہ اور علوم عقلیہ کے ماہر تھے، مشہور کتاب محیط تصنیف کی، مرض الموت میں ۶۰۰ دینار نکال کر وصیت کی کہ میرے بعد فقہاء میں تقسیم ہوں، درحقیقت محیط چار کتابیں ہیں، محیط کبیر ۴ جلد میں، دوسری ۱۰ جلد میں، تیسری ۴ جلد میں چوتھی ۲ جلد میں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۲۶- شیخ ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی سبتیؒ (م ۵۴۴ھ)

مشہور محدث جلیل ہیں، آپ کی کتاب مشارق الانوار علی صحاح الآثار گویا موطاء وصحیحین کی شرح ہے، دوسری اہم ترین گرانقدر تالیفات الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم، جامع التاریخ، غنیۃ الکاتب وبغیۃ الطالب وغیرہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۲۷- حافظ قاضی ابوبکر محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن العربی اندلسی (م ۵۴۶ھ)

آپ اندلس کے آخری عالم اور آخری حافظ حدیث ہیں، مشرقی بلاد کا سفر کیا اور ہر ملک کے اکابر علماء، سے تحصیل علوم کی، اشبیلیہ کی قضاء کے ساتھ درس وتصنیف کی خدمات بھی انجام دیتے تھے، آپ کی کچھ مشہور تصانیف یہ ہیں، عارضۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی، کتاب النیرین فی شرح الصحیحین، عواصم وقواصم، کتاب السباعیات، کتاب المسلسلات وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۲۸- شیخ ابوالمعالی محمد بن نصر بن منصور بن علی عامری مدینی حنفیؒ (م ۵۵۵ھ)

مشہور محدث وفقیہ تھے، امام محمد بزدوی اور علی بن محمد بزدوی وغیرہ سے تحصیل علوم کی، محدث سمعانی شافعی نے کہا میں نے آپ سے ابو

العباس مستغفری کی دلائل النبوۃ کو سنا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۲۹- حافظ شیرویہ دیلمی ہمدانیؒ (م ۵۵۸ھ)

اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے علم حدیث حاصل کیا، آپ کی حدیثی تالیفات فردوس، مشارق، تنبیہات اور جامع صغیر کے طرز پر ہے، یعنی احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۳۰- امام ابوالمفاخر شمس الائمہ عبدالغفور بن لقمان بن محمد کردری حنفیؒ (م ۵۶۲ھ)

بڑے زاہد و عابد اور اپنے زمانہ کے امام حنیفہ تھے، سلطان عادل نورالدین محمود بن زنگی کے عہد میں حلب کے قاضی رہے، بہت مفید علمی تصانیف کیں، مثلاً شرح تجرید، شرح جامع صغیر (جس میں شرح جامع کبیر کے طرز پر ہر باب کی اصل لکھ کر اس پر تخریج مسائل کی ہے) کتاب اصول فقہ، کتاب مفید و مزید، شرح جامع کبیر، شرح زیادات، حیرۃ الفقہاء۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق الحنفیہ)

۱۳۱- المحدث الجوال الشیخ ابومحمد عبدالخالق بن اسد الدمشقی حنفیؒ (م ۵۶۴ھ)

بڑے محدث و حافظ حدیث تھے، طلب حدیث و فقہ کے لئے بغداد، ہمدان و اصبہان وغیرہ کے سفر کئے، اپنے ہاتھ سے کتب حدیث و فقہ نقل کرتے تھے، دمشق کے مدرسہ صادویہ میں درس علوم دیتے اور وعظ و تذکیر بھی کرتے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ و جواہر)

۱۳۲- شیخ ابومنصور جعفر بن عبداللہ بن ابی جعفر بن قاضی القضاۃ، ابی عبداللہ دامغانی حنفیؒ م ۵۶۸ھ

فقیہ فاضل و محدث کامل تھے، شیخ ابوالخطاب محفوظ بن احمد الکلوذانی اور ابوزکریا یحییٰ بن عبدالوہاب بن مندہ اصبہانی سے بہ کثرت احادیث سنیں اور روایت کیں، ثقہ صدوق تھے، آپ کا پورا خانوادہ علم و فضل کا گہوارہ تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ)

۱۳۳- المحدث الفاضل محمود بن ابی سعد زنجی ابن السفر الترکی الملک العادل ابوالقاسم نورالدین حنفیؒ م ۵۶۹ھ

علامہ ابن اثیر نے کہا کہ فقہ حنفی کے بڑے عالم و عارف اور بے تعصب تھے، ابن الجوزی نے کہا کہ حنفی تھے مگر مذہب شافعی و مالک کی بھی رعایت کرتے تھے، حلب اور دمشق میں درس حدیث دیا، سب سے پہلے دنیا کا دارالحدیث آپ نے ہی تعمیر کرایا اور بہت بڑی تعداد میں کتابیں اس کے لئے وقف کیں، ابن عساکر نے لکھا کہ میں نے آپ کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہونے کا تجربہ کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ)

۱۳۴- حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن الحسین معروف با بن عساکر دمشقی شافعیؒ م ۵۷۱ھ

خاتم جہابذۂ حفاظ حدیث اور صاحب تصانیف جلیلہ تھے، مثلاً تاریخ دمشق اور حدیث میں "ثواب المصاب بالولد" لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ للکتانی ص ۴۹)

۱/۱۳۵- شیخ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی عیسیٰ احمد بن عمر بن محمد مدینی اصفہانیؒ (متوفی ۵۸۱ھ)

بلند پایہ محدث تھے، معرفۃ علل حدیث اور علم رجال و رواۃ حدیث میں ممتاز بلکہ یگانہ عصر تھے، حافظ یحییٰ بن عبدالوہاب بن مندہ اور حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی وغیرہ سے تحصیل حدیث کی اور اس فن میں حافظ عبدالغنی مقدسی وغیرہ آپ کے تلمیذ ہیں، فن حدیث میں بہت

سی نافع تصانیف یادگار چھوڑیں، مثلاً نزہتہ الحفاظ، کتاب تتمیم معرفتہ الصحابہ (یہ گویا کتاب ابی نعیم کا ذیل ہے) کتاب لطوالات، کتاب اللطائف، کتاب احوال التابعین وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین ص ۱۲۷)

۲/۱۳۵- الشیخ المحدث ابومحمد عبدالحق الاشبیلی (م ۵۸۱، ۵۸۲ھ)

مشہور جلیل القدر حافظ حدیث، حاذق علل، عارف رجال، صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، آپ کی نہایت جامع حدیثی تالیف "الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ" (۶ جلد) ہے، الاحکام الوسطی (۲ جلد) الاحکام الصغریٰ، الجمع بین الصحیحین، المعتان من الحدیث وغیرہ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۴۲ تا ص ۱۴۷)

۱۳۶- شیخ ابونصر احمد بن محمد بن عمر عتابی حنفیؒ (م ۵۸۲ھ)

بڑے متبحر عالم فاضل اجل تھے، دور دراز سے تشنگان علوم آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر مستفید ہوتے تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، شرح زیادات (اس میں آپ نے اس قدر تحقیق و تدقیق کی کہ علماء نے اس کو بے نظیر قرار دیا، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر، جوامع الفقہ، معروف بہ فتویٰ عتابیہ"۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۳۷- حافظ ابوبکر زین الدین محمد بن ابی عثمان الحازمی ہمدانی شافعیؒ (م ۵۸۴ھ)

بڑے حافظ حدیث تھے، آپ کی مشہور تصنیف کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاخبار ہے جو دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہوگئی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۶۸)

۱۳۸- ملک العلماء ابوبکر علاء الدین بن مسعود بن احمد کاشانی حنفیؒ متوفی ۵۸۷ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ تھے، مشہور ہے کہ آپ نے شیخ علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی کی خدمت میں حاضر ہوکر استفادۂ علوم کیا اور شیخ موصوف کی مشہور کتاب "تحفۃ الفقہاء" پڑھی تو اس کی شرح "بدائع الصنائع"، لکھی جو فقہ حنفی کی نہایت بلند پایہ اور بقول حضرت الاستاد علامہ کشمیری قدس سرہ، فقیہ النفس بنانے والی کتاب ہے، اس کو آپ کے شیخ نے نہایت پسند کیا اور خوش ہوکر اپنی بیٹی فاطمہ کو آپ کی زوجیت میں دیا جو نہایت حسین و جمیل، عالمہ، فاضلہ اور فقہ و حدیث میں متخصصہ تھیں، روم کے بادشاہ ان کے حسن و جمال اور فضل و کمال کا شہرہ سن کر خواستگار تھے، مہر کی جگہ شرح مذکور کو رکھا، اگر کسی جگہ فتویٰ میں آپ غلطی کرتے تو آپ کی یہی زوجہ محترمہ اصلاح کرتی تھیں، اہم فتاویٰ پر والد و شوہر کے ساتھ ان کے دستخط بھی ضرور ہوتے تھے، بدائع کے علاوہ "السلطان المبین فی اصول الدین" بھی آپ کی بہت عمدہ تصنیف ہے۔

ابن عدیم نے نقل کیا کہ جب علامہ کاشانی دمشق پہنچے تو وہاں کے بڑے بڑے فقہاء و محدثین آپ سے علمی مسائل میں گفتگو کے لئے آئے، آپ نے فرمایا کہ میں کسی ایسے مسئلہ میں بحث نہ کروں گا جس میں امام صاحب یا آپ کے اصحاب میں سے کسی کا قول موجود ہو، اس کے علاوہ جس مسئلہ میں چاہو گفتگو کرلو، ان لوگوں نے بہت سے مسائل چھیڑے مگر آپ نے ہر ایک میں بتلا دیا کہ اس کی طرف ہمارے اصحاب میں فلاں گئے ہیں، حتیٰ کہ وہ لوگ عاجز ہوگئے اور کوئی مسئلہ ایسا نہ بتا سکے جس میں اصحاب امام میں سے کسی نہ کسی کا قول نہ ہو، وہ سب آپ کے تبحر علمی و وسعت نظر کے قائل ہوکر واپس ہوئے۔

۱۳۹- قاضی القضاۃ ابوسعد شیخ مظہر بن حسین بن سعد بن علی بن بندار یزدی حنفیؒ م ۵۹۱ھ

فقیہ جلیل و محدث یگانہ تھے، آپ کے آباؤ اجداد بھی آئمہ عصر تھے، جامعہ صغیر زعفرانی کی شرح "تہذیب"، لکھی اور امام طحاوی کی "مشکل

الآثار" کو ملخص کیا، نوادرابی اللیث کو مختصر کیا، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا کہ آپ کی نگرانی وسرپرستی میں بارہ مدارس تھے جن میں بارہ سو طلبہ پڑھتے تھے، مشکل الآثار کو علامہ محدث قاضی یوسف بن موسیٰ حنفی م ۷۴۴ھ نے بھی ملخص کیا تھا جو دائرۃ المعارف سے چھپ گیا ہے۔

۱۴۰-ابوالمفاخر شیخ حسن بن منصور بن محمود اور جندی فرغانی معروف بہ قاضی خاں حنفیؒ (م ۵۹۲ھ)

اپنے زمانہ کے محدث کبیر اور مجتہد بے نظیر تھے، معانی دقیقہ کے ماہر غواص اور فروع واصول کے بحر بیکراں تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے، آپ کی تصانیف میں سے فتاویٰ قاضی خان (۴ جلد ضخیم) بہت مقبول ومتداول ہے، حافظ قاسم بن قطلو بغا نے تصحیح القدوری میں لکھا کہ جس مسئلہ کی تصحیح قاضی خاں کریں وہ غیر کی تصحیح پر مقدم ہے کیونکہ آپ فقیہ النفس تھے، اس کے علاوہ آپ کی تصانیف یہ ہیں، کتاب امالی، کتاب محاضر، شرح زیادات، شرح جامع صغیر (۲ ضخیم جلد) شرح ادب القضاء وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

نوٹ: ہمارے مخدوم ومحترم مولانا مشیت اللہ صاحب بجنوری مرحوم کے خاندان کا سلسلۂ نسب ابوالمفاخر قاضی خاں سے ملتا ہے آپ کا شجرۂ نسب راقم الحروف کے والد ماجد پیر شبیر علی صاحب مرحوم نے مرتب کیا تھا جو شجرۂ نسب کے بڑے ماہر تھے، مولانا مرحوم کا خاندان علم و فضل، تقویٰ ودیانت میں مشہور ہے اور قاضی محلہ بجنور میں آباد ہے۔

۱۴۱-شیخ ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل مرغینانی حنفیؒ (متوفی ۵۹۳ھ)

جلیل القدر محدث وفقیہ ومفسر جامع علوم وفنون، صاحب ورع وزہد تھے، علم خلاف کے ماہ وحاذق اور عارف مذاہب تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب ترجیح میں گنا ہے، لیکن دوسرے علماء آپ کو مجتہدین فی المذہب کے زمرے میں شمار کرتے ہیں جس میں امام ابو یوسف وامام محمد تھے، آپ کی تصانیف میں سے نہایت مشہور، مقبول اور داخل درس نظامی کتاب ہدایۃ المبتدی ہے جس کو آپ نے مختصر قدوری اور جامع صغیر کا انتخاب کر کے جامع صغیر کی ترتیب پر لکھا، پھر اس کی شرح کفایۃ المنتہی ۸۰ جلدوں میں لکھی، دوسری تصانیف میں منتقی التجنیس و المزید، مناسک الحج، نشر المذہب، مختارات النوازل، کتاب الفرائض۔ (جواہر مضیئہ وحدائق)

آپ کی کتاب ہدایہ کی شروح بے شمار علماء نے لکھیں اور احادیث کی تخریج بھی کی، شیخ جمال الدین زیلعی حنفی کی تخریج موسومہ "نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ" احادیث احکام مذاہب اربعہ کی نہایت جامع کتاب ہے جس کی ہر مذہب کو ضرورت ہے، یہ کتاب بہترین تعلیقات تصحیح وتقدمہ کے ساتھ چار ضخیم جلدوں میں اعلیٰ کاغذ پر ۱۹۳۸ء میں مجلس علمی ڈابھیل (سورت) کی طرف سے مصر میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے جس سے علماء بلاد عربیہ اسلامیہ وہند وپاک وغیرہ سب نے انتفاع کیا، حافظ ابن حجر نے نصب الرایہ کی تلخیص کی تھی جس کا نام "الدرایہ فی تلخیص نصب الرایہ" رکھا، مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جیسی توقع حافظ کے فضل وکمال سے تھی ایسی نہیں ہے بلکہ بہت سی بہترین اونچی نقول ترک کر دیں جس سے کتاب مذکور بے وقعت ہوگئی، یہ درایہ دو مرتبہ ہندوستان میں طبع ہوئی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۱۴۲-حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی (بن الجوزی) حنبلیؒ م ۵۹۷ھ

مشہور محدث وواعظ وخطیب تھے، آپ کی تصانیف کی تعداد اڑھائی سو سے اوپر نقل ہوئی ہے، چند مشہور یہ ہیں: المنتظم (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد) اخبار الحفاظ (ایک سو حفاظ کا تذکرہ، قلمی نسخہ کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں ہے اور اس میں صرف حفاظ حدیث کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ دوسرے علوم وفنون کے حفاظ بھی ہیں) التحقیق فی احادیث الخلاف، مناقب امام احمد، تلبیس ابلیس وغیرہ، علامہ ابن جوزی کی علمی خدمات نہایت قابل قدر ہیں مگر ان میں بھی ایک گونہ تشدد اور تعصب تھا جس پر علماء حق نے نکیر کی ہے، مثلاً تلبیس ابلیس میں آپ نے ہر

مذہب وفرقہ کوملزم ٹھرایاہےاورصوفیہ ومشائخ کے تو دشمن معلوم ہوتے ہیں، حتیٰ کہ شیخ جیلانیؒ کی شان میں بھی سوءادب سے پیش آئے۔
اسی طرح امام اعظم وغیرہ سے تعصب برتا ہے جس کے علامہ سبط ابن الجوزی حنفی کو اپنی تاریخ ''مرآۃ الزمان'' میں لکھنا پڑا کہ ''خطیب پر چنداں تعجب نہیں کہ اس نے ایک جماعت علماء کو مطعون کیا ہے لیکن نانا جان (ابوالفرج ابن الجوزی) پر تعجب ہے کہ انہوں نے بھی خطیب کی پیروی کی اور ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کیا''۔ پھر لکھا کہ ''امام اعظم ابوحنیفہؒ سے تعصب رکھنے والوں سے ہی دار قطنی اور ابونعیم اصبہانی بھی ہیں، چنانچہ ابونعیم نے حلیہ میں امام صاحب کا ذکر تک نہیں کیا اور ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو آپ سے علم وزہد میں کمتر ہیں''۔
ابن جوزی نے المنتظم میں یحییٰ بن معین کی طرف نسبت کر کے نقل کردیا کہ ''ابوحنیفہ سے حدیث روایت نہ کی، ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں''۔ حالانکہ یہ نسبت قطعاً غلط اور بے سند ہے، ابن معین کو تو بعض علماء نے حنفیہ کے حق میں بہت زیادہ حمایت کرنے والا اور متعصب تک لکھ دیا ہے پھر وہ امام اعظم کے بارے میں ایسی غیر معقول بات کیوں کہتے، پھر اسنادقویہ سے جو اقوال ان کے منقول ہوئے ہیں، سب امام صاحب کی مدح وتعظیم وتوثیق کے ہیں، غالباً یہاں بجائے امام شافعی کے امام صاحب کا نام لکھ دیا ہے، کیونکہ ابن معین امام شافعی پر ہی جرح کیا کرتے تھے نہ کہ امام اعظم پر۔
حافظ ذہبی نے میزان میں ترجمہ ابان بن یزید العطار کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے آپ کو ضعفاء میں لکھا ہے اور ان لوگوں کے اقوال ذکر نہیں کئے جنہوں نے آپ کی توثیق کی تھی اور یہ ابن جوزی کی کتاب کے عیوب میں سے ہے کہ جرح تو سب کی نقل کر دیتے ہیں اور توثیق سے سکوت کر لیتے ہیں، صاحب کشف الظنون نے کہا کہ المنتظم اوہام کثیرہ اور اغلاط صریحہ کا مجموعہ ہے۔ عفاء اللہ عنا و عنھم جمعین و وقفنا لما یحب و یرضیٰ۔

۱۴۳- شیخ ابوالحسن حسن بن خطیر نعمانی ابوعلی فارسی حنفیؒ، م ۵۹۸ھ

جلیل القدر محدث، فقیہ، مفسر، عالم حسین، ہیئت وہندسہ وطب وتاریخ اور فاضل علوم عربیت تھے، ابن تجار نے آپ کے کمالات گنائے ہیں، مدت تک قاہرہ میں مقیم رہ کر درس علوم دیا، امام اعظم کے مذہب کی نشر وحمایت میں بھی کافی حصہ لیا، تفسیر قرآن مجید لکھی اور حمیدی کی ''جمع بین الصحیحین'' کی شرح ''حجۃ انام'' لکھی، نیز ایک کتاب ''اختلاف صحابہ وتابعین وفقہاء امصار'' پر تصنیف فرمائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۴۴- امام حسام الدین علی بن احمد بن مکی الرازی حنفیؒ، م ۵۹۸ھ

بڑے محدث وفقیہ، امام وقت تھے، ابن عساکر نے تاریخ میں لکھا کہ آپ نے دمشق میں اقامت کی، مدرسہ صادریہ میں درس علوم دیا، امام اعظم کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے، مسائل خلاف کے بڑے کامیاب مناظر تھے، حلب گئے تو وہاں کے بڑے بڑے علماء بحث مسائل کے لئے جمع ہوئے، آپ نے ہر مسئلہ خلافی کے ادلۂ مذاہب غیر بیان کئے اور ان کے بہترین جوابات بھی دیئے جس سے وہ آپ کے علمی تفوق کے معترف ہو کر لوٹے، محدث عمر بن بدر موصلی آپ کے تلامذۂ حدیث میں ہیں، مشہور تصانیف یہ ہیں۔
اخلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل (جو مختصر قدوری کی نہایت نفیس شرح ہے) اس کتاب کو آپ کے تلمیذ علامہ قرشی صاحب جواہر مضیئہ نے حفظ یاد کیا اور اس کی احادیث کی تخریج وشرح ایک ضخیم مجلد میں کی، سلوۃ الہموم وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۱۴۵- امام ابوالفضل محمد بن یوسف بن محمد غزنوی ثم بغدادی حنفی، م ۵۹۹ھ

اکابر محدثین ورواۃ مسندین اور مشہور قراء ومدرسین سے تھے، حدیث کی روایت حافظ ابوسعد بغدادی اور ابوالفضل ابن ناصر وغیرہ سے کی اور آپ سے منذری وغیرہ اور شیخ رشید الدین عطار نے روایت کی اور اپنے معجم الشیوخ میں آپ کا ذکر کیا، جامع عبدالرزاق قاہرہ

میں درس حدیث دیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۱۴۶- شیخ احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری (قوام الدین) حنفیؒ، م ۵۹۹ھ

علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی جو امام فاضل شیخ کبیر، محدث، ثقہ اور تبحر فی العلوم تھے، صاحب ہدایہ نے آپ سے بہ سند متصل یہ حدیث روایت کی کہ ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز شروع کی جائے اور پوری نہ ہو''، فوائد بہیہ میں ہے کہ اگر چہ اس حدیث کی صحت میں بعض محدثین کو کلام ہے مگر جلد اور بخیر وخوبی کسی کام کے انجام پانے کی حکمت یہ ہے کہ دوسری احادیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ بدھ کے روز کا ظہر وعصر کا درمیان کا وقت اجابت دعا کا وقت ہے، لہذا اگر بدھ کے روز وقت مذکورہ میں کوئی کام شروع کیا جائے اور دعا جلد پورے ہونے اور حسن انجام کی کی جائے تو اس کے قبول کی امید غالب ہے، آپ نے امام محمد کی جامع صغیر کی شرح لکھی ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۴۷- شیخ ابوشجاع عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن نصر بسطامی، ثم بلخی حنفیؒ

حافظ حدیث، مفسر، فقیہ، ادیب وشاعر تھے، صاحب ہدایہ کے استاد تھے تمام علوم وفنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے، عبدالکریم محمد سمعانی شافعی نے اپنی کتاب ''انساب'' میں لکھا کہ میں نے آپ سے مرو، بلخ، ہرات، بخارا اور سمرقند میں حدیث سنی اور آپ کے علوم سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۴۸- شیخ محمد بن عبداللہ صائغی قاضی مرو، معروف بہ قاضی سدید حنفیؒ

محدث وفقیہ، کثیر العبادۃ، حسن المناظرہ، جمال ظاہر وباطن سے مزین تھے، حدیث میں سید محمد بن ابی شجاع علوی سمرقندی وغیرہ کے تلمیذ تھے، اپنے استاد کی جگہ درس وخطاب وقضا میں نیابت کی، سمعانی شافعی نے بھی آپ سے روایت کی اور اپنے مشائخ میں آپ کو بیان کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۴۹- حافظ ابومحمد عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرور المقدسی الجماعیلی حنبلیؒ، م ۶۰۰ھ

ولادت ۵۴۱ھ، علامہ موفق جماعیلی سے چار ماہ بڑے تھے جو ان کے پھوپھی زاد بھائی تھے، ۵۶۰ھ میں دونوں تحصیل علم کے سلسلہ میں بغداد پہنچے، حافظ موصوف کو حدیث سے زیادہ شغف تھا اور موفق کو فقہ کے ساتھ دونوں اپنے زمانہ کے جلیل القدر محدث وفقیہ ہوئے، حافظ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب ''الکمال فی معرفۃ الرجال ہے'' جس میں رجال صحاح ستہ کو دس جلدوں میں مرتب کیا، اس کا خلاصہ حافظ مزی شافعی نے کیا اور تہذیب الکمال نام رکھا، جس کا خلاصہ حافظ ابن حجر نے کیا اور تہذیب التہذیب نام رکھا۔

آپ بہت سے مصائب وپریشانیوں سے بھی دوچار ہوئے، مثلاً اصبہان گئے وہاں حافظ ابی نعیم کی کتاب معرفۃ الصحابہ دیکھی تو ۱۹۰ غلطیاں پکڑیں، ابناء خجندی نے اس پر مشتعل ہو کر آپ کو قتل کرنا چاہا، آپ وہاں سے بچ نکلے۔

اصبہان سے موصل گئے تو وہاں عقیلی کی کتاب ''الجرح والتعدیل'' پڑھی اس میں امام اعظم کے حالات پڑھ کر برداشت نہ کر سکے اور کتاب میں سے وہ اوراق کاٹ دیئے، لوگوں نے تفتیش کی اور وہ اوراق نہ پائے تو آپ کو ملزم قرار دیا اور قتل کے درپے ہوئے، واعظ نے آپ کو ان سے چھڑایا، پھر دمشق اور مصر گئے تو وہاں بھی اسی قسم کے ابتلاء پیش آئے۔

بڑے زاہد وعابد تھے، دن رات میں تین سو رکعت پڑھتے تھے اکثر روزہ رکھتے تھے، بڑے سخی تھے، جب کوئی دولت ملتی، رات کے وقت اس کو لے کر نکلتے اور بیواؤں، یتیموں کے گھروں میں خاموشی سے پھینک آتے، خود پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے، کثرت مطالعہ کی وجہ سے

بینائی ضعیف ہوگئی تھی، علم حدیث میں یکتائے زمانہ تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (مرآۃ الزماں ص ۵۱۹ ج ۸)

۱۵۰- محدث ابن اثیر جزری مجد الدین مبارک بن محمد موصلی شافعیؒ، م ۶۰۶ھ

آپ نے ''النہایہ فی غریب الحدیث'' (۴ جلد) لکھی، علامہ سیوطی نے کہا کہ غریب الحدیث کے موضوع پر بہترین جامع کتاب ہے اگرچہ بہت سا حصہ پھر بھی باقی رہ گیا ہے، صفی ارموی نے اس کا ذیل لکھا ہے جس کو ہم نہ دیکھ سکے، میں نے اس کی تلخیص شروع کی ہے اور زیادات بھی کی ہیں، یہ کتاب سیوطی کی نہایہ کے ساتھ حاشیہ پر طبع ہوگئی ہے، اس کے علاوہ آپ کی مشہور کتاب ''جامع الاصول من احادیث الرسول'' ہے جس میں اصول ستہ (موطاء، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) کو محدث زرین کے طرز پر جمع کیا ہے اور اس پر زیادات بھی بہ کثرت ہیں، یہ دس اجزاء ہیں (مؤلف) یہ کتاب بھی ۵ جلدوں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ (الرسالہ ص ۱۲۸ و ۱۴۲)

۱۵۱- شیخ ابو المحامد محمود بن احمد بن ابی الحسن حنفیؒ، م ۶۰۷ھ

جامع معقول و منقول اور محدث شہیر، شمس الائمہ کردری کے استاد تھے، ''خلاصہ الحقائق'' آپ کی وہ تصنیف ہے جس کے بارے میں علامہ حافظ ابن قطلو بغا نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے وہ ایسی کتاب ہے کہ زمانہ کی آنکھوں نے اس کا مثل نہیں دیکھا اس کے علاوہ سلک الجواہر نشر الزواہر اور خلاصۃ المقامات تصنیف کیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۵۲- شیخ ابو ہاشم عبد المطلب بن فضل بلخی ثم حلبی حنفیؒ، م ۶۱۲ھ

فقیہ و محدث، حلب میں رئیس علمائے احناف تھے، حدیث کی روایت عمر بسطامی اور ابوسعد سمعانی وغیرہ سے کی اور مدت تک درس علوم و افتاء میں مشغول رہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۵۳- مسند الشام شیخ تاج الدین ابو الیمن زید بن حسن کندی حنفی، م ۶۱۳ھ

اپنے وقت کے بڑے محدث و فقیہ تھے بروایت ابن عدیم سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، ابن نجار نے لکھا کہ آپ ہمدان پہنچے اور وہاں چند سال میں فقہ حنفی میں کمال پیدا کیا، سعد رازی آپ کے اساتذہ میں ہیں، آپ کے حالات کتب تاریخ رجال میں مفصل ملتے ہیں، جامع علوم تھے، شاہان وقت، علماء اور عوام کی نظروں میں بہت باوقعت و عزت تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ و حدائق الحنفیہ)

۱۵۴- شیخ ابو الغنائم سعید بن سلیمان کندی حنفیؒ، م ۶۱۶ھ

مشہور محدث کامل، فقیہ جید اور عالم باعمل تھے، حدیث میں ایک دو جزو مسمّی بہ ''شمس المعارف وانس المعارف'' تصنیف کیا اور قاہرہ میں اس سے تحدیث کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ و حدائق حنفیہ)

۱۵۵- حافظ ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الملک حمیری کتانی معروف بہ ابن القطان م ۶۱۸، ۶۲۸ھ

مشہور حافظ حدیث و ناقد رجال ہیں، آپ نے شیخ ابو محمد عبد الحق بن عبد الرحمٰن اشبیلی م ۵۸۱ کی کتاب ''الحکام الشرعیۃ الکبریٰ'' پر نقد کیا اور بیان الوہم والایہام الواقعین فی کتاب اللہ حکام کے نام سے کتاب لکھی جس کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا کہ ''یہ کتاب آپ کے حفظ و قوت فہم پر دلیل ہے، لیکن بعض رجال کے احوال میں آپ سے بے انصافی و زیادتی ہوئی ہے مثلاً آپ نے ہشام بن عروہ وغیرہ کی تضعیف کی ہے۔

ابن قطان کے نقد مذکور پر شیخ عبدالحق کے تلمیذ رشید حافظ، ناقد ومحقق ابوعبداللہ محمد بن الامام یحییٰ بن المواق نے بھی اپنی ایک کتاب میں تعقب کیا ہے۔ (الرسالہ ۱۴۵)

ابن قطان نے امام اعظم پر بھی جرح کی ہے اور امام ابو یوسف کو بھی مجہول کہہ دیا یہ سب ہی بقول ذہبی آپ کے وصف تعنت کے کرشمے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۱۵۶- شیخ زین الدین عمر بن زید بن بدر بن سعید موصلی حنفیؒ، متوفی ۶۱۹ھ

شیخ کامل، حافظ حدیث، فقیہ فاضل تھے علم حدیث میں ایک کتاب ''المغنی'' نہایت تحقیق وتدقیق سے حسب ترتیب ابواب بحذف اسانید تصنیف کی جس کو آپ کی زندگی میں علماء نے آپ سے پڑھا اور بہت مقبول ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱/۱۵۷- حافظ ابوحفظ ضیاء الدین عمر بن بدر بن سعید موصلی حنفیؒ، م ۶۲۲، ۶۳۲ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں آپ کی کتاب ''المغنی عن الحفظ والکتاب فی قولہم لم یصح شی فی ہذا الباب'' علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں اور علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں کتاب مذکور کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس پر کچھ لوگوں کے انتقادات بھی ہوئے ہیں اس کے علاوہ آپ کی تصانیف یہ ہیں: العقیدہ الصحیحۃ فی الموضوعات الصریحۃ، استنباط المعین من العلل والتاریخ لابن معین، معرفۃ الموقوف علی الموقوف (جس میں وہ روایات جمع کی ہیں جن کو اصحاب الموضوعات نے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور وہ حضور اکرم ﷺ کے سوا صحابہ یا تابعین وغیرہم سے ثابت ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (رسالہ جواہر مضیہ وحدائق حنفیہ)

۲/۱۵۷- محدث ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد قزوینی رافعی شافعیؒ، م ۶۲۳ھ

مولف تاریخ قزوین وتخریج مسند الرافعی۔

۱۵۸- ملک معظم شرف الدین عیسیٰ بن مالک عادل سیف الدین ابی بکر بن ایوب حنفیؒ، م ۶۲۴ھ

بڑے عالم فاضل، محدث، فقیہ، ادیب، لغوی، شاعر اور مرد مجاہد تھے، مرآۃ الزمان میں علامہ سبط ابن الجوزی نے آپ کے حالات مفصل ذکر کئے ہیں آپ نے فقہا سے امام اعظم کا مذہب صاحبین کے اقوال سے الگ کرایا جو دس جلد میں مرتب کیا ان سب کو آپ نے حفظ یاد کیا اور سفر وحضر میں ساتھ رکھتے تھے، جامع کبیر امام محمد کو بھی حفظ کیا اور اس کی شرح خود لکھی ہے، اسی طرح مسعودی کے بھی حافظ تھے، مسند احمد کو پڑھا اور یاد کیا اس کو علماء سے ابواب فقیہ پر مرتب کرنے کو کہا، آپ نے حدیث کی روایت بھی کی ہے، بڑے محب علم وعلماء تھے، ہمیشہ علماء، فضلاء سے اپنی مجلس کو مزین رکھتے تھے، آپ کا خاندان شاہی اور آباء واجداد سب شافعی تھے، صرف آپ اور پھر آپ کی اولاد نے حنفی مذہب اختیار کیا تھا، والد ماجد ابوبکر بن ابواب شافعی کو آپ کے حنفی ہونے پر اعتراض بھی تھا مگر آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

آپ نے خطیب کے رد میں ''السہم المصیب'' تیار کیا جو بہت معقول مدلل رد ہے، عرصہ ہوا اسکو کتب خانہ اعزازیہ دیوبند کے مالک فاضل محترم مولانا سید احمد صاحب عم فیضہم نے طبع کرا کر شائع کر دیا ہے جس کا مطالعہ ہر حنفی عالم کو ضرور کرنا چاہئے، کچھ حالات ہم امام محمد کی تصنیف جامع کبیر کے بیان میں بھی لکھ آئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، حدائق ومرآۃ الزمان)

۱۵۹- حافظ ابن نقطہ معین الدین ابوبکر محمد بن عبدالغنی بن ابی بکر بن شجاع بغدادی حنبلی، م ۶۲۹ھ

آپ نے امیر ابونصر ابن ماکولا کی کتاب ''الاکمال فی رفع الاءتیاب عن المؤتلف والمختلف من الاسماء والکنی والانساب'' کا جو دو جلد میں نہایت معتمد و مفید تالیف ہے ذیل لکھا، جو بقدر دو ثلث اصل ہے، حافظ ذہبی نے لکھا کہ یہ کتاب حفظ و امامت پر دلیل ہے اس کے علاوہ دوسری مشہور تصنیف یہ ہے: ''التقلید لمعرفۃ رجال السنن والمسانید'' پھر ابن نقطہ کی کتاب پر علاء الدین مغلطائی حنفی وغیرہ نے لکھا۔ (الرسالہ ص ۹۷)

۱۶۰- الامام المسند ابوعلی حسن بن مبارک زبیدی حنفیؒ، م ۶۲۹ ھ

آپ نے حدیث ابوالوقت عبدالاول وغیرہ سے سنی بڑی عمر پائی، ایک زمانہ تک روایت حدیث کرتے رہے، ابن تجار نے لکھا کہ میں نے آپ سے حدیث لکھی ہے، آپ فاضل عالم، امین، متدین، صالح، حسن الطریقہ، مرضی الخصال تھے، تفسیر، حدیث، تاریخ و ادب میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ، تقدمہ نصب الرایہ)

۱۶۱- شیخ عبیداللہ بن ابراہیم بن احمد الحبوبی العبادی معروف بہ ''ابی حنیفہ ثانی''، م ۶۳۰ ھ

حافظ ذہبی نے ''المؤتلف والمختلف'' میں لکھا کہ آپ عالم المشرق اور شیخ الحنفیہ تھے، آپ کا نسب حضرت عبادہ بن صامت صحابی سے متصل ہے اس لئے عبادی کہلائے، علم اپنے زمانہ کے اکابر محدثین زرنجری، قاضی خان اور جزری وغیرہ سے حاصل کیا ہے، معرفت مذہب و خلاف میں بے مثل تھے، شرح جامع صغیر اور کتاب الفروق آپ کی مشہور تصانیف سے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر و حدائق)

۱۶۲- محدث ابن اثیر جزری محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الموصلی الشافعیؒ، م ۶۳۰ ھ

آپ نے کتاب الانساب سمعانی (جو ۸ جلد میں اور نادر الوجود ہے) کو مختصر کیا، زیادات بھی کیں، اور اغلاط پر تنبیہ کی، اس کا نام ''اباب'' رکھا (۳ جلد) پھر اس کا خلاصہ علامہ سیوطی نے کیا اور زیادات بھی کیں، اس کا نام ''اباب الالباب فی تحریر الانساب'' ہے (ایک جلد) آپ محدث مبارک بن محمد صاحب النہایہ و جامع الاصول کے بھائی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۰۳)

۱۶۳- الشیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمرویہ بکری سہروردی شافعیؒ، م ۶۳۲ ھ

مشہور و معروف شیخ طریقت صاحب سلسلہ سہروردیہ ہیں، آپ نے مشیخہ تالیف کیا جس میں اپنے شیوخ حدیث کا تذکرہ کیا اور عوارف المعارف بھی آپ کی مشہور مقبول و نافع کتاب ہے وغیرہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۱۷)

۱۶۴- الشیخ الامام العلامہ محمود بن احمد الحصیری جمال الدین البخاری حنفی، م ۶۳۶ ھ

فقہ و حدیث کے امام تھے، شام پہنچے اور نوریہ میں درس حدیث دیا، ان پر اس وقت مذہب حنفی کی ریاست ختم ہوئی، بہت مفید علمی کتابیں تصنیف کیں، جامع کبیر و سیر کبیر کی شرح بھی لکھی، ملک معظم نے آپ سے جامع کبیر وغیرہ پڑھی اور علامہ سبط ابن جوزی نے جامع صغیر اور قدوری پڑھی، ان کتابوں پر ہی آپ نے سبط موصوف کو فنون و علوم اور خاص طور سے معرفۃ احادیث و مذاہب کی سند لکھ کر دی، بہ کثرت خیرات و صدقات کرتے، رقیق القلب، عاقل، متقی، عفیف تھے، ملک معظم عیسیٰ بن عادل (مصنف السہم المصیب) اور ان کا بیٹا ملک داؤد بن المعظم عیسیٰ ناصر آپ کا بے حد احترام و اکرام کرتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (مرآۃ الزمان سبط ابن الجوزی ص ۲۰۷، ج ۲ و جواہر مضیئہ)

۱۶۵- شمس الائمہ محمد بن عبدالستار بن محمد کردری عمادی حنفی، م ۶۴۲ ھ

امام محقق، فاضل مدقق، فقیہ محدث، عارف مذاہب، ماہر اصول فقہ تھے، اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے علوم حاصل کئے اور بڑے

بڑے محدثین وفقہانے آپ کی شاگردی کی، خصوصیت سے علم اصول فقہ کا آپ نے احیاء کیا جو قاضی ابوزید دبوسی کے بعد سے مضمحل وبے جان ہو گیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق)

۱۶۶- حافظ ضیاء الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن مقدسی حنبلی م ۶۴۳ھ

حافظ حدیث، ثقہ، زاہد وورع تھے، آپ نے کتاب "الاحادیث الجیاد المختارہ مما لیس فی الصحیحین او احدہما" لکھی جو ابواب پر نہیں بلکہ حروف تہجی سے مسانید پر ۸۶ جز میں مرتب کی، تاہم غیر مکمل رہی، اس میں آپ نے صحت کا التزام کیا اور وہ احادیث ذکر کیں جن کی آپ سے پہلے کسی نے تصحیح نہیں کی تھی، آپ کی تصحیح بھی مسلم ہو چکی ہے، بجز معدودے چند احادیث کے جن پر تعقب کیا گیا۔

علامہ ابن تیمیہ اور زرکشی وغیرہ نے کہا کہ آپ کی تصحیح، حاکم کی تصحیح سے اعلیٰ ہے اور آپ کی تصحیح ترمذی وابن حبان کی تصحیح کے قریب ہے، بقول ابن عبدالہادی غلطی اس میں کم ہے اس لئے یہ صحیح حاکم کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس میں بہت سی احادیث بظاہر موضوع کے درجہ کی بھی آ گئی ہیں، جس کی وجہ سے اس کا درجہ دوسری صحاح سے گر گیا، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (الرسالہ ص ۲۳)

۱۶۷- حافظ تقی الدین ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن بن عثمان بن موسیٰ شہرزوری ابن الصلاح شافعی م ۶۴۳ھ، ۶۴۶ھ

مشہور محدث ہیں آپ کی کتاب مقدمہ ابن صلاح بہت متداول ومقبول ونافع ہے، "طرق حدیث الرحمۃ" حدیث میں ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۹۴)

۱۶۸- شیخ حسام الدین اخیس کتی حنفی، م ۶۴۴ھ

مشہور محدث وفقیہ واصولی تھے، آپ کی کتاب "منتخب حسامی" اصول فقہ کی بہترین مقبول ومتداول داخل درس ہے، جس کی شرح اکابر علماء ومحققین نے کیں، امیر کاتب اتقانی کی تبیین زیادہ مشہور ہے۔

آپ نے امام غزالی کی "منخول" کی تردید میں جو امام اعظمؒ کی تشنیع پر مشتمل ہے ایک نفیس رسالہ ۶ فصول میں لکھا، اس میں آپ نے امام غزالی کا ایک قول لے کر مدلل تردید کی اور امام صاحب کے مناقب جلیلہ بھی ذکر کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۶۹- الشیخ الامام ابوالفضائل حسن بن محمد بن حسن بن حیدر قرشی عمری صنعانی حنفیؒ، م ۶۵۰ھ

تمام علوم میں متبحر تھے مگر علم حدیث، فقہ ولغت میں امام زمانہ تھے، ولادت لاہور کی ہے طلب علم کے لئے بغداد گئے وہاں مدت تک رہے، تحصیل علم سے فارغ ہو کر درس وتصنیف میں مشغول رہے، پھر مکہ معظمہ حاضر ہو کر عراق آئے اور خلیفہ وقت کی طرف سے سفیر ہو کر ہندوستان آئے، کئی سال بعد بغداد واپس ہوئے اور دوبارہ سفیر ہو کر ہند آئے، آپ کی مشہور تصانیف میں سے یہ ہیں، مصباح الدجی من احادیث المصطفیٰ، الشمس المنیرہ من الصحاح الماثورہ، مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ، تبیین الموضوعات، وفیات الصحابہ، شرح صحیح البخاری، التکملہ (لغت میں صحاح جوہری کی اغلاط کی تصحیح کی) نیز "مجمع البحرین" ۱۲ جلد لغت میں نہایت جامع کتاب تالیف کی وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۷۰- شیخ محمد بن احمد بن عباد بن ملک داؤد بن حسن داؤد خلاطی حنفیؒ، م ۶۵۲ھ

محدث شہیر وفقیہ جید تھے، تلخیص جامع کبیر، تعلیق صحیح مسلم، مختصر مسند امام ابی حنیفہ تالیف کیں، آپ سے قاضی القضاۃ احمد سروجی نے

تلخیص پڑھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۷۱- شیخ ابوالمظفر شمس الدین یوسف بن فرغلی بن عبداللہ بغدادی حنفی (سبط ابن الجوزی) م ۶۵۴ھ

مشہور محدث، مورخ اور فاضل اجل تھے، علامہ ابن جوزی حنبلی صاحب منتظم کے نواسے تھے، آپ بھی پہلے حنبلی تھے پھر جب شیخ جمال الدین محمود حصیری مشہور محدث وفقیہ کی خدمت میں رہ کر تفقہ کیا اور ملک معظم عیسیٰ حنفی (شاہ دمشق وصاحب السہم المصیب) کے مصاحب ہوئے تو حنفی مذہب اختیار کرلیا کیونکہ نیک موصوف مذہب حنفی کے بڑے شیفتہ وشیدائی تھے۔

علامہ سبط ابن جوزی بڑے محقق اور حق گو تھے، آپ نے اپنے نانا جان ابن جوزی کی روش پر بھی احتجاج کیا ہے جو تعصب کی وجہ سے انہوں نے امام اعظم کے خلاف اختیار کی تھی، حالانکہ ابن جوزی آپ کے اساتذہ میں بھی ہیں، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: اللوامع فی احادیث المختصر والجامع، منتہی السؤل فی سیرۃ الرسول، شرح جامع کبیر، الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح، (ترجیح مذہب حنفی میں محققانہ تصنیف ہے شائع ہو چکی ہے، ایثار الانصاف، تفسیر قرآن مجید (۲۹ جلد) مناقب امام اعظمؒ مرآۃ الزمان ۴۰ جلد) اس کی دو جلدیں حیدر آباد سے شائع ہوئی ہیں۔

آپ نے دمشق ومصر میں درس حدیث دیا، آپ کا وعظ بڑا پرتاثیر تھا، ملوک، امراء عوام وخواص سب آپ کی مجلس وعظ سے مستفید ہوتے تھے، منقول ہے کہ مشہور محدث شیخ موفق الدین بن قدامہ حنبلی بھی آپ کے وعظ میں شرکت فرماتے تھے، جس روز آپ کا وعظ ہوتا رات ہی سے لوگ جامع مسجد دمشق میں آکر سوتے تھے، آپ کی ہر مجلس وعظ میں بکثرت لوگ تائب ہوتے تھے اور بہت سے کافر قبول اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ، فوائد وحدائق)

۱۷۲- شیخ ابوالمؤید الخطیب محمد بن محمود بن محمد بن الحسن خوارزمی حنفیؒ، م ۶۵۵ھ، ۶۶۵ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، اپنے زمانہ کے کبار محدثین وفقہا سے علوم وفنون کی تصحیح کی، خوارزم کے قاضی رہے اور دمشق وبغداد میں حدیث شریف اور دوسرے علوم کا درس دیا، "جامع المسانید" آپ کی نہایت گرانقدر تصانیف میں سے ہے، جس میں آپ نے امام اعظمؒ کی پندرہ مسانید کو جمع کیا، محققانہ ابحاث لکھے اور آخر میں تمام رواۃ جامع المسانید پر کلام کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، فوائد، حدائق)

۱۷۳- حافظ زکی الدین ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ بن سلامہ بن سعد منذریؒ م ۶۵۶ھ

مشہور محدث تھے، آپ کی کتاب "الترغیب والترہیب" (۲ جلد) معروف ومتداول ہے، جس کا خلاصہ ابن حجر نے کیا ہے، اور وہ بھی حال ہی میں مالیگاؤں کے ایک مفید علمی ادارہ سے شائع ہوگیا ہے مگر اس زمانہ شیوخ شر وفساد میں "ترغیب وترہیب" کا اختصار شائع کرنا مفید نہیں، دوسرے اغلاط طباعت کی کثرت نے بھی کتاب مذکور کی افادیت کو کم کردیا ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ منذری کی اصل کتاب ہی کو کامل صحت کے ساتھ شائع کیا جائے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ووفقنا اللہ لما یحب ویرضیٰ۔

۱۷۴- شیخ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تور بشتی حنفیؒ، متوفی ۶۶۱ھ

مشہور امام وقت، محقق مدقق، محدث وفقیہ تھے، آپ کی تصانیف بہ کثرت ہیں جن میں سے "المیسر" شرح مصابیح السنۃ بغوی زیادہ مشہور ہے، نیز مطلب الناسک فی علم المناسک ۴۰ باب میں لکھی جس میں تمام مناسک حج میں احادیث سے استدلال کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

---

[۱] یہ کتاب ۲ جلد ضخیم میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہوگئی ہے جس کا مطالعہ ہر عالم کے لئے نہایت ضروری ہے۔

۱۷۵- شیخ محمد بن سلیمان بن حسن بن حسین بلخی (ابن النقیب) حنفیؒ، م ۶۶۸ھ

جامع علوم، محدث، مفسر وفقیہ تھے، مدت تک جامع ازہر قاہرہ میں اقامت کی اور مدرسہ عاشوریہ میں درس حدیث و دیگر علوم دیتے رہے۔ تفسیر میں ایک کتاب "التحریر والتحبیر لاقوال آئمۃ التفسیر فی معانی کلام السمیع البصیر" ۹۹ جلد میں تصنیف کی جس میں ۵۰ تفاسیر کا خلاصہ درج کیا، علامہ شعرانی نے کہا کہ میں نے اس سے بڑی کوئی تفسیر نہیں دیکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۷۶- شیخ ابوالولید محمد بن سعید بن ہشام شاطبی حنفیؒ، متوفی ۶۷۵ھ

مشہور محدث شیخ کمال الدین بدعدیم اوران کے صاحبزادے قاضی القضاۃ مجد الدین سے تحصیل کی اور شام کے مشہور مدرسہ اقبالیہ میں مدت تک درس علوم دیا پہلے مالکی تھے، پھر حنفی مذہب اختیار کرلیا۔ (حدائق حنفیہ)

۱۷۷- محدث الشام محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف الدین نووی، شافعیؒ متوفی ۶۷۶ھ

مشہور محدث، شارح مسلم امام وقت تھے، آپ کی تمام تصانیف نہایت نافع علمی خزانے ہیں، مثلاً شرح مسلم کے علاوہ کتاب "تہذیب الاسماء واللغات" بھی بہت اہم ہے جس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دیئے ہیں جو مختصر مزنی، مہذب، وسیط، تنبیہ، وجیز اور روضہ میں ہیں، ان چھ کتابوں میں وہ تمام لغات جمع ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے، اوراس میں آپ نے مزید نام مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہم کے بڑھادیئے ہیں۔

کتاب مذکور کے دو حصے ہیں، ایک حصے میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات ان کے علاوہ بعض دوسری تصانیف نافعہ ہیں، الروضہ، شرح المہذب، کتاب الاذکار، التقریب فی احوال الحدیث، ریاض الصالحین، شرح بخاری (ایک جلد طبع شدہ) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ)

۱۷۸- شیخ ابوالفضل محمد بن محمد برہان نسفی حنفیؒ، م ۶۸۶ھ

اپنے زمانہ کے امام، فاضل اجل، مفسر، محدث، فقیہ، اصولی ومتکلم تھے، علم خلاف میں ایک مقدمہ لکھا، علم کلام میں مشہور درسی کتاب "عقائد نسفی" تصنیف کی (جس کی تفتازانی وغیرہ نے شروح لکھیں، امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر کو ملخص کیا، کشف الظنون میں جو عقائد نسفی کو ابوحفظ عمر نسفی کی طرف منسوب کیا ہے وہ غلط ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۷۹- امام حافظ الدین ابوالفضل محمد بن محمد بن نصر بخاری حنفیؒ، م ۶۹۳ھ

بڑے محدث و جامع العلوم تھے، شمس الآئمہ محمد بن عبدالستار کردری اور ابوالفضل عبداللہ بن ابراہیم محبوبی وغیرہ سے حدیث وفقہ اور دوسرے علوم کی تحصیل کی، آپ سے ابوالعلاء بخاری نے حدیث کا سماع کیا اور انہوں نے اپنے معجم الشیوخ میں آپ کا ذکر کیا ہے، آپ محدث، عالم، عابد، زاہد، شیخ وقت، محقق ومدقق تھے، مدت تک درس علوم دیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۸۰- حافظ محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد طبری مکی شافعیؒ، م ۶۹۴ھ

بڑے حافظ حدیث، فقیہ حرم، محدث حجاز تھے، آپ کی کتاب سیرۃ میں بہت مشہور ہے جس میں احادیث مع اسناد روایت کی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ)

۱۸۱- شیخ ابومحمد عبداللہ بن سعد بن ابی جمرہؒ، متوفی ۶۹۸ھ

اپنے وقت کے عارفین واکابر اولیاء میں سے صاحب کرامات بزرگ تھے، آپ کی بڑی کرامت یہ ہے جس کو خود ہی بیان فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کی، آپ کی کتاب ''بہجۃ النفوس'' مختصر شروح بخاری میں ممتاز ہے جس میں آپ نے بخاری شریف سے تقریباً ۱۳۰۰ احادیث کا انتخاب کرکے ان کی شرح کی ہے اور گہرے علوم ومعارف وحقائق حنفیہ درج کئے ہیں، ۲۰ جلد میں شائع ہوئی تھی اب نادر ہے۔

الحمدللہ اس کا ایک نسخہ راقم الحروف کو کافی تلاش وجستجو کے بعد گزشتہ سال مکہ معظمہ (زادہا اللہ شرفاورفعۃ) گراں قیمت پر دستیاب ہوا، اس کے مضامین ''انوارالباری میں پیش کئے جائیں گے، آپ کے ارشد تلامذہ ابوعبداللہ بن الحجاج ہیں جو مذہب مالکی کی مشہور کتاب ''المدخل'' کے مصنف ہیں، انہوں نے آپ کے حالات وکرامات کا مجموعہ بھی تالیف کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۸۲- الامام الحافظ الجمال ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ الظاہری حنفیؒ ولادت ۶۲۶ھ م ۶۹۶ھ

بڑے محدث وحافظ حدیث تھے، طلب حدیث کے لئے بہت سے بلاد وممالک کے سفر کئے، اکابر محدثین سے تحصیل کی اور بہ کثرت روایت کی، اپنے ہاتھ سے احادیث کی بہت کتابیں لکھیں، محدث فخر بخاری کے ''مشیخہ'' کی ۵ جلدوں میں تخریج بھی کی ہے، آپ کے بھائی شیخ ابراہیم محمد ظاہری بھی اپنے زمانہ کے بڑے محدث تھے، صاحب جواہر مضیہ علامہ قرشی بھی ان کے تلمیذ حدیث ہیں، آپ نے ظاہر قاہرہ کے ایک زاویہ میں اقامت اختیار کی تھی اس لئے ظاہری مشہور ہوئے، ابن حزم وغیرہ کی طرح ظاہری نہیں تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ جواہر مضیہ)

۱۸۳- المحدث الکبیر شیخ ابومحمد علی بن زکریا بن مسعود انصاری منبجی حنفیؒ، م ۶۹۸ھ

بڑے محدث، صاحب تصانیف تھے، آپ نے ''اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب'' اور ''آثار الطحاوی'' کی شروح لکھیں، آپ کے صاحبزادے محمد بن علی بن زکریا منبجی بھی محدث ہوئے ہیں، جامعہ معظمیہ قدس میں درس علوم دیا ہے اور مذہب حنفی کے اصحاب حدیث وفقہ میں ممتاز تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ وجواہر مضیہ)

۱۸۴- شیخ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن فرح بن احمد بن محمد اشبیلی شافعیؒ، م ۶۹۹ھ

بڑے محدث گزرے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے ''منظومۃ فی القاب الحدیث'' مشہور ہے جس کو قصیدہ غرامیہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ ''غرامی صحیح'' سے شروع کیا ہے، اس کی متعدد شروح اہل علم نے لکھی ہیں، مثلاً حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفی اور بدرالدین محمد بن ابی بکر بن جماعہ وغیرہ نے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۷۶)

۱۸۵- امام شمس الدین فرضی محمود بن ابی بکر ابوالعلاء بن علی کلاباذی بخاری حنفی م ۷۰۰ھ

اپنے زمانہ کے مشہور وممتاز امام محدث، عارف رجال حدیث، علوم کے بحر زاخر اور جامع معقول ومنقول تھے، طلب حدیث کے لئے دور دراز ممالک وبلاد کے سفر کئے، آپ کے مشائخ حدیث سات سو سے زیادہ ہیں، خود بھی حدیث کی روایت وکتابت بہ کثرت کی ہے، حافظ ذہبی نے کہا کہ ''آپ علم فرائض میں راس العلماء اور حدیث ورجال کے بڑے عالم، جامع کمالات وفضائل، خوش خط، واسع الرحلہ تھے، علم مشتبہ النسبہ میں ایک بڑی کتاب تالیف کی جس سے میں نے بھی بہت کچھ نقل واستفادہ کیا ہے''۔

شیخ محدث ابوحیان اندلسی نے بیان فرمایا کہ ہمارے پاس قاہرہ میں طلب حدیث کے سلسلہ میں شیخ محدث ابوالعلاء محمود بن ابی بکر بخاری فرضی آئے تھے، آپ رجل صالح، حسن الاخلاق، لطیف المزاج تھے، ہم سب ساتھ ہی طلب حدیث میں پھرا کرتے تھے، آپ کا طریقہ تھا کہ جب کہیں کسی نورانی صورت حسین وجمیل آدمی کو دیکھتے تو فرماتے کہ یہ شرط بخاری پر صحیح ہے''۔

آپ نے مختصر سراجی کی شرح ''ضوء السراج'' لکھی جونہایت نفیس اور ادلۂ مذاہب مختلفہ پر مشتمل ہے، پھر اس کو مختصر کر کے منہاج لکھی، ایک کتاب سنن ستہ کے بارے میں بھی تصنیف کی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیۂ وحدائق حنفیہ)

۱۸۶-شیخ ابوالعباس احمد بن مسعود بن عبدالرحمٰن قونوی حنفیؒ

آئمہ کبار داعیان فقہا محدثین سے تھے دمشق میں سکونت کی، جامع کبیر کی شرح ''التقریر'' چار جلدوں میں لکھی، نامکمل رہی، جس کو آپ کے صاحبزادے ابوالمحاسن محمود قونوی نے مکمل کیا، عقیدہ طحاویہ کی بھی شرح کی، آپ نے علوم کی تحصیل وتکمیل شیخ جلال الدین عمر جنازی (تلمیذ شیخ عبدالعزیز بخاری) سے کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیۂ وحدائق حنفیہ ص ۱۸۷)

۱۸۷-قاضی ابوعاصم محمد بن احمد عامری دمشقی حنفیؒ

مشہور محدث وفقیہ تھے، دمشق کے امام وقاضی رہے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے مبسوط تیس جلد میں اہم یادگار ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۸۸-الشیخ الشمس السروجی احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی حنفیؒ، م ۷۰۱ھ

اکابر محدثین وفقہا میں سے تھے، آپ کی تصانیف میں سے شرح ہدایہ زیادہ مشہور ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ (تقدمہ نصب الرایہ للمحدث الکوثری)

۱/۱۸۹-شیخ الاسلام ابوالفتح تقی الدین محمد بن علی بن ذہب بن مطیع قشیری منغلوطیؒ،

ولادت ۶۲۵ھ متوفی ۷۰۲ھ

ابن دقیق العید کے نام سے مشہور امام حدیث ہیں، مالکی وشافعی مذہب کے بڑے عالم تھے، آپ کی تصانیف کثیرہ نافعہ میں سے ''المام فی احادیث الاحکام'' اور اس کا مختصر الامام المجتہد باحادیث الاحکام'' نیز چہل حدیث تساعی، شرح العمدہ، الاقتراح، اربعین فی روایۃ عن رب العالمین (احادیث قدسیہ میں) طبقات الحفاظ زیادہ مشہور ہیں، آپ نے مذہب مالکی کی تحصیل اپنے والد ماجد سے اور فقہ شافعی کی شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے کی تھی، بڑے زاہد عابد، متقی، صاحب خوارق وکرامات عالم ربانی تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین وغیرہ)

۲/۱۸۹-شیخ الاسلام تقی الدین بن دقیق العید، م ۷۰۲ھ

مؤلف طبقات الحفاظ، الامام، شرح العمدہ، وغیرہ (مقدمہ ابن ماجہ اردو ص ۱۴۹)

۱۹۰-شیخ ابومحمد عبدالمومن خلف بن ابی الحسن ودمیاطی شافعیؒ، م ۷۰۵ھ

دمیاط ملک مصر کا ایک شہر ہے، اول دمیاط میں فقہ کی تحصیل پوری طرح کی، اس کے بعد علم حدیث کی تحصیل وتکمیل کی، حافظ زکی الدین منذری صاحب ''الترغیب والترہیب'' م ۶۵۶ھ وغیرہ آپ کے اساتذہ حدیث میں ہیں، ابوحیان اور تقی الدین سبکی وغیرہ آپ کے تلامذہ

میں ہیں، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، معجم دمیاطی (یہ معجم شیوخ ہے اس کی چار جلدیں ہیں جن میں تیرہ سو اشخاص کے حالات درج ہیں، کتاب الخیل، کتاب الصلوٰۃ الوسطٰی، ان کے علاوہ سیرت میں ایک کتاب نہایت محققانہ لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۹۱- امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفیؒ ۷۱۰ھ

مشہور و مقبول و متداول کتب تفسیر وفقہ مدارک التنزیل اور کنزالدقائق وغیرہ کے مصنف ہیں، ابن کمال پاشا نے آپ کو چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے، جو روایات ضعیفہ کو قویہ سے تمیز کر سکتے ہیں، علوم کی تحصیل شمس الائمہ کردری اور احمد بن محمد عتابی وغیرہ سے کی اور آپ سے علامہ سغناقی وغیرہ نے سماع کیا، دوسری بعض تصانیف یہ ہیں، وافی اور اس کی شرح، کافی (جو ہدایہ و شروح ہدایہ کے درجہ کی ہیں) المنار (اصول فقہ میں) اور اس کی شرح کشف الاسرار، المستصفی فی شرح المنظومہ، المنار فی اصول الدین، العمدہ، بڑے زاہد و عابد متقی تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۹۲- قاضی القضاۃ شیخ ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی بن ابی اسحٰق سروجی حنفیؒ، م ۷۱۰ھ، ۷۲۰ھ

بلند پایہ محدث وفقیہ و مفتی و اصولی اور جامع معقول و منقول تھے، مدت تک مصر کے قاضی القضاۃ و مفتی رہے اور درس علوم دیا، شیخ علاء الدین ماردینی صاحب جوہرنقی وغیرہ نے آپ کی شاگردی کی، آپ نے ہدایہ کی شرح "غایۃ السروجی" کتاب الایمان تک ۶ جلدوں میں بغایت تحقیق و تدقیق لکھی، دوسری تصانیف یہ ہیں، الحجۃ الواضحۃ فی ان البسملۃ لیست من الفاتحۃ، ادب القضا، فتاوٰی سروجیہ، کتاب المناسک، نفحات النسمات فی اصول الثواب الی الاموات وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۹۳- الشیخ الامام حسام الدین حسین بن علی بن الحجاج بن علی سغناقی حنفیؒ، م ۷۱۱ھ، ۷۱۴ھ

بڑے درجہ کے محدث وفقیہ ونحوی تھے، اکابر وقت سے علوم حاصل کئے اور بغداد میں مدرسہ مشہد امام اعظم میں درس علوم دیا، علامہ کاکی (صاحب معراج الدرایہ شرح ہدایہ) اور سید جلال الدین کرمانی (صاحب کفایہ) آپ کے تلامذہ میں ہیں، نوجوانی ہی کی عمر سے افتاء کی خدمات انجام دیں، آپ نے ہدایہ کی شرح نہایہ مبسوط تصنیف کی، دوسری تصانیف یہ ہیں، التمہید فی قواعد التوحید (لل مکحولی) کافی شرح اصول بزودی، شرح منتخب اخیس کتی، حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے لکھا کہ میں نے نہایہ مذکور کا مطالعہ کیا ہے، جو ابسط شروح الہدایہ ہے اور مسائل کثیرہ و فروع لطیفہ پر مشتمل ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ، فوائد وحدائق)

۱۹۴- شیخ ابراہیم بن محمد بن عبداللہ الظاہری حنفیؒ، م ۷۱۳ھ

بلند پایہ محدث وفقیہ تھے، آپ سے صاحب جواہر مضیئہ نے بھی حدیث میں تلمذ کیا ہے، قاہرہ (مصر سے باہر نیل کے کنارے پر سکونت تھی اس لئے ظاہری کہلائے، کیونکہ ظاہر قاہرہ سے نواحی قاہرہ مراد ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ ص ۴۶ ج ۱)

۱۹۵- الشیخ الامام العارف العلامہ ابوالفتح نصر بن سلیمان منجبی حنفیؒ، م ۷۱۹ھ

اکابر وقت سے تحصیل علوم کی اور درس حدیث دیا، علامہ قرشی صاحب الجواہر نے لکھا کہ میں نے بھی آپ سے بخاری شریف آپ کے زاویہ خارج باب نصر میں پڑھی ہے، علامہ ابن تیمیہ کے اختلاف کے دور آپ نے بھی موصوف پر سخت تنقید کی تھی جس پر علامہ نے ۷۰۴ھ میں آپ کے نام ۲۳ صفحات کا ایک طویل خط لکھا جس کی ابتداء علامہ نے شیخ العارف، قدوۂ سالک و ناسک افاض اللہ علینا برکات انفسہ ایسے

الفاظ کی اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین و دنیا کی ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی معرفت کا نور بخشا ہے، مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی ہے پھر مسائل خلاف پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے نظریات کی تائید میں دلائل لکھے ہیں، اگرچہ یہ بھی نقل ہوا ہے کہ آپ نے باوجود اس طویل خط کے بھی علامہ کی طرف سے اپنی رائے نہیں بدلی بلکہ آپ کا رویہ پہلے سے کچھ زیادہ ہی سخت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ (جواہر مضیئہ وامام ابن تیمیہ طبع مدارس، ص ۳۲۵)

۱۹۶- حافظ ابوالعباس تقی الدین احمد بن شہاب الدین عبدالحلیم بن مجد الدین بن تیمیہ حرانی حنبلیؒ ولادت ۶۶۱ھ، متوفی ۷۲۸ھ

مشہور و معروف جلیل القدر عالم متبحر، جامع معقول و منقول حافظ حدیث، امام وقت تھے، وسعت معلومات، کثرت مطالعہ اور حفظ و ذکاء مفرط میں بے مثل تھے، نہایت جری، حق گو اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے، آپ کے جد امجد مجد الدین ابن تیمیہ م ۶۵۶ھ کی حدیث میں تالیف المنتقی من احادیث الاحکام بہت زیادہ مشہور ہے، جس کی شرح علامہ شوکانی م ۱۲۵۰ھ نے نیل الاوطار لکھی جو آٹھ جلدوں میں ہے مصر سے چھپی ہے اور اس کا مختصر بھی ۲ جلد میں شائع ہو چکا ہے علامہ ابن تیمیہ کے شیوخ حدیث، اکابر آئمہ محدثین تھے، جن میں سے ۴۴ مشائخ کا ذکر کتاب امام ابن تیمیہ مطبوعہ مدارس میں کیا گیا ہے، آپ کے اساتذہ حدیث میں محدثین احناف بھی تھے، مثلاً (۱) شیخ ابوبکر بن عمر بن یونس مزی حنفی (م ۵۹۳) (۲) قاضی القضاۃ شمس الدین ابو محمد عبداللہ بن الشیخ شرف الدین اوزاعی حنفی (م ۵۹۵) (۳) شیخ برہان الدین ابواسحٰق ابراہیم بن الشیخ صفی الدین قرشی حنفی (م ۵۹۹ھ) (۴) اور شیخ زین الدین ابواسحٰق ابراہیم بن احمد معروف بابن السدید انصاری حنفی (م ۵۷۷ھ) قابل ذکر ہیں۔

آپ کی تصانیف نہایت گرانقدر نافع و مفید ہیں، بعض مسائل میں آپ نے تفرد کے ساتھ تشدد کیا جس کی وجہ سے آپ کی سخت مخالفت ہوئی، مناظرے ہوئے، ہنگامے ہوئے اور آپ کو کئی بار قید و بند کے مصائب برداشت کرنے پڑے جن کی تفصیلات کتب تاریخ میں عموماً ہر بڑے مورخ نے اپنے نقطۂ نظر کی آمیزش کے ساتھ لکھی ہیں۔

آپ باوجود آئمہ اربعہ اور دوسرے اکابر متقدمین کے ساتھ پوری عقیدت رکھنے کے بھی عدم تقلید کے میلانات رکھتے تھے، جن سے غیر مقلدین زمانہ نے فائدہ اٹھایا، جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بھی ابتدائی دور کی بعض تحریرات سے ان لوگوں نے استناد کیا ہے علامہ ابن تیمیہ اور آپ کے متبعین کے بعض اہم تفردات حسب ذیل ہیں۔

۱: جہت باری کا مسئلہ:

سب سے پہلے اختلاف کا جو ہنگامہ ہوا وہ ۶۹۰ھ میں علامہ ابن تیمیہ کی جامع دمشق کی تقریر پر ہوا جس میں آپ نے صفات باری کے مسئلہ پر روشنی ڈالی اور شاعرہ کے نظریات و عقائد پر سخت تنقید کی، اس سے علماء شافعیہ سخت برافروختہ ہو گئے، مصر و شام میں شوافع کی تعداد بہت زیادہ تھی، حکومت کے بھی بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے، چاروں مذاہب میں سے شافعی قاضی القضاۃ کا پہلا درجہ تھا وہ سب امام ابوالحسن اشعری کے پیرو تھے۔

اشعری و حنبلی ایک زمانہ سے باہم دست و گریبان رہتے تھے، امام غزالی کے بعد امام رازی نے اشاعرہ کے مذہب کو بہت مضبوط بنا دیا تھا اسی لئے حکومت نے بھی اشاعرہ کے ہی مذہب کو صحیح مان لیا تھا اور حنابلہ کو اپنے عقائد پیش کرنے کی اجازت نہ تھی، اشاعرہ و حنابلہ میں بڑا اختلاف جہت باری کے مسئلہ پر تھا، حنابلہ اس کے قائل تھے کہ خدا عرش پر ہے اور قرآن و حدیث سے اس کو ثابت کرتے تھے، اس کے بارے میں بھی نیز دوسری صفات کے معاملہ میں بھی تاویل کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اشاعرہ یہ کہتے تھے کہ اس طرح ماننے سے خدا کی تجسیم لازم آتی ہے اور

خدا کو جسم ماننے سے وہ حادث ہو جاتا ہے، وہ کہتے تھے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، اس کے لئے کوئی ایک جگہ متعین کرنا غلط ہے، اس کے لئے نہ فوق ہے نہ تحت نہ کوئی خاص جہت اور اسی جہت کے مسئلہ کی وجہ سے وہ اشاعرہ حنابلہ کو ''حشویہ'' کہتے تھے۔ (امام ابن تیمیہ مطبوعہ مدارس ص ۷۷)

غرض یہی...... جہت باری اور صفات کا مسئلہ سب سے پہلے اختلاف کا سبب بنا اور ان مسائل کو طے کرنے کے لئے متعدد مجالس مناظرہ منعقد ہوئیں جن میں حسب بیان افضل العلماء محمد یوسف صاحب کوکن عمری ایم اے مصنف کتاب مذکور، بعض تو بے نتیجہ ختم ہوئیں اور بعض میں علامہ ابن تیمیہ ہی کی جیت ہوئی، مگر ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ ان بہت سی نجی مجالس کے مناظروں کے بعد حسب بیان محترم افضل العلماء صاحب کھلی عدالت میں علامہ کے خلاف مقدمہ قائم ہوا جس میں حکومت کی طرف سے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن عدلان شافعی (م ۷۴۹ھ) نے علامہ کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا عرش پر ہے اور انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے اور خدا آواز وحروف کے ساتھ بولتا ہے اور اس کے بعد کہا کہ کیا ایسا شخص سخت ترین سزا کا مستحق نہیں ہے؟ تو اس پر کرسی عدالت پر متمکن قاضی القضاۃ شیخ زین الدین علی بن مخلوف نویری مالکی (م ۷۱۸ھ) نے علامہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے فقیہ! اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟

علامہ نے اس پر پہلے طویل خطبہ اپنی حسب عادت دینا شروع کیا جس پر عدالت نے کہا کہ آپ خطبہ دینے کے لئے نہیں بلائے گئے ہیں اس وقت آپ الزامات کا جواب دیں تو اس پر علامہ کو غصہ آ گیا اور آپ نے صرف اتنی بات پر قاضی مالکی کو یہ الزام دے کر کہ وہ اس مقدمہ میں میرے حریف ومقابل بنے ہوئے اپنا بیان اور جواب عدالت میں دینے سے قطعی انکار کر دیا اور عدالت نے (مجبور ہو کر) آپ کو محبوس کرنے کا فیصلہ دیا، اس واقعہ سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ مختلف مجالس مناظرات اور ان کی بحثوں سے علامہ بھی تنگ ہو چکے تھے اور اپنے بہت سے دلائل کی قوت وضعف سے بھی آگاہ ہو چکے تھے، ورنہ ہر جگہ جیتنے والے اور قوی دلائل والے کے لئے تو اس سے بہتر موقع نہیں تھا کہ وہ اپنے دلائل حکومت کے کاغذات میں ریکارڈ کرا دیتا، اگر کسی عدالت سے بھی ایک فیصلہ علامہ کی موافقت میں ہو جاتا تو اختلاف کی بڑی خلیج پٹ جاتی اور علامہ کی مخالفت بہت کم ہو جاتی۔

ان چیزوں سے نیز علامہ اور مقابل کے دلائل کی کتابوں میں پڑھنے کے بعد ہم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہیں کہ ان چند اختلافی مسائل میں علامہ اور ان کے پیروؤں کی طرف سے بے جا تشدد ہو گیا ہے اور ایسے ہی مسائل میں ہمارے اکابر حضرت شاہ صاحبؒ (علامہ کشمیریؒ) وغیرہ کی یہ رائے ہے کہ علامہ نے اپنی کہی اور دوسروں کی جس طرح ان کی علمی شان رفیع کے لئے مناسب تھا نہیں سنی ورنہ ضرور ان مسائل میں بھی اعتدال کی راہ نکل آتی اور اتنے ہنگاموں اور اختلافات تک نوبت نہ پہنچتی، دوسری صدی کے بعد کی اس قسم کی تمام شورشوں پر نظر کرتے ہوئے امام اعظمؒ کے اس فیصلہ کی کتنی قدر ہوتی ہے جس سے آپ نے اپنے تمام اصحاب وتلامذہ کو نہایت سختی سے کلامی مسائل میں دراندازی اور غلو سے روک دیا تھا، صرف یہی ایک طریقہ تھا، جس سے اس امت مرحومہ کے علماء وعوام کا اتحاد واتفاق اور چین وامن کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے اور دوسرے اہم ترین مسائل زندگی میں سربراہی کر سکتے تھے، لیکن افسوس ہے کہ ایسی بزرگ وبرتر شخصیت پر جو امت مرحومہ کے لئے سرتاپا رحمت وشفقت مجسم تھی ''یری السیف علی الامۃ'' کا الزام لگایا گیا، یہاں یہ چند سطریں علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں بغیر سابق ارادہ کے لکھی گئیں، کیونکہ ان طولانی بحثوں کا اس مقدمہ میں کوئی موقع ومحل نہیں ہے البتہ انوار الباری میں ان سب مسائل پر اپنے اپنے موقع پر سیر حاصل بحثیں ہوں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ وہو المستعان۔

۲: شیخ اکبر اور دوسرے قائلین وحدۃ الوجود سے سخت انحراف واختلاف۔

۳: مسئلہ طلقات ثلاث کو بمنزلہ طلاق واحد قرار دیتے ہیں اور حرمت نکاح تحلیل میں بھی بہت تشدد کیا۔

۴: بعد وفات کسی کی ذات سے توسل کر کے دعا مانگنا حتیٰ کے رسول اکرم علیہ السلام کی ذات مبارک سے بھی ان کے نزدیک توسل جائز نہیں۔

۵:اسی طرح کسی کے جاہ ومرتبہ کے واسطہ سے بھی خدا سے دعا کرنا جائز نہیں۔

۶: زیارت قبور کے لئے شدرحال (یعنی سفر شرعی کرنا) جائز نہیں حتیٰ کے سید الانبیاء رسول اکرم علیہ کی زیارت کی نیت سے بھی اگر مدینہ طیبہ کا سفر ہو تو اس کو علامہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔

ان مسائل میں علماء وقت نے آپ کا خلاف کیا، مستقل کتابیں تردید میں لکھی گئیں لیکن علامہ ابن تیمیہ میں جہاں بیسیوں کمالات تھے، یہ کمی بھی تھی کہ وہ اپنی ہی کہتے تھے، دوسرے کی نہیں سنتے تھے، ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ علامہ کشمیری بھی جو علامہ کے فضل وتبحر علمی کے بے حد مداح تھے اور بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ ان کے اقوال درس بخاری کے وقت نقل کیا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ علامہ میں یہ کمی تھی کہ اپنی ہی کہتے تھے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری امرتسر سے دیوبند آئے تو مجھ سے پوچھنے لگے کہ ابن تیمیہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ اپنی خوب دھنتے ہیں دوسرے کی نہیں سنتے، انہوں نے اس پر میری تائید کی اور ہاتھ گھما کر کہا "زور، زور" پھر فرمایا کہ جہاں بولتے ہیں حدیث اور معقول وفلسفہ کا دریا بہادیتے ہیں مگر دوسرے کی بالکل نہیں سنتے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ روضہ اطہر رسول اللہ علیہ کا عرش سے افضل ہے اور مدفن مبارک کے علاوہ باقی مدینہ مفضول ہے، بیت اللہ سے جیسا کہ اکثر علماء کی رائے ہے مگر صرف ابن تیمیہ اس میں متوقف ہیں، مجاہد سے مرسل صحیح مروی ہے کہ روز قیامت جب خدا کی تجلی عرش پر ہوگی تو آنحضرت علیہ داہنی طرف ہوں گے عرش پر۔

ایک دفعہ فرمایا کہ ابن تیمیہ گو پہاڑ ہیں علم کے اور دریائے ناپیدا کنار ہیں مگر عربیت اونچی نہیں ہے، اسی لئے سیبویہ کی سترہ غلطیاں نکالی ہیں، میرا خیال ہے کہ خود ہی غلط سمجھے ہیں، فلسفہ بھی بہت زیادہ جانتے ہیں بلکہ معقولات کا اس قدر مطالعہ اور استحضار کم کسی کا ہوا ہوگا، مگر ناقل ہیں، حاذق نہیں ہیں، بعض اوقات کچی بات کو اختیار کرلیتے ہیں جو حاذق کی شان نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

علامہ ابن تیمیہ کی مشہور مطبوعہ تصانیف یہ ہیں: فتاویٰ ابن تیمیہ ۵ جلد، اقامۃ الدلیل علی بطلان التحلیل، الصالم المسلول علی شاتم الرسول الجواب الفصیح لمن بدل دین المسیح ۴ جلد، منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریہ ۴ جلد، در، تعارض العقل والنقل (منہاج السنہ کے حاشیہ پر چھپی ہے) مجموعۃ الرسائل الکبریٰ ۲ جلد، مجموع الرسائل ۲ جلد، مجموعۃ الرسائل والمسائل ۵ جلد، الرد علی المنطقیین، اقتضاء الصراط المستقیم، کتاب النبوات، تلخیص کتاب الاستغاثۃ المعروف بالرد علی البکری (مسئلہ استغاثہ میں شیخ نورالدین بکری کی تردید) مجموعۃ الرسائل المنیریہ ۳ جلد، قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ مجموعہ تفسیر علامہ ابن تیمیہ ان کے علاوہ دوسرے، بہت سے رسائل مطبوعہ اور کتب ورسائل قلمی بھی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ کلہم اجمعین، آپ کے مشہور تلامذہ علامہ ابن قیم وغیرہ کے حالات آگے آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۹۷-شیخ محمد بن عثمان بن ابی الحسن عبدالوہاب انصاری معروف بابن الحریری حنفیؒ م ۷۲۸ھ

جلیل القدر محدث تھے، اکابر محدثین سے تحصیل وتکمیل کی، صاحب جواہر مضیئہ نے لکھا کہ آپ نے متعدد مدارس میں درس علوم دیا اور تحدیث کی ہے، بڑے رعب وجلال والے تھے اور خواص وعوام میں بڑی مقبول شخصیت تھی، میں نے بھی آپ سے حدیث پڑھی ہے اور استفادہ کیا ہے، مجھ پر بڑی شفقت واحسان کرتے، دمشق کے قاضی القضاۃ بھی رہے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ)

۱۹۸-شیخ عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان ماردینی حنفیؒ، م ۷۳۱ھ

بڑے محدث، مفسر، فقیہ، لغوی، ادیب، شیخ وقت اور مرجع علماء وعوام تھے، درس حدیث وافتاء وتالیف کتب آپ کے خاص مشاغل تھے، جامع کبیر کی بھی شرح لکھی ہے، علامہ قرشی مصنف "الجواہر المضیئہ" وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق الحنفیہ)

۱۹۹-الشیخ الامام علاء الدین علی بن بلبان فارسی حنفیؒ، م ۷۳۱ھ، ۷۳۹ھ

جلیل القدر محدث وفقیہ امام وقت تھے، درس علوم، جمع وتالیف کی کتب اور افتاء کی گراں قدر خدمات میں زندگی بسر کی تلخیص الخلاطی کی شرح لکھی، محدث ابن حبان کی تقاسیم وانواع کو مرتب کیا جس کا نام ''الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان'' رکھا، نیز طبرانی کو بہترین طریق پر ابواب فقیہ سے مرتب کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وتقدمہ)

۲۰۰-قاضی القضاۃ شیخ علی بن احمد بن عبدالواحد بن عبدالمنعم طرطوسی حنفیؒ، م ۷۳۲ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، مدت تک درس علوم وافتاء کی خدمت کی، بڑے زاہد وعابد اور بہ کثرت تلاوت کرتے تھے، نیز کم سے کم وقت میں ختم کر لیتے ہیں، نقل ہے کہ تین گھنٹہ اور چالیس منٹ میں تراویح میں پورا قرآن مجید ختم کر لیتے تھے، بڑے بڑے لوگ ان کا قرآن مجید سننے کو جمع ہوتے تھے، یہ آپ کی کرامت تھی اور اس طرح تیزی کے ساتھ اور جلد ختم کرنے کے واقعات اور بھی بعض بزرگوں سے نقل ہوئے ہیں، بعض حضرات چار ختم دن میں اور چار شب میں کرتے تھے جیسا کہ امام نووی اور صاحب اتقان وغیرہ نے لکھا ہے۔ (جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۲۰۱-المحدث الکبیر ابن المہندس الشہیر محمد بن ابراہیم بن غنائم الشروطی الحنفیؒ، م ۷۳۳ھ

بڑے محدث تھے، کبار حفاظ حدیث اور ابو حامد محمودی اور ابوالحسن علی بن البخاری وغیرہ سے حدیث حاصل کی، بہت خوش خط بھی تھے، بہت سی کتابیں نقل کیں اور تہذیب الکمال مزی کو کئی بار لکھا، درس حدیث دیا ہے، علامہ قرشی نے لکھا ہے، کہ جب قاہرہ آئے تھے تو میں نے بھی آپ سے حدیث سنی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وجواہر)

۲۰۲-شیخ شمس الدین محمد بن عثمان اصفہانی معروف بابن العجمی حنفیؒ، م ۷۳۴ھ

اپنے زمانہ کے امام حدیث اور فقیہ فاضل تھے، مدت تک اقبالیہ میں درس علوم دیا اور مدرسۂ شریفہ نبویہ مدینہ طیبہ نیز دمشق میں درس حدیث دیا ہے، مذاہب میں ایک کتاب ''منسک'' بہت مفید لکھی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۰۳-حافظ قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور بن منیر بن عبدالکریم حلبی حنفی، م ۷۳۵ھ

امام عصر ومحدث کامل تھے، اکابر محدثین زمانہ سے حدیث سنی اور بہ کثرت روایت کی حتیٰ کہ حفاظ ونقاذ حدیث میں شمار ہوئے، بڑے بڑے مدارس میں درس حدیث دیا ہے، اپنی کتابیں عاریۃً دینے میں بھی بڑے وسیع الحوصلہ تھے، کتاب الاہتمام تجلیس الالمام شرح بخاری شریف ۲۰ جلد، شرح سیرۃ عبدالغنی اور ''القدح المعلی فی الکلام علی بعض احادیث المحلی'' تصنیف فرمائیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق)

۲۰۴-حافظ امین الدین محمد بن ابراہیم والی حنفیؒ، م ۷۳۵ھ

امام وشیخ وقت اور محدث کامل تھے، کثرت سے حدیث حاصل کی اور کثرت سے روایت بھی کی اور جمع وتالیف وعمر بسر کی، صاحب جواہر علامہ قرشی نے لکھا کہ میں نے بھی آپ کے قاہرہ کے قیام میں بہ کثرت احادیث سنی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وتقدمہ)

۲۰۵-امام ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ فارسی حنفیؒ، م ۷۳۹ھ

محدث کبیر، فقیہ کامل، نحوی اور اصول وفروع کے بڑے متبحر عالم تھے، حدیث ودمیاطی، محمد بن علی بن صاعد اور ابن عساکر وغیرہ سے حاصل کی،

آپ نے صحیح ابن حبان اور معجم طبرانی کو ابواب پر مرتب کیا، جامع کبیر کی شرح تصنیف کی، خلاطی کی تلخیص جامع کبیر کی بھی تحفۃ الحریص کے نام سے ایک بڑی شرح تصنیف کی، ایک کتاب سیرت میں سیرت لطیفہ اور ایک کتاب جامع مسائل مناسک تالیف کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۲۰۶- شیخ ابوعبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمری تبریزی شافعیؒ، م ۷۴۰ھ

اپنے وقت کے محدث علام اور فصاحت و بلاغت کے امام تھے، آپ کی تصانیف میں سے سب سے زیادہ مشہور شرح ''مشکوٰۃ المصابیح'' حدیث کی نہایت مقبول و متداول کتاب ہے، ہندوستان میں تو ایک مدت تک صرف مشکوٰۃ شریف اور مشارق الانوار ہی درس حدیث کا معراج کمال رہی ہیں اور اب بھی جب کہ صحاح ستہ تکمیل فن حدیث کے لئے ضروری و لازمی قرار پاچکی ہیں، مشکوٰۃ شریف بھی دورۂ حدیث سے قبل ضرور پڑھائی جاتی ہے اس لئے صحاح ستہ کے بعد اس کی شرح کا اہتمام ہر دور کے علماء کبار نے کیا ہے، چنانچہ محدث کبیر ملا علی قاری حنفی نے ''مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح'' لکھی جو طبع ہوئی تھی مگر اب عرصہ سے نایاب و نادر الوجود ہے۔

علامہ طیبی نے ''طیبی شرح مشکوٰۃ''، شیخ محدث دہلویؒ نے عربی میں لمعات شرح مشکوٰۃ اور فارسی میں اسلعۃ اللمعات لکھیں، مولانا نواب قطب الدین خان دہلویؒ نے ''مظاہر حق'' اور استاد محترم مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی عم فیضہم شیخ الحدیث جامع اشرفیہ نیلا گنبد لاہور سابق استاد تفسیر وحدیث دارالعلوم دیوبند (تلمیذ خاص علامہ کشمیری قدس سرہٗ) نے ''التعلیق الصبیح'' لکھی ہے، آپ نے رجال مشکوٰۃ کے حالات بھی ''اکمال فی اسماء الرجال'' میں لکھے ہیں جو مشکوٰۃ شریف کے ساتھ آخر میں طبع ہوگئی ہے، اس کے باب ثانی میں آپ نے آئمہ اصحاب اصول کے حالات بھی لکھے ہیں جن میں آپ کے تعصب کا رنگ جھلکتا ہے، ہم حصہ اول میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ **ومن ذا الذی یرضی سجایاہ کلھا؟ رحمھم اللہ تعالیٰ و رضی عنھم و رضواعنہ۔**

۲۰۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن حلبی دمشقی مزی شافعیؒ، ۷۴۲ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ نے اطراف صحاح ستہ پر ایک کتاب تالیف کی نیز الکمال فی اسماء الرجال کے بعد (جو رجال صحاح ستہ پر سب سے پہلی اور حافظ عبدالغنی مقدسی م ۶۰۰ھ کی تالیف ہے) آپ کی کتاب ''تہذیب الکمال'' معرفۃ رجال صحاح میں بے نظیر ہے جس کی حافظ ذہبی نے دو تلخیص کیں، ایک کا نام ''تذہیب التہذیب'' اور دوسری کا نام ''الکاشف رکھا'' پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص کی اور تہذیب التہذیب نام رکھا (جو ۱۲ جلد میں حیدرآباد سے شائع ہوچکی ہے اور تہذیب مذکور کو مختصر کر کے تقریب التہذیب بنائی (وہ بھی لکھنو مطبع نولکشور سے چھپ چکی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ، رسالہ مستطرفہ وغیرہ)

۲۰۸- شیخ ابومحمد عثمان بن علی بن محجن زیلعی حنفیؒ، م ۷۴۳ھ

بڑے محدث وفقیہ، نحوی، فرضی تھے، ۷۰۵ھ میں قاہرہ آئے، تدریس، افتاء اور تنقید و تحقیق علمی میں مشغول ہوئے اور علماء زمانہ میں خاص امتیاز پایا، بڑے بڑے علماء نے آپ سے استفادہ کیا، فقہ کی مشہور درسی کتاب ''کنزالدقائق'' کی نہایت محققانہ شرح لکھی جو ''تبیین الحقائق'' کے نام سے موسوم ہے، جامع کبیر کی بھی آپ نے شرح لکھی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۲۰۹- الحافظ الشمس السروجی محمد بن علی بن ایبک حنفیؒ، م ۷۴۴ھ

مشہور حافظ حدیث گزرے ہیں، ذیول تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ للمحدث الکوثری)

۲۱۰-شیخ احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ ماردینی حنفیؒ، م ۷۴۴ھ

بڑے محدث وفقیہ تھے، حدیث دمیاطی اور ابن صواف سے پڑھی اور روایت کی، مدت تک درس علوم وافتاء میں مشغول رہے، ابن ترکمانی کے نام سے بھی مشہور ہوئے، مگر اس نام کے ساتھ بہت زیادہ شہرت شیخ علاء الدین جوہرتی کی ہے، حدیث، فقہ، اصول فقہ، فرائض، ہیئت منطق ونحو وغیرہ میں بہت اعلیٰ تحقیق سے کتابیں تصنیف کیں، جامع کبیر اور ہدایہ کی بھی شرح لکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق وجواہر)

۲۱۱-شیخ برہان الدین بن علی بن احمد بن علی بن سبط بن عبدالحق واسطی حنفیؒ، م ۷۴۴ھ

اپنے وقت کے مشہور امام، محدث، فقیہ، عارف غوامض، مذہب اور ولایت مصر کے قاضی القضاۃ تھے، حدیث اپنے جد امجد اور ابن البخاری وغیرہ سے پڑھی، مدت تک درس حدیث دیا، اہل باطل سے مناظرے کئے، سنن کبیر بیہقی کی تلخیص کی اور ہدایہ کی شرح لکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (حدائق حنفیہ)

۲۱۲-شیخ اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان اندلسی شافعیؒ، م ۷۴۵ھ

مشہور محدث، مفسر، لغوی، نحوی، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، حدیث میں آپ کی تساعیات بھی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۸۲)

۲۱۳-صدر الشریعۃ امام عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ احمد بن جمال الدین حنفیؒ م ۷۴۷ھ

اپنے وقت کے امام متفق علیہ اور علامہ مختلف الیہ (علماء وعوام کے مادی وملجا) جامع معقول ومنقول، محدث جلیل وفقیہ بے مثل تھے، علم تفسیر وحدیث، علم خلاف وجدل، نحو، لغت، ادب، کلام ومنطق وغیرہ کے متبحر عالم تھے، آپ کے جد امجد صدر الشریعۃ اکبر سے مشہور ہوئے تھے تو آپ صدر الشریعۃ اصغر کہلائے اور اپنے دادا جان ہی کے نقش قدم پر تقیید نفائس عالیہ وجمع فوائد جلیلہ علیہ میں منہمک ومشغول رہتے تھے، آپ کا نسب حضرت عبادہ بن صامت صحابی رسول اکرم ﷺ سے ملتا ہے، علم اپنے دادا تاج الشریعۃ وغیرہ اکابر علماء وقت سے حاصل کیا تھا، آپ نے وقایہ (مشہور فقہی کتاب کی نہایت اعلیٰ شرح لکھی جو بہت مقبول ومتداول اور داخل درس ہے پھر وقایہ کو مختصر کر کے نقایہ ترتیب دی، اصول فقہ میں "تنقیح" لکھی، پھر اس کی شرح توضیح لکھی ان کے علاوہ دوسری اہم تصانیف یہ ہیں، المقدمات، الاربعہ، تعدیل العلوم فی اقسام العلوم العقلیہ، الوشاح (علم معانی میں کتاب الشروط، کتاب المحاضرہ، وغیرہ جن کی شروح بعد کے علماء نے لکھیں، مشکلات علوم ومسائل کے حل میں بڑے ماہر تھے، اس لئے ان کو تمام تصانیف سے نفع عظیم ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۲۱۴-حافظ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعیؒ (م ۷۴۸ھ)

نہایت مشہور ومعروف حافظ حدیث اور بلند پایہ مورخ تھے، آپ ہی نے تہذیب الکمال مزی کی تلخیص کر کے تذہیب التہذیب اور کاشف ترتیب دیں اور حفاظ حدیث کو تذکرۃ الحفاظ میں بہ ترتیب طبقات جمع کیا جو ۴ جلد میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے عرصہ ہوا شائع ہو چکی ہے۔

اسی طرح سیر اعلام النبلاء وغیرہ اہم کتابیں لکھیں، اگرچہ حفاظ حدیث کے تذکرے اور محدثین نے بھی لکھے ہیں مگر تذکرۃ الحفاظ نہایت نافع اہم کتاب ہے بعد کو اس کے ذیول اور ضمیمے بھی لکھے گئے جو ذیول تذکرۃ الحفاظ کے نام سے محدث کوثری حنفیؒ کی نہایت گرانقدر علمی تحقیقات وتعلیقات کے ساتھ دمشق سے شائع ہوئے۔

جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی کے یہاں بڑا عنصر حنفی شافعی کے تعصب کا تھا اسی طرح حافظ ذہبی کے یہاں اشعری، ماتریدی کی

تفریق ملتی ہے اور بہت سے حنفی حفاظ حدیث کا تذکرہ آپ نظر انداز کر دیا ہے تاہم آپ کے علمی احسانات سے ہم سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، آپ نے امام اعظمؒ اور آپ کے اصحاب کے مناقب میں بھی ایک کتاب لکھی جس کا ذکر آپ نے ''الکاشف فی اسماء الرجال'' میں بھی امام صاحب کے ترجمہ میں کیا ہے، یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۱۵-شیخ محمد بن محمد بن احمد معروف لقوام الدین کا کی حنفیؒ، م ۷۴۹ھ

مشہور محدث، فقیہ اور عالم متبحر تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل شیخ علاء الدین عبدالعزیز بخاری وغیرہ سے کی، شیخ حسام الدین سغناقی سے ہدایہ پڑھی ہے، جامع ماردین قاہرہ میں قیام کر کے درس علوم وافتاء میں مشغول رہے۔

ہدایہ کی شرح معراج الدرایہ لکھی اور ایک کتاب نہایت اہم ''عیون المذاہب'' تالیف کی جس میں آئمہ اربعہ کے اقوال جمع کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۱۶-حافظ علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم ماردینی حنفیؒ، م ۷۴۹ھ

جلیل القدر حافظ حدیث، مشہور مفسر، فقیہ واصولی اور جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، فرائض، حساب، تاریخ، شعروادب وعربی میں بھی کامل تھے، مدت تک ولایت مصر کے قاضی رہے، ابن ترکمانی سے زیادہ مشہور ہوئے، نہایت گراں قدر تصانیف کیں، اہم یہ ہیں: ۱۱الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی (یہ کتاب محدث بیہقی کے رد میں بے نظیر ہیں جس کا جواب آج تک کسی سے نہ ہو سکا، دائرۃ المعارف سے سنن بیہقی کے ساتھ بھی چھپی ہے اور علیحدہ بھی دو جلد میں شائع ہوئی ہے، ہر محدث عالم کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے، ۲المنتخب فی الحدیث، ۳المؤتلف و المختلف، ۴کتاب الضعفاء والمتر کین (کاش یہ نہایت قیمتی کتب بھی شائع ہوں) ۵بہجۃ الاعاریب بمافی القرآن من الغریب، ۶مختصر رسالہ قشیری، ۷مختصر علوم الحدیث ابن صلاح۔

ان کے علاوہ ہدایہ کو مختصر کر کے کفایہ لکھی تھی، پھر اس کی شرح کی مگر پوری نہ کر سکے جس کو آپ کے صاحبزادے قاضی القضاۃ عبداللہ بن علی ماردینیؒ نے پورا کیا، صاحب جواہر مضیۂ علامہ محدث قرشی بھی آپ کے تلامذۂ حدیث میں ہیں، آپ ہی سے حافظ جمال الدین زیلعی (صاحب نصب الرایہ) حافظ زین الدین عراقی اور محدث عبدالقادر قرشی نے فن حدیث کی تحصیل و تکمیل کی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ذیول تذکرۃ الحفاظ جواہر مضیۂ وحدائق حنفیہ)

۲۱۷-حافظ ابن الوانی عبداللہ بن محمد بن ابراہیم حنفیؒ، م ۷۴۹ھ

حفاظ حنفیہ میں سے ہیں ''طبقات حسینی'' میں آپ کا تذکرہ ہے۔ (تقدمہ نصب الرایہ للمحدث الکوثریؒ ص ۴۶)

۲۱۸-حافظ ابن القیم ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن حزیر حنبلی

ولادت ۶۹۱ھ م ۷۵۱ھ

علامہ ابن تیمیہ، کے طبقہ اول کے تلامذہ میں سے ہیں، آپ دوسرے تلامذہ سے عمر میں کم تھے اور شاگردی کا زمانہ بھی کم پایا، یعنی تقریباً ۱۴ سال مگر علامہ کے کمالات سے بہت زیادہ مستفید ہوئے اس لئے دوسرے تلامذہ سے علم و فضل میں ممتاز ہوئے، آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ علامہ کے علمی و عملی کمالات کا مظہر تھے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ دونوں ایک روح اور دو قالب تھے۔

آپ کو تصنیف وتالیف کا بہترین سلیقہ تھا، بقول محترم افضل العلماء صاحب کوکن مؤلف کتاب ''ابن تیمیہ'' علامہ کے مزاج میں حدت بہت زیادہ تھی، اور اپنے دل و دماغ کی تیزی اور قلم کی روانی میں کسی ایک موضوع پر ٹھہر کر گفتگو نہیں کرتے تھے اور ضمنی مباحث کو بیک وقت سمیٹنے کے عادی تھے'' (امام ابن تیمیہ ص ۷۵۷) حافظ ابن قیم کے اساتذہ میں ایک شیخ صفی الدین ہندی حنفی بھی تھے جو امام ابن تیمیہ کے حریف تھے اور ان سے مناظرے بھی کئے تھے، آپ نے فن اصول کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی تھی جب ۷۱۵ھ میں شیخ صفی الدین کا انتقال ہو گیا تو امام ابن تیمیہؒ کی صحبت میں رہنے لگے تھے۔ (امام ابن تیمیہ ص ۶۵۷)

جب ۷۲۶ھ میں زیارت قبور، توسل، وسیلہ واستغاثہ کے مسائل کی وجہ سے ہنگامہ ہوا تو حافظ ابن قیم نے اپنے استاد (ابن تیمیہ) کے خیالات ہی کی پرزور حمایت کی جس کی وجہ سے حکومت نے آپ کو بھی قید کر دیا تھا، استاد کی وفات کے بعد ۷۲۸ھ میں آپ کو قید سے رہائی ملی، حافظ صاحب مدرسہ صدریہ کے مدرس اور مسجد مدرسہ جوزیہ کے امام تھے درس وامامت سے جو وقت بچتا تھا اس کو تصنیف وتالیف پر صرف کرتے تھے۔

حافظ صاحب اپنی مذہبی شدت کے باوجود نہایت خلیق ومنکسر المزاج تھے، ان میں اپنے استاد کی سی حدت وشدت نہیں تھی، مخالفین کے ساتھ وہ اچھی طرح پیش آتے تھے، اس وصف میں وہ اپنے استاد سے بالکل ممتاز تھے۔ (کتاب مذکور ص ۶۵۹)

حافظ ابن قیم کی تقریر وتحریر دونوں مربوط اور حشو وزائد سے پاک ہوتی تھیں، ان کی اور امام ابن تیمیہ کی تصنیفات میں سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ حافظ صاحب کی تصنیفات میں تکرار نہیں ہوتی تھی، امام صاحب کی تصنیفات کا یہ حال نہیں ہے (ایضاً ص ۶۵۹)

حافظ ابن قیم کے مطالعہ میں آئمہ احناف کی کتابیں بھی رہی ہیں بلکہ ان سے نقل بھی کرتے ہیں، مثلاً مسند ابی حنیفہ للحسن بن زیادہ سے حدیث قرب قیامت کی اعلام الموقعین ص ۴۳ ج ۱ (مطبوعہ اشرف المطابع دہلی) میں نقل کی ہے، اس کے علاوہ امام اعظم کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے امام اعظم کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے نیز ان کا اور حافظ ابن قیم کا طرز تحقیق نرا محدثانہ نہیں بلکہ آئمہ احناف کی طرف فقیہانہ ہے، چنانچہ حافظ ابن قیم نے تہذیب السنن ابی داؤد میں حدیث قلتین کے متروک العمل ہونے پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے، اور بہت سے دلائل سے اس کا ناقابل قبول ہونا ثابت کیا ہے، فقہاء خصوصاً آئمہ احناف حدیث قلتین، حدیث جہر آمین، حدیث خیار مجلس اور حدیث مصراۃ وغیرہ روایات کو تعامل وتوارث سلف کی روشنی میں جانچتے تھے جب کہ ارباب روایت صرف صحت سند پر مدار رکھتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء ص ۸۵ ج ۲ میں لکھا کہ اتفاق سلف اور ان کا توارث فقہ کی اصل عظیم ہے، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ جب حضور اکرم ﷺ سے دو مختلف حدیثیں ماثور ہوں تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ نے کس پر عمل کیا اور کس کو ترک کیا ہے، حق ان کے تعامل کے مطابق ہوگا محدث فقیہ امام ابوداؤد نے لکھا کہ جب دو حدیث متعارض ہوں تو دیکھنا چاہئے کہ صحابہ نے کس پر عمل کیا ہے۔

افسوس ہے کہ غیر فقیہ محدثین نے اس اصول کو نظر انداز کر دیا اور صرف اسناد حدیث میں اونچ نیچ نکال کر اپنے علم کے موافق مسائل پیدا کئے اور اختلافات میں اضافہ کیا، حافظ ابن قیم کی مشہور تصانیف یہ ہیں: زاد المعاد (۴ جلد) تہذیب سنن ابی داؤد، مدارج السالکین، (۳ جلد) اعلام الموقعین (۴ جلد) بدائع الفوائد (۲ جلد)، روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین شفاء العلیل فی القضاء والقدر، الطب النبوی، کتاب الروح، مختصر الصواعق المرسلۃ (۲ جلد) مفتاح دارۃ السعادۃ، ہدایۃ الحیاری، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۱۹- حافظ ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام معروف تقی الدین سبکی شافعیؒ ۷۵۶ھ

آپ مشہور محدث ابوحیان اندلسی کے تلمیذ ہیں، علامہ ابن تیمیہ کے زبردست مخالفین میں سے رہے ہیں، متعدد رسائل اور نظمیں ان کے متعلق لکھیں ہیں، ان کے علاوہ آپ کی دوسری تالیفات المسلسل بالاولیۃ وغیرہ ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ الرسالۃ المستطرفۃ ص ۶۹ میں آپ کو بقیۃ المجتہدین لکھا۔

۲۲۰-امیر کاتب عمید بن امیر عمرو بن امیر غازی اتقانی فارانی حنفیؒ ولادت ۶۸۵ھ

آپ کی کنیت ابوحنیفہ اور لقب قوام الدین تھا، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین واہل فضل سے تحصیل علوم کی، حدیث، فقہ لغت وعربیت کے امام تھے، آپ نے ۷۱۶ھ میں سفر حج کے وقت منتخب حسامی کی شرح تبیین لکھی، ہدایہ کی شرح غایۃ البیان ونادرۃ القرآن تصنیف کی، مدت تک مدرسہ مشہد امام اعظمؒ میں درس علوم دیا اور قضاء وافتاء میں بھی مشغول رہے۔

۷۴۷ھ میں دمشق گئے اور حافظ ذہبی کی وفات پر ظاہریہ میں مدرسہ دارالحدیث کے مدرس ہوئے، علماء شوافع سے آپ کے مشاجرات معارضات اور مناظرے رہے ہیں، آپ مخالفین کے ردو جواب میں شدت وسختی سے کام لیتے تھے اس لئے آپ کو متعصب بھی کہا گیا ہے، بات یہ تھی کہ آپ غیروں کی بیجا زیادتی برداشت نہ کرتے تھے، اس لئے آپ نے جو کچھ ان کے متعلق لکھا وہ جوابی ودفاعی قدم تھا اس لئے ان غیروں کو زیادہ متعصب اور ''البادی اظلم'' کے قاعدہ سے بڑا ظالم بھی کہنا چاہئے۔

آپ نے غایت البیان کی بحث حروف المعانی میں لکھا کہ ''غزالی نے منخول میں امام ابوحنیفہ پر چند الزامات بے دلیل لگائے ہیں، اگر کتاب کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم ان کا ایسا رد لکھتے کہ اس سے ان کی روح ان چیزوں سے توبہ کر لیتی جو ان کے ہاتھ وزبان نے کئے تھے، واللہ! ہم امام غزالی کا انتہائی احترام اور بڑی عقیدت رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے احیاء العلوم میں مشائخ کے اقوال جمع کئے ہیں لیکن جب یہ دیکھا کہ وہ اکابر امت پر بے دلیل وبرہان طعن وتشنیع کرتے ہیں تو اس سے ہماری عقیدت مذکورہ مجروح ہو گئی۔

آخر تبیین میں اپنی علمی کاوشوں اور تحقیقی وتدقیقی جاں فشانیوں کی داد طلب کرتے ہوئے لکھا کہ ''اگر میرے اسلاف کرام زندہ ہوتے، تو مجھ کو منصف ٹھہراتے، امام اعظمؒ فرماتے کہ تم نے اچھی کوشش کی، امام ابو یوسف فرماتے تم نے بیان ودلیل کی روشنی دکھائی، امام محمد فرماتے تم نے بہتر کام کیا، امام زفر فرماتے تم نے پختہ کاری سے کام لیا، امام حسن بن زیاد فرماتے تم نے گہرائی کی باتیں لکھیں، ابوحفص فرماتے تم نے اپنے مطالعہ میں دقت نظر سے کام لیا، ابومنصور کہتے حق بات کو ثابت کیا، امام طحاوی فرماتے، صحیح وسچی بات کہی، امام کرخی فرماتے تمہاری باتوں میں خدا نے برکت دی، جصاص فرماتے خوب پختہ دلائل بیان کئے، ابوزید دبوسی کہتے تمہیں حق وثواب کی توفیق ملی، شمس الائمہ فرماتے تمہیں اپنا مقصود حاصل ہوا، فخر الاسلام فرماتے تم نے مہارت فن کا ثبوت دیا، نجم الدین نسفی کہتے تم غالب آئے، صاحب ہدایہ فرماتے تم نے سمندر کی غواصی کی اور صحیح سلامت نکل آئے، صاحب محیط فرماتے تم اپنے دعویٰ میں کامیاب ہوئے، متنبی کہتے کہ تمہارا شمار فصحاء عرب میں ہوا''۔

ہر شخص جو غیر معمولی محنت وکاوش کسی کام میں کرتا ہے اپنے بڑوں سے اس کی داد طلب کرتا ہے زبان سے نہ کہے تو دل میں ضرور اس کی خواہش ہوتی ہے، اس لئے اس کو تفوق وتعلّی پر محمول کرنا درست نہیں، اس لئے ہم نے اس کو یہاں نقل بھی کر دیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، حدائق، فوائد بہیہ)

۲۲۱-حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد بن ایوب بن موسیٰ زیلعی حنفیؒ، م ۷۶۲ھ

زیلع حبشہ کے ساحل پر ایک شہر ہے، اسی کی طرف آپ کے شیخ فخر الدین زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق (۲ مجلدات کبیرہ) کی بھی نسبت ہے، جہاں اور بھی بہت سے حنفی علماء ہوئے ہیں جن کے تراجم قلائد النحر فی وفیات اعیان الدہر میں ہیں، شیخ تقی الدین بن فہد مکی نے ذیل تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں لکھا ہے کہ حافظ زیلعی نے فقہ میں تخصص کیا، معاصرین سے ممتاز ہوئے، نظر ومطالعہ برابر کرتے رہے اور طلب حدیث میں بھی اسی طرح منہمک ہوئے پوری طرف صرف ہمت کی تخریج میں متخصص ہوئے، تالیف وجمع حدیث کا اشتغال رہا، سماع حدیث ایک جماعت اصحاب نجیب حرانی اور ان کے بعد کے اکابر محدثین سے کیا پھر علامہ ابن فہد نے بہت سے محدثین کے نام بھی لکھے۔

شیخ تقی الدین ابوبکر تمیمی نے "طبقات سنیہ" میں لکھا کہ حافظ زیلعی نے اصحاب نجیب سے حدیث سنی اور فخر زیلعی وقاضی علاء الدین ترکمانی وغیرہ سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی، مطالعہ کتب حدیث میں پورا انہماک کیا یہاں تک کے حدیث ہدایہ اور کشاف کی تخریج کی اوران کا استیعاب بتمام وکمال کیا۔

حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں لکھا کہ مجھ سے ہمارے شیخ عراقی ذکر کرتے تھے کہ وہ اور حافظ زیلعی کتب حدیث کے مطالعہ میں شریک تھے، عراقی نے احیاء کی احادیث اوران احادیث کی تخریج کا ارادہ کیا تھا جن کی طرف امام ترمذی نے ابواب میں اشارہ کیا ہے اور حافظ زیلعی نے احادیث ہدایہ[1] وکشاف کی تخریج کا بیڑہ اٹھایا تھا، ہرایک دوسرے کی اعانت کرتا تھااور زیلعی کی تخریج احادیث ہدایہ سے محدث زرکشی نے تخریج احادیث رافعی میں بہت زیادہ مدد لی ہے۔

استاذ محترم محقق عصر علامہ کوثریؒ نے تعلیقات ذیل ابن فہد میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ خود حافظ ابن حجر بھی اپنی تخاریج میں حافظ زیلعی کی تخاریج سے اسی طرح بکثرت استفادہ کرتے ہیں حضرت مولانا عبدالحی صاحب نے بھی فوائد بہیہ میں لکھا کہ بعد کو تمام شارحین ہدایہ نے آپ کی تخریج سے مدد لی ہے، بلکہ حافظ ابن حجر نے بھی تخریج احادیث "شرح الوجیز" وغیرہ میں مدد لی ہے۔

علامہ کوثری کو بہت سے حفاظ شافعیہ کی متعصبانہ روش سے شکوہ تھا، خصوصاً حافظ ابن حجر سے کہ حافظ زیلعی کے طرز وطریق کے برعکس حنفیہ کا حق کم کرتے ہیں اور بے ضرورت بھی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اوراپنی تالیفات خصوصاً فتح الباری میں ان کا معمول ہے کہ وہ حنفیہ کے موافق حدیث کواس کے باب میں جان بوجھ کرنہیں لاتے پھراس کو غیر مظان میں ذکر کرتے ہیں تا کہ حنفیہ سے انتفاع نہ کرسکیں۔

حضرت الاستاذ علامہ کشمیریؒ نے ارشادفرمایا کہ حافظ زیلعی جس طرح اکابر محدثین وحفاظ میں سے تھے اسی طرح وہ مشائخ صوفیہ واولیاء کاملین سے تھے جن کے نفوس مجاہدات وریاضات سے مزکی وپاکیزہ ہوجاتے ہیں اوران کے آثار تزکیہ نفس ہی سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے لئے قطعاً کوئی تعصب نہیں کرتے تھے اور مقابل ومخالف کے ساتھ بھی غایۃ انصاف سے پیش آتے تھے، اوران کی بے تعصبی اور سلامت صدر کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے اور یہ وصف وامتیاز حافظ تقی الدین بن دقیق العید شافعی میں بھی تھا کیونکہ وہ بھی اکابر صوفیہ میں سے اور صاحب کرامات تھے، وہ بھی اپنے مذہب کے لئے کوئی تعصب نہیں کرتے تھے، بلکہ بسااوقات اپنی تحقیق سے حنفیہ کے افادہ اور تائید کا بھی قصد کرتے ہیں اور کسی کے حق کو کم کرنے کا توان کے یہاں سوال ہی نہیں، اس سے ان کی شخصیت بہت بلند ہے پھر فرمایا کہ اسی طریقہ کے ہمارے یہاں شیخ محقق بن ہمام صاحب فتح القدیر بھی ہیں، البتہ حافظ ابن حجر کی شان دوسری ہے، وہ ہمیشہ حنفیہ کی کمزوریوں اور گرفت کے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور کبھی اپنی بحث وتحقیق میں ایسی بات نہیں آنے دیں گے جس سے حنفیہ کو فائدہ پہنچ جائے، وقت گزاری کے لئے ایک بات کہہ جائیں گے، حالانکہ اس بات کو وہ خود بھی خلاف موقع جانتے ہیں، یہ طریقہ ان کی جلالت قدر کے شایان شان نہیں۔

یہاں اس بات کے ذکر سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ حافظ ابن حجر کی جلالت قدر اوران کے مرتبۂ عالی کو کم دکھایا جائے بلکہ چند حقائق وواقعات

---

[1] نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب "الاکسیر فی اصول التفسیر" میں اصل تخریج احادیث کشاف کوتو حافظ ابن حجر کی تالیف قرار دیا اور جو کچھ اوصاف و فضائل اس کے لکھے گئے ہیں وہ سب بھی تخریج ابن حجر کے ساتھ لگادیئے اوراس کی تلخیص کو زیلعی کی طرف منسوب کردیا حالانکہ یہ بات عقل ونقل کی رو سے غلط ہے۔

نقل تواوپر نقل ہوئی، عقلاً اس لئے کہ حافظ ابن حجر حافظ زیلعی کی وفات سے گیارہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں، پھر کس طرح ممکن تھا کہ اصل کتاب کو ابن حجر بعد کو لکھتے اور اس کی تلخیص ان سے پہلے زیلعی کرگئے، اس غلطی پر حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ نے فوائد بہیہ میں متنبہ کیا ہے، جس طرف مولانا موصوف نے نواب صاحب مرحوم کی اور بھی بے شمار اغلاط مہمہ تراجم ودقیات کی گنائی ہیں، ہندوستان میں حافظ ابن حجر کی درایہ تلخیص نصب الرایہ بھی دوبار چھپی ہے اور ایک باراس کو بھی زیلعی کی طرف منسوب کیا گیا۔

مقصد یہی ہوگا کہ اصل تو حافظ ابن حجر کی ہے اور یہ تلخیص زیلعی کی ہے یا یہ بتلانا ہوگا کہ نصب الرایہ زیلعی کی مشہور کتاب یہی مختصر کم حیثیت کتاب ہے۔
واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کا اظہار محض اس لئے کیا ہے کہ ناواقف کو صحیح صورتحال پر بصیرت ونظر ہو اور وہ ہر شخص کے مرتبہ اور طرز وطریق کو پہچان سکے (افادہ السید المحترم مولانا البنوری عم فیضہم فی مقدمۃ نصب الرایہ)

نصب الرایہ کے خصائص اور امتیازی فضائل بھی محترم مولانا بنوری نے مقدمہ میں حسب عادت بڑی خوبی ووضاحت سے بیان کئے ہیں، تذکرہ چونکہ نہایت طویل ہو گیا اس لئے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۲۲- حافظ علاء الدین مغلطائی (بکجری) بن قلیج بن عبداللہ ترکی مصری حنفیؒ

ولادت ۶۸۹ھ، م ۷۶۲ھ

اپنے زمانہ کے مشہور ومعروف امام حدیث اور اس کے فنون کے حافظ وعارف کامل تھے علم فقہ، انساب وغیرہ میں علامۂ زماں محقق و مدقق، صاحب تصانیف کثیرہ نافعہ تھے، نقل ہے کہ ایک سو سے زیادہ کتابیں آپ نے تصنیف کیں جن میں سے تلویح شرح بخاری، شرح ابن ماجہ، شرح ابی داؤد اور الزہر الباسم فی السیرۃ النبویہ بہت مشہو ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے درر کامنہ میں آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے ذیل تہذیب الکمال بھی لکھا تھا جو اصل تہذیب الکمال کے برابر تھا، پھر اس کو دو جلد میں مختصر کیا پھر ایک جلد میں مختصر کیا اور اس میں صرف حافظ مزی پر اعتراضات باقی رکھے لیکن اکثر اعتراضات مزی پر صحیح طور پر وارد نہیں ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وحدائق)

حافظ نے پھر یہ بھی لکھا کہ "آپ علم انساب کے نہ صرف عالم تھے بلکہ اس کی بہت اچھی معرفت رکھتے تھے، لیکن دوسرے متعلقات حدیث کا علم درمیانی درجہ کا تھا، آپ نے بخاری کی شرح لکھی اور ایک حصہ ابوداؤد اور ایک حصہ ابن ماجہ کی بھی شرح کی، مبہمات کو ابواب فقہ پر مرتب کیا جس کو میں نے خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا، اسی طرح بیان الوہم لابن القطان کو مرتب کیا اور زوائد ابن حبان علی الصحیحین تصنیف کی، ابن نقطہ اور بعد کے حضرات نے مشتبہ میں جو کچھ لکھا تھا اس پر ذیل لکھا، "ذیل المؤتلف والمختلف" اور ان کے علاوہ آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں ۲۴ شعبان ۷۶۲ھ کو وفات ہوئی"۔

یہ تو حافظ نے لکھا اور چند امور اور بھی حسب عادت تنقیص کے لئے لکھ گئے، مگر حاشیہ درر کامنہ میں تحریر ہے کہ آپ سے بلقینی، عراقی دمیری اور مجد اسمٰعیل حنفی وغیرہ نے اخذ علم کیا اور آپ کے زمانہ میں فن حدیث کی ریاست وسیادت آپ پر کامل ہوئی، اسی طرح علامہ صفدی اور ابن رافع وغیرہ نے بھی آپ کے مناقب وفضائل ذکر کئے ہیں۔

غرض حافظ مغلطائی مشہور ومسلم محدث جلیل اور حافظ حدیث ہیں، آپ کے تلامذہ میں بہ کثرت کبار محدثین ہیں اور آپ کی تصانیف دنیا میں موجود ہیں جو آپ کے بلند پایہ محدث ہونے پر بڑی شہادت ہیں، مگر حافظ ان کے علم متعلقات حدیث کو صرف درجہ کا بتا رہے ہیں، اتنے بڑے علم کا اگر کوئی غیر حنفی ہوتا تو تعریفوں کے پل باندھ دیتے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

(الکتاب الضامن لاحناف القرن الثامن للمحدث العلام مولانا المفتی السیدی مہدی حسن عم فیضہٗ)

۲۲۳- شیخ ابوحفظ سراج الدین عمر بن اسحٰق بن احمد غزنوی ہندی حنفی

ولادت ۷۰۴ھ م ۷۷۳،۷۶۳ھ

اپنے وقت کے امام ومقتدا، محدث وفقیہ، علامہ بے نظیر، غیر معمولی ذکی وفہیم، مناظر ومتکلم مشہور تھے، اکابر محدثین وفقہاء زمانہ شیخ وجیہ

الدین دہلوی، شمس الدین خطیب دہلوی، ملک العلماء سراج الدین ثقفی دہلوی اور شیخ رکن الدین بدایونی سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور مصر جا کر وہاں کے قاضی القضاۃ ہوئے، کثیر التصانیف تھے جن میں سے بعض یہ ہیں: اللوامع فی شرح جمع الجوامع، شرح عقیدۃ الطحاوی، شرح زیادات، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر، شرح تائیہ ابن الفارض، کتاب الخلاف، کتاب التصوف، شرح ہدایہ مسمی تو شیخ، الشامل (فقہ) زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الاعلام، شرح بدیع الاصول شرح المغنی، الغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ، لطائف الاسرار، عدۃ الناسک فی المناسک، لوائح الانوار فی الرد علی من انکر علی العارفین۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ، درر کامنہ، حدائق حنفیہ)

۲۲۴- شیخ ابن ربوہ محمد بن احمد بن عبد العزیز قونوی دمشقی حنفی م ۷۶۴ھ

بڑے عالم، محدث، مفسر، فقیہ، لغوی، جامعہ فنون تھے متعدد مدارس مشہورہ میں درس علوم و افتاء کی خدمات انجام دیں، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، الدر المنیر فی حل اشکال الکبیر، قدس الاسرار فی اختصار المنار، المواہب الملکیہ فی شرح فرائض السراجیہ، شرح المنار، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر ص ۱۵ ج ۲ و حدائق و درر کامنہ)

۲۲۵- حافظ ابو المحاسن حسینی دمشقی (م ۷۶۵ھ)

مشہور حافظ حدیث ہیں جن کا ذیل تذکرۃ الحفاظ ذہبی ہے، اس میں آپ نے ان حفاظ حدیث کا تذکرہ لکھا ہے جو حافظ ذہبی سے رہ گئے تھے، یہ کتاب دمشق سے شائع ہو چکی ہے، اس ذیل کے علاوہ تذکرۃ الحفاظ کا ایک ذیل حافظ تقی الدین بن فہد (م ۸۷۱ھ) نے بھی لکھا تھا جس کا نام "لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ" ہے۔

اس کے علاوہ تذکرۃ الحفاظ کا ایک ذیل علامہ سیوطی نے بھی لکھا ہے جس میں حافظ ذہبی سے اپنے زمانہ تک کے حفاظ حدیث کو ذکر کر دیا ہے یہ تینوں ذیول یعنی حسینی، ابن فہد اور سیوطی کے مجموعہ تذکرۃ الحفاظ کے نام سے محدث کوثری کی تصحیح و تعلیق کے ساتھ دمشق سے ایک ضخیم جلد میں شائع ہو گئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۵۰)

۲۲۶- ابو البقاء قاضی محمد بن عبد اللہ شبلی دمشقی حنفی ولادت ۷۱۰ھ م ۷۶۹ھ

محدث، فقیہ، عالم فاضل تھے، حافظ ذہبی اور مزی سے علم حاصل کیا اور روایت حدیث بھی کی، ایک نفیس کتاب "آکام المرجان فی احکام الجان" لکھی جس میں جنات کے حالات و اخبار مع کیفیت پیدائش وغیرہ ایسی تفصیل و تحقیق سے تحریر کئے کہ آج تک ایسی کوئی اور کتاب تالیف نہیں ہوئی حافظ سیوطی نے اس کو تلخیص کیا اور کچھ اپنی طرف سے اضافات بھی کئے، اس کا نام آکام المرجان فی اخبار الجان رکھا، اس کے علاوہ محاسن الوسائل الی معرفۃ الاوائل اور قلادۃ النحر فی تفسیر سورۃ الکوثر اور ایک کتاب آداب حمام میں تصنیف کی، ۷۵۵ھ سے آخر تک طرابلس کے قاضی بھی رہے، حافظ ذہبی نے المعجم المختص میں آپ کا ذکر کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الدرر کامنہ و حدائق حنفیہ)

۲۲۷- شیخ محمد بن محمد بن محمد بن امام فخر الدین رازی جمال الدین اقصرائی حنفی م ۷۷۰ھ

بڑے محقق عالم حدیث و فقہ و دیگر فنون تھے، امام فخر الدین رازی آپ کے جد امجد تھے، لیکن وہ شافعی تھے اور آپ اور آپ کے والد حنفی تھے، آپ نے مدرسہ قرامان میں درس علوم و فنون دیا ہے، مدرسہ کے مالک نے شرط کی تھی کہ اس مدرسہ کا مدرس وہ ہوگا جس کو علاوہ دیگر علوم و فنون میں کمال کے صحاح جوہری حفظ یاد ہوگی، یہ شرط آپ کے اندر پائی گئی، اس لئے آپ ہی کا انتخاب مدرسہ مذکور کے لئے ہوا، آپ نے تفسیر کشاف کے حواشی لکھے، معانی و بیان میں شرح ایضاح لکھی اور علم طب کی مشہور و معروف اعلیٰ درجہ کی کتاب "موجز" بھی آپ ہی کی

تصنیف ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۲۸-علامہ تاج الدین ابوالنصر عبدالوہاب بن تقی الدین علی بن عبدالکافی بن تمام انصاری سبکی شافعی م ۷۷۱ھ

مشہور محدث وفاضل مورخ تھے آپ کی تصانیف جلیلہ نافعہ میں سے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' نہایت مشہور ومقبول ومتداول ہے، جس میں آپ نے بہترین طرز تحقیق سے علماء شافعیہ کے حالات جمع کردیئے ہیں اس تفصیل واہتمام کے ساتھ لکھی ہوئی کوئی دوسری کتاب طبقات میں نہیں ہے تاہم غلطی سے سوا انبیاء علیہم السلام کے کون معصوم ہے؟ آپ سے بھی غلطی ہوئی ہے، مثلاً آپ نے اپنی طبقات میں لکھا کہ ابوحاتم سے امام بخاری وابن ماجہ کا روایت کرنا ثابت نہیں، حالانکہ یہ بات خلاف تحقیق ہے، حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں تصریح کی کہ ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں ان سے روایت کی اور سنن ابن ماجہ باب الایمان وباب فرائض الجد میں ان سے روایات موجود ہیں، اسی طرح بخاری میں بھی ان کی روایت موجود ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۰ میں اعتراف کیا ہے کہ ان سے اور امام ذہلی اور امام بخاری نے صرف وہی روایت لی ہیں جن کا سماع دوسرے اساتذہ سے فوت ہوگیا تھا یا جو روایات ان کے علاوہ دوسرے علماء سے نہ مل سکی تھیں۔

طبقات الشافعیہ عرصہ ہوا، مصر سے جنائی کاغذ پر چھپ کر شائع ہوئی تھی اور اب بہترین سفید کاغذ پر بھی چھپ گئی ہے، لیکن افسوس ہے کہ طبقات حنفیہ میں اب تک کوئی بڑی اہم کتاب نہ چھپ سکی، کاش! کفوی کی طبقات الحنفیہ ہی چھپ جائے، وماذ لک علی اللہ بعزیز۔

۲۲۹-شیخ ابوالمحاسن (ابن السراج) محمود بن احمد بن مسعود بن عبدالرحمٰن قونوی حنفی م ۷۷۱، ۷۷۷ھ

فاضل محدث وفقیہ واصولی تھے، اکابر عصر سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی اور خاتونیہ، ریحانیہ وغیرہ مشہور مدارس میں درس علوم دیا، دمشق کے قاضی بھی رہے، بہت سی مفید علمی کتابیں تصنیف کیں جن میں بعض یہ ہیں، مشرق الانوار، مشکل الآثار، مقدمہ فی رفع الیدین، المعتمد مختصر مسند ابی حنیفہؒ، المعتقد شرح البغیۃ فی الفتاویٰ (۲ مجلد) خلاصۃ النہایہ مختصر شرح الہدایہ للصغانی، التقریر شرح تحریر القدوری (۴ مجلد) الزبدہ شرح العمدہ، تہذیب احکام القرآن المنہی فی شرح المغنی (اصول فقہ میں ۳ جلد) القلائد شرح العقائد، حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ نے فوائد بہیہ میں تحریر فرمایا کہ میں نے آپ کا مقدمہ رفع الیدین میں مطالعہ کیا، بہت نفیس رسالہ ہے جس میں آپ نے رفع یدین کی وجہ سے عدم فساد صلوٰۃ کی تحقیق اور مکحول کی روایت فساد کا شذوذ ثابت کیا ہے، فوائد میں ملا علی قاریؒ سے سن وفات ۷۸۱ھ نقل کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (درر کامنہ، جواہر مضیئہ، فوائد بہیہ)

۲۳۰-حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی دمشقی شافعیؒ م ۷۷۴ھ

مشہور ومعروف محدث، مفسر ومورخ تھے، حدیث میں آپ کی تالیف ''جامع المسانید والسنن الہادی لاقوم سنن ہے'' جس میں آپ نے ترتیب حروف معجم سے ہر صاحب روایت صحابی کا ترجمہ ذکر کیا ہے، پھر اس کی تمام روایات مرویہ اصول ستہ، مسند امام احمد، مسند بزاز، مسند ابی یعلی، معجم کبیر وغیرہ جمع کردی ہیں جس میں بہت سے علمی حدیثی فوائد بڑھائے ہیں، حافظ ذہبی نے معجم مختص میں آپ کو امام، مفتی، محدث بارع، فقیہ متقن، محدث متقن، مفسر اور صاحب تصانیف مفیدہ لکھا ہے، تعجب ہے کہ ایسے محدثین، متقن، اور حافظ حدیث صاحب مسند کبیر بھی حافظ کے ریمارک سے نہ بچ سکے۔

حافظ ابن حجر نے درر کامنہ ص ۳۷۳ ج ۱ میں آپ کا ذکر کیا ہے اس میں اس مسند کبیر کا ذکر نہیں کیا اور باوجود فن حدیث میں آپکی

جلالت قدر کے ایک ریمارک بھی کر دیا ہے، لکھا ہے کہ آپ تحصیل عوالی اور تمیز عالی ومنازل وغیرہ امور میں محدثین کے طریقہ پر نہیں تھے، بلکہ محدثین فقہا میں سے تھے اگر چہ کتاب ابن صلاح کا اختصار بھی کیا ہے۔

تفسیر میں ۴ جلد کی کتاب چھپ چکی ہے اور تاریخ میں البدایہ والنہایہ ۱۴ جلد میں طبع ہو چکی ہے، یہ سب کتابیں نہایت مفید علمی ذخائر ہیں، آپ نے اپنے بھائی شیخ عبدالوہاب سے پڑھا، شیخ ابوالحجاج مزی شافعی سے تکمیل کی جو آپ کے خسر بھی تھے اور علامہ ابن تیمیہ کی بھی شاگردی کی اور باوجود شافعی ہونے کے علامہ موصوف سے بڑا تعلق تھا، حتیٰ کہ طلاق اور دیگر مسائل میں علامہ ہی کے خیالات کی تائید کی جس سے تکالیف بھی اٹھائیں۔

علامہ ابن تیمیہ کا جب انتقال ہوا تو اپنے خسر کے ساتھ قید خانہ جا کر ان کے چہرہ سے چادر اٹھا کر پیشانی کا بوسہ دیا اور اب آپ کی قبر بھی ان کے پہلو میں ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ وغیرہ)

۲۳۱- حافظ ابو محمد محی الدین عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفا قرشی حنفی ولادت ۶۹۶ھ، م ۷۷۵ھ

مشہور ومعروف محدث، فقیہ، مورخ اور جامع معقول ومنقول تھے، حدیث کی تحصیل اپنے زمانہ کے مشاہیر اساتذہ حدیث سے کی، حافظ دمیاطی نے بھی آپ کو حدیث کی سند دی تھی، علامہ ابن فہد نے آپ کا تذکرہ لحظ الالحاظ ذیل تذکرۃ الحفاظ میں الامام العلامۃ الحافظ سے شروع کیا اور لکھا کہ آپ فقہ میں متخصص ہوئے، افتاء کیا اور علوم کا درس دیا ہے، تصنیف وتالیف میں بھی فائق ہوئے، بڑے بڑے حفاظ حدیث وفضلاء عصر نے آپ سے حدیث حاصل کی، علامہ کفوی نے طبقات میں آپ کو عالم، فاضل جامع العلوم لکھا۔

آپ کی مشہور واہم تصانیف یہ ہیں، العنایہ فی تخریج احادیث الہدایہ، مختصر فی علوم الحدیث، الطرق والوسائل الی معرفۃ احادیث خلاصۃ الدلائل، الحاوی فی بیان آثار الطحاوی، تہذیب الاسماء الواقعۃ فی الہدایہ والخلاصہ، الاعتماد فی شرح الاعتقاد، کتاب فی المؤلفۃ قلوبہم، الوفیات، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ، الدررالمنیفہ فی الرد علی ابن ابی شیبۃ فیما اورد علی ابی حنیفۃ، اوہام الہدایہ، شرح الخلاصہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۲۳)

۲۳۲- شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمانی ثم البغدادی شافعیؒ ولادت ۷۱۷ھ م ۷۸۶ھ

حدیث، تفسیر، فقہ، معانی وعربیۃ کے امام تھے، بڑے زاہد وعابد اور تارک الدنیا تھے، فقراء سے بہت مانوس ہوتے تھے، اہل دنیا کی طرف کوئی توجہ نہ کرتے تھے، آپ کے گھر پر سلاطین وامراء حاضر ہوتے اور دعا ونصیحت کی درخواست کرتے تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، ۱ الکوکب الدراری شرح صحیح البخاری جس سے حافظ ابن حجر اور حافظ عینی نے بھی اخذ واستفادہ کیا ہے، ۲ شرح المواقف، ۳ شرح الفوائد الغیاثیہ (معانی وبیان میں) ۴ حاشیہ تفسیر بیضاوی، ۵ ایک رسالہ مسئلہ کحل میں۔

بغداد کو وطن بنا لیا تھا، آخر عمر میں حج کو گئے تھے، واپسی میں بغداد کے راستہ میں مقام روض مہنا میں انتقال ہوا، وہاں سے نعش بغداد لائی گئی اور شیخ ابواسحٰق شیرازی کے پہلو میں دفن ہوئے، جہاں آپ نے زندگی ہی میں اپنے لئے جگہ متعین کر دی تھی۔

آپ کی شرح بخاری تین شروح سابقہ سے ماخوذ ہے، ایک شرح مغلطائی حنفی، دوسری شرح خطابی شافعی کی، تیسری شرح ابن بطال مالکی کی، علامہ کرمانی نے آخر شرح میں لکھا ہے کہ جب زمانہ قیام مکہ معظمہ میں اس شرح کو مکمل کر رہا تھا تو ملتزم مبارک کو چمٹ کر کعبہ معظمہ

کے واسطہ سے رب البیت جل مجدہٗ کی بارگاہ میں درخواست کرتا تھا کہ اس خدمت کو حسن قبول عطا فرما اور حضور اکرم ﷺ کی جناب میں اشرف وسائط واحسن وسائل ہو، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ معلوم نہیں وسیلہ واسطہ کے خلاف سخت تشدد کرنے والے محدث کرمانی کے بارے میں فرمائیں گے؟ یرحمنا اللہ وایاھم۔ (بستان المحدثین ومقدمہ لامع الدراری)

۲۳۳- شیخ محمد بن محمود اکمل الدین بابرتی حنفیؒ م ۷۸۶ھ

امام محقق، مدقق، حافظ حدیث، فقیہ، لغوی، نحوی، جامع علوم وفنون تھے، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین وعلماء فحول سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی اور سید شریف جرجانی، فناری اور بدرالدین محمود بن اسرائیل وغیرہ نے آپ سے علوم کی تحصیل کی، کئی بار عہدۂ قضا پیش ہوا مگر قبول نہ کیا ہمیشہ درس وتدریس، تصنیف وتالیف میں مشغول رہے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، شرح مشارق الانوار، شرح ہدایہ مسمی بعنایہ، شرح مختصر ابن حاجب، شرح منار، شرح فرائض سراجیہ، شرح تلخیص جامع خلاطی، شرح تجرید طوسی، حواشی تفسیر کشاف، شرح کتاب الوصیۃ امام اعظم ابوحنیفہؒ، شرح اصول بزدویؒ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۳۴- علامہ میر سید علی ہمدانی حنفیؒ م ۷۸۶ھ

مظہر علوم ظاہری وباطنی، محدث وفقیہ کامل، صاحب کرامات وخوارق تھے، ایک سوستر سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں، ۷۸۰ھ میں سات سو رفقاء وسادات عظام کے ساتھ ہمدان سے کشمیر تشریف لائے، محلّہ علاء الدین پورہ میں قیام فرمایا، جہاں اب آپ کی خانقاہ ہے، قطب الدین شاہ والی کشمیر کمال عقیدت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، کشمیر میں آپ کی وجہ سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی، تین بار کشمیر تشریف لائے، اور تین ہی بار ساری دنیا کی سیاست کی آخر میں جب کشمیر سے رحلت کی تو تہتر سال کی عمر میں میدان کبیر پہنچ کر انتقال فرمایا اور نعش مبارک کو ختلان میں لے جاکر دفن کیا گیا۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، مجمع الاحادیث، شرح اسماء حسنیٰ، شرح نصوص الحکم، ذخیرۃ الملوک، مرأۃ التائبین، آداب المریدین، اوراد فقیہ، وقت وفات زبان مبارک پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری ہوا اور یہی آخری کلام آپ کا سنہ وفات ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۲۳۵- شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن الیاس قونوی حنفیؒ م ۷۸۸ھ

فاضل اجل، محدث وفقیہ، جامع فروع واصول تھے، علامہ قاسم بن قطلوبغا نے ابن حبیب سے نقل کیا کہ شمس الدین محمد اپنے وقت کے علم وعمل میں امام اور طریقہ میں خیر اہل زمانہ، علامۃ العلماء اور قدوۃ الزہاد تھے، کبار آئمہ سے علم حاصل کیا اور ایسی جید تصانیف کیں جو آپ کے تبحر علم ودقت فہم پر شاہد ہیں، مثلاً مجمع البحرین، شرح عمدۃ النفسی، درر البحار، شرح تلخیص المفتاح، آپ نے امام نووی کی کتاب منہاج شرح صحیح مسلم اور کتاب مفصل زمخشری کو مختصر کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۳۶- شیخ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی شافعیؒ م ۷۹۴ھ

مشہور محدث وفقیہ ومفسر تھے، حافظ علاؤ الدین مغلطائی حنفی کے شاگردوں میں ہیں، شیخ جمال الدین اسنویؒ سے فن حدیث میں استفادہ کیا ہے، حافظ ابن کثیر اور اوزاعی سے بھی سماع حدیث وتفقہ کیا ہے، بڑے صاحب تصانیف تھے، مشہور یہ ہیں: تخریج احادیث الرافعی (۵ جلد) انحادم الرافعی (۲۰ جلد) تنقیح الفاظ الجامع الصحیح، ایک دوسری شرح بخاری میں جو طویل ہے اور شرح ابن ملقن کا خلاصہ ہے اور بہت سے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے، شرح جمع الجوامع (۲ جلد) شرح منہاج (۱۰ جلد) شرح مختصر المنہاج (۲ جلد) تجرید (اصول فقہ) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۳۷-حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن حسین بن محمد بغدادی ثم دمشقی حنبلی م(۷۹۵ھ)

یہ مشہور حافظ حدیث''ابن رجب حنبلی'' ہیں جنہوں نے کتاب العلل ترمذی کی شرح لکھی، نیز آپ کی شرح جامع ترمذی اور ایک حصہ بخاری کی شرح نیز طبقات الحنابلہ زیادہ مشہور ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (الرسالۃ المستطرفہ ص۱۲۱)

۲۳۸-علامہ مجدالدین اسماعیل بن ابراہیم بن محمد بن علی بلبیسی حنفیؒ م ۸۰۲ھ

محدث عبدالرحمٰن بن حافظ مزی اور عبدالرحمٰن بن عبدالہادی اور بہت سے اکابر محدثین سے حدیث حاصل کی، اسی طرح فقہ اصول فرائض، حساب وادب وغیرہ میں بھی بڑا تبحر تھا، آپ کی تصانیف میں سے مختصر انساب الرشاطی مشہور ہیں، قاہرہ کے نائب گورنر اور قاضی القضاۃ بھی رہے۔

مقریزی نے کہا کہ آپ نے بکثرت اشعار کہے ہیں، بڑے ادیب تھے اور آپ کا فضل وکمال غیر معمولی تھا میں ان کی صحبت میں برسوں رہا ہوں اور استفادہ بھی کیا ہے، بڑے ہر دل عزیز تھے، اگرچہ برسر اقتدار ہو کر اس میں کمی آگئی تھی، بقول شاعر

تولا ھا لیس لہ عدو وفارقھا و لیس لہ صدیق

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وشذرات الذہب)

۲۳۹-علامہ جمال الدین یوسف بن موسیٰ الملطی حنفیؒ م ۸۰۳ھ

بڑے عالم تھے، پہلے حلب میں علم حاصل کیا پھر مصر جا کر اکابر علماء عصر سے تکمیل کی، حدیث عز بن جماعہ اور مغلطائی وغیرہ سے پڑھی، پھر درس علوم وافتاء میں مشغول ہوئے، کشاف اور فقہ حنفی کے پورے حافظ وعارف تھے، آپ کی تصانیف میں سے المعتصر مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وشذرات الذہب)

۲۴۰-شیخ الاسلام حافظ سراج الدین ابو حفص عمر بن رسلان بن نصر بلقینی شافعیؒ م ۸۰۵ھ

مشہور جلیل القدر محدث تھے، آپ کی اہم تالیف کتاب''الجمع بین رجال الصحیحین''ہے، (رسالہ) سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، بارہ سال کی عمر تک نحو، فقہ واصول کی بہت سی کتابیں یاد کرلیں اور پھر مصر جا کر علماء عصر سے علوم کی تحصیل کی، حافظ مزی وذہبی سے اجازت درس و روایت حاصل کی، افتاء دارالعدل اور قضاء دمشق کی خدمات انجام دیں، ترمذی کی دو شرحیں لکھیں، حفظ واستحضار میں اعجوبۂ روزگار تھے، برہان الدین محدث نے کہا کہ میں نے آپ سے زیادہ فقہی جزئیات اور احادیث احکام کا حافظ نہیں دیکھا، ایک ایک حدیث پر صبح سے ظہر تک تقریر کرتے تھے اور پھر بھی بسا اوقات بات نامکمل رہتی تھی، حافظ ابن حجر نے آپ سے دلائل النبوۃ للبیہقی وغیرہ پڑھی ہے۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ، شذرات)

۲۴۱-حافظ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی شافعیؒ م ۸۰۶ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ نے احادیث احیاء کی تخریج کی اور اس کو ایک جلد میں مختصر کیا، حافظ نورالدین ہیثمی صاحب مجمع الزوائد بھی آپ کے شاگرد ہیں، آپ ہی نے ان کو تصنیف وتخریج کے طریقے سکھائے اور ان میں ماہر بنایا، پھر ہیثمی کثرت ممارست کی وجہ سے استحضار متون میں بڑھ گئے تھے، جس سے بعض ناواقف لوگوں نے کہہ دیا کہ ہیثمی عراقی سے زیادہ احفظ ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ حفظ حقیقت میں معرفت وعلم کا نام ہے، رٹنے اور یاد کرنے کا نہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب)

۲۴۲- حافظ ابوالحسن نورالدین علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی شافعیؒ م ۸۰۷ھ

مشہور حافظ حدیث، حافظ زین الدین عراقی کے شاگرد ہیں، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (۱۰ جلد مطبوعہ) آپ کی بہت مقبول و نافع تالیف ہے، اس میں آپ نے زوائد معاجم ثلاثہ طبرانی، مسند احمد، مسند بزار اور مسند ابی یعلی کو جمع کر دیا ہے، اسانید حذف کر دی ہیں، نیز آپ نے ثقات ابن حبان اور ثقات عجلی کو جمع کیا اور ان کو حروف معجم پر مرتب کیا، حلیہ کو ابواب پر مرتب کیا۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ میں نے نصف کے قریب مجمع الزوائد آپ سے پڑھی ہے اور دوسری کتابیں بھی حدیث کی پڑھی ہیں وہ میرے علم حدیث کے تقدم کا اظہار فرمایا کرتے تھے، جزاہ اللہ عنی خیرا، میں نے مجمع الزوائد کے اوہام ایک کتاب میں جمع کرنے شروع کئے تھے، پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ بات آپ کو ناگوار ہے تو میں نے اس کو آپ کی رعایت سے ترک کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب)

۲۴۳- شیخ عزالدین محمد بن خلیل بن ہلال حاضری حلبی حنفیؒ متوفی ۸۲۴ھ

بڑے محدث تھے، دمشق و قاہرہ کے کئی سفر کئے اور وہاں کے کبار محدثین وفقہاء سے تحصیل وتکمیل کی، اپنے شہر کے قاضی ہوئے، درس وافتاء میں مشغول رہے، محمود السیرت، مشکور الطریقہ تھے، شیخ برہان الدین محدث نے کہا کہ تمام ملک شام میں ان جیسا نہیں تھا، اور نہ قاہرہ میں ان کا سا جامع العلوم، تواضع، تدین، ذکرو تلاوۃ کے ساتھ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب)

۲۴۴- حافظ ولی الدین ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم عراقی شافعیؒ م ۸۲۶ھ

صاحب شذرات نے آپ کو امام بن الامام، حافظ بن الحافظ اور شیخ الاسلام بن شیخ الاسلام کہا، فن حدیث میں کئی عمدہ کتابیں تصنیف کیں، جامع طولانی وغیرہ میں درس علوم بھی دیا ہے، المسلسل بالاولیۃ بھی آپ کی تالیفات حدیثیہ سے ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ وشذرات)

۲۴۵- علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ الدیری المقدسی حنفیؒ م ۸۲۷ھ

ابن الدیری سے مشہور تھے، اکابر عصر سے تکمیل علوم وفنون کی، مفتی شرح اور مرجع عوام وخواص ہوئے، قاہرہ میں قاضی حنفی رہے اور بڑی شان و شوکت اور عزم وحوصلہ سے قضاء کا دور گزارا، جامعہ مویدیہ کی بنا مکمل ہوئی تو اس کی مشیخت آپ کو سپرد ہوئی اور آپ نے باقی عمر درس وافتاء میں بسر کی، آپ کی تالیفات میں سے المسائل الشریفۃ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفۃ بہت اہم کتاب ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات وتقدمہ)

۲۴۶- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی بکر قرشی دمامینیؒ م ۸۲۸ھ

بڑے عالم محدث تھے، درس کے ساتھ تجارت بھی کرتے تھے، قاہرہ میں پارچہ بافی کارخانہ کھولا جس کے جل جانے سے بڑا نقصان ہوا، مقروض ہو گئے، پھر ہندوستان آئے، شہر احمد آباد میں آباد ہوئے، سلطان وقت نے ان کی بڑی عزت کی اور بہت اچھے حالات میں زندگی بسر کی، علم حدیث میں تعلیق المصابیح فی ابواب الجامع الصحیح لکھی اور علم وادب وغیرہ میں بھی اچھی کتابیں لکھیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۴۷- شیخ ابوحفظ سراج الدین عمر بن علی بن فارسی مصری حنفی متوفی ۸۲۹ھ

بڑے محدث، امام عصر وفقیہ تھے، منہل میں کہا کہ آپ شیخ الاسلام اور اپنے زمانہ کے ممتاز ترین فرد تھے، درس وافتاء میں مشغول رہے، آپ کے زمانہ میں مذہب حنفیہ کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی، اکثر اہل علم نے آپ سے استفادہ کیا اور دیار مصر میں آپ ہی پر فتویٰ کا مدار تھا، باوجود اس حسن قبول ووجاہت علم وفضل کے سادہ لباس پہنتے تھے اور بازار سے ضرورت کی چیزیں خود خرید کر لاتے تھے، مختلف مدارس قاہرہ میں درس دیا، تواضع کی وجہ

سے درس کے لئے گدھے پر سوار ہو کر جاتے تھے، گھوڑے کی سواری نہ کرتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب لابن عماد حنبلی م ۱۰۸۹ھ)

۲۴۸- علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ الدائم برماوی شافعیؒ م ۸۳۱ھ

مشہور محدث ہوئے اللامع الصبیح فی شرح الجامع الصحیح لکھی جو کرمانی وزرکشی کا منتخب ہے، چند فوائد مقدمہ شرح حافظ ابن حجر سے بھی لئے ہیں، اصول فقہ میں الفیہ لکھی جو بہت ممتاز ونافع ہے، اس کی شرح بھی لکھی جس میں تمام فن کا استیعاب کیا ہے، اور اکثر حصہ میں اصولیوں کے مذہب کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے، اس کتاب کا بیشتر حصہ زرکشی کی البحر المحیط سے ماخوذ ہے (رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۴۹- شیخ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر جزری شافعیؒ ۸۳۳ھ

ابن جزری کے نام سے مشہور محدث ہیں، آپ کی تصانیف میں سے حصن حصین زیادہ مشہور ہے، دوسری کتب یہ ہیں، الجمال فی اسماء الرجال، الہدایہ فی علوم الروایہ والہدایہ، توضیح المصابیح (۳ جلد) المسند فیما یتعلق بمسند احمد وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۵۰- شیخ نظام الدین یحییٰ بن یوسف بن عیسیٰ سیرامی مصری حنفیؒ م ۸۳۳ھ

مدرسۃ الظاہر برقوق کے شیخ الشیوخ تھے، جامع العلوم والفنون تھے، امام وقت، متدین، بہت باعزت، بارعب و وقار تھے، بڑے محقق و مناظر، جری، راسخ العقیدہ، کثیر العبادۃ تھے، افتاء ودرس کے صدرنشین تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۲۰۷ ج ۷)

۲۵۱- شیخ یعقوب بن ادریس بن عبداللہ رومی حنفیؒ م ۸۳۳ھ

اپنے زمانہ کے جامع معقول ومنقول علامہ محقق تھے، مصابیح کی شرح لکھی، ہدایہ کے حواشی لکھے، زیادہ قیام شہر بلارندہ میں کیا اور وہاں درس وافتاء وتصنیف میں مشغول رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۲۰۷ ج ۷)

۲۵۲- شیخ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد بن محمد بن رومی بن الفنری حنفیؒ م ۸۳۴ھ

علامہ سیوطی نے کہا کہ اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی، برصہ کے قاضی رہے، شیخ ابن عربی کے انتساب اور فصوص پڑھانے کی وجہ سے بعض لوگوں نے انگشت نمائی کی، قاہرہ گئے تو فضلاء عصر نے جمع ہو کر آپ سے مذاکرات ومباحثات کئے اور آپ کے فضل وتفوق کے قائل ہوئے، ایک کتاب اصول میں لکھی جس میں تیس سال مصروف رہے، آپ سے ہمارے شیخ علامہ کافیجی نے بہت استفادہ کیا، اور وہ آپ کی بڑی تعریف کرتے تھے"۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۲۰۹ ج ۷)

۲۵۳- الشیخ المحدث ابوالفتح شہاب الدین احمد بن عثمان بن محمد عبداللہ کلوتاتی کرمانی حنفیؒ م ۸۳۵ھ

"المنہل الصافی" میں آپ کو المسند المعمر المحدث لکھا، نیز لکھا کہ آپ نے علم حدیث کی طرف بہت توجہ کی، مشائخ وقت سے بکثرت حدیث سنی اور پڑھی، حدیث سے شغف کا یہ عالم تھا کہ صحیح بخاری تقریباً پچاس بار مشائخ سے پڑھی، پھر برسہا برس تک بکثرت دوسروں کو بھی حدیث پڑھائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمہ وشذرات الذہب ص ۲۱۲ ج ۷)

۲۵۴- شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ابی بکر محمد بن اسماعیل بن سلیم بوصیری شافعیؒ م ۸۴۰ھ

حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر کے خاص تلامذہ میں سے تھے، بہت خاموش طبیعت، بڑے عابد تھے، مگر مزاج میں سختی تھی، مشہور تصانیف

یہ ہیں: زوائد مسانید عشرہ (مسند ابی داؤد طیالسی، مسند ابی بکر حمیدی، مسند مسدد بن مسرہد، مسند محمد بن یحییٰ العدنی، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند ابی بکر بن ابی شیبۃ، مسند احمد بن منیع، مسند عبد بن حمید، مسند الحارث بن ابی اسامہ، مسند ابی یعلی موصلی) زوائد السنن الکبیر بیہقی، زوائد ترغیب و ترہیب، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۳۹ و شذرات الذہب ۲۳۳ ج ۷)

۲۵۵- شیخ علاؤ الدین محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بخاری حنفیؒ م ۸۴۱ھ

امام عصر و علامہ وقت تھے، مختلف بلاد و ممالک کے سفر طلب علم کے لئے کئے اور کبار علماء سے استفادہ کیا، حتیٰ کے جامع معقول و منقول ہوئے، ہندوستان آئے اور یہاں کے ملوک و امراء نے بھی آپ کے غیر معمولی علم و فضل کی وجہ سے انتہائی عزت کی، پھر مکہ معظمہ پہنچے، عرصہ تک قیام کیا، پھر مصر گئے اور وہیں سکونت کی اور مسند درس کے صدر نشین ہوئے، چنانچہ ہر مذہب کے اکثر علماء نے آپ سے علم و جاہ و مال کا استفادہ کیا، قاہرہ میں آپ کی بڑی عزت و عظمت تھی، ملوک و امراء کے پاس قطعاً نہ جاتے تھے، بلکہ وہی آپ کے پاس آتے تھے، آپ اپنے درس وغیرہ مشاغل اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۲۴۱ ج ۷)

۲۵۶- شیخ شمس الدین محمد بن زین الدین عبدالرحمٰن علی قہنی حنفیؒ م ۸۴۹ھ

اپنے والد ماجد قاضی زین الدین ہی کے زمانہ میں افتاء دارالعدل اور شیخونیہ میں درس حدیث کی خدمات سنبھال لی تھیں، پھر دوسرے مشہور مدارس میں بھی درس حدیث و فقہ دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۲۶۵ ج ۷)

۲۵۷- الشیخ المحدث قاضی عزالدین عبدالرحیم بن قاضی ناصر الدین علی بن حسین حنفیؒ م ۸۵۱ھ

امام عصر، مسند وقت، محدث و مؤرخ شہیر، معروف بن فرات تھے، اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل کی اور آپ سے بھی بڑے بڑوں نے تحصیل کی جن کے اسماء احوال مشیخہ تخریج امام محدث سراج الدین عمر بن فہد میں مذکور ہیں، علامہ ابن تغری بردی نے ذکر کیا کہ آپ نے مجھ کو اپنی تمام مسموعات و مرویات کی اجازت دی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ و شذرات ص ۲۶۹ ج ۷)

۲۵۸- حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد شافعیؒ

ولادت ۷۷۳ھ م ۸۵۲ھ

مشہور حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی، والد ماجد کا صغر سنی ہی میں انتقال ہو گیا تھا، بڑے ہو کر قرآن مجید حفظ کیا اور پہلے شعر و شاعری سے دلچسپی رہی، پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے، مصر اور باہر کے علماء عصر سے پورا استفادہ کیا، سراج بلقینی، حافظ ابن الملقن، حافظ عراقی، حافظ نور الدین ہیثمی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ فطری شاعر، کسبی محدث اور بے تکلف فقیہ تھے، معرفت رجال، معرفت عالی و نال اور علم علل احادیث میں درجۂ کمال پر تھے، آپ سے اکثر علماء مصر و نواحی مصر نے استفادہ کیا، خانقاہ بیبرس میں تقریباً بیس سال درس دیا ہے، پھر جب منصب قضاء سے معزول ہوئے تو دارالحدیث کاملیہ کی طرف منتقل ہو گئے تھے، پھر مکرر قضاء شافعیہ پر فائز ہوئے حتیٰ کے آخر عمر میں خود اس سے مستعفی ہوئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: تعلیق التعلیق (جس میں تعلیقات بخاری کو موصول کیا، یہ آپ کی پہلی تصنیف ہے) فتح الباری شرح بخاری الاحتفال فی بیان احوال الرجال (اس میں تہذیب الکمال پر اضافہ ہے) تجرید التفسیر میں صحیح بخاری، تقریب الغریب، اتحاف المہرہ،

باطراف العشرہ، تہذیب تہذیب الکمال، (۱۲ جلد مطبوعہ حیدرآباد) تقریب التہذیب، تعجیل المنفعہ، برجال الائمہ الاربعہ اصحاب المذاہب، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، لسان المیزان، طبقات الحفاظ (۲ جلد) درر کامنہ، قضاۃ مصر، الکاف الشاف فی تحریر احادیث الکشاف درایہ تلخیص نصب الرایہ، توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس، بلوغ المرام بادلۃ الاحکام، مختصر البدایہ والنہایۃ لابن کثیر الجامع المؤسس، التلخیص الحبیر، تخریج احادیث الاذکار (فوائد البہیہ ص۱۶) وغیرہ وغیرہ۔

تصنیف وتالیف کے اس قدر وسیع کام کے ساتھ کثیر الصوم، کثیر العبادۃ تھے اور طلبہ کو درس بھی برابر دیتے رہے، آپ کا ایک دیوان مجموعۂ اشعار بھی ہے جس سے دوشعر ذکر کئے جاتے ہیں۔

احببت و قاد اکنجم طالع انزلتہ برضا الغرام فؤادی

وانا الشہاب فلا تعاند عاذلی ان ملت نحوا الکوکب الوقاد

(شذرات الذہب ص ۲۷۰ ج

آپ کے علم وفضل سے دنیائے علم کو گرانقدر فوائد ومنافع حاصل ہوئے اور اگر آپ کے اندر حنفی شافعی کا تعصب نہ ہوتا تو آپ سے بھی زیادہ فیض ہوتا، آپ کے اس تعصب سے حسب تصریح حضرت الاستاذ شاہ صاحبؒ، رجال حنفیہ محدثین وفقہاء کو بہت زیادہ نقصان پہنچا خصوصاً اس لئے کہ آئمہ احناف جو آپ کے درجہ کے یا آپ سے بھی علم حدیث ورجال میں فائق تھے، ان کی تصانیف ہم تک نہ پہنچ سکیں اور جرح وتعدیل کے معاملہ میں جو اعتدال محدثین احناف کی تحقیقات عالیہ کی روشنی میں حاصل ہوسکتا تھا، وہ ان کی کتابوں میں موجود نہ ہونے سے مفقود ہوا، مثلاً طحاوی نے جیسا کہ ان کے تذکرہ میں بھی ہم لکھ آئے ہیں کہ کئی اہم کتابیں لکھی تھیں، نقض کتاب المدلسین کرابلیسی (۵ جزو) اور الرد علی ابی عبید فیما اخطأ فیہ فی کتاب النسبۃ اور تاریخ کبیر (جس سے کتب رجال میں اقوال نقل ہوئے ہیں اور ابن خلکان نے انتہائی تلاش وجستجو اس کو حاصل کرنے کی کی تھی، ان سب کتابوں کا ذکر ابن ندیم، ملاعلی قاری، ابن کثیر، سیوطی، یافعی وغیرہ نے کیا ہے مگر وہ اب تک گویا کتم عدم میں ہیں، شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفی جو اگرچہ حافظ ابن حجر کے تلامذہ میں ہیں مگر ان کے وسعت علم حدیث وکثرت مطالعہ کا یہ حال ہے کہ درایہ تلخیص نصب الرایہ میں حافظ ابن حجر نے جن احادیث کو لکھ دیا ہے کہ مجھ کو نہیں ملیں، حافظ قاسم موصوف نے منیۃ الالمعی کے آخر میں ان سب کی بھی تخریج کردی ہے، آپ کی کتاب "ثقات الرجال" (۴ جلد) اور رجال شرح معانی الآثار، اسی طرح علامہ کفوی کی طبقات حنفیہ وغیرہ اب تک شائع نہ ہوسکیں اور مطبوعہ میں زیادہ حصہ حافظ ابن حجر کی کتابوں کا ہے، جن کے بارے میں ابھی حضرت شاہ صاحبؒ کی رائے ذکر ہوئی۔

شاید کوئی کہے کہ اس قسم کا حکم حافظ پر لگانا (کہ وہ حنفی وشافعی کا تعصب رکھتے تھے یا اس کا مظاہرہ اپنی کتابوں میں کرتے تھے، تمہارا تعصب ہے، اس لئے یہاں چند اقوال دوسروں کے بھی نقل کرتا ہوں۔

حافظ سخاوی شافعی نے (جو حافظ ابن حجر کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں، تعلیقات درر کامنہ میں لکھا کہ حافظ ابن حجر کسی حنفی عالم کا ذکر بغیر اس کی حق تلفی کئے اور بغیر اس کی شان گرائے کرہی نہیں سکتے، شیخ حسام الدین سغناقی حنفی (م ۷۱۱ھ) کا ترجمہ حافظ سخاوی نے حاشیہ درر کامنہ میں اپنی طرف سے بڑھایا اور لکھا کہ ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر) نے حنفیہ کے بارے میں اپنی عادت کے مطابق عمل کرتے ہوئے آپ کا ذکر حذف کردیا، حالانکہ یہ اپنے علم وفضل کی وجہ سے مستحق ذکر تھے، اور ابن رافع نے بھی المختار من تاریخ بغداد میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

علامہ محب بن شحنہ نے حافظ ابن حجر کے بارے میں کہا کہ کسی حنفی متقدم یا متاخر کے حق میں بھی ان کے کلام پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ان کا تعصب ان کے حق میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا اور اسی شدید تعصب کے تحت امام طحاوی کا ذکر ان ثقات اثبات مشاہیر رجال کے تراجم میں نہیں کیا جن سے امام طحاوی نے علم حاصل کیا یا جنہوں نے امام طحاوی سے حاصل کیا تھا، بجز ان کے جن کے تلمیذ یا استاذ امام طحاوی ہونے کی زیادہ شہرت دوسری

کتب رجال کے ذریعہ ہو چکی تھی، البتہ ایسے کم درجہ کے عام رواۃ کے ضمن میں امام طحاوی کی استاذی شاگردی کا ذکر ضرور کرتے ہیں، جن میں کوئی کلام کیا گیا ہے، بلکہ ایسا بھی کیا ہے کہ کسی ضعیف راوی سے امام طحاوی نے اگر صرف معدودے چند مواقع میں روایت لے لی ہے تو اس کو حافظ ابن حجر نے لکھ دیا ہے کہ اکثر عنہ الطحاوی جدا" یعنی امام طحاوی نے اسے بڑی کثرت سے روایت کی ہے اور اعلیٰ درجہ کے ثقہ، ثبت، حجت رواۃ سے امام طحاوی نے بکثرت روایت بھی کی ہوگی تو ان کے تراجم وحالات میں اس امر کا ذکر بھی نہیں کریں گے کہ ان سے امام طحاوی نے بھی روایت کی ہے۔

یہ تو ان مواقع کا معاملہ ہے جہاں تعصب سے کام لینے کی ضرورت تھی، لیکن جہاں رواۃ پر جرح وتعدیل حافظ ابن حجر کی موافقت و تائید میں تھی وہاں امام طحاوی کے اقوال تہذیب اور لسان دونوں میں ذکر کیے ہیں، مثلاً یوسف بن خالد سمتی کو گرانا ہے تو امام طحاوی کا قول بھی تضعیف میں نقل کر دیا ہے، اس سلسلے میں مقدمہ امانی الاحبار ص ۴۸ میں مفصل کلام کیا ہے ہم نے مختصر نقل کیا ہے۔ واللہ المستعان۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک روز درس بخاری میں فرمایا کہ "حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی نے قیام میلاد کو قومو السید کم کی وجہ سے مستحب لکھا ہے، گویا موہوم کو متیقن پر قیاس کر لیا، یہ حال ہے تفقہ نہ ہونے کی وجہ سے اجلۂ محدثین کا حافظ ابن حجر پہاڑ حدیث ہیں، مگر فقہ میں درک نہیں ہے"۔

۲۵۹-الامیر سیف الدین ابو محمد تغری برمش بن عبداللہ جلالی مؤیدی حنفیؒ م ۸۵۲ھ

فاضل محدث تھے، خصوصیت سے اسماء الرجال میں بہت ممتاز تھے، فقہ، تاریخ، ادب اور فنون شہسواری میں بھی مشہور تھے، عربی وترکی دونوں زبان کے فصیح و ماہر تھے، بڑے بہادر، جری، اہل علم اور اصحاب خیر سے محبت کرتے تھے، متواضع تھے، آواز بہت بلند تھی، احادیث کی بڑی کتابیں اکابر محدثین زمانہ سے پڑھی تھیں، مثلاً صحیح بخاری قاضی محب الدین حنبلی سے، صحیح مسلم زرکشی سے، سنن نسائی شہاب کلوتانی حنفی سے، سنن ابن ماجہ شمس الدین مصری سے، سنن ابی داؤد حافظ ابن حجر سے، غرض حدیث وغیرہ علوم کی غیر محصور کتابیں لاتعداد علماء داعیان سے پڑھی تھیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب لابن عماد حنبلی ص ۲۷۳ ج ۲)

۲۶۰-الامام العلامۃ الکبیر شیخ الحفاظ شیخ الاسلام بدر الدین عینی محمود بن احمد قاہری حنفیؒ

ولادت ۷۶۲ھ م ۸۵۵ھ

اپنے زمانہ کے امام معقول ومنقول، عارف کامل فروع واصول، مصنف تصنیفات جلیلہ، محدث محقق، فقیہ مدقق، مورخ جلیل وادیب نبیل تھے، طلب علم کے لئے دور دراز بلاد کے سفر کئے اور اکابر داعیان وقت سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی، آپ نے معجم الشیوخ میں اپنے اساتذہ کے حالات جمع کیے ہیں، مثلاً حافظ زین الدین عراقی سے بخاری اور الامام ابن دقیق العید پڑھی، حافظ سراج الدین بلقینی سے محاسن الاصطلاح وتضمین مقدمۂ ابن صلاح پڑھیں، مسند الدیار المصریہ تقی الدین، محمد بن محمد دموی سے صحاح ستہ، دارمی، مسند عبد بن حمید، مع ثلث اول مسند احمد پڑھیں، حافظ نور الدین ہیثمی سے بھی تمام کتب حدیث پڑھیں، حافظ قطب الدین حلبی سے معاجم ثلاثہ طبرانی، حافظ شرف الدین محمد بن محمد اشرف الکویک سے شفاء قاضی عیاض اور مسند امام اعظم حافظ زین الدین تغری بن یوسف ترکمانی سے شرح معانی الآثار اور مصابیح السنہ پڑھیں، اسی طرح نجم بن کشم اومسند الدنیا حجار ومسند کبیر ابن زبیدی وغیرہ سے تحصیل حدیث کی، حافظ سخاوی شافعی نے لکھا کہ عجائب ولطائف میں یہ ہے کہ عینی ابن کشک سے حجار اور ابن زبیدی سے روایت حدیث کرتے ہیں اور یہ چاروں محدث حنفی ہیں۔

دیگر اساتذہ:

حدیث کے علاوہ دوسرے علوم کی تکمیل بھی بڑے بڑوں سے کی، مثلاً ملک العلماء فی المعقول والمنقول علامہ الشرق علاؤ الدین علی

بن احمد سیرامی سے ہدایہ، کشاف، تلویح وشرح التلخیص وغیرہ، شیخ جمال الدین بن یوسف ملطی سے اصول بزدوی، منتخب، الاصول وغیرہ، علامہ حسام الدین رہاوی سے ان کی تصنیف ''الجار الزاخرۃ فی المذہب الاربعہ'' وغیرہ شیخ میکائیل سے قدوری، مجمع البحرین وغیرہ پڑھیں، اسی طرح شیخ سراج عمر، شیخ ذوالنون اور شیخ رکن الدین احمد بن محمد بن عبدالمومن قاضی قدم سے استفادہ علوم کیا، شیخ رکن الدین نے بخاری کی شرح اسلوب بدیع پر کی تھی جس کے بارے میں حافظ ابن حجر کو اعتراف تھا کہ میں ان کے طرز پر تھوڑا سا بھی لکھنے سے عاجز ہوں۔

درس حدیث:

آپ نے ''جامعہ مؤیدیہ'' قاہرہ میں تقریباً چالیس سال درس حدث دیا ہے، دوسرے مختلف مدارس میں جو درس دیا وہ اس کے علاوہ ہے، ملک مؤید خود عالم تھا اور علماء سے علمی ابحاث میں دلچسپی لیتا تھا، اسی نے یہ اہتمام کیا تھا کہ اپنے جامعہ مؤیدیہ میں امام طحاوی کی شرح معانی الآثار کے لئے بھی ایک کرسی یا مسند مخصوص کی تھی جس طرح باقی صحاح ستہ کے لئے کرسیاں مخصوص تھیں اور اس کرسی کے لئے حافظ عینی کو متعین کیا تھا کہ آپ اس پر بیٹھ کر شرح معانی الآثار کا درس بھی بخاری وغیرہ کی طرح دیا کریں چنانچہ آپ نے ایک مدت مدیدہ تک اس کا درس پوری شان تحقیق سے دیا ہے، غالباً چالیس سال کی مدت جو نقل ہوئی ہے وہ بھی اسی کے درس کی ہوگی، واللہ اعلم۔

حافظ ابن حجر:

حافظ ابن حجر آپ سے بارہ سال چھوٹے تھے، آپ دونوں میں اگر چہ معاصرانہ منافست تھی، مگر پھر بھی حافظ ابن حجر نے آپ سے استفادہ کیا ہے، بلکہ وہ حدیث صحیح مسلم کی اور حدیث مسلم کی اور ایک حدیث مسند احمد کی آپ سے سنی ہیں اور ان کی تخریج بھی بلدانیات میں کی ہے، نیز المجمع المؤسس للمعجم المفہرس کے طبقہ ثالثہ میں آپ کو اپنے شیوخ میں بھی شمار کیا ہے۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں جن میں سے چند نمایاں شخصیات ہیں ہیں: المحقق کمال الدین ابن الہمام حنفی، حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفی حافظ سخاوی شافعی، حافظ ابن زریق محدث الدیار الشامیہ، قاضی القضاۃ عزالدین احمد بن ابراہیم کنانی حنبلی، شیخ کمال الدین شمنی مالکی، البدر البغدادی حنبلی، جمال الدین یوسف بن تغری بردی ظاہری مورخ شہیر وغیرہ، حافظ سیوطی شافعی بھی بطور اجازۃ عامہ جس طرح حافظ ابن حجر کے تلمیذ ہیں، آپ کے بھی ہیں، لیکن آپ سے روایت مولفات بواسطہ ابن قطلو بغا ہی کرتے ہیں۔

آپ کا بلند علمی مقام:

حدیث، فقہ، اصول، تاریخ وعربیت کے مسلم امام تھے، استحضار احادیث احکام اور معرفت علل احادیث واسانید ومتون میں یگانہ روزگار، موازنہ اولۂ مسائل خلافیہ فقہاء میں بڑے مبصر، مذاہب سلف کے بڑے ماہر واقف، ائمہ کبار امت کی مشاہیر وشواذ آراء کا تفحص کرنے والے پھر ان تمام مالہا وماعلیہا کو پیش نظر رکھ کر بحث ونظر کا حق ادا کرنے والے تھے کہ اس سے آگے بحث وتنقیح کی گنجائش باقی نہ رہتی تھی۔

اپنی تمام مؤلفات میں بسط وایضاح مطالب اس حد تک کر دیتے تھے کہ دوسرے مظان میں ان کی تلاش سے بے نیاز کر دیتے تھے، حل مشکلات وکشف معضلات کے لئے آپ مرجع عوام وخاص تھے، اور آپ کا فتویٰ شریعت کا آخری فیصلہ سمجھا جاتا تھا، آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے آپ کے اس تمام فضل وتفوق کی تصدیق کریں گے۔

مذہب حنفی میں آپ بڑے پختہ اور متصلب تھے اور خود بڑے درجہ کے فقیہ بھی تھے، جیسے بڑے درجہ کے محدث تھے، بخلاف حافظ ابن

حجر کے وہ بہت بڑے محدث ضرور تھے، مگر اس درجہ کے فقیہ نہیں تھے، ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ اور چونکہ حافظ عینی غیر معمولی وسعت علم ونظر کی وجہ سے نہایت قوی دلائل سے دلائل خصوم کا معارضہ کرتے تھے جس میں جوابی طور پر کہیں کچھ شدت بھی رونما ہو جاتی تھی، اس لئے مخالفین نے آپ کو تعصب کا الزام لگایا اور اس کو ہمارے بعض اکابر مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ نے بھی ذکر کر دیا ہے حالانکہ یہ دوسروں کے خلاف تعصب نہیں تھا بلکہ اپنے مذہب پر تصلب تھا، جو کسی طرح مذموم نہیں، البتہ اگر مدافعت و جوابی اقدام کو بطور مشاکلت ومماثلت اور جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کے قاعدہ سے تعصب کا نام دیا جائے تو مضائقہ نہیں، والبادی اظلم۔

ثناء اماثل:

شیخ ابوالمعالی الحسینی نے غایۃ الامانی میں لکھا کہ ''آپ امام، عالم، علامہ، متقن، شیخ العصر، استاذ الدہر، محدث زمانہ، منفرد بالروایۃ، والدرایۃ، حجۃ اللہ علی المعاندین، آیت کبریٰ علی المبتدعین تھے، صحیح بخاری کی ایسی شرح لکھی جس کی سابق میں نظیر نہیں، ایسی ہی دوسری تصنیفات مفیدہ لکھیں، آپ، علم، زہد عبادت وورع کے اعتبار سے مشاہیر عصر میں سے تھے اور حدیث وفقہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا''۔

ابوالمحاسن نے المنہل الصافی میں لکھا کہ آپ معقول ومنقول میں بڑی دست گاہ رکھتے تھے، آپ کی تنقیص کوئی صاف ستھری پوزیشن والا نہیں کر سکتا، کم کوئی علم ایسا ہوگا جس میں آپ کو پوری معرفت نہ ہو، آپ کی تصنیفات بڑے فوائد علمیہ کی حامل ہیں، آپ کے کلام میں رونق ونورانیت ہے، بڑے خوش خط تھے اور تیز نویس تھے، ابتدائی زمانہ میں پوری کتاب قدوری ایک رات میں لکھی اور آپ کے مسودات، مبیضات کی طرح صاف وخوش خط ہوتے تھے، حافظ سخاوی شافعی نے ''التبر المسبوک'' میں لکھا کہ آپ امام، عالم، علامہ، حافظ تاریخ ولغت، جامع فنون تھے، مطالعہ وکتابت سے کسی وقت نہیں تھکتے تھے، کثیر التصانیف تھے، میرے علم میں ہمارے شیخ کے بعد آپ سے زیادہ تصنیف والا کوئی نہیں ہے، آپ کے قلم کی جولانیاں تقریر سے بڑھی ہوئی ہیں۔

آپ کے دور کے مشہور ادیب وشاعر محمد بن حسن نواجی شافعی نے آپ کی مدح میں یہ دو شعر لکھے

لقد حزت یا قاضی القضاۃ مناقبا واثنی علیک الناس شرقا و مغربا
یقصر عنہا منطقی و بیانی فلا زلت محمود[1] ابکل لسان

غرض جن علماء مصنفین نے بھی آپ کے حالات لکھے ہیں سب ہی نے آپ کی امامت، وسعت علم وتفوق کا اعتراف کیا ہے۔ ملک اشرف برسبائے کے زمانہ میں آپ کو عہدۂ قضاء کے ساتھ عہدۂ احتساب اور جیلوں کی نگرانی بھی سپرد ہوئی اور بقول سخاوی یہ تینوں عہدے ایک شخص میں پہلے جمع نہیں ہوئے تھے، وجہ یہ تھی کہ ملک موصوف آپ سے نہایت مانوس تھا اور آپ کے علم وفضل وتدوین کی نہایت قدر کرتا تھا، حتیٰ کے بعض اوقات آپ کو راتوں میں بھی علمی استفادہ کے لئے اپنے پاس روک لیتا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ اگر علامہ عینی کی صحبت ہمیں نصیب نہ ہوتی تو ہمارے اسلام میں نقص رہتا۔

بناء مدرسہ ووقف کتب:

آپ نے ۸۴۲ھ میں منصب قضا سے سبکدوشی حاصل کی، جیلوں کی نگرانی کے منصب سے بھی ۸۵۳ھ میں دستکش ہو گئے اور ایک مدرسہ اپنی جائے سکونت سے قریب جامع ازہر شریف سے متصل تعمیر کرایا جس کے طلبہ کے واسطہ اپنی مملوکہ کتابیں بھی وقف فرمائیں اس کے بعد باقی کتابیں دارالکتب المصریہ میں داخل ہوئیں۔

---

[1] محمود آپ کا نام بھی ہے

تالیفات: آپ کی تصانیف بکثرت ہیں جن میں کچھ زیادہ مشہور یہ ہیں: (۱) عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری (۳۰ جلد) (۲) نخب الافکار شرح معانی الآثار طحاوی (۸ جلد نجط مؤلف، احادیث احکام پر نہایت اعلیٰ قیمتی مباحث کا ذخیرہ ہے جس سے کوئی فریق علماء وفقہا کا مستغنی نہیں ہوسکتا، رجال کے حالات بھی صلب کتاب میں عمدۃ القاری کی طرح ساتھ ساتھ دیئے ہیں (۳) مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار (۶ جلد نجط مؤلف اس میں رجال پر کلام نہیں ہے) (۴) مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار (۲ جلد الگ ہیں جن میں رجال پر کلام کیا ہے، علم رجال میں نہایت نافع اور ترتیب کے لحاظ سے سب سے بہتر کیونکہ آپ نے صحابہ، تابعین و تبع تابعین کو ایک جگہ نہیں کیا بلکہ سب کے طبقات الگ الگ بنا کر حالات لکھے ہیں۔

یہ دونوں شرحیں دارالکتب المصریہ میں قلمی موجود ہیں، حافظ عینی کی یہ حدیثی خدمت بھی شرح بخاری سے کم درجہ کی نہیں ہے، الحمد للہ علی احسانہ کے نخب الافکار مذکور کا اکثر حصہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب شیخ المبلغین نظام الدین دہلی کو میسر ہوا اور آپ اس کی روشنی میں "امانی الاحبار شرح معانی الآثار" لکھ رہے جس کی جلد اول شائع ہوچکی ہے اور اب گویا شرح معانی الآثار کی بہترین تحقیقی شرح وجود میں آگئی، راقم الحروف نے مقدمہ انوارالباری میں بھی اس سے استفادہ کیا ہے اور آئندہ انوارالباری میں بھی اس کی تحقیقات عالیہ پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۵) شرح سنن ابی داؤد (۲ جلد بہترین شروح میں سے ہے جس میں احادیث احکام اور تراجم رجال پر سیر حال بحثیں ہیں مگر افسوس ہے کہ ناممکل ہے (۶) تکمیل الاطراف (ایک جلد، اس سے آپ کے تبحر علمی و مہارت فنی کا پتہ لگتا ہے (۷) کشف اللثام عن سیرۃ ابن ہشام (یہ بھی مکمل نہ ہوسکی (۸) بنایہ شرح ہدایہ (۱۰ جلد، تخریج احادیث احکام میں کمال درجہ کا توسع کیا ہے اور علماء امصار کے مذاہب کے بھی تمام کمال بیان ہوئے ہیں کہ فتح القدیر ابن ہمام میں بھی وہ بات نہیں (۹) الدرر الزاہرہ فی شرح البحار الزاخرہ فی المذہب الاربعۃ للرہادی (۱۰) غرر الافکار شرح درر البحار فی المذاہب الاربعۃ للقفری (۱۱) مستجمع شرح المجمع (۱۲) رمز الحقائق شرح کنز الدقائق (۱۳) الوسیط فی مختصر المحیط (۲ جلد) (۱۴) منحۃ السلوک شرح تحفۃ الملوک (۱۵) العلم الصیب شرح الکلم الطیب لابن تیمیۃ (۱۶) تحفۃ الملوک فی المواعظ والرقائق (۱۷) زین المجالس (۸ جلد) (۱۸) حواشی تفسیر کشاف (۱۹) حواشی تفسیر ابی اللیث (۲۰) حواشی تفسیر بغوی (۲۱) شرح المنار (۲۲) طبقات الحنفیہ (۲۳) معجم الشیوخ (۲۴) عقد الجمان فی تاریخ الزمان (۲۵) مجلدات کبیرہ موجود مکتبہ شیخ الاسلام (۲۵) مختصر التاریخ الکبیر المذکور (۸ مجلد) (۲۶) مختصر المختصر فی التاریخ (۳ مجلد) (۲۷) تاریخ الاکاسرہ (۲۸) طبقات الشعراء (۲۹) سیر الانبیاء (۳۰) مختصر تاریخ ابن عساکر (۳۱) شرح شواہد الصغیر والکبیر (۳۲) کتاب العروض وغیرہ۔

حافظ عینی اور شعر:

حافظ ابن حجر کی طرح حافظ عینی کا کوئی مشہور و مقبول دیوان شعر نہیں ہے آپ نے اشعار لکھے ضرور ہیں جن میں بعض اونچے درجہ کے بھی ہیں، مثلاً دونوں شعر جو بستان المحدثین میں حافظ ابن حجر کے تذکرہ میں نقل ہوئے ہیں (اگر چہ ان کی نسبت دوسروں کی طرف بھی کر دی گئی ہے، مثلاً معتبر مورخین نے ان ہی کے تسلیم کئے ہیں، تاہم باوجود اعلیٰ درجہ کے ادیب لغوی و ماہر فن وعروض ہونے کے بھی فطری مناسبت آپ کو شعر سے نہیں تھی اور ممکن ہے کہ اس سے کچھ انقباض طبع بھی ہو، جیسا کہ بہت سے اکابر کو ہوا ہے، ہمارے شیخ بلبیسی حنفی قاضی مصر (م ۸۰۲ھ) جن کا ذکر گزر چکا ہے بڑے اونچے درجے کے شاعر تھے مگر ساتھ ہی شعر کے بارے میں اپنے دل کی بات اس طرح کہہ گئے۔

لا تحسبن الشعر فضلا بارعا ما الشعر الا محنة وخبال

فالهجو قذف و الرثاء نياحة والعتب ضغن المديح سوال

یعنی شعروشاعری کے کمال کو ہرگز او نچے درجہ کی فضیلت کی چیز مت سمجھو! شعرتو دل و دماغ کو محنت وکاوش میں ڈالنا اور (بیشتر) مجموعۂ شروفساد ہے، دیکھو! شعر میں اگر کسی کی ہجو کی تو قذف واتہام کا ارتکاب ہوا (جو حرام ہے) مرثیہ لکھا تو نوحہ کی شکل اختیار کی (جو عمل جاہلیت ہے) کسی محبوب کو عتاب کیا، تو اس سے خواہ مخواہ دلوں میں کینہ کی پیدائش ہوتی ہے (وہ بھی خدا اور بندوں کو مبغوض) کسی کے لئے مدحیہ قصیدہ لکھا، تو وہ بھی سوال ہی کی ایک مہذب شکل ہے (جو قابل نفرت ہے)

موازنۂ عمدۃ القاری وفتح الباری:

علامہ محدث کوثریؒ نے مقدمۂ عمدۃ القاری میں ''مزایا شرح البدر العینی'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ وہ تمام شروح بخاری سے نقل و تحقیق اور فوائد علمیہ کی بحث وتمحیص میں زیادہ جامع واوسع ہے جہاں امام بخاری حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کرتے ہیں، حافظ عینی اس کو پورا ذکر کرتے ہیں اور بخاری میں جس جس جگہ اس کے اجزاء آئے ہیں ان سب کی تعیین اور نشاندہی کرتے ہیں اختلاف رواۃ بھی ذکر کرتے ہیں، رجال پر بھی کلام کا حق ادا کرتے ہیں، ضبط اسماء وانساب بھی کرتے ہیں، حدیث کے لغات واعراب دمکمل بحث کرتے ہیں اسلوب بدیع پر وجوہ معانی وبیان بھی لاتے ہیں، پھر حدیث سے استنباط احکام اور گراں قدر فوائد اخذ کرنے میں خوب توسع اور ہمہ گیری کی شان سے چلتے ہیں، لطائف اسناد وعلو ونزول مدنی وشامی وغیرہ بھی ذکر کرتے ہیں، مسائل خلافیہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے مذاہب فقہاء سے متعلقہ تمام احادیث کی تخریج کرتے ہیں جو ان ہی کے وسعت علم حدیث کے شایان شان ہے پھر ادلہ مذاہب میں مقارنہ ومحاکمہ بھی اپنی صوابدید سے کرتے ہیں، اسئلے واجوبہ کے عنوان میں فقہ حدیث سے مواضع اخذ ورد کی تعیین کرتے ہیں، ساتھ ہی قدیم شروح بخاری سے اہم علمی حدیثی فوائد کا بہترین انتقاء کامل استقصاء کے ساتھ کیا ہے۔

غرض تمام اطراف وجوانب ملحوظ رکھ کر احادیث بخاری کی شرح کی ہے اور ہر طریقہ سے ان کی بسط والیضاح کا حق ادا کیا ہے جو شخص معمولی طریقہ سے استفادہ چاہے وہ بھی فائز المرام ہوگا اور جو منقول سے چاہے تو وہ بھی کامیاب، پھر یہ کہ سہولت واستفادہ کے لئے ہر قسم کی بحث وتحقیق کے عنوانات الگ الگ قائم کردیئے ہیں۔

پھر ان سب خوبیوں پر ایک خاص خوبی یہ بھی حاصل ہوئی کہ حافظ عینی نے تالیف عمدۃ القاری کے وقت برہان بن خضر (تلمیذ حافظ ابن حجر) کے ذریعہ فتح الباری کا ایک ایک جزو حاصل کرکے مطالعہ کیا اور ضرورت کے مواقع میں اس پر انتقادات بھی کئے اور جن مواضع میں دونوں شرحوں کے نقول میں توافق ہے وہ درحقیقت دونوں کے مراجع کے توافق سے ہے کہ دونوں کے سامنے وہ قدیم کتب موجود تھیں جس کے بارے میں غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ حافظ عینی نے وہ عبارتیں فتح الباری سے نقل کرلی ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے اور کتاب سابقہ کی مراجعت سے اصل حقیقت معلوم ہوسکتی ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حافظ عینی نے عمدۃ القاری کو ۸۲۱ھ میں شروع کرکے ۸۴۷ھ میں پورا کیا یعنی فتح الباری کی تکمیل سے پانچ سال بعد، اور حافظ ابن حجر اور ان کے اصحاب کے سامنے جب عمدۃ القاری آئی تو وہ اس کے بے نظیر کمالات ومزایا کو دیکھ کر سخت حیرت و استعجاب میں پڑ گئے اور اصحاب حافظ الدنیا نے کچھ تو اعذار وحافظ کے شائع کئے جن کی وجہ سے فتح الباری کا پایہ فضیلت نیچا نہ ہوا اور کچھ حافظ عینی پر نکتہ چینی کرکے اس کے مرتبہ کو گھٹانے کی سعی کی، نیز حافظ عینی کے انتقادات واعتراضات کے جواب ورد کا ارادہ کیا اور ایک کتاب لکھنی شروع کی جس کا نام انتقاض الاعتراض'' رکھا، اس میں اوپر اعتراضات نقل کرتے تھے اور نیچے جوابات کی جگہ بیاض چھوڑتے تھے، کچھ جوابات لکھ پائے تھے اور اکثر باقی تھے کہ وفات ہوگئی، اسی طرح بعض مواضع شرح میں بھی کچھ اصلاحات کیں۔

اوپر ذکر ہوا ہے کہ حافظ عینی نے ۸۴۷ھ میں عمدۃ القاری کو پورا کر لیا تھا اور حافظ ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی، لہذا پانچ سال گزرنے پر بھی حافظ انتقاض مذکور کا اکثر حصہ نامکمل چھوڑ گئے والکمال للہ وحدہٗ۔

بہر حال یہ تو امر واقع کا اظہار یا مقطع کی سخن گسترانہ بات تھی، اس میں شک نہیں کہ دونوں ہی شرحیں اپنی اپنے درجہ میں ہمارے لئے منت عظمیٰ اور علوم و معارف سنت کا گنجینہ ہیں اور ہمارے قلوب میں دونوں کے لئے انتہائی قدر و منزلت ہے۔ جزاهما الله عنا و عن سائر الامة خير الجزاء و رضى عنهما احسن الرضاء۔

یہ تمام تفصیل جو اوپر نقل ہوئی محقق و محدث علامہ کوثری قدس سرہٗ کے طفیل میں پیش کر رہا ہوں، یہ خلاصہ ہے تلخیص تذہیب التاج الجلینی فی ترجمہ بدر العینی کا جو بطور مقدمہ عمدۃ القاری مصر سے چھپا ہے، اصل کتاب التاج الجلینی کے مطالعہ وزیارت کا ابھی تک ہمیں بھی اشتیاق ہی ہیں، گویا یہ ہم نے خلاصۃ الخلاصہ پیش کیا ہے، جس کی نقل راقم الحروف کے محب و محسن قدیم مولانا حکیم محمد یوسف اسمی بنارسی دام افضالہم نے خود تکلیف فرما کر اور اپنے نسخہ سے لکھ کر ارسال فرمائی، کیونکہ کتاب خانہ دار العلوم میں عمدۃ القاری کا یہ نسخہ مطبوعہ جدید موجود نہیں ہے میں محترم حکیم صاحب کا نہایت شکر گزار ہوں۔

۲۶۱- شیخ عز الدین عبد السلام بن احمد بن عبد المنعم بن محمد بن احمد قیلوی بغدادی حنفی م ۸۵۹ھ

امام و علامہ عصر تھے، علامہ برہان بقاعی نے ''عنوان الزمان میں کہا کہ آپ ۷۸۰ھ میں پیدا ہوئے، پہلے فقہ، اصول، نحو و معانی وغیرہ کی بہت زیادہ کتابیں حفظ کیں، پھر بخاری وغیرہ کتب احادیث اکابر محدثین سے پڑھیں، اول اکابر فقہاء حنابلہ سے فقہ حنبلی میں تخصص حاصل کیا، پھر فقہ شافعی میں ریسرچ و تحقیق کی، پھر فقہ حنفی کے گرویدہ ہوئے، مجمع البحرین حفظ یاد کی اور دوسرے فقہاء حنفیہ سے استفادہ کے بعد شیخ ضیاء الدین ہروی حنفی سے فقہ حنفی بتمام و کمال حاصل کیا اور بہت سے علوم غیر محصور علماء کی خدمت میں رہ کر حاصل کئے، اوزنجان کا سفر کیا اور تصوف میں شیخ یار علی سیواسی سے مستفید ہوئے، حلب و بیت المقدس رہ کر مقتدائے وقت شیخ شہاب الدین بن ہائم کی خدمت میں رہے، پھر قاہرہ جا کر حدیث شیخ ولی عراقی، جمال حنبلی اور شمس شامی وغیرہ سے بھی حاصل کی اور وہاں کئی جگہ پر درس بھی دیا، لوگوں نے آپ سے بہت زیادہ دینی و علمی نفع حاصل کیا، حافظ قاسم بن قطلو بغا جیسے اکابر آپ کے تلامذہ میں ہیں، بڑے زاہد، عابد، عفیف، قناعت پسند بزرگ تھے، آپ کے اشعار میں سے دو شعر اکثر نقل ہوئے ہیں۔

شرابک المختوم فی انیه　　و خمرا عدائک فی انیه
فلیت ایامک لی انیه　　قبل انقضاء العمر فی انیه

(شذرات ص ۲۹۴ ج ۷)

۲۶۲- شیخ کمال الدین بن الہمام محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید حنفی م ۸۶۱ھ

امام عصر، علامہ دوراں، محدث علام، فقیہ الکلام، جامع اصول و فروع، اصولی مفسر، کلامی، نحوی، منطقی جدلی تھے، ابن نجیم نے بحر الرائق میں آپ کو اہل ترجیح لکھا اور بعض دوسرے علماء نے اہل اجتہاد سے شمار کیا ہے اور یہی رائے قوی ہے جس کی شاہد آپ کی تصانیف و تالیفات ہیں۔ (فوائد بہیہ) آپ نے حدیث ابو زرعہ عراقی، شمس شامی وغیرہ سے سنی، معقولات میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، آپ کے اقران میں سے شیخ برہان ابناسی نے کہا کہ میں نے دین کے حجج و دلائل طلب کئے تو معلوم ہوا کہ ابن ہمام سے بڑھ کر ان کا عالم ہمارے شہر میں کوئی نہ تھا۔

آپ ارباب احوال و اصحاب کشف و کرامات میں سے تھے، نماز ہلکی پڑھتے تھے، جیسی ابدال پڑھتے ہیں، ایک مدت تک افتاء بھی کیا،

آپ کی تصانیف میں سے فتح القدیر، شرح ہدایہ نہایت محققانہ بے نظیر کتاب ہے، دوسری تالیفات اصول فقہ میں التحریر بھی بہت عمدہ لاجواب ہے، عقاید میں مسایرہ اور فقہ میں زاد الفقیر لکھی (زاد الفقیر مع تعلیقات حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب دام ظلہم مہاجر مدنی، مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہوئی تھی، ایک رسالہ اعراب سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم میں لکھا، وغیرہ۔

آپ کی تمام تصانیف ایسے علمی ابحاث وفوائد پر مشتمل ہیں جو دوسری کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں تحریر کی شرح آپ کے تلمیذ خاص ابن امیر الحاج حلبی نے کی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد، شذرات وحدائق)

۲۶۳- شیخ یعقوب بن ادریس بن عبداللہ نکدی حنفیؒ م ۸۶۳ھ

محدث شہیر، ماہر اصول وفروع اور جامع ومنقول تھے، علوم کی تحصیل محمد بن حمزہ قاری وغیرہ سے کی، بلاد شام ومصر گئے تو سب جگہ علماء و فضلا، نامدار نے آپ کے فضل وکمال کا اعتراف کیا، آپ نے شرح مصابیح السنۃ اور حواشی ہدایہ لکھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۶۴- شیخ ابوالسعادت سعد الدین بن الشمس الدیری نابلی حنفیؒ م ۸۶۸ھ

بڑے محدث، فقیہ ومفتی تھے، حدیث برہان ابراہیم بن زین عبدالرحیم بن جماعہ سے روایت کی، استحضار مسائل، فہم معانی تنزیل اور حفظ متون احادیث میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے، مدت تک درس وافتاء میں مشغول رہے، ۸۴۲ھ میں مصر کے دار القضاء حنفیہ کے متولی ہوئے، حافظ شمس الدین سخاوی نے آپ کے ترجمہ میں لکھا کہ میں نے آپ سے بہت کچھ پڑھا ہے، تصانیف یہ ہیں، تکملہ شرح ہدایہ سروجی (۷ جلد) منظومہ نعمانیہ (اس میں عجیب وغریب فوائد ہیں) شرح عقائد نسفی وغیرہ، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وحدائق)

۲۶۵- شیخ شرف الدین یحییٰ بن محمد بن محمد بن مخلوف المناوی شافعیؒ م ۸۷۱ھ

بڑے محدث تھے، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا کہ وہ ہمارے شیخ تھے، شیخ ولی الدین عراقی سے فقہ، اصول اور حدیث کی تحصیل کی، پھر درس وافتاء میں مشغول ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے شرح مختصر المزنی اور حاشیہ نور الروض ومختصر الروض من الانف للسہیلی مشہور ومعروف ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المنظرفہ وشذرات الذہب)

۲۶۶- حافظ تقی الدین بن فہدؒ متوفی ۸۷۱ھ

بڑے محدث تھے، آپ نے حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کا ذیل لکھا جو لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ کے نام سے دمشق میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے، آپ کے صاحبزادے نجم الدین عمر بن فہد (م ۸۸۵ھ) نے تذکرہ الحفاظ اور لحظ الحاظ دونوں کے اشخاص کو بجائے طبقات کے حروف تہجی پر مرتب کر کے ایک نئی کتاب بنادی ہے اور نام تذکرہ الحفاظ ہی رکھا۔

آپ کے علاوہ حسینی دمشقی (م ۷۱۵ھ) نے بھی ذیل تذکرۃ الحفاظ لکھا اور علامہ سیوطی نے بھی طبقات الحفاظ کے نام سے ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ کی تلخیص کی، حسینی، ابن فہد اور سیوطی تینوں کے مذکورہ بالا ذیول مجموعہ ”تذکرہ الحفاظ“ کے نام سے محدث کوثریؒ کی تصحیح وتعلیق کے ساتھ دمشق سے ایک ضخیم جلد میں شائع ہو گئے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ابن ماجہ وعلم حدیث مولانا نعمانی عم فیضہم)

۲۶۷- شیخ احمد بن محمد بن محمد بن حسنؒ بن علیؒ بن یحییٰ شمنی حنفیؒ م ۸۷۲ھ

بڑے متبحر محدث وفقیہ ومفسر تھے، پہلے اپنے والد ماجد اور دادا کی طرح مالکی تھے، پھر حنفی ہو گئے تھے، حدیث ولی الدین عراقی سے

حاصل کی، تمام علوم وفنون میں اپنے معاصرین سے فائق ہوئے، حافظ سخاوی نے مدت تک آپ سے پڑھا ہے، علامہ سیوطی بھی آپ کے تلمیذ حدیث ہیں اور ایک جزء حدیث مسلسل بالنحاۃ کی آپ سے روایت کرکے اس کی تخریج بھی کی ہے اور بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ میں آپ کی انتہائی مدح وثناء کی ہے، مثلاً لکھا کہ آپ علم تفسیر کے دریائے محیط اور کشاف وقائق تھے، حدیث کی روایت ودرایت اور حل مشکلات وفتح مغلقات میں تنہا آپ ہی مرجع ومعتمد تھے، فقہ میں وہ درجہ تھا کہ امام اعظم آپ کو دیکھتے تو انعام واکرام کرتے، کلام میں ایسے بلند پایہ کہ اشعری آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور خوش ہوتے، اسی طرح دوسرے علوم میں تشوق لکھ کر چند اشعار مدحیہ بہت ہی شاندار لکھے ہیں جو صاحب شذرات نے نقل کئے ہیں، آپ کی تصانیف یہ ہیں: کمال الدرایہ شرح الوقایہ (جس سے آپ کے احادیث احکام سے متعلق غیر معمولی وسعت علم وتبحر کا اندازہ ہوتا ہے) شرح المغنی لابن ہشام، حاشیہ شفاء، شرح نظم النخبہ فی الحدیث، ارفق المسالک لتادیۃ المناسک، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ، شذرات، حدائق)

۲۶۸-المولی علاؤ الدین علی بن محمود بن محمد بسطامی ہروی رازی حنفیؒ م ۸۷۵ھ

امام فخر الدین رازی شافعیؒ کی اولاد میں سے بڑے پایہ کے حنفی عالم ہوئے ہیں، ابتداء عمر سے ہی تصنیف کا شوق تھا، اسی لئے مصنفک (چھوٹے مصنف) مشہور ہوئے، اکابر علماء سے تمام علوم وفنون میں کامل دستگاہ پائی، ہر روز ایک جزو تصنیف کر لیتے تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: شرح المصابیح للبغوی، شرح الکشاف، حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ شرح عقائد، شرح الارشاد، شرح اللباب، شرح المطول وغیرہ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۱۹ ج ۷)

۲۶۹-حافظ حدیث علامہ زین الدین ابو العدل قاسم بن قطلو بغا مصری حنفیؒ م ۸۷۹ھ

امام عصر، محدث اعظم، فقیہ کامل، جامع علوم وفنون، استحضار مذاہب میں بے نظیر تھے، مناظرہ اور اسکات خصم میں ید طولیٰ رکھتے تھے، حفظ قرآن مجید ودیگر کتب علوم وفنون سے فارغ ہو کر اکابر علماء ومحدثین عصر سے تکمیل، آپ کے خاص اساتذہ یہ ہیں: حافظ بدر الدین عینی حنفی، حافظ ابن الہمام حنفی، حافظ ابن حجر شافعی، سراج قاری الہدایہ حنفی، عز بن عبد السلام بغدادی حنفی، عبد اللطیف کرمانی وغیرہ، مگر سب سے زیادہ آپ حافظ ابن ہمام کی خدمت میں رہے اور زیادہ سے زیادہ علوم کا استفادہ ان سے کیا، آپ کے تلامذہ میں سخاوی وغیرہ مشہور ہیں، آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں، ورنہ یوں ستر سے زیادہ تو فقہ وحدیث ہی میں آپ کی تالیف قیمہ ہیں۔

(۱) شرح مصابیح السنۃ (۲) تخریج احادیث الاختیار (۳) رجال شرح معانی الآثار (۴) تخریج احادیث اصول البزدوی (۵) تخریج احادیث الفرائض (۶) تخریج احادیث شرح القدوری للاقطع (۷) ثقات الرجال (۴ مجلد) (۸) تحفۃ الحیاء بمافات من تخاریج الاحیاء (۹) منیۃ الالمعی فی مافات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی (اسی کے آخر میں ان احادیث کی بھی تخریج چھپ گئی ہے جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے درایہ تلخیص نصب الرایہ میں "لم اجدہ" کا ریمارک کیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا علم ومطالعہ حدیث حافظ الدنیا ابن حجر سے بھی بڑھا ہوا تھا (۱۰) تخریج احادیث تفسیر ابی اللیث (۱۱) شرح مختصر المنار (۱۲) شرح مجمع البحرین (۱۳) شرح درر البحار (۱۴) معجم (۱۵) شرح منظومۃ ابن الجزری فی علم الحدیث (۱۶) تعلیق تفسیر البیضاوی (۱۷) ترجیح الجوہر النقی (۱۸) حاشیہ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۱۹) حاشیہ مشارق الانوار (۲۰) تعلیقات نخبۃ الفکر (۲۱) امالی مسانید ابی حنیفہ (۲ جلد) (۲۲) حاشیہ تلویح (۲۳) مجموعۃ الفتاویٰ (۲۴) تاریخ ابی یعلی خلیلی (م ۴۴۶) کو جس میں محدثین وعلماء کے حالات ابو یعلی نے ترتیب بلاد سے اپنے زمانہ تک کے ذکر کئے تھے، ان کو علامہ قاسم بن قطلو بغا نے ترتیب حروف سے مرتب کیا، آپ کی اس خدمت کی نشاندہی علامہ کتانی (م ۱۳۴۵ھ) نے الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۰۸ (مطبوعہ کراچی میں کی ہے، جزاہ اللہ خیرا۔

علامہ برہان بقاعی نے عنوان الزمان میں کتب مذکورہ بالا میں اکثر کا ذکر کیا ہے پھر لکھا کہ ان کے علاوہ بہت سی گرانقدر تالیفات ہیں جن میں سے اکثر اب تک ابتدائی مسودات اور یادداشتوں کی صورت میں غیر مرتب موجود ہیں، یہ بھی لکھا کہ آپ نے ایسی عالی ہمتی سے علوم کی تحصیل میں جدوجہد کی کہ بہت ہی جلد آپ کا شہرہ ہو گیا اور جگہ جگہ آپ کے علم و فضل کا چرچا پھیل گیا، حتیٰ کہ آپ کے اساتذہ و مشائخ نے بھی آپ کی بہت زیادہ تعریف کی۔

اس کو نقل کرنے کے بعد صاحب شذرات نے اضافہ کیا کہ آپ سے اس قدر کثیر تعداد میں علماء نے استفادۂ علوم کیا کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا اور خلاصہ یہ ہے کہ آپ حسنات دہر میں سے تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

افسوس ہے کہ ایسے ایسے جلیل القدر محدثین احناف کا تذکرہ ہماری موجودہ مطبوعہ کتب احناف میں بہت ہی مختصر ہے، بستان المحدثین میں تو اس محدث عظیم المرتبت کا ذکر ہی نہیں، جیسا حافظ زیلعی حنفی، حافظ عینی حنفی وغیرہ کبار محدثین کا نہیں ہے، فوائد بہیہ میں بطور تعلیق بہت ہی مختصر ذکر ہے اور ۴-۵ تصانیف ذکر کیں، مؤلف حدائق حنفیہ نے حسب عادت کچھ بہتر مواد جمع کر دیا ہے پھر بھی اس سے زیادہ شذرات الذہب میں ایک حنبلی عالم نے لکھا ہے۔

اس سلسلہ میں مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ اگر تمام مطبوعہ ذخیرہ سے ہی محدثین احناف کے حالات جمع کر لئے جائیں تو "طبقات حنفیہ" میں بہت اچھی کتاب تیار ہو سکتی ہے، جو طبقات شافعیہ، مالکیہ و حنابلہ سے کسی طرح کم نہ ہو گی، اس میں شک نہیں کہ بہت ہی بڑی اہم علمی خدمت ہے "تذکرہ محدثین" چونکہ احناف کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، اس لئے اس میں سب ہی حضرات کا مختصر تعارف کرا دینا مناسب ہوا، تاہم یہ رعایت بھی اس میں ملحوظ رہی ہے کہ محدثین احناف کے تذکرے چونکہ عربی و اردو میں اب تک کم سے کم آئے ہی، ان کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے تاکہ اس کمی کی کسی قدر تلافی ہو جائے اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ لکھنے والوں کی دل تنگی نے ہی اس کمی کا احساس بیجا کرایا تھا، ورنہ واقع و حقیقت کے اعتبار سے وہ دوسروں سے کم نہیں ہیں۔

علامہ کتانی کی مذکورہ بالا کتاب محدثین کی علمی خدمات کے سرسری جائزہ کے لئے نہایت گرانقدر تالیف ہے، جس میں تقریباً پانچ سو محدثین کا ذکر آ گیا ہے، مگر افسوس ہے کہ اس میں محدثین احناف کی بڑی کثرت نظر انداز ہو گئی ہے اور ان کی خدمات بھی، اس کتاب کو محترم مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی جیسے باہمت مصنف اگر پھر سے مرتب کریں اور اس کمی کی تلافی کر دیں تو اس کتاب کی افادیت کو چار چاند لگ سکتے ہیں، وما توفیقنا الا باللہ الغنی الکریم، راقم الحروف کا خیال ہے کہ یہ خدمت درحقیقت صرف حنفیت کی خدمت نہیں بلکہ مجموعی اعتبار سے پورے فن حدیث ہی کی خدمت ہوگی کہ قصر حدیث کے جو گوشے محدثین احناف کے تذکروں سے خالی چھوڑ دیئے گئے ہیں وہ اپنی جگہوں پر آباد ہو کر پورے قصر کی زیب و زینت بڑھا دیں گے اور پھر تمام محدثین کرام کی ایک کامل و مکمل تاریخ سامنے ہو جائے گی۔ لانرید الا الاصلاح ما استطعنا وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔

۲۷۰ شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی حنفیؒ م ۸۷۹ھ

علماء حنفیہ میں سے حلب کے جلیل القدر عالم حدیث، تفسیر و فقہ اور امام وقت علامہ و مصنف تھے، آپ کی تصانیف فاخرہ بہت مشہور ہیں، مثلاً شرح التحریر لابن الہمام (اصول فقہ میں ۳ مجلد) جو تخریج احادیث، بیان طرق احادیث و مخرجین سے بھری ہوئی ہیں اور اس سے آپ کے وسعت علم حدیث پر پوری روشنی پڑتی ہے، آپ سے بڑے بڑوں نے علم حاصل کیا اور آپ کی شاگردی پر فخر کیا ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ والرسالۃ ص ۶۰ او شذرات ص ۳۲۸)

۲۷۱- شیخ امین الدین یحییٰ بن محمد اقصرائی حنفیؒ م ۸۷۹ھ

بڑے جلیل القدر عالم تھے، علامہ سیوطی کی حسن المحاضرہ میں ہے کہ آپ قاہرہ میں اپنے زمانہ کے الحنفیہ تھے، ولادت ۷۹۰ھ کے کچھ بعد ہوئی اور ریاست مذہب حنفی آپ کے زمانہ میں آپ ہی پر منتہی ہوئی، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۲۸ ج ۷)

۲۷۲- شیخ محی الدین ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود رومی برعمی حنفیؒ م ۸۷۹ھ

بڑے محدث، مفسر، نحوی، لغوی و ادیب اور نہایت واسع العلم تھے، کافیہ سے بڑا شغف تھا، اس لئے کافیجی مشہور ہو گئے تھے، علامہ سیوطی نے آپ کو بغیۃ الوعاۃ میں شیخنا العلامہ، استاذ الاساتذہ لکھا، کبار علماء و مشائخ سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کئے، علوم حدیث پر بھی بڑی نظر تھی، مشتغلین حدیث سے بڑا تعلق و محبت رکھتے تھے، اہل بدعت سے سخت متنفر تھے، بڑے عابد زاہد تھے، فن حدیث میں، المختصر فی علوم الحدیث اور تفسیر میں المختصر فی علوم التفسیر لکھی، مسائل نحو میں بڑا کمال تھا، شرح قواعد الاعراب اور شرح کلمتی الشہادۃ مختصر مگر بہت نافع و گرانقدر تالیفات کیں، ایک روز اپنے بڑے تلامذہ سے زید قائم کا اعراب پوچھ بیٹھے اور پھر ۱۱۳ بحثیں اس بارے میں لکھوائی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۲۷ ج ۷)

۲۷۳- شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر قطلو بغا بکتمری قاہری حنفیؒ م ۸۸۱ھ

بڑے محدث، مفسر و فقیہ تھے، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ و طبقات النحاۃ میں آپ کو شیخنا الامام العلامۃ سیف الدین حنفی نے لکھا، آپ کے شیخ و استاذ ابن ہمام نے آپ کو محقق الدیار المصر یہ لکھا اور سالک طریق سلف، عابد، صاحب خیر اور اہل دنیا سے متنفر کہا، ہمیشہ درس علوم کا مشغلہ رکھتے تھے، فتویٰ سے احتراز کرتے، جامعہ منصوریہ وغیرہ میں تفسیر و فقہ کا درس دیا ہے، مدرسۃ العینی میں درس حدیث کے لئے آپ سے بہت اصرار کیا گیا، مگر معذرت کی، توضیح ابن ہشام پر آپ کا بڑا طویل حاشیہ ہے جو بہت زیادہ فوائد علمیہ پر مشتمل ہے، شیخ ابن ہمام حج کو گئے تو اپنی جگہ مشیخۃ الشیخونیہ میں متعین کیا تھا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۳۲ ج ۷)

۲۷۴- شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن عمر العقیلی حلبی معروف ابن العدیم حنفی، ولادت ۸۱۱ھ متوفی ۸۸۲ھ

ولادت قاہرہ میں ہوئی، آپ کا سب خاندان علم و فضل کا گہوارہ ہے اور سلسلۂ نسب ابوجرادہ خادم خاص حضرت علیؓ سے ملتا ہے، آپ کے اجداد میں سے شیخ ہبۃ اللہ بن احمد نے اس خاندان میں سب سے پہلے قضاء کا منصب سنبھالا، بڑے عالم و محدث تھے جنہوں نے "الخلاف بین ابی حنیفۃ و صاحبیہ" جیسی اہم گرانقدر کتاب لکھی، پھر کمال الدین ابن العدیم (م ۶۶۰ھ) اپنے وقت کے امام و رئیس الحنفیہ علامہ محدث و مورخ اعظم ہوئے، جنہوں نے بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب تیس جلدوں میں لکھی، نیز حدیث و فقہ و ادب میں بھی گرانقدر تالیفات کیں، لکھا ہے کہ اپنے فضائل و کمالات کے اعتبار سے عدیم النظیر تھے، پھر مجدالدین عبدالرحمٰن (م ۶۷۷ھ) بھی بڑے عالم و محدث عارف مذہب ہوئے، آپ نے جامع حاکم میں خطبہ دیا اور ظاہریہ میں درس علوم دیا۔

ان کے بعد احمد بن ابراہیم بھی بڑے محدث ہوئے، جن سے ۸۳۵ھ میں حافظ ابن حجر نے حدیث پڑھی ہے، درمیان میں اور بھی جتنے آپ کے سلسلے کے آباؤ اجداد گزرے وہ سب علماء ذوی القدر اور قاضی القضاۃ حلب ہوئے، آپ بھی امام وقت و علامۂ روزگار محدث متبحر و فقیہ جید ہوئے، حافظ عراقی، برماوی اور ابن جزری ایسے اکابر محدثین نے آپ کو حدیث پڑھائی اور حدیث و فقہ شائع کرنے کی اجازت و سند

دی، آپ کو اپنے پر دادا کے مثل ہونے کی وجہ سے ''ابن عدیم'' کہا جاتا تھا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ ص ۱۴۷ شذرات وحدائق)

۲۷۵- المولیٰ محمد بن قطب الدین ازنیقی حنفیؒ م ۸۸۵ھ

امام عصر، عالم باعمل، جامع علوم نقلیہ، وعقلیہ، مولی فناری کے تلمیذ خاص تھے، ہر علم وفن میں ماہر وکامل ہوئے، اپنے سب اقران پر فوقیت لے گئے، مسلک تصوف میں بھی باکمال ہوئے، شریعت وطریقت وحقیقت کو جمع کیا اور مفتاح الغیب صدر الدین قونوی کی اعلیٰ درجہ کی شرح لکھی نیز خصوص صدر قونوی کی بھی شرح کی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۴۳ ج ۷)

۲۷۶- مولی خسرو محمد بن قراموز رومی حنفی م ۸۸۵ھ

امام وقت، علامۂ زماں، صاحب تصانیف، محدث وفقیہ واصولی تھے، آپ کے والد ماجد امراء ودولت سے تھے اور نومسلم تھے، آپ نے اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی، مطول پر حواشی لکھے اور مدرسہ شاہ ملک مدنیہ اورنہ میں مدرس ہوئے پھر مدرسہ حلبیہ میں مدرس ہوئے اور سلطان محمد خان دوبارہ تخت سلطنت پر بیٹھے تو آپ کی تنخواہ روزانہ ایک سو درہم کر دی تھی، پھر قسطنطنیہ فتح ہوا تو آپ کو وہاں کا قاضی بھی بنا دیا گیا اور جامع ایا صوفیا میں بھی درس علوم دینے لگے۔

معمولی سادہ لباس پہنتے تھے، چھوٹا عمامہ باندھتے تھے، بہت ہی متواضع منکسر المزاج تھے، لاتعداد خدام وغلام تھے، مگر اپنا کام خود کرتے تھے اور نہایت خوش اخلاق، ملنسار تھے، سلطان محمد آپ کی بڑی عزت کرتا تھا اور آپ پر فخر کرتا اور اپنے وزراء سے کہا کرتا تھا کہ یہ اس زمانہ کے ابوحنیفہ ہیں۔

باوجود قضاء افتاء تدریس کے مشاغل مہمہ کے روزانہ دو ورق کتب سلف سے نہایت خوش خط نقل کیا کرتے تھے، آپ کی تصانیف یہ ہیں، حواشی معطول، حواشی تلویح، حواشی تفسیر بیضاوی، مرقاۃ الوصول فی علم الاصول، شرح مرقاۃ مذکور، الدرر والغرر وغیرہ، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۴۲ ج ۷)

۲۷۷- شیخ عز الدین عبد اللطیف بن عبد العزیز بن امین الدین حنفیؒ م ۸۸۵ھ

ابن فرشتہ اور ابن ملک کے نام سے بڑے عالم وفاضل محدث گزرے ہیں، دقائق ومشکلات کو حل کرنے میں ماہر کامل تھے، بہت مفید علمی تصانیف کیں، مثلاً حدیث میں مبارق الازہار، شرح مشارق الانوار، اصول فقہ میں شرح منار، فقہ میں شرح مجمع البحرین وشرح وقایہ اور ایک رسالہ علم تصوف میں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات وحدائق حنفیہ)

۲۷۸- الموالی شمس الدین احمد بن موسیٰ الشہیر ''بالخیالی'' حنفیؒ م ۸۸۶ھ

بڑے محقق مدقق عالم، جامع معقول ومنقول تھے، درس وتالیف آپ کے بہترین مشاغل تھے، شرح عقائد پر آپ کے حواشی نہایت مشہور ومقبول ومتداول ہوئے، اس میں بعض مضامین ایسے دقیق ودشوار ہیں کہ بڑے بڑے فضلاء ان کو حل کرنے سے عاجز ہوتے ہیں لیکن حضرت مولانا عبد الحکیم صاحبؒ سیالکوٹی نے ان کا بھی بہترین حل کر دیا ہے۔

اوائل شرح تجرید پر بھی حواشی لکھے، صرف ۳۳ سال عمر ہوئی، بڑے بڑے علماء نے آپ کی شاگردی کی، بڑے عابد وزاہد تھے، صوفیہ کے طریقہ پر ذکر واذکار میں بھی مشغول ہوتے تھے، دن رات میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے، علامہ ابن عماد حنبلی نے آپ کو امام علامہ لکھا، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۴۴ وحدائق حنفیہ)

۲۷۹-شیخ شمس الدین احمد بن اسماعیل بن محمد کورانی حنفیؒ م ۸۹۳ھ

مولی فاضل کے نام محدث کبیر مشہور تھے، اپنے زمانہ کے اکابر علماء کے علوم کی تحصیل و تکمیل کر کے یگانہ روزگار رہوئے، شہر بروسا میں مدرسہ مرادخان غازی میں درس علوم دیا، پھر منصب قضاء و افتاء پر بھی فائز ہوئے، ۸۶۷ھ میں آپ نے ایک تفسیر "غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی"، لکھی جس میں زمخشری اور بیضاوی پر اکثر جگہ مواخذات کئے، پھر ۸۷۴ھ میں شہر اور نہ میں صحیح بخاری کی شرح الکوثر الجاری علی ریاض البخاری'' لکھی اس میں اکثر مواضع میں کرمانی اور حافظ ابن حجر پر اعتراضات کئے، بڑے عابد، زاہد، شب زندہ دار تھے، نقل ہے کہ رات کو بالکل نہ سوتے تھے اور روزانہ ایک ختم قرآن مجید ہر شب میں کرتے تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۸۰-شیخ شہاب الدین العباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ زروق فارسی م ۸۹۳ھ

اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور متاخرین صوفیہ کرام کے ان کے محققین میں سے ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا ہے، شیخ شہاب الدین قسطلانی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، آپ کی تصانیف سے حاشیہ بخاری، شرح قرطبیہ، شرح اسماء حسنی، قواعد التصوف (قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ کشف الظنون، حوادث الوقت وغیرہ ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۸۱-حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی بکر السخاوی شافعیؒ م ۹۰۲ھ ولادت ۸۳۱ھ

مشہور و معروف محدث علام تھے، ابتداء عمر میں حفاظ قرآن مجید کے بعد بہت سے علوم و فنون کی کتابیں یاد کیں، دوسرے علوم کے ساتھ حدیث، فقہ، قرأت تاریخ و عربیت میں ممتاز مقام حاصل کیا، چار سو سے زیادہ کبار سے اخذ علوم کیا، حافظ ابن حجر کے مخصوص تلامذہ و اصحاب میں سے تھے، صحیح بخاری کو ۱۲۰ علماء سے روایت کرتے تھے، تحصیل علم کے لئے دور دراز بلاد و امصار کے سفر کئے، آپ کے اور رسول اکرم علیہ السلام کے درمیان روایت حدیث کے صرف دس واسطے ہیں۔

کئی بار حج کے لئے حاضر ہوئے، اور حج ۸۷۰ھ کے بعد ایک عرصہ کے لئے مجاورت مکہ معظمہ اختیار فرمائی اور وہاں بھی درس میں مشغول ہوئے پھر ۸۵ھ میں حج کیا اور دو سال مکہ معظمہ میں اور تین ماہ مدینہ طیبہ میں اقامت کی، پھر ۸۹۲ھ میں حج کیا اور دو سال رہے پھر ۹۶ھ میں حج کے لئے حاضر ہوئے اور درمیان ۹۸ھ تک قیام فرما کر مدینہ طیبہ پہنچے وہاں چند ماہ اور رمضان گزار کر مکہ معظمہ واپس ہوئے اور ایک مدت رہ کر پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے پھر وقت وفات تک وہیں رہے (یہ تفصیل میں نے اس لئے دے دی ہے کہ اس زمانہ کے اکابر علماء کا حرمین سے تعلق اور وہاں کے قیام کا طور و طریق معلوم ہو)

آپ سے غیر محصور علماء نے تحصیل علوم کی، آپ کی تصانیف اعلیٰ درجہ کی تحقیقاتی اور نہایت مفید ہیں، پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے اندر مذہبی تعصب نہیں تھا، طبیعت نہایت ہی انصاف پسند تھی، اسی لئے اپنے شیخ اعظم حافظ ابن حجر تک کے تعصب کو بھی برداشت نہ کر سکے اور صراحت سے فرما گئے کہ کہ ہمارے شیخ نے حنفیہ کے ساتھ تعصب و تنگ نظری کا معاملہ کیا ہے جس کا ذکر حافظ ابن حجر کے حالات میں پہلے ہو چکا ہے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث (جو بہترین جامع تحقیقی تصنیف ہے) الضوء اللامع لاہل القرن التاسع (۶ جلد) اس میں آپ نے خود اپنا تذکرہ بھی حسب عادت محدثین کیا ہے، المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الجاریۃ علی الالسنۃ (جو علامہ سیوطی کی الجواہر المنتثرہ سے زیادہ جامع و اتقن ہے) ۱۰ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع، الاعلان بالتوبیخ علی من ذم علم التوریخ (نہایت نفیس اعلیٰ تالیف ہے) التاریخ المحیط (حروف معجم سے مرتب ہے) تلخیص تاریخ الیمن، تحریر المیزان، عمدۃ القاری، والسامع فی ختم الصحیح الجامع وغیرہ۔

علم جرح وتعدیل میں بھی بڑے عالم وفاضل تھے، حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حافظ ذہبی کے بعد ان کے طرز وطریق پر چلنے والے صرف آپ ہی ہوئے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص۱۵ ج ۸)

۲۸۲-الشیخ العالم المحدث راجح بن داؤد بن محمد حنفیؒ م ۹۰۴ھ

صوبہ گجرات کے بڑے عالم ومحدث تھے، اکابر علماء سے تحصیل کی اور حرمین جا کر وہاں کے محدثین سے بھی استفادہ کیا، حافظ سخاوی نے الضوء اللامع میں آپ کا ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ مجھ سے بھی شرح الفیۃ الحدیث پڑھی ہے اور میں نے ان کو اجازت روایت حدیث لکھ کر دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص۱۱۱)

۲۸۳-حافظ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن محمد بن الشیخ ہمام الدین سیوطی شافعیؒ

م ۹۱۱ھ ولادت ۸۴۹ھ

مشہور مسند محقق، محدث علام مدقق، صاحب مولفات فائقہ نافعہ تھے، پانچ سال کچھ ماہ کے تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے، حسب وصیت والد ماجد چند بزرگوں کی سرپرستی میں آئے جن میں سے شیخ کمال بن الہمام حنفی بھی تھے، انہوں نے آپ کا وظیفہ شیخونیہ سے کرادیا اور آپ کی طرف پوری توجہ کی، ۸ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید سے فارغ ہو کر فنون کی کتابیں حفظ کیں، شیخ شمس سیرامی اور شیخ شمس مرزبانی حنفی سے بہت سی درسی وغیر درسی کتابیں پڑھیں، علامہ بلقینی، علامہ شرف المناوری اور محقق الدیار المصریہ سیف الدین محمد بن محمد حنفی نیز علامہ شمنی وعلامہ کافیجی کے حلقہ ہائے درس سے بھی مدتوں استفادہ کیا۔

غرض پوری طرح تحصیل وتکمیل کے بعد درس تالیف میں مشغول ہوئے اور بہترین مفید تالیفات کیں جن شمار پانچ سو سے اوپر کیا گیا ہے، نہایت سریع التالیف تھے اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، خود فرمایا کہ "مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر اس سے زیادہ مجھے ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا، شاید اس وقت اس سے زیادہ دنیا میں موجود نہیں ہیں"۔

چالیس سال کی عمر ہو کر ترک وتجرید اختیار کی، ایک طرف گوشہ نشین ہو کر درس وافتاء بھی چھوڑ کر صرف عبادت وتالیف کا شغل رکھا، تمام دنیوی تعلقات ختم کر دیئے تھے، امراء واغنیاء آپ کی زیارت کے لئے آتے اور ہدایا واموال پیش کرتے، مگر آپ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرتے تھے، سلطان غوری نے ایک خصی غلام اور ایک ہزار اشرفی بھیجی تو اشرفیاں واپس کر دی اور غلام کو آزاد کر کے حجرہ نبویہ (علی صاحبہا الف الف سلام وتحیہ) کا خادم بنادیا، سلطان کے قاصد سے کہا کہ آئندہ کوئی ہدیہ ہمارے پاس نہ آئے خدا نے ہمیں ان ہدایا وتحائف دنیا سے مستغنی کر دیا ہے، بادشاہ نے کئی بار ملاقات کے لئے بلایا، مگر آپ نہ گئے، کئی بار حضور اکرم ﷺ کو آپ نے دوسروں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو یا شیخ السنہ، یا شیخ الحدیث کہہ کر خطاب فرمایا۔

شیخ عبدالقادر شاذلی نے آپ سے یقظہ میں بھی زیارت کا واقعہ اور اسی طرح خطاب فرمانا نقل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اہل جنت سے ہوں؟ ارشاد فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا، کیا بغیر کسی عتاب کے؟ ارشاد فرمایا تمہارے لئے یہ بھی سہی؟ شاذلی نے دریافت کیا کہ کتنی بار آپ کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ بیداری میں ہوئی ہے؟ فرمایا ستر سے زیادہ مرتبہ۔

آپ کے خادم خاص محمد بن علی حباک سے یہ واقعہ بھی نقل ہوا ہے کہ ایک روز قیلولہ کے وقت فرمایا کہ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس راز کو افشانہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ میں پڑھوادوں؟ عرض کیا ضرور! فرمایا آنکھیں بند کرلو! اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲۸ قدم چل کر فرمایا اب

آنکھیں کھول دو تو ہم باب معلاۃ پر تھے، حرم پہنچ کر طواف کیا، زمزم پیا، فرمایا کہ اس سے کچھ تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے طی ارض ہوا بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے بہت سے مجاورین حرم ہمارے متعارف یہاں موجود ہیں، مگر ہمیں نہ پہچان سکے، پھر فرمایا، اگر تم چاہو تو ساتھ چلو یا حاجیوں کے ساتھ آجانا، عرض کیا ساتھ چلوں گا، باب معلاۃ تک گئے، پھر فرمایا آنکھیں بند کرلو اور مجھے صرف سات قدم دوڑایا، آنکھیں کھولیں تو مصر میں تھے، آپ کے مناقب، کرامات اور صحیح پیش گوئیاں بکثرت ہیں، مگر سب سے بڑی کرامت آپ کی تالیفات ہیں جو اکثر مشہور و معروف ہیں، بستان المحدثین میں آپ کی مسلسلات صغریٰ کا الرسالۃ المستطرفہ میں جیاد المسلسلات اور مسلسلات کبریٰ کا ذکر ہے جس میں ۸۵ حدیث ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ وجعلنا معہ ومن معہ فی جنات النعیم (شذرات الذہب ص ۵۱ ج ۸)

۲۸۴- السید الشریف نور الدین ابو الحسن علی بن عبداللہ بن احمد سمہودی شافعیؒ م ۹۱۱ھ

بڑے محدث، عالم و مورخ تھے، آپ کی "الوفا بما یجب لحضرۃ المصطفی اور وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی" وغیرہ نہایت قابل قدر علمی، تاریخی تالیفات ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (الرسالہ ص ۱۶۴)

۲۸۵- شیخ عبدالبر بن محمد بن محب الدین محمد بن محمد بن محمود ابو البرکات مصری حنفیؒ م ۹۲۱ھ

خاندانی لقب ابن شحنہ، اصل وطن حلب تھا، پھر قاہرہ مصر کی سکونت اختیار کی، اکابر محدثین سے حدیث حاصل کی، علامہ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی کی بھی شاگردی کی اور محدث کامل، فقیہ فاضل، جامع معقول و منقول ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے شرح منظومۂ ابن وہبان اور الزخائر الاشرفیہ فی الالغاز الحنفیہ زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (حدائق حنفیہ)

۲۸۶- شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی مصری شافعیؒ م ۹۲۳ھ

محدث کبیر اور واعظ بے نظیر تھے، آپ کی تصنیف میں سے ارشاد الساری الی شرح البخاری کی بڑی شہرت ہوئی جو حقیقت میں عمدۃ القاری اور فتح الباری کا خلاصہ ہے اور وہ قسطلانی کے نام سے بھی معروف ہے، حافظ سخاوی اور شیخ الاسلام زکریا انصاری وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں، دوسری تصانیف یہ ہیں: الاساعد فی مختصر الارشاد (شرح مذکور کا خلاصہ) شرح الشاطبیہ، المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ (جس کی مشہور شرح علامہ زرقانی نے ۸ مجلّہ کبیر میں کی ہے، لطائف الاشارات فی عشرات القراءات، الروض الزاہر وغیرہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (بستان المحدثین)

۲۸۷- شیخ صفی الدین خزرجیؒ متوفی بعد ۹۲۳ھ

مشہور محدثین میں سے ہیں، آپ نے حافظ ذہبی کی تذہیب تہذیب الکمال کا خلاصہ کیا، جو درحقیقت نہ صرف اس کے بلکہ تہذیب الکمال مزی شافعی اور الکمال فی اسماء الرجال مقدسی حنبلی کے بھی مطالب کا بہترین خلاصہ ہے، اس لئے آپ کا خلاصہ نہایت مقبول و مرجع علماء ہوا ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۸۸- محدث میر جمال الدین عطاء اللہ حسینی حنفیؒ م ۹۳۰ھ

جامع علوم نقلیہ و عقلیہ، خصوصاً علم حدیث و سیر میں بے مثال تھے، صاحب روضۃ الصفاء نے آپ کے مناقب لکھے ہیں، ایک زمانہ تک مدرسہ سلطانیہ میں درس علوم دیا اور ہفتہ میں ایک بار جامع مسجد دار السلطنت ہرات میں وعظ فرماتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی وآل و الاصحاب نہایت عمدہ معتبر اور مشہور لاثانی کتاب ہے جس کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث

دہلوی نے ''عجالہ نافعہ'' میں تحریر فرمایا کہ اگر کوئی صحیح نسخہ روضۃ الاحباب میر جمال الدین محدث حسینی کا دستیاب ہو جائے تو تمام تصانیف سے بہتر ہے جو سیر میں تصنیف ہوئی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (حدائق حنفیہ)

۲۸۹-شیخ یعقوب بن سید علی حنفیؒ م ۹۳۱ھ

اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور فائق اقران تھے، مدت تک بروسا، اورنہ اور قسطنطنیہ میں درس علوم دیا، کتاب شرعۃ الاسلام کی نہایت محققانہ عمدہ شرح ''مفاتیح الجنان''، لکھی جس میں فوائد نادرہ لطائف عجیبہ اور مسائل فقہیہ مع دلائل حدیثیہ جمع کئے، گلستان کی شرح بھی عربی میں لکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (حدائق)

۲۹۰-شیخ پاشا جلبی بکاتی حنفیؒ م ۹۳۹ھ

مولی مؤیدزادہ کے موالی میں سے تھے، علم کی طرف توجہ کی اور یہاں تک ترقی کی کہ دارالحدیث مدینہ منورہ میں درس دیا، بڑے فاضل اور حلیم وکریم تھے، ترکی میں اشعار لکھتے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص ۲۳۲ ج ۸)

۲۹۱-المولی الشہیر بامیر حسن احمد حنفیؒ م ۹۳۹ھ

فاضل محدث تھے، آپ بھی موالی روم میں سے تھے، علم کی طرف متوجہ ہوئے، خاص امتیاز حاصل کیا، تدریسی لائن میں ترقی کر کے دارالحدیث اورنہ میں مدرس ہوئے اور ہمیشہ علم سے شغل رکھا، متعدد تصانیف بھی کیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص ۲۳۲ ج ۸)

۲۹۲-مولی محمد شاہ بن المولی الحاج حسن الرومی حنفیؒ م ۹۳۹ھ

فاضل محدث، نظم ونثر عربی کے ماہر تھے، قسطنطنیہ کے متعدد بڑے مدارس میں درس علوم دیا، ثلاثیات بخاری وقدوری کی شرح لکھیں، تمام اوقات علم میں مشغول رہ کر گزارے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات ص ۲۳۴ ج ۸)

۲۹۳-شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (ابن کمال پاشا) حنفیؒ م ۹۴۰ھ

محدث کبیر، علامہ زماں، محقق شہیر صاحب تفسیر وتصانیف کثیرہ، موالی روم سے تھے، آپکے دادا امراء دولت عثمانیہ میں سے تھے، لیکن آپ نے علمی مشاغل سے دلچسپی لی جس کی وجہ خود بیان کی کہ ''ایک دفعہ سلطان بایزید خان کے دربار میں تھے، وزیر دربار ابراہیم پاشا موجود تھے اور ایک امیر کبیر احمد بک دربار میں آئے ہوئے تھے، جن سے بڑا اس وقت کوئی امیر باحیثیت نہ تھا، اسی اثناء میں ایک عالم معمولی وضع لباس میں آئے اور امیر مذکور سے بھی اوپر کی مسند پر بیٹھے، مجھے حیرت ہوئی کہ ایسے معمولی آدمی کو اتنی عزت کیسے ملی، اپنے ایک رفیق سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا کہ ایک عالم مدرس ہیں مولی لطفی، میں نے کہ کہ ان کا روزینہ کیا ہے، کہا ۳۰ درم (جس طرح آج کل ماہوار تنخواہ ہوتی ہے، اس زمانہ میں روزانہ وظیفہ یا روزینہ ملتا تھا) میں نے کہا کہ اس قدر معمولی مرتبہ کا آدمی ایسے بڑے امر کبیر نواب ورئیس سے اونچے مقام میں کیسے پہنچا؟ کہا کہ علماء دین کی عزت اسی طرح ہے اور اگر یہ خود کہیں دوسری کم درجہ کی مسند پر بیٹھ جاتے تو یہ نواب صاحب اور وزیر دربار بھی اس بات کو ناپسند کرتے، ابن کمال پاشا کا ہی بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد میں نے سوچا کہ ان نواب صاحب کے عالی مرتبہ پر تو میں کسی طرح بھی نہیں پہنچ سکتا، اس لئے علم ہی کی طرف توجہ کرنی چاہئے، میں ان ہی مولی لطفی کی خدمت میں گیا اور تحصیل علم میں لگ گیا''۔

تکمیل کے بعد متعدد مدارس میں درس علوم دیا، حتیٰ کے سب سے بڑے جامعہ سلطان بایزید خان اورنہ میں بھی مدرس ہوئے، پھر

وہاں کے قاضی ہوگئے، پھرادرنہ کے دارالحدیث کے شیخ بنے اور بطور پنشن ایک سو درم عثمانی روزانہ ملنے لگے، پھر قسطنطنیہ کے آخر وقت تک مفتی رہے، شقائق میں ہے کہ بڑے جید عالم تھے، سارے اوقات علمی مشغلہ میں صرف کرتے، دن رات مطالعہ کرتے اور حاصل مطالعہ کو قلمبند کرتے تھے، ان کا قلم کسی بھی وقت لکھنے سے نہیں تھکتا تھا، بہترین تصانیف مباحث مہمہ اور علوم غامضہ پر چھوڑ گئے ہیں، تین سو کے قریب کتابیں لکھیں، ایک تفسیر نہایت اعلیٰ لکھی جس سے صاحب تفسیر مشہور ہوئے، صحیح بخاری پر تعلیقات لکھیں، تفسیر کشاف و بیضاوی پر حواشی تحریر فرمائے، سورۂ ملک کی تفسیر فارسی میں بھی لکھی، خواجہ زادہ کی تہافت الفلاسفہ پر بھی حواشی لکھے، اسی طرح معانی، بیان، فرائض، علم کلام، تاریخ وغیرہ میں بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں، بلکہ طبقات تمیمی میں ہے کہ ہرفن میں ضرور کچھ لکھا ہے، تمام علماء واکابر نے آپ کے علم وفضل وتفوق تسلیم کیا ہے اور علامہ کفوی نے آپ کو اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے، آپ فصاحت و بلاغت میں بھی بے نظیر تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص ۲۳۸ ج ۸ و حدائق حنفیہ)

۲۹۴- شیخ اسماعیل شروانی حنفیؒ م ۹۴۲ھ

امام عصر، علامہ محقق مدقق، صالح زاہد، عارف باللہ تھے، علوم کی تحصیل وتکمیل اکابر علماء عصر شیخ جلال الدین دوانی وغیرہ سے کی شقائق میں ہے کہ بڑے باوقار، بارعب، عزلت نشین بزرگ تھے، علوم ظاہرہ میں بھی آپ کو فضل عظیم حاصل تھا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا اور مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی تھی وہیں آپ تفسیر بیضاوی اور بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص ۲۴۷ ج ۸)

۲۹۵- شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الشامی دمشقی صالحی شافعیؒ م ۹۴۲ھ

بڑے محدث جلیل تھے، آپ کی اسیرۃ نبویہ بہت مشہور ہے، جس کو ہزار کتابوں کی مدد سے لکھا ہے، ہمیشہ تجرد میں بسر کی، مہمانوں کے لئے خود کھانا پکاتے تھے، علامہ شعرانی نے ذیل طبقات میں آپ کا مفصل تذکرہ لکھا، آپ کی دوسری تصانیف قیمہ یہ ہیں: (۲) عقود الجمان فی مناقب النعمان یہ امام اعظم کے مناقب میں نہایت جامع ومفصل کتاب ہے، علامہ شبلی کی سیرۃ النعمان کا عام ماخذ بھی یہی ہے، اس میں آپ نے حدیث لو کان العلم بالثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس کا مصداق خاص امام ابوحنیفہ کو قرار دیا ہے جس طرح علامہ سیوطی نے بھی کیا ہے (۳) رد ابن ابی شیبہ میں مستقل تالیف شروع کی تھی جو سیرۃ شامیہ مذکورہ کے غیر معمولی انہماک کی وجہ سے نامکمل رہ گئی، اس میں آپ نے محدث ابن ابی شیبہ کے ان اعتراضات کے جواب لکھے تھے جو انہوں نے امام صاحب پر وارد کئے تھے (۴) الفوائد المجموعہ فی بیان لا احادیث الموضوعہ (۵) الجامع الوجیز للغات القرآن العزیز (۶) مرشد السالک الی الفیۃ ابن مالک (۷) کشف اللبس فی رد الشمس (۸) عین الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (الرسالۃ المستطرفہ و شذرات الذہب ص ۲۵۰ ج ۸)

۲۹۶- شیخ محی الدین محمد بن بہاؤ الدین بن لطف اللہ الصوفی حنفی م ۹۵۲ھ

امام، علامہ، محقق، محدث صوفی تھے، مولی مصلح الدین قسطلانی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، بڑے عالم علوم شرعیہ، ماہر علوم عقلیہ، عارف تفسیر وحدیث، زاہد، ورع اور جامع شریعت وحقیقت تھے، تصانیف یہ ہیں: شرح اسماء حسنیٰ تفسیر قرآن مجید، شرح فقہ اکبر (جس میں آپ نے مسائل کلام وتصوف کو جمع کیا) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص ۲۹۳ ج ۸)

۲۹۷- شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد انطاکی حلبی حنفیؒ م ۹۵۳ھ

امام، علامہ، محدث، حلب جامع الفردی میں درس حدیث ودیگر علوم عربی ترکی زبان میں دیتے تھے، منسک لطیف تالیف کی، شیخ شہاب

الدین قسطلانی وغیرہ کے تلامذہ حدیث میں ہیں، زہد وصلاح میں بے نظیر تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (شذرات الذہب)

۲۹۸-مسند الشام حافظ شمس الدین محمد بن علی معروف بہ ابن طولون دمشقی صالحی حنفیؒ م ۹۵۳ھ

بڑے محدث، فقیہ، نحوی ومورخ تھے، شذرات میں امام، علامہ، مسند مورخ لکھا، مدرسہ شیخ الاسلام ابی عمر میں درس علوم دیتے رہے، خاص طور سے حدیث ونحو کی تحصیل کے لئے دوردور سے طلبہ آپ کے پاس آتے تھے، آپ کے تمام اوقات درس وافادہ اور تالیف کتب میں مشغول تھے، بڑے بڑوں نے آپ سے استفادہ کیا، جیسے الشہاب الطیبی شیخ الوعاظ والمحدثین علاء بن عماد الدین، نجم بہنسی خطیب دمشق، شیخ اسماعیل نابلسی مفتی الشافعیہ، زین بن سلطان مفتی الحنفیہ، شہاب عیثاوی مفتی شافعیہ، شہاب بن ابی الوفاء مفتی حنابلہ، قاضی اکمل بن مفلح وغیرہم۔

تقریباً پانچ سو کتب ورسائل تالیف کئے چند مشہور یہ ہیں: اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین (طبع ہو چکی ہے) الغمر ست الاوسط اللالی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ وغیرہ، افسوس ہے کہ ایسے اکابر محدثین احناف کا ذکر بھی بستان المحدثین یا فوائد بہیہ اور حدائق حنفیہ وغیرہ میں نہیں ہے، آپ کے اشعار میں بھی تصوف کی چاشنی موجود ہے مثلاً

ارحم محبک یا رشا، ترحم من اللہ العلی　　فحدیث دمعی من جفاک مسلسل بالاول　اور

میلوا عن الدنیا ولذاتھا　　فانھا لیست بمحمودہ

واتبعو الحق کما ینبغی　　فانھا الانفاس معدود

فاطیب الماء کول من نحلۃ　　والفخر الملبوس من دودہ

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ، شذرات الذہب ص ۲۹۸ ج ۸)

۲۹۹-شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفیؒ م ۹۵۶ھ

امام، علامہ، محدث، مفسر تھے، فقہ واصول اور علم قرأت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، اپنے زمانے کے اکابر علماء محدثین سے تحصیل کی، شرح منیۃ المصلی وملتقی الابحر تالیف کی، ساری عمر درس علم، تصنیف وعبادت میں مشغول رہے، مشکلات فتاویٰ میں مرجع العلماء تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۰۸ ج ۸)

۳۰۰-شیخ یحییٰ بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم خجندی مدنی حنفیؒ م ۹۶۳ھ

بڑے عالم فاضل، محدث عالی الاسناد تھے، مدینہ طیبہ میں قاضی الحنفیہ رہے، قاہرہ گئے تو وہاں کے تمام اہل علم نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی، ابن حنبلی نے کہا کہ میں نے حج سے لوٹ کر آپ کی زیارت مدینہ طیبہ میں کی اور آپ سے برکت حاصل کی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۴۰ ج ۸)

۳۰۱-شہاب الدین ابوالعباس احمد بن علے المز جاجی حنفیؒ م ۹۶۴ھ

امام عصر، علامہ محدث وفقیہ جید تھے، ایک جماعت محدثین کبار سے تحصیل حدیث کی اور آپ سے بھی اکابر علماء ومحدثین مثل علامۂ مجتہد حافظ ابوالحسن شمس الدین علی، شریف خاتم بن احمد ابدل وغیرہ اور غیر محصور لوگوں نے استفادہ کیا، تمام علمائے وقت آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے تھے، علوم باطنی سے بھی مزین تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۴۱ ج ۸)

۳۰۲- شیخ عبدالاول بن علاء الحسینی جونپوری حنفیؒ م ۹۶۸ھ

مشہور محدث، فقیہ، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، علم باطن میں حضرت سید محمد گیسودراز کے سلسلہ میں تھے، اکثر علوم میں تصانیف کیں، حدیث میں فیض الباری شرح صحیح البخاری نہایت تحقیق وتدقیق سے لکھی، رسالہ فرائض سراجی کو نظم کرکے اس کی شرح بھی کی، فارسی زبان میں ایک نہایت اہم رسالہ نفس ومتعلقات نفس کی تحقیق میں لکھا، سیر میں ایک کتاب فیروز آبادی کی سفر السعادت سے منتخب کرکے تحریر کی، بہت سی کتب پر حواشی وشروح لکھیں، مثلاً فتوحات مکیہ، مطول وغیرہ پر رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر، حدائق حنفیہ)

۳۰۳- شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد المعروف بابن نجیم حنفیؒ م ۹۷۰ھ

امام علامہ، بحر فہامہ، وحید دہر، فرید عصر، عمدۃ العلماء، قدوۃ الفضلا، ختام المحققین والمدققین تھے، آپ نے حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفی وغیرہ سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی، بہت سی کتب ورسائل لکھے، مشہور یہ ہیں: الاشباہ والنظائر، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، شرح المنار، لب الاصول مختصر تحریر الاصول لابن ہمام، الفوائد الزینیہ فی فقہ الحنفیہ، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ جامع الفصولین وغیرہ، آپ کی سب کتابیں بہترین نوادر علمی تحقیقات وتدقیقات کی حامل ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۵۸ ج ۸)

۳۰۴- شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی شافعیؒ م ۹۷۳ھ

شیخ عبدالرؤف منادی نے طبقات میں آپ کے بارے میں لکھا کہ وہ ہمارے شیخ، امام، عامل، عابد، زاہد، فقیہ، محدث، اصولی، صوفی، محمد بن حنفیہ کی ذریت سے تھے، ابتداء عمر ہی میں حفظ قرآن مجید کے بعد بہت سی کتب فنون مختلفہ حفظ کرلی تھیں اور مصر میں رہ کر تکمیل کی، حدیث کی بہت سی کتابیں مشائخ وقت سے پڑھیں، فن حدیث سے بہت ہی شغف تھا، لیکن باوجود اس کے آپ کے اندر محدثین کا جمود نہیں تھا، بلکہ فقیہ النظر تھے، اقوال سلف اور مذاہب خلف پر پوری نظر تھی، فلاسفہ کی تنقیص وتحقیر کو روا رکھتے تھے اور ان کی مذمت کرنے والوں سے نفرت کرتے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ عقلاء ہیں، تصوف کی طرف متوجہ ہوئے، تو اس سے بھی حظ وافر حاصل کیا، بڑی ریاضتیں کیں، برسوں تک شب وروز جاگے ہیں، کئی کئی روز تک فاقہ کرتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے، عشاء کے بعد سے مجلس ذکر شروع کرکے فجر تک مسلسل رکھتے تھے، سیدی علی الخواص، مرصفی، شناوی وغیرہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، آپ کی تصانیف جلیلہ میں سے چند یہ ہیں۔

میزان، مختصر الفتوحات وسنن بیہقی، مختصر تذکرۃ القرطبی، البحر المورود فی المیثاق والعہود، البدر المنیر فی غریب احادیث البشیر النذیر (تقریباً ۳۳ سو احادیث حروف معجم کی ترتیب پر جمع کیں) کشف الغمہ عن جمیع الامہ، مشارق الانوار القدسیہ فی العہود المحمدیہ، الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر، لواقح الانوار، الکبریت الاحمر فی علوم الکشف الاکبر وغیرہ۔

آپ نے علم تصوف وحقائق میں سیدی علی الخواص اپنے شیخ ومرشد سے پورا استفادہ کیا ہے جو امی تھے، مگر علم حقائق وغیرہ کے متبحر عارف تھے ان کے حالات، کشوف وکرامات عجیب وغریب تھے، لوگوں پر کوئی بلا آتی تھی تو اس کے زائل ہونے تک نہ بات کرتے تھے، نہ کھاتے پیتے نہ سوتے تھے، آپ کا قول تھا کہ جو فقیر زمین کے حصوں کی سعادت وشقاوت کو نہیں جانتا وہ بہائم کے درجہ میں ہے، نیز فرمایا کرتے تھے کہ کسی فقیر پر بھی نکیر کرنے والے کی بات پر دھیان نہ دینا ورنہ تم خدا کی نظر کرم سے محروم ہوجاؤ گے اور اس کی ناخوشی کے مستحق ہوجاؤ گے، علامہ شعرانی اور سیدی علی الخواصؒ دونوں نے امام اعظمؒ کی بڑی مدح کی ہے جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۷۲ و ۳۷۳ ج ۸)

۳۰۵-شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی شافعیؒ م ۹۷۳ھ

امام، علامہ بحرزاخر، ولادت ۹۰۹ھ میں ہوئی، اکابر علماء مصر سے تحصیل علوم کی، ۲۰ سال سے کم عمر میں تمام علوم وفنون کے جامع وتبحر ہوئے ۹۳۳ میں مکہ معظمہ حاضر ہوئے، حج کے بعد مقیم رہے، پھر لوٹ کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ آخر ۹۳۷ھ میں مکہ معظمہ آگئے اور حج کر کے وہیں کی سکونت اختیار فرمالی، درس افتاء اور تالیف میں مشغول ہوئے۔

آپ سے غیر محصور علماء نے استفادۂ علوم کیا اور سب آپ کے انتساب تلمذ پر فخر کرتے تھے، ہمارے شیخ المشائخ برہان ابن الاحدب نے بھی آپ کی شاگردی کی ہے، خلاصہ یہ کہ آپ شیخ الاسلام، خاتمۃ العلماء الاعلام، بحر بیکراں، امام الحرمین، واحد العصر، ثانی القطر، ثالث الشمس والبدر تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

شرح المشکوٰۃ، شرح المنہاج، الصواعق المحرقہ، کف الرعاع محرمات اللہو والسماع، الزواجر عن اقتراف الکبائر، نصیحۃ الملوک المنہج القویم فی مسائل التعلیم، الاحکام فی قواطع الاسلام، شرح مختصر الروض، الخیرات الحسان فی مناقب النعمان وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۷۰ ج ۸)

۳۰۶-شیخ مکہ علی بن حسام الدین بن عبدالمالک بن قاضی خان متقی برہانپوری حنفیؒ م ۹۷۵ھ

شیخ وقت، امام علی مقام، محدث کبیر تھے، بسند وحرمین کے اکابر سے تحصیل حدیث ودیگر علوم کی، پھر علم باطنی سے بھی حظ عظیم حاصل کیا، حتیٰ کے شیخ ابن حجر مکی مفتی حرم محترم نے (جو علوم ظاہری میں آپ کے استاد بھی تھے) آپ کی خدمت میں رسم ارادت بجالا کر آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

علامہ شعرانی نے طبقات کبریٰ میں لکھا کہ میں نے مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام ۹۴۷ھ میں آپ سے ملاقاتیں کی ہیں، بڑے عالم، متورع، زاہد تھے اور اس قدر نحیف البدن کے فاقوں کی کثرت سے صرف چند چھٹانک گوشت آپ کے بدن پر باقی رہ گیا تھا، اکثر خاموش رہتے، حرم میں صرف نماز کے لئے آتے اور فوراً واپس ہوجاتے میں ان کی جائے قیام پر گیا تو وہاں صوفیہ وفقراء صادقین کا ایک گروہ ان کے پاس جمع دیکھا، ہر فقیر الگ خلوت خانہ میں متوجہ الی اللہ تھا، کوئی مراقب، کوئی ذاکر اور کوئی علمی مطالعہ میں مشغول، میں نے مکہ معظمہ میں اس جیسی عجیب چیز اور کوئی نہ دیکھی۔

مکہ معظمہ ہی کی سکونت ومجاورت مستقل طور سے اختیار فرمالی تھی، جب تک ہندوستان رہے، یہاں بہت معظم ومحترم رہے، حتیٰ کے سلطان محمود فرط عقیدت سے وضو کے وقت آپ کے ہاتھوں اور پاؤں پر پانی ڈالتا تھا، پھر مکہ معظمہ کے قیام میں وہاں کے عوام وخاص، امراء وسلاطین بھی ایسی ہی عزت کرتے تھے۔

آپ نے کم وبیش ایک سو کتابیں تصنیف کیں جن میں سب سے بڑی شہرت "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" کو حاصل ہوئی، علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر، اس کے ذیل زیادۃ الجامع اور جامع کبیر (جمع الجوامع) تینوں جوامع میں اپنے نزدیک تمام احادیث قولی وفعلی کو جمع کیا تھا، جو ترتیب حروف ومسانید پر تھیں، شیخ علی متقی نے ان سب کو ابواب فقیہ پر جمع کیا اور اس طرح علامہ سیوطی کی محنت کو زیادہ سے زیادہ کار آمد اور مفید اہل علم بنادیا، اسی لئے شیخ ابوالحسن بکری نے لکھا کہ علامہ سیوطی نے ساری دنیا پر احسان کیا تھا اور سیوطی پر علی متقی کا احسان ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ شیخ علی متقی کا احسان سیوطی سے بھی زیادہ ساری دنیائے علم پر ہے، کنز العمال بڑی تقطیع پر عرصہ ہوا، حیدرآباد سے چھپی تھی اور اب تقطیع صغیر پر زیر طبع ہے۔

آپ نے سید محمد بن یوسف جونپوری کے دعویٰ مہدویت کے ابطال میں بھی کتاب لکھی، شیخ محدث دہلوی نے زاد المتقین میں آپ کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے "شیخ مکہ" آپ کی تاریخ ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق حنفیہ)

۳۰۷-شیخ محمد سعید بن مولانا خواجہ خراسانی حنفیؒ م ۹۸۱ھ

محدث کبیر، میر کلاں کے نام سے مشہور تھے، علوم کی تحصیل وتکمیل کبار علماء ومحدثین سے کی، مکہ معظمہ میں ایک مدت تک قیام کیا اور ملا

علی قاری حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے بھی استفادہ کیا، عالم کبیر اور محدث محقق تھے، تمام عمر درس وافادۂ حدیث ودیگر علوم میں بسر کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۳۱ ج ۴)

۳۰۸- شیخ محی الدین محمد آفندی بن پیر علی برکلی رومی حنفیؒ م ۹۸۱ھ

عالم، فاضل محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول تھے، کبار علماء زمانہ سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی اور آپ سے بھی کثیر تعداد علماء وفضلاء نے استفادہ کیا، آپ کی تصانیف میں سے ''الطریقۃ المحمدیہ'' نہایت مشہور ومقبول ہے اس کے علاوہ مختصر کافیہ، شرح بیضاوی، حواشی شرح وقایہ اور کتاب الفرائض آپ کی علمی بلند پایہ یادگار ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۰۹- خطیب المفسرین شیخ محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی اسکلیبی معروف بہ ابی السعود حنفیؒ

ولادت ۸۹۶ھ متوفی ۹۸۲ھ ملک روم کے قصبہ اسکلیب کے رہنے والے بہت بڑے امام، علامہ، مفسر، فقیہ ومحدث تھے، آپ کی تحقیقات عالیہ اور جوابات شافیہ تمام علوم میں نہایت مشہور ومعروف ہوئے، آپ نے رشحال قلم نے علوم وحقائق کے دریا بہائے آپ کے فضائل ومناقب شرق وغرب میں شائع وذائع ہوئے اور آپ کے درس علوم کی چاردانگ عالم میں شہرت ہوئی، درس وافتاء وقضاء کی غیر معمولی مصروفیت کے باعث آپ تصنیف کی طرف بہت کم توجہ کر سکے، تاہم آپ نے ایک تفسیر ''ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب القدیم'' لکھی جو ہزار تصانیف پر بھاری ہے اس میں بہترین گراں قدر لطائف، نکات، فوائد واشارات جمع کئے ہیں، فصاحت وبلاغت اور اونچے معیار کی عربیت کے اعتبار سے تفسیر کشاف وبیضاوی سے فائق ہے، مفسرین احناف میں سے علامہ آلوسی بغدادی حنفی کی مشہور تفسیر روح المعانی کے بعد آپ کی تفسیر بیان ووضاحت مقاصد نظم وعبارت کلام مجید وشرح لطائف ومزایا معانی فرقان حمید میں لاثانی ہے، جس طرح امام رازی جصاص حنفی کی تفسیر احکام القرآن دلائل واحکام کی پختگی واستحکام وکثرت فوائد حدیثیہ میں بے نظیر ہے۔

ان کے مقابلہ کی کثرت فوائد حدیثیہ کے لحاظ سے مفسرین شافعیہ میں سے علامہ ابن کثیر شافعی کی تفسیر اور دلائل عقلیہ وشرعیہ سے حل مشکلات قرآن کے اعتبار سے امام فخر الدین رازی شافعی کی تفسیر کبیر ہے، علامہ ابن کثیر آیات احکام کے تحت بکثرت تو لاتے ہیں، مگر علامہ رازی جصاص کی طرح حدیثی وفقہی ابحاث سے تعرض نہیں کرتے جن کی شدید ضرورت تھی۔

ایک حنفی عالم کے لئے ان پانچوں تفاسیر کا مطالعہ نہایت ضروری ہے تا کہ مطالب ومعانی تنزیل پر حاوی ہو سکے، اسی کے ساتھ دور حاضر کی تفاسیر میں سے تفسیر الجواہر طنطاوی اور تفسیر المنار علامہ رشید رضا مرحوم کا مطالعہ بھی ضروری ہے، مگر اکثر جگہ نقد حدیث میں علامہ طنطاوی کا قلم بہک گیا ہے، جس طرح علامہ رشید رضا مرحوم اپنے خصوصی نظریات کے تحت تفسیری مباحث میں جمہور سلف کے نقاط اعتدال سے ہٹ گئے ہیں، غرض اس بات کو ہرگز نظر انداز نہ کیجئے کہ جہاں بڑے بڑوں کے علوم سے ہزار علمی فوائد آپ کو حاصل ہوں گے وہاں ان کے تفردات یا خصوصی نظریات سے بھی آگاہ رہیئے تا کہ آپ سلف کے جادۂ اعتدال اور کتاب وسنت کی راہ مستقیم سے دور نہ ہوں۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اردو کا دامن بہترین معتمد علمی فوائد وحواشی تفسیریہ سے مالامال ہو چکا ہے، خصوصاً حضرت شیخ المشائخ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے تفسیری فوائد تمام معتمد تفاسیر کا بہترین انتخاب ہیں گویا بحور تفاسیر کو ایک کوزہ میں کفہ دست کر دیا ہے، حضرت علامہ عثمانیؒ نے ان فوائد کے تحریر کے وقت مشکلات میں حضرت امام العصر علامہ کشمیریؒ سے بھی پورا استفادہ کیا ہے، حضرت علامہ مرحوم ایک مفصل تفسیر بھی لکھنا چاہتے تھے مگر افسوس ہے کہ دوسری علمی وسیاسی مصروفیات کی وجہ سے نہ لکھ سکے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اس استطرادی فائدہ کے بعد پھر علامہ ابوالسعود کی خدمت میں آ جایئے! آپ سلطنت عثمانیہ کے قاضی القضاۃ بھی رہے ۹۴۴ھ میں

روم ایلی میں عساکر منصور کی قضا بھی آپ کو تفویض ہوئی اور سلطان وقت کو امر و نہی کے خطاب کرنے کا بھی حق آپ کو حاصل ہوا، پھر ۹۵۱ھ سے قسطنطنیہ میں افتاء کا منصب حاصل ہوا، جس پر تیس سال تک قائم رہے، علامہ ابن حماد حنبلی نے شذرات الذہب میں آپ کے علم وفضل کی بہت زیادہ مدح کی ہے۔

آپ بلند پایہ شاعر بھی تھے، کسی شیعی شاعر نے اہل سنت پر طعن کیا تھا

نحن اناس قد غداد أبنا، حب علي بن ابی طالب یعیبنا الناس علی حبه، فلعنة الله علی القائب

تو اس کے جواب میں آپ نے یہ دو شعر کہے۔

ماعیبكم هذا ولكنه، بغض الذى لقب بالصاحب وقولكم فيه وفى بنته، فلعنة الله على الكاذب

شیعی نے کہا تھا کہ ہم کو اہل سنت حب علیؓ کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں، لہذا عیب لگانے والوں پر لعنت۔

آپ نے فرمایا کہ تمہیں حب علیؓ کا عیب کس نے لگایا، حب علیؓ میں تو ہم بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں، البتہ تمہارا عیب تو صاحب رسول ﷺ سے بغض ہے اور ان کے نیز ان کی صاحبزادی کے بارے میں جھوٹی باتوں کا افتراء ہے، لہذا جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب، حدائق حنفیہ)

۳۱۰- مولانا کلاں اولاد خواجہ کوہی حنفیؒ م ۹۸۳ھ

محدث اجل، فقیہ فاضل، بحر زخار علوم وفنون تھے، حدیث اور علم درسیہ کی تحصیل زبدۃ المحققین میرک شاہ (تلمیذ محدث سید جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب) سے کی، حج کو گئے حرمین شریفین کے مشائخ سے بھی استفادۂ علوم ظاہری و باطنی کیا، ہندوستان واپس ہو کر سلطان جہانگیر کے استاد ہوئے اور بکثرت علماء نے آپ سے حدیث پڑھی، محدث شہیر ملا علی قاری حنفی نے بھی آپ سے مشکوٰۃ شریف پڑھی ہے، کما صرح بہ فی المرقاۃ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۱۱- شیخ عبداللہ بن سعد اللہ المتقی سندی مہاجر مدنی حنفیؒ م ۹۸۴ھ

اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم حدیث وتفسیر تھے، سندھ، گجرات اور حرمین شریفین کے علماء کبار سے استفادہ کیا، پھر ان سب مقامات میں درس علوم وافادہ کیا، جمع المناسک، نفع الناسک اور حاشیہ عوارف المعارف آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۰۵)

۳۱۲- ملک المحدثین الشیخ الجلیل محمد بن طاہر بن علی گجراتی پٹنی حنفیؒ متوفی ۹۸۶ھ، ۹۸۷ھ، ولادت ۹۱۳ھ

بڑے محدث، لغوی اور جامع العلوم، بحر الفنون تھے، علامہ حضرمی نے النور السافر میں لکھا کہ صلاح وتقویٰ کے پیکر، علوم وفنون کے ماہر وحاذق علماء گجرات میں سب سے بڑے عالم حدیث تھے، ورثہ میں بڑی دولت ملی تھی جو سب طلبہ وعلماء پر صرف کی، اغنیاء کو طلب علم کی رغبت دلاتے اور فقراء کی مع ان کے اہل وعیال کے مالی سرپرستی کرتے تھے تاکہ بے فکری سے طلب علم کر سکیں، اپنے زمانہ کے فتنۂ مہدویت کے خلاف اپنے شیخ علی متقی کی طرح بڑے عزم وحوصلہ سے کام کیا، عہد کیا تھا کہ جب تک اس بدعت کا استیصال صوبہ گجرات وغیرہ سے نہ ہوگا، سر پر عمامہ نہیں رکھیں گے۔

۹۸۰ھ میں شہنشاہ اکبر تیموری نے گجرات کو فتح کیا تو آپ سے قصبہ پٹن جا کر ملاقات کی اور اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر پگڑی باندھ کر کہا کہ آپ کے ترک دستار کا سبب میں نے سن لیا ہے اور آپ کے ارادہ کے موافق نصرت دین مجھ پر فرض ہے، گجرات کی حکومت خان اعظم مرزا عزیز الدین کو سپرد کی جس کی اعانت سے شیخ موصوف نے مہدیت اور اکثر رسوم بدعت کو ختم کیا مگر کچھ عرصہ کے بعد جب

صوبہ گجرات خان خانان عبدالرحیم شیعی کے تحت آ گیا تو پھر اس کی حمایت سے فرقہ مہدویہ نے زور پکڑا۔

شیخ نے اس صورتحال سے متاثر ہو کر پھر دستار اتار دی اور ۹۸۶ھ میں آگرہ کا عزم کیا کہ سلطان اکبر سے مل کر سب حال کہیں، شیخ وجیہ الدین علوی وغیرہ نے آپ کو سفر سے روکا کہ سفر دور دراز پر خطر ہے، مگر آپ نہ مانے، آپ کے پیچھے فرقۂ مہدویہ کے لوگ بھی چھپ کر نکلے اور اجین کے قریب پہنچ کر آپ پر یورش کر کے شہید کر دیا، وہاں سے آپ کی نعش کو پٹن لا کر دفن کیا گیا، اخبار الاخبار میں بھی آپ کے حالات بہ تفصیل لکھے ہیں، آپ کی تصانیف جلیلہ نافعہ میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں:

مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار (۲ مجلد کبیر) اس میں آپ نے غریب الحدیث اور اس کے متعلق تالیف شدہ مواد کو جمع کر دیا ہے جس سے وہ گویا صحاح ستہ کی اس اعتبار سے بہترین شرح ہو گئی ہے، تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات فی ذکر الضعفاء والوضاعین المغنی فی اسماء الرجال وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۹۹ ج ۴، تقدمہ نصب الرایہ وحدائق)

۳۱۳- الشیخ المحدث عبد المعطی بن الحسن بن عبد اللہ باکثیر مکی ہندیؒ م ۹۸۹ھ

۹۰۵ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں علوم کی تحصیل کی، بڑے محدث ہوئے، پھر ہندوستان میں آ کر احمد آباد میں سکونت کی، شیخ عبد القادر حضرمی ہندی (م ۱۰۳۸ھ) نے بھی آپ سے حدیث پڑھی ہے اور اپنی کتاب النور السافر میں آپ کا تذکرہ کیا ہے، آپ نے ایک کتاب اسماء رجال بخاری پر لکھی، عربی میں آپ کے اشعار بھی بڑے اونچے درجہ کے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۱۴ ج ۴)

۳۱۴- شیخ محمود بن سلیمان کفوی حنفیؒ م ۹۹۰ھ

فاضل متبحر، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین واہل علم سے تحصیل کی، مدت تک تالیف وتصنیف اور درس و تدریس علوم میں مشغول رہے اور ایک کتاب نہایت عمدہ مشاہیر حنفیہ کے تذکرہ میں "کتائب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار" لکھی جو طبقات کفوی کے نام سے بھی مشہور ہے، اس میں امام اعظمؒ سے اپنے زمانہ تک کے علماء احناف کے حالات ولادت، وفات، تلمذ، تالیفات آثار وحکایات جمع کئے، کتاب مذکور کا قلمی نسخہ ریاست ٹونک کے کتب خانہ میں ہے، کاش! کوئی صاحب خیر اس کی اشاعت کا فخر اور اجر و ثواب حاصل کرے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ وحدائق حنفیہ)

۳۱۵- شیخ عبد النبی بن احمد بن عبد القدوس گنگوہی حنفیؒ م ۹۹۱ھ

بڑے محدث علامہ تھے، مسئلہ سماع ووحدۃ الوجود اور بہت سی رسوم مشائخ میں اپنے خاندان کے خلاف کیا اور تکالیف اٹھائیں، شہنشاہ اکبر آپ کی بہت تعظیم کرتا تھا اور آپ کے مکان پر حدیث سننے کے لئے حاضر ہوتا تھا اور آپ کے اشاروں پر چلتا تھا، لیکن بعد میں کچھ حاشیہ نشینوں نے اکبر کو آپ سے اور دوسرے اہل صلاح ومشائخ سے بدظن کر دیا تھا، آپ کی تصانیف یہ ہیں: وظائف النبی، فی الادعیۃ الماثورہ، سنن الہدیٰ فی متابعۃ المصطفیٰ، ایک رسالہ اپنے والد کے رد میں بابۃ حرمۃ سماع اور قفال مروزی نے امام اعظمؒ پر طعن کیا تھا، اس کے رد میں بھی ایک رسالہ لکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۱۹ ج ۴)

۳۱۶- شیخ رحمت اللہ بن عبد اللہ بن ابراہیم العمری سندھی مہاجر مدنی حنفیؒ م ۹۹۴ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، پہلے سندھ کے علماء سے علوم کی تحصیل کی پھر گجرات اور حرمین شریفین کے محدثین علماء سے استفادہ کیا، گجرات میں بھی برسوں اقامت کی اور درس علوم دیا، آپ سے غیر محصور علماء نے علم حاصل کیا، مناسک حج میں متعدد گرانقدر کتابیں تصنیف کیں، مثلاً کتاب

المناسک (جس کی شرح ملا علی قاری نے المسلک المقتسط فی المنسک المتوسط لکھی) منسک صغیر (اس کی شرح ملا علی قاری نے ہدایۃ السالک فی نہایۃ السالک لکھی) تلخیص تنزیہ الشریعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ (جو بہترین خلاصہ ہے) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲ ج ۴)

۳۱۷- قاضی عبداللہ بن ابراہیم العمری السندھی حنفیؒ م ۹۹۶ھ

بڑے محدث، شیخ وقت اور فقیہ تھے، اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل کی، مدت تک درس علوم دیا، گجرات جا کر شیخ علی بن حسام الدین متقی برہانپوری کی خدمت میں رہے، شیخ متقی کا وہاں بڑا شہرہ اور قبول تھا، سلطان وقت بہادر شاہ گجراتی ان کا نہایت معتقد تھا اور دل و جان سے ان کی زیارت کا مشتاق تھا، مگر شیخ متقی اس کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے، قاضی صاحب موصوف نے شیخ کی خدمت میں سفارش کی تو فرمایا کہ یہ کیونکر ہوگا کہ میں اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کروں، بہادر شاہ نے کہا کہ حاضری کی اجازت دیں اور جو چاہیں حکم فرمائیں، اس پر شیخ نے اجازت دی، بادشاہ حاضر ہوا اور دست بوسی کی، پھر ایک لاکھ تنکے (سکہ رائج الوقت) شیخ کی خدمت میں بھیجے جو شیخ نے قاضی صاحب موصوف کو عطاء کر دیئے، ان سے قاضی صاحب نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور آخر عمر تک مدینہ طیبہ میں مقیم رہے۔

آپ علم کی خدمت حسبۃً للہ کرتے تھے، درس کے علاوہ تصحیح کتب کا بڑا اہتمام کرتے تھے، ایک نسخہ مشکوٰۃ شریف کا اپنے ہاتھ سے نہایت عمدہ صحت کے ساتھ لکھا تھا اور اس پر نہایت مفید حواشی بھی لکھے تھے، بہت سے علماء نے آپ سے اس کو پڑھا، حواشی میں آپ نے مذہب حنفی کا اثبات قوی دلائل سے کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مشکوٰۃ کو حنفی بنا دیا ہے یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ساری عمر میں جس کام سے امید نجات اخروی ہے وہ مشکوٰۃ کی تصحیح ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق حنفیہ)

۳۱۸- شیخ جمال الدین محمد بن صدیق زبیدی یمنی حنفیؒ م ۹۹۶ھ

النور السافر میں ہے کہ امام وقت، عالم کبیر، علم کے شوق میں دور دراز کا سفر کرنے والے، محقق، مدقق، زبید کے کبار علماء و اصحاب درس واجلۂ مفتیین میں سے تھے، امام اعظمؒ کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے، اپنے وقت کے بے مثال عالم تھے اور ان اطراف میں اپنے بعد بھی اپنا مثل نہیں چھوڑا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۴۳۸ ج ۸)

۳۱۹- شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی حنفیؒ م ۹۹۷، ۹۹۸ھ، ولادت ۹۱۱ھ

محدث و فقیہ یکتائے زمانہ تھے، درس و تصنیف میں اقران پر فائق ہوئے، علوم باطنی شیخ وقت سید محمد غوث صاحب گوالیاری صاحب جواہر خمسہ کی خدمت میں رہ کر حاصل کئے اور ان کی خدمت میں پہنچنے کا بھی عجیب واقعہ ہے کہ علماء نے ان کے رسالہ معراج نامہ کے مضامین پر معترض ہو کر ان کی تکفیر کی اور قتل کے محضر نامہ پر سب نے حتیٰ کے شیخ علی متقی نے بھی دستخط کر کے بادشاہ وقت کے پاس بھیج دیا، بادشاہ نے کہا کہ جب تک شیخ وجیہ الدین کی مہر یا دستخط اس محضر نامہ پر نہ ہونگے، قتل کا حکم نہ کیا جائے گا اور اس کو آپ کے پاس بھیج دیا، آپ تحقیق حال کے لئے سید صاحب موصوف کی خدمت میں گئے تو دیکھتے ہی ان کے گرویدۂ حال وقال ہو گئے اور محضر نامہ پھاڑ کر پھینک دیا، علماء سے کہا کہ تم نے سید صاحب کا مطلب سمجھنے میں غلطی کی، چونکہ سید صاحب کو عالم واقع میں معراج ہو چکی تھی، اس لئے مغلوب حال ہو کر یہ باتیں لکھ دی تھیں، اس سے مقصود ظاہر شریعت کی مخالفت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

تمام عمر درس علوم اور افادۂ ظاہری و باطنی و تصنیف میں بسر کی، امراء و اغنیاء سے یکسو رہتے تھے، بہت قناعت پسند تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: شرح نخبہ (اصول حدیث میں) حاشیہ بیضاوی، حاشیہ اصول بزودی، حاشیۂ ہدایہ، حاشیۂ شرح وقایہ، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح

عقائد، حاشیہ شرح مقاصد، حاشیہ شرح مواقف وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص۳۸۵ ج ۴ وحدائق حنفیہ)

۳۲۰- شیخ عبداللہ نیازی سرہندیؒ م۱۰۰۰ھ

شیخ کبیر عالم محدث تھے، اپنے وطن میں علوم کی تحصیل کی، پھر حرمین شریفین جا کر وہاں کے آئمہ عصر سے بھی حدیث حاصل کی، ایک عرصہ تک گجرات ودکن میں اصحاب شیخ محمد بن یوسف جونپوری مدعی مہدویت کے ساتھ رہے اور ان کے طریق ترک وتجرید اور امر بالمعروف ونہی منکر کو پسند کیا، مگر پھر سرہند آ کر گوشۂ عزلت اختیار کیا اور محمد جونپوری کی مہدویت کے عقیدہ سے بھی رجوع کر لیا تھا اور تائب ہو گئے تھے، دور حاضر کے ایک عالم کے قلم سے مہدی جونپوری کی تائید میں کافی لکھا گیا اور اس کی صداقت کے ثبوت میں شیخ نیازی جیسے اکابر علماء کا اتباع بھی پیش کیا گیا، حالانکہ یہ حضرات آخر میں اس عقیدہ سے تائب بھی ہو گئے تھے۔

دوسرے یہ کہ اگر کچھ علماء نے اس کا اتباع کر لیا تھا تو بہت سے آئمہ عصر واکابر محدثین زمانہ شیخ علی متقی وغیرہ نے اس کے بطلان کا بھی تو برملا اظہار کیا تھا ان کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے، مہدی جونپوری کے اصول وعقائد مذہب ابور جا محمد شاہجہان پوری نے ہدیہ مہدویہ میں فرقہ مہدویہ کی کتابوں سے نقل کئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) مہدی جونپوری مہدی موعود ہیں۔

(۲) وہ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے بھی افضل ہیں۔

(۳) وہ مرتبہ میں سیدالانبیاء ﷺ کے برابر ہیں، اگرچہ دین میں ان کے تابع ہیں۔

(۴) قرآن وحدیث میں جو بات مہدی جونپوری کے قول وفعل کے خلاف ہو وہ صحیح نہیں۔

(۵) اس کے قول کی تاویل حرام ہے خواہ وہ کیسی ہی مخالف عقل ہو۔

(۶) صرف محمد جونپوری اور سیدنا محمد ﷺ کامل مسلمان ہیں، باقی سب انبیاء بھی ناقص الاسلام ہیں، وغیرہ۔

شیخ نیازی کی متعدد تصانیف ہیں، القربۃ الی اللہ والی النبی ﷺ، مرآۃ الصفاء اور الصراط المستقیم وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص۱۱۲ ج ۴ ومہر جہاں تاب)

۳۲۱- شیخ اسماعل حنفی آفندی

بڑے محدث، مفسر، فقیہ اور عارف کامل تھے، سراج العلماء اور زبدۃ الفضلاء کہلائے، آپ نے شیخ عثمان نزیل قسطنطنیہ کی خواہش پر تفسیر روح البیان ۶ جلد میں تصنیف کی جس میں امام اعظمؒ کے مذہب کی تائید میں دلائل جمع کئے اور آیات قرآنی کی تفسیر سے بھی مذہب حنفی کی تائید کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۲۲- شیخ عبدالوہاب متقی بن شیخ ولی اللہ مندوی برہانپوری مہاجر مکی حنفیؒ م۱۰۰۱ھ ولادت ۹۴۳ھ

بڑے محدث علامہ فقیہ فہامہ تھے، صغر سن ہی سے علم وتصوف کا شوق ہوا، اس لئے تحصیل علم وسلوک کے لئے گجرات ودکن، سیلون، سراندیپ وغیرہ کے سفر کئے اور وہاں کے علماء وفضلاء ومشائخ سے خوب فیض یاب ہو کر بیس سال کی عمر میں مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور بغدادج شیخ علی متقیؒ کی خدمت میں ۱۲ سال رہے اور حدیث وفقہ ودیگر علوم میں فاضل اجل، علوم تصوف میں عارف کامل وولی اکمل ہوئے، پھر بعد وفات حضرت شیخ علی متقی کے ان کے خلیفہ وجانشین ہو کر ۲۶ سال تک مکہ معظمہ میں نشر علوم ظاہری وباطنی میں مصروف رہے، ان چالیس سالہ قیام مکہ معظمہ میں کوئی حج آپ سے فوت نہیں ہوا۔

تفسیر وحدیث کے درس سے زیادہ شغف تھا اور ہر شخص کو اس کی زبان میں سمجھاتے تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی مکہ معظمہ حاضر ہو کر آپ سے حدیث پڑھی ہے، ان کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا، آپ کے حالات پوری تفصیل سے اپنی کتاب زادالمتقین اور اخبارالاخبار میں لکھے ہیں۔

زادالمتقین میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں کسی نے عرض کیا کہ امام شافعی کا مذہب، ظاہر حدیث کے زیادہ مطابق معلوم ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ حقیقت میں اس طرح نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ حنفی مذہب کی کتابیں جو ماوراءالنہر اور ہندوستان میں رائج ہیں، ان میں اکثر احکام کے ساتھ قیاس اور دلائل عقلیہ کو نقل کیا گیا ہے، لیکن یہاں ایسی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، جن میں ہر قول حنفی کے ساتھ حدیث صحیح نقل کی گئی ہے بلکہ بعض علماء حنفیہ نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر ایک مطلب پر آیت اور حدیث استدلال میں پیش کی ہے، حتیٰ کہ اس بات کے کہنے کا موقعہ مل جاتا ہے کہ امام شافعیؒ ہی اصحاب رائے میں سے ہیں حنفی نہیں، چنانچہ اس دعویٰ کی تصدیق شیخ ابن ہمام کی شرح ہدایہ، شمنی کی شرح مختصر الوقایہ نیز مواہب الرحمٰن اور اس کی شرح سے (جو بعض علماء مصر نے تصنیف کی ہیں) بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ تم لوگوں کو ایسا خیال مشکوٰۃ کے مطالعہ سے ہوا ہوگا کیونکہ اس کی اکثر احادیث شافعی مذہب کے موافق ہیں، اس کے شافعی مصنف نے اپنی جستجو تلاش کے موافق احادیث جمع کی ہیں، لیکن حنفی مذہب کے ثبوت میں اور دوسری احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جو زیادہ راجح ہیں۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ اعتقاد صدق وحقانیت مذہب حنفی کا بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کو ایسے اصحاب وتلامذہ مہیا ہوئے تھے جو کمال علم وفضل، حدیث وفقہ، زہد ودیانت، تقدم وقرب زمانہ سلف کے لحاظ سے نہایت اونچے درجہ پر فائز تھے، اس کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے جو امام اعظمؒ اور آپ کے اصحاب کے مناقب میں تالیف ہوئی ہیں، تاکہ حقیقت حال منکشف ہو، چونکہ امام ابوحنیفہؒ نہایت بلند مرتبہ پر تھے، اس لئے آپ کے حاسد بھی بہت تھے جو آپ پر طعن کرتے تھے "ہر کہ فاضل تر محسود تر" مشہور مقولہ ہے۔

شیخ عبدالوہاب سے غیر محصور علماء ومشائخ نے فیوض ظاہری وباطنی حاصل کئے اور مشائخ حرمین آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ آپ شیخ ابوالعباس موسیٰؒ کے نقش قدم پر ہیں۔

شیخ محدث دہلویؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجھ سے ایک بڑے عربی شیخ نے بیان کیا کہ میں نے یمن کا بھی سفر کیا، تمام مشائخ وصوفیہ کا متفقہ فیصلہ تھا کہ آپ اپنے وقت کے قطب مکہ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۶۶ ج ۵ وحدائق الحنفیہ)

۳۲۳- شیخ ابراہیم بن داؤد ابوالمکارم القادری اکبرآبادیؒ م ۱۰۰۱ھ

بڑے محدث وفقیہ وعالم عربیت تھے، پہلے اپنے وطن سابق مانکپورہ میں اساتذہ عصر سے علوم کی تحصیل کی، پھر بغداد جا کر حدیث وتفسیر میں تخصص کیا، پھر حرمین شریفین گئے اور شیخ علی بن حسام الدین متقی حنفی اور دوسرے شیوخ سے استفادہ کیا، مصر جا کر شیخ محمد بن ابی الحسن بکری وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور ۲۴ سال تک وہاں درس علوم دیا، اس عرصہ میں بھی ہر سال حج کے لئے جاتے رہے، پھر ہندوستان واپس ہوئے اور اکبرآباد (آگرہ) میں سکونت کی، یکسو ہو کر درس، افادہ وتذکیر میں مشغول ہوئے۔

بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا کہ آپ بڑے زاہد، عابد ومتقی تھے، ساری عمر علوم دینیہ خصوصاً حدیث کے درس میں گزار دی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بڑی جرأت سے کرتے تھے، دنیاداروں سے دور رہتے تھے، ایک دفعہ شہنشاہ اکبر نے آپ کو عبادت خانہ میں بلایا تو شاہ کے سامنے جا کر شاہی رسوم آداب وتحیات کچھ ادا نہیں کئے اور اس کے سامنے وعظ کہا جس میں اس کو بے جھجک ترغیب وترہیب کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴ ج ۵)

۳۲۴- شیخ یعقوب بن الحسن الصرفی کشمیری حنفیؒ متوفی ۱۰۰۳ھ ولادت ۹۰۸ھ

بڑے محدث، فقیہ اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے، اپنے وطن کشمیر کے علماء سے تحصیل و تکمیل علوم کی، پھر حرمین شریفین گئے اور شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی مکی شافعی سے حدیث حاصل کی، پھر بغداد جا کر وہاں کے مشائخ سے بھی استفادہ کیا، تصفیہ باطنی کے لئے سمرقند گئے، شیخ حسین خوارزمی کی خدمت میں رہ کر ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، کشمیر واپس ہو کر درس و ارشاد میں مشغول ہوئے، پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ سمرقند گئے اور حسب ہدایت پیر و مرشد موصوف حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں سے بغداد گئے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کا جبۂ مبارک حاصل کر کے کشمیر واپس ہوئے اور درس و تصنیف میں مصروف ہو گئے۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: شرح صحیح بخاری، مغازی النبوۃ، مناسک حج، تفسیر قرآن مجید، حاشیہ توضیح و تلویح، روائح، مقامات مرشد، مسلک الاخیار، جواہر خمسہ، بطرز خمسۂ مولانا جامیؒ) شرح رباعیات وغیرہ۔

آپ سے بکثرت اکابر علماء و صلحا نے اکتساب علوم ظاہری و باطنی کیا، حضرت اقدس مجدد صاحب سرہندی قدس سرہ نے بھی آپ سے حدیث پڑھی ہے، آپ کے مشہور دو شعر جو حقیقت و شریعت کا نچوڑ ہیں ذکر کئے جاتے ہیں۔

در ہر چہ بنیم آں رخ نیکواست جلوہ گر — در صد ہزار آئینہ یک رواست جلوہ گر

خلقے بہر طرف شدہ سرگشتہ بہر دوست — دیں طرفہ تر کہ دوست بہر سواست جلوہ گر

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۳۸ ج ۵ و حدائق الحنفیہ)

۳۲۵- شیخ طاہر بن یوسف بن رکن الدین سندھیؒ م ۱۰۰۴ھ

بڑے محدث علامۂ کبیر تھے، ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علماء و محدثین سے استفادہ کیا اور آپ سے بھی بکثرت علماء نے استفادہ کیا۔ آپ نے بہت سے علوم میں تصانیف کیں جن میں سے مشہور یہ ہیں:

تلخیص شرح اسماء رجال البخاری لکرمانی، مجمع البحرین (تفسیر حسب مذاق اہل تصوف) مختصر قوت القلوب للمکی، منتخب المواہب اللدنیہ للقسطلانی، مختصر تفسیر المدارک، ان کے علاوہ ایک کتاب نہایت مفید لکھی ریاض الصالحین جس کے ایک روضہ میں احادیث صحیحہ، دوسرے میں مقالات اکابر صوفیہ اور تیسرے میں ملفوظات اکابر اہل توحید و مشائخ جمع کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۸۵ ج ۵)

۳۲۶- شیخ محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب تمو تاشی غزی حنفیؒ م ۱۰۰۴ھ

اپنے زمانہ کے محدث کبیر و فقیہ بے نظیر تھے، پہلے اپنے شہر غزہ کے علماء کبار سے علوم کی تحصیل کی، پھر قاہرہ جا کر شیخ زین بن نجیم مصری حنفی صاحب البحر الرائق شرح کنز الدقائق وغیرہ سے استفادہ کیا اور امام کبیر اور مرجع العلماء ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے تنویر الابصار فقہ میں نہایت مشہور ہے، جس میں آپ نے نہایت درجہ میں تحقیق و تدقین کی داد دی ہے اور اس کی شرح خود بھی لکھی ہے، منح الغفار جس پر شیخ الاسلام خیر الدین رملی نے حواشی لکھے۔

اسی طرح دوسری محققانہ تصانیف کیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں، رسالہ کراہت فاتحہ خلف الامام، رسالہ شرح مشکلات مسائل میں رسالہ شرح تصوف میں، شرح زاد الفقیر ابن ہمام، معین المفتی، تحفۃ الاقران (منظومہ فقہیہ) اور اس کی شرح مواہب الرحمٰن، رسالہ عصمت انبیاء، رسالہ عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ ص ۳۹۵)

۳۲۷-الشیخ الامام خواجہ محمد عبدالباقی بن عبدالسلام البخشی الکابلی ثم الدہلوی حنفیؒ م۱۰۱۲ھ،۱۰۱۴ھ

مشہور ومعروف سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ اعظم، قطب الاقطاب اور علوم ظاہری و باطنی میں آیۃ من آیات اللہ تھے، خواجہ باقی باللہ کے نام نامی سے زیادہ مشہور ہوئے، کابل میں پیدا ہوئے، حضرت مولانا محمد صادق حلوائی سے علوم فقہ وحدیث وتفسیر وغیرہ کی تکمیل کی اوران کے ساتھ ہی ماورالنہر گئے، ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہے، آخر میں کشمیر پہنچے اور شیخ وقت بابا ولی کبرویؒ کی خدمت میں رہے اور نفحات ربانیہ سے بہرہ اندوز ہوئے، ان کی وفات کے بعد پھر کچھ مدت تلاش مشائخ میں سیاحت بلاد کی اور اسی اثناء میں شیخ المشائخ خواجہ عبیداللہ الاحرار کی روح مبارک نے آپ کی طرف متوجہ ہوکر طریقۂ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اوراس کی تکمیل بھی روحانی طریق پر کرادی، اس کے بعد آپ پھر ماوراء النہر کی طرف لوٹے تو حضرت شیخ محمد املنکی قدس سرہ کی خدمت میں باریاب ہوئے، جنہوں نے صرف تین روز میں آپ کو خرقۂ خلافت عطافرما کر ہندوستان کی طرف رخصت فرمادیا۔

ایک سال آپ نے لاہور میں گزارا، وہاں آپ سے بکثرت علماء وصوفیہ نے استفادۂ ظاہری و باطنی کیا، وہاں سے دہلی تشریف لائے، مسجد قلعۂ فیروزشاہ میں قیام فرمایااورتاوفات وہیں رہے۔

نہایت متواضع، منکسر المزاج تھے، اپنے تمام اصحاب کو قیام تعظیمی سے روک دیا تھا اور سب کے ساتھ مساویانہ برتاؤ فرماتے تھے، تواضع ومسکنت کی وجہ سے زمین پر بے تکلف بیٹھتے تھے، اپنے احوال وکمالات کا حد درجہ اخفا فرماتے تھے، مریدین وزائرین سے انتہائی شفقت وملاطفت سے پیش آتے، نہایت کم گو، کم خوراک وکم خواب تھے، صرف حل مسائل مشکلہ و بیان حقائق ومعارف کے وقت منشرح ہوتے تھے، آپ کے تصرفات عجیب وغریب تھے، آپ کی پہلی ہی نظر سے سالک کے احوال یکدم بدل جاتے تھے اوراس پر ذوق وشوق کا غلبہ ہوجاتا تھا، آپ کی پہلی ہی تلقین ذکر سے لطائف جاری ہوجاتے تھے، آپ کی شفقت ورافت ہر جاندار کے ساتھ عام تھی۔

ایک مرتبہ سردی کے ایام میں شب کے کسی حصہ میں کسی ضرورت سے اٹھے، واپس ہوکر دیکھا کہ آپ کے لحاف میں ایک بلی سورہی ہے تو آپ نے اس کواٹھانہ گوارانہ کیا اور صبح تک الگ بیٹھ کر وہ سردی کی رات گزاردی، کسی انسان کی تکلیف تو دیکھ ہی نہ سکتے تھے، زمانۂ قیام لاہور میں قحط کی وجہ سے ایک مدت تک لوگ فاقہ وبھوک کا شکار ہوئے، تو آپ نے بھی اس تمام مدت میں کچھ نہ کھایا اور جو کھانا آپ کے پاس آتا ان کو بھوکوں پر تقسیم کردیتے تھے، لاہور سے دہلی کا سفر کیا تو راستہ میں ایک معذور کو دیکھا، خود سوار سے اتر کر اس کو سوار کیا اور دہلی تک خود پیدل چلے، چہرہ پر نقاب ڈال لی تھی، تاکہ کوئی پہچان نہ سکے، جب قیام گاہ سے قریب تر ہوئے تو اس کو اتارا اور خود سوار ہوئے تاکہ اس صورتحال سے بھی کوئی واقف نہ ہو۔

امام اعظمؒ کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک فاسق فاجر پڑوسی تھا اور آپ نے اس کو جیل سے چھڑایا تھا، اسی طرح آپ کے پڑوس میں ایک نوجوان بدکردار اور بداطوار تھا، آپ بھی امام صاحب کی طرح اس کی بداخلاقیوں کو برداشت فرماتے تھے، ایک دفعہ آپ کے ایک مرید خاص خواجہ حسام الدین صاحب دہلوی نے اس کو تنبیہ کرانے کے خیال سے حکام وقت سے اس کی شکایت کردی، انہوں نے اس کو پکڑ کر جیل بھیج دیا، آپ کو خبر ہوئی تو بے چین ہوگئے اور خواجہ حسام الدین صاحب پر عتاب فرمایا، انہوں نے معذرت پیش کی کہ ایسا فاسق ہے، کبائر کا مرتکب ہے وغیرہ، آپ نے فرمایا ''ہاں بھائی! تم چونکہ اہل صلاح وتقویٰ ہو، تم نے اس کے فسق وفجور کو دیکھ لیا، ورنہ ہمیں تو کوئی فرق اس کے اور اپنے درمیان نظر نہیں آتا، اس لئے ہم سے تو نہیں ہوسکتا کہ اپنے کو بھول کر حکام سے اس کی شکایت کریں'' پھر اس کو جیل سے چھڑانے کی سعی کی، اب وہ جیل سے نکل کر آیا تو اپنے گناہوں سے بھی تائب ہو چکا تھا اور اولیاء وصلحاء میں سے ہوا۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ جب کبھی آپ کے اصحاب میں سے کسی سے کوئی لغزش ومعصیت صادر ہوجاتی تو فرماتے ''یہ درحقیقت

ہماری ہی لغزش ہے، جو دوسروں سے بطریق انعکاس ظاہر ہوئی ہے''۔

عبادات و معاملات میں نہایت محتاط تھے، حتیٰ کے ابتداء احوال میں امام کے پیچھے قرأۃ فاتحہ بھی کرتے تھے، ایک روز حضرت امام اعظمؒ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ یا شیخ! میری فقہ پر عمل کرنے والے بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء امت مرحومہ میں ہیں اور سب نے بالاتفاق امام کے پیچھے قرأۃ فاتحہ کو موقوف رکھا ہے، لہذا آپ کے لئے بھی وہی طریق مناسب ہے، اس کے بعد آپ نے اس امر میں احتیاط کو ترک فرمادیا۔

آپ کے کمالات ظاہری و باطنی، مدارج و محاسن کا احصاء دشوار ہے ایک سب سے بڑی کرامت آپ کی یہ ہے کہ آپ سے پہلے ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کو عام شہرت و مقبولیت نہ تھی، آپ کی وجہ سے صرف تین چار سال کے اندر اس کو کمال شہرت حاصل ہوئی، بڑے بڑے اصحاب کمال نے آپ سے استفادہ کیا اور سلسلۂ مذکورہ دوسرے سلسلوں سے بڑھ گیا۔

اگرچہ آپ سے حضرت شیخ محدث دہلوی، شیخ تاج الدین عثمانی سنبھلی، شیخ حسام الدین بن نظام الدین بدخشی اور شیخ الہداد دہلوی وغیرہ نے بھی کمالات ظاہری و باطنی حاصل کئے، مگر آپ کے سب سے بڑے خلیفہ امام طریقۂ مجددیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ ہوئے جن کے انوار و برکات کی روشنی شرق و غرب، بر و بحر میں پھیلی۔

آپ کی عمر مبارک چالیس سال چار ماہ ہوئی جس میں تقریباً چار سال دہلی میں قیام فرمایا اور وہاں شب و روز درس علوم نبوت و تلقین حقائق سلوک و معرفت فرماتے رہے۔

آپ کا معمول تھا کہ روزانہ بعد عشاء سے نماز تہجد تک دو بار قرآن مجید کا ختم فرماتے، بعد نماز تہجد فجر تک ۲۱ مرتبہ سورہ یٰسین شریف پڑھتے تھے اور صبح کو فرماتے کہ بارالہا! رات کو کیا ہوا کہ اتنی جلدی گزر گئی۔

آپ کی تصانیف میں سے رسائل بدیعہ، مکاتیب علیہ و اشعار رائقہ ہیں جن میں سے ''سلسلۃ الاحرار'' بھی ہے، اس میں آپ نے رباعیات مشتملہ حقائق و معارف الٰہیہ کی بہترین شرح فارسی میں کی ہے، آپ کا مزار مبارک دہلی میں صدر بازار کے عقب میں قدم شریف کے قریب ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۹۶ ج ۵، حدائق حنفیہ ص ۳۹۸ تذکرۂ علماء ہند)

۳۲۸- الشیخ الامام علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ ملا علی قاری حنفیؒ م ۱۰۱۴ھ

مشہور و معروف وحید عصر، فرید دہر، محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول تھے، سنہ ہزار کے سرے پر پہنچ کر درجۂ مجددیت پر فائز ہوئے، ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر علامۂ محقق مدقق، متبحر فی علوم الحدیث والفقہ احمد بن حجر ہیثمی مکی، علامہ ابوالحسن بکری، شیخ عبداللہ سندی، شیخ قطب الدین مکی وغیرہ اعلام سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، شرح نقایہ (مختصر الوقایہ) شرح موطأ امام محمد، شرح مسند الامام الاعظم، اربعین فی النکاح، اربعین فی فضائل القرآن، رسالہ فی ترکیب لا الٰہ الا اللہ، رسالہ فی قرأۃ البسملۃ اول سورۃ البرأۃ، فرائد القلائد فی تخریج احادیث، شرح العقائد، المصنوع فی معرفۃ الموضوع، نور القاری شرح صحیح البخاری، شرح صحیح مسلم، جمع الوسائل شرح الشمائل للترمذی، شرح جامع الصغیر للسیوطی، شرح حصن حصین، شرح اربعین نووی، شرح ثلاثیات البخاری، الاحادیث القدسیۃ، تذکرۃ الموضوعات، تفسیر قرآن مجید و جمالین حاشیہ تفسیر جلالین، شرح شفاء قاضی عیاض، شرح النخبہ، شرح الشاطبیہ، شرح الجزریہ، اعراب القاری، شرح عین العلم، شرح فقہ اکبر، شرح مناسک الحج، تزیین العبارہ لتحسین الاشارہ، التدہین للتزیین، الاہتداء فی الاقتداء، حاشیہ مواہب اللدنیہ، حاشیہ بدء الامالی، رسالہ فی صلوٰۃ الجنازۃ فی المسجد، مشرب الوردی فی مذہب المہدی، بہجۃ الانسان فی مہجۃ الحیوان، رسالہ فی حکم سب الشیخین وغیرہما من الصحابہ، الاثمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ، نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، الناموس فی

تلخیص القاموس وغیرہ، آپ نے امام مالکؒ کے مسئلہ ارسال کے خلاف اور امام شافعیؒ واصحاب امام شافعی کے بھی بہت سے مسائل کے خلاف حدیثی فقہی دلائل وبراہین جمع فرما کر نہایت انصاف ودیانت سے کلام کیا ہے۔

آپ کی تمام کتابیں اپنے اپنے موضوع میں مجموعۂ نفائس وفرائد ہیں، خصوصاً شرح مشکوٰۃ شرح نقایہ (مختصر الوقایہ) احادیث احکام کا نہایت گرانقدر مجموعہ ہیں، مرقاۃ بہت مدت ہوئی ۵ بڑی جلدوں میں چھپی تھی، اب نادر ونایاب ہے ۶۷۵ روپیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ نہیں ملتا گذشتہ سال راقم الحروف سے مکہ معظمہ کے بعض احباب وتاجران کتب نے بڑی خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندوستان سے چند نسخے اس کے فراہم کر کے وہاں بھیجے جائیں، مگر باوجود سعی بسیار یہاں سے کوئی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔

شرح نقایہ کتب فقہ میں نہایت اہم درجہ رکھتی ہے، حضرت علامہ محقق کشمیری قدس سرہٗ نے اپنی وفات سے چند سال قبل اپنے تلمیذ رشید جناب مولانا سید احمد صاحب مالک کتب خانۂ اعزازیہ دیوبند کو خاص طور سے متوجہ کیا تھا کہ اس کو شائع کریں اور ان کو بڑی تمنا تھی کہ کتاب مذکور طبع ہو داخل درس نصاب مدارس عربیہ ہو جائے، فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتاب ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث صحیحہ سے مبرہن نہیں ہیں، ملا علی قاری نے تمام مسائل پر محدثانہ کلام کیا ہے یہ بھی فرمایا کہ یہ کتاب اگر میری زندگی میں شائع ہوگئی تو تمام مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل کرانے کی سعی کروں گا۔

حضرت الاستاذ العلام مولانا اعزاز علی صاحبؒ اس کا ایک مکمل نسخہ (جو غالباً روس کا مطبوعہ تھا) حجاز سے لائے اور تحشیہ فرمایا، مولانا سید احمد صاحب موصوف نے حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد بلکہ حکم پر حیدرآباد دکن کے ایک سرکاری اسکول کی ملازمت ترک فرما کر اس کی اشاعت کا اہتمام کیا اور اسی سے ان کی موجودہ کتب خانہ اور تجارتی لائن کی بنیاد پڑی جس کے لئے حضرت شاہ صاحبؒ ہی نے یہ پیش گوئی بھی فرمائی تھی کہ تم اس کام میں ملازمت سے زیادہ اچھے رہو گے، حالانکہ وہ اسکول کالج ہونے والا تھا اور اب موصوف کی تنخواہ ۶۰۵ سو روپیہ ماہوار ہو جاتی مگر خود موصوف ہی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی پیش گوئی صادق ہوئی اور مجھے اس کام میں ملازمت سے بدرجہا زائد منافع حاصل ہوئے۔

کتاب مذکور کی جلد اول وفات سے صرف چند ایام قبل تیار ہو سکی تھی، مولوی صاحب موصوف نے پیش کی تو حضرتؒ نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا اور چند مشہور مدارس کو خطوط بھی لکھوائے کہ داخل درس کی جائے، جامعہ ڈابھیل، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور پنجاب کے بعد مدارس میں داخل نصاب ہوئی، بعد کو دوسری جلد بھی چھپی جواب نایاب ہے، افسوس ہے کہ تیسری وچوتھی جلد نہ چھپ سکی، دار العلوم دیوبند میں بھی کچھ عرصہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے پڑھائی، پڑھنے والے ایک وقت میں چار سو تک ہوئے ہیں مگر افسوس کہ مستقل طور سے داخل درس نہ ہو سکی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ''مذہب حنفی ہی میں وہ نہایت عمدہ طریقہ ہے جو بہ نسبت دوسرے تمام طریقوں کے حدیث وسنت کے اس تمام ذخیرہ سے جو امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں جمع ہو کر منقح ہوا، زیادہ مطابق ہے''۔

نیز حضرت علامہ کشمیریؒ کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ''آئمۂ احناف کے اکثر مسائل احادیث صحیحہ معمولۂ سلف کے موافق ہیں اور دوسرے مذاہب میں تخصیصات ومستثنیات زیادہ ہیں''، ضرورت ہے کہ ہم اپنے درس ومطالعہ کے زاد یہائے نظر کو بدلیں، تمام مسائل کی تحقیق وتنقیح محدثانہ نقطۂ نظر سے کرنے کے عادی ہوں اور بغیر کسی ادنیٰ مرعوبیت کے اپنوں وغیروں کی کتابوں سے مستفید ہوں۔

جیسا کہ امام بخاریؒ کے حالات میں ذکر ہوا، صحیح بخاری کی تالیف سے قبل اکابر محدثین کی تقریباً ایک سو کتابیں احادیث وآثار کی مدون ہو چکی تھیں جن میں مسانید امام اعظم، موطأ امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق وغیرہ ہیں اور وہ سب بعد کو آنے والی کتب صحاح کے لئے بمنزلہ اصول وامہات کے ہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں صحیح مجروہ کا التزام کیا اور اپنے اجتہاد کے موافق احادیث کی تخریج کا اہتمام زیادہ فرمایا، دوسرے اصحاب صحاح

نے دوسرے مجتہدین وائمہ کے موافق بھی احادیث وآثار جمع کئے، امام طحاوی حنفیؒ نے اس دور میں خصوصیت سے شرح معانی الآثار ومشکل الآثار وغیرہ لکھ کر محدثانہ، محققانہ، فقیہانہ طرز کو ترقی دی، پھر علامہ ابوبکر جصاص حنفیؒ، علامہ خطابی، شافعی، علامہ ابن عبدالبر مالکی، علامہ تقی الدین بن دقیق العید، علامہ ماردینی حنفیؒ، علامہ زیلعی حنفی، علامہ عینی حنفی، علامہ ابن حجر شافعی، علامہ ابن ہمام حنفی، علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی، علامہ ابن قیم، علامہ سیوطی شافعی، ملا علی قاری حنفیؒ وغیرہ وغیرہ محدثین کبار نے اپنے اپنے مخصوص محدثانہ طرز سے علم حدیث کے دامن کو مالا مال کیا۔

ہمارا یقین ہے کہ اگر پورے ذخیرۂ حدیث سے صحیح طور سے استفادہ کیا جائے تو حضرت شاہ صاحب دہلویؒ اور حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے ارشادات کی صداقت وحقانیت میں ادنیٰ شک وشبہ باقی نہ رہے گا، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

۳۲۹-الشیخ العلامۃ ابوالفضائل المفتی عبدالکریم نہروانی گجراتی حنفی مہاجر مکیؒ م ۱۰۱۴ھ

محدث وفقیہ جلیل، فضل وکمال میں یکتائے روزگار تھے، احمد آباد میں پیدا ہوئے، شہر نہروانہ (گجرات) کے مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس میں علاء الدین نہروانی اور مفتی قطب الدین محمد نہروانی پیدا ہوئے ہیں (یہ قرن عاشر کے اکابر علماء میں سے تھے) اپنے والد ماجد کے ساتھ مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی، اپنے چچا مفتی قطب الدین سے فقہ وغیرہ کی تحصیل کی اور شیخ عبداللہ سندی وعلامہ فہامہ زبدۃ المحققین شیخ احمد بن حجر ہیثمی مکی وغیرہ سے فن حدیث میں تخصص حاصل کیا، مکہ معظمہ کے مفتی وخطیب اور مدرسہ سلطانیہ مرادیہ کے سرپرست ہوئے، بہت سی گرانقدر تالیفات کیں مثلاً: النہر الجاری علی البخاری، اعلام العلماء الاعلام ببناء المسجد الحرام وغیرہ مکہ معظمہ کے مشہور قبرستان معلاۃ میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۴۴ ج ۵)

۳۳۰-العلامۃ قلیج محمد حنفی اندجانیؒ م ۱۰۲۳ھ

جامع معقول ومنقول محدث وفقیہ تھے، اور بڑے امیر کبیر صاحب جاہ ومنال دنیوی بھی تھے، مدت تک لاہور میں درس تفسیر وحدیث وفقہ دیا ہے، آپ سے بکثرت علماء وفضلاء روزگار نے استفادہ علوم وفنون کیا ہے مآثر الامراء اور گلزار ابرار میں آپ کے مفصل حالات مذکور ہیں، آپ کی یہ فارسی رباعی بہت مشہور ہے۔

عاشق ہوس وصال درسردارد صوفی زرقی و خرقہ دربردارد
من بندۂ آں کسم کہ فارغ زہمہ دائم دل گرم و دیدۂ تر دارد

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۱۲ ج ۵)

۳۳۱-الشیخ العلام خواجہ جوہر نات کشمیری حنفیؒ م ۱۰۲۶ھ

محدث شہیر عالم کبیر تھے، آپ کی ولایت وعلمی جلالت قدر مسلم ومشہور ہے، علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل مدرسہ سلطان قطب الدین میں کی، جو متصل مسجد صراف کدال تھا، پھر حج وزیارات کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو وہاں کے کبار مشائخ وقت علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی مکی شافعی (شارح مشکوٰۃ وصاحب الخیرات الحسان فی مناقب النعمان) اور علامہ علی قاری حنفی مکی وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، کشمیر واپس ہوکر ایک گوشۂ عبادت وریاضت اختیار کیا، وہیں افادۂ علوم ظاہری وباطنی فرماتے رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق)

۳۳۲-الشیخ العلامہ احمد بن العلامۃ الشمس محمد بن شیخ الاسلام احمد الشلبی حنفیؒ م ۱۰۲۷ھ

علامہ محمد محبی نے لکھا کہ آپ امام مجتہد، اپنے زمانہ کے رأس المحدثین ورئیس الفقہاء تھے، آپ کو درس واشاعت حدیث سے بڑا

شغف تھا، اس کی روایت میں محتاط، اس کے طرق وتقییدات کے بڑے عالم وعارف تھے، علم فقہ وفرائض میں بھی حظ وافر رکھتے تھے، زودفہم، وسیع معلومات والے تھے، مصر میں پیدا ہوئے، وہیں نشوونما پائی۔

علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور شیخ جمال یوسف بن قاضی زکریا وغیرہ سے کی اور آپ سے شیخ شہاب الدین احمد سیوری، شیخ حسن شرنبلالی، شیخ عمرالدفری، شیخ شمس محمد بابلی، شیخ زین الدین بن شیخ الاسلام قاضی زکریا وغیرہم نے تلمذ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (خلاصۃ الاثر للمولی محمد محبی ص ۱۸۲ ج ۱)

۳۳۳-الشیخ العلامہ محمد عاشق بن عمر ہندی حنفیؒ م ۱۰۳۲ھ

مشہور صاحب فضل وکمال محدث وفقیہ تھے، حدیث میں شیخ عبداللہ بن شمس الدین انصاری سلطان پوری معروف بہ مخدوم الملک بن شمس الدین کے تلمیذ خاص تھے، آپ نے شمائل ترمذی کی نہایت عمدہ شرح تصنیف کی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق الحنفیہ)

۳۳۴-الشیخ الاجل الامام العارف بحرالحقائق والاسرار والمعارف الامام الربانی مجدد الالف الثانی قدس سرہ م ۱۰۳۴ھ ولادت ۹۷۱ھ

آپ کا نام نامی ونسب شیخ احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین فاروقی ہے، سرہند شریف میں پیدا ہوئے، محدث کامل، فقیہ فاضل، جامع کمالات ظاہری وباطنی، قطب الاقطاب، مظہر تجلیات ربانی، محی السنت، ماحی بدعت وضلالت تھے، پہلے قرآن مجید حفظ کیا، پھر اپنے والد ماجد سے علوم وفنون کی تحصیل کی، پھر سیالکوٹ جا کر فاضل محقق شیخ کمال الدین کشمیری سے کتب معقول نہایت تحقیق سے پڑھیں اور علوم وحدیث کی تحصیل حضرت شیخ یعقوب محدث کشمیری سے کی جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، نیز کتب حدیث کی اجازت روایت قاضی بہلول بدخشی سے بھی حاصل کی۔

۱۷ سال کی عمر میں تحصیل جملہ علوم وفنون سے فارغ ہو کر درس وتصنیف میں مشغول ہوئے اور اسی زمانہ میں اثبات نبوت اور مذہب شیعہ امامیہ وغیرہ میں رسائل لکھے، طریقت وسلوک میں پہلے اپنے والد ماجد سے چاروں سلسلوں کی اجازت وخرقہ خلافت حاصل کیا ۱۰۰۷ھ میں والد ماجد کی وفات کے بعد حج وزیارات حرمین شریفین کے ارادہ سے دہلی پہنچے تو وہاں حضرت شیخ اعظم واجل خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی زیارت وبیعت سے مشرف ہوئے، ان کی خدمت میں رہ کر طریقہ نقشبندیہ میں چند ہی روز کے اشتغال سے آپ نے قطبیت وفردیت کے مدارج عالیہ تک عروج فرمایا اور خود حضرت شیخ موصوفؒ نے آپ کو قرب ونہایۃ وصول الی اللہ کے مدارج کی تحصیل وتکمیل کی بشارت سنائی اور خرقۂ خلافت پہنا کر ارشاد طالبین کی اجازت مرحمت فرمادی۔

حضرت شیخ آپ کی نہایت تعظیم وتکریم فرماتے، غیر معمولی مدح وثناء کرتے اور آپ کی ذات بابرکات پر فخر کرتے تھے ایک روز اپنے اصحاب کی مجلس میں فرمایا کہ "شیخ احمد نامی ایک مرد سرہند سے کثیر العلم اور قوی العمل آیا ہے، چند روز اس نے فقیر کے ساتھ نشست وبرخاست کی ہے، اس عرصہ میں بہت سے عجائب وغرائب حالات اس کے دیکھے گئے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک آفتاب ہوگا جس سے سارا جہان روشن ہوگا"۔

ایک دفعہ فرمایا کہ "شیخ احمد ایک ایسا سورج ہے جس کے سایہ میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں"۔

یہ مکاشفات عالیہ اس ذات عالی مقام کے تھے جس کے حالات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ کس طرح شیخ المشائخ عبیداللہ الاحرار کی روح پرفتوح سے اپنی اعلیٰ ترین روحانی قوت مقناطیسی کے ذریعہ سارے کمالات ومراتب عالیہ جذب کر لئے تھے اور حضرت شیخ محمد املکنگیؒ سے تین ہی روز کے قلیل عرصہ میں خرقۂ خلافت حاصل فرمالیا تھا، ان کی روحانی بصیرت نے جو کچھ دیکھا تھا، اسی طرح دنیا والوں نے بھی تھوڑے دن بعد دیکھ لیا کہ آپ کی شہرت دور ونزدیک پھیلی، آپ کا آستانہ فیض بڑے بڑے اصحاب کمال کا ملجا وماویٰ ہوا، اکابر علماء ومشائخ

زمانہ، امراء ورؤساء عالم ترک وتاجیک تک سے آپ کے حضور میں باریاب ہوکر بہرہ یاب ہوئے۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ عبدالحق[1] محدث دہلویؒ اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ابتداء میں آپ سے کچھ بدظن ہوئے تھے، پھر آپ کے کمالات علمی وعملی کے معتقد ہوگئے تھے، مولانا سیالکوٹیؒ نے ہی آپ کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی کا خطاب دیا اور حضرت شیخ عبدالحقؒ نے اخبار الاخبار میں لکھا کہ:

جونزاع ہزار سال سے علماء اعلام وصوفیاء کرام میں چلا آتا تھا وہ آپ نے اٹھا دیا اور مورد حدیث صلہ کے ہوئے جس میں بشارت ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو صلہ کہا جائے گا، اس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل ہونگے (رواہ السیوطی فی جمع الجوامع) اس حدیث میں حضرت مجدد صاحب کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے اور خود مجدد صاحب نے اپنے حق میں لکھا ہے۔ **الحمد للہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین۔**

سرہند شریف میں قیام فرما کر آپ نے مسند ارشاد کو زینت دی اور کتب حدیث، تفسیر، فقہ وتصوف وغیرہ کا درس دیتے رہے، جلیل القدر کتابیں تالیف فرمائیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں: مکتوبات ۳ جلد ضخیم (جن میں ۵۲۶ مکاتیب عالیہ ہیں) یہ سب مکاتیب حقائق و معارف الہیہ وعلوم نبوت کے بحور ناپیدا کنار ہیں، معارف لدنیہ، مکاشفات غیبیہ، آداب المریدین، رسالہ ردشیعہ، المبداء والمعاد، رسالہ تہلیلیہ، رسالہ اثبات نبوت، تعلیقات عوارف المعارف سہروردی۔

کچھ لوگ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے بعض ارشادات عالیہ کے معانی ومطالب کو غلط سمجھنے کی وجہ سے آپ کے خلاف ہوگئے تھے اور انہوں نے شہنشاہ جہانگیر تک بھی شکایات پہنچائیں، جس پر سلطان نے آپ کو بلا کر گفتگو کی، آپ نے اس کو مطمئن کر دیا تو ان لوگوں نے سلطان کو آپ کے خلاف بھڑکانے کے لئے کہا کہ آپ نے حضور ظل سبحانی کو تعظیمی سجدہ نہیں کیا، بلکہ معمولی تواضع کا بھی اظہار نہیں کیا، سلطان نے اس بات سے متاثر ہوکر آپ کو قلعہ گوالیار میں محبوس کر دیا۔

شاہجہان کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اس پر آپ کی قید وبند شاق گزری اور رہائی کیلئے سعی کی، آپ کے پاس افضل خان اور مفتی عبدالرحمٰن کو چند کتب فقہ کے ساتھ بھیجا اور کہلایا کے بروئے فقہ اسلامی سلطان وقت کے لئے سجدۂ تعظیمی کی گنجائش ہے، آپ اس کو گوارا کریں تو میں ذمہ دار ہوں کہ پھر آپ کو حکومت کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، آپ نے جواب میں فرمادیا کہ جواز کی گنجائش بطور رخصت ہے اور عزیمت یہی ہے کہ غیر اللہ کو کسی حال میں سجدہ نہ کیا جائے، اس لئے میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔

چنانچہ آپ تین سال تک قید رہے، پھر جہانگیر نے آپ کو جیل سے آزاد کیا، مگر یہ شرط کی کہ آپ لشکر سلطانی کے ساتھ رہنے کے پابند ہوں گے، آٹھ سال آپ نے اس تقید کے بھی شان تسلیم ورضا سے گزارے، اس تمام عرصہ میں آپ سے سلطان اور دوسرے امراء وخواص برابر مستفید ہوتے رہے۔

سلطان جہانگیر کی وفات کے بعد شاہجہان تخت سلطنت پر آئے تو انہوں نے آپ کو تمام قیود سے آزاد کر کے سرہند تشریف لے جانے کی

---

[1] حضرت شیخ محدث کو جو کچھ اختلاف تھا وہ حضرت امام ربانی کے بعض مکاتیب کی عبارات سے متعلق تھا جو تمام تر سلوک وحقائق سے تعلق رکھتی ہیں، تقلید یا مذہبی تعصب سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، لیکن نواب صدیق حسن صاحب کو وہاں بھی یہی رنگ نظر آیا، یا کھینچ تان کر ادھر لے جانے کی سعی نامشکور فرمائی، یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ ایسے اکابر امت کے بارے میں بھی اس قدر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے، حضرت شیخ محدث کا وہ رسالہ جس میں حضرت مجدد صاحبؒ کے متعلق اپنے اشتباہات واعتراضات بے تکلف پوری وضاحت سے لکھ دیئے تھے، شائع شدہ ہے اور حضرت مجددؒ نے جو جوابات دیئے، وہ بھی مکتوبات امام ربانی کی زینت ہیں، ان کو پڑھ کر ہر شخص فیصلہ کرسکتا ہے کہ نواب صاحب نے ایک بے بنیاد بات اپنی ذہنی پیچ سے لکھی دی ہے، نواب صاحب کی علمی خدمات کی ہمارے دل میں بڑی قدر ہے، یہاں بضرورت ان کی لغزش کا ذکر ہوگیا، اس سے ان کی کسر شان ہرگز مقصود نہیں۔

اجازت دی، جہاں آپ نے اپنی عمر شریف کا باقی حصہ بھی درس علوم ظاہری وافائدہ فیوض باطنی میں بسر فرمایا، آپ کے مکاتیب شریفہ کا عرصہ ہوا عربی ترجمہ ہو کر کئی ضخیم جلدوں میں طبع ہو کر شائع ہوا تھا جواب نایاب ہے، راقم الحروف نے اس کو ایک مجددی بزرگ مقیم دتا جر مکہ معظمہ کے پاس ۱۳۷۹ھ میں دیکھا تھا اور اس وقت خریدنے کے خیال سے حرمین شریفین کے تجارتی مکاتیب میں تلاش بھی کیا، مگر میسر نہ ہوا، کاش! اس کی اشاعت پھر مقدر ہو۔

مکاتیب فارسیہ کی اشاعت بہترین صحت وطباعت کے ساتھ اعلیٰ کاغذ پر امرتسر سے ہوئی تھی، وہ بھی اب عرصہ سے نایاب ہے، کوئی باہمت تاجر کتب اگر اس کو فوٹو آفسٹ کے ذریعہ طبع کرادے تو نہایت گرانقدر علمی ودینی خدمت ہے، مکمل اردو ترجمہ کی اشاعت بھی نہایت ضروری ہے، واللہ المیسر لکل عسیر۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز کے مفصل حالات زندگی وسوانح حیات مستقل کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں، ابن ندیم نے لکھا تھا کہ امام اعظمؒ کے علوم وکمالات ظاہری سے شرق وغرب، بر وبحر میں دور ونزدیک سب جگہ روشنی پھیلی، راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت امام ربانی کے علوم وکمالات باطنی سے شرق وغرب، بر وبحر میں دور ونزدیک کے تمام خطے جگمگا اٹھے۔

درحقیقت آپ آسمان رسالت کے نیر اعظم سرور دوعالم (ارواحنا فداہ) ﷺ کے صدقہ وطفیل میں اس امت محمدیہ کے لئے کیسے کیسے علم وہدایت کے سورج، چاند ستارے ہر دور میں آئے اور آئندہ بھی آتے رہیں گے۔ اس احسان عظیم وعمیم کا شکر کسی زبان وقلم سے ادا نہیں ہوسکتا۔

شکر نعمتہائے تو چند انکہ نعمتہائے تو　　　عذر تقصیرات ماچند آنکہ تقصرات ما

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۳۳۵-الشیخ محی الدین عبدالقادرؒ احمد آبادی حنفی بن الشیخ عبداللہ العیدروس شافعیؒ م ۱۰۳۸ھ

جامع معقول ومنقول عالم وفاضل تھے، کثرت سے تصانیف کیں، آپ کی کتاب ''النور السافر فی اخبار القرن العاشر'' بہت مشہور ہے، دوسری تصانیف یہ ہیں: منح الباری بختم البخاری، المنتخب المصطفیٰ فی اخبار مولد المصطفیٰ، الدر الثمین فی بیان المہم من الدین، الحدائق الخضرہ فی سیرۃ النبی واصحابہ العشرہ اتحاف الحضرۃ العزیزہ بعیون السیرۃ الوجیزہ، الحواشی الرشیقۃ علی العروۃ الوثیقہ، الانموذج اللطیف فی اہل بدر الشریف، اسباب النجاۃ والنجاح فی اذکار المساء والصباح وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ، نزہۃ الخواطر تذکرۂ علماء ہند)

۳۳۶-الشیخ الامام المحدث ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین البخاری الدہلوی حنفیؒ م ۱۰۵۲ھ

مشہور محدث علام، جامع علوم ظاہری وباطنی تھے، آپ نے سب سے پہلے ہندوستان میں علم حدیث کی ہر خطہ میں اشاعت کی، علوم حدیث کے بڑے متبحر عالم اور ماہر ناقد تھے، پہلے تمام علوم کی تکمیل ہندوستان میں کی، پھر عنفوان شباب ہی میں حرمین شریفین حاضر ہو کر وہاں مدت تک قیام فرمایا، وہاں کے اکابر اولیاء وعلماء سے کمالات ظاہری وباطنی کا استفادہ کیا، خصوصیت سے فن حدیث میں تخصص کا درجہ شیخ ملا علی قاری حنفی اور شیخ عبدالوہاب متقی تلمیذ حضرت شیخ علی متقی سے حاصل کیا، ہندوستان واپس ہو کر درس وارشاد اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوئے، آپ کی حدیثی تالیفات سے فارسی شرح مشکوٰۃ شریف ''اشعۃ اللمعات'' اور عربی شرح ''لمعات التنقیح'' نہایت اہم ہیں، اشعۃ اللمعات چار جلدوں میں مطبع نولکشور سے چھپی تھی، جس کے ڈھائی ہزار صفحات میں شیخ محدث نے شرح مشکوٰۃ کا حق ادا کر دیا ہے، اس کے ابتداء میں ایک مقدمہ بھی ہے جو علم حدیث، اقسام حدیث اور حالات آئمہ حدیث وغیرہ پر نہایت محققانہ تالیف ہے۔

اشعۃ اللمعات کے قلمی نسخے بھی ہندوستان میں کئی جگہ ہیں، ان میں سے ''حبیب گنج'' کا نسخہ سب سے قدیم ہے، اس کے خاتمہ پر

حضرت شیخ محدث کے اپنے ہاتھ کی تحریر بھی ہے، اس نسخہ کو بارہ سو روپیہ میں خرید ا گیا تھا جس کی کتابوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

دوسری شرح عربی دو جلدوں میں ہے اور اس میں شیخ محدث نے صرف وہ ابحاث مہمہ دقیقہ درج کی ہیں جو عام افہام سے بالاتر تھیں، نیز اس میں فقہ حنفی کے مسائل کی تطبیق احادیث صحیحہ سے کی گئی ہے اور نہایت گرانقدر محدثانہ محققانہ کلام کیا ہے، خود فرمایا کہ اس شرح کا مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت امام اعظمؒ اپنے مسائل میں احادیث و آثار کا تتبع اس قدر کرتے ہیں کہ اصحاب الظواہر میں شمار کرنے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے اور ان کے مقابلہ میں امام شافعی کو اصحاب الرائے میں شمار کرنا پڑے گا'' اس کے شروع میں بھی نہایت جامع و نافع مقدمہ ہے، جو علیحدہ شائع بھی ہوگیا ہے، مگر افسوس ہے کہ لمعات ابھی تک شائع نہ ہوسکی، اس کے قلمی نسخے بانکی پور، رام پور، علی گڑھ، دہلی اور حیدرآباد دکن وغیرہ میں ہیں کاش وہ شرح طبع ہوکر مشکوۃ شریف کے ساتھ داخل نصاب مدارس عربیہ ہوکر پڑھائی جائے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے ''الحطہ بذکر الصحاح الستہ'' میں حضرت شیخ محدثؒ اور آپ کے صاحبزادہ شیخ نورالحقؒ وغیرہ کے لئے کلمات مدح لکھ کر یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ ان اصحاب صلاح کا طرز تحدیث فقہا کے طریق پر تھا، محدثین کے نہیں، اگرچہ فوائد کثیرہ دینی و علمی سے خالی نہیں''۔ غالباً نواب صاحب نے ''مطالعہ لمعات'' کی تکلیف گوارا نہیں کی، ورنہ ایسا نہ لکھتے یا احناف کی حدیثی خدمات کو گرانے کے لئے ضروری سمجھا ہوگا کہ کوئی تو اعتراض کا پہلو ضرور نکال لیا جائے۔

حضرت شیخ محدث نے فن رجال میں بھی کئی اہم کتابیں لکھیں، مثلاً الاکمال فی اسماء الرجال' اور اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی المشکوۃ، شرح اسماء رجال البخاری یہ کتابیں بھی شائع نہیں ہوئیں، اسماء الرجال کا قلمی نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ میں ہے۔

آپ کی دوسری گرانقدر تالیفات یہ ہیں: التعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی، زبدۃ الآثار، رسالہ اقسام حدیث، ماثبت بالسنہ فی ایام السنہ، شرح سفر السعادت، شرح فتح الغیب، مدارج النبوۃ، جذب القلوب الی دیار المحبوب، مرج البحرین، فتح المنان فی مناقب النعمان، اخبار الاخیار، عقائد میں تکمیل الایمان وتقویۃ الایمان نہایت اہم تالیف ہیں، فقہ میں فتح المنان فی تائید مذہب النعمان لکھی جس میں آپ نے احادیث کو مختلف عنوانات کے تحت جمع کیا ہے، پھر چاروں آئمہ کے مآخذ پر بحث کی ہے اور امام اعظمؒ کے مآخذ کو دوسرے مآخذ پر ترجیح دی ہے، اس کا قلمی نسخہ کتاب خانہ آصفیہ میں موجود ہے، اسی طرح ''الفوائد'' اور ہدایۃ المناسک الی طریق المناسک نہایت محققانہ لکھیں۔

آپ کے مجموعۂ مکاتیب و رسائل میں بھی بڑا علمی ذخیرہ ہے، شعر وسخن کا ذوق آپ کا خاندانی ورثہ تھا، حق تخلص کرتے تھے، آپ کے اشعار کا مجموعی شمار پانچ لاکھ تک کیا گیا ہے، ۹۴ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، مزار مبارک دہلی قطب صاحب میں حوض شمسی کے کنارہ واقع ہے، بعض اصحاب باطن نے وہاں عجیب وغریب کشش و دلبستگی اور فیوض برکات کے حصول کا ذکر کیا ہے۔

آپ کے مفصل حالات نہایت تحقیق سے محترم مولانا خلیق احمد صاحب نظامی استاذ شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے لکھے ہیں جو حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے نام سے اعلیٰ کاغذ پر بہترین کتاب وطباعت سے مزین ہوکر ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوگئے ہیں۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر، حدائق وحیات شیخ محدث)

۳۳۷-الشیخ ابوحامد سیدی العربی بن ابی المحاسن سیدی یوسف بن محمد الفاسیؒ م ۱۰۵۲ھ

مشہور محدث آپ نے حافظ ابن حجر کے مشہور رسالہ اصول حدیث نخبۃ کو منظوم کیا جس کا نام ''عقد الدرر فی نظم نخبۃ الفکر'' رکھا اور اس کی شرح بھی لکھی، واضح ہو کہ نخبۃ الفکر کو بہت سے محدثین کبار نے نظم کیا ہے، اور اس کی شروح لکھی ہیں، مثلاً شیخ کمال الدین بن الحسن شمنی مالکیؒ م ۸۲۱ھ نے نظم کیا ہے اور اس کی شرح ان کے صاحبزادے شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن محمد شمنی مصری مالکی ثم حنفی ۸۷۲ھ نے کی جو شارح

مغنی لابن ہشام اور محشی شفا بھی ہیں۔

شروح و تعلیقات نخبہ میں سے حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی تعلیقات، علامہ محدث ملا علی قاری حنفیؒ کی شرح النخبہ اور شیخ ابوالحسن محمد صادق بن عبدالہادی السندی المدنی حنفیؒ م ۱۱۳۸ھ کی شرح خاص طور پر قابل ذکر ہیں، کیونکہ محدثین احناف کی حدیثی خدمات کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے بلکہ ان کی حدیث دانی کو بھی مشکوک بنانے کی سعی برابر کی جاتی رہی ہے، والی اللہ المشتکی و ہو المستعان۔ رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۷۵، ۱۷۶)

۳۳۸- الشیخ العلامۃ المحدث حیدر پتلو بن خواجہ فیروز کشمیری حنفیؒ م ۱۰۵۷ھ

بڑے محدث، فقیہ، صاحب ورع و تقویٰ، متبع سنت عالم تھے، سات سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید و ابتدائی کتب سے فارغ ہوتے ہی اتباع سنت کا شوق و جذبہ رفیق زندگی بن گیا تھا بابا نصیب سے پھر مولانا المحدث جوہر نات سے علوم کی تحصیل کرتے رہے پھر دہلی جا کر حضرت شیخ محدث دہلویؒ سے علوم حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ کی تکمیل کی اور صاحب فتویٰ و عالم بے نظیر ہو کر کشمیر واپس ہوئے وہاں درس وارشاد کی مسند کو زینت دی، بڑے مستغنی مزاج و متوکل بزرگ تھے والی کشمیر نے تین مرتبہ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہو کر کشمیر کی قضا پیش کی مگر آپ نے اس کو رد کر دیا، جب اس کے لئے طرح طرح سے آپ پر دباؤ ڈالے گئے تو کشمیر سے کہیں جا کر روپوش ہو گئے، دوسرا شخص منصب قضا پر مقرر ہو گیا تو آپ کشمیر واپس آئے اور آخر عمر تک درس و افادہ میں مشغول رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق و نزہۃ الخواطر)

۳۳۹- شیخ احمد شہاب بن محمد خفاجی مصری حنفیؒ م ۱۰۶۹ھ

بڑے محدث، مفسر، فقیہ اور جامع معقول و منقول تھے، علوم عربیہ میں اپنے ماموں شیخ ابوبکر شنوانی سے، حدیث و فقہ میں شیخ الاسلام محمد رملی، شیخ نورالدین علی زیادی اور خاتمۃ الحفاظ ابراہیم علقمی و علی بن قائم مقدسی وغیرہ سے تلمذ کیا، اپنے والد ماجد کے ساتھ حرمین شریفین جا کر وہاں کے بھی اکابر و علماء و محدثین شیخ علی بن جاراللہ وغیرہ سے مستفید ہوئے پھر قسطنطنیہ جا کر درس علوم میں مشغول رہے، مشہور تصانیف یہ ہیں: حواشی تفسیر بیضاوی (۸ جلد میں) شرح شفاء (۴ جلد میں) شرح درۃ الغواص حریری، حواشی رضی، شفاء العلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل، دیوان الادب، طراز المجالس، رسائل اربعین وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۴۰- شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم مصری حنفیؒ م ۱۰۷۰ھ

علامہ محقق، محدث کبیر و فقیہ بے نظیر تھے علوم کی تحصیل و تکمیل اپنے زمانے کے اکابر علماء شیخ شرف الدین بلقینی، شیخ شہاب الدین شعمی، شیخ امین الدین بن عبدالعال، شیخ ابوالفیض سلمی وغیرہ سے کی اور ان حضرات سے درس علوم و افتاء کی اجازت سے مستند ہو کر جلد ہی بڑی شہرت حاصل کر لی تھی، آپ کی تصانیف میں سے الاشباہ والنظائر بے نظیر کتاب ہے اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق جزئیات فقیہ کا سمندر ہے، اسی لئے یہ دونوں کتابیں علماء حنفیہ کا ماخذ و مرجع اور مایہ ناز علمی خزینے ہیں۔

آپ کی فتح لغفار شرح المنار، مختصر تحریر الاصول مسمی بہ لب الاصول، تعلیقات ہدایہ اور حاشیہ جامع الفصولین، مجموعہ فتاویٰ چالیس رسائل متفرق مسائل میں سب ہی نہایت محققانہ و مدققانہ تالیفات ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ وغیرہ)

۳۴۱- الشیخ المحدث العارف العلام محمد بن الامام الربانی مجدد الالف ثانی حنفیؒ م ۱۰۷۰ھ

۱۰۰۵ھ میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے، بڑے محدث و فقیہ، عارف کامل، صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، علوم نقلیہ رسمیہ کی

تحصیل وتکمیل اپنے والد ماجد حضرت امام ربانی قدس سرہ سے کی، علم حدیث کی سند بھی آپ سے اور شیخ عبدالرحمن رمزی سے حاصل کی، حضرت امام ربانی قدس سرہ کی خدمت وصحبت میں کافی وقت گزارکران سے طریقت میں بھی کمال حاصل کیا، حضرت امام قدس سرہٗ نے آپ کی طرف توجہ خاص فرمائی، یہاں تک کہ آخر عمر میں آپ کی وجہ سے درس بھی ترک فرمادیا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بچہ علماء راسخین میں سے ہے، اور آپ کو خرقۂ خلافت پہنایا، خانون الرحمۃ کے لقب سے مشرف فرمایا۔

باوجود ان کمالات ظاہری وباطنی کے آپ نے حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کی وفات پر مسند خلافت اپنے بھائی شیخ محمد معصوم صاحبؒ کے لئے چھوڑ دی تھی اور خود حرمین شریفین چلے گئے، حج وزیارت کے بعد ۱۰۶۹ھ میں واپس ہوکر باقی عمر درس وتلقین میں گزاری۔

آپ کی تصانیف حاشیہ مشکوۃ شریف، رسالہ تحقیق اشارہ فی التشہد ین، حاشیہ، حاشیہ خیالی شرح عقائد وغیرہ ہیں۔ (حدائق) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۳۴۲-الشیخ ایوب بن احمد بن ایوب الاستاذ الکبیر الخلوتی دمشقی حنفیؒ م ۱۰۷۱ھ

بڑے محدث، جامع علوم وفنون، جامع شریعت وطریقت تھے، علوم حدیث آپ نے محدث شہیر معمر ابراہیم بن الاحدب سے حاصل کئے اور عارف باللہ احمد العالی سے طریق خلوتیہ حاصل کر کے شیخ وقت ہوئے، بڑے صاحب کشوف وکرامات تھے، آپ کو شیخ اکبر ابن عربی کی لسان کہا جاتا تھا، ایک دفعہ خواب میں شیخ اکبر کو دیکھا کہ ان کے دروازہ پر چالیس دربار ہیں، لیکن آپ داخل ہوئے تو کسی نے نہ روکا، شیخ کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا کہ "اے ایوب! تم میرے نقش قدم پر ہو، تمہارے سوا کوئی اس طرح میرے پاس نہیں آیا، حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ سے مشرف ہوئے، اس وقت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرات عشرہ مبشرہ بھی حاضر تھے، حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "ایوب سے کہہ دو کہ وہ زمانہ بہت مبارک ہے جس میں آپ ہیں"۔

ہمیشہ اور ہر وقت کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ" کا ورد رکھتے تھے جو آپ کے رگ وپے میں سرایت کرگیا تھا، حتیٰ کے سوتے میں بھی آپ کے سانس کے ساتھ کلمہ مبارک سنا جاتا تھا، فرماتے تھے کہ اگر مجھے شروع سے معلوم ہوجاتا کہ "لا الہ الا اللہ" میں اتنے اسرار ہیں تو میں کوئی علم طلب نہ کرتا، حالانکہ آپ اسی ۸۰ علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے، آپ نے رسالہ اسمائیہ میں لکھا کہ سب سے زیادہ سریع الاثر اور نتیجہ خیز ورد لا الہ الا اللہ اور قرأۃ سورۂ اخلاص ہے۔

آپ نے بہت سے رسائل لکھے جو سب نہایت تحقیقی اور علوم وحقائق کے خزانے ہیں، مثلاً ذخیرۃ الفتح، عقلیۃ التفرید، خمیلۃ التوحید، ذخیرۃ الانوار، بمیسرۃ الافکار، رسالۃ الیقین وغیرہ ایک جزو میں اپنے مشائخ حدیث جمع کئے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وخلاصۃ الاثر ص ۴۲۸ ج ۱)

۳۴۳-شیخ محمد آفندی بن تاج الدین بن احمد محاسنی دمشقی حنفیؒ م ۱۰۷۲ھ

مشہور محدث، فقیہ وادیب تھے، جامع سلطان سلیم کے خطیب رہے، پھر جامع بنی امیہ کے امام وخطیب ہوئے اور جامع مذکور کے قبۂ مغربیہ میں حدیث کا درس دیتے رہے، صحیح مسلم پر تعلیقات لکھیں، آپ سے بہت سے علماء دمشق مثل علامہ محقق شیخ علاؤالدین حصکفی مفتی شام وغیرہ نے استفادہ علوم کیا، آپ کا کلام نظم ونثر نہایت فصیح وبلیغ ہوتا تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۴۴-شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفیؒ م ۱۰۷۳ھ

مشہور محدث فقیہ، فاضل متبحر، جامع کمالات صوری ومعنوی تھے، علوم ظاہری وکمالات باطنی کی تحصیل وتکمیل اپنے والد ماجد سے کی، پھر درس وافتاء میں مشغول ہوئے، گرانقدر تصانیف کیں، مثلاً تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری (۶ ضخیم جلد میں) شرح صحیح مسلم، شرح شمائل

الترمذی، رسالہ اثبات اشارہ تشہد، زبدۃ فی التاریخ، تعلیقات شرح ہدایۃ الحکمۃ، تعلیقات شرح المطالع، تعلیقات علی العضد یہ وغیرہ۔

تیسیر القاری ۱۲۹۸ھ میں نواب محمود علی خان صاحب والی ریاست ٹونک کی توجہ و مالی امداد سے چھپی تھی، اس کے حاشیہ پر شیخ الاسلام (سبط شیخ محدث دہلویؒ) کی شرح اور علامہ حافظ دراز پشاوری کی شرح بھی طبع ہوئی تھی، یہ تینوں تالیفات نہایت محققانہ طرز کی ہیں، اب یہ کتاب نایاب ہے۔

شاہجہان ایام شاہزادگی سے ہی آپ کے علم وفضل سے خوب واقف تھا، اس لئے اپنے دور شہنشاہی میں آپ کو اکبرآباد (آگرہ) کا قاضی ومفتی مقرر کر دیا تھا، آپ کا دور قضاء امانت ودیانت اور فصل خصومات کے اعتبار سے نہایت معقول وشاندار رہا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمہ لامع ص۱۴۴ وحدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۴۵-الشیخ محمد معصوم بن الامام الربانی مجدد الالف الثانی قدس سرہٗ م ۱۰۸۰ھ، ۱۰۷۹ھ، ۱۰۷۷ھ

مشہور ومعروف محدث وفقیہ اور شیخ طریقت تھے، قرآن مجید صرف تین ماہ میں حفظ کر لیا تھا، پھر اکثر علوم کی تحصیل حضرت والد ماجد قدس سرہٗ سے کی اور ان کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہ کر کمالات طریقہ نقشبندیہ کی تکمیل کی، آپ حضرت مجدد صاحب کے اخلاق وعادات و کمالات کے مثل کامل تھے، آپ کو حضرت مجدد صاحبؒ نے مقامات عالیہ قیومیت وغیرہ سے سرفراز ہونے کی بشارت دی اور جن مراتب عالیہ پر آپ پہنچے، حضرت مجدد صاحب کے اصحاب وخلفاء میں سے کوئی ان تک نہیں پہنچا، حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کی وفات پر آپ ہی مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے اور تمام اوقات درس علوم وافادۂ فیوض باطنیہ میں بسر کئے، بیضاوی شریف، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ عضدی وتلویح کا درس اکثر دیا کرتے تھے، ہزاروں ہزار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ کے خلفاء کی تعداد بھی سات ہزار تک نقل ہوئی ہے، نیز بعض حضرات نے آپ کی توجہ سے درجۂ ولاویت پر پہنچنے والی کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔

امراء وسلاطین کی مجالس سے بے حد نفور تھے، حتیٰ کے شاہجہان باوجود اشتیاق بسیار کے آپ کی صحبت سے محروم رہا البتہ اورنگزیب عالمگیرؒ آپ کی بیعت اور کچھ صحبت سے بھی مشرف ہوئے۔

آپ کے مکاتیب عالیہ بھی تین جلدوں میں مدون ہوئے جو حضرت امام ربانی کے مکتوبات مبارکہ کی طرح حقائق علوم نبوت، غوامض اسرار شریعت اور لطائف ودقائق طریقت کا گراں قدر مجموعہ ہیں، اکثر مکاتیب میں مکتوبات حضرت امام ربانی کے مغلقات ومشکلات کا بھی حل کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق حنفیہ)

۳۴۶-الشیخ معین الدین بن خواجہ محمود نقشبندی کشمیری حنفیؒ م ۱۰۸۵ھ

مشائخ وعلماء کشمیر میں سے اتباع شریعت، ترویج سنت وازالۂ بدعات ورسوم غیر شرعیہ میں اپنے وقت کے بے نظیر عالم تھے، حدیث و فقہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شاگردی کی اور مدت تک ان کی خدمت میں رہے تھے، کشمیر میں مرجع علماء وفضلاء ہوئے اور درس علوم وآفادہ فیوض باطنی میں زندگی بسر کی، مجموعۂ فتاویٰ نقشبندیہ کنز السعادۃ (فقہ میں) الرضوانی (سیر وسلوک وبیان خوارق وکرامات والد ماجد میں) آپ کی یادگار ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق حنفیہ)

۳۴۷-شیخ محمد بن علی بن محمد بن علی حصکفی حنفیؒ م ۱۰۸۸ھ

مشہور محدث وفقیہ جامع معقول ومنقول، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، احادیث ومرویات کے بڑے حافظ تھے، آپ کے فضل وکمال کی شہادت آپ کے مشائخ واساتذہ اور ہمعصروں نے بھی دی ہے، خصوصیت سے آپ کے شیخ خیرالدین رملی نے آپ کے کمال درایت و

روایت کی بڑی تعریف کی ہے، آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں: تعلیقات بخاری (۳۰ جزو) حواشی تفسیر بیضاوی، الدرالمختار (فقہ کی مشہور و متداول کتاب) شرح ملتقی الابحر، شرح المنار، شرح قطر، مختصر فتاوی صوفیہ، حواشی درروغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۴۸- شیخ ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد بن احمد بن بیری مفتی مکہ مکرمہ حنفیؒ م ۱۰۹۲ھ

آپ "بیری زادہ" کے نام سے مشہور ہوئے، محدث کامل، فقیہ فاضل، متبحر فی العلوم اور علم فتویٰ میں یگانۂ زمانہ تھے، تمام اوقات مطالعہ کتب اور درس و تصنیف وغیرہ میں مشغول رہتے تھے، ستر ۷۰ سے زیادہ تصانیف عالیہ یادگار چھوڑیں ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں۔

شرح موطا امام محمد (۲ جلد) عمدۃ ذوی البصائر حاشیہ الاشباہ والنظائر، شرح تصحیح قدوری شیخ قاسمؒ، شرح المنسک الصغیر ملا علی قاریؒ، رسالہ در بیان جواز عمرہ دراشہرحج، شرح منظومہ ابن شحنہ، رسالہ در بارۂ اشارہ سبابہ، رسالہ در عدم جواز تلفیق (اس رسالہ میں آپ نے اپنے ہم عصر علماء مکی بن فروخ وغیرہ کا مدلل رد کیا ہے) ولادت مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی، وفات مکہ معظمہ میں ہوئی اور معلاۃ میں قریب مرقد مبارک حضرت ام المومنین خدیجہؓ دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۴۹- شیخ داؤد مشکوتی کشمیری حنفیؒ م ۱۰۹۷ھ

کشمیر کے اکابر محدثین وفقہاء میں سے تھے، آپ نے شیخ حیدر بن فیروز کشمیر سے علوم حدیث وفقہ وغیرہ کی تحصیل وتکمیل کی، طریقت کے کمالات شیخ نصیب الدین سے حاصل کئے، حضرت خواجہ محمود بخاری سے بھی فیوض کثیرہ لئے اور ان سب حضرات کی خدمت میں ایک مدت گزار کر علم و معرفت میں کامل ہوئے، "مشکوتی" مشہور ہوئے، کیونکہ پوری مشکوۃ شریف آپ کو متناً وسنداً حفظ تھی۔

آپ نے اسرار الابرار (سادات کشمیر کے حالات میں) لکھی، اسرار الاشجار اور کتاب منطق الطیر شیخ عطارؒ کو منظوم کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۵۰- شیخ یحیٰ بن الامام الربانی مجدد الالف الثانی قدس سرہٗ حنفی م ۱۰۹۸ھ

حضرت مجدد صاحبؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، محدث، فقیہ، علماء ربانیین سے ہیں، ۱۰۲۷ھ میں ولادت ہوئی، علوم کی تحصیل وتکمیل اپنے منجھلے بھائی، شیخ محمد معصوم صاحبؒ اور بڑے بھائی شیخ محمد سعید صاحبؒ سے کی، پھر درس وافادہ میں مشغول ہوئے اور بہت سی تصانیف بھی کیں۔ آپ کا نکاح حضرت خواجہ عبید اللہ بن حضرت شیخ المشائخ خواجہ باقی باللہ نقشبندی قدس اسرارہما کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ "الیانع الجنی" میں ہے کہ آپ نے مسئلہ اشارۂ تشہد میں اپنے والد ماجد اور بھائیوں کی مخالفت کی، یعنی از روئے حدیث صحیح اس کے ثبوت کو نفی وانکار کے مقابلہ میں ترجیح دی اور یقیناً حضرت مجدد صاحبؒ اور دوسرے حضرات بھی اگر حدیث مثبت صحیح سے مطلع ہوجاتے، تو اپنی رائے بدل دیتے۔ رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ۴۳۵ ج ۵)

۳۵۱- الشیخ ابو یوسف یعقوب البنانی لاہوری حنفیؒ م ۱۰۹۸ھ

مشہور محدث، فقیہ و جامع معقول ومنقول تھے، شاہجہاں اور عالمگیر کے دور میں آپ ناظر محاکم عدلیہ رہے، باوجود اس کے درس و تصنیف میں بھی مشغول رہتے تھے، آپ کے درس سے بکثرت علماء وطلبہ نے استفادہ کیا، علوم حدیث میں بڑی دست گاہ تھی، اثنا درس میں فاضل سیالکوٹی پر تعریضات کرتے تھے، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

حاشیہ بیضاوی شریف، الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، المعلم فی شرح صحیح الامام مسلم، المصفیٰ فی شرح الموطأ، شرح تہذیب الکلام،

شرح الحسامی، شرح شرعۃ الاسلام، اساس العلوم (حدیث میں) حاشیۂ رضی، حاشیہ عضدی، ان کے علاوہ دوسری کتب درسیہ پر بھی تعلیقات ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۳۹ ج ۵)

۳۵۲-الشیخ محمد شیخ الاسلام فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ دہلوی حنفیؒ

محدث جلیل القدر، فضلائے عصر میں ممتاز، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے نواسہ ہیں، آپ نے بخاری شریف کی شرح لکھی تھی جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپی ہے، اس میں نہایت محققانہ محدثانہ ابحاث ہیں، آپ سلطان محمد شاہ کے زمانہ سے نادر شاہ کے ابتدائی دور تک دہلی میں صدر الصدور امور مذہبی کے عہدہ پر فائز رہے، پھر رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمۂ لامع ص ۱۴۷)

۳۵۳-شیخ محدث ملا شنگرف گنائی کشمیری حنفیؒ

حضرت بابا عثمان گنائی کی اولاد میں سے محدث کبیر، فقیہ فاضل اور جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، علامہ مفتی فیروز کے چچا تھے، اپنے شہر کے علماء ومحدثین سے تحصیل علوم کے بعد حرمین شریفین تشریف لے گئے، وہاں زبدۃ المحققین، محدث شہیر علامہ ابن حجر مکیؒ سے حدیث کی اجازت حاصل کی اور کشمیر واپس ہوکر درس وارشاد میں مشغول ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ وتذکرۂ علماء ہند)

۳۵۴-شیخ زین الدین علی تبور، رائے نواری کشمیری حنفیؒ

علماء کشمیر میں سے محدث کامل وفقیہ فاضل تھے، حضرت شیخ یعقوب صرفی اور ملا شمس الدین پالی سے علوم کی تحصیل وتکمیل کے بعد حضرت مخدوم شیخ حمزہ سے بیعت کی اور معارف وحقائق تصوف سے بھی حظ وافر حاصل کیا اواسط عمر میں بتمام وکمال فقر وزہد کی زندگی اختیار کی، پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں شیخ ابن حجر مکیؒ سے اجازت حدیث لے کر کشمیر واپس آئے اور تمام زندگی نشر وافادۂ علوم ظاہری و باطنی میں بسر کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ وتذکرہ)

۳۵۵-شیخ علی بن جار اللہ قرشی خالد مکی حنفیؒ

حضرت خالد بن ولیدؓ کی اولاد میں سے محدث کامل، فقیہ فاضل، مفتی وخطیب مکہ معظمہ تھے، حرم شریف میں بیٹھ کر تمام دن درس حدیث وتفسیر وفقہ اور افتاء کی خدمات انجام دیتے تھے، خصوصیت سے بخاری شریف کا درس نہایت محققانہ شان سے ہوتا تھا، بڑے فصیح وبلیغ مقرر وخطیب تھے، اپنے خاندان میں سے صرف آپ کے والد اور آپ ہی حنفی تھے، باقی سب شافعی مذہب کے پیرو تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے صحیح بخاری شریف وغیرہ کتاب صحاح آپ سے پڑھی تھیں، شیخ علی متقی اور شیخ عبدالوہاب متقی سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۵۶-الشیخ المحدث حسن بن علی العجیمی المکی، حنفیؒ م ۱۱۱۳ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، آپ کی اسانید مرویات ''کفایۃ المستطلع'' کی دو جلدوں میں ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۸)

۳۵۷-الشیخ محمد اعظم بن سیف الدین بن الشیخ محمد معصوم العمری سرہندی حنفیؒ م ۱۱۱۴ھ

بڑے محدث وفقیہ تھے، علوم کی تحصیل اپنے چچا جان شیخ فرخ شاہ بن الشیخ محمد سعید سرہندی اور والد ماجد سے کی اور طریقت میں بھی اپنے والد بزرگوار سے استفادہ کیا، آپ کی نہایت محققانہ مفید شرح صحیح بخاری پر ہے جس کا نام فیض الباری ہے، ۴۸ سال کی عمر میں وفات

ہوئی اور اپنے والد ماجد کے قریب سرہند شریف میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ہدایہ احمدیہ، نزہۃ الخواطر)

۳۵۸-الشیخ مبارک بن فخر الدین الحسینی الواسطی بالگرامی حنفیؒ م ۱۱۱۵ھ

محدث کبیر و جامع علوم وفنون تھے، پہلے بلگرام میں تحصیل کی، پھر دہلی گئے اور علامہ خواجہ عبداللہ بن شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی قدس سرہٗ اور شیخ نور الحق بن شیخ محدث دہلوی وغیرہ سے علوم کی تکمیل اور حدیث کی سند حاصل کی، ۱۰۶۴ھ میں اپنے وطن واپس ہو کر درس وافادہ میں مشغول ہوئے۔

نہایت وقور، بارعب اور امر معروف و نہی منکر میں جری تھے، ان کی موجودگی میں کسی شخص کو ارتکاب منہیات شرع کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۵۹-الشیخ المحدث فرخ شاہ بن الشیخ محمد سعید بن الامام الربانی قدس سرہ، حنفیؒ م ۱۱۲۲ھ

اپنے والد ماجد کی تیسری اولاد ہیں لیکن علم وفضل میں سب سے بڑھ کر اور درس وافادۂ علوم وظاہر و باطن میں سب سے بڑے تھے، اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل اور خصوصیت سے حدیث وفقہ اور تصوف میں مراتب عالیہ کی تکمیل کی، حافظہ نہایت قوی تھا، بڑے ذہین و ذکی تھے، مباحثہ سے بھی رغبت تھی، علوم حدیث سے عشق تھا، حرمین شریفین حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر ہندوستان واپس ہوئے اور درس وافادہ میں منہمک ہو گئے۔

"الیانع الجنی" میں ہے کہ آپ کو ستر ہزار احادیث متن وسند کے ساتھ یاد تھیں جن کے رجال پر پوری بصیرت سے جرح وتعدیل کر سکتے تھے، احکام فقہیہ پر بڑی نظر تھی اور ایک درجہ کا اجتہاد حاصل تھا، باوجود اس کے نہایت حیرت ہے کہ آپ نے ایک رسالہ منع اشارۂ تشہد میں لکھا ہے"۔

فقہ وحدیث میں آپ کے بہت سے رسائل ہیں اور اپنے جد امجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے مدافعت میں بھی رسائل لکھے ہیں، مثلاً القول الفاصل بین الحق والباطل او کشف الغطاء عن وجوہ الخطا، نیز رسالہ حرمت غناء، رسالہ عقائد رسالہ فی الحقیقۃ المحمدیہ، حاشیہ حاشیۂ عبدالحکیم علی الخیالی وغیرہ لکھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۶۰-شیخ عنایت اللہ شال کشمیری حنفیؒ م ۱۱۲۵ھ

بڑے محدث، فقیہ، متقی، متورع اور جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل اپنے وقت کے اکابر شیوخ سے کی ہمیشہ علوم حدیث، تفسیر وفقہ وغیرہ کا درس دیتے تھے، خصوصیت سے درس بخاری شریف کی محدثانہ تحقیق کے لحاظ سے بے نظیر شہرت ہوئی۔

نقل ہے کہ ۳۶ دفعہ مکمل بخاری شریف کو پوری تحقیق سے پڑھایا حدیث اور اس کے طرق اسانید کی واقفیت آپ کو بدرجۂ کمال حاصل تھی، مثنوی مولانا روم کو بھی پڑھنے پڑھانے کے نہایت دلدادہ تھے، علوم باطن میں مشائخ وقت سے خرقہائے خلافت حاصل کئے، تمام عمر درس ووعظ میں بسر کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۶۱-الشیخ العلامۃ احمد بن ابی سعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق صدیقی حنفیؒ م ۱۱۳۰ھ

مشہور محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول "ملا جیون" کے نام سے زیادہ معروف، شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے استاذ محترم تھے، نسباً حضرت ابوبکر صدیقؓ سے متصل اور قصبہ امیٹھی کے ساکن تھے، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر تحصیل علوم وفنون میں مشغول ہوئے، قوت حافظہ بے نظیر تھی جو کتابیں دیکھتے تھے، یاد ہو جاتی تھیں، اکثر درسی کتابیں شیخ محمد صادق ترکھی سے اور کچھ مولانا لطف اللہ صاحب

جہاں آبادی سے پڑھیں، فراغت کے بعد مسند صدارت تدریس کو زینت بخشی اور اپنے وطن میں پڑھاتے رہے، چالیس سال کی عمر میں اجمیر شریف ہوکر دہلی پہنچے، وہاں بھی کافی مدت اقامت کی، درس و افادہ کرتے رہے، ۵۵ سال کی عمر میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، وہاں بھی ایک مدت اقامت کی، وہاں کی برکات ظاہری و باطنی سے دل بھر کر سیرابی کی ۴، ۵ سال بعد واپس ہوکر بلاد دکن میں سلطان عالمگیر کے ساتھ ۶ سال گزارے، ۱۱۱۲ھ میں پھر حرمین شریفین حاضری دی، ایک سال اپنے والد ماجد کی طرف سے، دوسرے سال والدہ ماجدہ کی جانب سے بھی مناسک حج ادا کئے اور صحیحین کا درس نہایت تحقیق و اتقان کے ساتھ بغیر مراجعت کتب و شروح دیا، پھر ۱۱۱۶ھ میں ہندوستان واپس ہوکر اپنے وطن میں دو سال قیام کیا، اس زمانہ میں طریق سلوک و تصوف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی اور حضرت شیخ یٰسین بن عبدالرزاق قادریؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، پھر اپنے اصحاب و مریدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے، قیام فرما کر درس و افادہ میں مشغول ہوئے۔

شاہ عالم بن عالمگیر بلاد دکن سے لوٹے تو آپ نے اجمیر جا کر ان کا استقبال کیا، ان کے ساتھ لاہور گئے، وہاں بھی ایک مدت گزاری، شاہ عالم کی وفات پر دہلی واپس ہوئے اور وفات تک دہلی میں مقیم رہے، شاہ فرخ سیر نے بھی آپ کی بڑی قدر و منزلت کی۔

علاوہ افادۂ علوم ظاہری و کمالات باطنی ہر وقت لوگوں کی دنیوی ضرورتوں میں بھی امداد فرماتے تھے اور امراء و سلاطین کے یہاں ان کے لئے سفارش کرتے تھے، باوجود کبر سنی کے بھی عوام سے رابطہ اور درس و افادہ کا مشغلہ آخر وقت تک قائم رکھا۔

آپ کی تصانیف نہایت مشہور و مقبول ہوئیں، جن میں چند یہ ہیں: تفسیر احمدی، جو آپ کے ابتدائی دور کی تصنیف ہے (اس کو آپ نے ۱۰۶۴ تا ۱۰۶۹ھ پورا کیا، نور الانوار فی شرح المنار (یہ کتاب مدینہ منورہ کے قیام میں صرف دو ماہ کے اندر لکھی، السوانح (یہ لوائح جامی کے طرز پر ہے جس کو آپ نے دوسرے سفر حجاز میں تصنیف کیا، مناقب الاولیاء (آخری زمانہ قیام امیٹھی میں تصنیف کی، اس کا تتمہ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالقادر نے لکھا، آداب احمدی (سیر و سلوک میں ابتداء عمر میں لکھی) آپ کی وفات دہلی میں ہوئی وہیں دفن ہوئے تھے، مگر پچاس روز کے بعد آپ کو امیٹھی لے کر آپ کے مدرسہ میں دفن کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۶۲- الشیخ الامام العلامۃ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبدالہادی سندی حنفیؒ م ۱۱۳۸ھ، ۱۱۳۹ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ، شیخ ابوالحسن سندی کبیر کے نام سے مشہور ہوئے، پہلے اپنے بلاد سندھ کے علماء و مشائخ سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی پھر مدینہ طیبہ کو ہجرت کی اور وہاں کے اجلہ شیوخ سے استفادہ کیا، حرم شریف نبوی میں درس حدیث دیتے تھے، علم و فضل و ذکاء و صلاح میں بڑی شہرت پائی، نہایت نافع تالیفات کیں، مثلاً حواشی صحاح ستہ، حاشیہ مسند امام احمد، حاشیہ فتح القدیر، حاشیہ جمع الجوامع شرح اذکار الامام النووی وغیرہ۔

سلک الدرر اور تاریخ جبرتی میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے جنازہ کو امراء و حکام نے اٹھا کر مسجد نبوی میں پہنچایا اور تمام ساکنان مدینہ پاک نے اظہار غم و الم کیا، بازار بند ہوئے، بے شمار لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ و نزہۃ الخواطر ص ۵، ۶)

۳۶۳- شیخ کلیم اللہ بن نور اللہ بن محمد صالح المہندس صدیقی جہاں آبادی حنفی، م ۱۱۴۰ھ

کبار مشائخ چشت میں سے بڑے محدث و علامۂ وقت تھے، اول علماء دہلی سے تحصیل علوم و فنون کی، پھر حجاز تشریف لے گئے اور ایک مدت طویلہ وہاں رہ کر استفادہ تکمیل و علوم ظاہری کے ساتھ طریقہ چشتیہ شیخ یحییٰ بن محمود گجراتی مدنی سے طریقہ نقشبندیہ میر محترم سے (جن کا سلسلہ خواجہ عبیداللہ احرار سے متصل تھا) اور طریقہ قادریہ شیخ محمد غیاث کے سلسلہ سے حاصل کیا، پھر ہندوستان واپس ہوکر دہلی میں قیام کر کے

درس وافادہ میں مشغول ہوئے۔

آپ کی تصانیف قیمہ یہ ہیں: تفسیر قرآن مجید، کشکول، المرقع فی الرقی، التکسیر، سواء السبیل، العشرۃ الکاملہ، کتاب الرد علی الشیعہ، مجموعۃ المکاتیب، شرح قانون الشیخ الرئیس وغیرہ، بڑے متوکل وزاہد تھے، سلاطین وامراء کے ہدایا وتحائف سے سخت اجتناب کرتے تھے، اپنا ذاتی مکان جو بڑی حیثیت کا تھا کرایہ پر دے دیا تھا اس کی آمدنی سے گزر اوقات کرتے تھے، معمولی کرایہ کا مکان لے کر رہائش کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۶۴-شیخ ابوالطیب محمد بن عبدالقادر السندی المدنی حنفیؒ م ۱۱۴۰ھ

بڑے محدث جلیل القدر تھے، پہلے اپنے بلاد سندھ کے علماء ومشائخ سے علوم کی تحصیل کی، پھر حجاز جاکر حج وزیارت سے مشرف ہوئے، مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاء) میں سکونت اختیار کی، شیخ حسن بن علی عجیمی سے صحاح ستہ پڑھیں، شیخ محمد سعید کوکنی قریشی نقشبندی اور شیخ احمد البناء سے بھی اجازت حاصل کی۔

تمام عمر درس علوم وافادۂ کمالات میں مشغول رہے، صدق وصلاح، تقویٰ وطہارت کا پیکر مجسم تھے، حنفی المسلک، نقشبندی الطریقہ تھے، جامع ترمذی کی عربی میں بہترین شرح لکھی جس کی ابتداء اس طرح کی: **الحمد لله الذی شید ارکان الدین الحنیفی بکتابه المبین الخ** درمختار پر بھی بہت گرانقدر حاشیہ لکھا۔

آپ سے مدینہ طیبہ کے بکثرت علماء وکبار محدثین نے حدیث پڑھی، مثلاً شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالکریم انصاری مدنی، شیخ عبداللہ بن ابراہیم البری مدنی، شیخ محمد بن علی الشروانی مدنی، شیخ یوسف بن عبدالکریم مدنی وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تکملۂ تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۹ ونزہۃ الخواطر ص ۱۴۱ ج ۶)

۳۶۵-شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی دمشقی حنفیؒ م ۱۱۴۳ھ

محدث وفقیہ فاضل تھے، علوم کی تحصیل وتکمیل اپنے بلاد کے اکابر وعلماء، ومشائخ سے کی اور آپ کے فیض علم سے بکثرت علماء ومشائخ مستفید ہوئے، کتاب ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الحدیث، کتاب نہایۃ المراد شرح ہدیۃ ابن العماد، خلاصۃ التحقیق فی مسائل التقلید والتدقیق، اللؤلؤ المکنون فی الاخبار عما سیکون، غایۃ الوجازہ فی تکرار الصلوٰۃ علی الجنازہ وغیرہ تصنیف کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث اردو ص ۲۳۴ وحدائق الحنفیہ)

۳۶۶-شیخ محمد افضل بن الشیخ محمد معصوم بن الامام الربانی قدس سرہ حنفیؒ م ۱۱۴۶ھ

محدث ثقہ، فاضل متبحر فی العلوم، اولیائے کبار سے تھے، حضرت شیخ عبدالاحد بن شیخ محمد سعید سرہندی خلیفہ شیخ احمد سعید سے علم ظاہر وباطن حاصل کیا، پھر حرمین شریفین حاضر ہوکر شیخ سالم بن عبداللہ البصری مکی کی صحبت میں رہے، اور استفادہ کیا، شیخ حجۃ اللہ نقشبندی سے بھی دس سال تک اکتساب فیوض وبرکات کیا تھا۔

حجاز سے واپس ہوکر دہلی میں سکونت اختیار کی، مدرسہ غازی الدین خان میں درس علوم دیا، آپ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حضرت مرزا صاحب جان جاناںؒ، شیخ گدا علی اور دوسرے بہت سے علماء نے حدیث حاصل کی، حضرت شیخ المشائخ مولانا غلام علی صاحبؒ نقشبندی قدس سرہ نے ''مقامات مظہریہ'' میں تحریر فرمایا کہ:

آپ "حضرت شیخ عبدالاحد قدس سرہ کی خدمت میں بارہ سال رہے، پھر حرمین شریفین میں شیخ سالم سے استفادہ کیا، واپس ہوکر دہلی صدارت علم کی اور نہایت قناعت وعفاف کے ساتھ زندگی بسر کی، آپ کی خدمت میں جتنے روپے پیش کئے جاتے تھے، ان سے علمی کتابیں خرید کر طلبہ کے لئے وقف فرمادیتے تھے، ایک دفعہ پندرہ ہزار کی رقم خطیر آئی تو اس کو بھی اسی طرح صرف کردیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق نفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۶۷- شیخ تاج الدین قلعی بن قاضی عبدالحسن حنفیؒ م ۱۱۴۸ھ

جلیل القدر محدث اور فقیہ فاضل مفتی مکہ معظمہ تھے، بہت سے مشائخ حدیث کی خدمت میں رہے اور سب نے آپ کو اجازت دی، لیکن زیادہ استفادہ آپ نے شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے کیا، آپ نے کتب حدیث کو بحث وتنقیح کے ساتھ ان سے پڑھا اور صحیحین کو بھی محدث عجیمی سے اسی طرح پڑھا، ان کے علاوہ شیخ صالح زنجانی، شیخ احمد نخلی اور شیخ احمد قطان وغیرہ سے فقہ وحدیث میں استفادہ کیا، شیخ ابراہیم کردی سے احادیث خصوصاً حدیث مسلسل بالاولیہ کی اجازت حاصل کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے "انسان العین" میں لکھا ہے کہ جب آپ صحیح بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے تو میں بھی کئی دن تک درس میں حاضر ہوا اور آپ سے کتب صحاح ستہ موطأ امام مالک، مسند دارمی اور کتاب الآثار امام محمد کو کہیں کہیں سے سنا اور آپ سے سب کتابوں کی اجازت حاصل کی اور جب ۱۱۴۳ھ میں "زیارت نبوی" سے واپس ہوا تو سب سے پہلے آپ ہی سے حدیث مسلسل بالاولیہ کو بروایت شیخ ابراہیم سنا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۶۸- شیخ محمد بن احمد عقیلہ مکی حنفیؒ م ۱۱۵۰ھ

مشہور محدث ہیں، محدث عجیمی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ کی گرانقدر تصانیف آپ کی جلالت قدر پر شاہد ہیں، مثلاً المسلسلات عدۃ اثبات، الدرر المنظوم (۵ مجلدات میں تفسیر القرآن بالماثور، الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن (جس میں "اتقان" کی تہذیب کی ہے اور بہت سے علوم قرآن کا اضافہ کیا ہے، آپ کی اکثر مؤلفات استنبول کے مکتبہ علی باشا الحکیم میں موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۳۶۹- الشیخ الامام العلامہ نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی حنفیؒ م ۱۱۵۵ھ

بڑے محدث اور ہندوستان کے ارباب فضل وکمال واساتذہ مشہورین میں سے جامع معقول ومنقول بحر ذخار علوم تھے، بچپن ہی سے علم کا شوق بے نہایت تھا، گلستان سعدی اپنی والدہ ماجدہ سے سات روز میں پڑھی، کتب درسیہ مولانا احمد بن سلیمان گجراتی اور فرید الدین صاحب احمد آبادی سے پڑھی، حدیث شیخ محمد بن جعفر حسینی بخاری سے پڑھی اور انہی سے طریقہ سلوک میں بھی استفادہ کیا، تمام کمالات و فضائل اور کثرت درس افادۂ میں بےنظیر شخصیت کے مالک ہوئے۔

آپ کے خاص عقیدت مند اکرم الدین گجراتی نے آپ کے درس وافادہ کے لئے ایک مدرسہ احمد آباد میں تعمیر کرایا جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ صرف کیا اور طلبہ کے مصارف کے لئے کئی دیہات بھی وقف کئے۔

شیخ موصوف نہایت متوکل، متورع، زاہد وعابد تھے، شب میں دوبار اٹھ کر نوافل پڑھتے تھے، اور ہر بار سونے سے قبل ایک ہزار بار تہلیل کرتے اور ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے، امراء وسلاطین کے ہدایا، تحائف اور روزینوں سے سخت اجتناب کرتے تھے، آپ کی تصانیف قیمہ یہ ہیں: تفسیر کلام اللہ، حاشیہ تفسیر بیضاوی، نورالقاری، شرح صحیح البخاری، شرح الوقایہ، حاشیہ شرح مواقف، حل المعاقد، حاشیۂ شرح المقاصد، شرح فصوص الحکم، حاشیہ شرح المطالع، حاشیۂ تلویح، حاشیہ عضدی، المعول حاشیہ المطلول، شرح تہذیب، المنطق (جو آپ کی

تمام تصانیف میں سے زیادہ ادق ہے) وغیرہ، آپ کی سب چھوٹی بڑی تصانیف تقریباً ڈیڑھ سو ہیں، ۹۱ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۷۰-الشیخ الامام المحدث صفۃ اللہ بن مدینۃ اللہ بن زین العابدین حنفیؒ م ۱۱۶۱ھ

خیر آباد کے علماء محدثین میں سے جلیل القدر عالم ربانی، کتب درسیہ شیخ قطب الدین سے پڑھیں، پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے اور کئی سال وہاں قیام فرما کر شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کردی مدنی سے حدیث حاصل کی اور وطن واپس آکر منطق و فلسفہ کا درس قطعاً نہیں دیا، بلکہ صرف حدیث وتفسیر کا درس اختیار کیا، بہت سے علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۷۱-الشیخ العلام محمد معین بن محمد امین بن طالب اللہ سندیؒ م ۱۱۶۱ھ

حدیث، کلام وعربیہ کے بڑے فاضل جلیل تھے، شیخ عنایۃ اللہ سندی سے تحصیل علم کی، پھر دہلی جا کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ سے تکمیل کی، اپنے وطن واپس ہو کر طریقت میں شیخ ابو القاسم نقشبندی سے استفادہ کیا اور حضرت علامہ سید عبد اللطیف کی خدمت میں رہ کر فیوض کثیرہ علم ومعرفت کے حاصل کئے، نہایت ذکی وفہیم، حدیث وکلام کے ماہر تھے، بہت اچھے شاعر تھے، وجد وسماع اور نغموں سے دل کو خاص لگاؤ تھا، حتیٰ کے حالت وجد وسماع ہی میں وفات بھی ہوئی، آپ کا میلان شیعیت اور عدم تقلید کی طرف بھی تھا۔

حضرت علامہ شیخ محمد ہاشم سندی سے علمی میدان میں مقابلے مباحثے رہے ہیں، آپ کی نہایت مشہور تصنیف "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" ہے جو پہلے لاہور سے چھپی تھی اور اب "لجنۃ احیاء الادب السندی" کراچی سے نہایت عمدہ ٹائپ سے حضرت العلامہ عبد الرشید نعمانی دام فیضہم کی نہایت مفید تعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے اس میں بارہ دراسات ہیں جن میں نہایت قیمتی حدیثی فقہی ابحاث ہیں، ایک دراسہ میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی پر بھی رد کیا ہے ایک میں تقلید کی اس صورت کو حرام کہا ہے کہ حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے کسی امام کا قول مخالف اختیار کیا جائے اور یہ بیشک صحیح ہے، نہ اس قسم کی تقلید مقلدین آئمہ اربعہ کرتے ہیں ایک دراسہ میں بتلایا ہے کہ اگر اجماع کسی حدیث صحیح کے معارض ہو تو کیا کیا جائے، ایک میں بتلایا کہ اگر اقوال آئمہ اربعہ کسی حدیث صحیح کے معارض ہو تو کیا کیا جائے، ایک دراسہ میں ظاہریہ اور اسباب ظواہر کا فرق دکھلایا ہے، دسویں دراسہ میں بتلایا کہ متفق علیہ احادیث مفید ظن ہیں یا مفید قطعیت، گیارہویں دراسہ میں اس قول کا رد کیا کہ احادیث صحیحین کے برابر غیر صحیحین کی احادیث نہیں ہوسکتیں، بارہوین دراسہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے مذہب کے بارے میں نہایت ادب کا معاملہ کرنے پر زور دیا ہے (اور جو کچھ ان پر جرح کی گئی ہے اس کا بڑی شدت سے رد کیا ہے، امام اعظم کے قول کو دوسرے تابعین کے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں، علامہ ابن تیمیہ کے بہت بڑے مخالف تھے ان پر سختی سے رد کرتے ہیں اور علامہ ابن قیم کے مداح ہیں۔

دراسات اللبیب کے جن مقامات میں آپ سے اغلاط ومسامحات ہوئے ہیں ان کی تصحیح ونقد کا فرض نہایت خوش اسلوبی سے مولانا نعمانی نے تعلیقات میں انجام دیا ہے، اور ان کا مستقل رد علامہ مخدوم عبد اللطیف سندیؒ نے "ذب ذبابات الدراسات" کے نام سے لکھا تھا، جس کی جلد اول ضخیم لجنہ مذکور سے شائع ہوگئی ہے، اور دوسری زیر طبع ہے، اہل علم کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ نہایت ضروری ومفید ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وکلمۃ عن الدراسات للشیخ عبد الرشید نعمانی وغیرہ)

۳۷۲-الشیخ الامام المحدث محمد حیات بن ابراہیم سندی مدنی حنفیؒ متوفی ۱۱۶۳ھ

بڑے محدث شہیر، عالم کبیر تھے، ابتداء میں علوم کی تحصیل شیخ محمد معین سندی سے کی، پھر حرمین شریفین حاضر ہو کر مدینہ طیبہ میں سکونت

کی اور شیخ کبیر الحسن سندھی مدنی حنفی کی خدمت وصحبت میں رہ پڑے، ان سے علوم حدیث وغیرہ کی تکمیل کی اور ان کی وفات پر ۲۴ سال تک ان کی جانشینی کی، آپ کو شیخ عبداللہ بن سالم بصری مکی، شیخ، ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی اور شیخ حسن بن علی عجیمی وغیرہم نے بھی اجازت حدیث دی اور آپ سے بکثرت مشاہیر علماء ومشائخ سے استفادہ کیا، تصانیف یہ ہیں۔

تحفۃ الامام فی العمل بحدیث النبی علیہ السلام، رسالۃ فی النھی عن عشق صور المرددو النسوان، الایقاف علی اسباب، الاختلاف رسالۃ فی ابطال الضرائح وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۰۱ ج ۶)

۳۷۳-الشیخ الامام العلامہ عبداللہ بن محمد الاماسی حنفیؒ م ۱۱۶۷ھ

مشہور محدث تھے، آپ نے بخاری شریف کی شرح ''نجاح القاری فی شرح البخاری'' ۳۰ جلدوں میں، مسلم شریف کی شرح ''غایۃ المنعم بشرح صحیح مسلم'' ۷ جلدوں میں لکھی تھی، شرح مسلم نصف تک پہنچی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۸)

۳۷۴-شیخ عبدالولی ترکستانی کشمیری حنفیؒ م ۱۱۷۱ھ

بڑے علامہ محدث اور ولی کامل تھے، اپنے وطن طرحان (ترکستان) سے مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور ادا مناسک حج کے بعد مدینہ منور حاضر ہوئے وہاں مدرسہ دارالشفاء میں حضرت شیخ ابوالحسن سندی حنفی شارح صحاح ستہ کے حلقۂ درس حدیث سے استفادہ کیا، اور ان سے اجازت لے کر کشمیر تشریف لائے اور وہیں سکونت اختیار کی، درس وارشاد میں مشغول رہے، شیخ الاسلام مولانا قوام الدین محمد کشمیری اور دوسرے بہت سے علماء صلحاء نے آپ سے علوم کی تحصیل کی۔

آپ کو شہزادۂ بلخ کی تہمت میں شہید کیا گیا، نقل ہے کہ آپ کا سرتن سے جدا ہو گیا تھا، مگر تمام رات اس سے ذکر اللہ کی آواز آتی رہی، صبح کے وقت خاموش ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۷۵-الشیخ العلامۃ المحدث محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمن سندی حنفیؒ م ۱۱۷۴ھ

مشہور محدث وفقیہ عالم عربیت تھے، اول علوم کی تحصیل اپنے وطن میں شیخ ضیاء الدین سندی سے کی، پھر حجاز پہنچے حج وزیارت سے فارغ ہو کر شیخ عبدالقادر مکی مفتی احناف مکہ معظمہ سے حدیث وفقہ کی تکمیل کی اور صاحب کمالات باہرہ ہوئے، مسند درس وافتاء سنبھالی اور تصانیف قیمہ کیں، شیخ محمد معین صاحب دراسات سے آپ کے مباحثات ومناظرات رہے ہیں۔ تصانیف یہ ہیں:

ترتیب صحیح البخاری علی ترتیب الصحابہ، کشف الرین فی مسئل رفع الدین (اس میں آپ نے ثابت کیا کہ احادیث منع مقبول صحیح ہیں) کتاب فی فرائض الاسلام، حیاۃ القلوب فی زیادہ المحبوب، بذل القوۃ فی سنی النبوۃ، جنۃ النعیم فی فضائل القرآن الکریم، فاکہۃ البستان، فی تنقیح الحلال والحرام وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۶۳ ج ۶)

۳۷۶-الشیخ العلامۃ محمد بن الحسن المعروف بہ ''ابن ہمات'' حنفیؒ م ۱۱۷۵ھ

جلیل القدر محدث وفقیہ تھے، تخریج احادیث کی طرف زیادہ توجہ فرمائی چنانچہ آپ نے احادیث بیضاوی شریف کی تخریج کی جس کا نام ''تحفۃ الراوی فی تخریج احادیث البیضاوی'' رکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۸)

۳۷۷-الشیخ الامام حجۃ الاسلام الشاہ ولی اللہ احمد بن الشاہ عبدالرحیم الدہلوی حنفیؒ م ۱۱۷۶ھ

ہندوستان کے مایہ ناز مشہور ومعروف محدث جلیل وفقیہ نبیل، جامع معقول ومنقول تھے، آپ نے علوم کی تحصیل وتکمیل اپنے والد ماجد

سے کی دس سال کی عمر کافیہ کی شرح لکھنی شروع کی، ۱۴ سال کی عمر میں نکاح کیا، اسی عمر میں حضرت والد ماجد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور علوم وفنون کی تکمیل میں لگے، حتیٰ کے ۲۵ سال کی عمر میں مکمل فراغت حاصل کی، اثناء تحصیل میں اپنے زمانہ کے امام حدیث، شیخ محمد افضل سیالکوٹی کی خدمت میں آتے جاتے رہے اور علوم وحدیث میں ان سے استفادہ کیا پھر تقریباً بارہ سال تک درس کا مشغلہ رکھا، ۱۱۴۳ھ میں شیخ عبیداللہ بارہوی اور شیخ محمد عاشق وغیرہ کی معیت میں حرمین شریفین حاضر ہوئے۔

وہاں دوسال قیام فرمایا اور وہاں کے علماء کبار ومشائخ سے استفادہ کیا، خصوصیت سے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی شافعی کی خدمت میں رہ کر حدیث پڑھی اور ان کے خاص خیالات ونظریات سے بھی متاثر ہوئے۔

علامہ محقق کوثری حنفی کا خیال ہے کہ آپ کے ابتدائی نظریات وتحقیقات میں شیخ موصوف ہی کے صحبت کے اثرات ہیں، جو رفتہ رفتہ اعتدال کی طرف آئے اور فیوض الحرمین آپ نے پوری صراحت کے ساتھ اعلان فرمادیا کہ "اوفق الطرق بالسنۃ الصحیحہ، طریقۂ انیقہ مذہب حنفی ہی ہے"۔ جس سے معاندین مذہب حنفی کی وہ تمام مساعی مشؤمیہ خاک میں مل گئیں جو الانصاف، عقدالجید اور حجۃ اللہ وغیرہ کی بعض عبارتوں کی بنیاد پر کی گئی تھیں۔

علامہ کوثریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کا اصول مذاہب ائمہ مجتہدین کے بارے میں یہ فرمانا کہ وہ متاخرین کے ساختہ پرداختہ ہیں متقدمین سے منقول نہیں واقعہ کے خلاف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کے مطالعہ میں وہ کتب متقدمین نہیں ہیں جن میں اصول مذاہب کی نقل آئمہ متقدمین سے موجود ہے، مثلاً شیخ عیسیٰ بن ابان کی "الحج الکبیر" اور "الحج الصغیر"، ابوبکر رازی کی "الفصول فی الاصول" علامہ اتقانی کی "الشامل" اسی طرح شروح کتب ظاہرہ الروایۃ وغیرہ کہ ان سب میں وہ اصول مذہب مذکور ہیں جو خود ہمارے ائمہ سے منقول ہیں، علامہ کوثری نے حضرت شاہ صاحبؒ کے اس طریق فکر پر بھی نقد کیا ہے کہ درباره احکام وفروع صرف متون احادیث کو پیش نظر رکھا جائے اور ان کی اسانید پر نظر نہ کی جائے کوثری صاحب فرماتے ہیں کہ اہل علم کسی وقت بھی اسانید حدیث سے قطع نظر نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں، حتیٰ کے صحیحین کی اسانید پر بھی نظر ضروری ہے چہ جائیکہ دوسری کتاب صحاح اور کتب سنن وغیرہ اور جب درباره احتجاج فی الفروع اسانید میں نظر ضروری ہے تو باب اعتقاد میں بدرجۂ اولیٰ اس کی ضرورت واہمیت ہے۔

اسی طرح علامہ کوثری نے حضرت شاہ صاحبؒ کی اور بھی کئی باتوں پر تنقید کی ہے جو "حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی" کے آخر میں ص ۹۵ تا ص ۹۹ شائع ہوئی ہے، ہم جانتے ہیں کہ علامہ کوثریؒ حضرت شاہ صاحب کے بہت بڑے مداح بھی ہیں اور آپ کے علم و فضل، کمالات اور گرانقدر علمی، اصلاحی خدمات کے بھی ہماری طرح معترف ہیں، اس لئے ان کے نقد کو کسی غلط جذبہ پر محمول نہیں کر سکتے، اکابر اہل علم خود فیصلہ کریں گے کہ کس کی تحقیق کہاں تک درست ہے۔

ہم نے محدث ابوبکر بن ابی شیبہ کے حالات میں لکھا تھا کہ امام اعظمؒ کے بارے میں ان کے نقد کا ہم پوری فراخدلی سے استقبال کرتے ہیں کیونکہ ہم امام صاحب کو انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں مانتے، لیکن تنقید کے لئے ہماری شرط اول یہ ضرور ہے کہ پوری بصیرت سے حسن نیت کے ساتھ اور بے شائبہ تعصب ہو، انبیاء علیہم السلام کی طرح دوسروں کو معیار حق نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے ہر قول وفعل کو حق سمجھنا ضروری ہو البتہ مجموعی حیثیت سے حق پر بہت سوں کو کہا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب خود مقلد اور حنفی تھے جیسا کہ انہوں نے خود اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے، یہ تحریر خدا بخش لائبریری میں صحیح بخاری کے ایک نسخہ پر ہے جو حضرت شاہ صاحب کے درس میں رہی ہے، اس میں آپ کے ایک تلمیذ محمد بن پیر محمد بن الشیخ ابی الفتح نے پڑھا ہے، تلمیذ مذکور نے درس بخاری کے ختم کی تاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے، جمنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے اپنی سند امام بخاری تک لکھ کر تلمیذ مذکور کے لئے سند اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات لکھے۔

العمری نسباً، الدہلوی وطناً، الاشعری عقیدۃ، الصوفی طریقۃ، الحنفی عملاً، والحنفی والشافعی تدریساً، خادم التفسیر والحدیث والفقہ والعربیۃ والکلام.........۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ

اس تحریر کے نیچے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ نے یہ عبارت لکھی کہ "بیشک یہ تحریر بالا میرے والد محترم کے قلم سے لکھی ہوئی ہے" اسی نسخہ مذکورہ پر ایک اور تحریر بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان شاہ عالم نے ایک عالم محمد ناصح کو مامور کیا تھا کہ نسخہ مذکورہ کو اول سے آخر تک حرکات لگا کر مشکل کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور دوسرے صحیح نسخہ سے اس کا مقابلہ کر کے تصحیح بھی کی، تحریر مذکور کو راقم الحروف نے "الخیر الکثیر" کے مقدمہ عربیہ میں بھی نقل کر دیا تھا، جو مجلس علمی ڈابھیل سے ۱۳۵۳ھ میں شائع ہوئی تھی۔

تقلید کی ضرورت پر بحث فرماتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ بالغہ ص ۱۵۴ ج ۱ میں تصریح فرمائی ہے کہ مذاہب اربعہ کی تقلید کے جواز پر کل امت مرحومہ یا اس کے معتمد حضرات کا اجماع ہو چکا ہے، اور تقلید ائمہ اربعہ میں کھلی مصالح شرعیہ موجود ہیں، خصوصاً اس زمانہ میں کہ ہمتیں کوتاہ ہیں، ہوائے نفسانی کا غلبہ ہے اور ہر شخص اپنی رائے کو دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح دیتا ہے۔

پھر تحریر فرمایا کہ ابن حزم نے جو تقلید کو حرام کہا ہے وہ صرف ان لوگوں کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے جو خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہوں اور احادیث رسول اکرم ﷺ کا علم پورا پورا رکھتے ہوں، ناسخ و منسوخ سے واقف ہوں وغیرہ، یا ان جاہل لوگوں کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے جو کسی کی تقلید اس عقیدہ سے کرتے ہوں کہ اس شخص سے کوئی غلطی و خطا ممکن ہی نہیں او وہ اس کی تقلید کسی مسئلہ میں بھی چھوڑنے پر تیار نہ ہوں، خواہ اس کے خلاف بڑی سے بڑی دلیل بھی ثابت ہو جائے، یا ان لوگوں کے حق میں صحیح ہے جو مثلاً حنفی ہونے کی وجہ سے کسی شافعی سے تحقیق مسائل جائز نہ سمجھتا ہو یا برعکس یا حنفی شافعی امام کے پیچھے اقتداء کو جائز نہ سمجھتا ہو یا برعکس، لیکن تقلید کو اس شخص کے حق میں نادرست نہیں کہہ سکتے جو دینی امور کا ماخذ نبی اکرم ﷺ کے اقوال کو سمجھتا ہو اور حلال و حرام صرف ان ہی چیزوں کو سمجھتا ہو جن کو خدا اور رسول خدا ﷺ نے حلال و حرام کیا ہے، پھر اگر ایسا شخص بے علمی کی وجہ سے کسی عالم دین و متبع سنت سمجھ کر اتباع کرے اور غلطی کے وقت صحیح بات کو تسلیم کرنے کے لئے بھی ہر وقت تیار ہو تو ایسے شخص کی تقلید پر نکیر کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ افتاء و استفتاء کا طریقہ عہد نبوت سے اب تک برابر چلا آ رہا ہے، ضرورت صرف اس کی ہے کہ ہم کسی فقیہ کو موحیٰ الیہ یا معصوم نہ سمجھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تخریج علی کلام الفقہاء اور تتبع الفاظ حدیث کے اصول پر بحث کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ قاعدہ مستخرجۂ امام کی وجہ سے کسی حدیث کا رد کر دینا مناسب نہیں جس طرح حدیث مصراۃ کو رد کر دیا گیا کیونکہ حدیث کی رعایت کسی قاعدۂ مستخرجۂ کے مقابلہ میں زیادہ ضروری ہے۔

یہاں رد حدیث مصراۃ سے حضرت شاہ صاحبؒ کا روئے سخن چونکہ حنفیہ کی طرف ہے، اس لئے اس کے جواب کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے، ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ (علامہ کشمیریؒ) نے درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا تھا کہ مسئلہ مصراۃ میں حدیث ابی ہریرہؓ کے ترک کر دینے کا طعنہ ہمیشہ حنفیہ کو دیا گیا ہے اور ان کے خلاف یہ بہت بڑا الزام ہے، پھر فرمایا کہ امام طحاوی وغیرہ احناف نے جو جوابات دیئے ہیں وہ مجھے اپنے مذاق پر پسند نہیں ہیں، میرے نزدیک جواب یہ ہے کہ حدیث مذکور ہمارے مسلک کے خلاف نہیں ہے نہ ہم نے اس کو ترک کیا، کیونکہ فتح القدیر کے باب الاقالہ میں یہ تفصیل ہے کہ خرید و فروخت میں دھوکہ و فریب کبھی قولی ہوتا ہے اور کبھی فعلی، پس اگر قولی ہو تو اقالہ ذریعہ قضاء قاضی واجب ہوگا اور اگر فعلی ہو تو دیانۃً اقالہ واجب ہوگا، کیونکہ ایسے دھوکے پوشیدہ ہوتے ہیں، اور قضاء قاضی ظاہری امور پر چلتی ہے، لہذا التصریہ کی صورت میں بھی قضاءً تو اقالہ نہ ہوگا، مگر دیانۃً ضروری ہے اور صاع تمر کا دینا ضمان نہیں ہے، بلکہ بطور مروت و حسن معاشرت ہے، کیونکہ مشتری نے دودھ کا فائدہ حاصل کیا ہے"۔ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے قضاء و دیانت کے فرق کی کچھ اور مثالیں بھی اس موقع

پر ذکر فرمائیں جن کی تفصیل ان شاء اللہ انوارالباری میں اپنے موقع پر ذکر کی جائے گی۔

یہاں مختصراً یہ دکھلانا تھا کہ احناف پر ایسے بڑوں کے بڑے الزامات واعتراضات بھی زیادہ وزن دار پانا قابل جواب نہیں ہیں لیکن ان کے لئے حضرت علامہ کشمیری ایسے کملاء وحذاق محدثین احناف کی ضرورت ہے۔ **کثر الله امثالهم و نفعنا بعلومهم آمین۔**

آپ کی تصانیف جلیلہ قیمہ بہت ہیں جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں: **فتح الرحمن فی ترجمة القرآن، الزهراوين،** (تفسیر سورہ بقرہ وآل عمران) **الفوز الكبير في اصول التفسير، تاويل الاحاديث المصطفى في شرح الموطأ، المسوى شرح الموطا، شرح تراجم ابواب البخاري،** انسان العین فی مشائخ الحرمین حجۃ اللہ البالغہ (اصول دین واسرار شریعت پر بے نظیر جامع کتاب ہے) اس سے پہلے امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں شیخ عزالدین عبدالسلام مقدسی نے ''القواعد الکبریٰ'' میں شیخ اکبر نے ''فتوحات مکیہ'' میں شیخ ابن العربی نے ''الکبریت الاحمر'' شیخ صدرالدین قونوی نے اپنی تالیفات میں شیخ عبدالوہاب شعرانی نے ''المیزان'' میں بھی علم اسرار شریعت اور علم حقائق ومعارف کا بہترین مواد جمع کیا تھا، **ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء** (جو اپنے باب میں بے نظیر ہے) **قرة العينين في تفصيل الشيخين، الانصاف في بيان اسباب الاختلاف، عقد الجيد في احكام الجتهاد و التقليد، البدور البازغه، الطاف القدسي، القول الجميل، الانتباه في سلاسل اولياء الله، الهمعات،** اللمعات، السطعات، الہوامع، **شفاء** القلوب، الخیر الکثیر، التفہیمات الٰہیہ، فیوض الحرمین وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق)

۳۷۸- شیخ محمد بن محمد الحسینی الطرابلسی السندروسی حنفیؒ م ۱۱۷۷ھ

بڑے محدث وفقیہ تھے، آپ نے ایک کتاب ''الکشف الالٰہی عن شدید الضعف والموضوع الواہی'' تالیف کی جس میں شدید الضعف، موضوع اور واہی احادیث جمع کیں، حروف معجم کی ترتیب سے اس میں احادیث کو مرتب کیا اور ہر حرف کے ماتحت تین فصول قائم کیں، ہر قسم کو الگ فصل میں لکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۲۶)

۳۷۹- الشیخ المحدث المفتی اخوند ملا ابوالوفا کشمیری حنفیؒ م ۱۱۷۹ھ

اکابر فقہا ومحدثین کشمیر میں سے تھے، مولانا محمد اشرف چرخی اور شیخ امان اللہ بن خیرالدین کشمیری سے علوم کی تحصیل کی اور استخراج مسائل فقیہ میں زیادہ شہرت پائی، مفتی کشمیر کے عہدہ پر فائز رہے اور بڑی تحقیق سے مسائل فقہی کو چار جلدوں میں جمع کیا، ایک رسالہ خصائص نبویہ میں ''انوار النبوۃ'' کے نام سے لکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۸۰- شیخ ابوالیمن نورالدین عبداللہ اسکداری صوفی حنفیؒ م ۱۱۸۲ھ

اپنے زمانہ کے مشہور محدث وفقیہ اور فاضل محقق تھے، نزیل مدینہ منورہ اور شیخ طائفہ نقشبندیہ تھے، آپ کی تالیفات میں سے مختصر صحیح مسلم وغیرہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۸۱- الشیخ الامام المحدث ابوالحسن بن محمد صادق السندی حنفیؒ م ۱۱۸۷ھ

آپ ابوالحسن سندی صغیر کے نام سے مشہور تھے، وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں ساکن ہوئے اور مدت تک شیخ محمد حیات سندی کی خدمت میں رہ کر علوم وکمالات حاصل کئے، پھر اسی بقعۂ مبارکہ میں صدر نشین مسند درس وارشاد ہوئے۔

آپ کی تصانیف سے ''شرح جامع الاصول'' اور ''مختار الاطوار فی اطوار المختار'' زیادہ مشہور ہیں، بڑی کثرت سے علماء ومشائخ نے

استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۸۲-الشیخ المحدث محمد امین ولی اللہی کشمیری دہلوی حنفیؒ م ۱۱۸۷ھ

اجلۂ اصحاب شاہ ولی اللہ سے تھے اور آپ ہی کی نسبت سے مشہور ہوئے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے اساتذہ میں ہیں جیسا کہ خود شاہ صاحبؒ نے ''عجالۂ نافعہ'' میں لکھا ہے، آپ کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بعض رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۸۳-شیخ محمد بن احمد بن سالم بن سلیمان النابلسی السفارینی الحنبلیؒ م ۱۱۸۸ھ

مشہور محدث ہیں، آپ نے ثلاثیات مسند امام احمد کی شرح ایک ضخیم جلد میں لکھی جس کا نام نفثات الصدر المکمد بشرح ثلاثیات المسند رکھا ان ثلاثیات کی تعداد ۳۶۳ ہے، صاحب الرسالۃ المستطرفہ نے وحدانیت سے عشاریات تک کی تفصیل لکھی ہے جس میں ہر قسم کی روایات مرویہ کتب حدیث کی تعداد لکھی ہے۔

واحدانیات وہ احادیث ہیں جن کی روایت میں راوی اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہو اور واحدانیات میں صرف الواحدانیات لابی حنفیہ الامام کا ذکر کیا ہے، جن کو شیخ محدث ابو منشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے ایک جزء میں جمع کیا تھا، پھر ثنائیات میں صرف الثنائیات المالک فی الموطأ کا ذکر کیا ہے، حالانکہ مسانید امام اعظم وغیرہ میں بھی بکثرت ثنائیات موجود ہیں، پھر ثلاثیات کے ذیل میں صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث کی ثلاثیات کی تعداد لکھی ہے، اس میں بھی امام اعظمؒ کے مسانید وغیرہ کی ثلاثیات کی تعداد کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۸۲)

۳۸۴-الشیخ الامام الحدیث شمس الدین حبیب اللہ مرزا جان جاناں دہلوی حنفیؒ م ۱۱۹۵ھ

جلیل القدر محدث اور عالی مراتب شیخ طریقت تھے، پہلے شیخ نور محمد بدایونی خلیفہ حضرت شیخ سیف الدین (خلیفہ حضرت شیخ محمد معصومؒ) کی خدمت میں ۴ سال رہ کر طریقۂ نقشبندیہ کی تحصیل کی اور شیخ نے آپ کو ولادیت کبریٰ کی بشارت اور ارشاد و تلقین کی اجازت دی، لیکن آپ نے شیخ کی زندگی میں ان سے جدا ہونا پسند نہ کیا بلکہ بعد وفات بھی ان کی قبر مبارک کے قریب ۶ سال گزارے، پھر شیخ محمد افضل سیالکوٹی کی خدمت میں رہ کر مطولات اور حدیث پڑھی اور ان سے بکثرت استفادہ کیا، پھر مسند درس کو زینت دی اور ایک مدت اس مشغلہ میں گزار کر غلبۂ حال میں ترک درس کر دیا، شیخ سعد اللہ دہلوی کی خدمت میں ۱۲ سال رہے، پھر شیخ محمد عابد سندیؒ کی خدمت میں ۱۱ سال گزارے، ان کی وفات پر پھر مسند درس وارشاد پر بیٹھے، گویا تقریباً ۳۰ سال مشائخ کی صحبت میں رہے اور ۳۵ سال درس وافادہ میں مشغول رہے۔

آپ کی ذکاوت، فطانات، کرامات، مکاشفات، ورع وزہد اور اتباع سنت کے واقعات عجیب وغریب ہیں، عام دعوتوں اور متعارف مجالس صوفیہ سے اجتناب فرماتے تھے، اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا، کرایہ کے مکان میں بسر کی، پکا ہوا کھانا خرید کر تناول فرماتے، کپڑوں کا صرف ایک جوڑا رکھتے تھے، ہدایا وتحائف قبول نہیں کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ رد ہدیہ ضرور ممنوع ہے لیکن قبول ہدیہ بھی واجب نہیں، اکثر لوگ مشتبہ مال سے ہدیہ دیتے ہیں، پھر قبول نہ کرنے پر معترض ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ مولانا غلام علی شاہ صاحب قدس سرہ نے ''مقامات مظہریہ'' میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان محمد شاہ نے اپنے وزیر قمر الدین خان کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلایا کہ خدا نے مجھ کو بڑا ملک عطا کیا ہے، آپ کو جو ضرورت ہو مجھ سے طلب فرمالیجئے! آپ نے جواب میں فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے متاع الدنیا قلیل پس جب ساری دنیا کے ساز وسامان اور دولت بھی متاع قلیل ہے، تو تمہارے ہاتھ

میں تو صرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا دنیا کا ہے، لہٰذا ہم فقراء اس اقل قلیل کی وجہ سے بادشاہوں کے سامنے نہیں جھک سکتے۔

نظام الملک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تیس ہزار روپے پیش کیے، قبول نہ فرمائے، اس نے کہا آپ کو ضرورت نہیں تو مساکین کو تقسیم کرادیجئے گا، فرمایا میں تمہارا امین نہیں ہوں، تم چاہو تو یہاں سے باہر جا کر خود تقسیم کر دینا۔

آپ حنفی المسلک تھے، لیکن چند مسائل میں ترک مذہب بھی کیا اور فرماتے تھے کہ کسی حدیث کی قوت کی وجہ سے اگر مذہب پر عمل نہ کیا جائے تو اس سے خروج عن المذہب نہیں ہوتا، تشہد میں اشارۂ مسبحہ بھی کرتے تھے، اور اس بارے میں اپنے شیخ المشائخ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تحقیق کے خلاف کرنے سے بھی باک نہیں کیا، آپ کی تصانیف میں مجموعۂ مکاتیب، دیوان شعر فارسی، خریطۂ جواہر وغیرہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر و حدائق حنفیہ)

۳۸۵- شیخ غلام علی آزاد بن سید نوع واسطی بلگرامی حنفیؒ م ۱۲۰۰ھ

بڑے محقق عالم، محدث و مورخ تھے، کتب درسیہ علامہ میر طفیل محمد بلگرامی سے پڑھیں اور حدیث، لغت، سیرۃ نبوی و فنون ادب کی تکمیل علامہ محدث میر عبدالجلیل بلگرامی سے کی، نیز اجازت صحاح ستہ وغیرہ شیخ محمد حیات مدنی حنفیؒ سے بھی حاصل ہوئی، آپ کی تصانیف یہ ہیں: ضوء الدراری، شرح صحیح البخاری (کتاب الزکوۃ تک عربی میں) مآثر الکرام تاریخ بلگرام، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، روضۃ الاولیاء، تسلیۃ الفواد فی قصائد آزاد، ید بیضاء تذکرۂ شعراء وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۸۶- العلامۃ المحدث السید ابراہیم بن محمد کمال الدین بن محمد بن حسین دمشقی حنفیؒ

اپنے زمانہ کے علامہ محقق، محدث جلیل تھے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور دوسرے اکابر اہل علم و فضل سے کی اور تمام عمر درس وارشاد میں گزار دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۸۷- الشیخ العلامۃ المحدث فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ بن نور الحق بن الشیخ المحدث الدہلوی حنفیؒ

بڑے محدث و فقیہ تھے، اپنے آباؤ اجداد کی طرح حدیث و فقہ کے درس و تصنیف سے شغل رکھا اور مسلم شریف و حصن حصین کی شرح فارسی میں لکھی، عین العلم بھی آپ کی تصنیف ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۸۸- الشیخ محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالرزاق (الشہیر بہ) مرتضیٰ الحسینی الواسطی الزبیدی ثم المصری حنفیؒ متوفی ۱۲۰۵ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ، امام لغت، جامع معقول و منقول تھے، ۱۱۴۵ھ بلگرام میں پیدا ہوئے پہلے اپنے شہر کے علماء سے تحصیل کی، پھر سندیلہ خیر آباد پہنچے وہاں سے دہلی جا کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے بھی استفادہ فرمایا، اس کے بعد ۱۱۶۴ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج و زیارت سے فارغ ہو کر تکمیل علوم کی ٹھانی، علم حدیث کی طرف خاص توجہ فرمائی، حجاز و مصر وغیرہ کے تقریباً ایک سو علماء و مشائخ سے کمالات کی تحصیل فرمائی اور مذاہب اربعہ کے مشائخ نے آپ کو اجازت درس و تحدیث عطا فرمائی، پھر آپ نے ایک مدت تک زبید میں قیام فرمایا جس سے زبیدی مشہور ہوئے، اس کے بعد مصر تشریف لے گئے، وہاں مسند درس و تصنیف کو زینت دی، بے شمار لوگوں کو علوم و حدیث و تفسیر سے فیضیاب کیا، حتیٰ کے سلطان ترکی عبدالحمید خان اور ان کے وزراء کو بھی ان کی استدعا پر حدیث نبوی پڑھا کر مروجہ اجازت دی، اسی طرح دوسرے ملوک حجاز، ہند، یمن، شام، عراق و ملوک غرب و سوڈان وغیرہ نے بھی آپ سے بذریعہ مکاتبت آپ سے اجازت حدیث طلب کی اور آپ نے اجازت دی۔

جامع ازہر کے علماء وفضلاء نے آپ سے حدیث پڑھنے کی درخواست کی اور آپ نے اس کو منظور فرما کر ہر ہفتہ میں جمعرات اور پیر کا دن درس حدیث کے لئے مقرر فرمایا، اکثر آپ اوائل کتب پڑھا کر اجازت دیتے تھے۔

غرض تیرہویں صدی کے محدثین میں سے آپ کا مقام بہت بلند تھا اور شہرت ومقبولیت بے نظیر حاصل ہوئی، آپ کی تصانیف عالیہ بہت زیادہ ہیں، خصوصاً حدیث وفقہ اور لغت کی نادر روزگار تالیفات ہیں، چنانچہ لغت میں تاج العروس شرح قاموس (۱۰ مجلدات کبیر میں) نہایت مشہور، مقبول ومعتمد بے نظیر کتاب ہے، اس کے علاوہ حدیث، فقہ وغیرہ کی تالیفات یہ ہیں:

عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ مذاہب الامام ابی حنیفہ (اس میں آپ نے امام اعظم کے مذہب کی موافقت احادیث صحاح ستہ کے ساتھ دکھلائی ہے، اس باب میں لاثانی تالیف ہے، ۲ جلد میں اسکندریہ مصر سے ۱۲۹۲ھ میں چھپی تھی، اب نایاب ہے، الحمدللہ راقم الحروف کو تلاش بسیار پر ۱۳۷۹ھ میں ایک نسخہ مکہ معظمہ سے حاصل ہوا، الازہار المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ، القول الصحیح فی مراتب التعدیل والتجریح، التحبیر فی حدیث المسلسل بالتکبیر، الامالی الحنفیہ، بلغۃ الاریب فی مصطلح اثار الحبیب، اعلام الاعلام بمناسک حج بیت اللہ الحرام، درالضرع فی تاویل حدیث ام زرع، تخریج حدیث شیبتنی ہود، المواہب الجلیہ فیما یتعلق بحدیث الاولیہ، تخریج حدیث نعم الادام الخل، عقد الجمان فی بیان شعب الایمان، منح الفیوضات، الوفیہ فیمافی سورۃ الرحمٰن من اسرار الصفۃ الالٰہیہ طبقات الحفاظ، اتحاف السادۃ المتقین، بشرح اسرار احیاء علوم الدین (۲۰ جلد) حسن المحاضرہ فی آداب البحث والمناضرہ، کشف الغطاعن الصلوٰۃ الوسطٰی وغیرہ، حدائق حنفیہ میں ۶۶ کتابوں کے نام گنا کر وغیرہ ذالک لکھا، الرسالۃ المستطرفہ ص ۷۱ میں آپ کی تصنیف، التعلیقۃ الجلیلہ عن مسلسلات ابن عقیلہ" کا بھی ذکر کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے بھی الحاف النبلاء ص ۷۰۴ میں آپ کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، بہت مدح کی، لکھا کہ "فقیر کے علم میں علماء ہند میں سے اس عظیم الشان مرتبہ ومقبولیت کے علماء کم ہیں جن کی سلاطین وامراء نے بھی اتنی عزت کی ہو اور اس کثرت سے شیوخ عالی تبار وتلامذۂ نامدار اور اتنی کثرت سے تصانیف ان کی ہوں، نیز لکھا کہ آپ کے آباؤ اجداد بھی سب علماء ومشائخ، حفاظ اور معظم ومکرم زماں ہوئے ہیں اور لکھا کہ ایک سو سے زیادہ آپ کی تصانیف ہیں اور اکثر تصانیف آپ کی حدیث، فقہ، اصول لغت وتصوف اور سیر وغیرہ کی ہیں جو سب کی سب نافع ہیں۔ میرے پاس بھی ۱۷ کتابیں آپ کی موجود ہیں، پھر ان کے نام گنائے ہیں، لیکن نواب صاحب نے آپ کی خاص تصنیف "عقود الجواہر" کا ذکر نہیں کیا جس کو ہم نے اس کی خاص حدیثی اہمیت کے پیش نظر سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔

آخر عمر میں آپ نے عوام وخواص کے غیر معمولی رجوع سے تنگ آ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، درس بھی ترک کر دیا اور گھر کے دروازے بند کرا دیئے تھے، اسی حالت میں مرض طاعون سے وفات ہوئی، آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۸۹-الشیخ المحدث خیر الدین بن محمد زاہد السورتی حنفیؒ م ۱۲۰۶ھ

شہر سورت میں پیدا ہوئے اور وہیں کے علماء کبار سے علم حاصل کیا، شیخ نور اللہؒ سے طریق نقشبندی میں بیعت کی پھر حرمین شریفین حاضر ہو کر حج وزیارت سے مشرف ہوئے، شیخ محمد حیات سندی مدنی حنفیؒ سے حدیث پڑھی اور سورت واپس آ کر درس واشاعت حدیث شریف میں پچاس سال گزارے، آپ کی تصانیف شواہد التجدید، ارشاد الطالبین اور رسائل سلوک ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۶۱ ج ۷)

۳۹۰-الشیخ المحدث المفتی قوام الدین محمد بن سعد الدین کشمیری حنفیؒ م ۱۲۱۹ھ

بڑے محدث، مفتی وفقیہ تھے، اپنے زمانہ کے کبار علماء ومحدثین سے علم حاصل کیا اور صغر سنی میں ہی محسود اقران ہوئے، خانقاہ حضرت

شاہ سید محمد امین اویسی میں درس علوم دیا، پھر کشمیر کے قاضی و مفتی اور شیخ الاسلام ہوئے، آپ کی تصنیف ''الصحائف السلطانیہ'' مشہور ہے جس میں آپ نے ساٹھ علوم میں افادات لکھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۹۱-الشیخ المحدث العلامۃ رفیع الدین بن فرید الدین مرادآبادی حنفیؒ م ۱۲۲۳ھ

مشہور محدث تھے، اولاً اپنے شہر مرادآباد میں علماء و مشائخ سے علوم کی تحصیل کی، پھر دہلی جاکر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک مدت رہ کر حدیث پڑھی اور مرادآباد واپس ہوکر درس و افادہ میں مشغول ہوئے، پھر ۱۲۰۱ھ میں حرمین شریفین کے دوران سفر میں شیخ محدث خیرالدین سورتی سے سورت میں ملے، ان سے بخاری شریف پڑھی اور اجازت حاصل کی، بندر سورت سے جہاز ''سفینۃ الرسول'' میں سوار ہوئے جو شیخ ولی الدین بن غلام محمد برہان پوری کی ملکیت تھا اور خود شیخ موصوف بھی آپ کے ساتھ عام حجاز ہوئے، حجاز پہنچ کر حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں کے محدثین و مشائخ سے بھی فیوض کثیر حاصل کئے۔ ۱۲۰۳ھ میں واپس ہوکر درس و تصنیف میں مشغول ہوئے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

شرح اربعین نووی، شرح غنیۃ الطالبین، کتاب الاذکار، تذکرۃ المشائخ، تذکرۃ الملوک، تاریخ الافاغنہ، ترجمۃ عین العلم، قصر الآمال بذکر الحال والمآل، سلوالکئیب بذکر الحبیب، کنز الحساب، کتاب فی احوال الحرمین، الافادات العزیزیہ (جس میں آپ نے وہ تمام مکاتیب جمع فرمائے جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے آپ کو لکھے تھے اور ان میں نہایت عجیب و غریب فوائد تفسیر یہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر و حدائق حنفیہ)

۳۹۲-الشیخ المحدث الکبیر عبدالباسط بن رستم علی صدیقی قنوجی حنفیؒ م ۱۲۲۳ھ

اپنے زمانہ کے علامہ محدث، جامع معقول و منقول، استاذ الاساتذ اور شیخ المشائخ تھے، دور دور سے اہل علم آپ سے استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے، فرائض کے بے نظیر عالم تھے، درس و افادہ و تصنیف میں اوقات عزیز بسر کئے مشہور تصانیف یہ ہیں:

نظم اللآلی فی شرح ثلاثیات بخاری، انتخاب الحسنات فی ترجمہ احادیث دلائل الخیرات، اربعون حدیثا ثنائیا، الحبل المتین فی شرح اربعین، عجیب البیان فی اسرار القرآن، تفسیر ذوالفقار خانی، المنازل الاثناعشریہ فی طبقات الاولیاء (نہایت نافع کتاب ہے جس میں آپ نے بارہویں صدی تک کے حالات جمع کئے) شرح خلاصۃ الحساب للعاملی وغیرہ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۹۳-الشیخ المحدث الفقیہ محمد ہبۃ اللہ البعلی حنفیؒ م ۱۲۲۴ھ

بڑے محدث، علامہ فہامہ تھے، نہایت مفید گراں قدر تصانیف کیں، جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہی، حدیقۃ الریاحین فی طبقات مشائخنا المسندین التحقیق الباہر فی شرح الاشباہ والنظائر (پانچ ضخیم جلدوں میں) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۸)

۳۹۴-الشیخ الامام المحدث الاعلام قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ م ۱۲۲۵ھ

مشہور و معروف جلیل القدر مفسر، محدث، فقیہ، محقق، مدقق، جامع معقول و منقول تھے، علم تفسیر، کلام، فقہ و اصول اور تصوف میں نہایت بلند مرتبہ پر فائز تھے، حدیث و فقہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے پڑھی تھی، حدیثی و فقہی تبحر اور دقت نظر کے اعتبار سے اگر آپ کو ''طحاوی وقت'' کہا جائے تو زیادہ موزوں ہے، اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری سے فارغ ہوکر حضرت شیخ محمد عابد سنانیؒ سے بیعت سلوک کی اور تمام سلوک پچاس توجہ میں حاصل فرمالیا، فنائے قلب کی وجہ سے درجہ شرف بقالیا، پھر ان ہی کے فرمانے پر حضرت مرزا صاحب مظہر

جان جاناں قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آخری مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ تک پہنچ گئے اور ان کی بارگاہ فیض علم الہدیٰ کا لقب پایا، منامات مبارکہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور اپنے جدامجد حضرت شیخ جلال الدین عثمانیؒ سے بھی روحانی تربیت و بشارات ملیں۔

حضرت مرزا صاحبؒ آپ کو نہایت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ فرشتے بھی آپ کی تعظیم بجالاتے ہیں، آپ باوجود مشغولیت قضاء درس وتصنیف اور شغل ذکر و مراقبہ کے بھی روزانہ ایک سو رکعات نفل اور تہجد میں ایک منزل تلاوت قرآن مجید پر مواظبت پر فرماتے تھے، آپ کی تصانیف جلیلہ یہ ہیں:

تفسیر مظہری (۱۰ جلد ضخیم) جو بہترین کاغذ و طباعت کے ساتھ ندوۃ المصنفین دہلی سے مکمل شائع ہو چکی ہے، ایک کتاب مبسوط حدیث میں (۲ جلد) ایک مبسوط کتاب فقہ میں جس میں ہر مسئلہ کے مآخذ و دلائل اور مختارات آئمہ اربعہ جمع کئے، ایک مستقل رسالہ بیان اقوی المذاہب میں جس کا نام ''الاخذ بالاقوی'' رکھا تھا، مالا بدمنہ، السیف المسلول (ردشیعہ میں) ارشاد الطالبین (سلوک میں) تذکرۃ الموتی والقبور، تذکرۃ المعاد، حقیقۃ الاسلام، رسالۃ فی حکم الغنا، رسالۃ فی حرمۃ المتعہ، رسالۃ فی العشر والخراج، شہاب ثاقب، وصیت نامہ وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق نزہۃ الخواطر ص۱۱۲)

۳۹۵-الشیخ صفی بن عزیز بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین سرہندی حنفیؒ م ۱۲۲۶ھ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے بڑے درجہ کے محدث، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، مناصب حکومت کو ٹھکرا کر ہمیشہ درس و مطالعۂ کتب حدیث و تفسیر اور اشغال و اوراد سلسلہ میں مشغول رہ کر زندگی بسر کی لکھنؤ میں وفات ہوئی، صاحب کرامات و خوارق تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۹۶-الشیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن عبدالصمد فخر الدین حنفیؒ م ۱۲۲۹ھ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی اولاد میں سے حضرت شیخ الاسلام شارح بخاری کے صاحبزادے، بڑے محدث، فقیہ و محقق علامہ عصر تھے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور دوسرے علماء کبار سے کی اور درس و افادہ میں مشغول ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے کمالین حاشیۂ تفسیر جلالین محلی شرح الموطاء ترجمۂ صحیح بخاری (فارسی میں) شرح شمائل ترمذی، رسالہ اصول علم حدیث، خلاصۃ المناقب فی فضائل اہل البیت، رسالہ اشارۂ تشہد زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر ص۲۰۱ ج ۷)

۳۹۷-الشیخ الامام المفسر المحدث الشاہ عبدالقادر بن الشاہ ولی اللہ دہلوی حنفیؒ م ۱۲۳۰ھ

ہندوستان کی مایہ ناز مشہور و معروف شخصیت، جلیل القدر محدث و مفسر تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور حضرت شیخ عبدالعدل دہلویؒ سے طریق سلوک میں رہنمائی حاصل کی، علم و عمل، زہد و تقویٰ اور اخلاق عالیہ کے پیکر مجسم تھے، اکبری مسجد دہلی میں درس و افادہ کیا اور آپ سے شیخ عبدالحی بن ہبۃ اللہ بڈھانویؒ، حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ، شیخ فضل حق بن فضل امام خیر آبادیؒ، مرزا حسن علی شافعی لکھنویؒ، حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ اور دوسرے علماء کبار و مشائخ نے استفادہ کیا۔

آپ کی سب سے بڑی علمی خدمت قرآن مجید کا بامحاورا ترجمہ اور تفسیر موضح القرآن ہے جس کو باوجود اختصار جامعیت اور حسن ادا مطالب قرآنی کے لئے بطور معجزہ و آیۃ من آیات اللہ تسلیم کیا گیا ہے، ہمارے حضرت العلام شاہ صاحب کشمیریؒ بھی اس کی نہایت مدح فرماتے تھے اور ان کی تمنا تھی کہ اس ترجمہ و تفسیر کی طباعت و طبع کے اعلیٰ اہتمام کے ساتھ ہو۔

''مہر جہاں تاب'' میں ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے خواب میں دیکھا تھا کہ قرآن مجید ان پر نازل ہوا، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بیان کیا تو فرمایا ''اگرچہ وحی حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد منقطع ہو چکی، مگر رؤیا حق ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمہیں ایسی خدمت قرآن مجید کی توفیق بخشیں گے جس کی پہلے نظیر نہ ہوگی'' چنانچہ تعبیر مذکور صحیح ہوئی اور ترجمہ وتفسیر موضح القرآن کی صورت میں اس کا ظہور ہوا۔

یہ بھی عجیب سی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حضرت شاہ ثناء اللہؒ کی صاحبزادی کے بطن سے چار صاحبزادے تھے، سب سے بڑے حضرت شاہ عبدالعزیز، پھر رفیع الدین، پھر شاہ عبدالقادر اور سب سے چھوٹے شاہ عبدالغنی (والد حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) لیکن وفات میں صورت بالکل برعکس ہوگئی کہ سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالغنیؒ کی وفات ہوئی، پھر حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی پھر حضرت شاہ رفیع الدینؒ کی اور سب کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

یہ سب بھائی تبحر علم وفضل اور افادہ وافاضہ کی جہت سے نامور فضلائے عصر ہوئے، بجز حضرت شاہ عبدالغنی کے ان کی وفات عنفوان شباب ہی میں ہوگئی تھی جس کا تدارک حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی خدمات جلیلہ سے مقدر تھا۔

مصنف تحفۃ الاحوذی (علامہ محترم شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ) نے مقدمہ کے ص ۲۷ پر ترویج علوم قرآن وحدیث کرنے والے مشاہیر زمانہ محدثین کے ذکر میں حضرت شاہ عبدالغنیؒ بن شاہ ولی اللہ مذکور کا بھی ذکر کیا ہے جو خلاف تحقیق ہے، اس زمرہ میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ (تلمیذ وجانشین خاص حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ) کا ذکر آنا چاہئے تھے، مگر علامہ محقق نے ان کے ذکر کو یوں نظر انداز کر کے دوسری جگہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے تلامذہ میں ذکر کیا جہاں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ نے ہجرت کے وقت اپنا جانشین حضرت مولانا نذیر حسین صاحبؒ کو بنایا تھا، حالانکہ حضرت شاہ صاحبؒ کے اخص تلامذہ میں سرفہرست نام نامی حضرت شاہ عبدالغنی مجددی ہی کا نقل ہوتا آیا ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۳۹۸- الشیخ المحدث العلامۃ السید احمد الطحطاوی حنفیؒ م ۱۲۳۳ھ

جلیل القدر محدث وفقیہ تھے، مدت تک مصر کے مفتی اعظم رہے، درمختار کا حاشیہ نہایت تحقیق وتدقیق سے لکھا، عرصہ ہوا، مصر سے چھپ کر شائع ہوا تھا، اس میں آپ نے امام اعظمؒ کے مناقب میں صحیح ترین اقوال اور مستحکم روایات سے لکھے تھے، جن سے علامہ شافعیؒ نے بھی رد المختار میں بہت کچھ نقل کیا ہے، اس کے سواء اور بھی بہت سے رسائل وکتب تالیف کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۹۹- الشیخ الامام المحدث الشاہ رفیع الدین بن الشاہ ولی اللہ حنفیؒ م ۱۲۳۳ھ

مشہور ومعروف محدث، فقیہ، متکلم واصولی، جامع معقول ومنقول تھے، آپ نے بھی اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے پڑھا اور علم طریقت شیخ وقت مولانا محمد عاشق پھلتی سے حاصل کیا۔ بیس سال کی عمر ہی سے درس وافتاء میں مشغول ہوئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی زندگی ہی میں صاحب تصانیف ومرجع علماء آفاق ہو گئے تھے، بلکہ ان کے ضعف بصارت اور ہجوم امراض کے زمانہ میں تدریس میں بھی نیابت کی جس کی وجہ سے طالبین علوم کا بہت زیادہ ہجوم آپ کے پاس رہا، حضرت شاہ صاحب موصوف نے بھی آپ کے علم وفضل اور خصوصیات درس وتصنیف کی مدح اپنے بعض مکاتیب میں کی ہے، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

اردو ترجمہ لفظی قرآن مجید، رسالہ شرح اربعین کافات، ومنع الباطل فی بعض غوامض المسائل (جو علم حقائق میں نہایت اہم تالیف ہے)، اسرار المحبۃ، تکمیل الصناعۃ (یا تکمیل الاذہان علم معقول میں نہایت عالی قدر لائق درس تصنیف ہے، رسالۃ فی مقدمۃ العلم، رسالۃ فی

التاریخ، رسالۂ اثبات شق القمر ابطال براہین الحکمیہ علی اصول الحکماء آثار قیامت، رسالہ عقد انامل، رسالہ امور عامہ، حاشیہ میر زاہد رسالہ، رسلۂ تحقیق الوان وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۴۰۰-سراج الہند الشیخ الامام المحدث العلام الشاہ عبدالعزیز بن الشاہ ولی اللہ دہلوی حنفیؒ م ۱۲۳۹ھ

سید العلماء وابن سید العلماء محدث شہیر، وفقیہ تھے، سنہ ولادت بعدد غلام حلیم ۱۱۵۹ھ ہے، حفظ قرآن مجید کے بعد علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ سے کی، ۱۶ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ حضرت والد ماجد کی وفات کی اور آپ نے علوم کی تکمیل شیخ نور اللہ بڑھانوی، شیخ محمد امین کشمیری اور شیخ محمد عاشق پھلتی سے کی، یہ سب حضرات شاہ ولی اللہؒ کے جلیل القدر خلفاء وتلامذہ تھے۔

آپ سے آپ کے بھائیوں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالغنی نے اور شیخ عبدالحی بڈھانوی، مفتی آلٰہی بخش کاندھلوی، شیخ قمر الدین سونی پتی وغیرہ نے پڑھا، آپ نے اپنے نواسے شاہ محمد اسحٰق بن الشیخ محمد افضل عمر دہلوی کو بمنزلہ اولاد پالا تھا، درس تفسیر کے وقت وہی قرأت کرتے تھے ان کے اور شاہ اسماعیلؒ کے لئے آپ یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے **الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل و اسحق**، شاہ اسحٰق نے اگرچہ حدیث کی کتابیں شاہ عبدالقادرؒ سے پڑھیں، مگر حدیث کی سند واجازت آپ سے بھی اجازت حاصل کی اور آپ نے ان کو اپنی جگہ مسند درس وارشاد پر بٹھایا اور اپنی تمام کتابیں بھی ان کو عطا فرمائیں اور ان کے جانشین حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ ہوئے جن کے سلسلۂ تلمذ سے تمام علماء دیوبند وغیرہ وابستہ ہیں، آپ کا قد دراز، بدن نحیف، رنگ گندم گوں، آنکھیں بڑی، داڑھی گھنی تھی، خط نسخ نہایت عمدہ لکھتے تھے، فن تیر اندازی اور شہسواری میں بھی ماہر تھے، بتلاء امراض کثیرہ ہونے کی وجہ سے ۲۵ سال ہی کی عمر سے صحت خراب رہی، باوجود اس کے درس، افادہ تصنیف کے مشاغل ۱۵ سال کی عمر سے آخر وقت تک جاری رہے اور اسی ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: تفسیر فتح العزیز (حالت شدۃ مرض وضعف میں املاء کرائی تھی، اس کی بہت سی مجلدات کبیرہ تھیں، مگر ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں اکثر حصہ ضائع ہوگیا اور اب صرف سورۂ بقرہ و پارہ عم کی تفسیر موجود ہے) فتاویٰ عزیزی، تحفہ اثناء عشریہ (ردشیعہ) میں بستان المحدثین (اس میں تقریباً ایک سو محدثین کے مختصر تذکرے اور کتب حدیث کا ذکر ہے) العجالۃ النافعہ (اصول حدیث میں مختصر رسالہ ہے) میزان البلاغہ، میزان الکلام، السر الجلیل فی مسلۃ التفضیل، سر الشہادتین، رسالۃ فی الانساب، رسالہ فی الرؤیا، حاشیہ میر زاہد رسالہ، حاشیہ میر زاہد ملا جلال، حاشیۂ شرح ہدایۃ الحکمۃ للشیرازی وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ص ۴۷۰، نزہۃ الخواطر ص ۲۶۸ ج ۷)

۴۰۱-الشیخ العلامۃ المجاہد فی سبیل اللہ مولانا شاہ اسمٰعیل بن الشاہ عبدالغنیؒ م ۱۲۴۶ھ

مشہور ومعروف محدث، متکلم، جامع معقول ومنقول عالم ربانی تھے، ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی، اپنے چچا حضرت شاہ عبدالقادرؒ سے علوم کی تکمیل کی اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ رفیع الدین صاحبؒ سے بھی استفادہ کیا، ایک مدت ان حضرات کی خدمت میں گزاری، پھر حضرت مولانا سید احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر طریق سلوک طے کیا، ان کے ساتھ ۱۲۳۷ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے اور ساتھ ہی واپس آئے۔

حضرت سید صاحبؒ کے ارشاد پر ۲ سال تک بہت سے دیہات وشہروں کا دورہ کر کے لوگوں کو شرعی احکام اور جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین کی، پھر ۱۲۴۱ھ میں اپنے پیر ومرشد کے ساتھ جہاد پر نکلے اور چند سال مسلسل معرکہائے جہاد وقتال میں شرکت ورہنمائی کے بعد ۱۲۴۶ھ میں بمقام بالاکوٹ جام شہادت نوش کیا اور مسلمانان ہند کو بھولا ہوا سبق یاد دلا گئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن　　خدا رحمت کند آں بندگان پاک طینت را

حضرت مولانا شہیدؒ کی چند معدودو مسائل میں اپنی مجتہدانہ رائے وتحقیق تھی جو اپنے اکابر کی تحقیق سے کچھ مختلف تھی، باوجود اس کے وہ بلا شک وتردد ہمارے مقتدا اور رہنما و پیشوا ہیں، اور ان کی خدمات جلیلہ اس قابل ہیں کہ آب زر سے لکھی جائیں، اس مختصر تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں سما سکتا، بڑی بڑی مستقل کتابیں ان کے سوانح حیات سے مزین ہو چکی ہیں۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: ''عقبات'' جس میں آپ نے تجلیات اور عالم مثال کے متعلق سیر حاصل ابحاث درج کی ہیں، یہ کتاب عرصہ ہوا دیوبند سے شائع ہوئی تھی، لیکن مدت سے نادر ونایاب تھی، اب بہت عمدہ ٹائپ سے سفید گلیز کاغذ پر مجلس علمی ڈابھیل (حال کراچی) کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوگئی ہے، الصراط المستقیم (تصوف میں بے نظیر کتاب ہے جس میں طریق سلوک راہ نبوت و راہ ولایت اور طریق ذکر واشغال کی تفصیلات نہایت دلنشین پیرایہ میں بیان ہوئی ہیں) منصب امامت (نبوۃ وامامت کی تحقیق میں لاجواب ہے) رسالہ در مبحث امکان نظیر وامتناع نظیر رسالہ عربی اصول فقہ میں، رسالہ رد اشراک وبدع میں، تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، رسالہ منطق (جس میں آپ نے دعویٰ کیا کہ شکل رابع اجلی البدیہیات سے ہے اور شکل اول اس کے خلاف ہے اور اس دعویٰ کو دلائل سے ثابت فرمایا، تقویۃ الایمان (جو سب سے زیادہ مشہور ہے اور اس کی وجہ سے آپ کے خلاف محاذ بنائے گئے، ہمارے اکابر علماء دیوبند نے اس کی قلمی ولسانی تائید کی تو ان کو بھی ہدف سب وشتم بنایا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۵۶ ج ۷)

۴۰۲-الشیخ الامام المحدث ابوسعید بن صفی بن عزیز بن محمد عیسیٰ دہلوی حنفیؒ م ۱۲۵۰ھ

حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہٗ کی اولاد میں سے محدث کامل وشیخ معظم تھے، ولادت ۱۱۹۶ھ بمقام رام پور ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد کتب درسیہ حضرت مفتی شرف الدین رام پوری اور حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ دہلوی سے پڑھیں اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی حدیث فقہ کی سند حاصل کی، علوم ظاہری میں کمال حاصل کرنے کے بعد علم باطن کی طرف توجہ فرمائی، پہلے اپنے والد ماجد سے استفاضہ کیا، پھر ان کی اجازت سے شیخ وقت شاہ درگاہی رام پوری کی صحبت میں رہے اور ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، اس کے بعد مزید ترقی راہ سلوک کے شوق میں دہلی تشریف لے گئے اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتیؒ کو خط لکھ کر شیخ کامل کے لئے مشورہ طلب کیا، حضرت قاضی صاحبؒ نے تحریر فرمایا کہ اس وقت شاہ غلام علی صاحبؒ سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔

اس پر آپ شاہ صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مزید کمالات باطنی حاصل کر کے خرقۂ خلافت پہنا اور اپنے شیخ کی مسند افاضہ پر جلوہ افروز ہو کر خلق خدا کو نفع عظیم پہنچایا، آپ سے بے نہایت خوارق وکرامات ظاہر ہوئے، آخر عمر میں ۱۲۴۹ھ میں حج وزیارات مقدسہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی صاحب تھے، مکہ معظمہ پہنچے تو وہاں کے علماء کبار نے آپ کا استقبال کیا اور خاص طور سے شیخ عبداللہ سراج مفتی احناف، شیخ عمر مفتی شافعیہ اور شیخ محمد عابد سندی وغیرہم نے آپ کی قدر ومنزلت کی۔

واپسی میں ٹونک پہنچے تھے کہ دم آخر ہو گیا، چون سال کی عمر میں خاص عید الفطر کے روز آپ کی وفات ہوئی، نواب ریاست ٹونک وزیر الدولہ اور دوسرے ارکان دولت امراء وعوام نے بڑے اجتماع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ کے صاحبزادے، شاہ عبدالغنیؒ آپ کی نعش مبارک کو تابوت میں رکھ کر دہلی لائے اور حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ وحضرت مرزا صاحب مظہر جان جاناںؒ کے پہلو میں دفن کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر ص ۱۳ ج ۷)

۴۰۳-الشیخ المحدث (قاضی ابو عبداللہ) محمد بن علی بن محمد الشوکانی الیمنی الصنعانیؒ م ۱۲۵۰ھ، ۱۲۵۵ھ

بڑے محدث شہیر، مقتداء وپیشوائے فرقہ اہل حدیث گزرے ہیں، اکابر علماء ومحدثین زمانہ سے علوم کی تحصیل کی جن میں سے بعض شیخ

محمد حیات سندی مدنی حنفی اور شیخ ابوالحسن سندحنفی کے شاگرد تھے، تحصیل کمالات کے بعد آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا، ۱۲۰۹ھ میں آپ منصور باللہ علی بن عباس کی طرف سے صنعا یمن کے قاضی القضاۃ بھی مقرر ہوئے تھے۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے لکھا ہے کہ آپ علوم دینیہ میں مرتبہ اجتہاد رکھتے تھے، اسی لئے کسی کی تقلید نہ کرتے تھے اور باوجود مرتبۂ اجتہاد کے اپنی تالیفات میں کسی جگہ دائرۂ مذاہب اربعہ سے باہر نہیں ہوئے، الا ماشاء اللہ اور اس خلاف میں بھی ایک جماعت سلف اور اکابر اہل حدیث کی آپ کے ساتھ ہے، دلائل کے ساتھ تلخیص مذاہب اور پھر محل خلاف میں آپ کی ترجیح قابل دید ہے''۔

آپ نواب صاحب موصوف کے ایک دوواسطوں سے شیخ بھی ہیں، آپ کی زیادہ مشہور تصانیف یہ ہیں: فتح القدیر (تفسیر ۴ جلد) نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار (۵ جلد) الدررالبہیہ، شرح الدراری المضیۃ، ارشاد السائل الی دلیل المسائل، تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین، الفتح الربانی فی فتاویٰ الشوکانی، ارشاد الفحول فی تحقیق الحق من علم الاصول (اس میں چاروں مذاہب کے اصول فقہ ایک ملجد ضخیم میں جمع کئے) الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (اس کتاب کو سب سے پہلے مولانا عبدالحی لکھنویؒ ہندوستان میں لائے، چھپ چکی ہے، لیکن مولانا موصوف نے اپنی کتاب ظفر الامانی میں تنبیہ کی ہے کہ اس میں شوکانی نے بہت سی وہ احادیث بھی جمع کردی ہیں جو موضوع کے درجہ کو نہیں پہنچتیں، بلکہ احادیث صحاح وحسان کو بھی موضوعات کی لڑی میں پرودیا ہے۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۲۵)

نواب صاحب نے آخر میں لکھا ہے کہ اس آخری دور میں جو کچھ کوشش ترویج شرع شریف تجدید احکام اسلام، احیاء سنن اور اماتت فتن کے لئے آپ سے صادر ہوئی، ہمارا گمان ہے کہ کسی دوسرے سے نہیں ہوئی، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (اتحاف النبلاء نواب صدیق حسن خان ص ۴۰۹)

۴۰۴-الشیخ الامام المحدث محمد عابد بن احمد علی بن یعقوب الحافظ اسندی المدنی حنفیؒ م ۱۲۵۷ھ

بڑے محدث، فقیہ، محقق مدقق اور جامع معقول ومنقول تھے، آپ کے داداجان نے مع اپنے قبیلہ کے عرب کو ہجرت کی تھی، تاہم آپ کی پیدائش شہر سیون (سندھ) میں ہوئی اور اپنے چچا شیخ محمد حسین بن محمد مراد سے کتب درسیہ پڑھیں پھر کبار علماء یمن وحجاز سے تکمیل کی یمن کے مشہور شہر زبید میں عرصہ تک قیام کیا، امام یمن کے طبیب شاہی رہے اور وزیر مملکت کی صاحبزادی سے نکاح کیا، ایک بار امام یمن کی طرف سے بطور سفارت ملک مصر کے پاس گئے جس سے وہاں بھی آپ کا تعارف وتعلق ہوا، وہاں سے حرمین شریفین کی حاضری سے مشرف ہوئے، پھر اپنے وطن سندھ کے قصبہ نواری آکر کچھ عرصہ اقامت کی اور جلد ہی پھر حجاز کی حاضری کا اشتیاق ہوا، پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور وہاں کے علماء وعوام میں بڑی عزت پائی، والیٔ مصر کی طرف سے بھی آپ مدینہ طیبہ کے رئیس العلماء کے عہدہ پر فائز ہوئے، عبادت، ریاضت، نشر علوم نبوت واقامت سنت میں آخر تک مشغول رہ کر وہیں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

آپ کی تصانیف جلیلہ مشہورہ یہ ہیں: المواہب اللطیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ، طوالع الانوار علی الدرالمختار (بڑی جامع کتاب ہے جس میں اکثر فروع مذہب اصحاب امام اعظمؒ کا استیفاء اور مسائل واقعات وفتاویٰ کا استیعاب کیا ہے) شرح تیسر الوصول لابن الربیع الحافظ الشیبانی، شرح بلوغ المرام حصر الشارونی اسانید محمد عابد (جس میں بڑی بسط وشرح سے اسانید کا بیان ہے) آپ کے عربی اشعار بھی نہایت بلند پایہ ہیں جن کا نمونہ نزہۃ الخواطر میں نقل ہوا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ص ۴۷۳، نزہۃ الخواطر ص ۴۴۶ ج ۷)

۴۰۵-الشیخ العلامۃ السید محمد امین بن عمر والشہیر بابن عابدین شامی حنفیؒ م ۱۲۶۰ھ

مشہور محدث، فقیہ، محقق وجامع معقول ومنقول عالم تھے، علوم کی تحصیل شیخ سعید حلبی اور شیخ ابراہیم حلبی سے کی، فقہ کی نہایت مقبول ومتداول کتاب ردالمختار شرح درمختار معروف بہ ''شامی'' تصنیف فرمائی جو پانچ ضخیم جلدوں میں ہے اور کئی بار چھپ کر شائع ہوچکی ہے، اس پر

بڑا مدارفتاویٰ حنفیہ کا ہے، اس کے علاوہ بہت سی مفید علمی کتابیں شفاء العلیل وغیرہ تصنیف کیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۴۰۶-الشیخ الامام المسند اسحٰق بن محمد افضل بن احمد بن محمد دہلوی مکی حنفیؒ م ۱۲۶۲ھ

حضرت شاہ اسحاق صاحب موصوف حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے ہیں جن کے توسط وسند سے ہندوستان کے موجودہ تمام حدیثی سلسلے وابستہ ہیں، آپ کی ولادت ۱۱۹۶ھ یا ۱۱۹۷ھ میں بمقام دہلی میں ہوئی، اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی آغوش تربیت میں پلے، پڑھے، کافیہ تک کتابیں حضرت شیخ عبدالحی بڑھانویؒ سے پڑھیں، باقی سب اوپر کتابیں مع کتب فقہ وحدیث حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے پڑھیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل فرما کر سلسلۂ سند ان سے متصل کیا ہے، چنانچہ حضرت نانا جان موصوف کے بعد ان کی جگہ مسند درس حدیث پر بھی آپ ہی متمکن ہوئے اور ایک عرصہ تک افادہ کرتے رہے، اس کے بعد ۱۲۴۰ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے حج و زیارت مقدسہ سے فارغ ہو کر وہاں کے شیخ محدث عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول مکی، م ۱۲۴۷ھ سے سند حدیث حاصل کی۔

پھر ہندوستان واپس ہو کر سولہ سال تک دہلی میں درس حدیث، تفسیر وغیرہ دیتے رہے، اس کے بعد پھر مکہ معظمہ کو ۱۲۵۸ھ میں ہجرت فرمائی اور اپنے ساتھ اپنے بھائی حضرت مولانا یعقوب صاحب اور تمام متعلقین کو بھی لے گئے، وہیں آخر عمر تک مقیم رہے، درس وافادہ فرماتے رہے، آپ کے کبار تلامذہ کے اسماء گرامی صاحب نزہۃ الخواطر نے حسب ذیل ترتیب والقاب سے ذکر کئے ہیں۔

(۱) شیخ محدث عبدالغنی بن ابی سعید العمری الدہلوی المہاجر الی المدینۃ المنورۃ۔

(۲) السید نذیر حسین بن جواد علی الحسینی الدہلوی (۳) شیخ عبدالرحمٰن بن محمد الانصاری الپانی پتی (۴) السید عالم علی المراد آبادی (۵) الشیخ عبدالقیوم بن عبدالحی الصدیقی البرہانوی (۶) الشیخ قطب الدین بن محی الدین الدہلوی (۷) شیخ احمد علی بن لطف اللہ السہارنپوری (۸) الشیخ عبدالجلیل الشہید الکوئلی (۹) المفتی عنایت احمد الکاکوروی (۱۰) الشیخ امداد اللہ بن دلیل اللہ الا نامی وغیرہ، جن سے اکثر علم حدیث کے فاضل ہوئے اور ان سے بھی بکثرت علم حدیث کا سلسلہ جاری ہوا، حتیٰ کہ ہندوستان میں اس کے سوا اور کوئی سلسلہ سند حدیث کا باقی نہ رہا۔ وذلک **فضل الله یوتیه من یشاء۔**

شیخ شمس الحق لدھیانویؒ نے تذکرہ العلماء میں نقل کیا ہے کہ شیخ عبداللہ سراج مکی آپ کی موت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اگر آپ اور زندہ رہتے اور میں اپنی تمام عمر بھی آپ سے حدیث پڑھتا رہتا، تب بھی ان سب علوم وحقائق حدیث کو حاصل نہ کر سکتا جو آپ کو حاصل تھے، شیخ عمر بن عبدالکریمؒ بھی آپ کے کمال علم حدیث ورجال کی شہادت دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی طرف سے آپ کے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی برکات منتقل ہوئی تھیں، شیخ نذیر حسین صاحب فرماتے تھے کہ مجھے آپ سے زیادہ برتر وافضل عالم کی صحبت نہیں ملی اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

برائے رہبری قوم فساق دوبارہ آمد اسمٰعیل و اسحٰق

ایک شیخ اعظم، عالی مرتبت محدث مسند بلکہ شیخ المحدثین کی بیان منقبت کے موقع پر کلمہ رہبری، قوم فساق، مذاق علم وادب پر بہت بار ہے، شاید اسحٰق کی رعایت قافیہ سے مجبوری ہوئی، رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ۔

مکہ معظمہ میں بحالت روزہ، روز دوشنبہ ۲۷ رجب ۱۲۶۲ھ کو وفات ہوئی اور معلاۃ میں حضرت سیدہ ام المؤمنین خدیجہؓ عنہا کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے (نزہۃ الخواطر ص ۵۱ ج ۷ وحدائق حنفیہ)

۴۰۷-الشیخ محمد احسن معروف بہ حافظ دراز بن حافظ محمد صدیق خوشابی پشاوری حنفیؒ م ۱۲۶۲ھ

علم حدیث، تفسیر وفقہ میں یگانۂ روزگار اور جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، اکثر علوم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کئے جو بہت بڑی عالمہ فاضلہ

تھیں، تمام عمر مسند افادت پر متمکن رہ کر درس و تالیف میں بسر کی، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: منح الباری شرح صحیح البخاری (زبان فارسی میں نہایت محققانہ شرح لکھی) تفسیر سورۂ یوسف، سورۂ والضحیٰ وغیرہ، حاشیہ قاضی مبارک وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص۲۲۴ ج ۷ و حدائق)

۴۰۸- الشیخ المحدث طیب بن احمد رفیقی کشمیری حنفیؒ متوفی ۱۲۶۶ھ

مشہور محدث اور اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام والمسلمین، قطب العارفین تھے، علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل اس زمانہ کے اکابر علماء و مشائخ سے کی، اور آپ سے بھی ایک جم غفیر علماء و فضلاء نے استفادہ کیا، حدیث، فقہ، سلوک و معرفت میں نہایت نافع تصانیف کیں، لوگوں سے الگ رہتے، قائم اللیل، صائم النہار تھے، آخر عمر میں مسجد میں معتکف ہو گئے تھے، مذہب حنفی کی حمایت میں بہت ساعی رہتے تھے، صاحب کرامات و خوارق تھے، آپ کے جنازہ پر ایک لاکھ سے زیادہ آدمی حاضر ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق و نزہۃ الخواطر ص۲۲۴ ج ۷)

۴۰۹- شیخ غلام محی الدین بگوی حنفیؒ م ۱۲۷۳ھ

بڑے محدث، صاحب کمالات صوری و معنوی ہوئی، آپ نے چھوٹی عمر میں صرف ماہ رمضان میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور صبح کو وقت چاشت تک ایک پارہ روزانہ یاد کر لیا کرتے تھے، نہایت قوی حافظہ تھا، دہلی جا کر علوم کی تحصل کی اور حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ سے حدیث پڑھی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی آپ کو سند حدیث عطا فرمائی یہ بھی فرمایا کہ تم سے لوگوں کو بڑا فیض پہنچے گا اور تم وطن جا کر کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ ہو۔

آپ نے مسجد حکیماں لاہور میں تیس سال قیام فرما کر درس علوم دیا پھر استرخاء کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور اپنے گھر موضع بگا (علاقہ بھیرہ ضلع سرگودھا پاکستان) میں قیام فرمایا، وہاں بھی آخر عمر تک درس و افادہ جاری رہا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۴۱۰- الشیخ المحدث رضا بن محمد بن مصطفیٰ رفیقی کشمیری حنفی، متوفی ۱۲۷۶ھ

بڑے محدث، مفسر، صوفی، کثیر العبادۃ، جامع شریعت و طریقت، صاحب کرامات و مکاشفات تھے، اپنے والد بزرگوار، نانا اور دونوں چچا سے حدیث و فقہ کی تحصیل کی، پھر درس و افادہ میں مشغول ہوئے، نہایت متواضع اور حلیم الطبع تھے، ملاقات کے وقت سر پر چھوٹے بڑے، مال دار یا غریب کو خود پہلے سلام کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص۱۷۸ ج ۷ و حدائق حنفیہ)

۴۱۱- الشیخ المحدث شیخ المشائخ الشاہ احمد سعید بن الشاہ ابی سعید الدہلوی المجددی حنفیؒ م ۱۲۷۷ھ

بڑے محدث عالم اور شیخ المشائخ سلسلہ نقشبندیہ تھے، رام پور میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد اور دوسرے اکابر سے علوم حاصل کئے، لکھنؤ تشریف لے گئے، وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا، پھر دہلی پہنچ کر شیخ فضل امام خیر آبادی اور شیخ رشید الدین دہلوی وغیرہ سے مستفید ہوئے، اسی اثناء میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی مجالس درس وغیرہ سے بھی استفادہ فرماتے رہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے صحاح ستہ، حصن حصین، دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت و سند بھی حاصل کی۔

حضرت شاہ قطب الاقطاب شاہ غلام علی صاحب[1]ؒ کی خدمت و صحبت مبارکہ سے مشرف ہوئے، بیعت کی اور آپ سے رسالۂ قشیریہ،

---

[1] حضرت شاہ صاحب سلسلۂ نقشبندیہ کے بڑے رکن رکین اور عالم جلیل، محدث کبیر تھے، آپ کی جلالت قدر اور ولایت کاملہ پر سب متفق ہیں، آپ کی ولادت بٹالہ (پنجاب) میں ۱۱۵۶ھ میں ہوئی تھی، پہلے اپنے وطن اور قریبی شہروں میں تحصیل علم کی ۲۲ سال کی عمر سے ہی حضرت مرزا صاحب مظہر جان جاناں دہلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک مدت دراز اذکار و اشغال اور اخذ سلوک و طریقت میں گزاری اور اس سلسلہ کے اعلیٰ مراتب کمال کو پہنچے، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عوارف، احیاء العلوم نفحات الانس، الرشحات عین الحیات، مثنوی معنوی، مکتوبات امام ربانی (قدس سرہٗ) وغیرہ پڑھیں۔
حضرت شاہ صاحب موصوف آپ سے بے انتہاء محبت فرماتے تھے، آپ کو علوم ظاہر و باطن سے مالا مال کیا اور کمالات حال وقال کا فرد جامع بنادیا، آپ اپنے والد ماجد کی وفات پر ان کے جانشین ہوئے اور حضرت شاہ صاحب موصوف کی سند ارشاد کو بھی زینت دی، اس لئے دور دراز مقامات تک کے علماء، مشائخ وعوام نے آپ سے استفادہ کیا۔
اسی حال میں آپ کی عمر شریف ۵۷ برس کو پہنچی تھی کہ ۱۸۵۷ء بمطابق ۱۲۷۳ھ میں انگریزوں کی سامراجیت کے خلاف علم جہاد بلند ہوا، جس میں علماء ومشائخ نے خاص طور سے حصہ لیا اور ان کے ساتھ عام مسلمانوں نے بھی جگہ جگہ جان کی بازی لگائی، مگر افسوس کہ یہ مہم ناکام ہوئی اور انگریزی راج نے اقتدار کے نشہ میں ہندوستانی رعایا کو اپنے انتہائی سفاکانہ مظالم کا تختۂ مشق بنایا، پھر خصوصیت سے ساکنان دہلی تو سب سے زیادہ مصائب وآلام کا شکار بنے ہوئے تھے۔
ان طوفانی ہنگاموں کے وقت بھی چار ماہ تک آپ اپنی خانقاہ دہلی میں اپنے مشاغل طیبہ میں نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ مصروف رہے مگر تا بکے؟ انگریزوں نے آپ پر بھی برٹش حکومت کے خلاف بغاوت کا فتویٰ دینے کی فرد جرم لگادی اور اس کی سزا میں آپ کو اور آپ کے پورے خاندان ومتعلقین کو بھی تہہ تیغ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔
تاریخ میں ہے کہ اس موقع پر رئیس الافاغنہ نے (جس سے برٹش حکومت کو اپنا اقتدار جمانے میں مدد ملی تھی) آپ کے بارے میں خاص طور سے سفارش کی اور حکومت کو اقدام سے روکا، اس پر آپ نے مع اپنے خاندان کے دہلی کو چھوڑ کر حرمین شریفین کا عزم کیا، رئیس مذکور نے حکومت سے پاسپورٹ حاصل کرایا اور آپ کے لئے سامان سفر بھی مہیا کیا جس سے آپ مع اہل وعیال بعافیت تمام مکہ معظمہ حاضر ہوکر حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، اس کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور آخر وقت تک وہیں اقامت فرمائی، آپ دہلی سے آخر محرم ۱۲۷۴ھ میں روانہ ہوکر شوال ۱۲۷۴ھ میں مکہ معظمہ پہنچے تھے۔
آپ کی تصانیف یہ ہیں: الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ، تصحیح المسائل فی الرد علی ماۃ مسائل، الانہار الاربعہ فی شرح الطریق الچشتیہ والقادریہ والنقشبندیہ والمجددیہ وغیرہ، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، اور جنۃ البقیع میں قریٰ قبۂ حضرت سیدنا عثمانؓ مدفون ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۰ ج ۷ وحدائق حنفیہ)

۴۱۲-الشیخ المحدث یعقوب بن محمد افضل العمری دہلوی حنفیؒ م ۱۲۸۲ھ

حضرت شاہ اسحٰق صاحب کے چھوٹے بھائی اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے، صاحب فضل وکمال محدث وفقیہ تھے، آپ نے بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حضرت مرزا صاحبؒ کی وفات پر آپ کے جانشین ہوئے، آپ کی بارگاہ فیض سے عرب وعجم کے بکثرت علماء، مشائخ، وعوام نے فیض پایا۔
معمول تھا کہ ذکر نفی واثبات روزانہ دس ہزار بار کرتے تھے اور ذکر اسم ذات، استغفار، درود شریف کا ورد تو ہمہ وقت اور بیحد ومقدار تھا، صبح کی نماز کے بعد دس پارے قرآن مجید کی تلاوت معمول تھا، زہد وقناعت، تسلیم ورضا، توکل وایثار، ترک وتجرید کی اعلیٰ مثال تھے، نکاح نہیں کیا، گھر نہیں بنایا، جو کچھ آمدنی ہوتی تھی، فقراء ومستحقین پر صرف فرمادیتے تھے، لباس سادہ تھا، لذیذ کھانوں سے مجتنب رہتے تھے، صبح کو تلاوت قرآن مجید کے بعد اشراق تک سالکین کی طرف متوجہ ہوتے اور القاء نسبت فرماتے، نماز اشراق کے بعد دوپہر تک درس حدیث وتفسیر دیتے تھے، تھوڑی غذا کھا کر کچھ دیر قیلولہ فرماتے، پھر نماز ظہر کے بعد سے عصر تک درس حدیث وفقہ وتصوف میں مشغول رہتے، نماز عصر کے بعد بھی صبح کی طرح اپنے اصحاب ومسترشدین کو توجہ دیتے تھے۔ پوری رات عبادت میں بسر فرماتے، صرف تھوڑی دیر کے لئے مصلے پر ہی سوجاتے تھے، آپ اکثر بیٹھ کر احتبائی حالت میں سوتے تھے، پیر پھیلا کر سونے کو پسند نہ کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ کی موت بھی اسی حالت میں ہوئی۔
آپ کی خانقاہ میں تقریباً پانچ سو آدمی ہر وقت موجود ہوتے تھے، جو آپ کے مطبخ سے کھانا کھاتے تھے، آپ کی مجلس میں کسی کی غیبت نہ ہوسکتی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ برائی کے ساتھ ذکر کئے جانے کا مستحق میں ہوں۔
امر معروف ونہی منکر میں کسی کی رورعایت نہ فرماتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے المقامات المظہریہ اور ایضاح الطریقہ زیادہ مشہور ہیں، آپ کی وفات ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ کو ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۵۶ جلد ۷)

اپنے نانا جان کی آغوش تربیت سے استفادہ کیا اور جلالین وغیرہ آپ سے پڑھیں، باقی کتب درسیہ حضرت رفیع الدین صاحبؒ سے پڑھ کر درس وسلوک وغیرہ کی اجازت نانا جان سے بھی حاصل کی۔

آپ نے ایک مدت تک دہلی میں درس وافادہ فرمایا، پھر ۱۲۵۸ میں اپنے بڑے بھائی شاہ اسحٰق صاحبؒ کے مکہ معظمہ کو ہجرت فرمائی اور وہیں اقامت کی، بکثرت علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۵۳۴ ج ۷)

۴۱۳- الشیخ العلامۃ المفتی صدر الدین بن لطف اللہ الکشمیری ثم الدہلوی حنفیؒ م ۱۲۸۵ھ

مشہور محدث، فقیہ، مفتی، جامع معقول ومنقول تھے، علوم کی تحصیل شیخ فضل حق امام خیرآبادی اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ سے کی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی استفادہ کیا اور حضرت شاہ اسحٰق صاحب سے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔

آپ بڑے صاحب جاہ وریاست، یگانۂ روزگار اور نادرۂ عصر تھے، حکومت دیوانی کی طرف سے صدر الصدور کے عہدہ پر فائز تھے، بجز شاہ دہلی کے تمام وزراء، اعیان حکومت، امراء، علماء وغیرہ آپ کے یہاں آمد ورفت رکھتے تھے، لیکن ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ میں دوسروں کی طرح آپ پر بھی برٹش حکومت کے خلاف بغاوت کا فتویٰ دینے کی فرد جرم لگی اور اس کی سزا میں آپ کی تمام املاک وجائیداد، گاؤں، گراؤں ضبط ہوگئے، بلکہ حکومت نے آپ کا عظیم الشان کتب خانہ بھی (جس کی مالیت تین لاکھ روپے تھی) ضبط کر کے نیلام کردیا، بعد کو جائیداد غیر منقولہ تو واگزار ہوگئی تھی مگر کتب خانہ کا کچھ بدل نہ ملا، آپ کی تصنیف یہ ہیں: منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال (جو آپ نے علامہ تیمیہ وابن حزم کے اس مسئلہ کے جواب میں بزبان عربی نہایت تحقیق سے لکھا کہ قبور انبیاء واولیاء کی زیارت واسطے سفر کرنا حرام ہے، جس طرح اسی مسئلہ میں دوسرے فقہاء ومحدثین ابن حجر مکی، تقی الدین سبکی، قسطلانی وغیرہ نے بھی ان دونوں کا رد کیا ہے) الدرر المنضود فی حکم امرأۃ المفقود، مجموعہ فتاویٰ وغیرہ، آپ اردو، فارسی وعربی کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق ونزہۃ الخواطر)

۴۱۴- الشیخ الفاضل العلامہ عبدالحلیم بن امین اللہ لکھنوی حنفیؒ م ۱۲۸۵ھ

مشہور محدث، فقیہ، محقق، مدقق، جامع معقول ومنقول تھے حفظ قرآن مجید کے بعد ابتدائی علوم اپنے والد ماجد سے پڑھے، پھر اپنے چچا مفتی یوسف بن محمد اصغر لکھنوی اور اپنے نانا مفتی ظہور اللہ صاحب وغیرہ سے تکمیل کی اور شیخ حسین احمد ملیح آبادی (تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھی، ۱۲۶۰ھ میں باندا تشریف لے گئے، جہاں آپ کو نواب ذوالفقار الدولہ نے اپنے مدرسہ کا مدرس مقرر کیا، چار سال کے بعد وہاں سے اپنے وطن واپس ہوئے اور ایک سال کے بعد جونپور تشریف لے گئے، وہاں کے رئیس حاجی محمد امام بخش نے اپنے مدرسہ امامیہ حنفیہ کا مدرس بنایا، وہاں آپ نے ۹ سال تک درس دیا اور کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا، وطن واپس ہو کر ایک سال قیام فرمایا، پھر حیدرآباد دکن جا کر وزیر مختار الملک کے مدرسہ عالیہ دار العلوم میں دو سال درس وافادہ کیا، ۱۲۷۹ھ میں آپ نے حرمین شریفین کا سفر فرمایا، وہاں کے علماء کبار نے آپ کی نہایت قدر ومنزلت کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مدنیؒ، مولانا عبدالرشید مجددی وغیرہ نے آپ کو حدیث کی اجازت دی۔ ۱۲۸۰ھ میں حیدرآباد واپس ہوئے تو وزیر موصوف نے آپ کو عدالت دیوانی کی نظامت سپرد کی، جس کو آپ نے نہایت خیر وخوبی سے انجام دیا۔

آپ کی تصانیف بہت ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: السقایہ شرح الہدایہ (نامکمل) حاشیہ شرح الوقایہ (نامکمل) ایقاد المصابیح فی التراویح، القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن، اقوال الاربعہ، حل المعاقد فی شرح العقائد، نور الایمان فی آثار حبیب الرحمٰن، قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار، کشف المکتوم لحل حاشیۂ بحر العلوم، کشف الاشتباہ لحل حمد اللہ، حل النفیسی وغیرہ۔

مشہور و معروف علامہ فہامہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ آپ کے صاحبزادۂ بلند اقبال ہیں جن کا ذکر گرامی آگے آئے گا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۴۷ ج ۷ وحدائق حنفیہ)

۴۱۵-الشیخ المحدث احمدالدین بن نور حیات بگوی حنفیؒ متوفی ۱۲۸۶ھ

محدث، فقیہ، فاضل اجل، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی علامہ غلام محی الدین وغیرہ سے پڑھیں، پھر حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ سے بھی حدیث پڑھی، چودہ سال دہلی میں قیام فرمایا اور تمام علوم وفنون میں ماہر و متبحر ہوئے۔

پنجاب واپس ہو کر مسند درس حدیث و تفسیر وغیرہ کو زینت دی اور خلق خدا کو فائدہ پہنچایا، ریاضت و مجاہدہ بدرجۂ کمال تھا، رات کا اکثر حصہ ذکر و مراقبہ میں گزارتے تھے، چلتے پھرتے، صحت و مرض ہر حالت میں طلباء کو اسباق پڑھاتے، مقبولین بارگاہ خداوندی میں سے اور مستجاب الدعوات تھے، جو بات زبان سے نکل جاتی وہ پوری ہو جاتی تھی، طلباء سے نہایت محبت و شفقت فرماتے حتیٰ کہ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی دوا خود تیار کر کے پلاتے تھے۔

کبھی آپ لاہور میں قیام فرما کر درس دیتے اور آپ کے بھائی بگہ میں اور کبھی آپ وہاں تشریف لے جاتے اور بھائی لاہور میں رہ کر درس دیتے تھے، اس طرح دونوں بھائیوں نے ہزاروں ہزار طلباء کو فیض علم سے بہرہ ور کیا۔

۱۳ سال اپنے بھائی سے چھوٹے تھے اور اتنے ہی سال ان کے بعد زندہ رہ، حاشیۂ خیالی، حاشیہ شرح جامی وغیر تصنیف ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۶ ج ۷ وحدائق حنفیہ)

۴۱۶-الشیخ المحدث عبدالرشید بن الشیخ احمد سعید مجددی دہلوی مہاجر مدنی حنفیؒ م ۱۲۸۷ھ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد میں نامور عالم محدث تھے، حفظ، قرآن مجید کے بعد علوم کی تحصیل مولانا حبیب اللہ صاحب اور مولانا فیض احمد صاحب وغیرہ سے کی، پھر صحاح ستہ حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ سے پڑھیں، اپنے والد ماجد حضرت شاہ احمد سعید صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر باطنی فیوض حاصل کرتے رہے اور ان کے ساتھ ۱۲۷۴ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج و زیارت مقدسہ کے بعد مدینہ طیبہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی، حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کی وفات ۱۲۷۷ھ میں ہوئی تو ان کی مسند درس وارشاد پر بیٹھے اور شیخ وقت ہوئے۔

بڑے عابد، زاہد، متقی، کثیر البکاء، خوش اخلاق، خاموشی پسند، صاحب معارف و مواجید تھے، کچھ عرصہ کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے، وہاں بھی تعلیم و تربیت طالبین و سالکین میں مشغول رہے، پھر وہیں ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ کو وفات ہوئی، حضرت سیدتنا ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے سامنے دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۶۱ ج ۷)

۴۱۷-الشیخ المحدث قطب الدین بن محی الدین دہلوی حنفیؒ م ۱۲۸۹ھ

حدیث و فقہ کے بڑے متبحر عالم اور جامع معقول و منقول تھے، کتب حدیث و اصول حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ سے پڑھیں، طویل مدت تک ان کی خدمت میں رہے، نیز علماء حرمین شریفین سے حدیث فقہی استفادات کئے اور سب سے اجازت حدیث حاصل کی، آپ کے درس، فتاویٰ اور تصنیفات قیمہ سے بکثرت علماء و عوام نے استفادہ کیا، بڑے زاہد، عابد، متورع، عالم ربانی تھے۔

علمی مباحث میں مذاکرات و مناظروں سے دلچسپی تھی، غیر مقلدین کے رد اور بدعت و شرک کے خلاف تیز گام تھے، اپنے زمانہ کے مشہور عالم مولانا نذیر صاحب دہلوی کے رد میں کتابیں لکھیں، کیونکہ موصوف نے مذہب حنفی کے خلاف لکھا تھا، آپ اکثر تیسرے چوتھے سال

حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کی وفات بھی مکہ معظمہ میں ہوئی۔

آپ کی تصانیف میں سے نہایت مشہور و مقبول کتاب مظاہر حق اردو ترجمہ و شرح مشکوٰۃ شریف ہے، دوسری تصانیف یہ ہیں: جامع التفاسیر (۲ جلد) ظفر جلیل (ترجمہ شرح حصن حصین) مظہر جمیل، مجمع الخیر، جامع الحسنات، خلاصۂ جامع صغیر، ہادی الناظرین، تحفۂ سلطان، معدن الجواہر وظیفۂ مسنونہ، تحفۃ الزوجین، احکام الضحیٰ، فلاح دارین، تنویر الحق، توقیر الحق، آداب الصالحین، الطب النبوی، تحفۃ العرب والعجم، احکام العیدین، رسالہ مناسک، تنبیہ النساء، حقیقۃ الایمان، خلاصۃ النصائح، گلزار جنت، تذکرۃ الصیام وغیرہ، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر ص ۳۸۷ جلد ۷) مظاہر حق مذکور ادارۂ اسلامیات دیوبند سے مظاہر حق جدید کے نام سے فاضل محترم مولانا عبداللہ جاوید (فاضل دیوبند) کی تعلیقات اور تسہیل و تزئین سے مکمل ہو کر قسط وار شائع ہو رہی ہے۔

۴۱۸- الشیخ الامام المحدث الشاہ عبدالغنی بن الشاہ ابی سعید مجددی حنفیؒ م ۱۲۹۶ھ

مشہور و معروف محدث، مفسر، فقیہ، جامع اصناف علوم، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ کی ذریت میں ہیں، آپ کی ولادت دہلی میں ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد علوم درسیہ مولانا حبیب اللہ دہلوی سے پڑھے، حدیث شاہ اسحٰق صاحبؒ سے پڑھی، نیز اپنے والد ماجد سے بھی موطأ امام محمد اور مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین سے مشکوٰۃ پڑھی تھی، والد ماجد ہی سے طریقت میں رجوع فرمایا اور ان کے ساتھ ۱۲۴۹ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں شیخ محمد عابد سندی سے بخاری شریف پڑھی اور ابو زاہد اسماعیل بن ادریس رومی سے بھی سند حدیث حاصل کی، ہندوستان واپس ہو کر درس حدیث و افادہ میں مشغول ہوئے، آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا، آپ ہی سے حضرت مولانا نانوتوی، حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ نے حدیث پڑھی۔

۱۲۷۳ھ میں جب انگریزوں کے خلاف ہنگامے ہوئے اور بالآخران کا تسلط دہلی وغیرہ پر ہو گیا تو آپ نے مع اپنے اہل و عیال کے ارض مقدس حجاز کی طرف ہجرت فرمائی، مکہ معظمہ حاضر ہوئے، پھر مدینہ طیبہ پہنچے اور وہیں اقامت فرما کر عبادت اور درس و افادہ میں مشغول ہو گئے، علم و عمل، زہد و تقویٰ، صدق و امانت، اخلاص و انابت اللہ، خشیۃ اللہ و دوام مراقبہ، حسن خلق و احسان الی الخلق وغیرہ میں فرد وحید و یکتائے زمانہ تھے، اہل ہند و عرب آپ کی جلالت قدر اور ولایت کاملہ پر متفق ہیں۔

قیام مدینہ منورہ میں بھی ہزاراں ہزار علماء آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے فیض یاب ہوئے، آپ سے سند حدیث حاصل کرتے اور بیعت ہو کر خاندان نقشبندیہ میں داخل ہو کر سعادت دارین حاصل کرتے تھے، شیخ حرم نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیات و تسلیمات) آپ کی بے حد تعظیم کرتے تھے، حتیٰ کہ نماز کے وقت آپ کو دیکھ لیتے تو آپ ہی کو امام بناتے تھے، مگر چونکہ کسر نفسی سے وہاں کی امامت آپ پر بار ہوتی تھی، اس لئے یہ مامور کر لیا تھا کہ عین تکبیر کے وقت مسجد میں تشریف لاتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے "انجاح الحاجہ فی شرح سنن ابن ماجہ" مشہور ہے (نزہۃ الخواطر ص ۲۸۹ و حدائق حنفیہ)

ارواح ثلثہ ص ۱۱۴، ۱۱۵ میں حضرت گنگوہی سے نقل ہے، فرمایا، میرے استاذ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ فرماتے تھے کہ "جس قدر نفس سے دوری ہے اسی قدر قرب حق تعالیٰ ہے"

ایک دفعہ فرمایا کہ میرے استاد حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا، سینکڑوں مرید تھے اور ان میں سے اکثر امراء اور بڑے آدمی تھے، مگر آپ کے ہاں اکثر فاقہ رہتا تھا، ایک دفعہ آپ کے یہاں کئی روز کا فاقہ تھا، خادمہ کسی بچے کو گود میں لے کر باہر نکلی تو دیکھا گیا کہ بچہ کا چہرہ بھی فاقہ کے سبب مرجھایا ہوا ہے، مفتی صدر الدین صاحب نے اس صورتحال کو دیکھا تو بڑا صدمہ ہوا اور گھر سے تین سو روپے

بھجوائے آپ نے واپس کر دیئے، مفتی صاحب خود لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ صدر الصدور ہے، رشوت لیتا ہوگا، اس لئے عرض ہے کہ یہ روپے میری تنخواہ کے ہیں، قبول فرمالیجئے! آپ نے فرمایا کہ رشوت کا تو مجھے تمہارے متعلق وسوسہ بھی نہیں گزرا، لیکن میں تمہاری ملازمت کو بھی اچھا نہیں سمجھتا، اس لئے ان کو لینے سے معذور ہوں۔

آپ کو تحقیق سے معلوم ہوا کہ خادمہ نے گھر کے فاقہ کا راز افشاء کیا ہے، تو اس کو بلا کر فرمایا کہ ''نیک بخت! اگر فاقہ کی تمہیں برداشت نہیں ہے تو اور گھر دیکھ لو، مگر خدا کے لئے ہمارا راز افشانہ کرو''۔

ایک دفعہ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ شاہ اسحق صاحبؒ کے شاگردوں میں سے تین شخص نہایت متقی تھے، اول درجہ کے مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ، دوسرے درجہ کے حضرت شاہ عبدالغنیؒ صاحب، تیسرے درجہ کے نواب قطب الدین خان صاحبؒ اور اس پر ایک قصہ بیان فرمایا جو ارواح ثلثہ ص ۱۴۷ پر درج ہے۔

امیر شاہ خان صاحب راوی ہیں کہ مولوی عبدالقیوم فرماتے تھے کہ مولوی عبدالرب صاحب کے والد مولوی عبدالحق صاحب شاہ اسحق صاحبؒ کے شاگرد اور مولوی نذیر حسین صاحب کے خسر تھے، مولوی نذیر حسین صاحب نے ان سے حدیث پڑھی ہے اور شاہ اسحق صاحب سے نہیں پڑھی جب شاہ صاحب ہجرت کرنے لگے تو، نواب قطب الدین صاحبؒ نے شاہ صاحب سے سفارش کی کہ مولوی نذیر حسین صاحب کو حدیث کی سند دے دیجئے کیونکہ اس وقت مولوی نذیر حسین صاحب اور نواب صاحب میں بہت دوستی تھی، شاہ صاحبؒ نے ان کی سفارش پر ان سے ہر کتاب کے ابتداء کی کچھ حدیثیں سن کر ان کو قطب صاحب میں حدیث کی سند دی، (ارواح ثلثہ ص ۱۲۰)

اس کے بعد حضرت تھانویؒ کا حاشیہ بھی ہے کہ ''ایسی سند، سند برکت ہے، اجازت نہیں، بظاہر یہ واقعہ بہ سند متصل ثقات سے مروی ہے اور جس صورت سے سند حاصل ہوئی، اس کو زیادہ سے زیادہ سند برکت کہا جا سکتا ہے، مگر صاحب تحفۃ الاحوذی نے مقدمہ میں اتنی سی بات پر دعویٰ کر دیا ہے کہ شاہ اسحق صاحب نے ہجرت کے وقت مولانا نذیر حسین صاحب کو اپنا جانشین بنایا تھا، پھر غایۃ المقصود کا مقدمہ دیکھا گیا تو اس میں مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی نے اس سے بھی آگے بڑھ چڑھ کر لکھا ہے کہ مولانا نذیر حسین صاحب نے صحاح ستہ وغیرہ شاہ اسحق صاحب سے پڑھیں اور ان سے وہ علوم حاصل کئے جو شاہ اسحق صاحب کے کسی دوسرے شاگرد نے آپ سے حاصل نہیں کئے اور مراتب کمال کو پہنچے اور شاہ صاحبؒ کے خلیفہ ہوئے نیز شاہ صاحب کی موجودگی میں فتویٰ دیتے اور لوگوں کے جھگڑے چکاتے تھے اور حضرت شاہ صاحبؒ آپ کے فتوؤں سے بہت خوش ہوتے اور ان کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے، پھر یہ بھی لکھا ہے کہ جس سال شاہ صاحبؒ نے ہجرت کی، یعنی ۱۲۵۸ھ میں اسی میں آپ کو حدیث کی اجازت ملی ہے اور آپ کو خلیفہ بنایا۔ (غایۃ المقصود جلد اول ص ۱۰ ج ۱۳)

مذکورہ بالا عبارت کے آخری جملہ سے بھی اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ عطاء سند کا واقعہ وقت ہجرت کا ہے اور اسی کو بڑھا چڑھا کر حضرت شاہ اسحق صاحب سے قدیم اور باقاعدہ تلمذ، صحاح ستہ وغیرہ پڑھنا ان کی طرف سے تحسین فتاویٰ وقضاء خصومات، پھر اور زیادہ ترقی کر کے بہ نسبت حضرت شاہ صاحب کے اور دوسرے سب تلامذہ سے زیادہ سے استفادہ کرنا اور ان کے خلافت و جانشینی کے دعاوی بے دلیل و بے سند لکھ دیئے گئے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ)

۴۱۹- الشیخ العلامہ محمد بن احمد اللہ العمری التھانوی حنفیؒ م ۱۲۹۶ھ

مشہور محدث بزرگ ہیں، تھانہ بھون میں ولادت ہوئی اور مولانا عبدالرحیم تھانوی و شیخ قلندر بخش حسینی[1] جلال آبادی سے پڑھا، پھر

[1] حضرت حاجی امداداللہ صاحب قدس سرہ نے بھی آپ سے پڑھا ہے، بڑے عالم بزرگ تھے، حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے نقل فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ مولانا قلندر بخش صاحب روزانہ شب میں حضرت سرور کائنات کی زیارت مبارکہ سے مشرف ہوتے تھے، ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی (نزہۃ الخواطر ص ۳۹۰ ج ۷)

دہلی تشریف لے گئے اور علوم متعارفہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی اور علامہ فضل حق خیر آبادی سے پڑھے، اس کے بعد حضرت شاہ اسحٰق صاحب کی خدمت میں رہے اور حدیث پڑھی، نہایت ذکی، زود فہم، قوی الحافظہ اور شیریں کلام تھے، پہلے حضرت سید صاحبؒ شہید بریلوی سے بیعت کی پھر بڑے ہو کر حضرت شیخ نور محمد صاحب جھنجانویؒ کی خدمت اقدس میں رہے اور طریقت کے مراتب کمال کو پہنچے، ایک بڑی مدت ٹونک میں قیام فرما کر درس و ارشاد میں مشغول رہے، پھر اپنے وطن تشریف لا کر باقی عمر ارشاد و تلقین میں بسر کی۔

حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکیؒ اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب تھانوی شہیدؒ آپ کے پیر بھائی تھے، ایک زمانہ تک تینوں ایک جگہ رہے تھے اور باہم محبت و تعلق اور بے تکلفی تھی، حضرت تھانوی نے فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحبؒ یہاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں تشریف رکھتے تھے، تو ایک کھپالی میں کچھ چنے کچھ کشمش ملی ہوئی رکھتے تھے، صبح کے وقت مولانا شیخ محمد صاحب حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ مل کر کھایا کرتے تھے اور آپس میں چھینا جھپٹی بھی ہوتی تھی، بھاگے بھاگے پھرتے تھے، حالانکہ اس وقت مشائخ اس مسجد کو "دکان معرفت" کہتے تھے اور تینوں کو اقطاب ثلاثہ سمجھتے تھے، حضرت حاجی صاحبؒ دہلی کے شہزادوں میں اور علماء میں بزرگ مشہور تھے، مگر پیر بھائیوں سے اس قدر بے تکلفی برتتے تھے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۴۴)

حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ کی تصانیف یہ ہیں: القسطاس فی اثر ابن عباسؓ، دلائل الاذکار فی اثبات الجہر بالاسرار، الارشاد المحمدی، المکاتبۃ المحمدیہ، المناظرۃ المحمدیہ (افلاک میں خرق والتیام ثابت کیا ہے) تفصیل الختنین، حواشی شرح العقائد۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۱۲ ج ۷)

۴۲۰- الشیخ الامام العلامۃ الکبیر محمد قاسم بن اسد علی الصدیقی النانوتوی حنفیؒ م ۱۲۹۷ھ

مشہور عالم، محدث جلیل، فقیہ نبیل، جامع معقول و منقول اور عالم ربانی تھے، ولادت ۱۲۴۸ھ میں بمقام قصبہ نانوتہ ہوئی، ابتدائی تعلیم سہارنپور میں حاصل کی، پھر دہلی تشریف لے گئے اور تمام کتب درسیہ مع فنون عصریہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ سے پڑھیں، پھر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ کی خدمت میں رہ کر علوم حدیث کی تکمیل کی، سوا ابوداؤد کے (کہ وہ حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ سے پڑھی) تمام صحاح ستہ حضرت شاہ صاحب موصوف سے پڑھیں۔

طریقت میں حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے استفادہ تام کیا، عالم اجل اور شیخ زمانہ ہوئے، مگر اپنے احوال کا نہایت اخفاء کرتے تھے، آپ کے لباس، طرز بود و باش یا کسی بات سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ اتنے بڑے صاحب کمالات ظاہر و باطن ہیں، اسی لئے ذریعۂ معاش بھی آپ نے درس و تعلیم وغیرہ کو نہیں بنایا، بلکہ تصحیح کتب مطبعی سے جو تھوڑی بہت یافت ہوتی، اسی پر قناعت فرماتے تھے، جس کا اندازہ اس زمانہ میں دس بارہ روپیہ کا تھا، بلکہ مالک مطبع نے اضافہ بھی چاہا تو خود ہی منع فرما دیتے تھے کہ میرے گزارہ کے لئے زیادہ کی ضرورت نہیں، پہلے آپ نے حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے مطبع احمدی دہلی میں کام کیا، اس وقت مولانا بخاری شریف طبع کرانے کے لئے اسکی تصحیح و تحشیہ کر رہے تھے، مولانا موصوف نے اس کے آخری پانچ پارے آپ کو تصحیح و تحشیہ کے لئے سپرد کئے، جن کا تحشیہ اس لئے بھی اہم و دشوار تھا کہ امام بخاریؒ نے اس کے بہت سے مقامات میں امام اعظم ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کئے ہیں، آپ نے نہایت تحقیق و تدقیق سے اس خدمت کو انجام دیا اور بڑی خوش اسلوبی سے مذہب حنفی کی تائید و توثیق کی۔

آپ نے حرمین شریفین کا سفر تین بار کیا، صاحب نزہۃ الخواطر میں آخری سفر کا ذکر نہیں کیا، پہلا سفر ۱۲۷۷ھ میں کیا، حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے جس سے بیعت و استفاضہ کا تعلق آپ کا قبل ہجرت ہی سے تھا، حرمین شریفین سے واپس ہو کر آپ نے کچھ عرصہ منشی ممتاز علی صاحبؒ کے مطبع میرٹھ میں تصحیح کی خدمات انجام دیں اور وہ گویا آپ کا دوسرا مستقر تھا۔

سوانح قاسمی پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہنگامۂ ۵۷ء سے قبل ہی دیوبند کو اپنا وطن ثانی بنالیا تھا، تھانہ بھون کی ''دوکان معرفت'' کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، دیوبند کی مسجد چھتہ گویا اسی طرز کی دکان علم و معرفت تھی، جس کے ابتدائی ارکان ثلاثہ حضرت نانوتوی، مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندیؒ اور حضرت شیخ حاجی عابد حسین دیوبندیؒ تھے، پھر اسی مجلس انس (یا دوکان علم و معرفت) کے رکن حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندیؒ (والد ماجد حضرت شیخ الہندؒ) اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دیوبندی (والد ماجد حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ و مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ و مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی وغیرہ) اور دوسرے مقامی حضرات بھی ہوتے گئے اور اسی متبرک مسجد اور اس کی مجلس انس کے تاریخی فیصلوں کی روشنی میں دارالعلوم دیوبند کی تاسیس اور اس کے مشہور زمانہ علمی، دینی و سیاسی محیر العقول کارنامے عالم ظہور میں آئے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ نے میرٹھ سے دارالعلوم کے لئے پہلے مدرس مولانا محمود صاحب کو منتخب فرما کر ۱۵، روپے ماہوار مشاہرہ مقرر فرما کر بھیجا، پھر قیام دارالعلوم کے تیرے سال ۱۲۸۵ھ میں دوسرے مدرس حضرت مولانا سید احمد صاحب دہلویؒ کا تقرر ہوا، تیسرا تقرر حضرت نانوتویؒ کے ارشاد پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کا ہوا، جو اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد ملازمت پر اجمیر تشریف لے گئے تھے اور کچھ عرصہ بعد محکمۂ تعلیم کے ڈپٹی انسپکٹر ہو چکے تھے، دارالعلوم کا دور ترقی شروع ہوا تو حضرت نانوتویؒ نے ان کو صدر مدرسی کے لئے طلب فرمالیا اور انہوں نے بھی کمال ایثار فرما کر ڈیڑھ سو روپے ماہوار کی ملازمت ترک کر کے دارالعلوم کے ۲۵ روپے ماہوار کو ترجیح دی دارالعلوم کے سب سے پہلے صدر مدرس اور شیخ الحدیث ہوئے، دارالعلوم دیوبند کی طرح اس طرح میرٹھ سے سرپرستی فرمانے کے بعد آپ خود بھی مستقل طور سے دیوبند ہی تشریف لے آئے تھے۔

دوسرا سفر حج ۱۲۸۵ھ میں فرمایا اور واپس ہو کر درس و افادہ میں مشغول رہے، آپ چونکہ فن مناظرہ اہل کتاب میں بھی یکتا تھے، مشہور عیسائی پادری تاراچند سے دہلی میں آپ نے مناظرہ کیا تو اس نے لاجواب ہو کر راہ فرار اختیار کی، ۱۲۹۳ھ میں بمقام چاند پور ضلع شاہجہان پور ایک میلۂ خداشناسی منعقد ہوا تو اس میں بھی آپ نے تمام مذاہب کے علماء و عوام کے سامنے رد تثلیث و شرک اور حقانیت مذہب اسلام پر لاجواب و بے مثال تقریریں فرمائیں، ۱۲۹۴ھ میں عیسائیوں سے تحریف انجیل کے متعلق بحث ہوئی اور عیسائی پادری اپنی کتابیں چھوڑ کر مجلس مناظرہ سے فرار ہو گئے، اسی سال میں پنڈت دیانند سرسوتی بانی تحریک آریہ سماج سے بھی بحثوں کا آغاز ہوا اور وہ لاجواب ہوئے۔

تیسرا سفر حجاز بھی اسی سال میں ہوا، جس سے آپ ۱۲۹۵ھ میں واپس ہوئے اور اسی سال شعبان میں آپ کو رڑکی سے خبر ملی کہ پنڈت دیانند نے مذہب اسلام پر اعتراضات کئے ہیں اہل رڑکی نے نہایت اصرار سے آپ کو بلایا، علالت کے باوجود آپ نے رڑکی کا سفر کیا اور وہاں قیام فرما کر پنڈت جی کو مناظرہ کے لئے ہر طرح آمادہ کرنے کی سعی کی مگر وہ تیار نہ ہوئے اور رڑکی سے بھاگ گئے، آپ نے مجمع عام میں ان اعتراضات کا جواب دیا پھر واپس ہو کر انتصار الاسلام اور قبلہ نما، تحریر فرمایا جن میں تمام اعتراضات کے بہترین جوابات دیئے، اس کے بعد پنڈت جی نے کچھ عرصہ بعد میرٹھ پہنچ کر بھی کچھ اعتراضات کئے اور آپ نے وہاں پہنچ کر ان کو بحث و گفتگو کے لئے آمادہ کرنا چاہا مگر وہ تیار نہ ہوئے اور وہاں سے بھاگ نکلے۔

آپ کی علالت کا سلسلہ تقریباً دو سال تک جاری رہا اور اس علالت کے زمانہ میں برابر علمی اسفار، تصانیف وغیرہ کا سلسلہ بھی جاری رہا، ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ روز پنجشنبہ کو ۴۹ سال کی عمر میں بمقام دیوبند آپ کی وفات ہوئی، جس کے صرف دو روز بعد سہارنپور میں آپ کے استاد حضرت مولانا احمد علی صاحب محدثؒ کی وفات ہوئی۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ وجعلنا معہم۔

آپ کے خصوصی تلامذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن صاحبؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا محمد حسن صاحب امروہویؒ وغیرہ تھے، آپ کی مجسم علمی یادگار دارالعلوم دیوبند ہے، نسبی یادگار حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ صدر مہتمم دارالعلوم

(والد ماجد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم) تھے جن کا ذکر خیر آگے آئے گا۔

آپ کی تیسری نہایت اہم علمی یادگار حکمت قاسمیہ ہے جس کے بارے میں حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرۂ فرمایا کرتے تھے کہ فلسفہ وسائنس اگر پانچ سو برس بھی چکر کھائے گا تو حضرت مولانا نانوتویؒ کے قائم کئے ہوئے دلائل حقانیت اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا، یہ حکمت قاسمیہ آپ کی تمام تصانیف عالیہ کا نہایت گرانقدر سرمایہ اور اہل علم وفہم کے لئے گنج گرانمایہ ہے، کاش آپ کی تمام کتابوں کی کامل تصحیح تسہیل وتبیین، عنوان بندی وغیرہ ہو کر نئے طور طریق سے اشاعت کا سروسامان ہو۔

اس اہم علمی کام کی انجام دہی کے لئے آپ کے خصوصی تلامذہ یا حضرت شیخ الہند کے خصوصی تلامذہ احق وانسب تھے یا اب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظلہم کر سکتے ہیں مگران پر دارالعلوم جیسے عظیم الشان ادارہ کی ادارتی ذمہ داریاں اور علمی اسفار وغیرہ کا اس قدر بار ہے کہ بظاہر اس پرسکون ٹھوس علمی کام کیلئے وقت نکالنا نہایت دشوار ہے۔

راقم الحروف بھی ایک مدت سے آپ کی کتابوں کا مطالعہ اور سعی فہم اپنی زندگی کا جز ومقصد بنائے ہوئے ہے اور بساط بھر کچھ خدمت بھی کی ہے اور کر رہا ہے، مگر اب کے ''انوارالباری'' کے کام کی ذمہ داری بھی پوری طرح عائد ہو چکی ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ یہ سلسلہ کب تک باقی رہ سکے گا۔ **والامر بید الله، اسئله التوفیق لما یحب و یرضی۔**

حضرت نانوتویؒ کی نہایت اہم تصانیف یہ ہیں: آب حیات، ہدیۃ الشیعہ، قبلہ نما، انتصار الاسلام، حجۃ الاسلام، تقریر دلپذیر، مصباح التراویح، مباحثہ شاہجہان پور، تحذیر الناس، مجموعہ جوابات مخدورات عشر (یا مناظرۂ عجیبہ) توثیق الکلام، قاسم العلوم (مجموعہ مکاتیب عالیہ) وغیرہ۔

حضرت العلامہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ نے سوانح قاسمی کی تین جلدیں لکھ کر قاسمی برادری پر احسان عظیم کیا ہے جو دارالعلوم کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، لیکن نہایت افسوس ہے کہ چوتھی جلد مرتب نہ ہو سکی جس میں ''آخر قاسمی'' یعنی تمام تصانیف قاسمی کا مکمل ومفصل تعارف کرایا جاتا اور اس فرض کی انجام دہی کی طرف دوسرے اہل علم کو توجہ کر کے سوانح قاسمی کو مکمل کرنا چاہئے، حضرت نانوتویؒ کی زندگی کے بہت سے عجیب وغریب واقعات ''ارواح ثلاثہ'' میں بھی شائع ہو چکے ہیں وہ بھی جز وسوانح ہونے چاہئیں۔

۴۲۱-الشیخ المحدث الفقیہ احمد علی بن لطف اللہ السہارنپوری حنفیؒ م ۱۲۹۷ھ

کبار محدثین وفقہاء میں سے تھے، سہارنپور کے علماء سے ابتدائی تحصیل کے بعد دہلی تشریف لے گئے، حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ سے پڑھا اور حدیث شیخ وجیہ الدین سہارنپوری سے پڑھی جو شیخ عبدالحی بڑھانوی (تلمیذ شاہ عبدالقادرؒ) کے تلمیذ تھے، پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے، بیت اللہ سے مشرف ہو کر صحاح ستہ حضرت شاہ اسحٰق صاحب مہاجر مکیؒ سے پڑھیں، ان سے اجازت حدیث حاصل کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور ہندوستان واپس ہو کر مسند درس حدیث کو زینت بخشی، ساری عمر صحاح ستہ کا درس دیتے رہے اور ان کی تصحیح فرمائی، خاص طور پے بخاری شریف کے تصحیح وتحشیہ پر بڑی توجہ صرف کی، دس سال اس خدمت میں گزارے، آپ نے علم کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا، اس لئے تجارت ومطبعی مشاغل اختیار کئے تھے۔

آپ نے بہت سے علمی رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے، مثلاً الدلیل القوی علی ترک القراءۃ للمقتدی وغیرہ، ہنگامۂ ۵۷ء میں آپ کا دہلی کا مطبع برباد ہو گیا تھا، اس لئے آپ سہارنپور تشریف لے آئے اور مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور میں درس حدیث دیتے تھے، ۷۲ سال کی عمر میں حضرت نانوتویؒ کی وفات سے دوروز بعد انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق، نزہۃ ومقدمہ اوجز المسالک)

۴۲۲-الشیخ المحدث المفتی عبدالقیوم بن عبدالحی صدیقی بڑھانوی حنفیؒ م ۱۲۹۹ھ

بڑے محدث، فقیہ تھے، حفظ قرآن مجید کے بعد کتب درسیہ شیخ نصیر الدین دہلوی (سبط الشیخ رفیع الدینؒ) لکھنوی، خواجہ نصیر حسینی دہلوی

اور شاہ یعقوب بن افضلؒ سے پڑھیں، کتاب فقہ و حدیث حضرت شاہ اسحٰق بن افضلؒ سے پڑھیں اور ان کی صاحبزادی سے آپ کا عقد بھی ہوا، بیعت کا شرف حضرت سید صاحب بریلویؒ سے حاصل ہوا اور تربیت حضرت شیخ محمد عظیم کی خدمت میں ایک مدت تک ٹونک میں رہ کر حاصل کی جو حضرت سید صاحبؒ کے اصحاب میں سے تھے۔

حجاز تشریف لے گئے تھے، واپسی میں مع اہل و عیال کے بھوپال سے گزرے تو سکندر بیگم والیۂ بھوپال نے آپ کو روک لیا اور بھوپال کی اقامت پر آمادہ کر کے افتاء کی خدمت سپرد کی، بہت سی جاگیریں دیں، چنانچہ آپ وہیں ساکن ہو گئے، درس علوم قرآن و حدیث اور افتاء آپ کے مشاغل تھے، بہت سے خوارق آپ سے ظاہر ہوئے، تعبیر خواب میں بھی بے نظیر تھے جس طرح فرما دیتے تھے، اسی طرح ہوتا تھا، گویا آپ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خاندان کا بقیہ اور اس کے کمالات کا بہترین نمونہ تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۹۷ ج ۷)

۴۲۳- الفاضلۃ المحدثۃ امۃ الغفور بنت الشاہ اسحٰق بن افضل دہلویؒ

علوم حدیث و فقہ کی بڑی علامہ فاضلہ تھیں، علوم کی تحصیل آپ نے اپنے والد ماجد سے ایک مدت تک کی، پھر آپ کا نکاح حضرت مولانا عبدالقیوم بڑھانوی ثم بھوپالی سے ہو گیا تھا جن کا تذکرہ ابھی گزرا ہے۔

نقل ہے کہ باوجود اپنے غیر معمولی فضل و کمال کے جب کبھی مولانا کو کوئی مشکل فقہ و حدیث میں پیش آتی تھی، آپ کے پاس تشریف لے جاتے اور آپ سے استفادہ کر کے حل کر لیتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۹۰ ج ۷)

۴۲۴- الشیخ المحدث العلامہ تھور علی بن مظہر علی الحسینی نگینوی حنفیؒ

مشہور عالم محدث و فقیہ تھے، اپنے شہر کے علماء سے تحصیل کے بعد لکھنؤ گئے اور وہاں شیخ مخدوم حسینی لکھنویؒ سے حدیث پڑھ کر اجازت حاصل کی وہ شاہ ولی اللہؒ اور شیخ فاخر بن یحییٰ الہ آبادی کے شاگرد تھے، پھر درس و افادہ میں زندگی بسر کی، آپ سے بکثرت علماء نے حدیث پڑھی، مثلاً قاضی بشیر الدین عثمانی قنوجی، سید محمد مخدوم بن ظہیر الدین حسینی لکھنوی وغیرہ نے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲ ج ۷)

۴۲۵- حضرت مولانا محمد یعقوب بن مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی حنفیؒ م ۱۳۰۲ھ

مشہور علامہ محدث، صاحب کشف و کرامات، دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مدرس اول و شیخ الحدیث تھے، آپ کے والد ماجد دہلی کالج میں صدر مدرس رہے، حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور سینکڑوں علماء و فضلاء کے استاذ تھے، حسب تحقیق مولانا عبیداللہ صاحب سندھی، حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ نے ہندوستان سے حرمین شریفین کو ہجرت فرمائی تو ہندوستان کو برٹش سامراج سے نجات دلانے کی سعی کے واسطے جو بورڈ قائم کیا تھا، اس کے ایک خاص رکن وہ بھی تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے کی تھی، بخاری و مسلم بھی آپ نے مولانا موصوف سے پڑھی تھیں، آپ نے حضرت مولاناؒ کے ارشاد پر بڑی ملازمت ترک کر کے دارالعلوم دیوبند کی مدرسی صرف پچیس ۲۵ روپے ماہانہ پر قبول فرمائی۔

آپ کا دور صدارت تقریباً ۱۹ سال رہا، اکابر علماء و فضلاء، آپ کے تلمذ سے مشرف ہوئے، مثلاً حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۲۶- حضرت مولانا محمد مظہر بن حافظ لطف علی نانوتوی حنفیؒ م ۱۳۰۲ھ

مشہور و معروف محدث، علامہ، مجاہد فی سبیل اللہ اور مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارنپور کے سب سے پہلے صدر مدرس و شیخ الحدیث تھے،

علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور حضرت استاذ العلماء مولانا مملوک علی صاحبؒ سے کی اور حدیث حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی سے پڑھی، اجمیر کالج میں ملازم رہے، وہاں سے آگرہ کالج تبادلہ ہوا، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا، جہاد شاملی تحریک میں شریک تھے، پیر میں گولی لگی، کچھ دن بریلی میں رہے، معافی عام پر ظاہر ہوئے۔

ماہ رجب ۱۲۸۲ھ میں مولانا سعادت علی سہارنپوری نے مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم جاری کیا، جس میں آپ نے صدارت کی، حدیث وفقہ کے تبحر عالم تھے، آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد احسن نانوتوی نے جب مولوی خرم علی بلہوری کے ورثا سے درمختار کا اردو ترجمہ اشاعت کی غرض سے خریدا تو اس کے بقیہ ترجمہ اور تصحیح وغیرہ میں آپ ان کے شریک و معاون رہے، آپ نہایت متقی، پرہیزگار، منکسر المزاج تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ بڑے بڑے ممتاز علماء آپ کے تلامذہ میں ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (ترجمہ تذکرۂ علماء ہند مطبوعہ کراچی ص ۵۰۲)

۴۲۷-حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحی بن مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی حنفیؒ م ۱۳۰۴ھ

۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی اور ۱۷ سال کی عمر میں فارغ ہو کر درس وتصنیف میں مشغول ہو گئے، ۱۲۷۹ھ میں حرمین شریفین میں حاضر ہوئے، شیخ محدث سید احمد حلان شیخ الشافعیہ مکہ معظمہ سے ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی جن کی اجازت ان کو اپنے شیوخ سے حاصل تھی، ایک عالم نے آپ کے علمی فیوض و برکات اور درس وتصنیف کے بحر بیکراں سے استفادہ کیا، بہت تھوڑی عمر میں اتنے کام کر گئے کہ حیرت ہوتی ہے، عمر صرف چالیس سال کی ہوئی، آپ کی تمام تصانیف نہایت گراں قدر علمی جواہر سے مرصع ہیں جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، القول الجازم، فی سقوط الحد بنکاح المحارم، نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر، طرب الاماثل فی تراجم الافاضل، زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس، امام الکلام فیما یتعلق بالقراءۃ خلف الامام، دافع الوسواس فی اثر ابن عباس، للآیات البینات علی وجوہ الانبیاء فی الطبقات، الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، احکام القنطرہ فی احکام البسملۃ، تحفۃ الاخبار فی احیاء سنۃ سید الابرار، الکلام المبرور فی رد القول المنظور، ابراز الغی، تذکرۃ الراشد (یہ دونوں کتابیں نواب صادق حسن خان صاحب کے رد اور ان کی تصانیف کے اغلاط کے بیان میں ہیں، دونوں شائع شدہ ہیں، تذکرہ بہت ضخیم ہے، حجم تقریباً پانچ سو صفحات) وغیرہ (مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں ۸۷ کتابوں کے نام تحریر ہیں) رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (ترجمہ تذکرۂ علماء ہند ۲۸۷)

میر سید شریف جرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ کی ایک کتاب مختصر جامع علوم حدیث میں ہے اس کی شرح بھی آپ نے کی ہے جس کا نام "ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی" ہے۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۷۶)

حضرت علامہ کوثری نے تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۹ پر لکھا کہ "شیخ محمد عبدالحی لکھنویؒ اپنے زمانہ میں احادیث کے بہت بڑے عالم تھے، لیکن آپ کی کچھ آراء شاذہ بھی ہیں جو مذہب میں درجۂ قبول سے نازل ہیں، دوسرے یہ کہ بعض کتب جرح کی خفیہ جارحانہ منصوبہ بندیوں پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے آپ ان سے متاثر ہو گئے تھے، اس تاثر کو اور بھی اصل صورت حالات سے واقف لوگوں نے آپ کے علم وفضل کے منصب عالی سے فروتر پایا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

۴۲۸-مولوی سید صدیق حسن خان بن مولوی آل حسن قنوجی م ۱۳۰۷ھ

تفسیر، حدیث وفقہ نیز دوسرے علوم کی تصانیف میں شہرت یافتہ علماء اہل حدیث میں سے بڑے مرتبہ ومقبولیت کو پہنچے، قنوج میں پیدا

ہوئے، کتب درسیہ مفتی صدر الدین خان دہلوی سے تفسیر وحدیث یمن و ہند کے دوسرے علماء نیز شیخ محمد یعقوبؒ دہلوی برخوردار شاہ محمد اسحق صاحبؒ سے پڑھی اور مطالعہ کتب سے کافی ترقی کی، پھر ۱۲۸۸ھ میں رئیسہ بھوپال سے عقد ہوا تو دنیوی اعزاز میں بھی غیر معمولی ترقی ہوئی، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

ابجد العلوم، اتحاف النبلاء، بدور الاہلہ، حصول المامن علم الاصول، الحطہ بذکر الصحاح الستہ، ریاض الجنۃ فی تراجم اہل السنہ، عون الباری بحل ادلۃ البخاری، فتح البیان فی مقاصد القرآن، فتح المغیث لفقہ الحدیث وغیرہ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۲۵۰ مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی)

آپ کی تصانیف احوال رجال میں سنین وفیات وغیرہ کی اغلاط بکثرت ہیں، جن پر حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنی تصانیف میں تعقب کیا تھا، لیکن بجائے ان اغلاط کے اعتراف واصلاح کی طرف متوجہ ہونے کے، الٹا مولوی عبدالحی صاحب کو مورد الزامات قرار دیا گیا اور آپ کے رد میں ایک رسالہ بنام "شفاء العی" لکھوا کر شائع کیا گیا، اس کے رد میں مولانا موصوف کو مستقل رسالہ "ابراز الغی الواقع فی شفاء العی" لکھ کر شائع کرنا پڑا، اس کے بعد پھر نواب صاحب کی طرف سے ابراز الغی کے رد میں بھی ایک بڑا رسالہ بنام "تبصرۃ الناقد بروکید الحاسد" شائع کیا گیا، مولانا موصوف نے اس کا جواب نہایت تفصیل سے لکھا جو تذکرہ الراشد برتبصرۃ الناقد" کے نام سے پانچ سو صفحات پر مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے چھپ کر شائع ہوا اور اب بھی اگرچہ نادر ہے مگر مل جاتا ہے۔

مولانا موصوف نے ان دونوں کتابوں میں نہایت تحقیق سے نواب صاحب کی کتابوں (الاتحاف، الحطہ، الاکسی فی اصول التفسیر وغیرہ) کی اغلاط فاحشہ اور مزعومات فاسدہ سے پردے اٹھائے ہیں جن سے نہایت علمی، تاریخی حقائق روشنی میں آگئے ہیں، علماء خصوصاً جو حضرات نواب صاحب کی کتابوں سے بھی استفادہ چاہیں دونوں کتابوں سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔

دونوں کتابوں کی عبارت حضرت مولاناؒ کی دوسری تالیفات کی طرح نہایت سلیس سہل ہونے کے ساتھ، معاصرانہ چشمک، مناظرانہ انداز اور اس دور کے ردوتنقید کا بھی ایک دلچسپ نمونہ ہے، حضرت مولاناؒ نے بیسیوں اغلاط فاحشہ سنین وفات کے دکھلا کر سب سے زیادہ اہم نقد ریمارک نواب صاحب کی چند قابل اعتراز تصنیفی عادات پر کیا ہے جن میں سے چند ایک کی طرف اشارہ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) نواب صاحب تقلید ائمہ ومجتہدین کے سخت مخالف ہو کر بھی بہت سے مسائل میں علامہ ابن تیمیہؒ ان کے تلامذہ اور شوکانی وغیرہ کی تقلید جامد کرتے ہیں، حالانکہ ان لوگوں کی پوزیشن ان آئمہ متبوعین کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے بولنے والے انسان کے مقابلہ میں چڑیوں و پرندوں کی ہوتی ہے، (ابراز الغی ص ۸) (یعنی اپنی جگہ پر یہ حضرات کتنے ہی بڑے علم وفضل کے مالک ہوں، مگر ان آئمہ متبوعین کے مقابلہ وخلاف پر ان کا بولنا بالکل بے معنی ہے)

حضرت مولانا مصوف نے اس سلسلہ میں عند مسائل بھی بطور مثال لکھے ہیں، مثلاً عمداً ترک نماز کرنے والے کے لئے نماز کی قضاء درست نہ ہونا (جس کو بعض ظاہریہ ابن حزم وغیرہ نے اختیار کیا اور علامہ شوکانی نے بھی ان کی اتباع کی) پھر حضرت مولانا نے اس مسئلہ کی غلطی پر دلائل بھی قائم کئے ہیں اور اپنی تائید میں حافظ حدیث علامہ ابن عبدالبر کی تحقیق استذکار شرح موطأ امام مالک سے نقل کی ہے، یا سفر زیارت مبارکہ قبر شریف رسول اکرم ﷺ کو نواب صاحب نے علامہ ابن تیمیہ کے اتباع میں ناجائز کہا اور اپنی کتاب "رحلۃ الصدیق الی البیت العتیق" میں ائمہ اربعہ (متبوعین) اور جمہور علماء کا مذہب غلط نقل کیا، پھر جو خلاف شد رحال بقصد الزیارۃ میں منقول تھا اس کو نفس زیارت کے مسئلہ سے خلط ملط کر دیا۔

مولانا نے "السعی المشکور" میں اس مسئلہ پر نہایت محققانہ بحث کی ہے، جس کا خلاصہ ہم انوار الباری میں اپنے موقعہ پر ذکر کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ یا اموال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا مسئلہ کہ اس کو بھی نواب صاحب نے علامہ شوکانی کی تقلید جامد میں اختیار کیا ہے، جس کا بطلان ظاہر ہے۔

(۲) ایک عادت نواب صاحب کی یہ بھی ہے کہ اپنی رائے کے موافق جو بات ہو، خواہ وہ اختلافی ہو، لیکن اس کو مجمع علیہ بتلاتے ہیں اور خود بھی جانتے ہیں کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، مثلاً اپنی مشہور کتاب ابجد العلوم میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، اگر چہ حنفیہ کا خیال ہے کہ بعض صحابہؓ آپ کے زمانہ میں موجود تھے"۔

حالانکہ یہ امر اتفاقی ہرگز نہیں ہے، کیونکہ بہت سے کبار محدثین نے امام صاحب کا صحابہ کو دیکھنا نقل کیا ہے اور خود نواب صاحب نے بھی الحطہ میں حافظ سیوطی شافعی سے تابعیت امام نقل کی ہے (کیا بغیر صحابی کو دیکھے ہوئے تابعیت ثابت ہوسکتی ہے یا علامہ سیوطیؒ محدث نہ تھے؟) پھر نواب صاحب نے معاصرت کو بھی مشکوک کر دیا، حالانکہ امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ میں تو شبہ ہی نہیں (اگر چہ) اس سے قبل کے بھی اقوال ہیں جو ہم امام صاحبؒ کے حالات میں لکھ آئے ہیں، اور وہ بالاتفاق تمام محدثین فقہاء، مورخین وعقلاء، صحابہ وتابعین کا دور تھا، اکثر محدثین، فقہا امام صاحب کی رویۃ صحابہ کے قائل ہیں، صرف روایۃ میں اختلاف ہے، تو پھر معاصرت کے قائل صرف حنفیہ کیسے ہوئے، یہی عادت علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی بھی ہے، والناس علی دین ملوکھم۔ (ابراز الغی ص ۱۰)

(۳) نواب صاحب کے کلام میں تعارض بکثرت پایا جاتا ہے، حتیٰ کہ ایک ہی تالیف میں اور دو قریب کے صفحوں میں بلکہ ایک ہی صفحہ کے اندر بھی ہے۔

(۴) نواب صاحب نقل میں غیر محتاط ہیں کسی بات کا غلط ہونا ظاہر و باہر ہوتا ہے، پھر بھی نقل کر دیتے ہیں، تراجم وطبقات میں ایسا بہت ہے (ابراز الغی ص ۱۱)

نواب صاحب کے یہاں تحریر حالات محدثین وغیرہم میں بیجا ریمارک اور جذبہ عدم تقلید کے تحت تعصب کا رنگ بھی ملتا ہے، جیسا کہ اتحاف النبلاء المتقین میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی طرف حدیث رجال فارس کے تحت امام اعظمؒ کا تذکرہ چھوڑ کر صرف امام بخاری کا ذکر منسوب کیا ہے اور نواب صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی کتاب کا نام بھی نہیں لکھا ہے، حالانکہ وہ تحقیق کلمات طیبات (مطبوعہ مجتبائی) کے ص ۱۶۸ پر ضمن مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ موجود ہے اور وہاں حضرت شاہ صاحبؒ نے اس حدیث کے تحت امام اعظمؒ ہی کو اولاً داخل کیا ہے، پھر امام بخاری کا ذکر کیا ہے۔

باوجود ان سب باتوں کے نواب صاحب کی علمی تصانیف کی افادیت اور آپ کے فضائل وکمالات سے کسی طرح انکار نہیں، نہایت عظیم الشان علمی خدمات کر گئے ہیں اور اس دور کے بہت سے متعصب غیر مقلدین کی نسبت سے بھی وہ بسا غنیمت تھے، عفا اللہ عنا وعنہ۔ ورحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)

۴۲۹- شیخ المشائخ احمد ضیاء الدین بن مصطفیٰ الکمشخانوی حنفیؒ م ۱۳۱۱ھ

بڑے محدث جلیل تھے، آپ نے "راموز احادیث الرسول ﷺ" ایک ضخیم جلد میں تالیف کی، پھر اس کی شرح "لوامع العقول" پانچ مجلدات میں تصنیف کی، ان کے علاوہ تقریباً پچاس تالیفات آپ کی اور بھی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۹)

۴۳۰- مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری حنفیؒ م ۱۳۱۱ھ

حضرت مجدد صاحب سرہندی قدس سرہ کی اولاد میں سے مفسر، محدث وفقیہ تھے، اساتذۂ وقت سے علوم کی تحصیل کی، حضرت شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے، درس وافادہ میں مشغول رہے، نواب کلب علی خان صاحب والیٔ رام پور نے ریاست کی طرف سے چار سو روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا، آپ کی تصانیف میں سے "انتصار الحق" بہت مشہور ہے جو مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کی کتاب معیار الحق کے جواب میں لکھی تھی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرہ علمائے ہند اردو ص ۵۶۰)

۴۳۱-حضرت مولانا محمد احسن بن حافظ لطف علی بن حافظ محمد حسن نانوتوی حنفیؒ م ۱۳۱۲ھ

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے دہلی گئے اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ، مولانا مملوک علی صاحبؒ، مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ وغیرہ سے تکمیل کی، پھر بنارس کالج اور بریلی کالج میں عربی وفارسی کے پروفیسر رہے، بریلی میں مطبع صدیقی قائم کیا، جس سے بہت سی دینی علمی کتابیں شائع ہوئیں، ۱۳۸۹ میں ایک مدرسہ مصباح التہذیب کے نام سے بریلی میں جاری کیا جواب بھی مصباح العلوم کے نام سے موجود ہے۔

آپ نے بہت سی علمی کتابیں لکھیں، مثلاً زادالحذرات، مفید الطالبین، مذاق العارفین، احسن المسائل، تہذیب الایمان، حمایت الاسلام، کشاف، مسلک مروارید، رسالہ اصول جرثقیل، رسالہ عروض، نکات نماز وغیرہ۔

ان کے علاوہ آپ نے غایۃ الاوطار (ترجمہ درمختار) حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، شفاء قاضی عیاض، کنوز الحقائق، نخبۃ الیمن، خلاصۃ الحساب، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، فتاویٰ عزیزی، وغیرہ کو مرتب ومہذب کیا، آپ کی وفات دیوبند میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۱۷۸)

۴۳۲-حضرت مولانا فضل الرحمٰن بن محمد فیاض گنج مرادآبادی حنفیؒ م ۱۳۱۳ھ

آپ حضرت مخدوم شیخ محمد ملانواں مصباح العاشقین کی اولاد میں سے نہایت مشہور ومعروف عالم ربانی تھے، آپ نے قصبہ گنج مراد آباد ضلع اناؤ میں سکونت کر لی تھی، جو آپ کے آبائی وطن ملانواں سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے، ۱۲۰۸ھ کی ولادت مبارکہ ہے، علوم مروجہ درسی اور فقہ وحدیث کی تعلیم آپ نے اپنے زمانہ کے اکابر ومشاہیر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب، مرزا حسن علی کبیر محدث لکھنویؒ اور حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے حاصل کی۔

زہد واتقاء اور اتباع فقہ وحدیث میں ضرب المثل تھے، حضرت شاہ محمد آفاق دہلویؒ اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ سے کمالات سلوک حاصل کئے اور اشغال باطنی میں اس قدر انہماک ساری عمر رہا کہ درس وتصنیف کی طرف توجہ نہ ہوسکی۔

(حضرت مولانا تھانویؒ بھی کانپور کے زمانہ قیام میں دوبار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، ان کی تفصیل ارواح ثلاثہ میں چھپ چکی ہے، محترم مولانا ابوالحسن صاحب ندوی نے ''تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی'' لکھا ہے جو اپنے اکابر کے تذکروں میں گرانقدر اضافہ ہے)۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (ترجمہ علمائے ہند ص ۳۷۹)

۴۳۳-حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن بن قاری محمدی پانی پتی حنفیؒ م ۱۳۱۴ھ

بڑے محدث علامہ تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اس کے بعد مولانا سید محمد حاجی قاسم، مولانا رشید الدین خان اور مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھا، صحاح ستہ کی سند حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے حاصل کی، امروہہ جا کر مولانا قاری امام الدین صاحب سے علم قرأت وسلوک کی تحصیل کی صحاح ستہ کو بڑی احتیاط وعظمت کے ساتھ پڑھاتے تھے، آپ کے شاگردوں، مستفیدوں اور مسترشدوں کی تعداد دائرہ شمار سے باہر ہے، ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ کو تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی (مدرس حدیث دارالعلوم دیوبند وجامعہ ڈابھیل) جو حضرت گنگوہیؒ کے علوم ظاہری وفیوض باطنی سے فیض یاب اور نہایت متبع سنت بزرگ تھے، بیان فرماتے تھے کہ حضرت قاریؒ قدیم طرز وطریق کے نہایت دلدادہ اور جدید تمدن کی

چیزوں سے نفور تھے، حتیٰ کے ہم لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر سند حدیث لکھوانے کی غرض سے ہولڈر پیش کیا (جو اس وقت بجائے کلک کے نیانیا رائج ہوا تھا) تو اس کو ہاتھ سے جھٹک دیا اور فرمایا کہ "تم لوگوں میں نیچریت اشراب کر گئی ہے" پھر کلک منگوا کر سند لکھی۔

یہ واقعہ راقم الحروف نے خود مولانا مرحوم سے بزمانۂ قیام ڈابھیل سنا تھا۔ ع خدا رحمت کند آں بندگان پاک طینت را۔ (ترجمہ اردو تذکرہ علمائے ہند ص ۵۷۷)

۴۳۴-حضرت مولانا الحاج حافظ حکیم سید فخر الحسن گنگوہی حنفی م ۱۳۱۷ھ تقریباً

آپ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے اخص تلامذہ میں سے تھے، زیادہ مدت کانپور میں قیام فرمایا وہاں مطب کا مشغلہ تھا، حدیث کے بہت بڑے جلیل القدر عالم تھے، سنن ابن ماجہ کا حاشیہ لکھا جو مشہور و متداول ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے اس میں آپ نے علامہ سیوطیؒ اور حضرت شیخ عبدالغنی مجددی دہلویؒ کی شروح ابن ماجہ کو مزید اضافوں کے ساتھ جمع فرمادیا ہے، سنن ابی داؤد کا حاشیہ "التعلیق المحمود" کے نام سے نہایت تحقیق سے لکھا، ابوداؤد کے ساتھ یہی حاشیہ چھپتا ہے۔

بظاہر درس کا مشغلہ نہیں رہا، مطب کی مصروفیات اور وہ بھی کانپور جیسے بڑے شہر میں، ان حالات میں اس قدر عظیم الشان علمی حدیثی تصنیفی خدمات کر جانا مذکور الصدر شیخین معظمین کی برکات و کرامات سے ہے۔

جس طرح ہمارے معظم و محترم مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوریؒ (تلمیذ خاص حضرت نانوتوی قدس سرہٗ) نے بھی باوجود غیر معمولی مصروفیت مطب اور بغیر علمی درسی مشغلہ کے، علم کلام و عقائد کے نہایت اہم دقیق مسائل پر اور رد شیعہ وغیرہ میں بڑی تحقیق سے فصیح و بلیغ عربی و فارسی زبان میں کتابیں تالیف فرمائیں (جو شائع ہونے کے بعد اب نادر ہو چکی ہیں) اس دور انحطاط میں اس قسم کے نمونے اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ان حضرات کے اعلیٰ روحانی و باطنی کمالات و فضائل کے اظہار کے لئے غیبی کرشمے تھے۔

افسوس ہے کہ حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے مفصل حالات کسی کتاب میں اب تک شائع نہیں ہوئے، جن سے آپ کی زندگی کے حالات پر مزید روشنی ملتی، چند باتیں آپ کے حقیقی بھتیجے جناب مولوی سید عزیز حسین صاحب خلف مولانا سید مظہر حسین صاحب گنگوہیؒ سے معلوم ہوئیں (جو تقریباً تیس سال سے دارالعلوم کے مختلف شعبوں میں خدمت کرتے ہیں اور آج کل دارالتربیت کے ناظم ہیں، آپ بھی زہد و تقویٰ عبادات واتباع سنت میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر ہیں) یہ بھی آپ ہی نے اندازہ سے بتلایا کہ صاحب ترجمہ کی وفات ۶۴، ۶۵ سال قبل ہوئی ہے۔

علماء ہند کی شاندار ماضی ص ۶۹ ج ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ بمطابق ۹ جنوری ۱۸۷۳ء کو سب سے پہلے مندرجہ ذیل پانچ حضرات نے دارالعلوم دیوبند سے سند تکمیل و دستار فضیلت حاصل کی، حضرت شیخ الہندؒ، مولانا عبدالحق ساکن پور قاضیؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا فتح محمد تھانویؒ، مولانا عبداللہ صاحب جلال آبادی۔ (رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ)

۴۳۵-مولانا نذیر حسین صاحب بن جواد علی سورج گڑھی ثم دہلویؒ م ۱۳۲۰ھ

علماء اہل حدیث میں سے مشہور محدث تھے، علوم کی تحصیل دہلی جاکر مووی عبدالخالق دہلوی، اخوند شیر محمد قندھاری، مولوی جلال الدین ہروی، مولوی کرامت علی اسرائیلی، مولوی محمد بخش وغیرہ سے کی، اجازت شاہ محمد اسحٰق صاحب سے حاصل کی، مولانا حبیب[1] الرحمٰن خان

---

[1] مقالات شروانی ص ۲۸۰ پر عبارت اس طرح ہے کہ حضرت علامہ محدث قاری عبدالرحمٰن صاحب سے بوقت ملاقات پانی پت مورخہ ۹ رجب ۱۳۱۱ھ مولانا شروانی نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے کتب خانہ کا حال پوچھا تو حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ جو کتابیں بہت پسندیدہ تھیں، وہ شاہ اسحٰق صاحب مرحوم بوقت ہجرت اپنے ساتھ لے گئے تھے، جن کا وزن نو ۹ من تھا، باقی کتابیں ان کے ایماء سے میں نے اور نواب قطب الدین خان صاحب نے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صاحب شروانیؒ نے حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کا بیان نقل کیا ہے کہ جس روز حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب ہجرت کر کے حجاز روانہ ہوئے تو، اس روز میاں نذیر حسین صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند کتابوں کی اول کی ایک ایک حدیث پڑھی اور کل کتابوں کی اجازت حاصل کی، حضرت شاہ صاحب نے ایک چھوٹے کاغذ پر یہی واقعہ لکھ کر دے دیا، اس سے پہلے مدرسہ میں پڑھنے کو کبھی نہیں آئے۔

۱۸۵۷ء میں ایک انگریز خاتون کو پناہ دی، ساڑھے تین ماہ تک رکھا، جس کے بدلے ایک ہزار تین سو روپے انعام اور خوشنودی سرکار کا سرٹیفکیٹ ملا، جس زمانہ میں (۶۵-۱۸۶۴ء) وہابیوں پر مقدمے چل رہے تھے، میاں صاحب کو بھی بحیثیت سرگروہ وہابیاں احتیاطاً ایک برس تک راولپنڈی کی جیل میں نظر بند رکھا گیا تھا، مگر بقول مؤلف ''الحیاۃ بعد المماۃ'' وفادار گورنمنٹ ثابت ہوئے اور کوئی الزام ثابت نہ ہوسکا۔

جب میاں صاحب موصوف حج کو گئے تو کمشنر دہلی کا خط ساتھ لے گئے، گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۱ جون ۱۸۹۷ء کو شمس العلماء کا خطاب ملا، منقول از الحیاۃ بعد المماۃ و مقالات شروانی (ترجمہ تذکرۂ علمائے ہند از جناب محمد ایوب قادری بی اے ص ۵۹۵)

نیز ص ۴۱۰ پر حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے حالات میں لکھا کہ الحیاۃ بعد المماۃ (سوانح عمری میاں نذیر حسین) کے مؤلف کا یہ بیان درست نہیں ہے کہ شاہ محمد اسحٰق صاحب کے ہجرت کرنے کے بعد خاندان ولی اللہی کے صدر نشین میاں نذیر حسین ہوئے، بلکہ حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ کے جانشین ان کے تلمیذ خاص حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ تھے، جنہوں نے اپنے شیخ کے مسلک کا اتباع کیا اور حجاز کو ہجرت کر گئے اور میاں نذیر حسین نے حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے مسلک کے خلاف انگریزوں سے خوشنودی کے سرٹیفکیٹ، انعام اور شمس العلماء کا خطاب حاصل کیا۔ (ترجمۂ تذکرۂ علماء ہند ص ۴۱۰، ۵۹۵ھ

''تراجم علماء حدیث ہند'' میں بھی حضرت میاں صاحب کا مفصل تذکرہ ہے مگر اس میں حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ کی جانشینی کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، بظاہر ایسی اہم چیز کا عدم ذکر بھی ذکر عدم کے مرادف ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات اور ارواح ثلاثہ ص ۱۲۰ سے جو عبارت حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ کے حالات میں ص ۲۱۷ پر نقل ہو چکی ہے، ان سب کی روشنی میں اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہجرت کے روز حضرت شاہ اسحٰق صاحب سے سند حدیث حاصل کرنے کی سعی ہوئی ہے اور اس سے قبل یوں شاہ صاحبؒ کی خدمت میں آنے جانے، تبادلۂ خیالات وغیرہ کے مواقع ضرور رہے ہونگے، مگر تلمذ کا رشتہ قائم نہ ہوا تھا، پھر نہ معلوم کس بنیاد پر صاحب غایۃ المقصود مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے شاہ صاحبؒ سے باقاعدہ صحاح ستہ پڑھنے وغیرہ کا ذکر فرما دیا ہے۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں: معیار الحق (جس کے رد میں مولانا ارشاد حسین صاحب رام پوری نے انتصار الحق لکھی ہے) ثبوت الحق الحقیق رسالۃ فی تحلی النساء بالذہب المسائل الاربعہ (اردو میں ہے) رسالۃ فی ابطال المولد (عربی میں ہے) مجموعہ فتاویٰ، رفع الالتباس عن بعض الناس، اس میں حضرت مولانا مرحوم نے رسالہ ''بعض الناس فی دفع الوسواس'' کا جواب دیا ہے جو بخاری شریف کی جلد ثانی کے شروع میں چھپا ہے، آپ نے رفع الالتباس کے شروع میں لکھا کہ مؤلف بعض الناس نے امام مجتہد مطلق بخاری کی تعریضات کے جواب اور امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے مدافعت کے ضمن میں فحش کلامی، بے انصافی اور اعراض عن الحق سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے مجھے یہ رسالہ لکھنا پڑا، پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نیلام کر دی تھیں، اپنے تلمذ کے متعلق فرمایا کہ میں نے صحاح ستہ شاہ اسحٰق صاحب سے پڑھیں اور پھر سالہا سال تک مدرسہ میں صبح سے عشاء تک حاضر رہا ہوں، اس حاضری میں بہت سی کتابیں سماع میں آ گئیں، کلام مجید کی پوری تفسیر میں حضرت شاہ صاحبؒ سے وعظ میں سنی ہے۔

مولوی نذیر حسنی صاحب دہلوی کے تلمذ کے بارے میں فرمایا کہ جس روز میاں صاحب (شاہ اسحٰق) ہجرت کر کے روانہ ہوئے، اس روز یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند کتابوں کی اوائل کی ایک ایک حدیث پڑھی اور پڑھ کر کل کتابوں کی اجازت حاصل کی، میاں صاحب نے ایک چھوٹے کاغذ پر یہی واقعہ لکھ کر دے دیا، اس سے پہلے مدرسہ میں پڑھنے کو کبھی نہیں آئے، کئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تھا، تو دوسرے تیسرے مہینے آ جاتے تھے، میاں صاحب (شاہ اسحٰق صاحب) کا مدرسہ بیرم خان کے تراہہ پر تھا، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنی زندگی میں ان کے واسطے یہ مدرسہ بنوا دیا تھا الخ (یہ مضمون پہلے معارف ماہ مارچ ۱۹۳۱ء میں بھی شائع ہوا تھا)

آپ نے اپنے ہر جواب و جواب الجواب کو ''القول المردود کے عنوان سے شروع کیا ہے۔
راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ دونوں رسالے شائع شدہ ہیں، ہر شخص پڑھ کر خود اندازہ کرلے گا کہ حق وانصاف کا حق کس نے زیادہ ادا کیا ہے اوران مسائل کی تحقیق کے مواقع میں ہم بھی کچھ لکھیں گے، یہاں گنجائش نہیں، البتہ اس مقدمہ کی مناسبت سے، ہم یہاں رسالہ مذکورہ کے ص ۳۱، ۳۲ سے مولانا نذیر حسین صاحب کی اس عبارت کا ترجمۂ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو آپ نے امام اعظمؒ کے بارے میں لکھی ہے، امید ہے کہ اس کو پڑھ کر جہاں اپنے حضرات مولانا مرحوم کے احساسات ونظریات کی قدر کریں گے، وہاں آج کل کے بہت سے اہل حدیث حضرات کو بھی اپنے طرز فکر وطریق عمل پر نظر ثانی واصلاح کا موقع ملے گا۔ واللہ الموفق۔

آپ نے لکھا ہے کہ صاحب رسالہ بعض الناس نے ''تنبیہ'' کے عنوان سے مسند خوارزمی سے جو خطیب بغدادی کی تشنیع (امام صاحب کے معائب ومطاعن نقل کرنے کی وجہ سے) نقل کر کے پانچ جواب لکھے ہیں، ہمارے نزدیک اس کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ خطیب نے امام صاحب کے مطاعن ومعائب کا ذکر تنقیص کے ارادہ یا حسد سے نہیں کیا بلکہ یوں ہی عام مؤرخین کی عادت کے موافق وہ تمام باتیں جمع کردیں جو امام صاحب کے بارے میں کہی گئی تھیں جس کا بڑا قرینہ یہ ہے کہ خطیب نے امام صاحب کے حامد ومناقب بھی اس قدر جمع کردیئے ہیں جو کسی اور نے نہیں کئے اور اگر اس کو تسلیم بھی کرلیں تو اس افراط کی وجہ سے امام صاحب کا افراط فی القیاس والعمل بالرائے ہے، جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے، پھر آپ نے حافظ ابن عبدالبر کی عبارت کا خلاصہ ص ۱۴۸ ج ۲ جامع بیان العلم وفضلہ سے نقل کیا ہے۔

پھر لکھا ہے کہ امام شافعی نے بھی قیاس واصول سے بہت کام لیا ہے بلکہ جیسا احناف نے دعویٰ کیا ہے ممکن ہے مجموعی حیثیت سے ان کے قیاسات کی تعداد امام صاحب سے بڑھ کر بھی ہو، مگر اصل اعتراض ان قیاسات پر ہے جو مقابلہ اخبار ہوتے ہیں، اوران میں امام صاحب کا پلہ ہی بھاری ہوتا ہے ورنہ ہم بھی امام صاحب کے فضائل سے منکر نہیں ہیں اور نہ ہم امام شافعی کو امام ابوحنیفہؒ پر ترجیح دیتے ہیں اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ خود امام شافعیؒ نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحب کا عیال قرار دیا ہے، اور ایک خلق کثیر نے امام صاحبؒ کے فضائل وکمالات اور محاسن ومحامد کا اعتراف کرلیا ہے، حتیٰ کے مادحین کی تعداد مذمت کرنے والوں سے، تحسین کرنے والوں کی مقدار تنقیص کرنے والوں سے، تزکیہ کرنے والوں کا شمار متہم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے، پھر آپ کے فضائل کا شہرہ مشارق ومغارب میں ہو چکا ہے اور آپ کے فضل وکمال کے سورج تمام اطراف وجوانب ارض کو روشن کر چکے ہیں، حتیٰ کے ان کا بیان صحراء وبیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشین عورتوں کی زبان زد ہو چکا، تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہل شام وعراق نے ان کا اقرار واعتراف کیا، غرض وہ امام جلیل نبیل، عالم فقیہ نبیہ، سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے خلق کثیرہ نے تفقہ حاصل کیا، متورع، عابد، ذکی، تقی، زاہد من الدنیا، راغب الی الآخرۃ تھے۔

اپنے ورع وزہد ہی کی وجہ سے عہدۂ قضا کو رد کیا، اگر چہ اس کو رد کرنے کی وجہ سے بہت ایذائیں برداشت کیں، خلاصہ یہ کہ ان کی طاعات، معاصی پر غالب تھیں، اس لئے جو شخص بھی حسد وعداوت کی وجہ سے آپ کی مذمت کرتا ہے، وہ خود آپ کی نباہت شان وعلو قدر کی دلیل ہے اور اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ چمگادڑ کی آنکھوں کی چکا چوند کیوجہ سے سورج کی روشنی ونور کو کوئی زوال ونقصان نہیں پہنچتا، لیکن باوجود ان سب باتوں کے امام صاحب کے لئے عصمت ثابت نہیں ہوسکی، لہذا ان سے بھی خطا ولغزش ہوسکتی ہے۔

اور ان کے فضائل کثیرہ کے ذکر واعتراف سے وہ الزامات رفع نہیں ہوسکتے جو امام بخاریؒ نے امام صاحب پر مخالفت کتاب وسنت کے لگائے ہیں، لیکن ان کی بعض لغزشوں کی وجہ سے ان کی شان میں گستاخی وسوء ادب کا معاملہ بھی جائز نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ مجتہد تھے، اور مجتہد سے خطاء وصواب، لغزش وثبات دونوں ہی ہوتی ہیں، خود امام بخاریؒ کو دیکھئے کہ باوجود اس اختلاف کے انہوں نے امام صاحب کا ادب

ملحوظ رکھا اور آپ کا اسم شریف بھی اسی لئے نہیں لکھا اور بعض الناس سے تورکیا، تاکہ جاننے والے جان لیں اور نہ جاننے والے نہ جانیں اور یہی طریقہ ان سب لوگوں کا ہونا چاہئے جو انصار السنّت ہونے کے مدعی ہیں کہ امام صاحب کے بارے میں کسی قسم کی بے ادبی نہ کریں اور امام بخاریؒ کی وجہ سے وہ امام صاحبؒ کو برا بھلا کہنے کا جواز بھی نہ نکالیں، کیونکہ ان دونوں کی مثال ایسی ہے کہ دو شیر آپس میں لڑتے ہوں تو کیا لومڑیوں، بھیڑیوں کو ان کے درمیان پڑنے کا کوئی موقع ہے، یا جیسے دو قوی ہیکل پہلوان آپس میں نبرد آزما ہوں تو کیا عورتوں بچوں کے لئے ان کے درمیان مداخلت کرنے کی کوئی وجہ جواز ہوسکتی ہے، ظاہر ہے کہ وہ اگر ایسی غلطی کریں گے تو خود ہی ہلاک وتباہ ہوں گے"۔

خدا کرے مولانا نذیر حسین صاحب کی مذکورہ بالا گراں قدر نصائح پر طرفین کو عمل کرنے کی توفیق ہو۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

۴۳۶-قطب الارشاد امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا رشید احمد الگنگوہی حنفیؒ م ۱۳۲۳ھ

آپ کی ولادت ۱۲۴۴ھ میں بمقام گنگوہ ہوئی، ابتدائی تعلیم گنگوہ رام پور ضلع سہارنپور میں ہوئی، ۶۱ھ میں دہلی تشریف لے گئے حضرت استاذ الاساتذہ مولانا مملوک علی صاحب وغیرہ سے تکمیل کی اور تفسیر وحدیث شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ اور حضرت شاہ احمد سعید مجددی سے پڑھی، چار سال میں تمام کمالات علوم ظاہری سے کامل ومکمل ہوکر وطن واپس ہوئے اور درس وافادہ میں مصروف ہوگئے، اسی زمانہ میں علوم باطنی وسلوک کی طرف رجوع فرمایا، حضرت قطب الاقطاب حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے، حضرت حاجی صاحبؒ نے صرف ایک ہی ہفتہ کے بعد آپ کو مجاز بیعت کردیا، آپ برابر مجاہدات وریاضات سے مدارج کمال ولادیت کی طرف تیزی سے بڑھتے گئے، حتیٰ کے بہت جلد قطب الارشاد کے منصب رفیع پر فائز ہوئے اور دور، دور تک آپ کے علم وعرفان کی شہرت ہوئی، آپ نے تین حج کئے، پہلا ۱۲۸۰ھ میں دوسرا ۱۲۹۴ھ میں اور تیسرا ۱۳۰۰ھ میں۔

آپ کا معمول تھا کہ بجز منطق وفلسفہ کے تمام درسی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے، لیکن ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۱۴ھ تک صرف کتب حدیث کا درس دیا ہے، ماہ شوال سے شعبان تک صحاح ستہ پڑھاتے تھے، ماہ رمضان کو ریاضات وتلاوت قرآن مجید کے لئے خالی رکھتے تھے، ۱۳۱۴ھ کے بعد درس کا مشغلہ بالکل ترک فرمادیا تھا اور پھر آخر عمر تک صرف افادات، باطنیہ، تربیت نفوس اور تصفیۂ قلوب کی طرف پوری توجہ فرمائی، ہزاروں خوش نصیب لوگوں نے آپ کے فیض تربیت سے جلا پائی، آپ کے اجلۂ خلفاء کے کچھ نام تذکرۃ الرشید میں شائع ہوئے ہیں۔

آپ کا درس حدیث بھی نہایت محققانہ، محدثانہ وفقیہانہ تھا، جس کا اندازہ آپ کے درس کی تقاریر مطبوعہ سے بخوبی ہوتا ہے، حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام ربانی (حضرت گنگوہیؒ) نہ صرف مذہب حنفی کے ماہر تھے، بلکہ چاروں مذاہب کے فقیہ تھے، میں نے ان کے سواء کسی کو نہیں دیکھا جو چاروں مذاہب کا ماہر ہو"، یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہیؒ کو فقہ فی النفس کا مرتبہ حاصل تھا۔

حضرت گنگوہی کے مکاشفات، کرامات اور پیشگوئیوں کی صداقت کے واقعات بکثرت نقل ہوئے ہیں، کچھ تذکرۃ الرشید وغیرہ میں شائع بھی ہوچکے ہیں، آپ کا ایک مکاشفہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ ائمہ دین اور علماء کرام کی توہین یا ان کی شان میں طعن وتشنیع کرتے ہیں، مرنے کے بعد ان کے چہرے قبلہ کی طرف سے پھر جاتے ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے، آپ کے زمانہ میں ایک عالم کا انتقال ہوا، جو امام اعظمؒ کی شان میں بہت گستاخی کیا کرتے تھے، تو آپ نے نہایت وثوق کے ساتھ فرمایا کہ ان کا منہ قبلۂ معظمہ کی طرف سے پھر گیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یقین نہ ہو تو جاکر دیکھ لو، میں ذمہ دار ہوں، اس مکاشفہ کا جزو اول تذکرہ ص ۲۸۲ ج ۲ میں شائع بھی ہوچکا ہے، اعاذنا اللہ من موجبات غضبہ و سخطہ۔

آپ کے درس بخاری ومسلم کے امالی کو آپ کے تلمیذ خاص حضرت شیخی ومرشدی علامہ محدث ومفسر مولانا حسین علی صاحب نقشبندی قدس سرہٗ نے قلمبند فرمایا تھا اور یہ دونوں مجموعے الگ الگ چھپ بھی گئے تھے، نیز درس ترمذی وبخاری کے امالی کو آپ کے تلمیذ وخادم خاص

حضرت علامہ محدث مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ نے بھی ضبط کیا تھا، جن کو حضرت مخدومنا العلام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے نہایت اعلیٰ ترتیب سے مزین فرما کر گرانقدر علمی حدیثی فوائد وحواشی کے ساتھ شائع فرما کر اہل علم خصوصاً مشاقان علوم حدیث پر احسان عظیم فرمایا ہے، تقریر ترمذی شریف الکوکب الدری کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں مکمل شائع ہوگئی ہے، اور تقریر بخاری کی لامع الدراری کے نام سے ابھی صرف ایک ضخیم جلد شائع ہوئی ہے، دوسرے حصہ کی کتابت ہورہی ہے، خدا کرے یہ سلسلہ جلد تکمیل کو پہنچے۔

حضرت گنگوہیؒ کی یہ چاروں تقاریر مطبوعہ راقم الحروف کے پاس ہیں اوران کی تحقیقات عالیہ ناظرین انوارلباری کی خدمت میں پیش ہوتی رہیں گی، ان شاءاللہ تعالیٰ، ان کے علاوہ حضرتؒ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں:

امداد السلوک، ہدایۃ الشیعہ، زبدۃ المناسک، اللطائف الرشیدیہ، فتاوی المیلاد، الرای النجیح فی اثبات التراویح، القطوف الدانیہ فی کراہۃ الجماعۃ الثانیہ، اوثق العریٰ فی حکم الجمعۃ فی القریٰ، الطغیان فی اوقاف القرآن، فتاوی رشیدیہ، سبیل الرشاد، ہدایۃ المعتدی، فی قراۃ المقتدی وغیرہ آپ کے درس علوم وحدیث سے فیض یاب ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے، ان میں سے چند حضرات اکابر کے اسماء گرامی یہ ہیں، حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندی، مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ، مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ، مولانا حافظ محمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم، مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی، مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری، مولانا امان اللہ صاحب کشمیریؒ، مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ، مولانا ماجد علی صاحب جونپوری، مولانا محمد حسن صاحب مرادآبادی، مولانا سعداللہ صاحب گنگوہی قاضی سری نگر کشمیر، مولانا محمد اسحٰق صاب نہٹوری، مولانا حکیم مسعود احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندیؒ مہتمم درالعلوم، مولانا عبدالرزاق صاحب قاضی القضاۃ کابل (افغانستان) وغیرہ، تذکرۃ الرشید دوجلد ضخیم میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ نے آپ کے حالات نہایت شرح وبسط سے تحریر فرمائے رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ وجعلنا معہم۔

۴۳۷-مولانا ابوالطیب شمس الحق بن الشیخ امیر علی عظیم آبادیؒ م ۱۳۲۹ھ

علماء، اہل حدیث میں سے مشہور صاحب تصانیف محدث تھے، آپ کی ولادت بمقام عظیم آباد ۲۷ ذی قعد ۱۲۷۳ھ میں ہوئی، آپ نے علوم کی تحصیل مولوی لطف العلی بہاری، مولوی فضل اللہ صاحب لکھنوی، مولانا قاضی بشیرالدین صاحب قنوجی وغیرہ سے کی اور حدیث و دیگر علوم کی تکمیل مولانا سید نذیر حسین صاحب، دہلوی، قاضی شیخ حسین عرب یمنی بھوپالی، علامہ احمد فقیہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ السراج الحنفی الطائفی، علامہ فقیہ نعمان آفندی زادہ حنفی بغدادی وغیرہ سے کی، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

غایۃ المقصود شرح ابی داؤد (جس کی صرف ایک جلد ضخامت ۱۹۸ صفحات چھپی ہے) علام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر، القول المحقق، نیۃ الالمعی، التعلیق المغنی علی الدرار قطنی، التحقیقات، العلی باثبات فریضۃ الجمعۃ فی القریٰ (تذکرہ علمائے حال) حسب تحقیق جناب مولوی ابو القاسم صاحب سیف بنارسی، عون المعبود شرح ابی داؤد بھی (جو چار جلدوں میں چھپ چکی ہے) آپ ہی کی تصنیف ہے، اگرچہ اس میں آپ کے بھائی مولانا اشرف الحق کا نام چھپ گیا ہے۔ (الامر المبرم، رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۳۸-حضرت مولانا احمد حسن بن اکبر حسین امروہوی حنفیؒ م ۱۳۳۰ھ

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل فرما کر دیوبند پہنچے اور حضرت نانوتویؒ سے علوم کی تکمیل حاصل فرمائی، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی، مولانا عبدالقیوم صاحب بھوپالی وغیرہ سے بھی پڑھا ہے، حجاز کی حاضری میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی سے بھی حدیث کی سند حاصل کی، حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ سے بیعت تھے۔

تمام عمر مشغلۂ تدریس، تبلیغ وارشاد میں بسر کی، خورجہ، سنبھل اور دہلی میں درس دیا، ایک مدت تک مدرسہ شاہی مراد آباد میں صدر مدرس رہے ۱۲۰۱ھ سے اپنے وطن واپس ہو کر مقیم رہے اور مدرسہ عربیہ واقع جامع مسجد میں درس دیتے رہے، آپ کے مضامین علمیہ کا ایک مجموعہ ''افادات احمدیہ'' کے نام سے طبع ہوا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرۂ علمائے ہند ص ۴۶۷)

۴۳۹- العلامۃ المحدث الشیخ محمد یحیٰ بن العلامہ محمد اسمٰعیل کاندھلوی حنفیؒ م ۱۳۳۴ھ

نہایت محقق مدقق عالم محدث، حضرت گنگوہیؒ کے خادم خاص اور ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے (آپ کے خلف صدق حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور بھی محدث دوراں، شیخ زماں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علوم وافادات ظاہری وباطنی سے امت مرحومہ کو زیادہ سے زیادہ منافع پہنچائے، (آمین) آپ نے ۷ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید اور کتب درسیہ فارسی سے فراغت حاصل کرلی تھی، حفظ قرآن مجید کے بعد عربی شروع کرنے سے قبل آپ کے والد ماجد نے آپ کو حکم دیا تھا کہ روزانہ ایک بار قرآن مجید ختم کیا کریں، چنانچہ ۶ ماہ تک آپ کا یہ معمول رہا کہ بعد نماز صبح شروع کر کے نماز ظہر سے قبل ایک ختم فرمالیتے تھے۔

کاندھلہ اور دہلی کے اکابر اساتذہ سے علوم وفنون عربیہ کی تحصیل کی، مگر حدیث کی تحصیل کو مؤخر کیا کہ حضرت گنگوہیؒ سے حاصل کریں، مگر حضرتؒ بعض اعذار کی وجہ سے درس کا مشغلہ ترک فرماچکے تھے اور تمام اوقات، تالیفات، افتاء اور افادات باطنیہ میں صرف فرماتے تھے، جب حضرت کی خدمت میں تشنگان علم حدیث کی بار بار درخواستیں گزریں اور خصوصیت سے صاحب ترجمہ (مولانا محمد یحیٰ صاحبؒ) کا بیحد اشتیاق ملاحظہ فرمایا تو شوال ۱۳۱۱ھ سے شروع فرماکر تمام صحاح ستہ کا درس نہایت تحقیق کے ساتھ دو سال میں مکمل فرمایا، آپ نے حضرتؒ کے امالی درس کو قلمبند کیا اور پھر آخر تک برابر حضرت کی خدمت مبارکہ میں رہ کر استفادات فرماتے رہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی وفات ۱۳۲۳ھ کے بعد آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ (تلمیذ وخلیفۂ خاص حضرت گنگوہیؒ) کی خدمت میں ایک مدت گزاری، ان کے بھی فیوض ظاہری وباطنی سے حظ وافر حاصل کر کے خرقۂ خلافت وعمامۂ فضیلت حاصل فرمایا جو ان کو شیخ المشائخ حضرت حاجی صاحبؒ سے پہنچا تھا، آپ حضرت مولانا موصوفؒ کی ہجرت کے بعد ۱۳۲۸ھ سے آخر عمر تک مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور میں صحاح ستہ کا درس دیتے رہے۔

آپ شب کا بیشتر حصہ تلاوت قرآن مجید میں گزارتے اور تلاوت کے وقت بہت روتے تھے، آپ نے اپنے دست مبارک سے کئی بار تمام کتب درسیہ کو لکھا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمہ اوجز المسالک ص ۳۷ ومقدمہ لامع الدراری ص ۱۵۲)

۴۴۰- مولانا وحید الزماں صاحب فاروقی کانپوریؒ م ۱۳۳۸ھ

علماء اہل حدیث میں سے مشہور مؤلف ومترجم کتب حدیث ہیں، حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ، مولانا نذیر حسین صاحب، مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی، مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی وغیرہ کے شاگرد ہیں، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے بیعت ہوئے تھے، حیدرآباد دکن میں اعلیٰ عہدے دار رہے، وقار نواز جنگ کا خطاب تھا، آپ کی تالیفات وتراجم یہ ہیں:

تبویب القرآن، وحید اللغات، تسہیل القاری (ترجمۂ صحیح بخاری) المعلم (ترجمۂ صحیح مسلم) الہدی المحمود (ترجمۂ سنن ابی داؤد) ارض الربی (ترجمۂ سنن نسائی) کشف الغطاء عن الموطا، (ترجمۂ موطاء امام مالکؒ) رفع العجاجہ (ترجمۂ ابن ماجہ) وغیرہ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۵۹۷)

۴۴۱- حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن بن مولانا ذوالفقار علی دیوبندی حنفیؒ م ۱۳۳۹ھ

آپ کی ولادت بانس بریلی میں بزمانہ قیام والد ماجد بسلسلہ ملازمت ۱۲۶۸ھ میں ہوئی، آپ نے دیوبند میں ۱۲۸۶ھ میں حضرت

مولانا نانوتویؒ قدس سرہٗ سے صحاح ستہ اور دوسری کتابیں پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے، ۱۲۹۰ھ میں دستار بندی ہوئی اور دار العلوم دیوبند ہی میں مدرس ہو گئے، ۱۳۰۸ھ میں صدر مدرس ہوئے، ۱۳۳۳ھ میں سفر حجاز کے وقت اپنی جگہ حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کو جانشین کیا جو ۱۳۲۷ھ سے آپ کی موجودگی میں کتب حدیث وفقہ وغیرہ پڑھا رہے تھے، آپ کے اس سفر مبارک میں آزادیٔ ہند کا جذبہ بھی کارفرما تھا، اسی لئے برٹش سامراج نے اس منصوبہ کو ناکام بنانے کے لئے آپ کو حجاز مقدس سے گرفتار کر کے مالٹا میں نظر بند کر دیا جس سے آپ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں رہا ہو کر ہندوستان واپس تشریف لائے۔

چونکہ صحت بہت خراب ہو چکی تھی، یہاں بھی چند ماہ کے قیام میں علیل ہی رہے، علاج کے سلسلے میں دہلی تشریف لے گئے اور وہیں ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم کی کوٹھی پر ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ، نومبر ۱۹۲۰ء بروز منگل سفر آخرت فرمایا، جنازہ دیوبند لایا گیا اور اپنے استاذ محترم نانوتوی قدس سرہٗ کے قریب دفن ہوئے۔

آپ کے ہزارہا تلامذہ میں سے زیادہ مشہور چند شخصیات کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت امام العصر مولانا المحدث محمد انور شاہ کشمیری، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحبؒ، حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ، حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا (محمد میاں) منصور انصاری، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم، مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی حال صدر مدرس دار العلوم دیوبند دام ظلہم، مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ امروہوی، مولانا محمد صادق سندی، مولانا فخر الدین صاحب حال شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، دام ظلہم، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ، مولانا سعید احمد محدث چاٹگام، مولانا مشیت اللہ صاحب بجنوری ممبر دار العلوم، مولانا عزیر گل صاحب، مولانا محمد اسحٰق صاحب بردوانی خلیفہ حضرت تھانوی وغیرہ۔

غرض آپ نے ۴۲ سال دار العلوم میں بیٹھ کر اپنے بے نظیر علمی، اخلاقی اور عملی کردار کے ہزاروں صحیح نمونے ہندوستان و بیرونی ممالک کے لئے مہیا کر دیئے اور خاص دار العلوم میں اپنے اوصاف خاصہ کا بہترین نمونہ حضرت شاہ صاحبؒ کو چھوڑ کر ملک وملت کی دوسری بیرونی اہم خدمات کی تکمیل وسرانجامی کے لئے ۱۳۳۳ھ میں ممالک اسلامیہ کے سفر پر روانہ ہو گئے، آپ کی ملکی سیاسی خدمات کی تفصیل کے لئے دوسری بڑی کتابیں دیکھی جائیں، مثلاً، اسیر مالٹا، حیات شیخ الہندؒ وغیرہ، راقم الحروف بھی علماء ہند کی ملکی، ملی وسیاسی خدمات کا تذکرہ آخر میں اختصار کے ساتھ مستقل عنوان کے تحت بشرط گنجائش کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے بھی قیام ڈابھیل کے زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی کے بہت سے اہم واقعات سنے تھے جو ''ملفوظات علامہ عثمانی'' کے عنوان سے کسی وقت شائع ہوں گے، ان شاء اللہ، حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ حضرت نانوتویؒ کی مجلس مبارک میں جب کبھی حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا ذکر شروع ہو جاتا تو حضرت کی دلی خواہش یہ ہوتی تھی کہ میں اس ذکر خیر کو اپنا لوں اور جوں ہی آپ کو موقع ملتا پھر اپنی بے نظیر قوت بیان وحافظہ سے وہ واقعات ذکر فرماتے کہ ساری مجلس ان ہی کے ذکر وتذکرہ کے انوار وبرکات سے بھر جاتی، اور حضرتؒ کسی طرح اس ذکر جمیل کو ختم کرنا نہ چاہتے تھے، بقول شاعر۔

حدیث و حدیث عنه یعجبنی　　　هذا اذا غاب اوهذا اذا حضرا

کلاهما حسن عندی اسر به　　　لکن احلاهما ماوافق النظرا

پھر حضرت عثمانیؒ نے فرمایا کہ بعینہ یہی حال حضرت شیخ الہندؒ کا بھی تھا، کہ جب حضرت نانوتویؒ کا ذکر خیر آپ کی مجلس میں کسی نہج سے چھڑ جاتا، تو اسی طرح سے آپ ان کے ذکر خیر کو اپنا لیتے اور عجیب عجیب واقعات سناتے تھے۔

یہاں تک تو حضرت عثمانیؒ کا بیان تھا اور راقم الحروف کا احساس ومشاہدہ یہ ہے کہ حضرت عثمانیؒ کی مجلس میں جب کبھی شیخ الہند، کا ذکر

آجاتا اور اکثر ایسا ہوتا تھا تو پھر حضرت عثمانیؒ کا بھی یہی رنگ دیکھا کہ اپنی بے نظیر قوت بیان وحافظہ سے بیسوں واقعات سنادیتے اور پوری مجلس ان کے ذکر مبارک سے حد درجہ محظوظ ہوتی تھی، کیونکہ آنکھوں دیکھے موثق حالات کی سرگذشت اور پھر مولانا کی زبان وبیان کی چاشنی ہم لوگوں کے لیے ایک بڑی نعمت غیر مترقبہ تھی۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: مشہور عالم بے نظیر ترجمہ وفوائد قرآن مجید، حاشیہ ابی داؤد شریف، شرح الابواب والتراجم للبخاری، حاشیہ مختصر المعانی، ایضاح الادلہ، جہد المقل وغیرہ ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند وغیرہ ص ۴۶۶)

۴۴۲-الشیخ المحدث مولانا خلیل احمد بن الشاہ مجید علی انبھٹوی حنفیؒ م ۱۳۴۶ھ

۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اول صدر مدرس دارالعلوم دیوبند آپ کے حقیقی ماموں تھے، آپ نے کتب درسیہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں پوری کیں اور علم حدیث کی تحصیل حضرت مولانا محمد مظہر صاحب صدر مظاہر العلوم سے کی، حدیث کی سند واجازت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی اور شیخ احمد دحلان مفتی شافعیہ سے بھی حاصل فرمائی۔

۱۲۹۷ھ میں حضرت گنگوہیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، تمام عمر افادۂ علوم ظاہری وباطنی، درس وافتاء وتصنیف میں بسر کی، سات مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، آخری حاضری ۱۳۴۴ھ میں ہوئی، مدینہ طیبہ میں اقامت فرمائی تھی اور وہیں وفات ہوکر قریب مقابر اہل بیت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جنۃ البقیع میں دفن ہوئے، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

بذل المجہود شرح ابی داؤد (۵ مجلدات میں مطبوعہ ہے) مجموعۂ فتاویٰ (۴ جلد) المہند علی المفند، تنشیط الاذان، اتمام النعم علی تبویب الحکم، مطرقۃ الکرامۃ علی مرآۃ الامامہ، ہدایات الرشید، السوال عن جمیع علماء الشیعہ وغیرہ "بذل المجہود" میں نہایت محققانہ محدثانہ تحقیقات تحریر فرمائی ہیں، جن کے باعث کتاب مذکور بہت مقبول ہوئی اور اب نادر الوجود ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمہ اوجز المسالک ص ۳۷)

۴۴۳-حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب خلف حجۃ الاسلام نانوتوی حنفیؒ م ۱۳۴۷ھ

آپ کی ولادت ۱۲۷۹ھ میں ہوئی، آپ کی ابتدائی تعلیم گلاؤٹھی میں ہوئی، پھر مدرسہ شاہی مراد آباد میں حضرت مولانا محمد حسن صاحب امروہوی (تلمیذ خاص حضرت نانوتویؒ) سے تحصیل کی، اس کے بعد تکمیل کے لئے حضرت نانوتویؒ نے دیوبند بلالیا، جہاں آپ نے شیخ الہندؒ سے بقیہ تعلیم پوری فرمائی اور دورہ حدیث حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر پڑھا، پہلے آپ مدرسہ عربیہ تھانہ بھون میں عرصہ تک پڑھاتے رہے وہاں سے ۱۳۰ھ میں دیوبند بلائے گئے اور مدرس ششم مقرر کئے گئے، عموماً تمام کتب فنون کا درس دیتے تھے، مگر خصوصیت سے مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، مختصر معانی اور میر زاہد رسالہ کے درس سے زیادہ شہرت پائی تھی۔

۱۳۱۳ھ سے حضرت گنگوہیؒ نے عہدۂ اہتمام دارالعلوم بھی آپ کے سپرد فرمادیا تھا، جس کو آپ نے نہایت تزک واحتشام سے انجام دیا اور بڑی بڑی شاندار ترقیات آپ کے دور میں ہوئی جن کے لئے آپ نے ملک کے بڑے بڑے سفر بھی کئے اور نہایت کوششیں کیں، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کے آپ کے مشیر خاصؒ رفیق کار اور نائب مہتمم تھے، آپ کی وجاہت وسیادت اور ان کی بے نظیر تدبر وسیاست نے مل کر دارالعلوم کو بہت جلد ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچادیا، آپ ہی کے دور میں درالعلوم کا یادگار جلسۂ دستار بندی ۱۳۲۸ھ میں ہوا جس میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور ایک ہزار سے زائد فضلاء درالعلوم کی دستار بندی ہوئی تھی۔

آپ نہایت تحقیق سے درس حدیث دیتے تھے، اور حضرت نانوتویؒ کی تمام تصانیف پر چونکہ پوری نظر تھی، ان کے مضامین عالیہ بھی پوری تفصیل ووضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے، آپ کے اور حضرت نانوتوی کے خاص تلامذہ کے علاوہ ان کی تصانیف عالیہ کو سب سے زیادہ

سے سمجھنے والے اور حکمت قاسمیہ پر پوری طرح حاوی حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تھے، جن کو مولانا عبیداللہ صاحب حضرت نانوتوی کی قوت بیانیہ کا مثل بتلاتے تھے اور ہم لوگوں نے بھی حضرت مولانا عثمانیؒ کی خدمت میں رہ کر یہی اندازہ کیا، دوسرے درجہ میں مولانا عبیداللہ سندھی وغیرہ تھے۔

غرض حضرت حافظ صاحب جامع کمالات علمی و عملی تھے، اور سخاوت، مہمان نوازی و فراخدلی بھی آپ کے اوصاف خاصہ تھے، حضرت علامہ کشمیریؒ اور مولانا سندھیؒ سے نہایت محبت و خلوص تھا، حضرت شاہ صاحبؒ نے ابتدائی دس سال میں دارالعلوم سے تنخواہ نہیں لی تو آپ نے ان کے تمام مصارف اور خورد و نوش کا تکفل بڑی رغبت و شوق سے کیا، مولانا سندھیؒ بھی مدتوں آپ ہی کے مہمان رہے اور حضرت شاہ صاحبؒ کے عقد نکاح وغیرہ کی تقریبات بھی آپ نے ہی اپنے اہتمام و مصارف سے نہایت عزت و شان سے انجام دیں، حضرت شاہ صاحبؒ بھی آپ کے علم و فضل، صاحبزادگی اور مکارم اخلاق مخلصانہ روابط کے سبب آپ کی نہایت تعظیم فرماتے تھے۔

آپ چار سال ریاست حیدرآباد دکن کی عدالت عالیہ کے مفتی بھی رہے، ایک ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ کے علاوہ بہت سی رعایات و اعزازات بھی آپ کو حاصل تھے، دیوبند واپس ہونے پر بھی نظام نے نصف تنخواہ پانچ سو روپے تاحیات بطور پنشن جاری کر دیئے تھے۔

نظام دکن آپ کے علم و فضل اور زہد و اتقاء وغیرہ سے بہت متاثر تھے، ایک دفعہ ملاقات میں یہ بھی وعدہ کیا کہ جب دہلی آئیں گے تو دارالعلوم دیوبند کو بھی دیکھیں گے، ۱۳۴۷ھ میں جب ان کے دہلی آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے حیدرآباد کا سفر فرمایا کہ نظام کو وعدہ یاد دلا کر دیوبند کے لئے وقت طے کرائیں گے مگر وہاں پہنچ کر علیل ہو گئے اور وفات پائی، نظام نے اپنے مصارف سے مخصوص تیار کردہ قبرستان موسومہ ''خطۂ صالحین'' میں ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ کو دفن کرایا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (عظیم مدنی نمبر وغیرہ)

۴۴۴-حضرت العلامہ مولانا المفتی عزیز الرحمٰن بن مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی حنفیؒ ۱۳۴۷ھ

مشہور علامۂ زماں، محدث، مفسر اور مفتی اعظم تھے، آپ نے ۱۲۹۸ھ میں تمام علوم و فنون سے فراغت حاصل کر کے ایک عرصہ تک میرٹھ میں درس علوم دیا، ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند کی نیابت اہتمام کے لئے بلائے گئے، ۱۳۱۰ھ سے عہدۂ افتاء سنبھالا اور ۱۳۴۶ھ تک درس تفسیر و حدیث و فقہ کے ساتھ افتاء کی عظیم الشان خدمت انجام دیتے رہے، تقریباً اٹھارہ ہزار فتاویٰ، آپ نے اس عرصہ میں تحریر فرمائے تھے جن کی ترتیب کا کام فاضل محترم مولانا ظفیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کئی سال سے انجام دے رہے ہیں اور ابواب فقہیہ پر مرتب ہو کر دارالعلوم کی طرف سے ان کی اشاعت کا اہتمام ہو رہا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کتب مبسوط فتاویٰ شامی، عالمگیری وغیرہ کے گویا حافظ تھے، تمام جزئیات فقہ ہر وقت مستحضر رہتی تھیں، اسی لئے سفر و حضر میں بلا مراجعت کتب بھی نہایت محققانہ جوابات تحریر فرماتے تھے، علم حدیث میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا، طحاوی شریف، موطاء امام محمدؒ، موطأ امام مالکؒ وغیرہ پڑھاتے تھے، ۴۷ھ میں جب حضرت شاہ صاحبؒ علالت کے سبب ڈابھیل سے دیوبند تشریف لے آئے تھے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے ڈابھیل تشریف لے جا کر بخاری شریف پڑھائی تھی۔

دارالعلوم میں تفسیر جلالین بھی ایک عرصہ تک آپ نے پڑھائی ہے، راقم الحروف نے بھی آپ ہی سے پڑھی ہے، مختصر مگر نہایت منضبط محققانہ تحقیق بیان فرماتے ہیں، بہت ہی بابرکت درس تھا، احقر پر بہت شفقت فرماتے تھے، بسا اوقات اپنے حجرۂ مبارکہ کی کنجی بھی مرحمت فرما دیتے تھے، جس میں بیٹھ کر مطالعۂ کتب کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

آپ حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندیؒ مہتمم ثانی دارالعلوم کے ارشد خلفاء میں سے اور سلسلۂ نقشبندیہ کے نہایت ممتاز شیخ وقت تھے، آپ کے مشہور خلیفۂ مجاز حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب تھے، جن کے خلیفۂ

ارشد مخدوم حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی دام ظلہم ہیں۔

آپ کے بڑے صاحبزادے، مشہور نامور فاضل جلیل مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندی دام فیضہم مدیر ندوۃ المصنفین دہلی ہیں، جن کی علمی خدمات، مکارم و مآثر سے آج کل سب واقف ہیں، چھوٹے صاحبزادے مولانا قاری جلیل الرحمٰن صاحب عثمانی دام ظلہم مدرس درجۂ تجوید دارالعلوم ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۴۵-الشیخ المحدث الحافظ الحجہ مولانا محمد انور شاہ بن مولانا محمد معظم شاہ کشمیری م۱۳۵۲ھ

ولادت، سلسلہ نسب و تعلیم:

نہایت عظیم القدر محدث، محقق و مدقق، جامع معقول و منقول تھے، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ مسعود نروری کشمیری سے ہے، جن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا، وہاں سے ملتان آئے، لاہور منتقل ہوئے، پھر کشمیر میں سکونت اختیار کی، آپ نے خود اپنا سلسلۂ نسب اپنی تصانیف نیل الفرقدین و کشف الستر کے آخر میں اس طرح تحریر فرمایا ہے، محمد انور شاہ بن مولانا محمد معظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر ابن شاہ عبدالخالق بن شاہ محمد اکبر بن شاہ حیدر بن شاہ محمد عارف بن شاہ علی بن شیخ عبداللہ بن شیخ مسعود نروری اور شیخ مسعود نروریؒ کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابن شاہ جنید بن اکمل الدین ابن میمون شاہ بن ہومان شاہ بن شاہ ہرمز، اس طرح حضرتؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خاندان سے ملحق ہوجاتا ہے۔

اس تحقیق کا ماٰخذ حضرتؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہ کا منظوم شجرۂ نسب ہے، جس کی نقل نیز دوسری تائید تحریرات حضراتؒ کے خاندانی اعزہ کی راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں، حضرتؒ کے بھائی صاحبان اور اولاد کا ذکر آخر میں آئے گا۔

آپ کی ولادت ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ کو بمقام ودوان (علاقہ لولاب) ہوئی، آپ کے والد ماجد بہت بڑے عالم ربانی، زاہد و عابد اور کشمیر کے نہایت مشہور خاندانی پیر و مرشد تھے، آپ نے قرآن مجید اور بہت سی فارسی و عربی کی درسی کتابیں والد صاحب سے پڑھیں، پھر کشمیر و ہزارہ کے دوسرے علماء کبار سے تحصیل کے بعد ۱۳۰۸ھ میں تکمیل کے لئے دیوبند تشریف لائے۔

دیوبند کا قیام:

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ جب دیوبند تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد قاضی میں فروکش ہوئے جس میں حضرت سید صاحب بریلویؒ قدس سرہٗ نے قیام فرمایا تھا (یہ دیوبند کی بہت قدیم مسجد ہے اور اس میں نبی کریم ﷺ کا جبہ مبارک بھی مدتوں تک رہا ہے) حضرت شاہ صاحبؒ کا ابتداء میں اہل دیوبند یا مدرسے والوں میں سے کسی سے تعارف نہ تھا، کئی وقت تک کچھ نہ کھایا نہ اپنا حال کسی سے بتلایا تو متولی مسجد مذکور ممبر احمد حسن صاحب تھے، انہوں نے اس نوعمر صاحبزادے کے چہرۂ انور پر فاقہ کے آثار محسوس کئے، تو پوچھا کہاں سے اور کس غرض سے آنا ہوا، آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے پڑھنے کے لئے کشمیر سے آیا ہوں، انہوں نے کھانا کھلایا اور حضرت مولانا قدس سرہٗ کی خدمت میں لے گئے، حضرتؒ نے آپ پر بہت شفقت فرمائی اور اپنے پاس ٹھہرایا، آپ نے حضرت شیخ الہندؒ سے بخاری، ترمذی، ابوداؤد اور ہدایہ اخیرین پڑھیں، دارالعلوم سے کامل فراغت کے بعد حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں پہنچے اور سند حدیث کے علاوہ فیوض باطنی سے بھی پوری طرح مستفید اور مجاز بیعت ہوئے، دارالعلوم سے سنہ فراغت ۱۳۱۲ھ ہے۔

دہلی وغیرہ کا قیام:

پھر کچھ عرصہ بجنور میں مولانا مشیت اللہ صاحب مرحوم کے پاس قیام فرمایا، وہاں سے دہلی جاکر مدرسہ امینیہ قائم کیا، اس میں ۴، ۵

سال درس علوم دیا، ۲۰ھ میں اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے اور مدرسہ فیض عام کی تاسیس کی، وہاں بھی درس دیتے رہے، ۲۳ھ میں اعیان کشمیر کے ساتھ حج بیت اللہ وزیارت مقدسہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے اور دونوں جگہ کافی دن قیام فرما کر روحانی برکات وفیوض کے ساتھ وہاں کے علمی کتب خانوں سے کامل استفادہ کیا، وطن واپس ہو کر چند سال افادۂ ظاہر وباطن فرماتے رہے۔

دیوبند تشریف آوری:

۱۳۲۷ھ میں بہ عزم ہجرت حرمین شریفین وطن سے روانہ ہو کر دیوبند تشریف لائے کہ ہجرت شیخ الہندؒ اور دیگر اکابر سے مل لیں، مگر حضرتؒ نے آپ کو دارالعلوم کی درسی خدمات انجام دینے کے لئے روک لیا، آپ نے حضرت الاستاذ کے حکم کی تعمیل فرمائی، پہلے چند سال تک بغیر مشاہرہ کے کتب حدیث کا درس دیتے رہے اور ہجرت کا ارادہ اپنے دل میں بدستور محفوظ ومستور رکھا، پھر جب اکابر اصرار سے تاہل کی زندگی اختیار فرمائی تو تنخواہ لینے لگے تھے۔

صدر نشینی علیحدگی وتعلق جامعہ ڈابھیل (سورت):

۳۳ھ میں جب حضرت شیخ الہند نے سفر حجاز کا عزم فرمایا تو اپنی جانشینی کے فخر وامتیاز سے آپ کو مشرف فرمایا، چنانچہ آپ نے یکسوئی کے ساتھ ۱۳ سال صدارت بھی فرمائی اور ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا، ۴۶ھ میں آپ نے نظام دارالعلوم میں چند اہم اصلاحات چاہیں جن کو اس وقت کے ارباب اقتدار نے منظور نہ کیا تو آپ مع اپنے ہم خیال اصلاح پسند حضرات کے درالعلوم کی خدمات سے بطور احتجاج کنارہ کش ہو گئے، ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت مفتی اعظم شیخ طریقت مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت علامہ سراج احمد صاحب، رشیدیؒ، مولانا سید محمد ادریس صاحب سکھروڈویؒ، حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب دام ظلہم، حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب دام ظلہم، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی دام ظلہم، مولانا محمد یحییٰ صاحب تھانوی دام ظلہم، ان سب حضرات نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) کی علمی سندوں کو زینت بخشی۔

کمالات انوری کا تعارف:

حضرت شاہ صاحب کے علوم وکمالات خاصہ سے متعارف کرانا مجھ ایسے کم علم کے لئے نہایت دشوار ہے اور نہ اس مختصر تذکرہ میں آپ کی تحقیقات عالیہ کے نمونے ہی دیئے جاسکتے ہیں، انوارالباری پوری شرح میں ان شاء اللہ آپ کے علوم ومعارف کی تجلیات رونما ہوں گی، راقم الحروف نے حضرتؒ کے ملفوظات گرامی کی اشاعت کا سلسلہ رسالہ ''نقش'' میں شروع کیا تھا جس کی ۱۳ قسط شائع ہوئیں (پھر افسوس ہے کہ رسالہ بند ہو گیا) اس کے ابتداء میں حضرتؒ کے کچھ علمی خصائص بھی لکھے تھے، ارادہ ہے کہ اب حضرتؒ کے تمام ملفوظات گرام کو مستقل کتابی شکل میں شائع کر دوں جس کی کئی جلدیں ہو جائیں گی۔

ثناء اماثل واکابر:

حضرتؒ کی پوری علمی وعملی زندگی کا تعارف سب سے بہتر ومختصر انداز میں خلد آشیاں حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے کرایا تھا، جب وہ حضرتؒ کی وفات کے بعد ڈابھیل تشریف لے گئے تھے، تو جامعہ کے طلبہ نے تقریر کی درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات پر تبصرہ کریں تو علامہ بخاریؒ نے فرمایا تھا کہ میرے جیسا کم علم ان کے حالات کیا بیان کر سکتا ہے، البتہ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ صحابہؓ کا قافلہ جا رہا تھا، یہ پیچھے رہ گئے تھے''۔

راقم الحروف نے اپنے ۱۶ سالہ قیام مجلس علمی ڈابھیل کے عرصہ میں یہ اندازہ کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم وکمالات سے سب سے زیادہ استفادہ حضرت علامہ عثمانیؒ نے کیا تھا وہ حضرت سے تمام مشکلات میں رجوع فرماتے تھے اور پھر کتابوں کا مطالعہ رات دن فرماتے تھے، قرآن مجید کے فوائد اور فتح الملہم میں حضرت شاہ صاحبؒ کے افادات بکثرت لئے ہیں۔

درحقیقت حضرت شاہ صاحب کی تحقیقات عالیہ کو سنبھالنا بغیر معمولی وسعت مطالعہ ومراجعت کتب کے ممکن نہ تھا اسی لئے آپ کے تلامذہ میں سے بھی جس نے اس شرط اول کو جتنا پوا کیا اسی قدر استفادہ وافادہ بھی کیا اور جو اس میں قاصر رہے وہ پیچھے رہ گئے۔

حضرت تھانویؒ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے، ایک دفعہ تشریف لائے تو حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے عرض کیا کہ آپ مدرسہ کے سرپرست ہیں، ذرا اپنے مدرسہ کے شیخ الحدیث کا درس بھی سنیں، حضرت تھانویؒ درس میں جاکر بیٹھے اور پھر مجلس میں آکر فرمایا کہ شاہ صاحبؒ کے تو ایک ایک جملہ پر ایک ایک رسالہ تصنیف ہوسکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پوری دام ظلہ نے تحریر فرمایا کہ ''حضرت تھانویؒ جب بھی دیوبند تشریف لاتے تو حضرت شاہ صاحبؒ کے درس میں اہتمام سے بیٹھتے تھے اور بذریعہ خطوط بھی آپ سے استفادہ فرماتے رہے، بعض بعض جوابات خاصے طویل ہوتے تھے جن کا ذکر حضرت شاہ صاحب بھی فرمایا کرتے تھے اور حضرت مدنیؒ بھی قرآن وحدیث سے متعلق دریافت فرماتے رہتے تھے۔

شملہ میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں حضرت تھانویؒ، حضرت شاہ صاحبؒ وغیرہ اکابر دیوبند تشریف لے گئے، اتفاق سے حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر بہت ادق خلص علمی طرز کی ہوگئی جس کو بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ بھی پوری طرح نہ سمجھ سکے، انہوں نے شکوہ کیا کہ علماء ایسی تقریر کرتے ہیں، حضرت تھانویؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی تقریر اردو زبان میں تھی جو تمہاری مادری زبان ہے لیکن چونکہ اس میں علمی ادق تحقیقات تھیں تم لوگ نہ سمجھ سکے تو درحقیقت یہ تمہارے اس پندار کا علاج ہے کہ تم کہتے اور سمجھتے ہو کہ ہم بھی علماء کی طرح یا ان سے زیادہ قرآن وحدیث کو سمجھتے ہیں، اب تم لوگوں کو اسی سے اندازہ کرلینا چاہئے کہ علوم نبوت کو سمجھنے کے لئے کس قدر علم وفہم، وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی ضرورت ہے۔

حضرت تھانویؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ''جب شاہ صاحب میرے پاس آکر بیٹھتے ہیں تو میرا قلب ان کی علمی عظمت کا دباؤ محسوس کرتا ہے'' یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ''حضرت شاہ صاحبؒ حقانیت اسلام کی زندہ حجت ہیں، ان کا اسلام میں وجود دین اسلام کے حق ہونے پر دلیل ہے''۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ سے میں نے اس قدر استفادہ کیا ہے کہ میرے قلب میں ان کا احترام اسی طرح ہے جیسا کہ اپنے اساتذہ کا، گومیں نے ان کی باقاعدہ شاگردی نہیں کی۔

افادات انوری از کمالات انوری

مخدوم ومحترم حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پوری (تلمیذ خاص حضرت شاہ صاحب وخلیفۂ خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری دام فیوضہم نے کچھ واقعات اپنے زمانہ قیام دارالعلوم وغیرہ کے لکھے ہیں جو قابل ذکر ہیں:

(۱) جس سال احقر دورۂ حدیث کے لئے دیوبند حاضر ہوا تو حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں بھی حاضری کا شرف حاصل ہوتا تھا، بعد عصر حضرتؒ کے دولت کدہ پر سہ دری کے سامنے حضرتؒ کی چارپائی بچھ جاتی تھی، چاروں طرف کرسیاں اور چارپائیاں ہوتیں، علما، صلحا وطلبۂ دارالعلوم بقصد زیارت جمع ہوتے، حضرت شاہ صاحب بھی دبے پاؤں آکر دور بیٹھ جاتے، حضرتؒ کی نظر جب پڑتی تو ان کو اپنے پاس بلاکر قریب کی کرسی پر بٹھاتے حضرت جب مسائل بیان فرمانے لگتے تو سبحان اللہ! علوم ومعارف کا بحر زخار موجیں مارنے لگتا، کبھی کسی مسئلہ پر فرماتے کہ اس کے متعلق

شاہ صاحب سے پوچھنا چاہئے! کیوں شاہ صاحب! یہ مسئلہ یوں ہی ہے؟ عرض کرتے، ہاں حضرت فلاں محقق نے یوں ہی لکھا ہے۔

(۲) مالٹا سے تشریف لائے تو نصاریٰ سے ترک موالات کا مسئلہ زیر غور تھا قرار پایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ سے یہ مسئلہ تحریر کرایا جائے، چنانچہ آپ فتویٰ لکھ کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے بیٹھ کر سنایا، احقر نے دیکھا کہ صرف دس سطور تھیں، لیکن ایسی جامع مانع کے شیخ الہندؒ سن کر نہایت محظوظ ہوئے۔

(۳) جس روز احقر دیو بند حاضر ہوا تو حضرت شیخ الہندؒ کی دعوت مع خدام وزائرین کے حضرت شاہ صاحبؒ کے ہاں تھی، بعد نماز مغرب تین سو سے زیادہ مہمان حضرت کی معیت میں نو درہ کی چھت پر تشریف فرما ہوئے، عجیب انوار و برکات کا نزول ہو رہا تھا، حضرت شاہ صاحبؒ وجد کے عالم میں تھے، کھانے سے فراغت کے بعد حضرت دیر تک تشریف فرما رہے۔

(۴) ایک دفعہ احقر حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں حاضر تھا، دن کے دس بجے تھے، بارش ہو رہی تھی، فرمانے لگے، بھائی مولوی محمد حسن صاحب! شاہ صاحب کے ہاں چلنا ہے، آج انہوں نے ہمیں مہمانوں سمیت مدعو کیا ہے، حکیم صاحب فرمانے لگے حضرت! بارش تو ہو رہی ہے، کھانا یہیں منگوالیا جائے گا، فرمایا، نہیں بھائی، میرے ایک مخلص نے دعوت کی ہے، وہیں جاؤں گا، چنانچہ بارش میں چل پڑے، راستہ میں شاہ صاحب ملے اور عرض کیا کہ کھانا دردولت پر پہنچا دیا جائے گا، فرمایا کچھ تکلیف نہیں، آپ کے گھر کھانا کھائیں گے۔

(۵) حضرت مولانا وسیدنا شاہ عبدالقادر رائے پوری دام ظلہم فرماتے تھے کہ کچھ دنوں میں نے بھی حضرت شاہ صاحبؒ سے پڑھا ہے، واقعی حضرت شاہ صاحب آیۃ من آیات اللہ تھے، فرمایا میں تو غیر مقلد ہو گیا تھا، حضرت شاہ صاحب کی برکت سے حنفی مذہب پر استقامت نصیب ہوئی، فرمایا کہ ایک مشہور اہل حدیث عالم سے حضرت شاہ صاحبؒ کا مناظرہ ہوا غالباً گلاوٹھی ہی کا واقعہ ہے، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور دوسرے بزرگان دین جمع تھے، حضرت شاہ صاحبؒ نے ان اہل حدیث عالم سے فرمایا کہ آپ کو محدث ہونے کا دعویٰ ہے، صحیح بخاری کی وہ طویل حدیث جس میں ہرقل اور ابوسفیان کا مکالمہ مذکور ہے جتنے طرق سے امام بخاری نے نقل کی ہے سنا دیجئے! وہ بے چارے نہ سنا سکے اور کہنے لگے کہ آپ ہی سنا دیں تو شاہ صاحب نے ساری حدیث سنا دی، بلکہ دور تک پہنچ گئے، حتیٰ کے نصف پارہ تک سنا دیا وہ صاحب کہنے لگے کہ بس کافی ہے (حضرت رائے پوری دام ظلہم نے شاہ صاحبؒ سے ترمذی شریف پڑھی ہے)۔

(۶) یہ بھی حضرت رائے پوری دام ظلہم نے فرمایا کہ مدرسہ امینیہ دہلی (واقع سنہری مسجد چاندنی چوک) میں جب حضرت شاہ صاحبؒ پڑھاتے تھے اور کبھی بازار جانا ہوتا تو سر پر رومال ڈال کر آنکھوں کے سامنے پردہ کر کے نکلتے، مبادا کسی عورت پر نظر نہ پڑ جائے۔

(۷) حضرت شیخ المشائخ[۱] مولانا احمد خان صاحب (ساکن کندیاں ضلع میانوالی) حضرت شاہ صاحبؒ کے علم و فضل کے نہایت مداح تھے اور جب حضرت شاہ صاحب، شیخ معظم حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندی قدس سرہٗ کی دعوت پر میانوالی تشریف لے گئے تو آپ ان کو کندیاں لے گئے، کتب خانہ دکھلایا، حضرت شاہ صاحبؒ نے کئی گھنٹے مختلف کتابوں کا مطالعہ فرمایا اور نوادر الاصول حکیم ترمذی دو ماہ کے لئے مستعار دیو بند لائے، حضرت نے فرمایا کہ میانوالی کے جلسہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی، مجمع کثیر تھا، ہزار ہا مخلوق جمع تھی، سینکڑوں علماء زیارت و استفادہ کے لئے حاضر ہوئے تھے، کندیاں میں بھی بکثرت علماء نے آپ سے علمی استفادہ کئے، لیکن میں حضرت کی میزبانی میں مصروفیت کی وجہ سے استفادہ سے محروم رہا جس کا افسوس ہے، حضرت شاہ صاحب کی وفات پر حضرت نے

---

[۱] آپ نہایت جلیل القدر عارف باللہ، علامہ محدث و مفسر تھے، سلسلۂ ارشاد و تلقین بہت وسیع تھا، مجددی سلسلہ میں بیعت فرماتے تھے، آپ کے عظیم الشان کتب خانہ کی بھی بڑی شہرت ہے، آپ کے فیوض باطنی سے ہزاراں ہزار لوگوں نے استفادہ کیا، آپ کے خلیفۂ ارشد و جانشین حضرت الشیخ مولانا عبداللہ شاہ صاحب لدھیانوی قدس سرہٗ (تلمیذ حضرت علامہ کشمیریؒ) تھے جن سے بیعت کا شرف راقم الحروف کو بھی حاصل ہوا ہے، آپ کے سرچشمہ فیض سے بھی ایک عالم سیراب ہوا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فرمایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب کاملین میں سے تھے، آپ کے وصال سے علماء یتیم ہو گئے، طلبہ تو حدیث پڑھانے والے اساتذہ مل سکتے ہیں، لیکن علماء کی پیاس کون بجھائے گا۔

(۸) حضرت الشیخ المعظم علامہ محدث ومفسر مولانا حسین علی صاحب نقشبندیؒ (ساکن واں بچھراں ضلع میانوالی) جو حضرت گنگوہیؒ کے تلمیذ حدیث اور حضرت خواجہ محمد عثمان موسیٰ زئی شریف کے اجلۂ خلفاء میں سے تھے، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب بڑے محدث ہیں اور اپنے تلامذہ کو کتب حدیث ختم کرانے کے بعد ہدایت فرماتے تھے کہ اگر فن حدیث میں بصیرت حاصل کرنے کی آرزو ہے تو حضرت شاہ صاحب کے پاس جاؤ (حضرتؒ کا تذکرہ آگے مستقلاً آئے گا، انشاء اللہ)

(۹) ۱۳۳۰ھ میں علامہ رشید رضا مصری مدیر "المنار" وصاحب تفسیر مشہور بتقریب صدارت اجلاس، دارالعلوم ندوہ لکھنؤ ہندوستان آئے تو دارالعلوم دیوبند کی دعوت پر یہاں بھی تشریف لائے ان کے لئے خیر مقدم کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، اس وقت حضرت شیخ الہندؒ بھی موجود تھے، اتفاقاً علامہ نے جلسہ سے قبل کسی استاذ دارالعلوم سے دریافت کیا کہ یہاں درس حدیث کا طرز کیا ہے؟ تو بتلایا کہ پہلے قاری حدیث پڑھتا ہے اور استاد اس حدیث سے متعلق تمام مباحث علمیہ اور حقائق ونکات بیان کرتا ہے، پھر اگر حدیث احکام سے متعلق ہے تو استاد آئمہ متبوعین کے مذاہب ودلائل بھی بیان کرتا ہے، اور اگر امام اعظم کا مذہب بظاہر اس حدیث کے مخالف ہوتا ہے اور استاد توفیق، تطبیق یا ترجیح راجح کے اصول پر تقریر کرتا ہے اور حنفی مسلک کو مؤید ومدلل کرتا ہے، یہ بات علامہ کو بہت عجیب معلوم ہوئی، کہنے لگے کہ کیا حدیث میں ایسا ہی ہوتا ہے؟ کہا ہاں! اس پر علامہ نے کہا "کیا حدیث حنفی ہے؟"

یہ بات تو اسی طرح یہاں ختم ہوگئی اور جلسہ کی شرکت کے لئے حضرت شاہ صاحب تشریف لا رہے تھے کہ راستہ ہی میں علامہ کی اس گفتگو کا حال سنا نقل ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا ارادہ علامہ کی ترحیب اور دارالعلوم کی تاریخ ودیگر عام امور پر تقریر فرمانے کا تھا، مگر اس گفتگو کا حال سن کر ارادہ بدل گیا اور اتنے ہی قلیل وقفہ میں جلسہ میں پہنچے اور کچھ دیر بیٹھے، دارالعلوم کے اسی مذکورہ بالا طرز درس حدیث پر مضمون ذہن میں مرتب فرمالیا اور پھر وہ مشہور ومعروف خالص محققانہ محدثانہ تقریر نہایت فصیح وبلیغ عربی میں فرمائی کہ اس کو سن کر علامہ اور تمام شرکاء اجلاس علماء وطلبہ حیران رہ گئے۔

اس تقریر میں آپ نے فقہاء محدثین کے اصول استنباط، تحقیق مناط، تنقیح مناط، تخریج مناط کی وضاحت وتشریح احادیث واحکام سے فرما کر حضرت شاہ ولی اللہ سے لے کر اپنے اساتذہ دارالعلوم تک کے مناقب اور طرز وطریق خدمت علم ودین پر روشنی ڈالی، علامہ آپ کی فصاحت تقریر اور سلاست بیان وقوت دلائل سے نہایت متاثر تھے اور درمیان تقریر سوالات کرتے رہے، ایک دفعہ سوال کیا کہ اے حضرت الاستاذ! آپ حدیث قلتین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ ایک بار کہا حضرت الاستاذ! آپ مسئلہ قرأۃ خلف الامام میں کیا فرماتے ہیں؟ اسی طرح بہت سے مسائل کو بے تکلف سوال میں لائے اور حضرت شاہ صاحب بھی نہایت انبساط وشرح صدر کے ساتھ کافی وشافی جوابات دیتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب کی تقریر مذکور کے بعد علامہ موصوف نے تقریر فرمائی اور اس میں حضرت شاہ صاحبؒ کے غیر معمولی علم وفضل، تبحر ووسعت مطالعہ اور بے نظیر استحضار وحافظہ کی داد دی، نیز اعتراف کیا کہ جو طریقہ آپ کے یہاں درس حدیث کا ہے، یہی سب سے اعلیٰ وافضل وانفع طریقہ ہے، اور فرمایا کہ اگر میں ہندوستان آ کر اس جامعہ علمیہ کو نہ دیکھتا اور اس کے اساتذہ علماء اعلام سے نہ ملتا تو یہاں سے غمگین واپس جاتا، پھر مصر جا کر یہ سب حالات اپنے رسالہ "المنار" میں شائع کئے اور اس میں یہ بھی اضافہ کیا کہ میں نے ازہر الہند دیوبند میں وہ نہضت دینیہ علمیہ جدیدہ دیکھی ہے جس سے نفع عظیم کی توقع ہے۔ مدرسہ دیوبند دیکھ کر جس قدر میرے دل کو مسرت بے پایاں حاصل ہوئی وہ کسی اور چیز سے نہیں ہوئی۔

مجھ سے بہت سے لوگوں نے دارالعلوم دیوبند کے فضائل ومآثر بیان کئے تھے اور کچھ لوگوں نے علماء دیوبند پر جمود وتعصب کا بھی نقد کیا تھا مگر میں نے ان کو اس ثناء ونقد سے بہت بلند پایا اور میں نے حضرت شاہ صاحب جیسا جلیل القدر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ واللہ الحمد۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی پوری تقریر اور علامہ مصری کی تقریر و بیانات دارالعلوم میں موجود ہیں، فاضل محترم حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری دام فیضہم نے کافی حصہ ''نفحۃ العنبر من ہدی الشیخ الانور'' میں نقل فرمادیا ہے، افسوس ہے کہ یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔

(۱۰) علامہ محدث علی حنبلی مصری جو صحیحین کے حافظ مشہور تھے، مصر سے سورت و راندیر آئے، وہاں سے دہلی مولوی عبدالوہاب اہل حدیث کے پاس پہنچے اوقات نماز کے متعلق ان سے مناظرہ ہوگیا، مولوی صاحب نے ان کو اپنے یہاں سے نکلوادیا، راندیر میں حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب (حال صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ دیوبند کا دارالعلوم بھی ضرور دیکھیں، دہلی میں بھی کچھ لوگوں نے دیوبند کا مشورہ دیا مگر بے چارے مایوس و پریشان تھے کہنے لگے کہ جب اہل حدیث نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا حالانکہ ان کا مذہب حنابلہ سے قریب ہے تو دیوبند تو حنفیہ کا مرکز ہے، وہاں خدا جانے کیا سلوک ہوگا، مگر لوگوں نے اطمینان دلایا اور قبل ظہر آپ دیوبند پہنچے، ظہر کی نماز دارالعلوم کی مسجد میں پڑھی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارلعلوم مہمانوں کا بہت تفقد کیا کرتے اور نمازوں میں بھی دیکھا کرتے تھے کہ کوئی نیا آدمی باہر کا مدرسہ کا مہمان ہو تو اس حسب حال قیام و طعام وغیرہ کا انتظام فرمائیں، چنانچہ آپ نے علامہ علی کو نووارد دیکھ کر ان کا بھی خیر مقدم کیا مہمان خانہ میں ٹھہرایا، خاطر مدارت کی اور عرب طلبہ کو جو اس وقت دارالعلوم میں پڑھتے تھے، بلوا کر علامہ سے ملوایا، تاکہ زیادہ مانوس و منبسط ہوں، علامہ پر ان چیزوں کا بڑا اثر ہوا، بہت خوش ہوئے اور فرمایا کے علمائے دیوبند تو بڑے مہمان نواز اور کریم النفس ہیں، یہ لوگ صحابہ کرام کے قدم بقدم چلنے والے اور متبع سنت معلوم ہوتے ہیں، مولوی محمد یحیٰی یمنی (متعلم دارالعلوم) نے کہا کہ یہ لوگ علم و فنون میں بھی فائق الاقران، علامہ نے کہا کہ یہ بات میں ماننے کو تیار نہیں، کیونکہ ''هم اعجام'' یہ بچارے تو عجمی ہیں۔

عصر کی نماز کے بعد چند عرب طلبہ علامہ موصوف کو مزارات اکابر کی طرف لے گئے، ایک صاحب نے علامہ کو القاسم کا وہ نمبر دیا جس میں حضرت شاہ صاحب کا عربی قصیدہ (مرثیہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ) شائع ہوا تھا، علامہ نے چالیس ابیات کا فصیح و بلیغ مرثیہ مذکور پڑھ کر فوراً کہا کہ انی تبت من اعتقادی میں اپنے خیال سے رجوع کرلیا، اس قصیدہ سے زمانۂ جاہلیت کی فصاحت و بلاغت مہک رہی ہے، نہایت بلیغ کلام ہے اور میں اس عالم کی زیارت کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی۔

اگلے دن صبح کے وقت حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا درس صحیح مسلم سنا اور اثناء درس میں کچھ اعتراضات کئے، حضرت مولانا نے پورا درس عربی میں دیا اور علامہ کے جوابات بھی عربی میں دیتے رہے، علامہ متاثر ہوئے اور مولوی محمد یحیٰی یمنی سے فرمایا کہ یہ شخص بہت بڑا عالم دین ہے، اگر چہ بعض مسائل میں میری تسلی نہ ہوسکی، اس کے بعد بخاری شریف کے درس میں پہنچے، حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی پورا درس آپ کی رعایت سے عربی میں دیا، علامہ وہاں بھی اثناء درس میں سوالات کرتے اور شاہ صاحب جوابات دیتے رہے، درس کے بعد علامہ نے کہا کہ میں نے عرب ممالک کا سفر کیا اور علماء زمانہ سے ملا، خود مصر میں کئی سال حدیث کا درس دیا ہے، ہر جگہ کے علماء سے حدیثی مباحثے کئے، مگر میں نے اب تک اس شان کا کوئی محدث عالم نہیں دیکھا، میں نے ان کو ہر طرح بند کرنے کی سعی کی، لیکن ان کے استحضار علوم، تیقظ، حفظ و اتقان، ذکاوت و وسعت نظر سے حیران رہ گیا (مولانا حکیم اعظم علی بجنوری مرحوم نے یہ اضافہ بھی کیا کہ ''میں نے شاہ صاحب کے علاوہ اس درجہ کا کوئی عالم نہیں دیکھا جو امام بخاری، حافظ ابن حجر، علامہ ابن تیمیہ، ابن حزم، شوکانی وغیرہ کے نظریات پر تنقیدی نظر محاکمہ کرسکتا ہوں اور ان حضرات کی جلالت قدر کا پورا لحاظ رکھ کر بحث و تحقیق کا حق ادا کرسکے''۔

علامہ نے دارالعلوم میں تین ہفتے قیام کیا، حضرت شاہ صاحب سے برابر استفادہ کرتے رہے اور سند حدیث بھی حاصل کی، یہاں تک کہا کہ اگر میں حلف اٹھالوں کے شاہ صاحب امام ابوحنیفہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ حانث نہ ہوں گا، حضرت شاہ صاحبؒ کو اس جملہ کی خبر ہوئی تو ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ ''ہمیں امام صاحب کے مدارک اجتہاد تک قطعاً رسائی نہیں ہے''۔

علامہ نے واپسی میں بھی راندیر میں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی اور دیوبند کے تمام واقعات و حالات سنائے اور ان سے یہ بات کہی کہ مجھے حیرت ہے کہ حضرت شاہ صاحب اتنے بڑے عالم اور امام وقت ہو کر بھی امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں، مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس سے ہی آپ امام صاحبؒ کے علوم کا اندازہ کریں۔

مصر پہنچ کر علامہ نے وہاں کے رسائل میں اپنا سفرنامہ شائع کیا اور علماء دیوبند کے کمالات علمی و عملی پر بھی ایک طویل مقالہ لکھا، حضرت مولانا محمد انوری کے نورانی افادات میں سے ان عشرۂ کاملہ پر اکتفاء کرتا ہوں، اگرچہ دل نہیں چاہتا کہ اس ذکر جمیل کو مختصر کروں۔

حضرتؒ کے باطنی کمالات

حضرت شاہ صاحب کی شان عجیب تھی اور آپ اپنے باطنی کمالات کو حتیٰ الامکان چھپانے کی بڑی سعی فرماتے تھے، مولانا محمد انوری دام ظلہم نے ہی مقدمۂ بہاولپور کے مشہور تاریخی سفر میں اپنی معیت کے تقریب سے، بہت کچھ لکھ دیا ہے اور چند سطریں مزید نقل کرنے پر دل مجبور کر رہا ہے۔

''ان ایام میں اس قدر حضرتؒ کے چہرہ مبارکہ پر انوار کی بارش ہوتی رہتی تھی کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا تھا، احقر نے بار ہا دیکھا کہ اندھیرے کمرہ میں مراقبہ فرما رہے ہیں لیکن روشنی ایسی جیسے بجلی کے قمقمے روشن ہوں، حالانکہ اس وقت بجلی گل ہوتی تھی''۔

بہاولپور کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز حضرت اقدس ہی پڑھایا کرتے تھے، بعد نماز کچھ بیان بھی فرماتے تھے، ہزاراں ہزار کا مجمع رہتا تھا، پہلے جمعہ میں فرمایا: حضرات! میں نے ڈابھیل جانے کے لئے سامان سفر کر لیا تھا کہ یکا یک مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ کا خط دیوبند موصول ہوا کہ شہادت دینے کے لئے بہاولپور آیئے، چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل کا سفر ملتوی کیا اور بہاولپور کا سفر کیا، یہ خیال ہوا کہ ہمارا نامۂ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جانبدار ہو کر بہاولپور آیا تھا''، بس اتنا فرمانے پر تمام مسجد میں چیخ و پکار پڑ گئی، لوگ دھاڑیں مار مار کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے، خود حضرت پر ایک عجیب کیفیت وجد طاری تھی۔

یہ اس کیفیت وجد ہی کا اثر تھا کہ آپ اپنا حال چھپا نہ سکے اور لوگوں پر آپ کے معمولی جملوں کا اس قدر اثر ہوا، ورنہ اگر آپ اپنے باطنی کمالات کے اخفاء میں کامیاب نہ ہوتے تو یقیناً لاکھوں مریدین کا ہجوم آپ کو ہر وقت گھیرے رہتا۔

حضرت شاہ صاحبؒ جب کشمیر تشریف لے جاتے تھے تو اکثر لوگ چونکہ آپ کے خاندانی سلسلۂ مشیخیت سے واقف تھے، تو جس طرف چلے جاتے تھے، ہزاروں لوگ فرط عقیدت سے فرش راہ ہوتے اور آپ کی قدم بوسی کو اپنا شرف سمجھتے تھے، مگر حضرتؒ ان کو نہایت سختی سے ایسی تعظیم کے ارتکاب سے روکتے تھے، ایک دفعہ خود فرمایا کہ کشمیر میں مجھے جہاں یہ محسوس ہوتا کہ لوگ مجھے عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو میں کوشش کر کے ایسی جگہوں پر اپنی وقعت و عزت کو خاص طور سے خاک میں ملاتا تھا، تا کہ لوگوں کا خیال ادھر سے ہٹ جائے اور لوگ مجھے صرف ایک طالب علم سمجھنے پر اکتفاء کریں۔

حضرت رائے پوری دام ظلہم کا ایک ملفوظ گرامی اور بھی حضرت علامہ انوری کے واسطہ سے نقل کر رہا ہوں، فرمایا کہ جن ایام میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھتا تھا، حضرت شاہ صاحبؒ ڈیڑھ پیسہ کی روٹی منگا کر کھایا کرتے تھے، سارا دن علوم و فنون کا درس دیتے، دوپہر کو شدت گرما (جون جولائی کے مہینہ) میں کتب بینی فرماتے جب کہ ہر شخص دوپہر کی نیند کے مزے لیتا تھا اور موسم سرما میں دیکھا کے بعد نماز عشاء سے صبح صادق تک مطالعہ فرما رہے ہیں اور اوپر کی رزائی کہیں سے کہیں پڑی ہوئی ہے۔ مغرب[1] سے عشاء تک ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔

---

[1] مولانا قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس دارالعلوم دیوبند ڈابھیل نے بتلایا کہ پنجاب کے ایک بڑے عارف باللہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کے بعد فرمایا کہ شاہ صاحب کی نسبت نہایت ہی قوی اور ان کی عظمت نا قابل مثال ہے، محترم مولانا بنوری دام ظلہم نے انکشاف کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مشائخ چشت کے طرز پر چھ ماہ تک کشمیر میں ریاضت و مجاہدہ فرمایا تھا اور یہ تمام مدت خلوت میں گزاری تھی، حضرت کی یہ زندگی بہت مخفی تھی، اس لئے اس سلسلہ کے حالات بھی کم مل سکے اور ہم نے بھی اخفاء کا ضابطہ اس کے لئے مستقل عنوان نہ دے کر پورا کیا ہے۔ (مرتب)

بقیہ ثناء اماثل: حضرت علامہ عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح ہماری آنکھوں نے شاہ صاحب کا مثل نہیں دیکھا، اسی طرح شاہ صاحبؒ کی آنکھوں نے بھی اپنا مثل نہیں دیکھا، اگر مجھ سے پوچھتے کہ تو نے شیخ تقی الدین بن دقیق العید اور حافظ ابن حجر عسقلانی کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں! میں نے دیکھا ہے، کیونکہ حضرت شاہ صاحب کو دیکھا تو گویا ان کو دیکھا۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نے حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات پر معارف میں لکھا تھا کہ ''آپ کی مثال اس سمندر کی سی تھی جس کی اوپر کی سطح ساکن لیکن اندر کی سطح موتیوں کے گرانقدر قیمتی خزانوں سے معمور ہوتی ہے، وہ وسعت نظر، قوت حافظہ اور کثرت مطالعہ میں اس عہد میں بے نظیر تھے، علوم حدیث کے حافظ ونکتہ شناس، علوم ادب میں بلند پایہ، معقولات میں ماہر، شعروسخن سے بہرہ منداور زہدوتقویٰ میں کامل تھے، مرتے دم تک علم ومعرفت کے اس شہید نے قال اللہ وقال الرسول کا نعرہ بلند رکھا''۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ نے حضرت شاہ صاحب کے جلسہ تعزیت میں تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ ''میں نے ہندوستان حجاز، عراق، شام وغیرہ کے علماء اور فضلاء سے ملاقات کی اور مسائل علمیہ میں ان سے گفتگو کی لیکن تبحر علمی، وسعت معلومات، جامعیت اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر نہیں پایا''۔

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب کی وفات بلاشبہ وقت حاضر کے کامل ترین عالم ربانی کی وفات ہے، جن کا نظیر مستقبل میں متوقع نہیں، طبقۂ علماء میں حضرت شاہ صاحب کا تبحر، کمال فضل، ورع وتقویٰ، جامعیت واستغناء مسلم تھا، موافق ومخالف ان کے سامنے تسلیم وانقیاد سے گردن جھکاتا تھا۔

حضرت علامۂ محدث مولانا سید اصغر حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ''مجھے جب مسئلہ فقہ میں کوئی دشواری پیش آتی ہے تو کتب خانۂ دارالعوم کی طرف رجوع کرتا ہوں، اگر کوئی چیز مل گئی تو فبہا ورنہ پھر حضرت شاہ صاحب سے رجوع کرتا ہوں، شاہ صاحب جو جواب دیتے اسے آخری اور تحقیقی پاتا اور اگر حضرت شاہ صاحب نے کبھی یہ فرمایا کہ میں نے کتابوں میں یہ مسئلہ نہیں دیکھا تو مجھے یقین ہوجاتا کہ اب یہ مسئلہ نہیں ملے گا اور تحقیق کے بعد ایسا ہی ثابت ہوتا تھا، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، حضرت شاہ صاحبؒ کے بڑے مداح تھے اور شاہ صاحب کی خدمت میں دیوبند آکر مستفید بھی ہوتے تھے، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو مجسم علم دیکھنا ہو تو شاہ صاحب کو دیکھ لے، مولانا اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ کا قول ہے کہ شاہ صاحب تو حافظ حدیث ہیں۔

علامۂ محقق، محدث ومفسر شیخ کوثریؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی بعض تالیفات کا مطالعہ کرکے فرمایا کہ احادیث سے دقیق مسائل کے استنباط میں شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے بعد ایسا محدث وعالم امت میں نہیں گزرا اور یہ کوئی کم زمانہ نہیں ہے''۔

سلطنت ٹرکی کے سابق شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری نے ''مرقاۃ الطارم'' دیکھ کر فرمایا کہ ''میں نہیں سمجھتا کہ فلسفہ وکلام کے دقائق کا اس انداز سے سمجھنے والا اب بھی کوئی دنیا میں موجود ہیں جتنا کچھ آج تک اس موضع پر لکھا جاچکا ہے اس رسالہ کو اس سب پر ترجیح دیتا ہوں اور اسفار اربعہ شیرازی کی ان چار مجلدات کبیرہ پر بھی''۔ (نفحۃ العنبر)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری اپنی مشہور ومقبول تصنیف ''بذل المجہود'' کی مشکلات میں آپ سے رجوع فرماتے تھے، علامۂ محدث نیموی نے اپنی پوری تصنیف آثار السنن حضرت شاہ صاحبؒ کے ملاحظہ سے گزاری اور آپ کے علمی مشوروں اور اصلاحات سے مستفید ہوتے رہے۔

ایک دفعہ صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب علی گڑھ سے دیوبند آئے اور حضرت شاہ صاحبؒ کے درس صحیح مسلم میں بیٹھے تو کہا کہ آج تو آکسفورڈ اور کیمبرج کے لیکچر ہال کا منظر سامنے آگیا تھا، یورپ کی ان یونیورسٹیوں میں پروفیسروں کو جیسے پڑھاتے ہوئے میں نے دیکھا ہے، آج ہندوستان میں میری آنکھوں نے اسی تماشے کو دیکھا۔

علامہ اقبال مرحوم نے اصول اسلام کی ارواح کو سمجھنے میں حضرت شاہ صاحبؒ سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا، اس لئے حضرت سے بہت زیادہ تعلق رکھتے تھے اور جب شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم سے علیحدگی اختیار فرمائی تو حضرت کو لاہر بلانے کی بھی انتہائی سعی کی تھی، لاہور کے تعزیتی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب کا نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے'' وغیرہ وغیرہ آراء اکابر و معاصرین جن کا ذکر اس مختصر میں نہیں ہوسکتا۔

بے نظیر قوت حافظہ وسرعت مطالعہ وغیرہ

حضرت شاہ صاحبؒ کا جس طرح علم وفضل، تبحر، وسعت مطالعہ، زہد وتقویٰ بے نظیر اور نمونۂ سلف تھا اس طرح قوت حافظہ بھی بے مثل تھی اور وہ گویا ان منکرین حدیث کا جواب تھی جو محدثین کے حافظہ پر اعتماد نہ کرکے ذخیرۂ حدیث کو مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں، حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''جب میں کسی کتاب کا سرسری نظر سے مطالعہ کرتا ہوں اور اس کے مباحث کو محفوظ رکھنے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا، تب بھی پندرہ سال تک اس کے مضامین مجھے محفوظ رہ جاتے ہیں''۔

سرعت مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ مسند احمد (مطبوعہ مصر) کے روزانہ دو سو صفحات کا مطالعہ فرمایا اور وہ بھی اس شان سے کہ اس عظیم الشان ذخیرہ میں سے احناف کی تائید میں جس قدر احادیث ہوسکتی تھیں وہ بھی منتخب اور محفوظ کرلیں اور پھر جب کبھی درس مسند کی احادیث کا حوالہ دینا ہوتا تو ہمیشہ بغیر مراجعت کے دیتے تھے اور رواۃ وطبقات پر بھی بے تکلف بحث فرماتے تھے، صرف آخر عمر میں ایک بار پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے متعلق احادیث کو جمع کرنے کے لئے مسند کا مطالعہ فرمایا تھا۔

شیخ ابن ہمام کی فتح القدیر مع تکملہ (۸ جلد) کا مطالعہ بیس روز میں کیا تھا اس طرح کہ کتاب الحج تک اس کی تلخیص بھی فرمائی اور ابن ہمام نے صاحب ہدایہ پر جو اعتراضات کئے ہیں اپنے خلاصہ میں ان کے مکمل جوابات بھی تحریر فرمائے اور پھر مدت العمر فتح القدیر سے مذاہب ومباحث نقل کرنے میں مراجعت کی ضرورت پیش نہیں آئی، ایک دفعہ خود بھی درس میں بطور تحدیث نعمت فرمایا کہ ۲۶ سال قبل فتح القدیر دیکھی تھی، الحمدللہ اب تک مراجعت کی ضرورت نہیں ہوئی، جو مضمون اس کا بیان کروں گا، اگر مراجع کروگے تو تفاوت بہت کم پاؤ گے۔

سنن بیہقی اور حضرت شاہ صاحب

سنن بیہقی قلمی کا مطالعہ حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ کے یہاں کیا تھا، تیس سال کے بعد ڈابھیل میں ایک روز فرمایا کہ حافظ ابن حجر نے ایک جگہ کچھ دلائل حنفیہ کے خلاف بیہقی سے جمع کئے ہیں، میں نے جو نسخہ بیہقی کا گنگوہ میں دیکھا تھا، اس میں وہ چیزیں نہ تھیں، پھر جب سنن بیہقی حیدرآباد سے چھپ کر آئی تو اس میں وہ چیزیں موجود تھیں، لیکن اب میں اس نظریہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت گنگوہیؒ والا قلمی نسخہ زیادہ صحیح تھا اور اس کے شواہد ودلائل میں اپنی یادداشت میں جمع کررہا ہوں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی دریافت مذکور جس قدر اہم ہے محتاج بیان نہیں، جس وقت سے حضرت کا یہ ملفوظ گرامی اپنی یادداشت میں دیکھا راقم الحروف برابر اس فکر میں سرگرداں ہے کہ کسی طرح وقت ملے تو فتح الباری سے وہ مقام متعین کروں، دوسرا مرحلہ حضرت گنگوہیؒ والے قلمی نسخہ کا ہے، گنگوہ خط لکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہیؒ کی سب کتابیں کتب خانۂ دارالعلوم کو منتقل ہوگئی تھیں، یہاں کتب خانہ تلاش کیا تو اس

سنن بیہقی کا کوئی وجود نہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عظیم الشان دریافت کو کس طرح کارآمد بنایا جائے، کاش! حضرت مولانا محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اور دوسرے خصوصی تلامذہ حضرتؒ اس مہم کو سر کریں، نہایت افسوس ہے کہ حضرتؒ کی زندگی میں اس کا خیال نہ ہوا کہ اس مقام کو متعین کرالیتا اور یادداشت سے وہ قرائن بھی نقل ہو سکتے، حضرت کی یادداشتوں کے تین بکس تھے جو سب ضائع ہوئے اور اب ''الاتحاف'' (حواشی آثار السنن) مطبوعہ رسائل و امالی اور اپنی یادداشتوں کے سوا کوئی چیز سامنے نہیں ہے۔

حذف والحاق کی نشاندہی

حذف والحاق کے سلسلہ کی نشاندہی نہایت ہی اہم ترین و مشکل ترین خدمت ہے جو علامہ کوثری مرحوم اور حضرت شاہ صاحبؒ جیسے ہی بحور العلوم کا منصب تھا اب اگر اس سلسلہ کے بقیہ گوشوں کی تکمیل کا فرض ہم لوگ انجام دے لیں تو وہ بھی عظیم الشان علمی حدیثی خدمت ہے۔

حضرت کی قوت حافظہ کے سلسلہ میں آپ کے تلمیذ خاص مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی یہ تحقیق بھی قابل ذکر ہے کہ مجموعی طور سے حضرت شاہ صاحبؒ کو کم سے کم چالیس پچاس ہزار عربی کے اشعار ایسے یاد تھے کہ جس وقت چاہتے ان میں سے سنا سکتے تھے، فارسی اشعار بھی بکثرت یاد تھے، بلکہ اردو کے بھی اونچے شعراء کا کلام یاد تھا، ایک دفعہ راقم الحروف کی موجودگی میں غالب کے بہت سے اشعار سنائے۔

فقہ حنفی اور حضرت شاہ صاحبؒ

درس میں جب مسائل خلافیہ پر کلام فرماتے تو جابجا شیخ ابن ہمام کی تحقیقات مع نقض و ابرام نقل فرمانے کی عادت تھی، فتح القدیر نہایت دقیق و غامض کتاب ہے جو فقہ و اصول کے دقائق و غوامض اور اصول حدیث کی مشکلات پر مشتمل ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ کے ایک اعتراض کا جواب ابن ہمام ہی کی تحقیق سے دیا ہے۔

ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ بھی عادت مبارکہ تھی کہ جن مسائل میں حافظ ابن حجر کے اعتراضات کا جواب حافظ عینی سے پورا نہ ہو سکا تھا ان کی تکمیل درس میں بھی کافی وشافی جوابات دے کر فرماتے تھے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (حال استاذ حدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ) کا بیان ہے کہ جس سال ہم نے حضرت شاہ صاحبؒ سے دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث پڑھا تھا (یہ سال حضرتؒ کی دارالعلومی زندگی کا آخری سال تھا) ایک روز بعد عصر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''ہم نے اپنی زندگی کے پورے تیس سال اس مقصد کے لئے صرف کئے کہ ''فقہ حنفی'' کے موافق حدیث ہونے کے بارے میں اطمینان حاصل کر لیا جائے، الحمد للہ اپنی اس تیس سالہ محنت اور تحقیق کے بعد میں اس بارے میں مطمئن ہوں کہ ''فقہ حنفی'' حدیث کے مخالف نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں مخالفین احناف جس درجہ کی حدیث سے استناد کرتے ہیں، کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس مسئلہ کے متعلق حنفی مسلک کی تائید میں ضرور موجود ہے اور جس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس حدیث نہیں ہے اور اس لئے وہ اجتہاد پر اس کی بنیاد رکھتے ہیں، وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں ہے''۔

زبان اردو و انگریزی کی اہمیت

اسی تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ''میں نے اپنے عربی و فارسی ذوق کو محفوظ کے لئے ہمیشہ اردو لکھنے پڑھنے سے احتراز کیا، یہاں تک کہ عام طور سے اپنی خط و کتابت کی زبان بھی میں نے عربی و فارسی ہی رکھی، لیکن اب مجھے اس پر بھی افسوس ہے، ہندوستان میں اب دین کی

خدمت اور دین سے دفاع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس مہارت پیدا کی جائے اور باہر کی دنیا میں دین کا کام کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انگریزی زبان کو ذریعہ بنایا جائے، میں اس بارے میں آپ صاحبان کو خاص طور سے وصیت کرتا ہوں''۔

فقہ میں آپ کا ایک خاص اصول

مولانا موصوف ہی ناقل ہیں کہ ایک موقعہ پر فرمایا: ''اکثر مسائل میں فقہ حنفی میں کئی کئی اقوال ہیں اور مرجحین واصحاب فتاویٰ مختلف وجوہ واسباب کی بناء پر ان میں سے کسی ایک قول کو اختیار کرتے اور ترجیح دیتے ہیں، میں اس قول کو زیادہ وزنی اور قابل ترجیح سمجھتا ہوں جو از روئے دلائل زیادہ قوی ہو یا جس کے اختیار کرنے میں دوسرے ائمہ مجتہدین کا اتفاق زیادہ حاصل ہو جاتا ہو''۔

پھر فرمایا کہ ''میرا پسندیدہ اصول تو یہی ہے، لیکن دوسرے اہل فتویٰ جو اپنے اصول پر فتویٰ لکھتے ہیں ان کی بھی تصدیق اس لحاظ سے کر دیتا ہوں کہ از روئے فقہ حنفی وہ جواب بھی صحیح ہیں''۔

حضرت مولانا نعمانی نے حضرت شاہ صاحب کی خاص تحقیق اختلاف مطالع کے بارے میں بھی نقل کی ہے جو حضرت سے ہم نے سنی ہے کہ عام مصنفین فقہاء سے تعبیر میں کوتاہی ہوئی ہے اور اصل مسئلہ حنفیہ کا یہ ہے کہ ایک اقلیم کے اندر اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، کیونکہ مشرق و مغرب کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنا، بداہۃً غلط ہے، مولانا نے اپنی یاد سے بدایۃ المجتہد اور بدائع الصنائع کا حوالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظلہم (تلمیذ خاص حضرت شاہ صاحبؒ ومہتمم دارالعلوم) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ''بھائی اس زمانہ کے علمی فتنوں کے مقابلہ میں جس قدر ہو سکا ہم نے سامان جمع کر دیا ہے'' بالخصوص فقہ حنفی کے مآخذ و مناشی کے سلسلہ میں آپ نے حدیثی ذخیرہ بہت کافی وافی جمع فرما دیا، پھر بھی قیام ڈابھیل کے زمانہ میں اور خصوصیت سے آخری سال کے درس بخاری میں فقہی وحدیثی تحقیقات کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا اور ترجیح مذہب حنفی وتطبیق روایات میں عمر بھر کے علم کا نچوڑ پیش فرمایا جس کو املاء کرنے والوں نے املاء کیا (خدا کے فضل سے راقم الحروف مرتب انوار الباری کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ حضرتؒ کے آخری دو سالوں کے درس بخاری میں شرکت کی اور تقریر قلم بند کرنے موقعہ ملا بلکہ مجلس علمی کی تقریب سے ہر وقت حضرت سے قریب تر رہنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔)

تائید مختارات امام اعظمؒ

تائید مذہب حنفی کے غیر معمولی اہتمام کی توجیہ کرتے ہوئے گاہ گاہ یہ بھی فرماتے تھے کہ عمر بھر امام ابوحنیفہؒ کی نمک حرامی کی ہے اب مرتے وقت جی نہیں چاہتا کہ اس پر قائم رہوں، چنانچہ کھل کر پھر ترجیح مذہب کے سلسلہ میں اچھوتے اور نادر روزگار علوم ومعارف اور نکات و لطائف ارشاد فرمائے جس سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ من جانب اللہ آپ پر مذہب حنفی کی بنیادیں منکشف ہوگئی تھیں اور ان میں شرح صدر کی کیفیت ہو چکی تھی جس کے اظہار پر آپ گویا مامور یا مجبور تھے۔

حضرت مہتمم صاحب کی رائے ہے کہ حسب ضرورت پہلے آپ روایات فقیہ میں بھی تطبیق وتوفیق کے خیال سے صاحبین کا قول اختیار فرما لیتے تھے تاکہ خروج عن الخلاف کی صورت بن جائے، مگر آخر میں طبیعت کا رجحان صرف اقوال امام اعظم کی ترجیح واختیار کی جانب ہو چکا تھا اور یہ بلاشبہ اس کی دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی خصوصیات کے بارے میں حق تعالیٰ نے آپ کو شرح صدر عطا فرما دیا تھا اور وہ بالآخر اسی ٹھیٹھ لکیری پر جم کر چلنے لگے تھے جس پر آپ کے شیوخ سرگرم رفتار رہ چکے تھے، میں نے حضرت شیخ الہندؒ کا مقولہ سنا ہے کہ جس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ منفرد ہوتے ہیں اور ائمہ ثلاثہ میں کوئی ان کی موافقت نہیں کرتا، اس میں ضرور بالضرور پوری قوت سے امام صاحب کا اتباع کرتا ہوں، اور سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں ضرور کوئی ایسا دقیقہ ہے جس تک امام صاحب ہی کی نظر پہنچ سکی ہے اور پھر حق تعالیٰ اس دقیقہ کو منکشف بھی فرما دیتا

ہے یہ مقولہ امام ابوحنیفہؒ کے اس مسلک کے ذیل میں فرمایا تھا کہ قضاء قاضی ظاہراً و باطناً نافذ ہو جاتی ہے، فرمایا کہ اس مسئلہ میں بالضرور امام صاحبؒ ہی کی پیروی کروں گا، کیونکہ اس میں وہ منفرد ہیں، اور یہ تفرد ہی اس کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی ایسی دقیق بنیاد ان پر منکشف ہوئی ہے جہاں تک دوسروں کی نگاہیں نہیں پہنچ سکی ہیں، اسی قسم کا مضمون حضرت نانوتوی قدس سرہٗ سے بھی منقول ہے۔

شاید حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ پر آخری عمر میں یہی نکتہ منکشف ہوا تھا جو ان کے شیوخ پر منکشف ہوا تھا اور اس کے خلاف توسع کو وہ امام ابوحنیفہؒ سے نمک حرامی سے تعبیر فرما گئے۔

حضرت مہتمم صاحب دامت فیوضہم کی مذکورہ بالا تحقیق انیق آپ کی اعلیٰ جودت فکر اور حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم سے غیر معمولی تناسب کی بین دلیل ہے، کاش! اکی ضبط کردہ تقریر درس ترمذی و بخاری ضائع نہ ہوتی اور مشتاقان علوم انوری اس سے مستفید ہوتے۔

حضرت شاہ صاحب اور علم اسرار و حقائق

بقول حضرت مولانا نعمانی آپ بلا شبہ اس دور کے شیخ اکبر تھے، شیخ اکبر کے علوم سے آپ کو خاص مناسبت بھی تھی اور ان کے بہت سے نہایت اعلیٰ اور قیمتی زیادہ تر ''فتوحات مکیہ'' کے حوالہ سے درس میں بیان فرمایا کرتے تھے، قیام دارالعلوم کے زمانہ میں مولانا عبیداللہ صاحبؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتابیں زیادہ دیکھا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب نے پوچھا کہ آپ شیخ اکبر کی کتابیں بھی دیکھتے ہیں یا نہیں؟ کہا کہ نہیں! تو آپ نے فرمایا تھا کہ ان کو بھی دیکھئے! یہ چھوٹے چھوٹے دریا ہیں اور وہ سمندر ہیں، یہ واقعہ آپ نے ڈابھیل میں سنایا تھا۔

حضرت شاہ صاحب کے درس حدیث کی خصوصیات

حضرت الاستاذ المحترم مولانا العلام محمد ادریس صاحب کاندھلوی دام ظلہم سابق استاذ دارالعلوم حال شیخ الحدیث جامع اشرفیہ لاہور نے تحریر فرمایا کہ حضرتؒ کے درس کی شان عجیب تھی جس کو اب دکھلانا تو ممکن نہیں، البتہ بتلانا کچھ ممکن ہے۔

(۱) درس حدیث میں سب سے اول اور زیادہ توجہ اس طرف فرماتے تھے کہ حدیث نبوی کی مراد باعتبار قواعد عربیت و بلاغت واضح ہو جائے، حدیث کی مراد کو علمی اصطلاحات کے تابع بنانے کو بھی پسند نہ فرماتے تھے، کیونکہ اصطلاحات بعد میں پیدا ہوئیں اور حدیث نبوی زماناً اور رتبۃً مقدم ہے، حدیث کو اصطلاح کے تابع کرنا خلاف ادب ہے، چنانچہ اس ناچیز نے ''التعلیق الصبیح'' میں بھی اسی ہدایت کو ملحوظ رکھا اور حافظ تورپشتی و علامہ طیبی کی شروح سے بھی تمام لطائف و نکات اخذ کر کے اپنی شرح میں درج کئے ہیں۔

(۲) خاص خاص مواضع میں حدیث نبوی کا مآخذ قرآن کریم سے بیان فرماتے اور اسی مناسبت سے، بہت سی مشکلات قرآنیہ کو حل فرما دیتے تھے۔

(۳) حسب ضرورت اسماء الرجال پر کلام فرماتے، خصوصاً جن رواۃ کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہوتا، تو اس جرح و تعدیل کے اختلاف کو نقل کر کے اپنی طرف سے ایک قول فیصل بتلا دیتے کہ یہ راوی کس درجہ میں قابل قبول ہے، اس کی روایت حسن کے درجہ میں ہے یا صحیح کے یا قابل رد ہے، یا قابل اغماض یا لائق مسامحت؟ اور اغماض و مسامحت میں جو فرق ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں، زیادہ تر فیصلہ کا طریقہ یہ بھی رکھتے کہ جب کسی راوی کی جرح و تعدیل میں اختلاف ہوتا تو یہ بتلا دیتے کہ یہ راوی ترمذی کی فلاں سند میں واقع ہے اور امام ترمذیؒ نے اس روایت کی تحسین یا تصحیح فرمائی ہے۔

(۴) فقہ الحدیث پر جب کلام فرماتے تو اولاً آئمہ اربعہ کے مذاہب نقل فرماتے اور پھر ان کے وہ دلائل بیان فرماتے جو ان مذاہب کے فقہا کے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہوتے پھر ان کا شافی جواب اور امام اعظم کے مسلک کی ترجیح بیان فرماتے تھے۔

حنفیت کے لئے استدلال و ترجیح میں کتاب و سنت کے تبادر اور سیاق و سباق کو پورا ملحوظ رکھتے اور اس بات کا خاص لحاظ رکھتے کہ

شریعت کا منشاء و مقصد اس بارے میں کیا ہے، اور یہ حکم خاص شریعت کے احکام کلیہ کے تو خلاف نہیں، شریعت کے مقاصد کلیہ کو مقدم رکھتے اور احکام جزئیہ میں اگر بے تکلف توجیہ ممکن ہوتی تو کرتے ورنہ قواعد کلیہ کو ترجیح دیتے جو طریقہ فقہا کرام کا ہے۔

(۵) نقل مذاہب میں قدماء کی نقول پیش فرماتے اور ان کو متاخرین کی نقول پر مقدم رکھتے، آئمہ اجتہاد کے اصل اقوال پہلے نقل فرماتے پھر مشائخ کے اقوال ذکر فرماتے تھے۔

(۶) مسائل خلافیہ میں تفصیل کے بعد یہ بھی بتلا دیتے کہ اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے، گویا وہ ایک قسم کا فیصلہ ہوتا جو طلبہ کے لئے موجب طمانیت ہوتا۔

(۷) درس بخاری میں تراجم کے حل کی طرف خاص توجہ فرماتے، اولاً بخاری کی غرض و مراد واضح فرماتے بہت سے مواقع میں حل تراجم میں شارحین کے خلاف مراد منقح فرماتے تھے، ثانیاً یہ بھی بتلاتے کہ اس اس ترجمۃ الباب میں امام بخاری نے آئمہ اربعہ میں سے کس امام کا مذہب اختیار فرمایا اور پوری بخاری آپ سے پڑھنے کے بعد واضح ہوتا کہ سواء مسائل مشہورہ کے اکثر جگہ امام بخاری نے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک کی موافقت کی ہے۔

(۸) حافظ ابن حجر عسقلانی چونکہ امام شافعی کے مقلد ہیں، اس لئے امام شافعی کی تائید میں جا بجا امام طحاوی کے اقوال اور استدلال نقل کر کے اس امر کی پوری سعی کرتے ہیں کہ امام طحاوی کا جواب ضرور ہو جائے، بغیر امام طحاوی کا جواب دیئے گزرنے کو حافظ عسقلانی یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے حق شافعیت ادا نہیں کیا، درس میں حضرت شاہ صاحب کی کوشش یہ رہتی تھی کہ مسائل فقیہ میں بغیر حافظ کا جواب دیئے نہ گزریں۔

(۹) اسرار شریعت میں شیخ محی الدین بن عربی اور شیخ عبدالوہاب شعرانی کا کلام زیادہ فرماتے تھے۔

(۱۰) درس کی تقریر موجز و مختصر مگر نہایت جامع ہوتی تھی (جس سے ذی علم مستفید ہو سکتے تھے) ہر کس و ناکس کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔

محدثین سلف کی یاد

خلاصہ یہ کہ آپ کے درس میں بیٹھ کر محدثین سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی، جب متون حدیث پر کلام فرماتے تو یہ معلوم ہوتا کہ امام طحاوی یا بخاری و مسلم بول رہے ہیں، فقہ الحدیث میں بولتے تو امام محمد بن الحسن الشیبانی معلوم ہوتے، حدیث کی بلاغت پر گویا ہوتے تو تفتازانی و جرجانی کا خیال گزرتا، اسرار شریعت بیان فرماتے تو ابن عربی و شعرانی کا گمان ہوتا تھا، انتہی ما افادہ الاستاد الجلیل المحدث النبیل الکاندھلوی دامت فیضوہم۔

حضرت شاہ صاحب بخاری و فتح الباری کے گویا حافظ تھے

حضرت شاہ صاحبؒ نے تیرہ مرتبہ پوری بخاری شریف کا مطالعہ فرمایا تھا اس طرح کہ ایک ایک لفظ پر غور فرمایا تھا، پوری بخاری کے گویا حافظ تھے اور ایک حدیث کے جتنے ٹکڑے مختلف مواضع میں امام بخاری لائے ہیں، آپ کو محفوظ تھے چنانچہ درس میں یہ معمول تھا کہ پہلے قطعہ پر پوری حدیث کی تقریر فرما دیتے تھے اور یہ بھی بتلا دیتے تھے کہ آگے فلاں فلاں مواقع میں امام بخاری اس اس غرض سے اس کے باقی قطعات لائے ہیں پھر دوسرے قطعات پر گزرتے تو تنبیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث کے پورے مباحث بیان کر آیا ہوں۔

اسی طرح فتح الباری کے بھی گویا آپ حافظ تھے، حافظ نے بھی حدیث کے مختلف ٹکڑوں پر جگہ جگہ کلام کیا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ کی نظر ان سب پر بیک وقت ہوتی تھی، لہذا سب پر تبصرہ کرتے تھے، اور غیر مظان میں بھی کسی سبب یا مصلحت سے حافظ نے احادیث ذکر کی ہیں تو ان پر بھی حضرت تنبیہ فرمادیا کرتے تھے، حضرت حماد بن ابی سلیمان (استاذ امام اعظمؒ) کو رجال بخاری میں نہیں سمجھا جاتا، تہذیب التہذیب میں خ کا نشان نہیں ہے، صرف بخ ہے جو الادب المفرد للبخاری کا نشان ہے، تقریب میں بخ کے علاوہ خت بھی ہے یعنی تعلیقات بخاری کا

نشان، خ اس میں بھی نہیں ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے نیل الفرقدین کے ص ۸۰ پر ان کو فتح الباری ہی کے باب التشہد کے حوالے سے بعض نسخ صحیح بخاری کے لحاظ سے بھی رجال بخاری میں سے قرار دیا ہے۔

ایک نہایت محترم فاضل محدث نے مقدمۂ انوارالباری حصہ اول دیکھ کر مجھے لکھا کہ تم نے حماد بن ابی سلیمان کو رجال بخاری میں لکھ دیا جو غلط ہے اس کی تصحیح ہونی چاہئے تو اول تو یہ ان کا مغالطہ تھا، کیونکہ میں نے صرف اتنا لکھا تھا کہ امام بخاری و مسلم ان سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ خ کا نشان اس امر کی صحت کے لئے کافی ہے، صحیح بخاری میں روایت کرنے کا ذکر میری عبارت میں نہیں تھا، دوسرے حضرت شاہ صاحب کی مذکورہ بالا دریافت کی روشنی میں تو وہ رجال بخاری ہی کے زمرہ میں آجاتے ہیں، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

دورہ حدیث دیو بند

حضرت مولانا گیلانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا طرز درس صحاح ستہ، طریقہ سرد کہلاتا تھا جس کے تقریباً ہم معنی دورۂ حدیث کا لفظ رائج ہوا، وہ طریقہ یہ تھا کہ طالب علم حدیثوں کو پڑھتا جاتا اور استاد سنتا جاتا تھا، درمیان میں خاص اہم بات کا ذکر ضروری معلوم ہوا تو کردیا گیا، شاہ صاحب کے زمانہ کے حساب سے دارالعلوم والے دورے یا طریقہ سرد میں اتنی ترمیم ہوئی کہ اہل حدیث کا نیا فرقہ ہندوستان میں جو اٹھ کھڑا ہوا تھا اور حنفی مذہب کے متعلق یہ شہرت دینے لگا کہ کلیۃً رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کے خلاف امام ابوحنیفہؒ نے اپنے ذاتی قیاسات سے اسلامی شریعت کا ایک مستقل نظام قائم کردیا تھا، اسی مغالطہ کے ازالہ کے لئے اکابر دیوبند میں سب سے پہلے حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حدیث کے درس میں اس التزام کا اضافہ کیا کہ حنفی مذہب کے جن مسائل کے متعلق فرقۂ اہل حدیث نے مشہور کر رکھا ہے کہ صریح حدیثوں کے وہ مخالف ہیں ان کے الزام کا سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا جائے۔

دارالعلوم دیوبند میں طریقہ سرد کے ساتھ اس التزام کو باقی رکھا اور بحمد اللہ اب تک اس کا سلسلہ جاری ہے، اگرچہ وہ محاذ جو اہل حدیث طبقہ نے قائم کیا تھا وہ ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو چکا ہے، لیکن مبادا کہ یہ فتنہ سر اٹھائے دارالعلوم میں اب تک تر وتازہ حالت میں درس حدیث کا یہ التزام زندہ وہ پائندہ ہے، اور جہاں تک میرا خیال ہے اس کو اسی طرح جاری رکھنا چاہئے کہ اس سے جامد تقلید کی سمیت کا ازالہ بھی ہوتا رہتا ہے اور حنفی مسلک بھی علمی بصیرت کے ساتھ قائم رہتا ہے، پھر بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظلہم حضرت شاہ صاحبؒ کے درس حدیث میں کچھ ایسی امتیازی خصوصیات نمایاں ہوئیں جو عام طور سے دروس میں نہ تھیں اور حضرت شاہ صاحبؒ کا انداز درس درحقیقت دنیائے درس وتدریس میں ایک انقلاب کا باعث ثابت ہوا، اولاً آپ کے درس حدیث میں رنگ تحدیث غالب تھا، فقہ حنفی کی تائید وترجیح بلاشبہ ان کی زندگی تھی لیکن رنگ محدثانہ تھا، فقہی مسائل پر بہت کافی اور سیر حاصل بحث فرماتے، لیکن انداز بیان سے یہ کبھی مفہوم نہیں ہوتا تھا کہ آپ حدیث کو فقہی مسائل کے تابع کر رہے ہیں اور کھینچ تان کر حدیث کو فقہ حنفی کی تائید میں لانا چاہتے ہیں بلکہ یہ امر صاف واضح ہوتا تھا کہ آپ فقہ کو بحکم حدیث قبول کر رہے ہیں، بالفاظ دیگر (آپ کی تقریر سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ) گویا حدیث کا سارا ذخیرہ فقہ حنفی کو اپنے اندر سے نکال نکال کر پیش کر رہا ہے اور اسے پیدا کرنے کے لئے نمودار ہوا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ الفاظ حدیث میں تاویل کو بھی پسند نہ فرماتے تھے، آپ کا ارشاد تھا کہ میں تاویل نہیں کرتا بلکہ توجیہ یا تطبیق کرتا ہوں، یعنی روایت کے تمام الفاظ جو مختلف انداز میں ذخیرۂ حدیث میں وارد ہوئے ہیں، ان سب کو سامنے رکھ کر ایک معنی معین کرتا ہوں اور جس جملہ کا جو حقیقی محل ہے اس کو اسی پر منطبق کرتا ہوں۔

بے نظیر تبحر اور خاموشی طبع

بقول حضرت مولانا بنوری دام فیضہم، حضرت شاہ صاحبؒ کے بے نظیر تبحر اور کمال علمی کے ساتھ یہ امر حیرت انگیز تھا کہ جب تک کوئی

شخص خود مسئلہ دریافت نہ کرے، اپنی طرف سے کبھی سبقت نہ فرماتے، البتہ جواب کے وقت وہ خاموش سمندر موجیں مارنے لگتا تھا۔

تقریباً یہی حال ہم لوگوں نے بزمانۂ قیام مصر ۳۸ھ علامہ کوثریؒ کا بھی دیکھا ہے، علامہ شنقیطی استاذ حدیث جامع ازہر کے یہاں بہت دفعہ ہم لوگ جمع ہوئے، دوسرے ممتاز علماء مصر بھی ہوتے اور علامہ کوثریؒ بھی، علمی بحثیں چھڑ جاتیں، علامہ کوثری خاموش بیٹھے سنا کرتے، پھر جب آپ کو بولنا پڑا تو سب خاموش دم بخود ہو کر علامہ کوثری کے ارشادات سنتے تھے اور نہایت قیمتی علمی نوادر بیان فرماتے ہوئے علامہ پوری مجلس پر چھا جاتے تھے، ہمارے حضرت شاہ صاحب میں یہ بات مزید تھی کہ حضرت نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کی طرح اپنے کو چھپانے کی انتہاء سے زیادہ کوشش فرما گئے کہ چند تصانیف بھی شدید ضرورتوں سے مجبور ہو کر کیں، ورنہ ان تینوں حضرات کی کئی کئی سو کتابیں ہوتیں۔

حضرت شاہ صاحب کا طرز تالیف

غالباً حضرت نے اپنی دلی رغبت وخواہش سے بجز عقیدۃ الاسلام، کفار الملحدین وضرب الخاتم کے کبھی تصنیف کا ارادہ نہیں فرمایا، ان کتابوں میں فتنۂ قادیانیت والحاد سے متاثر ہو کر کچھ رجحان تالیف کا ضرور ہوا تھا، مسائل خلافیہ میں جو کچھ لکھا وہ بھی ہندوستان کے بے انصاف غیر مقلدوں کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر لکھا۔

دار العلوم دیوبند میں حضرت شاہ صاحب کو ۲۷ھ میں روک کر قیام پر آمادہ کرنے کی بھی ایک بڑی غرض بقول حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم کے یہ تھی کہ آپ سے ترمذی وبخاری کی شروح لکھوائی جائیں مگر حضرت کا مزاج ایسی نمایاں خدمات کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا تھا نہ ہوا، عادت مبارکہ یہ تھی کہ حاصل مطالعہ سے یادداشتیں لکھا کرتے تھے اور پورے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ فرما کر ان کے گراں قدر نوادر اپنی یادداشتوں میں قلم بند کر گئے تین بکس یادداشتوں سے بھر گئے تھے جو اگر آج موجود ہوتیں تو ان ہی سے آپ کے لائق تلامذہ سینکڑوں کتابیں مرتب کر دیتے، مگر قدرت کو صرف یہی منظور تھا کہ حضرت شاہ صاحب اپنا ذوق مطالعہ پورا فرمالیں، یادداشتوں کے گڈے لگا کر بکس بھر جائیں اور ہم محرومان قسمت کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے، الا ماشاء اللہ۔

بظاہر حضرت شاہ صاحبؒ کے مغتنم وجود سے ناشکری کا جو برتاؤ ۴۶ھ میں حالات کی نامساعدت سے پیش آیا، اس کی سزا پوری امت کو ملی، حضرت امام اعظمؒ کے وقت سے اب تک کے جو علمی حدیثی خزینے پوشیدہ چلے آرہے تھے اور حضرت شاہ صاحب نے ۳۰، ۴۰ سال کی شب و روز کی سعی سے جوان سب کو اپنی یادداشتوں کے ذریعے منظر عام پر لانے کا سامان کیا تھا وہ ہماری ہی کسی کی وجہ سے بروئے کار نہ آسکا، حضرت امام اعظمؒ کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ کے پاس ذخیرۂ حدیث کے بہت سے صندوق تھے اور ایک گھر بھی حدیث کی کتابوں سے بھرا ہوا تھا مگر صرف بقدر ضرورت احکام کی احادیث نکالتے اور روایت فرماتے تھے، ان بیش بہا خزانوں کو ہر دور کے علماء احناف نے باہر لانے کی سعی کی اور حضرت شاہ صاحب میں اگر انتہائی خمول پسندی کا جذبہ نہ ہوتا تو اس مہم کی کامیابی تقریباً یقینی تھی مگر لا رادلقضاء اللہ۔

یہاں مجھے کہنا تو صرف یہ تھا کہ حضرت کا تالیفی طرز بھی نہایت ایجاز واختصار کا تھا جس سے پورا فائدہ صرف اونچے درجہ کے ذوق مطالعہ رکھنے والے اہل علم حاصل کر سکتے تھے، بطور مثال کشف الستر عن الصلوٰۃ الوتر کو لیجئے، حضرت علامہ عثمانیؒ (جن کا مطالعہ کتب حدیث ڈابھیل جا کر بہت زیادہ بڑھ گیا تھا) فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب کی کتاب کشف الستر کی قدر اس وقت ہوئی کہ اس مسئلہ پر جتنا ذخیرۂ حدیث مل سکا، سب ہی کا مطالعہ کر چکا، پھر رسالہ مذکورہ کو اول سے آخر تک بار بار پڑھا، یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ ۷ بار کی تعداد بتلائی تھی، تب اندازہ ہوا کہ حضرت نے کن کن حدیثی مشکلات کو حل فرما دیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب اور تفردات اکابر

حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم نے اپنے مضمون حیات انور میں تحریر فرمایا کہ بعض مواقع پر حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کے تفردات کا

ذکر آتا تو پہلے ان کے علم وفضل اور تفقہ وتبحر کو سراہتے، ان کی عظمت وشان بیان فرماتے، پھران کے کلام پر بحث ونظر سے مستفید فرماتے جس میں عجیب متضاد کیفیات جمع ہوتی تھیں، ایک طرف ادب وعظمت، دوسری طرف ردوقدح، لیکن بے ادبی یا بے جا جسارت کے ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ سے بھی بچتے تھے اور راجح وصواب کے کتمان سے بھی دور رہتے تھے، ایک بار غالباً استواء علی العرش کے مسئلہ پر کلام فرمارہے تھے، حافظ ابن تیمیہ اور ان کے مسلک ودلائل کا تذکرہ آیا، پھر فرمایا کہ حافظ ابن تیمیہ جبال علوم میں سے ہیں، ان کی وقعت شان اور جلالت قدر کا یہ عالم ہے کہ اگر میں ان کی عظمت کو سراٹھا کر دیکھنے لگوں تو ٹوپی پیچھے گر جائے گی اور پھر بھی نہ دیکھ سکوں گا، لیکن باایں ہمہ مسئلہ استواء العرش میں اگر وہ یہاں آنے کا ارادہ کریں گے تو درس گاہ میں نہیں گھسنے دوں گا، اس قسم کی مثالیں انوارالباری میں بہت سی آئیں گی، ان شاءاللہ۔

ملکی سیاست میں حضرت شاہ صاحب کا مقام

ملکی سیاست میں حضرت شاہ صاحبؒ اپنے استاد محترم شیخ الہندؒ کے مسلک کے پیرو اور برطانوی حکومت کے سخت ترین مخالف تھے، جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن اعلیٰ رہے اور ہمیشہ اپنے گرانقدر مشوروں سے جمعیۃ کی رہنمائی فرمائی ۴۶ھ میں جمعیۃ علماء ہند کے آٹھویں سالانہ اجلاس پشاور کے صدر کی حیثیت سے نہایت بصیرت افروز خطبہ دیا تھا جس میں بہت اہم مذہبی وسیاسی مسائل کے محققانہ فیصلے فرمائے تھے، آپ مسلمانان ہند میں صحیح اسلامی زندگی اور دینی، علمی وسیاسی احساس وشعور پیدا کرنا علماء کا اولین فریضہ سمجھتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ

صرف دارالعلوم دیوبند کے بیس سالہ قیام میں حسب اندازہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند تقریباً دو ہزار طلبہ نے بلاواسطہ آپ سے استفادہ کیا ہے، ان میں سے بہت کم لوگوں کے حالات وہ بھی ناقص ہمارے علم میں ہیں جن کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ سینکڑوں اہم شخصیات رہ گئی ہوں گی۔

یہاں ذکری ترتیب میں تقدم وتاخر تبی ملحوظ نہیں ہے، نہ اس کی رعایت مجھ ایسے کم علم سے ممکن تھی، دوسرے یہ بھی ہوا کہ کچھ ناموں کے بعد جیسے جیسے نام اور حالات ملتے گئے، کاتب کو کتابت کے لئے دے دیئے گئے، اسی طرح بیان حالات کے نقائص پر عفو ودرگذر کی درخواست ہے حضرت شاہ صاحبؒ کے تلامذہ اگر اپنے حالات خصوصاً حدیثی خدمات وتالیفات سے مطلع فرمائیں گے تو ان کا تذکرہ آئندہ ملحق کردیا جائے گا، انشاءاللہ تعالیٰ۔

(۱) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب، رائے پوری دامت فیوضہم، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ کے اجلۂ خلفاء میں سے ہیں، ترمذی شریف وغیرہ آپ نے حضرت شاہ صاحب سے مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھی ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے حضرت شاہ صاحبؒ کے حدیثی تبحر سے استفادہ کے سلسلہ میں یہ بس ہے کہ خود فرمایا، اگر حضرت شاہ صاحبؒ کی رہنمائی نہ ہوتی تو میں غیر مقلد ہوجاتا، آپ کی ذات مجمع الکمالات ومنبع البرکات ہے اور آپ کے ظاہری وباطنی کمالات سے ہندوپاک کے ہزاراں ہزار علماء وعوام نے استفادہ کیا ہے اور کررہے ہیں۔

ہنوز آں ابر رحمت در فشان ست   خم و خم خانہ با مہر نشان ست

والحمدللہ علیٰ ذلک۔

(۲) مولانا فخرالدین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، آپ نے ۲۶ھ و ۲۷ھ (۲ سال) میں دورۂ حدیث کی کتابیں مع دیگر کتب پڑھی تھیں، ان میں سے ترمذی وبخاری شریف حضرت شیخ الہند سے اور ابوداؤد شریف، موطأ امام مالک، ہدایہ اخیرین وغیرہ حضرت شاہ صاحب سے پڑھیں اور آپ تاوقت وفات استفادہ فرماتے رہے، مرادآباد سے تشریف لاکر کئی کئی روز دیوبند قیام فرماتے، آپ سے

درس و غیر درس کے اوقات میں فیض اٹھاتے اور ذریعہ مکاتیب بھی علمی سوالات بھیج کر جوابات منگواتے تھے۔

غرض علوم انوری کا بہت بڑا حصہ آپ کے سینہ میں منتقل ہوا، چنانچہ درس بخاری کے وقت حضرت شیخ الہندؒ کے ارشادات مبارکہ کے ساتھ حضرت شیخ صاحبؒ کی تحقیقات عالیہ بھی خاص اہتمام سے بیان فرماتے ہیں، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

القول الفصیح فیما یتعلق بنصد ابواب الصحیح، القول الصحیح فیما یتعلق بمقاصد تراجم الصحیح، اسماء صحابہ (مروی عنہم) شہداء بدر واحد، (یہ دونوں رسالے منظوم ہیں) حاشیہ نسائی شریف (نامکمل) حافظ عبدالعزیز مرادآبادی اہل حدیث کی افتراپردازیوں کے جواب میں بھی مدلل رسالہ لکھا تھا اور رد اہل بدعت میں بھی قلم اٹھایا، آپ کی عمر اس وقت ۷۴ سال ہے۔

(۳) مولانا محمد عبدالرحمن صاحب کامل پوری سابق مدرس مظاہر العلوم سہارنپور و مدرسہ عالیہ اکوڑہ خٹک حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ ارشد اور حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز، علامہ محقق، فاضل اجل اور کامل شیخ طریقت ہیں۔

(۴) مولانا اعزاز علی صاحبؒ استاذ حدیث فقہ و ادب دارالعلوم دیوبند، آپ کے مناقب و کمالات درس و تربیت کے اعلیٰ معیار اور فضائل و مدائح سے علمی دنیا خوب واقف ہے، حضرت شیخ الہندؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانۂ قیام و درس دارالعلوم میں سب ہی اساتذہ آپ سے علمی استفادات اور مشکلات میں رجوع کرتے تھے، مگر مولانا موصوف کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف سے دن رات کے تمام اوقات میں بلا استثناء حاضر ہوکر استفادہ کی اجازت حاصل تھی اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ پورے انشراح قلب سے آپ کو افادہ فرماتے تھے۔

تکوینی طور پر شاید اس ترجیح و امتیاز سے یہ منفعت عظیمہ مقدر تھی کہ جب حضرت شاہ صاحب نے ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم سے قطع تعلق فرمالیا اور اکثر خصوصی تلامذہ و متعلقین (اساتذۂ دارالعلوم) بھی دیوبند سے چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد حضرت الاستاذ العلام مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے بھی اپنی مادر علمی سے جدائی گوارا فرمائی تو دارالعلوم میں علوم انوری کا سب سے بڑا نمونہ اور مثل حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ ہی کی ذات تھی جس کا فیض دارالعلوم میں آپ کے وقت وفات ۱۳۷۴ھ تک برابر جاری رہا آپ کی تصانیف نافعہ میں سے حاشیہ شرح نقایہ حاشیہ دیوان متنبی وغیرہ مشہور ہیں، والعلم عنداللہ۔

(۵) مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی سابق استاذ تفسیر، حدیث و فقہ دارالعلوم دیوبند، حال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، آپ نے بھی بکمال ذوق طلب سے حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات کو بطور جذب مقناطیسی حاصل کر کے اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں کو منور فرمایا ہے نہایت جلیل القدر محدث، مفسر، فقیہ ادیب و متکلم، صاحب تصانیف شہیرہ، واسع الاطلاع، کثیر المطالعہ، تقی و نقی، صاحب المکارم و المحامد ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ سے بیعت سلوک کا شرف و امتیاز بھی آپ کو حاصل ہے، آپ کی تصانیف میں التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۴ جلد ضخیم مطبوعہ دمشق) نہایت مقبول محدثانہ تصنیف ہے۔

آپ کی چند غیر مطبوعہ تالیفات قیمہ یہ ہیں: مقدمۃ البخاری، مقدمہ الحدیث، تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری، جلاء العینین فی رفع الیدین، الدین القیم فی الرد علی ابن القیم، تقلید و اجتہاد، نشر الدرر فی تحقیق مسئلۃ القضاء والقدر، اولویۃ الخفاء بالتامین، رکعات التراویح۔

(۶) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سابق مفتی و استاذ دارالعلوم دیوبند حال شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی و مفتی اعظم پاکستان، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص، آپ کے فیوض و کمالات سے سالہا سال استفادہ فرمایا، واسع الاطلاع، کثیر المطالعہ، کثیر التصانیف، محقق مدقق و فاضل متبحر ہیں، مذکورہ بالا تینوں حضرات سے راقم الحروف کو زمانۂ تحصیل دارالعلوم میں شرف تلمذ حاصل ہوا ہے۔

(۷) مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی (فاضل دیوبند) آپ نے تقریباً بیس سال تک دارالعلوم مئو، مظہر العلوم بنارس، مفتاح العلوم

مؤاور دارالعلوم، ندوۃ العماء، لکھنؤ میں دورۂ حدیث پڑھایا ہے، بڑے محدث، عالم فن رجال حدیث، محقق مصنف ہیں، آپ کی بہت سی تصانیف شائع شدہ ہیں، مثلاً نصرت الحدیث (رد منکرین حدیث میں) تحقیق اہل حدیث، الاعلام المرفوعہ، الازہار المربوعہ (یہ دونوں یک جائی تین طلاق دینے کی بحث میں ہیں) ارشاد الثقلین وغیرہ (ردشیعہ واہل بدعت میں) شیخ احمد محمد شاکر مصری کی تعلیقات کے ساتھ جدید الترتیب مسند احمد مصر سے چھپی ہے، تعلیقات مذکورہ پر آپ نے مواخذات کئے ہیں جن کو شیخ موصوف نے اپ کے شکریہ واستحسان کے ساتھ پندرہویں جلد کے آخر میں طبع کرادیا ہے، آپ کی تعلیقات کے ساتھ مسند حمیدی، مجلس علمی کراچی کی طرف سے حیدرآباد دکن میں زیر طبع ہے، ان کے علاوہ آپ کی غیر مطبوعہ تصنیف الحادی لرجال الطحاوی نہایت اہم ہے جس کی طباعت واشاعت بہت اہم علمی ودینی خدمت ہے۔ واللہ الموفق۔

(۸) مولانا مفتی محمود احمد صاحب نانوتوی، مفتی مدھیہ بھارت، مہوکینٹ، حدیث وفقہ اور دوسرے علوم کے جید عالم کثیر المطالعہ، واسع المعلومات محقق فاضل ہیں۔

(۹) مولانا مشیت اللہ صاحب بجنوری مرحوم، دورۂ حدیث حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھا، مگر ابتداء تحصیل سے ہی حضرت شاہ صاحبؒ سے ربط خاص اور تعلق تلمذ واستفادہ رہا، بہت واسع الاطلاع، جید عالم، متبع سنت تھے، آپ ہی کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کی بجنور زیادہ آمد ورفت اور قیام ہوا، سب سے پہلے جب آپ مولانا موصوف کے ساتھ بجنور گئے تو نو عمر سبزہ آغاز تھے، حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ صاحبؒ (تلمیذ خاص حضرت نانوتویؒ) سے ان کے ایک مصاحب خاص نے ذکر کیا کہ مولوی مشیت اللہ اس دفعہ اپنے ساتھ ایک لڑکا بھی لائے ہیں، شب کو حکیم صاحب کے ساتھ کھانے پر سب کا اجتماع ہوا اور حکیم صاحب نے شاہ صاحب سے علمی گفتگو شروع کی جو مسلسل کئی گھنٹے جاری رہی، حکیم صاحب جو خود نہایت متبحر عالم تھے حیران رہ گئے اور صبح کو ان صاحب سے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ ایک لڑکا آیا ہے وہ تو بڑوں بڑوں کے کان کترتا ہے اور بڑا جید عالم ہے۔

مولانا مشیت اللہ صاحب نے ایک دفعہ راقم الحروف سے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ سے میں نے معقول وفلسفہ کی چند کتابیں بھی پڑھی ہیں ان کا طریقہ یہ تھا کہ کتابی عبارتوں کے درپے نہ ہوتے تھے، بلکہ فن کی مہمات نہایت سہل طریقہ سے سمجھادیتے تھے، جس کے بعد اس فن کی ہر مشکل سے مشکل کتاب آسان ہوجاتی تھی۔

(۱۰) مولانا قاری محمد طیب صاحب مدیر اعلیٰ دارالعلوم دیوبند، حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم وکمالات سے غیر معمولی استفادہ فرمایا ہے، نہایت بیدار مغز، محقق مدقق، جامع معقول ومنقول کثیر التصانیف ہیں، آپ کی تقریر وتحریر میں حضرت نانوتویؒ اور علامہ عثمانیؒ کا گہرا رنگ نمایاں ہے، باوجود گوناگوں مشغولیتوں کے مشکوٰۃ شریف، حجۃ البالغہ وغیرہ کا درس دارالعلوم میں تحقیقی شان سے دیتے ہیں۔

(۱۱) مولانا سلطان محمود صاحب، سابق صدر مدرس وشیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی، حضرت شاہ صاحبؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے بڑے محقق، محدث، مفسر اور جامع معقول ومنقول ہیں۔

(۱۲) مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند واستاذ حدیث جامع ڈابھیل حضرت شاہ صاحبؒ کے اجلۂ تلامذہ میں سے نہایت ذکی، فاضل، محدث، خوش بیان مناظر ومبلغ اسلام، شیخ طریقت (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) نہایت کریم النفس، صاحب اخلاق فاضلہ ہیں، فیض الباری شرح بخاری شریف (امالی درس حضرت شاہ صاحب پر چار جلد ضخیم) کی جمع وترتیب اور اس کی محققانہ تعلیقات آپ کی علمی زندگی کا اعلیٰ شاہکار ہے، یہ کتاب عربی زبان میں مصر سے شائع ہوئی ہے، اس کے بعد ترجمان السنہ تالیف فرمائی جس میں احادیث مبارکہ کی نہایت محققانہ شرح اردو زبان میں کی، اس کی تین ضخیم جلدوں ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوچکی ہیں، باقی حصے زیر تالیف ہیں، ان کے علاوہ آپ کی دوسری بھی متعدد علمی تحقیقی تصانیف ہیں۔

(۱۳) مولانا عبداللہ شاہ صاحب لدھیانوی نقشبندی مجددیؒ، خلیفہ حضرت مولانا احمد خان صاحب کندیاں (میانوالی) حضرت شاہ

صاحب کے تلمیذ خاص اور مشہور و معروف شیخ طریقت تھے، تقریباً دو سال قبل آپ کی وفات ہوئی اور آپ خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں کے مسند نشین، آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت فیوضہم ہیں، ان دونوں بزرگوں سے بیعت کا شرف راقم الحروف کو بھی حاصل ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

(۱۴) مولانا محمد انوری صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام لائل پوری، حضرت شیخ الہندؒ کے صحبت یافتہ حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ ارشد، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دامت برکاتہم کے فیوض و کمالات روحانی سے مستفید و مستیز اور نہایت محقق متبحر عالم ہیں، آپ کی بعض تصانیف قیمہ یہ ہیں، السنن و الآثار (مجموعۂ احادیث) و آثار مؤیدہ احناف ۳ جلد ضخیم) اربعین من احادیث النبی الامین، سیرۃ النبی ﷺ ۴۰۰ صفحات، سیرۃ انور شاہ ۳۰۰ صفحات آپ نے متعدد مدارس تعلیم و تربیت بنات کے لئے قائم کئے جن سے سینکڑوں لڑکیاں دینی تعلیم سے مکمل ہو کر فارغ ہوئیں جو نہایت اہم اور خاص دینی و علمی کارنامہ ہے، بارک اللہ فی اعمالہ الخالدہ ونفع الامۃ بعلومہ النافعہ۔

(۱۵) مولانا ابو احمد عبداللہ صاحب لدھیانوی، آپ نے بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات سے سالہا سال استفادہ کیا ہے، جلیل القدر عالم ہیں، عرصہ سے گوجرانوالہ کے ایک مدرسہ عربیہ میں درس و افادہ کا محبوب مشغلہ ہے۔

(۱۶) مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ، حضرت شاہ صاحب کے ممتاز تلمیذ اور امالی درس ترمذی شریف کے سب سے پہلے مؤلف و مرتب ہیں، آپ کی "العرف الشذی" سے علماء و اساتذہ و طلبہ کو عظیم الشان نفع پہنچا، پوری کتاب علمی نوادر و جواہر پاروں کا بیش بہا خزینہ ہے، جو مطبعی اغلاط وغیرہ کے گرد و غبار سے مستور ہے، حق تعالیٰ مولانا موصوف کو اس احسان عمیم کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

(۱۷) مولانا عبدالواحد صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص مولانا عبدالعزیز صاحب مؤلف نبراس الساری و تعلیقات نصب الرایہ کے عزیز قریب، محقق عالم ہیں۔

(۱۸) مولانا سید میرک شاہ صاحب کشمیری سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و تبلیغ کالج کرنال و پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور حال شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور، جلیل القدر محدث، مفسر، محقق متبحر اور عربی زبان کے بلند پایہ ادیب ہیں۔

(۱۹) مولانا قاضی شمس الدین صاحب سابق استاذ دارالعلوم دیوبند، حال صدر مدرس مدرسہ عربیہ جامع مسجد گوجرانوالہ، حضرت شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے نہایت عالی قدر محقق، فاضل و محدث، جامع معقول و منقول صاحب تصانیف ہیں، آپ کی چند تصانیف یہ ہیں:
الہام الباری فی حل مشکلات البخاری (عربی) کشف الودود علی سنن ابی داؤد (عربی) تیسیر القرآن بتبصیر الرحمٰن (مکمل ۴ جلد بزبان اردو) وغیرہ۔

(۲۰) مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ (خلیفۂ حضرت تھانویؒ) مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، مشہور و معروف عالم مقتدا و بزرگ تھے۔

(۲۱) مولانا محمد وصی اللہ صاحب اعظمی (خلیفۂ حضرت تھانویؒ) مشہور و معروف شیخ طریقت و شریعت ہیں۔

(۲۲) مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی، ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند جامعہ ڈابھیل و مدرسہ عربیہ امروہہ وغیرہ، ایک عرصہ تک درس و تصنیف میں مشغول رہے، اونچے درجہ کی کتابیں نہایت تحقیق سے پڑھائیں، حضرت شاہ صاحب سے خصوصی استفادات بھی کئے ہیں جن کو کتابی شکل میں تالیف دینے کا ارادہ ہے۔ واللہ الموفق۔

آپ کی ملکی ملی سیاسی شاندار خدمات آب زر سے لکھے جانے کی مستحق ہیں مکارم اخلاق، خدمت خلق اور جرأت حق گوئی ہیں نمونہ سلف ہیں مشہور و مقبول تصانیف یہ ہیں: قصص القرآن (۴ جلد ضخیم) سیرۃ رسول کریم ﷺ، اسلام کا اقتصادی نظام، حفظ الرحمٰن المذہب النعمان وغیرہ۔

(۲۳) مولانا مفتی محمد عتیق الرحمٰن صاحب، عثمانی ناظم اعلیٰ ندوۃ المصنفین دہلی سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و جامعہ ڈابھیل، مدت تک درس و افتاء کی خدمات اعلیٰ پیمانہ پر انجام دیں، پھر کلکتہ میں تفسیر قرآن مجید کا درس دیتے رہے، اس کے بعد مذکورہ بالا تصنیفی ادارہ قائم کیا، جس

سے نہایت گرانقدر علمی تحقیقی تالیفات شائع ہوئیں، آپ کی علمی بصیرت، وسعت معلومات، جماعتی کاموں میں جمعیۃ علماء ہند وغیرہ کی رہنمائی واعانت، مکارم اخلاق مدح وتعارف سے مستغنی ہیں۔

(۲۴) مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی، نظام جمعیۃ علماء ہند سابق استاذ مدرسہ شاہی مراد آباد، حضرت شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے بڑے محقق عالم صاحب کمالات ظاہری وباطنی ہیں، علماء ہند کی شاندار ماضی (۵ جلد) علماء حق، دینی تعلیم کے رسائل وغیرہ، نہایت مفید علمی، مذہبی، تاریخی تصانیف کیں۔

(۲۵) مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب بی ایس سی، ایم بی بی ایس ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (مرحوم) آپ مولانا سید عبدالحی صاحب بریلوی صاحب نزہۃ الخواطر کے صاحبزادے اور مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب کے بھائی ہیں ۱۳۲۹ھ میں دورۂ حدیث دیوبند میں پڑھا، حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شاہ صاحب کے تلمیذ رشید ہیں، خود ایک مکتوب مورخہ ۱۶ دسمبر ۵۹ء میں معتمد انوریہ لائبریری دیوبند کو تحریری فرمایا کہ "حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ سے ابوداؤد پوری اور مسلم کا بڑا حصہ پڑھا تھا، ابوداؤد کے درس میں حضرتؒ جو تقریر فرماتے تھے ان میں سے اہم تقریروں کو میں قلمبند کرتا تھا اور حضرت کی خدمت میں پیش کرتا تھا، حضرت عموماً اس کی تصویب فرماتے تھے، اور اظہار خوشنودی فرماتے تھے، اور کہیں کہیں اصلاح فرمادیا کرتے تھے"۔

مسلم شریف کے درس کی بعض تقریروں کو بھی قلمبند کیا، حضرتؒ کی تقریروں میں بعض ایسے مضامین ہوتے تھے، جو حضرت سے پیشتر کسی نے وہ مضامین بیان نہیں کئے اور افسوس ہے کہ بخاری کی شرح جو حضرتؒ کے نام سے طبع ہوئی ہے اس میں بھی وہ مضامین نہیں ہیں، حضرت کی تقریروں اور شیخ الہندؒ کی بخاری وترمذی کی تقریروں کا مجموعہ میرے پاس تھا، خواجہ عبدالحی صاحب جو میرے ہم درس تھے، انہوں نے اس کی نقل بھی لی تھی اور خلیل بن محمد الیمانی نے بھی اس کی نقل کی تھی اس کے بعد کوئی صاحب یہ مجموعہ لے گئے اور وہ غائب ہوگیا"۔ عبدالعلی

نظر ناظرین ان اہم نقاط پر پہنچ گئی ہوگی جن کے باعث راقم الحروف نے مکتوب مذکور کو نقل کیا ہے، غالباً ۱۳۱۴ھ میں مولانا موصوف کے والد محترم مولانا سید عبدالحی صاحب نے علماء ومشائخ وقت کی زیارت اور علم حدیث کے خصوصی ریسرچ کے لئے دورہ فرمایا تھا جس کے مفصل حالات آپ نے "دہلی اور اس کے اطراف" میں بطور روزنامچہ قلمبند فرمائے تھے، یہ نہایت قیمتی دستاویز حضرت مخدوم ومحترم مولانا ابوالحسن علی صاحب ناظم ندوہ کے پاس محفوظ تھی کہ حضرت سید ملت فخر امت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے مطالعہ میں آئی اور آپ نے اس کو نہایت پسند فرما کر معارف میں شائع کردیا اور اب مولانا علی میاں صاحب دام فیضہم نے اس کو مستقل طور سے شائع کرادیا ہے، پوری کتاب نہایت دلچسپ اور قیمتی معلومات سے پر ہے، چند ہی روز پیشتر محترم مولانا محمد مرتضی ناظم کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے توسط سے مجھے ملی تو ایک رات کا اکثر حصہ اس کے مطالعہ میں صرف کرنا پڑا اور بغیر ختم کئے رکھنے کو جی نہ چاہا۔

یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ مولانا موصوف دیوبند ایسے وقت پہنچے تھے کہ سالانہ امتحان کا زمانہ تھا، درس حدیث کا نمونہ نہ دیکھ سکے تھے، یوں حضرت شیخ الہندؒ وغیرہ اکابر سے ملاقاتیں ہوئیں، حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، سب جگہ کے تاثرات لکھے ہیں، دہلی جا کر کافی دن رہے اور خصوصیت سے مولانا نذیر حسین صاحب کے درس حدیث میں شریک ہوئے، خاص تاثر یہ ہے کہ میاں صاحب موصوف کے درس حدیث میں کوئی تحقیقی شان نہ تھی اس کے مقابلہ میں ۱۴، ۱۵ سال کے بعد مولانا مرحوم کے صاحبزادے دیوبند کے درس حدیث کی شان بتلاتے ہیں جو اس خط کے چند ہی جملوں سے نمایاں ہے، دیوبند اور دوسری جگہوں کے درس حدیث کے امتیازات پر مستقل طور سے کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔

بات لمبی ہورہی ہے دوسری اہم بات وہ نقص ہے جو حضرت شاہ صاحب کی مطبوعہ درسی تقاریر میں ہے کہ بیشتر نوادر علمیہ قلمبند ہونے

سے رہ گئے ہیں جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر تقریر ضبط کرنے والوں نے درس ہی کے وقت حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشادات کو عربی زبان میں قلمبند کیا حالانکہ حضرت اردو میں تقریر فرماتے تھے اور فکر تعریب نے بہت سے افکار عالیہ کو نظر انداز کر دیا نیز اس ذہنی انتشار کے باعث حوالوں میں بھی گڑبڑ ہو گئی ورنہ حضرتؒ کے یہاں کسی شخص یا کسی کتاب کی طرف نسبت کا غلط ہونا تقریباً ناممکن تھا۔

راقم الحروف نے حضرتؒ کے آخری دو سال کے درس بخاری شریف کے دراسات اردو ہی میں قلمبند کئے تھے اور حضرتؒ کی خاص تحقیقات کو ضبط تحریر میں لانے کی کوشش بھی زیادہ کی تھی یہ اتفاقی طور سے توفیق الٰہی تھی ورنہ اس وقت ''انوار الباری'' جیسے کام کے لئے نہ کوئی ارادہ تھا نہ اس کی ضرورت محسوس تھی۔

(۲۶) مولانا طفیل احمد صاحب قادری مجددی، بانی دار التصنیف کراچی و سرپرست انگریزی اخبار ''یقین'' کراچی ان دونوں ذرائع سے پاک و دیگر ممالک یورپ و امریکہ وغیرہ کے لئے اعلیٰ پیمانہ پر علمی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، بہت بڑے صاحب حال وقال بزرگ ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ سے انتہائی تعلق و عقیدت رہی ہے اور دوران تعلیم میں خصوصی استفادات کئے ہیں۔

(۲۷) مولانا مفتی اسماعیل محمود بسم اللہ صاحب ڈابھیلی، مفتی و مہتمم جامعہ ڈابھیل جید عالم تھے، سالہا سال جامعہ ڈابھیل میں افتاء کی خدمات انجام دیں، حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی مرحوم کے بعد جامعہ ڈابھیل کا اہتمام بھی سنبھالا اور خوش اسلوبی سے چلایا، آپ کی وفات کے بعد جامعہ کا اہتمام کمزور ہاتھوں میں رہا، اب خدا کا شکر ہے چند سال سے محترم مولانا محمد سعید صاحب فاضل دیوبند خلف مولانا احمد بزرگ ورکن شوریٰ دار العلوم دیوبند نے زمام اہتمام سنبھال کر جامعہ کو پھر سے ترقی کے راستے پر رواں کیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحبؒ و مولانا عثمانی وغیرہ اکابر کی اس علمی یادگار کو ہمیشہ رو بہ ترقی رکھے، آمین۔

(۲۸) مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی، سابق شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل ورکن اعلیٰ مجلس علمی ڈابھیل و کراچی، حضرت شاہ صاحب کے تلمیذ ارشد و صحبت یافتہ، آپ کے علوم و معارف کے بہترین وارث علم و عمل، کردار، مکارم اخلاق و فضائل متنوعہ میں فائق القران، اعلیٰ درجہ کے ادیب و مصنف، وسعت معلومات و کثرت مطالعہ میں نہایت ممتاز، اخلاص و دیانت کے پیکر مجسم ہیں۔

راقم الحروف کو سفر حرمین و مصر و ترکی وغیرہ میں آپ کی طویل رفاقت کا شرف حاصل رہا ہے، نفحۃ العنبر من ہدی الشیخ الانور، مبسوط مقدمہ مشکلات القرآن، بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ المحاریب وغیرہ گرانقدر تالیفات شائع ہو چکی ہیں، ایک مدت سے ترمذی شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، جو حضرت شاہ صاحب و دیگر اکابر محدثین کی حدیثی تحقیقات عالیہ کا بے نظیر مجموعہ ہوگا اور مسلک حنفی کی حمایت میں حرف آخر ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۹) مولانا عبد الحق صاحب، نافع، سابق استاذ دار العلوم دیوبند و جامعہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی، نہایت بلند پایہ محقق مدقق جامع معقول و منقول ہیں کثرت مطالعہ، وسعت معلومات، اصابت رائے وغیرہ میں ممتاز ہیں۔

(۳۰) مولانا سیف اللہ شاہ صاحب کشمیری، حضرت شاہ صاحبؒ کے برادر حقیقی اور تلمیذ خاص ہیں، حضرتؒ کے زمانہ قیام دیوبند میں بڑی محنت و شوق سے تحصیل کی، عرصہ تک درس و تعلیم کا شغل بھی رہا، مطالعۂ کتب کے بہت دلدادہ ہیں۔

(۳۱) مولانا شمس الحق صاحب افغانی سابق استاذ دار العلوم دیوبند و وزیر معارف ریاست قلات، بڑے محقق و متبحر عالم جامع معقول و منقول ہیں۔

(۳۲) مولانا محمد منظور صاحب نعمانی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت شاہ صاحبؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں نہایت ذکی ذہین، محقق مدقق عالم ربانی ہیں، آپ کی علمی، دینی تبلیغی خدمات محتاج تعارف نہیں، تصانیف میں سے ''معارف الحدیث'' اہم ترین علمی حدیثی خدمت ہے۔

(۳۳) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مکی خطیب جامع مسجد چاٹگام، آپ کے دادا صاحب مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے تھے وہیں آپ کے والد ماجد اور آپ کی ولادت ہوئی، دیوبند آ کر حضرت شاہ صاحبؒ سے حدیث پڑھی، پھر لاہور رہے، حضرت شاہ صاحبؒ اور ڈاکٹر اقبال

مرحوم کے درمیان افادی تعلق قائم ہونے کا ابتدائی سبب آپ ہی بنے تھے، بہت باکمال عالم بزرگ ہیں۔

(۳۴) مولانا جلیل احمد صاحب، استاذ دارالعلوم دیوبند، آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ سے دورہ حدیث پڑھا اور حضرت شیخ الہندؒ و حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے تعلق خاص، نیز اپنے ذاتی فضل و کمال و علمی تبحر کے باعث بہت ممتاز ہیں۔

(۳۵) مولانا سید اختر حسین صاحب استاذ دارالعلوم، آپ حضرت شیخ دارالعلوم مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور دارالعلوم کے بڑے اساتذہ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

(۳۶) مولانا اسلام الحق صاحب اعظمی استاذ دارالعلوم، سابق استاذ حدیث جامعہ ڈابھیل و مدرسہ عربیہ آنند، فاضل محقق جامع معقول و منقول ہیں۔

(۳۷) مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندی استاذ دارالعلوم، درجہ علیا کے استاذ، محدث فاضل، جامع شخصیت رکھتے ہیں۔

(۳۸) مولانا قاری اصغر علی صاحب سہنسپوری، استاذ دارالعلوم، حضرت شیخ الاسلام کے معتمد خاص، درجہ ابتدائی و متوسط کی تعلیم کے بڑے ماہر و حاذق صاحب مکارم و اخلاق فاضلہ ہیں۔

(۳۹) مولانا محمد یٰسین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور (اعظم گڑھ) جامع معقول و منقول محقق و متبحر عالم ہیں۔

(۴۰) مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی، مشہور و معروف مذہبی سیاسی رہنما، عالم جلیل القدر ہیں۔

(۴۱) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی، مشہور و معروف مجلس احرار اسلام کے قائد اعظم، جہاد آزادی ہند کے بہادر جرنیل، ٹھوس علمی و مذہبی خدمات کے شیدائی، حضرت شاہ صاحب کے انتہائی پرخلوص تعلق رکھتے اور آپ کے علم و فضل پر سو جان سے قربان تھے

(۴۲) مولانا ابوالوفاء صاحب، شاہجہان پوری، مشہور و معروف خطیب و مناظر، محقق و متبحر عالم ہیں۔

(۴۳) مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہان پوری، مشہور مذہبی و سیاسی رہنما، حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بطور خادم خاص رہنے کا بھی آپ کو شرف حاصل ہے۔

(۴۴) مولانا عبدالشکور صاحب دیوبندی، مہاجر مدنی، استاذ مدرسۃ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً۔

(۴۵) مولانا فیوض الرحمٰن صاحب دیوبندی پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور۔

(۴۶) مولانا سید محمد ادریس صاحب سکھروڈوی، حضرت شاہ صاحبؒ کے جاں نثار خادم، تمام علوم و فنون میں دوست گاہ کامل رکھتے تھے، ساری عمر درس و تعلیم میں بسر کی، دارالعلوم دیوبند، جامعہ ڈابھیل اور مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھایا۔

(۴۷) مولانا محمد صدیق صاحب نجیب آبادیؒ مؤلف ''انوار المحمود'' (۲ جلد ضخیم) اس میں حضرت شیخ الہند اور حضرت شاہ صاحب کے گرانقدر درسی افادات کو بڑی محنت و کاوش سے حوالوں کی مراجعت کر کے جمع کیا، نہایت قابل قدر تالیف ہے، آپ نے عرصہ تک مدرسہ صدیقیہ دہلی میں بطور شیخ الحدیث درس دیا ہے۔

(۴۸) مولانا محمد مناظر احسن صاحب گیلانی، سابق صدر دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن، آپ کی علمی شہرت، تصنیفی مہارت اور مخصوص حیرت انگیز فضل و کمال و جامعیت سے آج کون ناواقف ہے، حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات سے بطور خاص مستفید تھے۔

(۴۹) مولانا محمد یحییٰ صاحب تھانوی سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و جامعہ ڈابھیل، آج کل کراچی کے کسی کالج میں پروفیسر ہیں، بڑے فاضل محقق جامع معقول و منقول ہیں، درسی تقریر و تفہیم میں امتیازی شہرت کے مالک، حضرت علامہ عثمانیؒ کے خادم خاص اور ان کے علوم و کمالات سے بھی مستفید تصانیف میں حضرت کے معاون و مددگار رہے ہیں۔

(۵۰) مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی (خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ) حضرت شاہ صاحبؒ کے اخص تلامذہ میں سے ہیں، نہایت خوش بیان مقرر اور جید عالم ہیں، متعدد مدارس میں درس حدیث وقرآن بھی دیا ہے۔

(۵۱) مولانا عبدالقدیر صاحب حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے محقق و متبحر عالم، جامع معقول ومنقول ہیں ایک عرصہ تک جامعہ ڈابھیل میں درس دیا، آج کل مدرسہ عربیہ فقیروالی (ریاست بہاولپور) کے شیخ الحدیث ہیں۔

(۵۲) مولانا عبدالعزیز صاحب کامل پوریؒ آپ نے بھی جامعہ ڈابھیل میں سالہا سال درس علوم دیا، جید عالم تھے۔

(۵۳) مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی ایم اے فاضل دیوبند سابق استاذ جامعہ ڈابھیل وپرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ، حال صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، حضرت شاہ صاحبؒ سے دیوبند ڈابھیل کے زمانہ میں خصوصی استفادات بھی کئے ہیں، واسع الاطلاع کثیر المطالعہ، محقق، مصنف ہیں، بہت سی مفید علمی تحقیقی کتابیں لکھیں جن میں سے ''سیرۃ صدیق اکبرؓ'' نہایت اہم ہے۔

(۵۴) مولانا حمید الدین صاحب فیض آبادی سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ واستاد حال شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ، حضرت شاہ صاحبؒ سے ڈابھیل جاکر حدیث پڑھی، محقق و متبحر عالم ہیں، کثرت مطالعہ، وسعت معلومات ودقت نظر میں ممتاز ہیں۔

(۵۵) مولانا عبداللہ خان صاحب کرتپوری شاہ صاحبؒ کے زمانۂ دیوبند کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، حدیث رجال کے بڑے عالم، کثیر المطالعہ، دقیق النظر ہیں، متعدد تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں، آج کل رسالہ برہان دہلی میں آپ کا ایک نہایت اہم تحقیقی مضمون ''نماز وقت خطبہ'' پر شائع ہو رہا ہے، جو کتابی صورت میں بھی شائع ہوگا، ان شاء اللہ، درسی وتصنیفی مشغلہ نہ ہونے پر بھی اس قدر استحضار وشان تحقیق، علوم انوری کی نمایاں برکات وکرامات سے ہے۔

(۵۶) مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی، حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانۂ ڈابھیل کے تلمیذ خاص، حضرت مولانا حسین علی صاحب کے مسترشد وخلیفۂ ارشد ہیں (گویا راقم الحروف کے پیر بھائی) راولپنڈی میں بڑے پیمانہ پر درس قرآن وحدیث دیتے ہیں، توحید وسنت کے بہت بڑے علمبردار ہیں، ہر سال رمضان میں درس قرآن مجید کی شرکت کے لئے تین چار سو طلبہ جمع ہوتے ہیں۔

(۵۷) مولانا ڈاکٹر مصطفیٰ حسن صاحب علوی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی وممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، محقق عالم اور بلند پایہ ادیب ومنصف ہیں۔

(۵۸) مولانا سید احمد صاحب سیتاپوری سابق صدر مدرس عربیہ معینیہ اجمیر، حال صدر مدرس وشیخ الحدیث مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی، محقق مدقق، جامع معقول ومنقول ہیں۔

(۵۹) مولانا محمد یوسف صاحب کشمیری، میر واعظ، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور خصوصی مستفید، سفر کشمیر کے وقت بیشتر اوقات حضرتؒ کے ساتھ گزارتے تھے، ''تنویر المصابیح'' تصنیف فرمائی۔

(۶۰) مولانا غلام غوث صاحب سرحدی، حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانہ دیوبند کے تلامذہ میں سے امتیازی مستفید تھے۔

(۶۱) مولانا حامد الانصاری غازی سابق مدیر مہاجر دیوبند، مدینہ بجنور وجمہوریت بمبئی، حال ناظم جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی واسع الاطلاع، کثیر المطالعہ، محقق، مورخ اور قومی وصحافتی زندگی کے مرد مجاہد وغازی۔

(۶۲) مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب سملکی، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ رشید، آپ کے علوم ومعارف کے عاشق صادق اور ان کی نشر و اشاعت کے انتہائی گرویدہ ومشتاق مجلس علمی ڈابھیل ثم کراچی کے بانی وسرپرست، جس کی نشریات عالیہ آپ کے بلند پایہ علمی ذوق کی شاہد ہیں۔

دارالعلوم دیوبند وجامعہ ڈابھیل کی ترقی وبہبود کے لئے ہمیشہ متوجہ رہے اور مالی سرپرستی کی، افریقہ میں اسلامی انسٹیٹیوٹ واٹرفال قائم کر کے عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام فرمایا، آپ کے مآثر ومفاخر کا تفصیلی تذکرہ اس لئے نہیں کرتا کہ ''انا بالوشاۃ

اذاذکرتک اشبہ" تاتی الندی وتداع عنک فکرہ کے مطابق آپ اس کو ناپسند کریں گے۔

(۶۳) مولانا اسماعیل یوسف صاحب گارڈی ڈابھیلی، افریقہ کے بہت بڑے تاجر، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ رشید وعقیدت مند، علمی دینی خدمات سے ہمیشہ دلچسپی رکھتے ہیں، دارالعلوم دیوبند، جامعہ ڈابھیل وغیرہ دینی اداروں کی مالی سرپستی میں پیش پیش رہتے ہیں، بلند علمی مذاق ہے، قرآن مجید کے کچھ حصہ کی انگریزی زبان میں تفسیر بھی لکھ کر شائع کی ہے، اپنے دو صاحبزادوں کو عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں حضرات کے علاوہ افریقہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کے دوسرے چند قابل ذکر تلامذہ یہ ہیں۔

(۶۴) مولانا مفتی ابرہیم صاحب سنجالوجی (۶۵) مولانا محمد ایکھلوایا ڈابھیلی (۶۶) مولانا ڈی ای بیرا صاحب (۶۷) مولانا محمد اسماعیل ناناسملکی (ناظم جمعیۃ علماء ٹرانسول) (۶۸) مولانا محمد اسماعیل صاحب کاچھوی مرحوم (۶۹) مولانا موسیٰ بھام جی صاحب (۷۰) مولانا محمد صالح منگیرا (۷۱) مولانا نعمانی ان سب حضرات نے افریقہ میں اہم دینی علمی خدمات انجام دی ہیں، ان کے بعد چند خصوصی تلامذۂ ہندوپاک کے اسماء گرامی قلت گنجائش کے باعث بغیر ذکر حالت درج کئے جاتے ہیں۔

(۷۲) مولانا محمد تقی صاحب دیوبندی (۷۳) مولانا محمود الرحمٰن صاحب جالونی (۷۴) مولانا یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندی (۷۵) مولانا محمد مسلم صاحب دیوبندی (۷۶) مولانا حکیم عبدالقادر صاحب (۷۷) مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب سرونجی قاضی محکمۂ امور مذہبی بہاولپور (۷۸) مولانا اسرارالحق صاحب گنگوہی استاد جامعہ عباسیہ بہاولپور (۷۹) مولانا سید جمیل الدین صاحب میرٹھی استاذ جامعہ عباسیہ بہاولپور (۸۰) مولانا حکیم اعظم علی صاحب بجنوری (۸۱) مولانا احمد اشرف صاحب مہتمم مدرسہ اشرفیہ راندیر (سورت) (۸۲) مولانا محمد آفاق صاحب سکروی (۸۳) مولانا محبوب الٰہی صاحب منگلوری استاذ دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار (۸۴) مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی استاذ جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی (۸۵) مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی پروفیسر دینیات جامعہ ملیہ دہلی (۸۶) مولانا محمد دحیہ صاحب عثمانی پانی پتی (۸۷) مولانا فصیح الدین صاحب بہاری (۸۸) مولانا محمود الحسن صاحب گیاوی (۸۹) مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی (۹۰) مولانا شائق احمد صاحب عثمانی اڈیٹر عصر جدید کراچی (۹۱) مولانا محمد طاہر صاحب قاسمیؒ (۹۲) مولانا محمد یعقوب صاحب چاٹگام (۹۳) مولانا فیض اللہ صاحب چاٹگام (۹۴) مولانا عبدالوہاب چاٹگام (۹۵) مولانا محمد یٰسین صاحب برما (۹۶) مولانا ریاست علی صاحب آسام (۹۷) مولانا تاج الاسلام صاحب کمرلا (۹۸) مولانا اظہر علی صاحب سلہٹ (۹۹) مولانا ریاست علی صاحب لکچرر انجمن ہائر سکنڈری سکول جبل پور (۱۰۰) مولانا احسان اللہ خان صاحب تاجور (۱۰۱) مولانا عبدالرحمٰن صاحب شکری غازی پوری (۱۰۲) مولانا حکیم محمد اسماعیل صاحب دہلوی رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند وصدر طبی بورڈ نور گنج دہلی (۱۰۳) مولانا حکیم عبدالجلیل صاحب دہلوی پروفیسر جامعہ طبیہ قرولباغ دہلی (۱۰۴) مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ مفتاح العلوم مئو (اعظم گڑھ) (۱۰۵) مولانا محمود احمد صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ لہرایا سرائے (دربھنگہ) (۱۰۶) مولانا نثار احمد صاحب انوری، مدھوبن (دربھنگہ) (۱۰۷) مولانا شاہ محمد عثمان غنی صاحب پھلواری شریف (۱۰۸) مولانا محمود اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ بڑھ کڑا، ڈھاکہ (خلیفہ حضرت تھانویؒ) (۱۰۹) مولانا سید آل حسن صاحب رضوی دیوبندی مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ (۱۱۰) مولانا محمد یوسف صاحب جونپوری (۱۱۱) مولانا خواجہ عبدالحی صاحب استاذ تفسیر و دینیات جامعہ ملیہ دہلی (۱۱۲) مولانا سید محمد عبدالعزیز صاحب ہاشمی جہلمی خطی بلدیہ لاہور چھاؤنی (۱۱۳) مولانا محمد مظفر حسین صاحب عربک ٹیچر چکوال (جہلم) (۱۱۴) مفتی محمد خلیل صاحب استاذ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ (۱۱۵) حافظ محمد صادق صاحب خطیب جامع مسجد ٹپولیان لاہور

(۱۱۶) حکیم ڈاکٹر محمد اختر علی صاحب اختر رضوی مہاجر مدنی (۱۱۷) مولانا محمد امین صاحب خطیب جامع مسجد و مہتمم مدرسہ عربیہ دارالعلوم امینیہ جڑانوالہ (۱۱۸) مولانا عبدالغنی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن کوہاٹ (۱۱۹) مولانا عبدالقیوم صاحب آروی، سید پور ضلع رنگپور (مشرقی پاکستان) (۱۲۰) مولانا فقیر محمد صاحب ہزاروی پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج ڈیرہ اسماعیل خان (۱۲۱) مولانا سید احمد صاحب بھوپالی (۱۲۲) مولانا شبیر علی صاحب تھانوی (۱۲۳) مولانا محبوب الٰہی صاحب دیوبندی (۱۲۴) مولانا محمد اشفاق صاحب رائے پوری (۱۲۵) مولانا غلام مرشد صاحب شاہ پوری (۱۲۶) مولانا حکیم محفوظ علی صاحب گنگوہی ثم دیوبندی (۱۲۷) مولانا حمیدالدین صاحب ناظم مدرسہ تجوید القرآن سنبھل (۱۲۸) مولانا محمد حسین صاحب کلکتوی (۱۲۹) مولانا انوارالحق صاحب اعظم گڑھی (۱۳۰) مولانا علی محمد صاحب سورتی (۱۳۱) مولانا نورالدین صاحب بہاری (۱۳۲) مولانا عبدالخالق صاحب پشاوری (۱۳۳) مولانا عبدالقیوم صاحب، خطیب جامع مسجد نیوٹاؤن کراچی) (۱۳۴) مولانا حشمت علی صاحب گلاوٹھی (۱۳۵) مولانا محمد یحیٰی صاحب لدھیانوی (۱۳۶) مولانا حبیب اللہ صاحب بہاول پوری (۱۳۷) مولانا لطف اللہ صاحب پشاوری (۱۳۸) مولانا محمد جمیل صاحب بڑھانوی (۱۳۹) مولانا عبدالحی حقانی مدیر نصرت، حقانی چوک رام باغ کراچی (۱۴۰) مولانا محمد رفیع صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی (۱۴۱) مولانا احمد علی صاحب گجراتی، ایم اے مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول گجرانوالہ (۱۴۲) مولانا قاری حکیم محمد یامین صاحب سہارنپوری، سابق مدرس دارالعلوم وڈابھیل (۱۴۳) مولانا عبدالکبیر صاحب کشمیری پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم سرینگر (۱۴۴) مولانا حمید احمد صاحب نہٹوری، حیدرآبادی (۱۴۵) مولانا سید احمد صاحب مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند (۱۴۶) مولانا عبدالصمد صاحب بنگلور (۱۴۷) مولانا محمد معصوم صاحب میانوالی (۱۴۸) مولانا حشمت علی صاحب سوارنپوری (۱۴۹) مولانا عبدالقیوم صاحب خطیب جامع مسجد ہری پور، ہزارہ (۱۵۰) مولانا غلام نبی صاحب جلال آباد (کشمیر) (۱۵۱) مولانا مقصود علی خان صاحب سنبھلی استاذ حدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد (۱۵۲) مولانا حمید حسن صاحب دیوبندی مفتی ریاست مالیرکوٹلہ (۱۵۳) مولانا انوارالحسن صاحب شیرکوٹی (۱۵۴) مولانا مظفرالدین صاحب مرادآبادی (۱۵۵) مولانا سعید احمد صاحب گنگوہی استاذ دارالعلوم دیوبند (۱۵۶) مولانا حبیب اللہ صاحب سلطان پوری استاذ ندوۃ العلماء لکھنو (۱۵۷) مولانا ضیاء الدین صاحب سیوہاروی (۱۵۸) مولانا خان محمد صاحب ڈیرہ غازی خان (۱۵۹) مولانا عبدالشکور صاحب اعظمی (۱۶۰) مولانا کفیل احمد صاحب حبیب والوی استاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ (۱۶۱) مولانا عبدالجلیل صاحب ہزاروی (۱۶۲) مولانا احمد نور صاحب سابق استاذ دارالعلوم دیوبند مدرسہ شاہی مرادآباد وغیرہ (۱۶۳) راقم الحروف احقر سید احمد رضا بجنوری عفا اللہ عنہ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی اولاد واعزہ:

حضرت مولانا محمد معظم شاہؒ کے سات صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں سب سے بڑے مولانا محمد یٰسین شاہ صاحب تھے، وہ بڑے ذکی، فہیم عالم وشاعر تھے، ان کا انتقال بعمر ۳۳ سال حضرت شاہ صاحبؒ کے قیام مدرسہ امینیہ کے زمانہ میں ہوگیا تھا جس کی وجہ سے آپ ۱۳۲۰ھ میں دہلی سے کشمیر واپس ہو گئے تھے، دوسرے بھائیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا عبداللہ شاہ صاحب، مولانا سلیمان شاہ صاحب، محمد نظام الدین شاہ صاحب، مولانا سیف اللہ شاہ صاحب (فاضل دیوبند) محمد شاہ صاحب۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات سے کچھ عرصہ بعد حضرت والد ماجدؒ کی وفات ایک سو کچھ سال کی عمر میں ہوئی، پھر چند سال بعد مولانا سلیمان شاہ صاحب کا وصال ہوا، اب الحمد للہ باقی بھائی اور دو بہن بھی زندہ ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں، ان سب میں بڑی صاحبزادی عابدہ خاتون تھیں، ان کا

اور منجھلے صاحبزادے محمد اکبر شاہ کا بعمر جوانی انتقال ہوا، مرحومہ عابدہ خاتون کا عقد مولوی محمد شفیق صاحب سلمہ بجنوری سے ہوا تھا۔

بڑے صاحبزادے حافظ محمد ازہر شاہ قیصر سلمہ، عرصہ سے مدیر رسالہ ''دارالعلوم'' ہیں جو کامیاب مدیر و مضمون نگار ہیں، ان کے تین صاحبزادے، محمد اطہر، محمد راحت، محمد نسیم اور دو صاحبزادیاں ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ۔

چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد انظر شاہ صاحب سلمہ، دارالعلوم میں طبقۂ وسطیٰ کے لائق استاذ اور فاضل محقق و مصنف ہیں، ان کے ایک صاحبزدے احمد اور دو صاحبزادیاں ہیں، سلمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی چھوٹی صاحبزادی، راشدہ خاتون کے پانچ بچے محمد ارشد، محمد اسعد، محمد امجد، محمد اعبد، محمد اسجد اور دو بچیاں ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ۔

فقیر حقیر راقم الحروف کو حضرتؒ کے خویش ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عمر ۵۹ سال ۳ ماہ اور پانچ دن ہوئی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ورضی اللہ عنہ وارضاہ۔

۴۴۶-الشیخ المحدث ابوالعلی محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم المبارک پوریؒ م ۱۳۵۳ھ

علماء اہل حدیث میں سے عالی مرتبت عالم محدث تھے آپ کی کتاب تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی شریف چار جلدوں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے، نیز ''تحقیق الکلام فی وجوب القرأۃ خلف الامام'' دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے، یہ دونوں کتابیں راقم الحروف کے مطالعہ میں ہیں اور ''انوارالباری'' کے علمی ابحاث میں آپ کی تحقیقی کاوشوں کا ذکر آتا رہے گا، ان شاء اللہ۔

مولاناؒ کی علمی حدیثی خدمات نہایت قابل قدر ہیں، جس طرح شیخ محدث علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ کی حدیثی خدمات شرح ابی داؤد اور تعلیقات دارقطنی وغیرہ عظیم المرتبت ہیں، مگر مسائل خلافیہ میں جو بیجا تعصب، تنگ نظری و ناانصافی سے ان دونوں حضرات نے کام لیا ہے وہ ان کے شایان شان نہ تھا، مثلاً مقدمۂ تحفۃ الاحوذی فصل سابع میں ''شیوع علم الحدیث فی ارض الہند'' کے تحت لکھا کہ ''حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ نے ہجرت فرمائی تو اپنا جانشین فرزد ماں، قطب اداں، شیخ العرب والعجم مولانا نذیر حسین صاحبؒ کو بنایا''۔

حالانکہ ہم نے پہلے بتلایا ہے کہ جانشین بنانے کی بات کسی طرح نہیں بن سکتی، یوں مولاناؒ کی خدمات درس حدیث وغیرہ سے کون انکار کرسکتا ہے، پھر ان کے بعد نشر علم حدیث کے سلسلہ میں صرف شیخ حسین خزرجی یمانی کا ذکر کے فصل شیوع حدیث کو ختم کر دیا اور دوسری طرف علماء دہلی، دیوبند، سہارنپوری، رام پور، لکھنو، پنجاب و سندھ وغیرہ وغیرہ نے جو اس سلسلہ کی خدمات انجام دیں ان سب کا ذکر حذف کر دیا گیا۔

بارہویں فصل میں ان آئمہ حدیث کا ذکر کیا جن کا ذکر امام ترمذیؒ نے جرح و تعدیل کے سلسلہ میں کیا ہے، لیکن امام اعظم کا تذکرہ اڑا دیا، حالانکہ امام ترمذی نے علل میں امام صاحبؒ کا قول جرح و تعدیل میں نقل کیا ہے جس کا اعتراف خود مولانا مبارک پوری نے بھی ص ۲۰۸ و ۲۰۹ میں کیا ہے، ص ۲۳۶ میں امام وکیع (تلمیذ امام اعظمؒ) کے مناقب لکھے، مگر جہاں یہ ذکر آیا کہ وہ امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، تو اس کی ایک دوراز کار تاویل کی گئی اور اشعار والی بات بھی دہرادی گئی جس کی تحقیق ہم پہلے کر چکے ہیں۔

تحفۃ الاحوذی میں مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام پر بہت زور صرف کیا، اسی طرح دوسرے خلافی مسائل میں اور فاتحہ پر مستقل کتاب بھی لکھ ڈالی اور حنفیہ کو خاص طور سے ہدف بنا کر ان کی ہر دلیل کے کئی کئی جوابات گنائے ہیں، چونکہ نماز کا مسئلہ نہایت اہم دینی مسائل میں سے ہے، اس لئے عوام کو حنفیہ کے خلاف بھڑکانے میں اس مسئلہ سے متعصب غیر مقلدین نے ہمیشہ کام لیا ہے، حالانکہ حنفیہ کا مسلک اس مسئلہ میں بھی قوی ہے، اول تو خود امام بیہقی وغیرہ سب ہی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف زمانۂ اصحاب سے اب تک رہا ہے، بہت

سے صحابہ کرام قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں اور بہت سے ترک قرأۃ کو ترجیح دیتے تھے۔

پھر صرف حنفیہ کو مطعون کرنے کا کیا مقصد ہے؟ دوسرے یہ کہ جہری نمازوں میں بڑے بڑے ائمہ مجتہدین ومحدثین مثلاً امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام زہریؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ، اسحٰق بن راہویہ وغیرہ امام اعظم کے ساتھ ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت فاتحہ نہ کی جائے، پیشوائے اہل حدیث صاحب عون المعبود نے بھی ص ۳۰۷ ج ۱ میں اس کو تسلیم کیا ہے، اس کے بعد امام صاحب اور امام سفیان ثوری، سری نمازوں میں بھی ترک کو ترجیح دیتے ہیں جس کی بہترین وجوہ حضرت نانوتویؒ نے توثیق الکلام میں حضرت شیخ الہندؒ نے ایضاح الادلہ میں اور حضرت شاہ صاحبؒ نے فصل الخطاب میں تحریر فرمادی ہیں جن کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ایک منصف مزاج انسان حنفی مسلک کو دل وجان سے عزیز رکھنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

یہاں علامہ مبارک پوری کے تذکرہ کی مناسبت سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ نے ۲۵۷ ج ا تحفۃ الاحوذی میں خود لکھا ہے کہ ''علامہ عینی سے غلطی ہوئی کہ عبداللہ بن مبارک کو وجوب قرأت خلف الامام کے قائلین میں شمار کیا، حالانکہ وہ وجوب مذکور کے قائل نہ تھے اور اسی طرح امام مالک وامام احمد بھی تمام نمازوں میں وجوب قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل نہ تھے''۔

لیکن علامہ نے تحقیق الکلام ص ۱۰۱ ج ا کے حاشیہ میں امام احمد کو قائلین وجوب میں لکھ دیا ہے اور وہاں حافظ عینی کا قول مذکور اس کی تائید میں نقل کردیا ہے جس کی غلطی کا اظہار خود بھی تحفۃ الاحوذی میں کیا ہے، امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ ''جزء القرأۃ خلف الامام'' میں بھی اس مسئلہ پر جم کر بحث کی ہے جو قابل دید ہے، راقم الحروف کو متعدد بار اس کو بغور وتامل مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے، فصاعداً پر جو کچھ امام بخاریؒ نے کلام کیا ہے اس کا کافی وشافی جواب حضرت شاہ صاحبؒ نے ''فصل الخطاب'' میں دیا ہے جس کا سہل انداز میں خلاصہ انوارالباری میں پیش ہوگا، ان شاء اللہ، دوسری ایک اہم تنبیہ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے فصل کے ص ۳۶ پر یہ کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا مذہب مختار بھی (جن کی روایات اور قول وعمل کی اس مسئلہ میں بڑی (اہمیت ہے) جہری نماز میں ترک قرأت ہی تھا اور اس کو امام بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں سے نقل کیا ہے، وہ دونوں جہری نمازوں کے علاوہ دوسری نمازوں میں قرأت کا حکم فرماتے تھے اور اسی طرح امام بیہقی کی کتاب القرأۃ میں بھی ہے مگر امام بخاری کے رسالہ جزء القرأۃ (ص ۲۹ سطر ۱۶) میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول غلط نقل ہوگیا ہے کہ اس سے جہری نماز میں قرأت ثابت ہوتی ہے اور اسی سے شیخ شمس الحق عظیم آبادی نے سنن دار قطنی کے حاشیہ التعلیق المغنی ص ۱۲۴ سطر ۲۸ میں بھی یہی غلط قول نقل کردیا ہے۔

بات لمبی ہوگئی بتلانا صرف یہ تھا کہ ان حضرات نے تعصب سے کام لیا ہے، حتیٰ کہ حدیث کی قوت وضعف کے لئے رجال پر بحث کرتے ہوئے بھی یہ کمزوری نمایاں ہوجاتی ہے، مثلاً روایت اذا جاء احدکم الاما یخطب فلیصل رکعتین قبل ان یجلس کے شذوذ کو رفع کرنے کے لئے روح بن القاسم کی متابعت سے مدد لی گئی اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا کہ دار قطنی میں روح بن القاسم کی روایت موجود ہے، حلانکہ اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن بزیغ ہیں جو ضعیف ہیں۔

نیز روایت مذکورہ یحییٰ بن غیلان سے بھی ہے جو مجہول الحال ہیں، مگر علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے یہاں ان دونوں کے حال سے سکوت فرمایا پھر کتاب الزکوٰۃ میں جب کسی دوسری روایت کے سلسلہ میں یہ دونوں راوی آئے تو وہاں دونوں کی تضعیف فرمادی۔

مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۲ ج ا میں ہے کہ امام احمد نے فرمایا ''ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو نہیں سنا جو یہ کہتا ہوں کہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں جو مقتدی قرأت نہ کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی'' اور یہ بھی فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں، آپ کے اصحاب اور تابعین ہیں، یہ امام مالک (اہل حجاز میں) ثوری (اہل عراق میں) اوزاعی (اہل شام میں) لیث (اہل مصر میں) ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت نہیں کی، اس کی نماز باطل ہے''۔

علامہ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں فرمایا کہ آیت اذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا میں یہ حکم عام ہے پھر اگر اس کو صرف خارج

صلوٰۃ پر محمول کریں گے تو قطعاً باطل ہے کہ اسکا کوئی بھی قائل نہیں کہ نماز میں تو سنو نہیں، نماز سے خارج پڑھا جائے تو سنا کرو، حالانکہ نماز میں متابعت امام کے تحت اس کی قرأت سننا اور خاموش رہنا تکمیل اقتداء کیلئے اولیٰ وافضل بھی ہے، پھر جب کہ کتاب وسنت اور اجماع سے یہی ثابت ہے کہ استماع افضل ہے قرأت سے (تو مقتدی کے حق میں) امام کے پیچھے خود قرأت کرنے کا درجہ ادنیٰ ہے اور استماع کا درجہ افضل و اعلیٰ ہے پس اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کا امر کرنا کیسے جائز ہوگا"۔ (فتح الملہم ص ۲۱ ج ۲)

علامہ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ من کان لہ امام فقراء ۃ الامام لہ قراء ۃ ایسی مرسل حدیث ہے جس کی تائید ظاہر قرآن وسنت سے ہو رہی ہے اور اس کے قائل جماہیر اہل علم صحابہ وتابعین میں سے ہیں اور خود اس کا ارسال کرنے والے اکابر تابعین میں سے ہیں اور ایسی مرسل باتفاق ائمہ اربعہ وغیرہم حجت ہے۔

یہ بھی علامہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے کہ مشہور مذہب امام احمد کا سری نماز میں بھی استحباب قرأت خف الامام ہے، وجوب نہیں ہے (فصل الخطاب)

اکثر مالکیہ وحنابلہ کا مذہب سریہ میں صرف استحباب قرأۃ ہے وجوب نہیں ہے (فصل ص ۹۸)

ص ۹۷ علامہ ابن وہب کا مذہب بھی سریہ میں عدم وجوب ہی ہے (فصل الخطاب ص ۹۷)

علامہ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں سکتات میں قرأت کو بھی کافی قوت کے ساتھ ضعیف قرار دیا ہے، (فصل الخطاب ص ۸۶ پر بھی علامہ نے لکھا کہ استماع قرأت امام اور اس کو خاموش ہو کر سننے کا حکم قرآن وحدیث صحیح سے ثابت ہے اور فاتحہ سے زائد قرأت نہ کرنے کے بارے میں اجماع امت بھی ہے اور یہی قول در بارۂ قرأت فاتحہ وغیرہ صحابہ وتابعین وغیرہم میں سے جماہیر سلف کا بھی ہے، پھر یہی ایک قول امام شافعی کا بھی ہے، جس کو ان کے حذاق اصحاب امام رازی ابومحمد بن عبدالسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہے، کیونکہ قرأت مع جہر امام منکر، مخالف کتاب وسنت اور عامہ صحابہ کے طریقہ کے بھی خلاف ہے آہ (فصل الخطاب ص ۹۳)

محدث ابن ابی شیبہ نے بھی نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے جو نئی بات منظر عام پر آئی وہ قرأت خلف الامام تھی، ورنہ پہلے دور کے عام طور سے قرأت نہ کرتے تھے (ص ۷۸ فصل) اور علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کو یہ سب حضرات بھی ائمہ محدثین مانتے ہیں اور ان سب کا مذہب اس بارے میں وہی ہے جو امام اعظمؒ کا ہے لہذا جو کچھ ایرادات واعتراضات ہوں گے ان سب کا ہدف صرف حنفیہ نہیں بلکہ یہ سب حضرات بھی ہوں گے ضرورت ہے کہ اس قسم کے رویہ میں تبدیلی ہو کر حدیثی خدمات کو ذاتی واجتماعی نظریات سے، بہت بلند ہو کر انجام دیا ہے، واللہ الموفق۔

علامہ مبارک پوری نے تحقیق الکلام کی دو جلدوں میں حنفیہ کی ایک ایک دلیل کا ذکر کر کے اس کو گرانے کی سعی لا حاصل کی ہے، اس کا تحلیلی جائزہ کسی دوسری فرصت میں مناسب ہے مگر ایک جگہ امام اعظمؒ کی توثیق وتضعیف کو موضوع بحث بنا کر آپ نے اپنے رنگ تعصب و تنگ نظری کو بہت ہی نمایاں کر دیا ہے، اس سلسلہ میں آپ نے صاحب دراسات علامہ محدث شیخ معین سندیؒ سے نقل کیا کہ امام صاحب کے بارے میں قابل ذکر اور مفصل جرح امام بخاری کی ہے اور وہ ارجاء کی ہے، پھر علامہ موصوف نے جو حق دفاع تہمت ارجاء کے بارے میں ادا کیا ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ سمجھ کر کہ ارجاء کے بارے میں جرح کا جواب پورا ہو چکا ہے، علامہ مبارک پوری نے یہ نئی اپج پیدا کی کہ درحقیقت یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ امام بخاری کی جرح مفصل کا تعلق ارجاء سے ہے، کیونکہ مرجئہ سے تو خود امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایات لی ہیں، البتہ امام موصوف کا منشاء امام صاحب کا سوحفظ ہے اور اسی کی وجہ سے سکتوا عن رأیہ وحدیثہ کا جملہ کہا ہے۔

علامہ مبارک پوری نے امام صاحب پر جرح کو قوی کرنے کیلئے امام بخاری پر رکھ کر یہ پہلو زور دار سمجھا ہے جو چند در چند وجوہ سے کمزور ہے، اول تو امام صاحب کی قوت حفظ واتقان کے شاہدین عدل متقدمین میں بکثرت موجود ہیں اور اس دور میں کسی نے بھی امام صاحب کی طرف سوء حفظ کو منصوب نہیں کیا، دوسرے یہ کہ امام صاحب کی مسانید میں سینکڑوں کبار حفاظ حدیث نے آپ سے روایت کی ہے جس طرح

ہر دور کے لاکھوں، کروڑوں علماء، صلحاوعوام امت محمدیہ نے آپ کی رائے کا اتباع کیا، کیا کسی سی الحفظ محدث سے اس طرح روایت حدیث کی کوئی مثال بتلائی جاسکتی ہے، تیسرے یہ کہ حافظ ابن حجر نے نزہۃ النظر میں تصریح کی ہے کہ سوء حفظ کی وجہ سے جرح کسی پر اس وقت کی جاسکتی ہے کہ اس کی نصف سے زیادہ روایات میں سوء حفظ کے شواہد موجود ہوں، پھر جب کہ امام صاحب کی کسی ایک روایت پر بھی ایسا نقد آج تک نہیں ہوا، تو آپ کی ہزاروں روایات میں سے نصف یا نصف سے زیادہ کے بارے میں اس قسم کا دعویٰ کون کرسکتا ہے، شاید علامہ مبارک پوری کے تلامذہ میں سے کوئی صاحب اس کمی کو پورا کریں۔

۴۴۷-الشیخ المحدث ابوسعید محمد عبدالعزیز بن مولانا محمد نور حنفیؒ متوفی ۱۳۵۹ھ

گوجرانوالہ (پنجاب) کے مشہور علامۂ محدث تھے، حدیث میں حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے تلمیذ تھے، حضرت مرشد مولانا حسین علی صاحب نقشبندیؒ سے تلمذ حدیث و بیعت سلوک دونوں کا شرف حاصل تھا، آپ نے ''نبراس الساری علی الطرف البخاری'' کی تالیفات کی جس کی ابتداء اپنے حدیثی شغف کے تحت کی تھی، مگر تکمیل حضرت پیر مرشد موصوفؒ اور حضرت شاہ صاحب علامہ کشمیریؒ کے ارشاد پر کی کیونکہ اس اہم حدیثی خدمت کی طرف ان دونوں حضرات کو بڑی توجہ تھی۔

آپ نے اس قیمتی تالیف میں صحیح بخاری شریف کا مکمل انڈکس بنادیا ہے جس کے ایک حدیث کے متعدد ٹکڑوں کو جو مظان وغیر مظان میں درج ہوئے ہیں باب وصفحہ سے فوراً دریافت کیا جاسکتا ہے، اور ساتھ ہی فتح الباری وعمدۃ القاری کے حوالے بھی درج کئے ہیں، اس کی کتابت بھی آپ نے خود ہی کی تھی، تاکہ کتاب پیشہ ور کاتبوں کی اغلاط سے محفوظ رہے، افسوس ہے کہ کتاب مذکور اب نادر ونایاب ہے، تقریباً ایک سال کی تلاش کے بعد راقم الحروف کو اس کا ایک نسخہ دستیاب ہوسکا۔

نصب الرایہ للزیلعی (مطبوعہ مصر) شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل کی بھی تصحیح وتحشیہ ابتداء میں آپ نے ہی کیا تھا جس کے لئے راقم الحروف نے گوجرانوالہ حاضر ہوکر گفتگو کی تھی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۴۸-الشیخ المحدث العارف حکیم الامۃ مولانا اشرف التھانوی حنفی قدس سرہ م ۱۳۶۲ھ

مشہور ومعروف عالم ربانی، علامۂ محدث، مفسر، فقیہ وشیخ طریقت تھے، ولادت ماہ ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ میں ہوئی، حفظ قرآن وتکمیل فارسی کے بعد ابتدائی عربی تعلیم حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ سے حاصل کی جو جامع علوم ظاہری وکمالات باطنی تھے، ان کی صحبت مبارکہ کا ادنیٰ اثر یہ تھا کہ آپ بچپن سے ہی تہجد پڑھنے لگے تھے، تکمیل کے لئے آپ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند پہنچے اور پانچ سال وہاں رہ کر ۱۳۰۱ھ میں بعمر بیس سال تمام علوم سے فراغت حاصل کی، آپ نے زیادہ کتابیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور حضرت مولانا شیخ الہندؒ سے پڑھی ہیں لیکن حضرت نانوتوی کے درس جلالین میں بھی کبھی کبھی شرکت کرتے تھے۔

۱۳۰۱ھ کے آخر میں اہل کانپور کی درخواست پر مدرسہ فیض عام کانپور کے صدر مدرس ہوئے، کچھ عرصہ بعد آپ نے مدرسہ جامع العلوم قائم کیا اور اس کی صدارت فرمائی، اس طرح تقریباً ۱۴ سال درس وتدریس میں مشغول رہے، ۱۳۱۵ھ میں ترک ملازمت کرکے تھانہ بھون کی خانقاہ امدادیہ کو آباد کیا ۱۲۹۹ھ میں بحالت قیام دیوبند ذریعہ خط شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے تھے، دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور دوسری بار حج کے بعد ۶ ماہ حضرت حاجی صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر کمالات باطنی سے دامن بھرا، حضرت گنگوہیؒ آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے حاجی صاحب کا کچا پھل پایا تھا، تم نے پکا پھل پایا اور کامیاب ہوئے۔

غرض نے آپ نے ۴۷ سال تک مسند تلقین وارشاد پر متمکن رہ کر ایک عالم کو اپنے فیوض ظاہری وباطنی سے سیراب کیا، آپ کے بے

شمار مواعظ حسنہ لاعداد ملفوظا طیبہ اور کثیر تعداد تصانیف قیمہ کی روشنی سے شرق وغرب روشن ہو گئے، لاکھوں قلوب آپ کے فیض باطن سے جگمگا اٹھے، عوام وخواص، علماء واولیاء سب ہی نے آپ سے فیض پایا، مفصل حالات ومناقب کے لئے آپ کی مطبوعہ سوانح کی طرف رجوع کیا جائے، یہاں تذکرہ محدثین کی مناسبت سے آپ کی حدیثی تصانیف وخدمات کا ذکر ضروری ہے، جامع الآثار، تابع الآثار، حفظ اربعین، المسلک الذکی، اشواب الحلی، اطفاء الفتن، موخرۃ الظنون، الادرک والتواصل الی حقیقۃ الاشراک والتوسل وغیرہ۔ ''اعلاء السنن'' (احادیث احکام کا نہایت عظیم القدر مجموعہ) ۲۰ جلد میں آپ ہی کے ارشاد پر حضرت مولانا ظفر احمد عثانی دام ظلہم نے مرتب فرمایا، جس میں سے ایک مقدمہ اور گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

حضرت تھانویؒ قدس سرہ کی زندگی کا ایک نہایت روشن پہلو آپ کے بلند پایہ اصلاحی وتجدیدی کارنامے بھی ہیں، آپ مسلمانوں کے عقائد وعبادات کی تصحیح کے ساتھ ان کے اخلاق، معاملات، معاشرت وعملی زندگی کی اصلاحات پر بھی پوری توجہ صرف ہمت فرماتے تھے جو صرف آپ ہی کا حصہ تھا، اس سلسلہ میں ایک نہایت جامع کتاب ''حیات المسلمین'' کے نام سے تالیف فرمائی جس میں قرآن مجید احادیث نبویہ کی روشنی میں مسلمانوں کی دینی ودنیاوی فلاح وترقی کا مکمل پروگرام مرتب فرمایا اور اس کتاب کو آپ اپنی دوسری کتابوں سے زیادہ ذریعۂ نجات ہونے کی امید کرتے تھے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ونفعنا بعلومہ المجعۃ النافعہ۔

۴۴۹-الشیخ المحدث العارف مولانا حسین علی نقشبندی حنفی قدس سرہ (م ۱۳۶۴ھ)

آپ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے تلمیذ حدیث، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ کے تلمیذ تفسیر، حضرت خواجہ محمد عثمان صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز، پنجاب کے مشہور ومعروف مقتدا وشیخ طریقت تھے، تقریباً پچاس سال تک اپنی خانقاہ واں بھچراں میں درس قرآن وحدیث اور افادۂ باطنی کے مبارک مشاغل میں منہمک رہے، دن ورات اکثر اوقات تعلیم وتربیت سے معمور رہتے تھے۔

راقم الحروف کو بھی حضرت الاستاد شاہ صاحب قدس سرہٗ کے ارشاد پر آپ کی خدمت میں حاضری، بیعت اور ۲۲، ۲۳ روز قیام کر کے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ پڑھنے اور دوسرے استفادات کا شرف حاصل ہوا ہے، طلبہ ومسترشدین پر حد درجہ شفیق تھے، راقم الحروف نے آپ کے تفسیری فوائد قلمبند کئے تھے اور ملفوظات گرامی بھی۔

یاد پڑتا ہے کہ ایک روز فرمایا کہ خواب میں دیکھا کہ حشر کا میدان ہے، نفسی نفسی کا عالم ہے، سخت اضطراب وپریشانی کا وقت، کہ سامنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نمودار ہوئے، میری زبان سے نکلا ''ارحم امتی بامتی ابوبکر'' کہ ان کی شان رحم وکرم سے استفادہ کروں، اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے کر تمام ہولناک منازل سے بخیر وخوبی گزار دیا''۔ اس کی کوئی تشریح یا تعبیر حضرت نے اس وقت نہیں فرمائی مگر اپنے ذہن نے جو مطلب اس وقت تک اخذ کیا اور اب تقریباً ۳۲ سال کے بعد بھی اس کی حلاوت بدستور باقی ہے، یہ کہ تم جیسوں کیلئے عمر بھی ابوبکر ہی کی شان رکھتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

ایک روز بعد عشاء، طلبۂ حدیث مطالعہ کر رہے تھے، رفع سبابہ کے مسئلہ میں ایک طالب علم سے میری بحث ہوگئی اور ''العرف الشذی'' سے میں نے استدلال کیا، اسی اثناء میں حضرتؒ بھی تشریف لے آئے اور ہماری بحث میں بے تکلف شریک ہو گئے، میں بدستور رفع کے دلائل پیش کرتا رہا اور حضرتؒ اسی طالب علم کی امداد کرتے رہے اور اصلاً کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا، حضرتؒ کی اس سادگی وشفقت کا جب کبھی خیال آجاتا ہے تو بڑی ندامت بھی ہوتی ہے کہ ایسی جرأت کیوں کی تھی، جب تک رہا حضرتؒ خصوصی شفقت فرماتے رہے، کھانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا تھا، رخصت کے وقت بستی سے کچھ دور تشریف لائے اور اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی، مکاتبت سے بھی ہمیشہ مشرف فرماتے رہے۔

آپ نے حضرت گنگوہیؒ کی تقریر درس مسلم شریف اور تقریر درس بخاری شریف مرتب فرمائی تھیں جو شائع شدہ ہیں، تلخیص الطحاوی بھی آپ کی نہایت مفید تالیف ہے، وہ بھی چھپ چکی ہے، الحمدللہ یہ تالیفات راقم الحروف کے پاس موجود ہیں اور ان کے افادات قارئین ''انوارالباری'' کی خدمت میں پیش ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ونفعنا بعلومہ وفیوضہ۔

۴۵۰-العلامہ المحدث السید اصغر حسین دیوبندی حنفیؒ م ۱۳۶۴ھ

حضرت میاں صاحب کے نام سے شہرت پائی، بڑے، محدث، فقیہ عابد وزاہد تھے، ۱۳۱۸ھ میں علوم سے فراغت پائی تھی پھر آخر عمر تک دارالعلوم میں ہی حدیث پڑھاتے رہے، آپ پر شان جلال کا غلبہ تھا، فن عملیات کے بھی ماہر کامل تھے، بہت سی مفید علمی تصانیف کیں، حدیث میں اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ کی تقریر درس ترمذی شریف کو بہترین اسلوب سے اردو میں مرتب کیا جو ''الورد الشذی علی جامع الترمذی کے نام سے شائع ہوگئی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۱-العلامۃ المحدث مولانا شبیر احمد العثمانی دیوبندی حنفیؒ م ۱۳۶۹ھ

بڑے جلیل القدر محدث، مفسر، جامع معقول ومنقول، سحر بیان متکلم، عالی قدر مصنف وانشا پرداز، میدان سیاست کے بطل جلیل، زاہد، عابد وتقویٰ شعار تھے، آپ نے ۱۳۲۵ھ میں علوم سے فراغت حاصل کی، پہلے مدرسہ عالیہ فتح پوری کے صدر نشین ہوئے، پھر سالہا سال دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا، مسلم شریف کے درس کی نہایت شہرت تھی، ۱۳۴۶ھ کی تحریک اصلاح دارالعلوم میں حضرت شاہ صاحبؒ حضرت مفتی صاحبؒ ودیگر اکابر واساتذہ کی پوری ہمنوائی کی، ڈابھیل تشریف لے گئے اور جامعۂ گجرات کی مسند درس حدیث کو زینت بخشی، آپ ہمیشہ جمعیۃ علماء ہند کے مسلک پر گامزن رہے، لیکن آخر زمانہ میں نظریۂ تقسیم میں آپ مسلم لیگ کے حامی ہو گئے تھے، اس لئے پاکستان کی سکونت اختیار فرمائی تھی وہاں بھی گرانقدر علمی، مذہبی وسیاسی خدمات انجام دیں۔

بقول مولانا عبیداللہ صاحب سندھی آپ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی قوت بیانیہ کے مثل تھے، تقریر وتحریر دونوں لاجواب تھیں جس موضع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر گئے، بہت سی تصانیف کیں، ان میں سے تفسیری فوائد قرآن مجید اور فتح الملہم شرح صحیح مسلم محققانہ شان کے اعتبار سے شاہکار ہیں۔

راقم الحروف کی قیام مجلس علمی ڈابھیل کے زمانہ میں سالہا سال قرب وحاضری کا شرف رہا ہے اور اس زمانہ میں آپ کے بہت سے مواعظ وملفوظات عالیہ بھی قلمبند کئے تھے، خدا نے ہمت وتوفیق دی تو ان کو کسی وقت شائع کرنے کی بھی سعادت حاصل کی جائے گی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ونفعنا اللہ بعلومہ النافعہ۔

۴۵۲-العلامۃ الجاثۃ الشہیر الشیخ محمد زاہد الکوثری حنفیؒ م ۱۳۷۱ھ

مشہور ومعروف محقق مدقق، جامع العلوم والفنون تھے، ترکی خلافت کے زمانہ میں آپ وکیل المشیخۃ الاسلامیہ، معہد تخصص تفسیر د حدیث میں استاذ علوم قرآنیہ، قسم شرعی جامعہ عثمانیہ، استنبول میں استاذ فقہ وتاریخ فقہ اور دار الثقافۃ الاسلامیہ استنبول میں استاذ ادب وعربیت رہے تھے، مصطفیٰ کمال کے لادینی فتنہ کے دور میں استنبول چھوڑ کر مصر آئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔

زمانہ قیام مصر میں بڑے بڑے علمی معرکے سر کئے، صراحت وحق گوئی میں نام کر گئے، مطالعۂ کتب اور وسعت معلومات میں بے نظیر تھے، استنبول کے چالیس بیالیس نوادر مخطوطات کے کتب خانوں کو پہلے ہی کھنگال چکے تھے، پھر دمشق وقاہرہ کے نوادر مخطوطات عالم کو بھی سینہ میں محفوظ کیا تھا،

حافظہ واستحضار حیرت انگیز تھا، کثرت مطالعہ، استحضار و تبحر، للّٰہیت وخلوص، تقویٰ ودیانت میں حضرت شاہ صاحب (علامہ کشمیریؒ) کے گویا ثانی تھے۔

جس زمانہ میں راقم الحروف اور محترم فاضل جلیل مولانا محمد یوسف بنوری کا قیام نصب الرایہ اور فیض الباری وغیرہ طبع کرانے کے لئے مصر میں تھا تو علامہ موصوف سے اکثر و بیشتر اتصال رہا، استفادات بھی کئے، ایسی صورتیں اب کہاں؟ حضرت شاہ صاحبؒ کے علامہ کوثری کا مل جانا ہم لوگوں کے لئے نہایت عظیم القدر نعمت غیر مترقبہ تھی۔

حضرت علامہ کے یہاں ہم لوگ حاضر ہوتے تھے اور حضرت بھی کمال شفقت و رأفت سے ہماری قیام گاہ پر تشریف لاتے تھے، نصب الرایہ پر مقدمہ لکھا اور اس کے رجال کی تصحیح فرمائی یہ اور اس قسم کے جتنے علمی کام کئے ہیں، کبھی کسی پر معاوضہ نہیں لیا، حسبۃً للہ علمی خدمات کرتے تھے، بیسیوں کتابوں پر نہایت گرانقدر تعلیقات لکھ کر شائع کرائیں جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کی تحقیق بطور "حرف آخر" کر گئے، اپنی کتابوں میں اکثر حوالے صرف مخطوطات نادرہ کے ذکر کرتے ہیں اور غالباً یہ سمجھ کر کہ مطبوعات تو سب نے ہی دیکھ لی ہوں گی ان کے حوالوں کی کیا ضرورت؟

آپ کی تالیفات وتعلیقات میں سے چند اہم یہ ہیں: ابداء وجوہ التعدی فی کامل ابن عدی، نقد کتاب الضعفاء للعقیلی، التعقب الحثیث لما ینفیہ ابن تیمیہ من الحدیث، البحوث الوفیہ فی مفردات ابن تیمیہ، صفعات البرہان علی صفحات العدوان، الاشفاق علی احکام الطلاق، بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد الشیبانی، التحریر الوجیز فیما یبتغیہ المستجیز، تانیب الخطیب علیما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب، احقاق الحق بابطال الباطل، فی مغیث الخلق، تذہیب التاج الحجینی فی ترجمہ البدر العینی، الاہتمام بترجمۃ ابن الہمام، الحاوی فی سیرۃ الامام الطحاوی، النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ، لحات النظر فی سیرۃ الامام، زفر، الترحیب بنقد التانیب، تقدمہ نصب الرایہ، تعلیق الغرۃ المنیفہ، تعلیق ودفع شبہ التشبیہ لابن الجوزی، تعلیقات علی ذیول طبقات الحفاظ للحسینی وابن فہد والسیوطی، تعلیق الانتصار والترجیح المذہب الصحیح بسط ابن الجوزی، التعلیقات المہمۃ علی شروط الائمۃ للمقدسی والحازمی، تعلیق الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء۔

"مقالات الکوثری" کے نام سے آپ کے بلند پایہ علمی مضامین کا مجموعہ بھی چھپ گیا ہے جس کے شروع میں محترم فاضل مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دام ظلہم کا مقدمہ بھی ہے، جس میں علامہ کوثری کے علوم ومعارف کا بہترین طرز میں تعارف کرایا ہے اور دوسرے حضرات علماء مصر نے علامہ کی زندگی کے دوسرے حالات تفصیل سے نقل کئے ہیں۔

نہایت مستغنی مزاج تھے، شیخ جامع ازہر مصطفیٰ عبدالرزاق نے سعی کی تھی کہ جامع ازہر میں درس حدیث کی قدیم روایات کو زندہ کریں اور شیخ کوثری کو اس خدمت کے لئے آمادہ کرنا چاہا مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ونفعنا بعلومہ۔

۴۵۳- العلامۃ المحدث الفقیہ المفتی کفایت اللہ شاہجہان پوری حنفیؒ م ۱۳۷۲ھ

حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ میں سے نہایت بلند پایہ صاحب فضل وکمال محقق محدث اور جامع معقول ومنقول تھے، ۱۳۱۳ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور مدرسہ امینیہ دہلی میں آخر عمر تک افتاء ودرس حدیث کی خدمات انجام دیتے رہے، جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ کا نہایت اہم اور زرین دور آپ کے غیر معمولی سیاسی تفوق وتدبر سے وابستہ ہے، بلا کے ذہین وذکی، دوررس معاملہ فہم تھے، ہندوستان کی تمام سیاسی ومذہبی جماعتوں کے مقابلے میں جمعیۃ علماء ہند کے عزووقار کو اونچے سے اونچا رکھنے میں کامیاب ہوئے، حدیث کے ساتھ فقہ پر بڑی گہری نظر تھی اس لئے اپنے وقت کے مفتی اعظم کہلائے، بہت سی مفید تصانیف کیں، زہد واتقاء اور استغناء الاغنیاء میں بھی بے مثال تھے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۴- العلامۃ المحدث الشیخ العارف شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی حنفیؒ م ۱۳۷۷ھ

حضرت شیخ الہند کے اخص تلامذہ اور اخص خدام میں سے تھے، ۱۳۱۵ھ میں دارالعلو سے سند فراغ حاصل کی، حضرت گنگوہیؒ سے

بیعت وخلافت کا شرف ملا، نہایت عالی قدر محقق مدقق، جامع شریعت وطریقت اور میدان سیاست کے صحیح معنی میں مرد مجاہد تھے، ایک مدت تک مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفا) میں قیام فرمایا، مسجد نبوی میں درس حدیث دیا، پھر حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ اسیر مالٹا رہے، ہندوستان واپس ہوکر برسہا برس سلہٹ رہ کر درس حدیث وارشاد خلائق میں مشغول رہے۔

۱۳۴۶ھ میں جب حضرت شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم سے قطع تعلق فرمایا، تو آپ کو صدارت تدریس کے لئے بلایا گیا اور آخر عمر تک تقریباً تیس سال مسلسل دارالعلوم کے شیخ الحدیث رہ کر ہزاراں ہزار طلبہ کو اپنے علوم وکمالات سے فیض یاب فرمایا، جمعیۃ علماء ہند کے بھی آخری عمر تک صدر وسر پرست رہے اور نہایت گرانقدر زریں خدمات کیں، بہت ہی متواضع، منکسر مزاج، وسیع الاخلاق، صاحب المفاخر والمکارم تھے۔

فیض ظاہر کی طرح آپ کا فیض باطنی بھی ہمہ گیر تھا، ہندو پاک کے لاکھوں نفوس آپ کے فیض تلقین وارشاد سے بہرہ ور ہوئے، آپ کے خلفاء مجازین کے اسماء گرامی آپ کی سوانح حیات لکھنے والوں نے جمع کردیئے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ تلامذۂ حدیث کا نمایاں تذکرہ کسی جگہ نہیں کیا گیا، چند نمایاں شخصیات کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، آپ جامع معقول ومنقول، محقق عالم، بلند پایہ مقرر وخطیب اور خلیفۂ مجاز، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر شاہ صاحب رائے پوری دام ظلہم ہیں، حضرت علامہ کشمیریؒ سے بھی آپ نے بکثرت استفادہ فرمایا ہے۔

(۲) مولانا محمد حسین صاحب بہاری استاذ معقول وفلسفہ دارالعلوم دیوبند، عقائد، کلام وحدیث کا بھی درس دیتے ہیں، محقق فاضل اور کامیاب مدرس ہیں۔

(۳) مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندی خلف مولانا عبدالسمیع صاحبؒ اساتذ حدیث دارالعلوم دیوبند، محقق عالم وفاضل ہیں۔

(۴) مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی، استاذ فقہ وادب دارالعلوم دیوبند، بہت سے علوم میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ میں ہیں۔

(۵) مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۶) مولانا محمد نصیر صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۷) مولانا محمد سالم صاحب (صاحبزادہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظلہم مہتمم دارالعلوم) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۸) مولانا محمد انظر شاہ صاحب (صاحبزادۂ حضرت العلامہ کشمیری قدس سرہٗ) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۹) مولانا محمد اسعد میاں صاحب (صاحبزادہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۱۰) مولانا محمد عثمان صاحب (نواسۂ حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق۔

(۱۱) مولانا حامد میاں صاحب (خلف حضرت مولانا اعزاز علی صاحب) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۱۲) مولانا قاضی سجاد حسین صاحب کرتپوری صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی، صاحب تصانیف، محقق فاضل ہیں۔

(۱۳) مولانا عبدالسمیع صاحب سرونجی اساتذ مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی۔

(۱۴) مولانا مسیح اللہ خان صاحب شیخ الحدیث ومہتمم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر (خلیفۂ مجاز حضرت تھانوی قدس سرہٗ)۔

(۱۵) مولانا عبدالقیوم صاحب اعظمی مدرس مدرسہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر (اعظم گڈھ)

(۱۶) مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الاسلامؒ)

(۱۷) مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر ہزاروی (خلیفہ حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندیؒ) مصنف "احسن الکلام فی القراۃ خلف الامام"۔

(۱۸) مولانا لائق علی صاحب سنبھلی شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ آنند (گجرات)
(۱۹) مولانا عبدالسلام صاحب (خلف حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی دام ظلہم) استاذ مدرسہ دارالمبلغین لکھنو۔
(۲۰) مولانا مشاہد علی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ کھانہ گھاٹ، ضلع سلہٹ۔
(۲۱) مولانا عبدالجلیل صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ، بدر پور، آسام۔
(۲۲) مولانا شفیق الحق صاحب مدرس مدرسہ جامع العلوم گاچ باڑی، آسام۔
(۲۳) مولانا عبیدالحق صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ۔
(۲۴) مولانا نورالدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ گوہر پور، آسام۔
(۲۵) مولانا محمد طاہر صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ، کلکتہ۔
(۲۶) مولانا احمد علی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ، باسکنڈی، آسام۔
(۲۷) مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب نہٹوری مفتی مدنی دارالافتاء وصدر مدرس مدرسہ عربیہ جامع مسجد بجنور۔
(۲۸) مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنو۔
(۲۹) مولانا محمد شریف صاحب دیوبندی شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل۔
(۳۰) مولانا سید حامد میاں صاحب صدر مدرس و مہتمم جامعہ مدینہ لاہور۔
(۳۱) مولانا منت اللہ صاحب امیر شریعت بہار ورکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند۔
(۳۲) مولانا عبدالرشید محمود صاحب نبیرۂ حضرت گنگوہیؒ۔

افسوس ہے کہ حضرتؒ کے ممتاز تلامذہ کے جو درس حدیث یا تصنیف وغیرہ میں مشغول ہیں، بہت کم نام اور حالات معلوم ہو سکے، اس کی تلافی انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں کی جائے گی۔

۴۵۵-العلامۃ المحدث محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن انیموی عظیم آبادی حنفیؒ

مشہور و معروف جلیل القدر محدث تھے، محدثانہ رنگ میں بلند پایہ کتابیں مختلف فیہ مسائل میں تالیف کیں، جو طبقۂ علماء میں نہایت مقبول ہوئیں، ایک جامع کتاب آثار السنن کے نام سے لکھی جس میں مسلک احناف کی قوی احادیث جمع کیں، آپ نے خود اپنی بعض مؤلفات میں تحریر فرمایا کہ "بلوغ المرام یا مشکوٰۃ شریف جو ابتداء میں پڑھائی جاتی ہیں، ان کے مؤلف شافعی المذہب تھے اور ان کی کتابوں میں زیادہ وہی احادیث ہیں جو مذہب امام شافعی کی مؤید اور مذہب حنفی کے خلاف ہیں اس کی وجہ سے اکثر طلبہ مذہب حنفی سے بدعقیدہ ہو جاتے ہیں، پھر جب صحاح ستہ پڑھتے ہیں تو ان کے خیالات اور بھی بدل جاتے ہیں، علماء حنفیہ نے کوئی کتاب قابل درس ایسی تالیف نہیں کی جس میں مختلف کتب احادیث کی احادیث ہوں جن سے مذہب حنیف کی تائید ہوتی ہو، پھر بیچارے طلبہ ابتداء میں پڑھیں تو کیا؟ اور ان کے عقائد درست رہیں تو کیونکر؟ آخر بیچارے غیر مقلد نہ ہو؟ فقیر نے ان ہی خیالات سے حدیث شریف میں تالیف "آثار السنن" کی بناڈالی ہے"۔

آپ نے کتاب صلوٰۃ تک دو جلدیں تالیف فرمائی تھیں جو کئی بار شائع بھی ہو چکی ہیں، دوران تالیف میں حسب مشورہ حضرت شیخ الہند، مسودات حضرت الاستاذ العلامہ کشمیریؒ کے پاس بھیجتے اور حضرت شاہ صاحبؒ بعد اصلاح و اضافہ واپس فرماتے تھے

اس طرح یہ جلیل القدر تالیف دوآتشہ ہو کر تیار ہو رہی تھی مگر افسوس ہے کہ اس کی تکمیل مقدر نہ تھی، کتاب مذکور کے مطبوعہ نسخہ پر بھی

حضرت شاہ صاحبؒ نے بہت بڑی تعداد میں تعلیقات لکھیں، جن کی وجہ سے یہ مجموعہ نہایت پیش قیمت حدیثی ذخیرہ بن گیا ہے۔

حدیث نبوی وعلوم انوری کے عاشق صادق محترم مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب افریقی دام ظلہم نے حضرت شاہ صاحبؒ کے نسخہ مذکورہ کو لندن بھیج کر اس کے فوٹوسٹیٹ نسخے تیار کرا کر علماء ومدارس کو بھیج دیئے ہیں، اگر کتاب آثار السنن ان تعلیقات انوری کے ساتھ مرتب ومزین ہو کر شائع ہو جائے تو امید ہے کہ آخر کتاب الصلوٰۃ کے مسائل کی محدثانہ تحقیق حرف آخر ہو کر منظر عام پر آ جائے گی کام بڑا اہم ہے، کاش! حضرت کے خصوصی تلامذہ اور اصحاب خیر توجہ کریں۔

راقم الحروف بھی اس کے علمی حدیثی نوادر کو انوار الباری میں پیش کرنے کا حوصلہ کر رہا ہے۔ واللہ الموفق المعین۔

علامہ مبارک پوری نے آثار السنن کے مقابلہ میں ابکار المنن لکھی اور اپنے تحفۃ الاحوذی وغیرہ کے طرز خاص سے بہت سی بے جان چیزیں پیش کیں یہاں موقع نہیں ورنہ اس کے کچھ نمونے درج کئے جاتے، والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

۴۵۶-العلامۃ المحدث الفقیہ مولانا محمد اشفاق الرحمٰن کاندھلوی حنفیؒ

مدرسہ اشرفیہ دہلی کے صدر مدرس، حدیث وفقہ کے فاضل محقق تھے، مدتوں درس حدیث دیتے رہے اور ایک حدیثی تالیف ''الطیب الشذی فی شرح الترمذی'' نہایت محققانہ طرز پر لکھی جس کی جلد اول مطبعہ خیریہ (مصریہ) میرٹھ سے عربی ٹائپ میں چھپ کر شائع ہوئی، اس پر حضرت تھانویؒ، حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بہت اونچے الفاظ میں تقاریظ لکھیں، افسوس کہ اب یہ قیمتی کتاب نادر ونایاب ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۷-الشیخ المحدث العلامۃ ماجد علی جونپوری حنفیؒ

حضرت گنگوہیؒ قدس سرہٗ کے تلامذہ حدیث میں سے ممتاز تھے، آپ نے مدتوں دہلی کے وغیرہ کے مدارس عربیہ میں درس حدیث دیا ہے، علوم حدیث میں بڑا پایا تھا، صرف آخر عمر میں حافظہ پر کچھ اثر ہو گیا تھا، حضرت محترم علامہ سید فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے دہلی کے قیام میں آپ سے عرصہ تک پڑھا ہے اور وہ آپ کے علم وفضل وتبحر کے بہت مداح ہیں آپ کے زیادہ حالات کا اس وقت علم نہ ہو سکا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۸-العلامۃ المحدث مولانا محمد اسحٰق البردوانی حنفیؒ

مشہور ومعروف محدث گزرے ہیں، مدتوں کانپور میں قیام فرما کر درس حدیث دیا ہے، پھر کلکتہ وغیرہ میں افادۂ علوم حدیث فرمایا، ہزاروں احادیث کے حافظ اور جامع معقول ومنقول تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۹-العلامۃ المحدث المتکلم الشہیر مولانا السید مرتضیٰ حسن چاندپوری حنفیؒ

حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ میں سے ممتاز شہرت کے مالک، مشہور ومعروف مناظر ومبلغ اسلام، جامع معقول ومنقول تھے، مدتوں دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا، ناظم تعلیمات رہے، مطالعہ وجمع کتب کے بڑے دلدادہ تھے، ایک نہایت عظیم الشان کتب خانہ جس میں علوم وفنون اسلامیہ کی بہترین نوادر کا ذخیرہ جمع فرمایا تھا، یادگار چھوڑ گئے، بہت سی مفید علمی تصانیف کیں، جو شائع ہو چکی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶۰-الشیخ العلامۃ المحدث مولانا عبدالرحمٰن امروہی حنفیؒ

حضرت مولانا احمد حسن امروہوی قدس سرہٗ کے تلامذہ میں سے مشہور محدث ومفسر تھے، آپ نے مدرسہ عربیہ امروہہ، جامعہ ڈابھیل اور

دار العلوم دیوبند میں درس حدیث دیا، اپنی بہت سی عادات وخصائل میں نمونۂ سلف تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶۱-العلامۃ المحدث الادیب مولانا السید سراج احمد رشیدی حنفیؒ

حضرت گنگوہیؒ کے فیض یافتہ بلند پایہ محدث، مفسر وادیب تھے، مدتوں دار العلوم دیوبند میں ادب وحدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے، ۴۶ھ میں حضرت شاہ صاحبؒ وغیرہ کے ساتھ دار العلوم کی خدمت ترک کر کے جامعہ ڈابھیل تشریف لے گئے، چند سال وہاں بھی درس حدیث دیا اور وہیں وفات پائی، نہایت متبع سنت عابد، زاہد، ذاکر وشاغل، کریم النفس اور مہمان نواز تھے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶۲-العلامۃ المحدث المفتی سعید احمد صاحب لکھنوی حنفیؒ

بلند پایہ محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول تھے، مدتوں کانپور میں درس علوم دیا اور آخر میں مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر کے شیخ الحدیث رہے، حدیث وفقہ کے متبحر عالم تھے، ایک رسالہ مناسک حج میں اور القول الجازم فی بیان الحازم نیز جامع التصریفات وغیرہ تحقیقی تصانیف کیں، فقہ میں مجموعۂ فتاویٰ چھوڑا، جو نہایت گراں قدر علمی ذخیرہ اور لائق طبع واشاعت ہے، مکتبہ نشر القرآن دیوبند سے آپ کی تمام تصانیف شائع ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فتح محمد صاحب تائب لکھنوی بڑے جلیل القدر عالم تھے، جن کے فضل وکمال کے حضرت علامہ کشمیری قدس سرہٗ بھی مداح تھے، ان کی خلاصۃ التفاسیر'' چار جلد ضخیم میں اور اردو کی بہت اعلیٰ تالیف ہے، یہ تفسیر عرصہ ہوا شائع ہوئی تھی مگر اب صرف جلد ملتی ہے جو مکتبہ ''نشر القرآن دیوبند'' سے مل سکتی ہے اور باقی جلدوں کی اشاعت بھی امید ہے اسی ادارہ سے ہوگی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶۳-المحدث الجلیل علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی حنفی دام ظلہم العالی

مشہور ومعروف محدث، جامع معقول ومنقول، استاذ الاساتذہ، صدر نشین دار العلوم دیوبند ہیں، آپ کی ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی مسکن قاضی پورہ (بلیا) ہے ابتدائی کتب فارسی وعربی حضرت مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی دہلوی سے اور اوپر کی کتابیں مولانا فاروق احمد صاحب جریا کوٹی مولانا عبد الغفارؒ صاحب ومولانا ہدایت داماں صاحب تلمیذ مولانا فضل حق خیر آبادی سے پڑھیں۔

۲۵ھ میں دیوبند تشریف لائے، حضرت شیخ الہندؒ کی تجویز ومشورہ سے پہلے سال ہدایہ، جلالین، متنبی وغیرہ پڑھیں، اور دوسرے سال شمائل ترمذی بخاری وبیضاوی (حضرت شیخ الہندؒ سے) طحاوی، ابوداؤد، نسائی وموطائین (حضرت علامہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سے) مسلم وابن ماجہ (حکیم محمد حسن صاحبؒ سے پڑھیں، حضرت شاہ صاحبؒ کے ابتدائی دس سالہ قیام دار العلوم کے زمانہ میں آپ نے دار العلوم میں معقولات اور آخری دس سال میں مشکوٰۃ وغیرہ پڑھائیں، اب تقریباً ۹۵ سال سے درس حدیث ہی دیتے ہیں۔

۱۳۵۸ھ میں جامعہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور ۶ ماہ درس حدیث دیا، پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں دو سال رہے، دو سال چاٹگام قیام فرمایا، اس کے بعد پھر دار العلوم ہی میں افادات کا سلسلہ جاری ہے۔

آپ نے متعدد تصانیف کیں، جن میں سے شرح ترمذی شریف نہایت اہم ہے جس کی جلد اول باستثناء چند ابواب مکمل ہے اور دوسری زیر تالیف ہے، خدا کرے جلد مکمل وشائع ہو کر طالبین علوم حدیث کے لئے مشعل راہ ہو متعنا اللہ بول حیاۃ النافعۃ۔

۱؎ آپ کا مسکن مؤ ضلع اعظم گڈھ ہے، حضرت گنگوہیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، آپ نے قرأۃ خلف الامام رفع یدین اور تقلید وغیرہ پر مفید علمی تحقیقی رسائل لکھے جو شائع ہو چکے ہیں۔

۴۶۴-المحدث الجلیل العلامۃ المفتی السید محمد مہدی حسن الشاہجہاں پوری حنفی رحمہ اللہ

نہایت بلند پایہ نامور محدث فقیہ، جامع العلوم ہیں، آپ نے علوم کی تکمیل حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے کی، تقریباً چالیس سال تک افتاء وتصنیف کتب حدیث کا مشغلہ بزمانہ قیام راندیر وسورت رہا، اب عرصہ سے مسند نشین دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ہیں، کبھی کبھی کوئی کتاب دورۂ حدیث کی بھی پڑھاتے ہیں، احادیث ورجال پر بڑی وسیع نظر ہے۔

قوت حافظہ، وسعت مطالعہ، کثرت معلومات ودقت نظر میں امتیازی نشان ہے، غیر مقلدین کی دراز دستیوں کے جواب میں لاجواب تحقیقی کتابیں لکھیں جو شائع ہو چکی ہیں، کتاب الآثار امام محمدؒ کی شرح چار جلدوں میں تالیف کی، جو حدیثی تحقیقات کا بیش قیمت ذخیرہ ہے، افسوس کہ یہ کتاب اب تک شائع نہ ہو سکی۔

دوسری اہم حدیثی تالیفات کتاب الحج امام محمد کی شرح ہے، یہ بھی علماء حدیث کے گراں بہا نعمت ہوگی، حضرت العلامہ مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی مدیر احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن کے خصوصی اصرار وخواہش پر اس کی تالیف ہو رہی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ تین ربع سے اوپر ہو چکی ہے، اسی ادارہ کی طرف سے شائع بھی ہوگی۔ انشاء اللہ

طحاوی شریف پر بھی محدثانہ تحقیق سے تعلیقات لکھی ہیں، آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ سے بھی بزمانہ قیام ڈابھیل بکثرت استفادہ فرمایا ہے۔ متعنا اللہ بطول حیاۃ النافعہ۔

۴۶۵-شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ الکاندھلوی حنفی رحمہ اللہ

مشہور ومعروف محدث، مصنف، جامع العلوم، شیخ طریقت وشیخ مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور ہیں، رمضان ۱۳۱۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد اکثر کتابیں حتیٰ کہ دورہ حدیث بھی والد ماجد سے پڑھیں، کچھ کتابیں اپنے عم محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھی تھیں، ایام طفولیت حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے ظل عاطفت میں گزارے۔

حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد بخاری وترمذی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی سے پڑھیں، حضرت مولاناؒ نے ''بذل المجہود'' کی تالیف میں آپ کو شریک کیا، نیز آپ نے ''اوجز المسالک شرح موطأ امام مالک'' (۶ جلد ضخیم) پوری تحقیق سے لکھی حضرت گنگوہیؒ کی تقریر درس ترمذی شریف کو ''الکوکب الدری'' کے نام سے دو جلدوں میں مع تعلیقات مرتب کیا ہے اسی طرح تقریر درس بخاری شریف کو مع تعلیقات ''لامع الدراری'' کے نام سے مرتب فرمایا ہے، جس کی جلد اول شائع ہو چکی ہے، دوسری زیر طبع ہے، ان کے علاوہ تبلیغ، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ کے فضائل پر نہایت مفید کتابیں تالیف کیں، آپ کی تمام تصانیف شروح وتعلیقات گراں قدر علمی جواہر پاروں سے مزین ہیں، بڑے عابد، زاہد، تقی ونقی، صاحب المکارم ہیں، درسی خدمات اپنے والد ماجد کی طرح حسبۃً للہ (بغیر تنخوہ) انجام دیتے ہیں (متعنا اللہ بطول حیاۃ النافعہ۔

۴۶۶-الشیخ الجلیل المحدث النبیل العلامہ ظفر احمد تھانوی حنفی رحمہ اللہ

مشہور ومعروف علامہ محدث ہیں، آپ کی ولادت اپنے جدی مکان واقع محلہ دیوان دیوبند ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو ہوئی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، تھانہ بھون پہنچے اور حضرت تھانویؒ کے نصاب ''ضمان التکمیل'' کے مطابق کتابیں پڑھیں، حضرت تھانویؒ سے بھی التلخیصات العشر کے چند سبق پڑھے، باقی اپنے بھائی مولانا سعید احمد صاحب مرحوم سے پڑھا۔

پھر آپ مع بھائی موصوف کے کانپور تشریف لے گئے ہاں رہ کر حضرت مولانا محمد رشید صاحب کانپوری (تلمیذ حضرت تھانویؒ) سے ہدایہ آخرین، جلالین ومشکوۃ شریف پڑھی اور حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب بردوانی (تلمیذ حضرت تھانویؒ) سے صحاح ستہ وبیضاوی شریف پڑھی اس طرح ۲۶ھ میں دینیات سے فارغ ہو کر اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے۔

۲۸ھ میں آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں منطق وغیرہ فنون کی تکمیل کی اور اس زمانہ میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ کے درس بخاری میں بھی شرکت فرماتے رہے، ۲۸ھ کے عظیم الشان جلسۂ دستار بندی دار العلوم دیوبند میں شریک ہوئے، اسی سال حرمین شریفین کی حاضری سے بھی مشرف ہوئے، ۲۹ھ میں واپس ہوئے تو مدرسہ مظاہر العلوم کی درسی خدمات سپرد ہوئیں، سات سال سے زیادہ وہاں رہے، ۳۹ھ سے ۶۸ھ تک تھانہ بھون قیام فرما کر اعلان السنن کی تالیف، افتاء ودرس حدیث وفقہ میں مشغول رہے، اسی دوران دو سال سے کچھ زیادہ رنگون بھی قیام فرمایا اور حضرت علامہ کشمیریؒ رنگون تشریف لے گئے تو ان سے بھی حدیث کی اجازت حاصل کی۔

۵۹ھ سے ۷۴ھ تک ڈھاکہ قیام رہا، ۶ سال ڈھاکہ یونیورسٹی میں حدیث وفقہ کا درس دیا اور مدرسہ اشرف العلوم میں بھی موطائین، بخاری وبیضاوی شریف کا درس دیا جس میں پروفیسران یونیورسٹی بھی شرکت کرتے تھے، ۸ سال مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں مدرس اول رہے، حدیث وفقہ کا درس دیا، اسی زمانہ میں جامع قرآنیہ میں بھی بخاری شریف وغیرہ پڑھائیں آخر ۷۴ھ سے اس وقت تک دار العلوم ٹنڈو الله یار سندھ میں مقیم ہیں، بخاری، مسلم، ترمذی، بیضاوی، موطائین، طحاوی، شرح النخبہ وحجۃ اللہ البالغہ کا درس دیتے ہیں۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: (۱) اعلاء السنن (۲۰ جلد) اس کے علاوہ مقدمہ گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، احادیث احکام کا نہایت گراں قدر مجموعہ ہے، اس کی تالیف حضرت تھانویؒ کے ارشاد خاص سے ہوئی اور دوران تالیف میں آپ دلائل حنفیہ معلوم کرنے کے لئے حضرت علامہ کشمیریؒ کی خدمت میں دیوبند جاتے رہے، حضرت شاہ صاحبؒ اپنی بیاض خاص آپ کو عطا فرما دیتے تھے جس سے آپ دلائل حنفیہ کے حوالے مع تعیین صفحات وغیرہ کر لیتے تھے، اس طرح آثار السنن علامہ نیمویؒ کی طرح یہ تالیف عظیم بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے خصوصی افادات کا گنجینہ ہے، کاش! اس کی بقیہ جلدیں بھی جلد شائع ہو سکیں (۲) ''علماء ہند کی خدمت حدیث'' یہ اہم مقالہ رسالۂ معارف اعظم گڈھ کی چند قسطوں میں شائع ہوا تھا (۳) ''خطیب بغدادی اور منکرین حدیث'' منکرین حدیث نے خطیب کی تاریخ سے امام ابوحنیفہ کی احادیث مرویہ کو رد کرنے سے اپنی تائید حاصل کی تھی جس کا آپ نے نہایت تحقیقی جواب لکھا، یہ پورا مقالہ رسالہ ''الصدیق'' ملتان میں مسلسل شائع ہوا (۴) مسئلہ ربوانی دار الحرب یہ بھی ''معارف'' کی کئی اقساط میں شائع ہوا (۵) ''فاتحۃ الکلام فی القراۃ خلف الامام'' (زیر طبع) (۶) شق الغین عن حق رفع الیدین (۷) القول المتین فی الجہر الاخفاء بآمین، یہ دونوں مقالے پیام حق کراچی میں شائع ہوئے ہیں (۸) احکام القرآن، قرآن مجید سے مسائل حنفیہ کا استنباط (غیر مطبوعہ) (۹) رحمۃ القدوس ترجمۂ بہجۃ النفوس (طبع شدہ) (۱۰) القول المنصور فی ابن منصور (شائع شدہ) وغیرہ۔

یہ تمام حالات آپ کے مکتوبات گرامی مورخہ ۲ شعبان ۸۱ھ سے لئے گئے ہیں، آپ کی اسانید حدیث وغیرہ بھی گیارہ صفحات کے ایک رسالہ میں شائع ہو گئی ہیں متعنا اللہ بطول حیاۃ النافعہ۔

۴۶۷- العلامۃ المحدث مولانا محمد یوسف کاندھلوی حنفی رحمہ اللہ

مشہور عالم مبلغ اسلام، شیخ طریقت وشریعت حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلف ارشد، تبلیغی جماعت بستی نظام الدین دہلی کے امیر عالی مقام، آپ کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ میں ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد فارسی وعربی کی ابتدائی کتب حضرت والد ماجد اور اپنے ماموں مولانا احتشام الحسن وغیرہ سے پڑھیں، ۵۱ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے، مختلف علوم وفنون کی کتابیں

پڑھیں پھر ۵۴ھ میں کتب حدیث بھی اپنے والد بزرگوار ہی سے پوری کیں، ۵۶ھ میں والد صاحب کے ساتھ حجاز کا سفر فرمایا، ۵۷ھ میں واپس ہو کر درس و تصنیف میں مشغول ہوئے، رجب ۶۳ھ میں والد ماجدؒ کی وفات ہوئی، ان کے بعد سے برابر تبلیغی خدمات میں شب و روز انہماک ہے، آپ کی تصانیف میں سے نہایت گراں قدر حدیثی تصنیف ''امانی الاحبار شرح معانی الآثار امام طحاوی'' ہے جس کی ایک جلد شائع ہو چکی ہے اور دوسری زیر طبع ہے۔

اس میں علامہ عینی کی نادر شروح شرح معانی الآثار اور دوسری شروح حدیث و کتب رجال سے مدد لے کر عالی قدر تحقیقی مباحث جمع کر دیئے گئے ہیں، خدا کرے اس کی تکمیل و اشاعت جلد ہو۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز، متعنا اللہ بطول حیاۃ النافعہ۔

۴۶۸- العلامۃ المحدث مولانا ابو الوفا افغانی حنفی رحمہ اللہ

ادارۂ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد کے بانی و سرپرست، بلند پایہ محقق محدث، جامع معقول و منقول ہیں، آپ نے اپنے ادارہ سے اپنی قیمتی تعلیقات و تصحیح کے ساتھ حسب ذیل نوادر شائع فرما کر علمی حدیثی دنیا پر احسان عظیم فرمایا ہے:

العالم والمتعلم للامام اعظمؒ، کتاب الآثار للامام ابی یوسفؒ، اختلاف ابی حنیفہ وابی لیلیٰ للامام ابی یوسفؒ، الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ، الجامع الکبیر للامام محمدؒ، شرح النفقات للامام الخصافؒ وغیرہ۔

اس وقت آپ کتاب الآثار امام محمدؒ پر نہایت محدثانہ محققانہ تعلیقات لکھ رہے ہیں، تقریباً نصف کام ہو چکا ہے یہ کتاب مجلس علمی ڈابھیل و کراچی کی طرف سے حیدر آباد دکن میں عمدہ ٹائپ سے اعلیٰ کاغذ پر چھپ رہی ہے، تقریباً ۲ سو صفحات کے مطبوعہ فرمے راقم الحروف کے پاس آئے ہیں یہ بھی حدیث کی ایک عظیم خدمت ہے جو مجلس علمی کے حصہ میں آرہی ہے، اللہ تعالیٰ شرف قبول سے نوازے، امید ہے کہ یہ کتاب دو جلد میں پوری ہوگی، مولانا موصوف نوادر کی تلاش و اشاعت کا بڑا اہم کام انجام دے رہے ہیں مدرسہ نظامیہ حیدر آباد میں درسی خدمات بھی دیتے ہیں بارک اللہ فی اعمالہ المبارکہ و متعنا جمیعا بطول حیات النافعہ۔

۴۶۹- العلامۃ المحدث الادیب الفاضل مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ

مشہور مصنف، محقق محدث، جامع معقول و منقول ہیں، آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

لغات القرآن، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ماتمس الیہ الحاجۃ (مقدمہ ابن ماجہ) التعقبات علی الدراسات، التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات، التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم، مقدمہ موطأ امام محمدؒ (مترجم) مقدمہ مسند امام اعظمؒ (مترجم) مقدمہ کتاب الآثار امام محمدؒ (مترجم)۔

آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں، مقدمات و تعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار، علامہ کوثریؒ کے طرز سے ملتے جلتے ہیں، اسی لئے آپ کی صراحت پسندی اور بے باک تنقید کچھ طبائع پر شاق ہوگئی ہے، لیکن اہل بصیرت اور انصاف پسند حضرات آپ کی تلخ نوائی و جرأت حق گوئی کی مدح و ستائش کرتے ہیں، متعنا اللہ بطول حیاۃ النافعہ۔

۴۷۰- العلامۃ المحدث مولانا عبید اللہ مبارک پوری رحمہ اللہ

علماء اہل حدیث میں سے اس وقت آپ کی علمی شخصیت بہت ممتاز ہے، آپ ایک عرصہ سے مشکوٰۃ شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، جس کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں، افسوس ہے کہ راقم الحروف اب تک ان کو نہ دیکھ سکا، اس لئے کوئی رائے بھی قائم نہیں کی جا سکتی، بظاہر جو حالات مولانا موصوف کی خاموشی طبع و سلامت روی کے سنے ہیں ان سے توقعات بھی اچھی ہی ہیں، علامہ موصوف کے دوسرے حالات اور علمی و عملی

کمالات کا بھی کوئی علم نہ ہوسکا، متعنا اللہ بطول حیاتہ النافعہ۔

۱۷۴-العلامۃ المحدث ابوالحسنات مولانا سید عبداللہ شاہ حیدرآبادی حنفی رحمہ اللہ

جلیل القدر محدث، محقق و مصنف ہیں، آپ نے مشکوٰۃ شریف کے اسلوب پر حنفیہ کے لئے احادیث نبوی علی صاحبہا الف الف سلام و تحیہ کا نہایت جامع و مستند ذخیرہ ''زجاجۃ المصابیح'' کے نام سے تالیف فرمایا ہے یہ کتاب پانچ ضخیم جلدوں میں مکمل ہوکر عمدہ سفید کاغذ پر اعلیٰ طباعت سے شائع ہوگئی ہے اس کتاب میں باب و عنوان سب مشکوٰۃ ہی کے رکھے گئے ہیں، ان کے تحت احادیث احناف کو جمع کردیا ہے، نیز عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت صاحب مشکوٰۃ نے کی تھی، اس کتاب میں ان مقامات پر شاہ صاحب موصوف نے فقہ حنفی کی رعایت فرمائی ہے، اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ بھی کی گئی ہے، پھر فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جوابات بھی دیئے ہیں۔

اس عظیم الشان حدیثی تالیف کے مطالعہ کے بعد معترضین، منکرین و معاندین کو بھی اس امر کے اعتراف سے چارۂ کار نہ ہوگا کہ امام اعظمؒ کے اقوال علاوہ احادیث کے کسی نہ کسی صحابی یا تابعی کے اقوال سے ماخوذ ہیں، اس لئے امام صاحبؒ پر اعتراض کرنا صحابی یا تابعی پر اعتراض کرنے کے برابر ہے۔

حضرت مؤلف کی عمر اس وقت تقریباً نوے سال ہے اور خدا کے فضل و توفیق سے آپ کی ہمت و عزم جواں کا یہ حال ہے کہ آج کل کتاب مذکور کے اردو ترجمہ میں شب و روز مصروف رہتے ہیں، خدا کرے ترجمہ کی بھی تکمیل و اشاعت جلد ہوسکے۔ متعنا اللہ بطول حیاتہ النافعہ۔

حالات راقم الحروف سید احمد رضا عفا اللہ عنہ بجنوری

احقر کی پیدائش جنوری ۱۹۰۷ء میں بمقام بجنوری میں ہوئی، وادھیال سیتاپوری اور ننھیال جہاں آباد ضلع بجنور ہے، ان دونوں خاندانوں کا مفصل تذکرہ اور سلسلۂ نسب کتاب ''شجرات طیبات'' مصنفہ ظہور الحسن صاحب سیتاپوری میں ص ۶۲۹ وص ۹۳ پر مذکور ہے یہ کتاب انساب سادات ہند میں غالباً سب سے بڑی تصنیف ہے جو ۹۶۰ صفحات میں امیر المطابع سیتاپور سے چھپ کر ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی تھی، احقر کے والد پیر جی شبیر علی صاحب مرحوم کو انساب کی تحقیق و جستجو کا نہایت شغف تھا، اس لئے ان سے مؤلف کتاب مذکور کی عرصہ تک تحقیق حالات سادات ضلع بجنور کے سلسلہ میں مکاتبت بھی رہی ہے، احقر کی ابتدائی فارسی وغیرہ کی تعلیم بجنور ہوئی، ۱۰ سال کی عمر میں عربی کے لئے سیوہارہ کے مدرسہ فیض عام میں داخل ہوا۔

حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب دام ظلہم بھی اس وقت وہاں فوقانی تعلیم حاصل کررہے تھے، مولانا بشیر احمد صاحب بھٹہ مرحوم بھی اس وقت وہیں مقیم تھے، ان دونوں حضرات سے تعلق نیاز مندی اسی زمانہ سے حاصل ہوا، وہاں میرا قیام اپنے تائے میر فیاض علی مرحوم کے تعلقات کی وجہ سے جناب چودھری مختار احمد صاحب رئیس سیوہارہ کے دردولت پر رہا جو بڑے علم دوست، نہایت عالی قدر، مرجع عوام و خواص بزرگ تھے، غالباً ۱۸ء تک وہاں رہا، ۱۹ء تا ۲۲ء مدرسہ عربیہ قادریہ حسن پور جاکر تعلیم جاری رکھی، وہاں مولانا ولی احمد صاحب کیملپوری (تلمیذ حضرت شیخ الہندؒ) کی تعلیم و تربیت سے مستفید ہوا، مطالعۂ کتب کا ذوق و شوق بھی جو کچھ حاصل ہوا وہ انہی کا فیض ہے۔

۲۳ تا ۲۶ء دارالعلوم دیوبند میں رہا اس چار سالہ قیام میں زیادہ تعلق حضرت شاہ صاحب، حضرت مفتی صاحبؒ اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے رہا، ۴۵، ۴۶ھ جس میں دورۂ حدیث تھا، اصلاحی تحریک کی تائید میں طلبہ نے دوبار تعلیمی مقاطعہ کیا، حضرت شاہ صاحبؒ چند ماہ ترمذی پڑھا چکے تھے، پھر مستعفی ہوگئے اور دوسرے اکابر اساتذہ نے بھی ترک تعلق کیا تو طلبہ نے مکمل اسٹرائک کی جس میں احقر بھی شریک تھا، حضرت شاہ صاحبؒ کے ترک تعلق پر حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے باقی ترمذی شریف و بخاری شریف پڑھائی، دوسری اسٹرائک ہوئی تو

احقر نے عدم شرکت اور تعلیم پوری کرنے کو ترجیح دی، جس کے لئے حضرت شاہ صاحبؒ سے بھی اجازت حاصل ہوگئی۔

اس طرح وہ دورہ کا سال پورا کر کے احقر تبلیغ کالج کرنال چلا گیا، وہاں تین سال اور چند ماہ رہ کر تبلیغی ضرورت کے لئے انگریزی پڑھی، ادب عربی کے تخصص کا نصاب پورا کیا اور کتب مذاہب وملل کا مطالعہ، مشق تقریر، تحریر ومناظر کا سلسلہ رہا۔

وہاں سے فارغ ہوکر ۲۹ء میں ڈابھیل پہنچا اور مجلس علمی سے تعلق ہوا جو ۴۵ء تک باقی رہا، اس کے بعد رفتہ رفتہ ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ مجلس کو مستقل طور سے کراچی منتقل کرنا پڑا، حضرت مخدوم ومحترم مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب بانیوسرپرست مجلس نے احقر کو وہاں بھی بلانا چاہا اور اپنے خصوصی تعلق کی بناء پر مع متعلقین کراچی میں رہنے کی سہولتیں بھی دینا چاہیں، مگر احقر کے لئے بعض وجوہ سے ترک وطن کو ترجیح نہ ہوسکی۔

کرشمۂ غیبی، حق تعالیٰ کی شان کریمی اور فضل وانعام کو دیکھئے کہ ۴۶ء میں دورہ کے سال حضرت شاہ صاحبؒ کے لئے بے نظیر حدیثی درس کی تشنگی سے جو دل شکستگی ہوئی تھی اور حضرت ہی کی اجازت پر تعلیمی سال بادل نخواستہ پورا کرلیا تھا، اس کی تلافی چند سال بعد ڈابھیل کے قیام میں ہوئی کہ آپ کے آخری دو سال کے درس بخاری شریف میں شرکت واستفادہ کی نعمت غیر مترقبہ مل گئی اور چونکہ حضرت کے افادات خصوصی کی قدر ومنزلت بھی دل میں اچھی طرح جاگزیں ہوچکی تھی، اس لئے زیادہ توجہ بھی آپ کے ان ہی افادات پر مرکوز رہی جن کی پوری قدر اب انوارالباری کی ترتیب کے وقت ہورہی ہے، والحمدوالمنہ۔

۳۸ و ۳۹ء میں فیض الباری ونصب الرایہ وغیرہ طبع کرانے کی غرض سے رفیق محترم مولانا المکرم علامہ بنوری کے ساتھ حرمین ومصر وترکی کا سفر ہوا ۹/۱۰ ماہ قیام مصر میں علامہ کوثریؒ سے تعلق واستفادات بھی بڑی نعمت تھے، جس طرح ترکی کے کتب خانوں کی بے نظیر مخطوطات عالم اور مصر کے معاہد اسلامیہ کی زیارت قابل فراموش نہیں۔

اس خالص علمی سفر کے اول وآخر جو اپنے محبوب ترین روحانی مراکز مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ کی حاضری وحج وزیارت کی نعمت وسعادت اور دونوں بار طویل قیاموں میں علماء حرمین سے تعلق واستفادات، معاہد ومکاتب حرمین کی زیارات، یہ وہ نعمتیں ہیں جن سے اوپر کسی نعمت کا تصور اس دنیوی زندگی میں نہیں ہوسکتا۔

شکر نعمتہائے تو چند انکہ نعمتہائے تو　　عذر تقصیرات ما چند انکہ تقصیرات ما

دارالعلوم سے فراغت کے بعد بیعت سلوک کی طرف رجحان ہوا، حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہٗ سے استشارہ کیا کہ کس سے بیعت ہوں تو حضرتؒ نے حضرت شیخ وقت مولانا حسین علی صاحب میانوالی قدس سرہٗ کا مشورہ دیا، احقر ان کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوا اور تاحیات استفادات کرتا رہا، چند سال قبل حضرت شیخ ومرشد مولانا عبداللہ شاہ صاحب خلیفۂ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کندیاں ضلع میانوالی سے پہلے ذریعۂ مکاتبت اور پھر سرہند شریف میں وقت زیارت مشافہۃً شرف بیعت حاصل کیا، آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح آپ کے جانشین حضرت شیخ ومرشد مولانا خان محمد صاحب دام برکاتہم سے پہلے ذریعہ مکاتبت پھر گذشتہ سال وقت تشریف آوری دیوبند مشافہۃً بیعت سے مشرف ہوا، واللہ الموفق لما یحبہ ویرضی، زمانۂ تعلق مجلس علمی ڈابھیل میں ۵، ۴ سال تک کتب درسیہ بھی جامعہ ڈابھیل میں پڑھائیں، یاد رہے کہ البلاغۃ الواضحہ، قدوری، کنز وہدایہ میبذی، وشرح عقائد، دیوان متنبی وسبعہ معلقہ وغیرہ پڑھائیں، حضرت مولانا احمد بزرگ صاحبؒ جس زمانہ میں افریقہ گئے تھے تو اہتمام جامعہ بھی احقر ومولانا مفتی بسم اللہ صاحب کو سپرد کر گئے تھے، دیوبند سے فارغ ہوکر احقر نے ''مولوی فاضل'' پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی تھی اور چار سال تک مولوی فاضل کے پرچۂ جواب مضمون عربی کا ممتحن بھی رہا۔

۴۶ء سے ۵۲ء تک احقر کا قیام بجنور رہا جس میں مطب کا مشغلہ اور کچھ لکھنے پڑھنے کا کام بھی اہتمام یتیم خانہ اسلامیہ بجنور کے ساتھ رہا، ۵۲ء سے ۵۹ء تک دہلی قیام رہا، جس میں دفتر روزنامہ الجمعیۃ اور الجمعیۃ پریس سے انتظامی تعلق رہا۔

یہاں بطور تحدیث نعمت یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۷۴ء میں احقر کا عقد نکاح حضرت شاہ صاحبؒ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوا (نکاح حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھایا تھا) ان سے حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی کے بہت سے واقعات خصوصاً گھریلو زندگی کے بہت سے حالات کا علم بھی مجھے ہوا، خدا کرے، حضرت شاہ صاحبؒ کے اس تعلق سے مجھے نفع آخرت بھی حاصل ہو، آمین۔

اب دو سال سے دارالعلوم دیوبند کے شعبہ نشر و اشاعت سے تعلق ہے جس میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کی تصانیف کی تسہیل، عنوان بندی و تصحیح اغلاط مطبعی وغیرہ کا کام سپرد ہے، یہاں کے قیام میں ماہوار پروگرام کے رواج اور قسط وار کتابیں شائع کرنے کی سہولت دیکھ کر خیال ہوا کہ انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری کا کام کیا جائے جس کے لئے مقدمہ اور تذکرہ محدثین کی ضرورت محسوس ہوئی خدا کا شکر ہے کہ پہلی جلد کے بعد مقدمہ کی دوسری جلد بھی شائع ہو رہی ہے، اس کے بعد شرح بخاری کا پہلا پارہ آ جائے گا، ان شاء اللہ، اسی طرح اس حدیثی خدمت کی ۴۰ منزلیں پوری کی جائیں گی، واللہ الموفق المیسر۔

آراء وارشادات گرامی

تذکرہ محدثین حصہ اول میں علاوہ دیگر مباحث و تفصیلی تذکرۂ امام اعظمؒ، ڈیڑھ سو محدثین کے اجمال و تفصیلی تذکرے آ چکے تھے، پیش نظر حصہ دوم میں ۱۷۴ محدثین کے مستقل تذکرے اور ضمنی تذکرے مثلاً حضرت علامہ کشمیری قدس سرہٗ یا حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے تلامذۂ محدثین وغیرہ بھی تقریباً ایک سو ہوں گے، اس طرح سات سے زیادہ مجموعی تذکرے سامنے آ گئے۔

خیر الامم (امت محمدیہ) میں سب سے زیادہ برگزیدہ طبقہ فقہاء و محدثین کا ہے، کیونکہ نرے مفسرین یا محدثین کا پایہ بھی اس سے نیچے ہے اسی لئے اس طبقہ کی دینی و علمی خدمات کا بھی سب سے اونچا مقام ہے، اس جامع وصف روایت و درایت برگزیدہ طبقہ کی ایک مستقل و مکمل تاریخ مدون ہونے کی نہایت ضرورت ہے، تاکہ دین قیم کے ان جلیل القدر خدام کے بابرکات انفاس و علمی خدمات سے تعارف حاصل ہو، امندرجہ بالا ضرورت، ۲ شرح بخاری شریف کی مناسبت، ۳ حضرت شاہ صاحبؒ کے طرق درس کے باعث جگہ جگہ محدثین کے حالات پر روشنی ڈالا کرتے تھے، اور اس خیال سے بھی کہ محدثین احناف کو مطبوعہ کتب رجال و طبقات میں صحیح جگہ نہیں ملی تھی، تذکرۂ محدثین کی دو جلدیں پیش ہیں۔

اس نقش اول میں بہت سے تذکرے مواد میسر نہ ہونے کی وجہ سے ناقص بھی رہے، بعض کتابوں پر ضرورت سے زیادہ اعتماد بھی نامناسب ہوا، اپنے مخلص بزرگوں نے بعض خامیوں کی طرف بھی توجہ دلائی، بہت سی مطبعی اغلاط بھی باعث ندامت ہوئیں، انشاء اللہ، ان سب امور کی تلافی کی جائے گی اور جتنے مفید علمی مشورے آئے ہیں، یا آئندہ آئیں گے سب پر عمل کیا جائے گا۔

مجھے اس امر سے نہایت مسرت ہے کہ اہل علم نے میری اس خدمت پر توجہ کی، کتاب ملاحظہ فرما کر اپنی مفصل رائے، مفید اصلاحات و مشوروں سے نوازا اور میں ان سے مستفید ہوا، یہاں اپنے اکابر و احباب کے بیسیوں مکاتیب گرامی میں سے حسب گنجائش چند ایک پیش ہو رہی ہیں۔

مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ

مکرم محترم زادت معالیکم، بعد سلام مسنون گرامی نامہ کئی دن ہوئے موجب منت ہوا تھا، بڑی ندامت ہے کہ عریضہ کے لکھنے میں امراض و اعراض کی وجہ سے تاخیر ہوگئی، کتاب تو فرط شوق میں اسی وقت رات ہی کو سننا شروع کر دی تھی اور فہرست پوری اور چند مباحث تو رات کے ۱۲ بجے تک اسی دن سنے تھے، اس کے بعد بھی چند مرتبہ کچھ حصہ دن میں خود دیکھا اور کچھ رات کو کسی سے سنا اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ آپ نے بہت ہی محنت اور تفصیل سے مضامین کو جمع فرمایا، بالخصوص امام صاحبؒ کے متعلق تفاصیل بہت ہی اہم اور مفید ہیں، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور دارین میں اس کی بہترین جزاء خیر عطا فرمائے اور لوگوں اس سے زیادہ سے زیادہ

تمتع کی توفیق عطا فرمائے، بلا کسی تصنع اور تواضع کے عرض ہے کہ اس ناکارہ کا ذکر اس اہم اور مبارک کتاب میں کتاب کے لئے عیب ہے، آپ نے دوسرے حصہ کو بھی اس ذکر سے عیب دار بنانے کا خیال ظاہر فرمایا، بندہ کی درخواست ہے کہ اس سے اپنی مبارک کتاب کی وقعت نہ گرائیں، اس میں کوئی تصنع نہیں ہے، بندہ کو تقاریظ لکھنا نہیں آتیں، کیا یہ عریضہ اس کا بدل نہ ہو سکے گا؟ فقط زکریا......۲۵ جمادی الاولی ۱۳۷۸ھ

مکتوب گرامی سیدی وسندی الشیخ مولانا خان محمد صاحب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات فقیر خان محمد عفی عنہ بگرامی خدمت حضرت مولانا احمد رضا صاحب عرض گزار ہے کہ آپ کا ولانامہ مع رجسٹری انوار الباری موصول ہو کر باعث سرفرازی ہوا اس ہدیۂ بہیہ اور یاد فرمائی کا بہت بہت شکریہ جزاک اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ نے ایک سال اپنے مخلصین کو دورۂ حدیث پڑھایا تھا جس میں حضرت کے صاحبزادے مولوی محمد سعید مرحوم، حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب قدس سرہٗ اور دیگر علماء متوسلین کی جماعت شامل تھے، حضرت نے سارے علوم کی تکمیل تین سال کانپورہ میں رہ کر کی، مولانا عبیداللہ صاحب پنجاب کے مشہور مدرس کانپور میں تھے، اکثر کتابیں ان سے پڑھیں۔

انوار الباری کا طرز بہت مفید ہے اور فقیر کو پسند آیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کے اسباب پیدا فرمائے اور آپ کے اخلاص میں ترقی اور کام میں برکت عطا فرمائے، آمین

مکتوب گرامی حضرت استاذی المعظم مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث، رحمہ اللہ جامعہ اشرفیہ لاہور

بعد تحیۂ مسنونہ وہدیۂ دعوات غائبانہ آنکہ ہدیہ محبت ورضا موصول ہوا، جس کو اگر اصح الہدایہ کہا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح ہوگا اور ایسے ہدیۂ صحیحہ کے ساتھ حسن غریب لانعرفہ الامن ہذا الوجہ (ای من وجہ السید الرضا) کا بھی اضافہ کر دیا جائے تو صحت اور غرابت کے اجتماع میں کوئی اشکال نہ ہوگا یہ ہدیہ موجب صد مسرت ہوا، اللہ تعالیٰ اتمام واکمال کی توفیق بخشے اور اپنے قرب ورضا کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین۔

بقیہ اجزاء کا انتظار ہے، آں محترم اولین فرصت میں ان کے اجزاء اس ناچیز کے نام ارسال کرتے رہیں، ان اجزاء کی جو قیمت ہوگی وہ میں انشاء اللہ تعالیٰ محب محترم مولانا مولوی محمد یوسف صاحب بنوری سلمہم کے پاس جمع کرتا رہوں گا، زیادہ بجز اشتیاق لقاوہدیہ دعا کیا عرض کروں۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار سندھ رحمہ اللہ

انوار الباری کا مقدمہ حصہ اول موجب مسرت وابتہاج ہوا بوجہ علالت میں جلد نہ دیکھ سکا، اب بھی پورا نہیں ہوا، مگر اکثر مقامات سے دیکھا ماشاء اللہ خوب ہے میرے حالات کہیں نہیں چھپے نہ میں نے لکھے، آپ کی خاطر کچھ لکھ کر ارسال کر دوں گا۔

تقریظ حضرت مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ

مقدمہ انوار الباری حصہ اول کو مختلف مقامات سے میں نے بغور پڑھا، مختلف کتابوں میں جو قیمتی معلومات منتشر تھے، ان کو مؤلف کتاب جناب مولانا احمد رضا بجنوری نے جس محنت وجانفشانی سے یکجا اور مرتب کیا ہے اس کی داد نہ دینا ستم ہے، معمولی فروگذاشتوں سے کسی مؤلف کی کتاب کا خالی ہونا تقریباً ناممکنات سے ہے اس لئے ان سے قطع نظر کر کے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مقدمہ بہت قیمتی اور بیش بہا معلومات پر مشتمل ہے، میں مؤلف سلمہ اللہ کو ان کی اس تالیف پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

تقریظ حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند رحمہ اللہ

مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری نے جو جماعتی حیثیت سے میرے رفیق کار بھی ہیں، بخاری شریف جیسی عظیم حدیث کی کتاب پر

اردو میں یہ کوشش کی ہے، کہ رئیس المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے افادات کو بخاری کی شرح کے طور پر پیش کریں، حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ مسلمہ طور پر اپنے وقت کے علم حدیث میں مجدد سمجھے گئے ہیں اور حدیثی تنقیح وتحقیق میں ان کا پایہ سلف صالحین کی ممتاز اور نمایاں ہستیوں میں سمجھا جاتا ہے، سخت ضرورت تھی کہ اردو زبان میں اس متہم بالشان کتاب کے افادات ارباب ذوق واہل علم کے سامنے آجائیں تاکہ اس کی افادیت زیادہ سے زیادہ عام ہوسکے، اور یہ معلوم ہوسکے کہ حدیثی تنقیح وتدقیق کے ساتھ ساتھ مسلک حنفی کو حدیث سے کس قدر قربت ویگانگت حاصل ہے۔

مولانا موصوف شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس سلسلہ کی پہلی کڑی ارباب فکر کے سامنے پیش کردی ہے جس کا نام مقدمہ انوار الباری شرح بخاری ہے، کتاب کے اس حصہ اول کو دیکھنے سے اہل علم بخوبی اندازہ کرسکیں گے کہ مولانا موصوف نے کس جانکاہی اور علمی کاوشوں کے ساتھ ان علمی افادات کو پیش کیا ہے، حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی سعی کو اہل علم وفکر کی نظر میں ''سعی مشکور'' فرمائے۔

تقریظ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی ناظم جمعیۃ علماء ہند دامت برکاتہم

حامداً ومصلیاً ومسلماً، مولانا المحترم سید احمد رضا صاحب نے حضرت الاستاذ العلام محدث جلیل مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ و قدس سرہٗ العزیز کے نادر اور بیش بہا افادات کو جس حزم واحتیاط اور شرح وبسط کے ساتھ جمع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، اس کی پہلی قسط یعنی مقدمۂ انوارالباری کا حصہ اول ہمارے سامنے ہے، جس تفصیل سے یہ پہلا حصہ مرتب کیا گیا ہے اس سے اس ''بحرذخار'' کا اندازہ ہوتا ہے جو بخاری شریف کی اردو زبان میں مکمل شرح کی شکل میں ہمارے سامنے آئے گا، ان شاء اللہ۔

اس نے اس حصہ کو پڑھنا شروع کیا چونکہ اردو زبان میں ایک نئی اور جامع تصنیف تھی، اس سے اتنی دلچسپی ہوئی کہ دوسرے مشاغل کی الجھنیں فراموش ہوئی اور کتاب کا بہت بڑا حصہ حرفاً حرفاً پڑھ لیا، حقیقت یہ ہے کہ یہ حصہ اردو داں طبقہ کیلئے نادر تحفہ ہے اور امید ہے کہ اسی طرح دوسرے حصے بھی اردو داں اہل علم کے لئے گراں قدر ہدایا ہوں گے جو زبان اردو کے دامن میں علم حدیث کے قیمتی جواہر پاروں کا اضافہ کردیں گے، اردو زبان کی عجیب وغریب خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے بولنے اور سمجھنے والوں کی غالب اکثریت امام اعظم حضرت ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت سے رابطہ تقلید رکھتی ہے۔

اردو زبان میں اختلافی مسائل مثلاً قرأت فاتحہ خلف الامام یا آمین بالجہر وغیرہ کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی جاچکی ہیں مگر خود امام صاحبؒ اور آپ کے رفقاء کار کے متعلق کتابیں تو کیا معمولی رسالے بھی شاذونادر ہی ہیں۔

ایک حنفی المسلک جو باقاعدہ عالم نہ ہو وہ اختلافی مسائل پر غیر حنفی سے گفتگو کرسکتا ہے، لیکن امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے متعلق اہل الرائے اور ناآشنا حدیث ہونے کا جو پروپیگنڈہ کیا گیا اور کیا جاتا ہے اس کا محققانہ جواب اس کے پاس نہیں ہوتا، بلاشبہ ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو اس پروپیگنڈے کے تاریک پردوں کو چاک کرے اور جس میں امام صاحب کی ان خصوصیات کا تذکرہ ہو جن کی بناء پر دنیاء علم نے آپ کو امام اعظم تسلیم کیا، مقدمہ انوارالباری کا یہ پہلا حصہ جو تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہے، ایک جام حیات ہے جو اس ضرورت کو پورا کرتا ہے اور اس تشنگی کو سیرابی سے بدلتا ہے۔

مخالفانہ پروپیگنڈے کی تقویت حضرت امام بخاریؒ کے انداز تحریر سے بھی پہنچی کہ کہیں آپ کے مبہم الفاظ کو امام اعظم کے مسلک پر جرح اور کہیں آپ کے عقائد کے متعلق تنقید اور تنقیص سمجھا گیا۔

انوارالباری کے مصنف مدظلہ العالی نے اس کی طرف توجہ کی ہے اور محققانہ انداز میں بے شمار شواہد ونظائر کے ساتھ ان اعتراضات کا

جواب دیا ہے جو امام صاحبؒ کے علم، مسلک یا عقیدے پر کیے جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس جواب دہی میں کہیں کہیں دامن احترام کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ارشاد ربانی لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم اگر چہ مصنف کی اس شوخی تحریر کے لئے جواز پیدا کر دیتا ہے مگر تا ہم اصح الکتب بعد کتاب الله کے مصنف کی تعظیم وتکریم ہمارے ان فرائض میں سے ہے جو توازن و تقابل کے وقت بھی کسی تخفیف کو قبول نہیں کرتے۔

بہر حال کتاب ہر ایک طالب علم کے لئے وہ متعلم ہو یا معلم، قابل قدر ذخیرہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مقبولیت عطا فرمائے اور مصنف کو اپنے تصنیفی منصوبہ کی تکمیل کی توفیق بخشے وماذلک علی اللہ بعزیز، محمد میاں عفی عنہ۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا ابوالوفا صاحب افغانی رحمہ اللہ مدیر احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن

جزاک اللہ خیرا، آپ نے بہت بڑا کام شروع کیا ہے، تذکرے بڑے قیمتی ہیں، امام صاحب کے خمسات کے متعلق تو آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا مگر مجھے ابھی مولانا شبلی کی تحقیق کے متعلق شبہات ہیں، تحقیق کی فرصت نہیں، کاش! اس اعتراض و جواب کو آپ درج بھی کر دیتے تو آئندہ اس کا سد باب ہو جاتا۔

مقدمۂ انوار الباری کا مطالعہ تھوڑا تھوڑا جاری ہے، وقت نہیں ملتا، کبھی اخیر رات میں، کبھی سونے سے قبل دیکھ لیتا ہوں، بڑی محنت کی ہے آپ نے اور بہت سی چیزیں اور خیانتیں متعصبین کی واضح کر دی ہیں، افسوس کے تصحیح اچھی نہیں ہوئی، طباعت کی غلطیاں رہ گئی ہیں، آج شب میں امام شافعیؒ کا تذکرہ پڑھا، واقعی! آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے دل سے دعائیں نکلیں۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد چراغ صاحب ''العرف الشذی'' رحمہ اللہ

انوار الباری کے مقدمہ کا پہلا حصہ بطور تحفہ کئی دن ہوئے موصول ہو چکا ہے بے حد شکریہ، اسباق سے فرصت کم ہوتی ہے اور حافظہ کافی حد تک خراب ہو چکا ہے، اور دماغ بیماری کی وجہ سے ذہنی انتشار کا شکار ہے، اس لئے آہستہ آہستہ دیکھنا شروع کیا ابھی کچھ دیکھ چکا تھا کہ ایک علم دوست صاحب عاریۃً دیکھنے کے لئے لے گئے۔

اپنی بیماری کی وجہ سے کتاب پر کچھ تبصرہ کرنے کی صلاحیت سے تو عاری ہوں، البتہ اس پر مبارکباد کہ آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کو شائع کر کے عام کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، جس سال ہم نے دورہ ختم کیا تھا اس وقت بھی بعض شرکاء حدیث نے یہ طے کیا تھا کہ حضرتؒ کے علوم کی اشاعت ہونی چاہئے اور کچھ احباب نے اس کے لئے چندہ دینے کا بھی وعدہ کیا تھا، مگر بعد میں اس خیال کو عملی جامہ نہ نصیب ہوا۔

میرے پاس حضرت شاہ صاحبؒ کے درس بخاری کے نوٹ ہیں (جیسے تقریر ترمذی کے نوٹ بصورت العرف الشذی تھے، ان میں مسائل مختلف فیہا کی طرف توجہ کم ہے، کیونکہ مسائل کے بارے میں حضرتؒ ترمذی کے درس میں مفصل بحث فرمادیا کرتے تھے۔

بخاری کے نوٹس مجھ سے دو تین سال عاریۃً لے کر مولانا محمد ادریس صاحب نے اپنے لاہور ابتدائی ایام میں رکھے تھے بعد میں واپس کر دیئے اب اگر مناسب خیال فرمادیں تو میں وہ قلمی کتاب عاریۃً آپ کو بھیج دوں کہ آپ اس سے کچھ لینا چاہیں تو لے لیں؟ مگر یہ بھی فرمادیں کہ کیا پاکستان سے آپ کو ہندوستان میں قلمی کتاب پہنچ سکے گی؟

مکتوب گرامی حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب رحمہ اللہ استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم دیوبند

صدیقی المکرم مولانا السید احمد رضا صاحب زیدت مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، انوار الباری علی صحیح البخاری کے مقدمہ کی پہلی قسط

مطالعہ کی اور بہت سے صفحات بالاستیعاب دیکھے، آپ نے بہت سی کتابوں کا عطر اس میں پیش کیا ہے، اردو میں حضرات محدثین بالخصوص حضرات حنفیہ اخص الخصوص حضرت امام اعظمؒ پر آپ نے ایسی چیزیں پیش کردی ہیں جن کی طلبہ اور علماء کیلئے بالخصوص احناف رحمہم اللہ کے لئے ہروقت ضرورت تھی، جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

میرے نزدیک طلبائے حدیث اور علماء کے لئے ازبس اس کا مطالعہ ضروری اور مفید ہے، البتہ حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ کے بارہ میں جواب دہی میں ذرا لہجہ تیز ہوگیا ہے، امید ہے کہ آئندہ کتاب میں اس کا لحاظ فرمایا جائے گا۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب تلمیذ رشید حضرت علامہ کشمیری قدس سرہٗ

مقدمۂ انوارالباری موصول ہوا، بہت بہت شکریہ، بالبدا یہ یہ زبان پر آتا ہے کہ وہ کون سی خوبی ہے جو اس کتاب میں نہیں، کتاب کیا ہے، ماشاء اللہ ایک نایاب انسائیکلو پیڈیا ہے، کسی طور مقدمۂ فتح الباری سے کم درجہ کی چیز نہیں ہے'' آپ نے بہت سے مفید مشورے اور اصلاحات بھی لکھی ہیں جن سے استفادہ کیا گیا، جزاہم اللہ خیرا۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی

انوارالباری کا مقدمہ موصول ہوا جس کو میں وقت نکال نکال کر بہت غور سے پڑھ رہا ہوں، ماشاء اللہ بہت ہی مفید کام شروع کیا ہے، امام اعظمؒ کی جانب سے مدافعت کا تو حق ادا کردیا ہے۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب رحمہ اللہ
سملکی افریقی سرپرست مجلس علمی ڈابھیل وکراچی

الحمدللہ مقدمہ انوارالباری کے پہلے حصہ کی سماعت سے علمی فوائد حاصل ہوئے، جزاکم اللہ خیرا، یہاں برادر حضرت مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی صاحب و برادر مولانا محمد ایکھلوایہ صاحب سلمہا نے بھی آپ کی اس تصنیف کو پسند فرمایا اور قدر کی، دونوں حضرات نے کہا کہ اس قسم کی کتاب کی ضرورت تھی جو الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ مہیا کردی، دونوں حضرات اور یہ عاجز ظلوم جہول شکر گزار ہیں اور دعا گو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس تصنیفی کوشش سے مسلمانوں کو اور خصوصاً علماء کرام کو نفع بخشے اور کتاب زیادہ سے زیادہ مقبول ہو اور آپ کے لئے صدقۂ جاریہ بنے، آپ نے تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ محنت کرکے اور دیدہ ریزی سے علماء احناف کے لئے یہ سرمایہ علمی جمع و مرتب کردیا، فللہ الحمد ولکم الشکر۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی دامت برکاتہم

گراں قدر محترم، زادکم اللہ فضلا وعلاء، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، انوارالباری کی پہلی جلد موصول ہوگئی، ماشاء اللہ اپنے رفیق محترم کا علمی رفیع کارنامہ یکا یک آنکھوں کے سامنے آیا، بہت خوشی ہوئی، خیال تھا کہ پورا مطالعہ کرکے تاثرات لکھوں گا، لیکن موانع وعوائق کے خوف سے کہ کہیں تاخیر نہ ہوجائے اس لئے تیس صفحے دیکھ کر ہی بطور رسید خط لکھ کر پیش کرتا ہوں، اللہ کرے حسن قلم اور زیادہ، خدا کرے اس کی تکمیل ہوجائے اور امت کو نفع پہنچے، امام العصر حضرت شیخ کے علوم ونفائس سے دنیا اس کے ذریعہ روشناس ہوجائے۔

بہر حال اجمالی ہدیہ تبریک قبول فرمائیے، میں طویل ساڑھے ۲ ماہ کے سفر کے بعد پہنچا ہوں، اس لئے مشاغل کا اور بھی انہاک ہے، درس ہی کیا کم تھا کہ اس پر مستزاد امور روز افزوں ہیں، امید ہے کہ مزاج مبارک بخیر ہوگا اور حضرت مفتی صاحب، مدت حیاۃ الطیبۃ بھی بخیریت ہوں گے، ممنون ہوگا، اگر میرا سلام اخلاص و تعظیم پہنچادیں، ولکم الشکر، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

مکتوب گرامی مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی دامت برکاتہم

جزاکم اللہ، آپ نے بڑا کام کیا اردو دانوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آگئی اس قدر تفصیل سے اس موضوع پر اب تک کس نے قلم اٹھایا ہے، آپ نے مجھ سے بھی اپنی تالیف منیف کے بارے میں رائے دریافت کی ہے، میں اہل علم کا خادم ہوں، اپنا تو یہ حال ہے۔

ہیچ جاذوق طلب از جستجو بازم نہ داشت دانہ می چیدم ازاں، روزے کہ خرمن داشتم

آپ کی کتاب کا بھی استفادہ کی نظر سے مطالعہ کیا، پہلا نسخہ جس روز موصول ہوا معاً پڑھنا شروع کردیا اور دوسرے روز ختم کرکے ہی دم لیا، خیال تھا کہ فوراً عریضہ پیش خدمت کیا جائے مگر موفق نہ ہوا، کتاب التعلیم کا تحشیہ اور اس کی پروف ریڈنگ پھر خلافت معاویہ اور یزید کی بخیہ دری ایک کام ہو تو، ذرا فرصت نہیں ملتی بس پھر جو اپنی مصروفیتوں میں گم ہوا تو اب دوبارہ والا نامہ کے وصول ہونے پر ہوش آیا، خدا خدا کرکے کل سے خطوط کے جواب کیلئے وقت نکالا ہے، یہ وقت عباسی کی خدمت گزاری کا تھا کل سے اسے موقوف کرکے جواب خطوط میں مصروف ہوں۔

آپ نے تو بہت کچھ لکھ ڈالا، یہ حصہ تو مقدمۂ بخاری کی بجائے مناقب ابی حنیفہ کہلانے کا مستحق ہے، بلاشبہ شرکاء تدوین فقہ کا تذکرہ اس کا خصوصی وصف ہے، آپ نے سب سے پہلے اس کو واضح کردیا ہے، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تا دیر جناب کو زندہ وسلامت با کرامت رکھے اور عمر بھر اپنی مرضیات میں انہماک نصیب فرمائے، مجھے بھی دعاء خیر سے سرفراز فرمائیں۔

مکتوب گرامی شیخ التفسیر مولانا ذاکر حسن صاحب پھلتی بنگلور، دامت برکاتہم

آپ کا ہدیہ سنیہ نومبر کے آخر میں موصول ہوکر باعث صد مسرت ہوا، احقر نے مقدمہ شرح بخاری شریف حصہ اول بغور مطالعہ کیا اور بہت مسرور ہوا، شرح کے ابتداء میں رجال بخاری کے تراجم بہت ضروری چیز تھی، بہت بہتر ہوا کہ آپ نے اس کو جزء الکتاب بنایا اور اس سے بھی زیادہ احقر کی نظر میں احناف کی طرف سے دفاع کا معاملہ تھا، جس کا آپ نے خوب خوب حق ادا کیا ہے، اس سلسلہ میں تمام مواد کو یکجا کردینا بڑا مشکل، وقت طلب اور امر صعب تھا جس کو بتوفیق الٰہی آپ کی بالغ نظری نے انجام دے دیا، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

باوجود اختصار غالباً کوئی اہم بات متروک نہیں ہوئی، گویا دریا کو کوزہ میں سمانے کی سعی کی گئی جس میں آپ بحمد اللہ تعالیٰ بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں، بندہ اس عظیم دفاعی شاہکار پر جناب کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہے، فجزاکم اللہ عنا وعن سائر الاحناف فی الدارین خیرا۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کی اس خدمت عظیم کو قبولیت عامہ سے مشرف فرمائے، اب حصہ دوم کا بے چینی کے ساتھ انتظار ہے۔

مکتوب گرامی مکرم ومحترم مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی رحمہ اللہ
صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

محب محترم ومکرم اسلام علیکم، انوار الباری جلد ا پر برہان میں تو جب تبصرہ ہوگا، ہوگا ہی، سردست اس اہم علمی کارنامہ پر جو حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے شرف انتساب رکھتا ہے، دلی مبارکباد قبول فرمائیے، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

آپ نے بہت اہم کام اپنے ذمہ لیا ہے، اللہ تعالیٰ معین ومددگار ہو اور آپ اسے استقلال وثبات کے ساتھ تکمیل کو پہنچا سکیں آمین حوالوں میں اگر

آپ کتاب کے ایڈیشن، جلداور صفحہ کا بھی التزام رکھیں تو اہل علم کے لئے بہت مفید ہواور مراجعت سہل ہوجائے، امید ہے کہ آپ بخیروعافیت ہوں گے۔

مکتوب گرامی مخدوم و معظم حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب نانوتوی دامت برکاتہم

آپ کی اس انتھک کوشش کے ثمرہ میں (۱) ایک ہی مصنف میں وہ بکھری ہوئی چیزیں سامنے آگئی ہیں جو آج تک میری دانست میں جمع نہ تھیں، واللہ اعلم مختلف کتب میں کہیں بحوالہ اور کہیں بغیر حوالہ دوران مطالعہ نظر کچھ چیزیں گزرتی تھیں، پھر عندالضرورۃ ان کا فراہم ہونا بغیر شدید جو جہد کی ورق گردانی کے دشوار تھا (۲) خود بہت سے حنفی علماء کی ان غلط فہمیوں کا بھی اس سے ازالہ لابدی ہے جن کی معلومات کے تحت حضرت امام اعظمؒ کا مقام بمقابلہ مشاہیر حدیث وہ نہ تھا جو اس کے مطالعہ کے بعد متعین ہو سکے گا۔ (۳) اکثر احناف عقیدۃً ہی حضرت امام اعظمؒ کی رفعت وعظمت پر جمع ہوئے تھے، اس مصنف سے ایک حجۃ قاہرہ آپ نے قائم فرمادی جزاک اللہ جزائن الاوفی (۴) عام درس گاہوں میں فقہ و حدیث کے مدرسین کے لئے اور خصوصاً مباحثین کے لئے ایک اجلا مواد آپ نے فراہم فرمادیا ہے، فبارک اللہ فی عمرکم وعلمکم وفیما الینا اہدیتم۔

مکتوب گرامی مکرم و معظم مولانا عبدالماجد دریابادی (مدیر صدق) دامت برکاتہم

مخدوم المکرم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، صدق میں کتابوں پر تبصرے کا سلسلہ تو مجبوراً بند کردینا پڑا، کتابوں کے انبار لگنے شروع ہوگئے تھے اور ہر مصنف یا ناشر کی طرف سے پیہم اور شدید تقاضے، سب پر لکھنے کا نہ وقت نکلنا ممکنے، نہ پرچہ میں گنجائش، اب صرف رسید کتب ہے، ذیل میں دو چار سطریں بطور اجمالی تعارف کے عرض کردی جاتی ہیں، گو آنے والی کتابوں کی تعداد میں اب بھی کوئی نمایاں فرق نہیں! پھر کتابیں ہر فن کی اور رطب ویابس ہر قسم اور ہر سطح کی!

بہر حال آپ کے عطیۂ شریفہ کا تعارف تو ان شاء اللہ پوری طرح کرہی دیا جائے گا، بڑا ٹیڑھا سوال پرچہ میں گنجائش کا رہتا ہے، بیسیوں کتابوں کا ڈھیر ہر وقت لگا ہوا ہے، کسے مقدم کیا جائے، کسے مؤخر مہینوں گنجائش کے انتظار میں لگ جاتے ہیں۔

اور مشورے تو کیا دوں گا، الٹا استفادہ ہی اس سے کر رہا ہوں، اور اپنی معلومات میں قدم قدم پر اضافہ، اردو کی اب چند ہی کتابیں ایسی ہوتی ہیں، جنہیں شروع سے آخر تک پڑھتا ہوں اور یقین فرمایئے کہ انہیں معدودے چند میں ایک یہ بھی ہیں۔

دوسرے نسخہ کا قطعاً کوئی سوال نہیں، شکر گزار ایک ہی نسخہ پانے پر تہہ دل سے ہوں، والسلام دعا گو و دعا خواہ عبدالماجد۔

مکتوب گرامی مکرم و معظم مولانا عبدالرشید محمود صاحب نبیرہ حضرت اقدس مولانا گنگوہی رحمہ اللہ

حنفیت کی ترجیح عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذهب الحنفي طريقة انيقة هي اوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت و نقحت في زمان البخاري اصحابه، ارشاد ولی اللہی کی تنقیح وتوضیح کی یہ ایک کامیاب سعی ہے، انشاءاللہ مشکور ہوگی، سنت معروفہ سے طریقۂ انیقہ حنفیہ کی توفیق وتطبیق اور بنابریں ترجیح وتفصیل، پھر تنقیص کرنے والوں کی تردید وتضعیف اور خلاف ادب نہ ہو تو تخفیف کا انشراح بھی اس آپ کی عرق ریزی سے انشاء اللہ معلوم ومشہود ہوگا، اللہ یجزیکم باحسن الجزاء کما یلیق بشانہ۔

مکتوب گرامی مکرم و معظم مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، ایبٹ آباد، دامت برکاتہم

محترمی ومکرمی زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، حسب ارشاد گرامی انوارالباری کے متعلق اپنے دلی تاثرات عرض ہیں (یہ سیہ کار رائے دینے کے قابل نہیں) سیدالانبیاء ﷺ نے وحی ربانی کی جو تشریح فرمائی، اسے نہایت ہی تحقیق اور تدقیق کے بعد امیرالمومنین فی الحدیث امام بخاری نے جمع فرما کر امت مسلمہ کی کامیاب رہنمائی فرمائی، اتنی جامعہ اور محققانہ کتاب کو سمجھانے اور اس کے رموز واسرار کی وضاحت کے لئے خداوند قدوس نے ہر دور میں ان بزرگ ہستیوں کو پیدا فرمایا، جنہوں نے اپنی روحانیت اور علمیت خداداد کے ذریعے اس کتاب کو آسان ترین الفاظ میں پیش کرنے کی سعادت

حاصل کی، حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ نبی کامل خاتم الرسل ﷺ کی تعلیمات کا رخ بھی نور کامل کا نشان لئے ہوئے بدلتا رہتا ہے، اس چودھویں صدی میں ظلم وعصیان کے تاریک ترین ماحول میں اس ہدایت کاملہ کی ضوافگنی کے لئے جن افراد کو حجۃ اللہ کے طور پر پیدا فرمایا ان میں سے ایک ممتاز اور وحید مقام کے مالک استاذ محترم محدث عصر حضرت انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ العزیز ہیں، آپ نے اس "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کی عقدہ کشائی اور تعلیمی منافع کی عمومیت کے لئے جو شاندار خدمت کی ہے، اس کی نظیر آنے والے دور میں ناممکن ہے۔

الحمدللہ دینی علوم سے آراستہ علماء کرام تو کسی حد تک اس ذخیرۂ خیر و برکت سے فائدہ اٹھا لیتے تھے، مگر ہمارے اردو خواں بھائی اس نعمت سے قطعاً محروم تھے، فتنۂ انکار حدیث کے زمانہ میں تو نہایت ہی شدید ضرورت اس امر کی تھی کہ حدیث پر کوئی جامع اور مدلل کتاب شائع کی جائے مقام مسرت ہے کہ بخاری زماں حضرت شاہ صاحبؒ کے گنجہائے گراں مایہ کو اردو زبان میں شائع کیا جا رہا ہے، اور زیادہ مسرت اس بات سے ہوئی کہ اس عظیم علمی اور دینی کام کا اہتمام اس خوش قسمت ذی علم بزرگ کے ہاتھ میں ہے جس نے سالہا سال قال کے ساتھ ساتھ انور شاہ کے حال کو نہ صرف مشاہدہ کیا، بلکہ اتباع اور اطاعت کی روشنی میں مقام تقرب سے مشرف ہے، میں نے مقدمہ انوار الباری کو نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ اپنے اس لٹریچر میں داخل کر لیا جس سے میں اپنی علمی زندگی میں وقتاً فوقتاً رہنمائی حاصل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مرتب علام کو اس کی تکمیل کی توفیق سے نوازے اور اس ادارہ کے معاونین کی اعانت فرماوے، اللہ الموفق والمعین۔ سیہ کار قاضی زاہد الحسینی

مکتوب گرامی مکرم ومعظم مولانا عزیز احمد صاحب سابق استاذ جامعہ ڈابھیل عم فیضہم

جب سے تحفۂ انوارالباری ملا میں اس کے انوار میں محو ہو گیا، نام کیا اچھا پایا ہے، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم واقعی تحفہ نور افزا ہے، بزرگ بھائی حقیقت یہ ہے کہ مقدمہ نہایت عمدہ اور ماشاءاللہ پر از معلومات ہے، وقت واحد میں ناظر کو "ناشر" شرح صدر بخشتا ہے، اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ، نکتہ رسی قابل داد ہے، حنفیت کے دفاع کے لئے یہ واحد سلاح ہے، اردو دانوں اور ہم جیسے مہمل ٹوٹی پھوٹی عربی جاننے والوں کے لئے نور افزا تو ہے ہی ایمان پرور بھی ہے، "اتبع سبیل من اناب الی" کا نیا دھارا اور بالکل نئی رو ہے، جس کے فہم سے میں محروم تھا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر سے اتنا نوازیں کہ لے کر بس بس کیجئے اور وہ دے دے کر راضی دونوں راضی سبحان اللہ والحمد للہ، ڈابھیل کی ایک بات "مستقل تصنیف" یاد آئی وہ جیسی تھی تھی، اس مقدمۂ انوارالباری نے تو عقیدت بڑھا دی ہے، اللہ تعالیٰ اول سے دوم اور تا آخر ہر ایک کو بڑھا بڑھا کر ہی مکمل کرا دیں، وما ذلک علی اللہ بعزیز، دعا بھی ہے اور رہے گی انشاءاللہ العزیز اپنی منفعت کے پیش نظر پایۂ تکمیل کو اپنی آنکھوں دیکھ لوں، واقعی بڑی دیرینہ آرزو خدمت حدیث کی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

مکتوب گرامی مکرم ومحترم مولانا کاشف الہاشمی، دیوبند، دامت برکاتہم

کئی روز ہوئے انوارالباری کا جزء اول ملا تھا، اب تک مطالعہ کیا، اب رسید اور شکریہ پیش کرتا ہوں، میں بقسم کہتا ہوں کہ اس مقدمہ سے میں طالب علمانہ استفادہ کیا ہے، مجھے اپنے سامنے سے پردے اٹھتے ہوئے محسوس ہوئے ہیں، اللہ پاک آپ کو ملت کیلئے تادیر سلامت رکھیں اور زیادہ سے زیادہ خدمت لیں، ہم کو یہ توفیق ملے کہ آپ کی قدر کریں۔

مکتوب گرامی مکرم ومحترم مولانا سید جمیل الدین صاحب رحمہ اللہ استاذ جامعہ عباسیہ بہاولپور

مبارک صد مبارک، اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرمائے اور محبت حدیث پاک اضعافاً مضاعفہ ہو، حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا، خدا کرے دیوبند جماعت میں ان کا تصنیفی و تالیفی کام آپ سنبھالیں، کاش کہ فہرست کتب جو آپ نے درج فرمائی ہے، یعنی جن سے آپ تصنیف میں مدد لے رہے ہیں، اس میں مکتوبات شریف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی و دیگر تصانیف حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ بھی ہوتیں، مذہب حنفیہ کی تائید حضرت والا نے جس طرح فرمائی ہے وہ رنگ بھی اختیار فرمائیے، ضرور۔

مکتوب گرامی مکرم ومحترم مولانا حکیم محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ
رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

گرامینامہ محبت شمامہ بہت سی مسرتیں لے کر پہنچا، باری تعالیٰ آپ کو دین متین کی محکم اور سچی خدمت کے لئے عمر نوح عطا فرمائے، آمین، آپ کی کتاب کا کچھ حصہ اوقات متعددہ میں سنا، دل سے دعا نکلی خدا کرے باب قبول تک پہنچ جائے، اسلوب بیان پاکیزہ اور شستہ، براہین مدلل اور محکم، اپنی ہمہ گیری کے اعتبار سے بہت ہی جامع ہے، ابھی بہت سا حصہ باقی ہے، اس کو پڑھ کر سنانا اسی شخص کا کام ہے، رجال کے نام جس کی زبان پر رواں ہوں اور عربی سے واقف ہو، پھر یہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر سے بہتر جزا خیر عطا فرماوے، مولانا عبدالدائم صاحب نے بے حد پسند فرمایا۔

ایک مصرعہ یاد آ گیا، قیاس کن زگلستان من بہار مرا، پرسوں ایک خواب دیکھا ہے جس کے بعض اجزاء مجملاً عرض کر رہا ہوں، حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کشمیر سے دارالعلوم میں دوبارہ تشریف لے آئے، سامان مختصر ہے اور اسی کمرے میں رکھ دیا جس میں حضرتؒ مقیم تھے، اس کے بعد بخاری پڑھانے کے لئے تشریف لائے، درس کے دیگر طلباء میں، میں عبدالجلیل اور انظر شاہ بھی شامل ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ روبقبلہ ہو کر بخاری پر کچھ تقریر فرما رہے ہیں اور ان کے سامنے انوارالباری کھلی ہوئی ہے، دریافت فرمایا کہ یہ کس نے لکھی ہے، اشارہ تعلیقات کی جانب تھا، میں نے عرض کیا مولوی احمد رضا نے اس کے بعد سر جھکا کر کچھ دیر اس کو غور سے پڑھتے رہے، مفصل خواب پھر کسی وقت فرصت میں لکھوں گا یا حاضری کے موقع پر زبانی عرض[1] کروں گا۔

میں آپ کو کتاب کی قبولیت اور خصوصاً طبقہ علماء میں پسندیدگی پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی نیت میں مزید خلوص عطا فرمائیں، والسلام۔

---

[1] موصوف نے ۲۴ اکتوبر ۶۱ء کو بوقت آمد دیوبند بموجودگی عزیم محترم مولانا ارشد میاں صاحب سلمہ حسب ذیل تفصیل بیان کی۔

حضرتؒ کو اسی طرز وہیئت پر دیکھا جس پر پہلے زمانہ قیام دارالعلوم میں دیکھا تھا، داڑھی سیاہ، کچھ بال سفید، صحت اچھی، خوش پوشاک، پھر دیکھا کہ جامع مسجد دہلی جیسی مسجد ہے جس میں حوض نہیں ہے باقی دالان، وسعت وغیرہ ایسی ہی ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ حوض کی جگہ اور جنوبی دروازے کے درمیان روبقبلہ بیٹھے ہوئے درس بخاری شریف دے رہے ہیں، میں سامنے ہوں، مجھ سے بائیں طرف انظر شاہ، ملاجی (مولانا حکیم عبدالجلیل صاحب) بھی ہیں اور ازہر شاہ کچھ الگ کو بیٹھے ہیں، حضرت شاہ صاحب امام بخاری کے حالات پر تقریر فرما رہے ہیں اور سامنے تپائی پر انوارالباری کھلی رکھی ہے جس کے درمیان میں متن اور چاروں طرف حاشیہ ہے، فرمایا یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ یہ مولانا احمد رضا نے لکھی ہے، فرمایا کہ جب میں نے ان سے کہا تھا تو ترمذی وبخاری ملا کر لکھنے کو کہا تھا اور بہت دیر کر دی، اس کو تو بہت پہلے لکھنا چاہئے تھا، پھر کمبل چہرہ پر ڈال کر کہ میں چہرہ نہ دیکھ سکا، اسی طرح اس کو متوجہ ہو کر مطالعہ فرمانے لگے، حافظ عثمانی صاحب بھی وہاں آ گئے اور میں نے بلا کر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ان کا تعارف کرایا''۔

اس کے بعد ۲۵ دسمبر ۶۱ء ۱۶ رجب دوشنبہ کی شب مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں راقم الحروف نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ تشریف رکھتے ہیں، احقر نے مسودۂ انوارالباری دکھلایا، ایک بہت مختصر مگر جلی قلم سے لکھا ہوا عنوان دیکھ کر بطور تحسین واستعجاب فرمایا کہ کیا یہ بھی تم نے لکھ لیا ہے؟ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! ہر چھوٹی بڑی چیز کو لکھا ہے اور مولانا بدر عالم صاحب نے بھی تقریر لکھی ہے، میں دونوں کو ملا کر مکمل کر رہا ہوں۔

اس سلسلہ میں مزید گزارش ہے کہ یوں تو حضرت شاہ صاحب کی زیارت سے خواب میں بارہا مشرف ہوا مگر کچھ عرصہ سے کسی علمی مجلس میں شرکت کی صورت نظر آتی تھی، جس طرح کہ ڈابھیل کے قیام میں صورت ہوتی تھی، نیز ایک بار دیکھا کہ سرور دو عالم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوں اور ایک طرف بیٹھا ہوا غالباً حدیث ہی کے سلسلہ میں کچھ لکھ رہا ہوں، کسی تقریب سے لڈو تقسیم ہوئے مجھے بھی حصہ ملا، یہ بہت مدت کی بات ہے مگر ایسی یاد ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)۔

چند تبصرے

صدق جدید لکھنؤ: صحیح بخاری کے ترجمے مختصر شرح وحاشیہ کے ساتھ اردو میں بھی اب تک کئی ایک شائع ہو چکے ہیں، لیکن حنفی مکتب فکر کے لحاظ سے بخاری کی ترجمانی اردو میں اب تک گویا ہوئی ہی نہیں ہے، حنفیوں میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ علم وفضل، خصوصاً علم حدیث میں اپنی نظیر بس آپ ہی تھے، بڑی مسرت کی بات ہے کہ ان کے افادات متعلقہ بخاری کو ان کے ایک شاگرد رشید مولانا احمد رضا بجنوری نے اب اردو میں لے آنے کا تہیہ کرلیا ہے اور ان کے مقدمہ شرح بخاری کی یہ پہلی جلد شائع ہوگئی ہے، شرح بڑے اہتمام سے لکھی جارہی ہے، اور پوری کتاب اس طرح کے ۳۲ حصوں میں گویا ساڑھے ۶ ہزار صفحہ کی ضخامت کے ساتھ مکمل ہوگی اور دیکھنے کے قابل ہوگی۔

صرف مقدمہ دو حصوں میں بڑی تقطیع اور گنجان کتابت کے تقریباً ۵۰۰ صفحات میں آئے گا، پیش نظر حصہ میں علم حدیث کا عام تعارف، تمام محدثین کے کارنامے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے کارنامے، یہ سب بڑی تفصیل وتحقیق سے آگئے ہیں، مرتب صاحب علم و صاحب فکر ہونے کے ساتھ اہل قلم بھی ہیں، اس لئے کتاب باوجود فنی ہونے کے خشک یا غیر شگفتہ نہیں۔

ایک حاشیہ میں مرتب کے قلم سے ایک بڑے کام کی بات نظر پڑی، "یہ دونوں (محدثین) بھی امام اعظمؒ کی برائیوں میں پیش پیش تھے، ہر انسان خطا ونسیان سے مرکب ہے، بڑے بڑے جلیل القدر انسانوں سے غلطی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سب کی لغزشوں سے درگزر کرے اور ان کو اپنی بے پایاں نعمتوں اور راحتوں سے نوازے ص ۱۰۱"۔

رسالہ دارالعلوم دیو بند: حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ علیہ الرحمۃ کے تلمیذ خاص مولانا سید احمد رضا صاحب گذشتہ ایک سال سے صحیح بخاری کی اردو شرح "انوارالباری" کے نام سے مرتب کرنے میں مصروف ہیں، یہ کام مختلف موانع اور مشکلات سے دوچار رہا اب اس کا حصہ اول شائع ہوا ہے جو ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، مولانا نے بڑی عرق ریزی اور محنت وجانکاہی کے ساتھ اس حصہ میں حدیث کی ترتیب وتدوین کی تاریخی حیثیت، فن حدیث کی عظمت سے گزر کر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حالات کو جامعیت اور تفصیل سے درج فرمایا ہے اور استنباط مسائل میں امام صاحبؒ کا جو طریق فکر ہے اس پر پوری روشنی ڈالی ہے، امام اعظمؒ کے متعلق یہ ایک مستقل تذکرہ ہے جس میں بہت سی ایسی باتیں سامنے آگئی ہیں جو اردو میں اب تک نہیں آسکی ہیں، متعصب اہل علم حضرت نے صدیوں سے امام موصوف کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کررکھی ہیں، مولانا نے بڑے مستحکم دلائل کے ساتھ ان کا ازالہ فرمایا ہے، اس سلسلہ میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے وہ افکار وخیالات بھی زیر بحث آئے ہیں جو انہوں نے امام اعظمؒ کے متعلق ظاہر فرمائے تھے، امام اعظمؒ کے بعد امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد حنبلؒ اور ان کے بعد ان چالیس محدثین وفقہاء کے حالات آگئے ہیں جنہوں نے تدوین فقہ حنفی کے سلسلے میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے تعاون فرمایا تھا، اس پورے حصہ میں اس طرح ۱۵۱ محدثین کے حالات جمع کردیئے ہیں اور اگلے حصہ میں تقریباً پانچ سو حضرات کے حالات پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

"اسماء رجال"، فن حدیث کا ایک مستقل موضوع ہے جس میں رواۃ کے ذاتی حالات، ان کے حفظ اور یادداشت، ان کی مرویات کے صدق وکذب اور عقلی ونقلی حیثیت سے ان کی روایتوں کی چھان بین کی جاتی ہے، گویا یہ فن حدیث کے لئے ایک بہت بڑے ستون کی حیثیت رکھتا ہے، یہ ستون اگر درمیان سے نکال دیا جائے تو پھر ساری عمارت ہی خطرے میں آسکتی ہے۔

مولانا موصوف نے حدیث کی بہت بڑی خدمات انجام دیں کہ اس حصہ میں ۱۵۱ محدثین کے حالات جمع فرمادیئے ہیں، عربی میں تو اس موضوع پر بہت سی کتابیں ہیں مگر اردو میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی چیز ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کہ جیسے آج دیکھا ہو، اسکے بعد ایک بار ایسا دیکھا کہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ صحابہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد وغیرہ میں شرکت صرف اپنے ذاتی علائق واسباب کی وجہ سے کرتے ہیں، خدا کے واسطے نہیں، میں نے کہا غلط ہے، اس پر ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں ایک طرف صحابہ تشریف رکھتے ہیں، دوسری طرف کفار اور سرکار دو عالم ﷺ پس پردہ تشریف رکھتے ہیں میں صحابہ سے سوال کرتا ہوں اور وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارا جہاد وغیرہ سب صرف خدا کے لئے ہے، کفار لاجواب اور حضور اکرم ﷺ مسرور ہوجاتے ہیں" یہ سب خواب کی باتیں ہیں، کوئی یقینی بات ان پر نہیں کہی یا سمجھی جاسکتی تاہم دل ان سے خوش ہوتا ہے، حوصلہ بڑھتا ہے، دین وعلم کی کوئی ادنیٰ خدمت بھی کسی کے لئے میسر ہو تو محض خدائے تعالیٰ کا فضل وانعام ہے، رع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا۔

ہمیں امید ہے کہ انوارالباری دو ماہی پروگرام کے تحت ایسی ہی جامعیت، وسعت مطالعہ فن حدیث کے بیش بہا نکات اور اپنی ظاہری اور معنوی دل کشی کے ساتھ منصۂ شہود پر آئے گی اور اس طرح حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کے افادات عوام و خواص تک پہنچ سکیں گے۔ (سید محمد از ہر شاہ قیصر)

رسالہ تذکرہ دیوبند: زیر نظر حصہ مقدمہ کی پہلی جلد ہے۔ جس میں تیسری صدی تک کے محدثین کا تذکرہ آ گیا ہے، اس مقدمہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ جو کچھ مرتب نے لکھا ہے محنت سے لکھا ہے اور اب تک علماء احناف کے ساتھ جو علمی ناانصافی ہوتی آ رہی تھی، اس کی جگہ جگہ نشاندہی بھی کی ہے، مثلاً امام بخاریؒ جن کا نام لے کر بعض غیر مقلد علماء امام اعظم کے منہ آتے رہے ہیں، مرتب موصوف نے اس کی قلعی کھولنے کی سعی کی ہے، کوئی شبہ نہیں کہ کام صرف اشارہ ہی سے لیا گیا ہے، اور تفصیل سے حتی المقدور اجتناب اختیار کیا گیا ہے، مگر جس حد تک لکھ دیا گیا ہے، وہ بھی آگاہی کے لئے موجودہ دور میں کافی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ بہت سے علماء صرف امام بخاری یا اس طرح کے دوسرے علماء کا نام سن کر مرعوب ہو جاتے ہیں اور حقیقت حال کی جستجو و تلاش سے دستک کش ہو جاتے ہیں، حالانکہ انہیں سوچنا چاہیے، کہ امام اعظمؒ کی حیثیت امام بخاریؒ سے بدر جہا بڑھ کر ہے اور ہر اعتبار سے پھر امام بخاریؒ خود امام اعظمؒ کے شاگردوں کے فیض یافتہ ہیں، اس لئے امام بخاری یا ان کے استاذ امام حمیدیؒ، امام اعظم کے خلاف جو جذبات رکھتے ہیں، ان کی چھان بین ضروری ہے، اللہ تعالیٰ مرتب کو جزائے خیر عطا کرے کہ انہوں نے اس جلد میں امام اعظمؒ اور دوسرے علماء احناف کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے اور امام اعظمؒ اور صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) پر کئے گئے غلط اعتراضات کی مدلل تردید کی ہے اور مسکت جواب بھی دیا ہے اور ابن خلکان امام بیہقی اور دوسرے شوافع علماء سے اس سلسلہ میں جو غلطی ہوئی ہے اس کی نشاندہی کی ہے اور اس کی حقیقت آشکارا کرنے کی سعی کی ہے۔

مقدمہ کی دوسری جلد میں بقیہ محدثین کا تذکرہ آئے گا اندازہ ہے کہ اس صدی تک کے محدثین علماء کا تذکرہ دوسری جلد میں آ جائے گا، اس سے فارغ ہو کر بخاری شریف کی اردو شرح شروع ہوگی جس میں متقدمین کی کتابوں کے ساتھ ساتھ علمائے دیوبند کے افادات بھی اجاگر کر کے پیش کئے جائیں گے، اندازہ ہے کہ اس شرح میں حضرت علامہ کشمیریؒ کی فیض الباری کا خلاصہ مع اضافہ کے آ جائے گا نیز مؤلف نے اس کا اہتمام بھی کیا ہے کہ فن حدیث پر اپنے اکابر کی ساری تحقیقات کا عطر کشید کر کے اس میں جمع کر دیں اور اس طرح امید ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ سے لے کر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ تک کی تحقیق و تدقیق کا خلاصہ اس شرح میں لے لیا جائے گا۔

مؤلف موصوف بحمد اللہ کام کا تجربہ رکھتے ہیں، پچھلے دنوں مجلس علمی ڈابھیل کی نظامت آپ ہی کے سپرد تھی اور نصب الرایہ، فیض الباری، مشکلات القرآن اور اس طرح کے دوسرے علمی نوادرات آپ کے حسن انتظام کی بدولت موجودہ دور کے ذوق کے مطابق مطبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں یہ پوری شرح اندازہ ہے کہ اکتیس بتیس حصوں میں آ جائے گی جو دو ماہی پروگرام کے تحت بالاقساط شائع ہوتی رہے گی اس سے مؤلف اور مستفیدین دونوں کو سہولت حاصل رہے گی، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کام کو حسن و خوبی کے ساتھ اتمام تک پہنچائے۔

رسالہ تجلی دیوبند: انوارالباری شرح اردو صحیح البخاری پر عربی میں بہت کام ہوا ہے، لیکن اردو میں اس کام کی ابھی ابتداء ہی ہے، ترجمے کا فریضہ تو کئی ناشرین ادا کر چکے، بعض اہل علم نے ترجمے کے ساتھ فوائد و حواشی کا بھی اضافہ کیا ہے، مگر اس میں کافی تشنگی ہے، علاوہ ازیں حنفی نقطۂ نگاہ اور مسلک کی بھرپور ترجمانی کا کام تو اردو میں بالکل ہی نہ ہونے کے برابر ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ایک ذی علم بزرگ جناب مولانا سید احمد رضا صاحب نے اس مشکل اور اہم کام کا آغاز فرمایا ہے، آپ علامہ انور شاہ کشمیری صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور علامہ موصوف متاخرین میں جس پائے کے محدث گزرے ہیں، وہ اونچے اہل علم سے مخفی نہیں، حق یہ ہے کہ حدیث کے وسیع و دقیق فن کی مہارت کا جو سلسلۃ الذہب قرون اولیٰ سے چلا تھا، موصوف اس کی آخری کڑی تھے اور آپ کے بعد پوری دنیائے اسلام میں اس شان کے محدث اور حافظ حدیث کم از کم ہماری معلومات کی حد تک عنقا کے درجے میں ہیں، حدیث کو سمجھنے والے اس پر عمدگی سے کلام کرنے والے اور اس کے مطالب و مفاہیم کو دلنشین پیرائے میں بیان کرنے والے تو بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہیں، اور فنی نزاکتوں پر عبور رکھنے والے مفقود نہیں، لیکن جلیل القدر حفاظ حدیث کی یہ مخصوص شان کہ صدہا احادیث لفظ بہ لفظ حافظے میں محفوظ ہوں اور بروقت ان کا استحضار بھی ہو، علامہ انور شاہ صاحبؒ کے بعد کہیں نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ ان کے تلمیذ جناب احمد رضا صاحب سے اچھی توقعات وابستہ کی

جاسکتی ہیں، انہوں نے بخاری کی شرح سے پہلے ایک مبسوط مقدمہ ترتیب دیا ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہوگا اس کا حصہ اول ہمارے سامنے ہے۔

یہ حصہ اول تجلی سائز کے ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں فاضل مؤلف نے نقد و تحقیق کا جو سرمایہ جمع کیا ہے اس کا صحیح اندازہ اس مختصر تبصرے میں نہیں کرایا جاسکتا، حافظ ابن حجر کی فتح الباری جیسی بیش بہا ہے ویسا ہی اس کا مقدمہ بھی ہے، لیکن اس کی نوعیت وہ نہیں ہے جو پیش نظر مقدمہ کی ہے۔

پیش نظر مقدمہ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں فقہ حنفی اور امام ابوحنیفہؒ پر اڑائی ہوئی اس گرد کو صاف کیا گیا ہے، جس کی تہیں جمانے کا سلسلہ ابو حنیفہؒ کے بعد ہمعصروں سے لے کر آج تک کے بعض اہل حدیث تک پہنچتا ہے، بخاری کی شرح میں اس نوع کے مقدمہ کا جواز اس لئے بھی ہے کہ بخاری ہی کے آغاز میں امام بخاریؒ کا محدثانہ خلوص امام ابوحنیفہؒ کے حق میں کانٹوں کی بوچھاڑ بن گیا ہے اور اس لئے بھی ہے کہ بعض محدثین نے خصوصاً خطیب بغدادیؒ جیسے بے تہہ محدثین نے جو غیر ذمہ داری امام اعظمؒ کے حق میں برتی اس کے خدوخال نمایاں کرنا امام اعظمؒ کے مرتبہ شناسوں پر ہر آئینہ واجب ہے۔

فاضل مؤلف نے فقہ حنفی کے آغاز، ارتقا اور کلیدی اصول و اقدار پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کمزور اور بے مغز اعتراضات کے تحقیقی جوابات دیئے ہیں جن کا ہدف امام اعظمؒ اور فقہ حنفی کو بنایا جاتا رہا ہے، امام اعظمؒ کیا تھے، علم حدیث میں ان کا کیا پایہ تھا، بالغ نظر اکابر وافاضل ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے، ان کی فقہ کیونکر مرتب ہوئی، اس طرح کے گوشوں پر انہوں نے شرح و بسط کے ساتھ مواد پیش کیا ہے وہ چالیس فقہا جنہوں نے امام اعظمؒ کی سربراہی میں عظیم الشان فقہ حنفی کی تدوین کی تھی، ان کا بھی ممکنہ تعارف مؤلف نے کرایا ہے، ان میں جن عالی قدر حضرات کے تفصیلی حالات و اوصاف تاریخ سے مہیا کرنے ممکن تھے، ان کے حق میں مؤلف نے بھی تساہل سے کام نہیں لیا، مثلاً امام زفرؒ پر پانچ اور امام ابو یوسفؒ پر تقریباً اٹھارہ صفحات وقف کئے ہیں۔

امام اعظمؒ کے علاوہ ائمہ ثلاثین کا بھی حسب ضرورت تذکرہ شامل مقدمہ ہے اور ۲۵۰ھ سے قبل کے جملہ ذکر محدثین کے حالات بھی دیئے گئے ہیں، بعد کے محدثین کا تذکرہ حصہ ثانی میں آئے گا۔

اردو میں مولانا شبلیؒ کی ''سیرۃ النعمان'' امام اعظم پر حرف آخر سمجھی گئی ہے، لیکن اس میں بھی کچھ نہ کچھ فروگذاشتیں ضرور ہیں جن میں سے بعض پر مولانا محمد رضا صاحب نے مختصر لیکن فکر انگیز کلام کیا ہے۔

حاصل یہ کہ مقدمہ کا یہ جز و اول بڑے معرکہ کی چیز ہے، ایسی چیز اس لئے بھی ضروری تھی کہ امام اعظمؒ کی تحقیر و تنقیص میں ثبت قرطاس کیا ہوا، متقدمین کا بے تہہ مواد آج بھی بعض حلقوں میں ''آلہ کار'' کی حیثیت سے استعمال کیا جارہا ہے، اور یہ بات خاصی شہرت پاگئی ہے، کہ ابوحنیفہ علم حدیث کماحقہ بہرہ نہیں رکھتے تھے، بے چارے عوام کیا جانیں کہ یہ سفید جھوٹ کس طرح چلا، کس نے اسے ہوا دی اور کون اس کی پشت پناہی کررہا ہے، عربی میں اس افتراء خالص کا پول کھولنے والا بہت سا مواد موجود ہے، لیکن اردو میں اس کی سخت ضرورت تھی اور اس پیانے پر ضرورت تھی کہ کم استطاعت لوگ بھی اس سے مستفید ہوسکیں، قسط وار اشاعت کا جو پروگرام انوارالباری کے ناشر نے بنایا ہے اس میں غریبوں کے لئے بھی استفادے کا پورا موقع مہیا ہے، چنانچہ پیش نظر جز و کی قیمت ساڑھے تین روپے ہے اور مستقل ممبروں کے لئے صرف ڈھائی روپے (جو کم سے کم ہوسکتی ہے)۔

من حیث المجموع انوارالباری کے اس مقدمہ کو ہم بلاشبہ ایک بیش بہا پیشکش خیال کرتے ہیں اور تفسیر و حدیث وغیرہ کے جتنے ماہوار سلسلے دیو بند سے چل رہے ہیں، ان میں یہ پہلا سلسلہ ہے جسے بلند پایہ قرار دیا جاسکتا ہے، اس کی حیثیت صرف علمی و تحقیقی ہی نہیں تبلیغی بھی ہے کیونکہ امام اعظمؒ اور فقہ حنفی کے بارے میں جو شوشے یاران حاشیہ آئے دن چھوڑتے رہتے ہیں ان کے مضر اثرات کو زائل کرنا احناف کا ایک مقدس فریضہ، لیکن احناف وہ ہونے چاہئیں جو واقعۃً حنفی ہوں، زمانے کی ستم ظریفی سے احناف کی ایک ایسی قسم بھی آج کل بڑی عام ہوگئی ہے جس سے ابوحنیفہؒ اور ان کے سچے پیرووں کی روحیں پناہ مانگتی ہوں گی یہ وہ لوگ ہیں جو سر سے پیر تک قبوری شریعت کے مارے، راکھ میں غرق ہیں مگر کہتے ہیں اپنے آپ کو اصل سنی و حنفی، ان کی حنفیت شرک و بدعت کو دوڑ کر قبول کرتی ہے اور ہر اس شخص کو ''وہابی'' قرار دیتی ہے جو شرک و بدعت سے دور بھاگے، شکر ہے کہ انوارالباری کے جامع و مؤلف ''وہابی'' ہی ہیں اسی لئے کہ ان کے یہاں علم و تحقیق کا بازار گرم نظر آتا ہے، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو اس سلسلہ نادرہ کی تکمیل کے لئے لمبی عمر عطا فرمائے اور ان کے قلم سے حق ہی حق نکلے۔

جملہ ناظرین سے ہم انوارالباری کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف: انوار الباری شرح اردو بخاری از مولانا احمد رضا صاحب مجددی نقشبندی، موجودہ دور نشر و اشاعت کے لحاظ سے ممتاز دور ہے، رات دن کتابیں لکھی جاتی ہیں، اور شائع ہوتی ہیں مگر ایسی کتابوں کی پھر بھی کمی محسوس کی جاتی ہے جنہیں محنت کے ساتھ علمی انداز میں مرتب کرنے والے مرتب کرتے ہوں اور وہ نتیجہ خیز بھی ہوں لیکن ایسے لوگوں سے ملک خالی بھی نہیں، انہیں چند حضرات میں ہمارے مولانا احمد رضا صاحب بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو محنت کا ایک خاص سلیقہ عطا کیا ہے، پچھلے دنوں آپ کی نگرانی میں مجلس علمی ڈابھیل نے جو متعدد علمی تصانیف شائع کی ہیں اس سے آسانی کے ساتھ آپ کے علمی ذوق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

فیض الباری کے نام سے فخر المحدثین حضرت مولانا انور شاہؒ کی تقریر بخاری عربی میں شائع ہو چکی ہے، بخاری شریف کی اور بھی دوسری ضخیم شرحیں موجود ہیں جن سے صرف عربی دان طبقہ مستفید ہوتا رہا ہے، حالات کے پیش نظر شدت کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی مستند شرح اردو میں لکھی جائے جس سے بے تکلف اردو داں طبقہ مستفید ہو سکے اور انہیں اس کے مطالعہ کا مشورہ دیا جا سکے، حضرت مولانا ہم سب بلکہ پوری ملت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ ایسے اہم کام کے لئے آمادہ ہوئے اور خدا کے بھروسہ پر کام کی ابتداء بھی کر دی، زیر نظر جز و مقدمہ کی پہلی جلد ہے جس میں دو صدی کے محدثین کے حالات پوری دیدہ ریزی سے جمع کئے گئے ہیں، جو کچھ لکھا گیا ہے، مدلل و مستند ہے اور ہر طرح قابل داد و ستائش ہے، طبقہ احناف کے لئے خصوصیت کے ساتھ یہ ایک قیمتی ذخیرہ ہے جس میں اور سارے محدثین کے حالات بھی ملتے ہیں۔ بلکہ امام اعظمؒ اور صاحبین (امام ابو یوسفؒ امام محمد) اور امام زفر کے حالات خاصے مفصل اور لائق مطالعہ ہیں، اس جلد کی یہ بھی خوبی ہے کہ اس میں امام اعظمؒ کی مجلس تدوین فقہ کے ان چالیس ارکان کے حالات یکجا آ گئے ہیں جن کی مدد سے آپ نے فقہ حنفی مدون کیا تھا، جس انداز پر کام شروع کیا گیا ہے اس کے پیش نظر یہ ماننا پڑتا ہے کہ حنفی نقطۂ نظر سے اردو زبان میں حدیث کی خدمت کا یہ شاندار آغاز ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرمائے۔

ضخامت اور طباعت و کتابت کے اعتبار سے قیمت بہت کم رکھی گئی ہے، شاید یہ اس وجہ سے کہ ہر علم دوست اسے خرید سکے اور عام طور پر مسلمان حدیث نبوی سے مستفید ہو سکیں۔

روزنامہ الجمعیۃ سنڈے ایڈیشن: استاذ العلماء فخر المحدثین حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اپنے علم و فضل کے اعتبار سے کسی تعارف کے محتاج نہیں، زیر تبصرہ کتاب آپ ہی کے افادات کا شاہکار ہے جسے آپ کے شاگرد رشید مولانا احمد رضا صاحب نے برسوں کے استفادہ کے بعد مرتب کیا ہے۔

کتاب کا موضوع حدیث کی مشہور کتاب بخاری شریف کی شرح اور اس کے مطالب کی توضیح ہے، گویا شرح سے پہلے ایک مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے جس میں حدیث اور متعلقات حدیث پر ایک خاص رنگ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس حصہ میں حنفی مذہب کے بارے میں تمام ضروری باتیں آ گئی ہیں اور امام اعظمؒ کی سوانح حیات ان کے اساتذہ و تلامذہ اور تدوین فقہ کی تاریخ کا بیشتر حصہ مرتب کر دیا گیا ہے، نیز بتایا گیا ہے کہ فقہ حنفی کی خصوصیات کیا ہیں اور امام صاحب کی جلالت قدر اور علمی مرتبہ کے بارے میں علماء سلف نے کن خیالات کا اظہار کیا ہے، امام صاحب کے ساتھ ہی دوسرے آئمہ کرام کے حالات بھی جمع کر دیئے گئے ہیں، کتاب مجموعی حیثیت سے اس قابل ہے کہ وہ علماء کے زیر مطالعہ رہے۔

رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی: مولانا سید احمد رضا صاحب، حضرت علامہ سید انور شاہ صاحبؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں، آپ ایک جید اور صاحب بصیرت عالم ہیں اور کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی، زیر نظر کتاب آپ ہی کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے، حضرت مؤلف علام اردو میں صحیح بخاری کی شرح لکھ رہے ہیں، موصوف کا ارادہ ہے کہ شرح میں اکابر علماء حنفیہ اور خصوصاً حضرات علماء دیوبند کے علمی اور فقہی اسرار و معارف کو اردو کا جامہ پہنا کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے، اللہ تعالیٰ انہیں اس مقصد عظیم میں کامیاب فرمائے۔

زیر نظر کتاب مجوزہ شرح کے مقدمہ کا صرف پہلا حصہ ہے جو محدثین کرام کے تذکروں پر مشتمل ہے، اس میں آئمہ اربعہ کے علاوہ کوئی ڈیڑھ سو محدثین کا تذکرہ ہے، امام الائمہ فقیہ الامۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا تذکرہ نہایت بسط و تفصیل سے کیا ہے، متعصبین کی طرف سے

حضرت امام موصوف پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں، ان کے نہایت محققانہ جوابات دیئے ہیں، جرح و تعدیل اور نقد رجال کے مسلم آئمہ سے امام صاحب کی توثیق و تعدیل نقل کی ہے اور تقریباً ستر کبار علمائے محدثین اور فقہائے متقین سے آپ کی مدح و ثنا نقل کی ہے، مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد، شعبہ عبداللہ بن مبارک، وکیع یحییٰ قطان، یحییٰ بن معین، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یزید بن ہارون، مکی بن ابراہیم، عبدالرحمٰن بن مہدی، جعفر صادق، ابوداؤد صاحب السنن، ابن جریج، امام اعظم، (استاد امام صاحب) سعید بن ابی عروبہ، فضل ابن دکین، عیسیٰ بن یونس وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اور بیس سے زائد آئمہ فن سے امام صاحبؒ کی تابعیت نقل کی ہے۔

علاوہ ازیں امام صاحب کے شیوخ حدیث اور شاگردوں کا تذکرہ بھی قدرے تفصیل سے کیا ہے، علم حدیث سے شغف رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب ایک بہترین تحفہ ہے، کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مؤلف نے بڑی جستجو اور عرق ریزی سے مواد جمع کیا ہے، اور خصوصاً احناف کے لئے ایک عمدہ دستاویز تیار کی ہے، کتاب میں حنفی علماء اور محدثین کی حدیثی اور فقہی خدمات کو موقع بموقع خوب واضح کیا گیا ہے، اس حصہ میں امام دارمی متوفی ۲۵۴ھ تک کے محدثین کا تذکرہ ہے، دوسرے حصے میں غالباً اس وقت سے لے کر اب تک کے چیدہ چیدہ محدثین کا تذکرہ ہوگا، یہ کتاب علمی و تاریخی معلومات کا ایک بے بہا خزینہ ہے جس کا ہر حنفی و غیر حنفی کے پاس ہونا ضروری ہے۔

''سہ روزہ مدینہ'' بجنور: علماء متاخرین میں حضرت علامہ حافظ حدیث، حجۃ اللہ علی الارض، آیۃ من آیات اللہ سید انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ سابق صدر مدرس و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے علمی اور اسلامی دنیا واقف ہی نہیں ہے بلکہ اب بھی ہزاروں افراد ان کے دیکھنے والے موجود ہیں، موصوف نے اپنے معاصرین اور اساتذہ سے اپنی قابلیت کو تسلیم کرالیا ہے، چنانچہ مولانا آزاد، مولانا شبلی، مولانا عبیداللہ سندھی وغیرہم بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے علمی کمالات کے معترف ہیں، مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے تو فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں یہاں تک بیان فرمادیا ہے کہ اگر شاہ صاحبؒ متقدمین میں پیدا ہوتے تو ان کی عجیب شان ہوتی اور وہ صاحب مسلک ہوتے۔

زیر تبصرہ کتاب ان کے شاگرد خاص نے تالیف کی ہے کہ جنہوں نے برسہا برس حضرت شاہ صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر ان کے علوم کو اپنایا ہے، چنانچہ موصوف (مولانا احمد رضا صاحب) نے حضرت شاہ صاحب کی تصنیف اور تالیف میں مواد و مآخذ فراہم کرنے کی خدمت ایک مدت تک انجام دی ہے، لہٰذا ''انوارالباری شرح اردو صحیح البخاری'' کے علمی شاہکار ہونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا موصوف نے انوارالباری کا پہلا اور دوسرا حصہ بطور مقدمہ کے ترتیب دیا ہے، پہلے حصہ میں مذہب حنفیہ سے متعلق تمام ضروری باتیں مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی مکمل سوانح حیات، ان کے اساتذہ، ان کے تلامذہ، ان کا اور ان کے تلامذہ کا حدیث میں مرتبہ، تدوین فقہ کی مکمل تاریخ، تدوین فقہ کے چالیس شرکاء کے حالات، فقہ حنفی کی خصوصیات، امام صاحب کے بارے میں آئمہ کی آرا کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ جمع کردیا ہے کہ بلا اختیار زبان پر سبحان اللہ جاری ہوجاتا ہے، علاوہ اس کے امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد، وغیرہم حضرات کے حالات بھی نہایت تفصیل سے جمع کردیئے ہیں اور ۲۴۰ صفحات کی یہ کتاب دریا بکوزہ کا صحیح مصداق بن گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی حدیث کی کتاب سے متعلق اردو زبان میں اتنا جامع اور مکمل مقدمہ نہیں لکھا گیا ہے، جی تو بہت کچھ لکھنے کو چاہتا ہے، لیکن اس کتاب میں جو کچھ ہے اور جتنی محنت کی گئی ہے، اس کے مقابلہ میں میرے پاس الفاظ کا دامن تنگ ہے، یقیناً اہل علم حضرات اس کتاب کو اپنے ہاتھوں میں دیکھ کر اپنے کو غنی محسوس کریں گے۔

شکر نعمت: حق تعالیٰ جل مجدہٗ کا ہزاراں ہزار شکر کہ مقدمۂ انوارالباری کے دونوں حصے لکھنے سے فراغت ہوئی، جن میں دوسرے اہم مباحث کے ساتھ دوسری صدی سے اب تک کبار محدثین کے حالات خصوصاً حدیثی خدمات کا تذکرہ ہوا، اس کے بعد شرح اردو بخاری شریف کا پہلا پارہ شروع کردیا گیا ہے اور خدائے برتر کے بے پایاں فضل و انعام سے امید ہے کہ وہ اس سلسلہ کی باقی منازل بھی آسان فرمائیں گے، **وماتوفیقی الا بمنہ و کرمہ، علیہ توکلت والیہ انیب۔**